گلمسز آف دھی نظامس ڈمینینس

یعنی

تاریخ قلمرو نظام

مترجمۂ مسٹر طالب علی شمس الدین نیجم اسسٹنٹ سکریٹری

انجمن اسلام بمبئی

جسمین ریاست حیدرآباد دکہن کا مکمل احوال مندرج ہی

علاوہ اسکے قریب ٦٠٠ تصویرین اور نقشے ـ لوگون ـ منظرون ـ شہرون ـ مینارین ـ مسجدون ـ غارون ـ مندرون ـ قلعون ـ قبرون ـ کہنڈرون ـ محلون ـ نام مکانون اور قدرتی عجائبات و غرائبات کے موجود ہین ـ
جو خاص اس کتاب کے لئے کہینچے گئے تہے

بہ اجازت خاص و سرپرستی سرکار حضور نظام شایع ہوئی ہے

جسمین ہر ہر چیز کا بیان درج ہی ـ مثلاً تعمیرات ـ تواریخ ـ اقوام ـ مذاہب ـ اوصاف بلاد ـ ترکیب زمین وغیرہ
معہ سوانح عمری و احوالات تصاویر امرا و دیگر اکابرین و عمایدین قلمرو حضور نظام جسے

مسٹر ـ ای ـ کلاڈ ـ کیمپبل

نے

بذات خود جمع کیا

مدیر
سی ـ بی ـ بروز
ولیم ـ واٹسن اینڈ کمپنی
بمبئی و لندن

C B. BURROWS,
BOMBAY and LONDON,
C/O WILLIAM WATSON & CO.
A.D. 1899.

ترتیب دادۂ
ہسٹوریکل پبلشنگ کمپنی
فلاڈلفیا
یونائٹڈ اسٹیٹس ـ امیریکہ

دیباچہ

ھم نے اس کے پیشتر ایک کتاب موسوم بہ گلمپسز آف انڈیا لکھی تھی جس مین عام طور سے تمام ہندوستان کا احوال مندرج ہے وہ ایسي عام پسند ہوي کہ جس سے مسود اوراق کو شوق پیدا ہوا کہ بہت سی دیسی ریاستین کہ ہندوستان کي عظیم‌الشان سلطنت کا ایک بڑا حصہ ہین انکا بیان جدا جدا اور مفصل لکھا جائے تو دوسری ویسی ہي کتابین تیار ہوسکتی ہین۔ اس شوق کے پیدا ہوتے ہی ہماری توجہ ریاست حیدرآباد کي طرف مبذول ہوئي جو ہندوستان مین نمبر اول کي ریاست ہے اور اس ریاست مین جو عجیب و غریب تواریخی۔ علم قدامت۔ اور بیان انساني کي دلچسپیان ہین انہون نے اور بہی شوق کو بڑہا دیا تاکہ ویسی ہی ایک کتاب پبلک مین لائی جائے۔ نظام گورنمنٹ کي اعانت و سرپرستی حاصل کي گئي اور تالیف شروع ہوی۔ باوجود اوسکے کہ وہ بہت بڑا کام تہا۔ یہ کتاب جو اب عام طور پر پبلک کے اور خاص طور پر ریاست کے باشندون کے پیش کي گئي ہے اوسیکا نتیجہ ہے۔

اس قسم کي کتاب کے لئے جتني معلومات کي ضرورت تہي انکے جمع کرنے مین بہت سي کتابین جو اس ریاست کے بیان پر حاوی تہین دیکہي گئین۔ بعض باتون مین انمین اختلاف پایا جاتا تہا۔ لیکن اور دوسری کتابون سے نہایت احتیاط کے ساتہہ انکا مقابلہ کرکے حتي‌الامکان صداقت کے ساتہہ کام لیا گیا۔ گلمپسز آف دی نظامس ڈومینین (مختصر حالات ریاست نظام) مثل ایک ہردل عزیز تاریخ کے نذر ناظرین کي گئی ہے۔ حضور نظام کي ریاست کے جسقدر صحیح حالات۔ اس قسم کي کثیرالحجم کتاب مین داخل ہوسکتے ہین وہ اس مین داخل ہین۔ موجودہ ریاست نظام کا بیان کچہہ تو عبارت اور کچہہ نقشون مین درج کتاب ہے۔ جو لوگ حیدرآباد سے ناواقف ہون مولف کو امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے انکو حیدرآباد کے دلکش مقامون کے دیکہنے کا شوق پیدا ہوگا جن کا احوال اس مین مندرج ہے۔ اور اس مین جو سوانح عمری لکہی ہوئی ہین وہ بہی قابل قدر ہین۔

ہندوستان کے عظیم‌الشان جزیرہ نما کے اندر حیدرآباد کي ریاست وسط مین واقع ہے۔ اور اوس مین ابتک ہندوستان کے اصلی باشندون کي اولاد باقی ہے۔ اور وہ وہین رہتے ہین جہان انکے آبا و اجداد پندرہ سو برس کے پیشتر رہتے تہے جیسے یونان کے جغرافیہ والون نے بیان کیا ہے۔ اور ان کے اکثر عادات و اطوار ویسے ہی ہین جیسے عیسی علیہ‌السلام کے ایک ہزار برس آگے بید کے اشعار مین بیان کئے گئے ہین۔ اس کتاب مین جو نقشے ہین وہ نہایت زحمت اور مصارف کے ساتہہ کہینچے گئے ہین۔ اس مین کوئی شک نہین کہ وہ نہایت دلچسپ ہین۔ اُن قبیلون کے فوٹوگراف لینے مین بڑی دقتین واقع ہوین کیونکہ وہ جانتے نہین تہے کہ فوٹوگراف کیا چیز ہے۔ اسلئے وہ اوسکو دیکہکے سخت گہبراتے تہے لیکن بڑي مشکل سے انہین سمجہایا گیا اور انکی تصویرین کہینچي گئین۔ علاوہ ان تصویرون کے دوسرے چہہ سو نقشے نہایت دلچسپ مقامون کے ہین۔ کیا قدیم اور کیا جدید۔ مثلاً مسجدین۔ مندر۔ غار۔ اصنام۔ خاص مکانات اور پبلک مکانات معہ تصاویر امرائے نامور اور افسران ریاست حیدرآباد جو خاص اس کتاب مین داخل کرنے کے لئے نہایت محنت و مشقت اور بڑے مصارف سے کہینچی گئی ہین۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ویسی ہی قائم رہین جیسے حیدرآباد کي سیاہ چٹانین۔ یا گولکنڈے کي مشہور پہاڑی قائم ہے۔ اور عندالضرورت اس کي لاکہون نقلین لی جا سکتي ہین۔ نظام حیدرآباد کي اس تاریخ کي قیمت قدرتي طور پر انقضائے زمان کے ساتہہ بڑہتی جائیگی۔

اس کتاب کي اشاعت مین مسٹر اے کلاڈي کیمبل نے نہایت مشقت اٹھائی ہے۔ علی‌الخصوص ابتدا مین اسکے لئے ضروری بیانات کے جمع کرنے مین انہین بہت سی مشکلین درپیش ہوین لیکن وہ اپنے صبر و تحمل سے انپر غالب آئے اور اپنے مقصد مین کامیاب ہوے۔

اصلی بیان اور تالیف اور اخیر صحت اس کتاب کي مسٹر روجر لیمنگ کے متعلق تہي اور جس آئین سے انہون نے اپنی خدمت ادا کي ہے وہ ناظرین کے انصاف پر چہوڑا جاتا ہے۔ ہندوستان کے نامون کي املا نویسی سخت مشکل ہے اس لئے اس کتاب مین بہت سے مصنفون سے رجوع لانا پڑا خواہ وہ نام لوگون کے تہے یا مقامون کے یا اشیا کے۔ اور انمین موجودہ املا نویسي کا طرز اختیار کیا گیا۔

اسکی تصویرون کا کام مسٹرس بورن اینڈ شیپرڈ کے سپرد کیا گیا تہا۔ جو ہندوستان کے مصورون مین مشہور و معروف ہین۔ اور علاوہ اسکے حیدرآباد کے فوٹوگرافر مسٹر پولیسک اور نیز دوسرون نے بہی اعانت دی ہے۔ اور بہت سے لوگون کی تصویرین راجہ دین دیال اینڈ سنس کے لی ہوئی تصویرون پر سے لیگئی ہین۔ یہ کتاب سلطنت متحدہ امیریکا کے ایک نامور چہاپ خانہ مین جسکا نام۔ دہی ہسٹریکل پبلشنگ کمپنی آف فلیڈ لفیا ہے چہپ کے تیار ہوئی ہے۔ جس عمدگی سے انہون نے اسکو چہاپا ہے وہ خود اس کتاب سے ظاہر ہورہا ہے۔

اس کتاب کا مؤلف حضور نظام کی گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کیونکہ اسنے اسکی اشاعت مین ہرایک طرح سے قابل قدر مدد دی ہے۔ علی الخصوص سفارشی خطوط اور پولیس کی تعینات مین۔ جسکے بغیر کچہہ نہین ہوسکتا تہا۔ خاصکر کے انکی اعانت فوٹوگراف لینے مین قابل شکر گذاری ہے۔

اس کتاب کی تالیف مین مرقوم الذیل مصنفین سے بہت کچہہ مدد ملی ہے۔ جسکے لئے اونکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

فرشتہ (مترجمہ اسکاٹ) سر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔ کرنل میڈوس ٹیلر۔ شمس العلما سید علی بلگرامی۔ بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ سید حسین بلگرامی۔ وِلمٹ۔ فرگیوسن۔ برجس۔ گریبل۔ اسٹانلی لین پول۔ بی۔ اے۔ جے۔ ڈی۔ یس۔ سی۔ بی برگس ایلیٹ اور ڈاسن۔

مندرجہ ذیل صاحبون کا بہی شکریہ ہمپر واجب ہے کہ انہون نے نہایت کار آمد اعانت کی ہے۔ نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (معلومات تعلیم کے لئے) نواب اکبر جنگ کوتوال شہر (پولیس کی تعینات اور حفاظات کے لئے) نواب فرامرز جنگ (بیدر اور ورنگل کے حالات کے لئے) نواب افسرالدولہ (فوجی معلومات کے لئے) نواب سرور جنگ (تاریخی معلومات وغیرہ کے لئے) شمس العلما سید علی بلگرامی (علم ترکیب زمین کے لئے) مسٹر نندی۔ ایم۔ اے۔ این۔ ایل۔ ڈی (مذاہب اور انسانی بیانات کے لئے) سرجن لفٹنٹ کرنل لارء۔ میجر پرسی گف۔ مسٹر فریدون جی جمشید جی سکرٹری مدارالمہام (خوش خلقی اور اعانت کے لئے) گورنمنٹ کے دوسرے سکرٹریان۔ (بر محل مدد کے لئے) مسٹر جوسف کارنی لیس۔ بی۔ اے۔ تمام قسمتون کے صوبہ دار اور اضلاع کے تعلقدار اور مسٹر طالب علی نجم معاون پیشکار انجمن اسلام بمبئی جنہون نے اس عجلت کے ساتہہ ترجمہ کیا وغیرہ وغیرہ

گلمپسز آف دی نظامس ڈومینین کی تالیف و اشاعت پر بہت سا روپیہ وقت اور محنت صرف ہوئی ہے جب کہین جاکے یہ کتاب نذر ناظرین کی گئی۔ چونکہ یہ ایک کثیرالپہلو دفتر ہے اسلئے اگر اس مین کہین کوئی غلطی واقع ہوی ہو تو ناظرین سے امید ہے کہ اوسکو معاف کرینگے۔ اسکا اندازہ اوسوقت کیا جا سکتا ہے کہ جب دیکہا جائیگا کہ اردو اور انگریزی دونون کو ساتہہ ہی شایع کرنیکا اہتمام کیا گیا ہے۔

سی۔ بی۔ بروز

فہرست مضامین

ہز ہائنس حضور نظام

سرکار نظام کی ضمانتی ریلوے

صنعت و حرفت

مذاہب اور اقوام

شہر حیدرآباد

نواح و حوالی شہر حیدرآباد

گولکنڈہ

سکندرآباد اور بولارم

حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج

عاشورۂ محرم

ہندوؤن کے بڑے دن

غار کے مندر

ضلعہ ورنگل

ضلعہ برار

متفرقات

ملحقات

فہرست تصاویر

اعلی حضرت حضور نظام جی-سی-ایس-آئی

اعلیحضرت آصف جاہ-مظفر الممالک-نظام الملک-نظام الدولہ میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ جی-سی-ایس-آئی نظام حیدرآباد

اس دلچسپ ملک کے بادشاہ کے جو وہان کے حاکم ہونے کا فخر رکھتے ہین حالات ملک حیدرآباد کے متعلق لکھنا جیسا کہ مصنف کی ترجمہ کو رجوع کرنے والا ہے ویسا اور کوئی نہین-

اعلیحضرت آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ-یہ خطابات وہی ہین جن سے ہز اکسلنسی لارڈ رپن ویسرائے ہند نے بحکم حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند ۵ فروری سنہ ۱۸۸۴ع کو اٹھارہوین برس کی عمر مین حضور نظام کو مسند نشین کرتے وقت مخاطب کیا تہا-حضور نظام اپنے مورث اعلی آصف جاہ کے خاندان کے جو سلطنت مغلیہ کے نہایت مشہور و معروف صوبدارون مین تہے معزز و ممتاز نائب و جانشین ہین-اور تمام ہندوستان کے دیسی فرمانروایون مین درجہ اول رکہتے ہین-حضور نظام کی نژاد تاتاریون سے ہے-اور مذہب انکا سنت الجماعت-وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد مین ہین-اور افضل الدولہ بہادر مرحوم کے ایک لوتے فرزند-انکی ولادت سنہ ۱۸۶۶ع مین ہوی-اب انکی عمر عزیز ایکتیس برس کی ہے-جب وہ تین برس کے تہے تو انکے والد ماجد نے انتقال فرمایا اور وہ سلطنت دکہن کے مالک ہوئے-اگرچہ اسوقت برٹش ریزیڈنٹ نے انہین مسندنشین کردیا تہا لیکن تاہم ایک ریجنسی کی ساخت ضرورت تہی-جس کے لئے مرحوم سر سالار جنگ اول اور امیر کبیر شمس الامرا بہادر قایم ہوئے-لیکن شمس الامرا بہادر کے انتقال کے بعد فقط سر سالارجنگ بہادر ہی جو وزیر اعظم ریاست تہے ریجنٹ مقرر رہے-

ابتدا ہی سے حضور نظام کی تعلیم نہایت غور و توجہ کے ساتہہ ہوئی-گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے ایک مراسلہ مین جو ۱۵ مارچ سنہ ۱۸۶۹ کو موصول ہوا تہا-حضور نظام کو ہر قسم کی تعلیم دینے کی ضرورت دکہلائی تہی تاکہ انہین اُنکے بلند رتبہ کے لایق و سزاوار کیا جائے-سرسالارجنگ کے اتفاق سے کپتان جان کلارک جو پیشتر اس کے کسی انگریزی شہزادے کی تعلیم و تربیت پر مامور تہے-مقرر ہوے اور اسکے بعد انکے بہائی کپتان کلاڈی کلارک-سی-آئی-ای-کو بہی اس خدمت کے بجا لانے مین انکا شریک کیا گیا-پہر انگریزی-عربی-فارسی-اور ہندوستانی کے اعلی تعلیم یافتہ لوگ انکے پڑہانے کے لئے نوکر رکہے گئے-اور اسکے ساتہہ سواری-شکار-کرکٹ وغیرہ کی جو مردانہ کہیل ہین انہین

پوری پوری تعلیم دیگئی۔حضور نظام نے انگریزی مین معمولی استعداد اور فارسی اور اردو مین عمدہ قابلیت حاصل کی ھے ۔چنانچہ اردو مین انکے اشعار کچھ کم قابل تعریف نہین۔بلکہ وہ اس زبان کے شاعرون مین نمبر اول مین شمار کئے جاتے ہین۔سواری۔شکار۔اور نشانہ بازی مین کئی مرتبہ وہ اپنے ہمسرون سے گوے سبقت لیگئے ہین۔

حضور نظام پہلے پہل دہلی کے دربار قیصری مین جو یکم جنوری سنہ ۱۸۸۷ع کو منعقد ہوا تھا پبلک طور پر شریک ہوئے تھے۔انہین ملکہ معظمہ کی طرف سے اس دربار کی دعوت دیگئی تھی۔اس سفر مین سر سالارجنگ۔جی ۔سی۔ایس۔آئی معہ اکثر امرائے حیدرآباد کے انکے ہمراہ رکاب تھے۔

حضور نظام کی عمر ۱۶ سولہ برس کی تھی کہ سر سالارجنگ نے معاملات ریاست مین انکی تعلیم شروع کردی۔ اور صرف خاص اور نیز دوسرے صیغون کے منتظمون کو حکم دیا تھا کہ ہمیشہ انکی خدمت مین حاضر ہوکے انہین اپنے اپنے کامون سے مفصل طور پر واقف کرین۔حضور نظام نے معہ مدارالمہام و دیگر امراے دولت کے پھر اپنی ریاست کے مغربی حصہ کا دورہ کیا۔اس دورہ مین سر سالارجنگ نے ریاست کے متعلق بہت سی عمدہ معلومات سے انہین مطلع کیا۔ یہ معلومات مختلف عہدہ دارون کی زبانی جو متفرق صیغہ جات پر مامور تھے مفصل طور پر حاصل ہوئے۔

سر سالارجنگ حضور نظام کو اس حکومت کے لئے کہ جسکی عنان وہ کوئی ایک سال کے بعد اپنے ہاتھہ مین لینے والے تھے۔اسطرحسے آمادہ کررہے تھے کہ یکبارگی انکے مرگ ناگہانی نے۔جو ۲۸ فیبروری سنہ ۱۸۸۳ع کو دورہ مرقومۂ بالا کے ختم ہوتے ھی وقوع پذیر ہوی۔حضور اور ریاست دونون کو اس وفادار وزیر کی خدمتون سے محروم کردیا۔ اسوقت ویسرائے ہند نے ریاست مین ضروری انتظامات کے قائم کرنے کے لئے آنربل سر اسٹوارٹ بیلی کو جو سوپریم گورنمنٹ کے کونسل کے ممبر تھے اور حیدرآباد کے سابق رزیڈنٹ وکالتاً روانہ کیا۔کہ موجودہ رزیڈنٹ سے اس بارے مین مشورت کرین۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامل غور و فکرکے بعد راجہ نرند. پرشاد اور نواب میر لائق علی خان بہادر جو بعد مین سرسالار جنگ دوم ہوے جائنٹ منتظمان ریاست مقرر ہوے اور ایک کونسل آف ریجنسی جسکے صدر خود حضور نظام اور سکرٹری نواب میرلایق علیخان بہادر اور اراکین نواب بشیرالدولہ (جو اب سرآسمان جاہ کے۔سی۔آئی۔ای ہین) نواب شمس الامرا۔اور راجہ نرندر پرشاد تھے قائم کی گئی۔

سنہ ۱۸۸۳ کے بڑے دن پر جب حضور نظام ویسراے کی ملاقات کے لئے رونق افروز کلکتہ ہوئے تو انہین اطلاع دیگئی کہ ٦ فیبروری سنہ ۱۸۸۴ کو معہ کامل اختیارات ریاست کے آپ کو مسند نشین کیا جائیگا۔چونکہ اُن دنون مین کلکتہ مین نمایش تھی حضور نظام نے اسکا بھی ملاحظہ فرمایا۔اور اس مین سے تین لاکھہ روپیہ کا اسباب خرید کیا۔ اور قبل از کلکتہ سے روانہ ہونے کے پندرہ ہزار روپیہ وہان کے خیرات خانون مین تقسیم کئے۔

جب حضور نظام کی مسند نشینی کی خبر ریاست حیدرآباد مین پہونچی تو وہان کے لوگون نے بڑے بڑے جوش کے ساتھہ خوشی ظاہر کی اور کلکتہ سے واپس ہونے پر بڑے تپاک سے انکا استقبال کیا۔

حضور نظام نے حیدرآباد واپس آتے وقت گلبرگہ مل کا سنگ بنیادی رکھنے کے لئے گلبرگہ مین توقف کیا اور ڈائرکٹران مل کے اڈرس کے جواب مین جو انکی خدمت مین پیش کیاگیا تھا یون فرمایا۔

مسٹر چیرمین۔امرا۔لیڈیان اور جنٹلمین۔مین آپ لوگون کو یقین دلاتا ہون کہ اس مل کے سنگ بنیادی کے قائم کرنے کے لئے جو چندروز پر آپ لوگون نے مجھسے دعوت دی تھی۔اسکے قبول کرنے مین مجھکو نہایت مسرت حاصل ہوئی۔جب یہ مل بنکے تیار ہوجائیگی تو اس ریاست مین یہ دوسری مل ہوگی۔کوئی دو برس کے آگے مین نے ہز اکسلنسی سرسالار جنگ مرحوم کے ہمراہ حیدرآباد کی کاٹن مل کا ملاحظہ کیا تھا اور اسکے متعلق نہایت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ مجھکو یہہ کہنے کی چندان ضرورت نہین کہ نواب سرسالار جنگ مرحوم کو میری ریاست مین اس قسم کے کارخانے قائم کرنیکی نسبت کیسی خیالات تھے۔کیونکہ ابھی اسکا بیان اس جلسہ کے روبرو اڈرس مین ظاہر کیا گیا ہے۔اس بارے مین میرا انسے پورا پورا اتفاق ہے۔مین بھی اس ملک کے مال و دولت کو زیادہ کرنے کی نسبت عنقریب متوجہ ہونگا۔کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ میرے رعایا کی رفاہ و بہبود کے بڑھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف یہی ہی۔اسلئے مین اس مہم مین پوری دلچسپی لونگا اور ہمیشہ اسکی طرف مایل رہونگا۔آپ لوگون نے جو اس مل کو میرے نام سے گلبرگہ محبوب شاہی مل کمپنی لمٹیڈ سے موسوم کرنے کی درخواست کی ہے اسکو مین نہایت خوشی سے منظور کرتا ہون۔اور صدق دل سے امید رکھتا ہون کہ اس مل سے مالی فوائد حاصل ہونگے۔اب مین اس خوش آئند خدمت کو جو اس خوبصورت مل کے استعمال سے متعلق ہے ادا کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہون۔اور گلبرگہ محبوب شاہی مل کمپنی لمٹیڈ کا سنگ بنیادی رکھتا ہون۔حضور نظام نے اپنی ریاست مین اس قسم کے کارخانون کو زیادہ کرنے کے خیال سے حیدرآباد

اعلی حضرت حضور نظام جی-سی-ایس-آئی

میں داخل ہوتے ہی گلبرگہ ریل کے حصوں کی کتاب منگوا کے بہت سے حصوں پر اپنے دستخط کردئیے۔

حضور نظام کے حیدرآباد میں مراجعت کرتے ہی بڑی دھوم دھام سے ادائے رسم مسند نشینی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس رسم کی ادائگی کے لئے خود لارڈ رپن آنے والے تھے۔ اسلئے علاوہ رسم مسند نشینی کے یہ موقع حیدرآباد میں قابل یادگار سمجھا گیا۔ کیونکہ اتنک کسی ویسرائے کو حیدرآباد آنے کا اتفاق نہوا تھا۔ اور لارڈ رپن پہلے ہی ویسرائے تھے۔ اور حضور پہلے ہی نظام تھے جو حضور ملکہ معظمہ کے وکیل کے ہاتھ سے مسند نشین ہونے کو تھے۔ اسلئے مسند نشینی کی دھوم دھام کی تیاریوں میں جہانتک ممکن تھا نظام گورنمنٹ اور کُل امرائے کوئی دقیقہ کوشش کا فروگذاشت نکیا۔

اس مسند نشینی کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ لارڈ رپن کا قیام اس موقع پر ایک ہفتہ تک حیدرآباد میں رہا۔ اس عرصہ میں شاہی رسومات۔ شاہی جشن اور شاہی ملاقاتیں عمل میں آئیں۔ جنکی کیفیت۔ ہندوستان کے روزانہ اخباروں میں انکے خاص نامہ نگاروں کی طرف سے شائع ہوتی تھی۔ اُن کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حسرفت ویسرائے رونق افروز حیدرآباد ہوئے حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن کی آراستگی قابل دید تھی۔ لارڈ رپن کے ورود کے کوئی ددرہ منٹ آگے حضور نظام تشریف فرما ہوئے۔ اُسوقت ایک سادہ سیاہ لباس اور ایک سیاہ پگڑی انکے زیب بدن تھی۔ جس میں سونیکا شاہانہ زیور جو نظام کے خاندان سے مخصوص ہے لگا ہوا تھا۔ مدارالمہام بہ اسٹیشن پر معہ اور امرائے ریاست کے ان کا استقبال کیا۔ اور اسیوقت پر مسٹر کارڈری برٹش رزیڈنٹ معہ فوجی سکرٹری دوسرے بہت سے یوروپینوں کے وارد ہوے۔ رقت مقررہ پر ٹرین آئی جس میں ہز اکسلنسی لارڈ رپن۔ لیڈی رپن۔ معہ ایک بڑے اسٹاف کے موجود تھے۔ اور مارکوئیس آف رپن پہلے ہی ویسرائے تھے جنہوں نے نظام کے پاے تخت میں۔ حیدرآباد کی سر زمین پر قدم رکھا تھا۔ حضور نظام نے انکا خیر مقدم کیا۔ اور آپس میں دوسری ملاقاتیں ہونے کے بعد تمام پارٹی کا فوٹوگراف لیا گیا۔ اور ہز ویسرائے بولارم کی رزیڈنسی کو سدھارے اور حضور نظام اپنے محل کو۔

رزیڈنسی میں بہت سے مہمان جمع تھے جنہیں اس رسم مسند نشینی کی دعوت دی گئی تھی اُن میں گورنر مدراس۔ کمانڈر انچیف ہندوستان۔ کمانڈر انچیف مدراس معہ اپنے اپنے اسٹاف کے تھے۔ اور حیدرآباد امیرون اور نیز دوسرے دیسی معزز جنٹلمینو سے بھرگیا تھا۔ جو اس جشن میں شریک ہونے کے لئے مدعو تھے۔

بمبئی کے کمانڈر انچیف ڈیوک آف کناٹ نے لکھا کہ مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میں اس رسم مسند نشینی میں حاضر نہیں ہوسکتا۔

ویسرائے ۲ فبروری سنہ ۱۸۸۴ روز شنبہ کو وارد حیدرآباد ہوے۔ اور پیر کی فجر کو حضور نظام نے انسے ایک تخلیہ کی ملاقات کی جو قریب ایک گھنٹے تک رہی۔ پھر دوپہر کے بعد مارکوئس آف رپن نے نظام سے باز دید کی۔ اور مغرب کو بہت بڑا لیوی کا دربار منعقد ہوا۔

صرف اسقدر کہنا کہ ۵ فبروری سنہ ۱۸۸۴ کو شہر حیدرآباد قابل دید تھا اس شان و شوکت کے ظاہر کرنے کو کافی نہیں جو اعلیحضرت میر محبوب علی خان بہادر کی تخت نشینی کے روز وقوع میں آئی تھی۔ تیس سال کا عرصہ ہوا تھا کہ باشندگان حیدرآباد نے مالک ریاست کو معہ کل اختیارات کے مسند نشین ہوتے ہوئے دیکھا تھا اسلئے طبعی طور پر وہ اس موقع کو زیادہ فروغ دینے کے خواہشمند تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ جو زمانہ اب شروع ہوا ہے وہ ممکن ہے کہ اچھے اور بُرے دونوں نتائج کا پیدا کرنے والا ہو۔ اسلئے جہاں تک انسے ہوسکا اس مسند نشینی کے وقت اظہار شان و شوکت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اگر احیاناً یہ اُن کے خیالات نہ بھی ہوں تو بھی انکی خوشی کا اندازہ کرنا جو اس جشن پر ظاہر ہوئی تھی ممکنات سے نہیں ہے۔ کیونکہ لوگ بالکل بادۂ مسرت سے مست و لایعقل تھے۔ ہر ادنی و اعلی۔ ہر غریب و تونگر خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اپنے نوجوان بادشاہ کی جسپر اس عمدہ ریاست کا دارومدار تھا۔ عزت و توقیر کرنے میں متفق تھا۔ اور اس عزت و توقیر کی۔ صورتیں موافق حیثیت ان کے مختلف تھیں۔ لیکن عام طور پر سب کے سب اِن شاہی رسومات میں جو اُس موقع پر ادا کئے گئے دل و جان سے شریک تھے۔ اگرچہ حیدرآباد یونہی معمولی ایام میں ان لوگوں کے خیالات کو جو فن مصوری کے دلدادہ ہیں اپنی طرف مائل کرلینے میں کچھ کم نہیں لیکن اس غیر معمولی موقع پر لوگونکے زرق برق لباس میں نکلنے نے علی الخصوص اس شہر کو تمام ہندوستان میں قابل دید بنادیا تھا۔ گلی اور کوچوں میں اسقدر لوگوں کی کثرت تھی کہ جنہیں دیکھکے وہ لوگ بھی متاحیر ہوتے تھے جو مشرقی شہروں کے لوگوں کو دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ علی الخصوص وہاں کے لوگوں کو ہتیاروں کے ساتھ دیکھنا اور بھی دلچسپی کو بڑھا دیتا تھا۔

مسند نشینی کے روز صبح کے نو بجے امرائے حیدرآباد کا ایک ڈیپوٹیشن بولارم رزیڈنسی کو حضور ویسرائے کے بلانے کے لئے گیا اور حضور ویسرائے معہ فارن سکرٹری۔ پرائیویٹ سکرٹری فوجی سکرٹری۔ اور فارن ڈپارٹمنٹ کے کُل افسر

اور اپنے ذاتي اسٹاف اور حیدرآباد سب سیدیری فوج کے بریگیڈیر جنرل — اور حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجکے بریگیڈیر جنرل اور انکے اسٹاف کے روانہ شہر ہوئے — انکے جلو میں چودہوین حُصار اور ایک توپخانہ کا رسالہ تہا — انکی روانگی کے وقت حیدرآباد کنٹنجنٹ کے توپخانہ سے شاہی سلامی اُتاری گئی — جب وہ شاہی محل پر پہونچے تو حضور نظام نے جنکے ہمراہ حیدرآباد کے رزیڈنٹ مسٹر کارڈرب — میرلایق علي خان — راجہ نرندر پرشاد اور نواب خورشید جاہ تہے انکا استقبال کیا اور سب کے سب دربار کے دالان میں آنکر عالي قدر مراتب کرسیون پر متمکن ہوے — اوسوقت پرہہی ایکتیس توپون کي سلامی اوتاری گئی — حضور نظام ویسراے کے داہني طرف رونق افروز تہے اور انسے کسیقدر آگے برہکے ایک اونچے چبوترے پر ایک شامیانہ کہڑا کیا گیا تہا — جس کے نیاچے دو شاہی کرسیان رکہی ہوئی تہین — اور ویسرائے کے بائین طرف حضور گورنر مدراس — حضور کمانڈر انچیف ہندوستان — حضور کمانڈر انچیف مدراس اور دوسرے انگریزی افاسر اور مہمان بیٹہے ہوئے تہے — اور حضور نظام کے داہنی طرف رزیڈنٹ اور بائین طرف امرائیے دولت اور افسران عظام عالي قدر مراتب متمکن تہے — جب سلامي کي اخیر توپ کي صدا موقوف ہوی تو حضور ویسرائے نے کہڑے ہوکر حضور نظام کو مخاطب کرکے مرقومۃ الذیل اسپیچ دی —

ای حضور نظام مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ آج کے روز اس موقع پر حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند کي طرف سے آپ کو ریاست کے اختیارات سپرد کرنے کي خدمت بجالانے مین مجھکو کمال درجہ کي خوشی حاصل ہورہی ہے — چند ہفتہ کے پیشتر جب کہ آپ نے مجھسے نہایت خواہش کے ساتہہ اس رسم کے ادا کرنے کے لئے حیدرآباد آنے کي درخواست کي تہی تو مجھکو بہی آپکی درخواست کے منظور کرنے کي پوری خواہش ہوی — کیونکہ آپ کي درخواست سے آپکی وہ محبت وصداقت جو برٹش گورنمنٹ کے ساتہہ ہے ظاہر ہوتی تہي — مین یقین کرتا ہون کہ مین پہلا ہی ویسراے ہون جسے حیدرآباد آنے کا اتفاق ہوا ہے اور میرا یہان آنا صرف اس بات کو ظاہر نہین کرتا کہ اس ریاست عظمیٰ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان نہایت مضبوط دوستانہ روابط ہین بلکہ اس بات کو ظاہر کررہا ہے کہ حضور ملکۂ معظمہ کو آپکی خیر خواہي وخوشي دلي کا نہایت خیال ہے اور اس مین وہ پوری پوری دلچسپی لیتي ہین — آپکی طفولیت کے زمانۂ دراز مین آپ کي اور آپکی رعایا کي خوش نصیبی کا باعث تہا کہ ایک ایسا شخص انتظام ریاست پر مامور تہا جو ہندوستان کے منتظمون مین اعلیٰ درجہ رکہتا تہا — اسکی دانائی اوسکي لیاقت اور اسکی وفاداری آپ کے ساتہ بہت بڑہي ہوی تہی — آپکی طفولیت مین بہت سي سخت مشکلین اوسکے درپیش آئین لیکن باوجود اسکے اسنے انپر غالب ہوکے اسي کامیابی کے ساتہہ امور ریاست کو سرانجام دیا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ آپکي اور گورنمنٹ آف انڈیا کي شکرگذاری کا پورا پورا مستحق ہے — سرسالار جنگ نے آپکے زمانہ طفولیت مین ریاست کے انتظام مین بہت کچہہ اصلاحین کین — آمدني کو بڑہایا اور جان ومال کي حفاظت کا بندوبست کیا — یہانتک کہ اپنے مرنے کے وقت بہی وہ اور اصلاحات کو سونچ رہے تہے — مجھکو امید تہی کہ جب آپ مسند نشین ہونگے تو وہ اپنے کامل تجربہ سے آپکے معین رہینگے اور سرگرمي کے ساتہہ آپکي خدمت بجا لائینگے — لیکن خدائتعالیٰ کو یہ بات منظور نہین تہی — اور ایسے وقت پر انہین دنیا سے اٹہالیا جب کہ آپکو انکي مدد کي ضرورت بلکہ اشد ضرورت تہي — اس مسرت انگیز موقع پر انکی عدم موجودگي سخت رنج وافسوس کا باعث ہے — اسوقت اگرچہ وہ خود زندہ نہین ہین لیکن انکی کارروائیان باقي ہین جنہین مین امید کرتا ہون کہ آپ کے وزرا وسعت دینگے اور اُنکي توسیع کو اپنا فرض منصبی سمجہینگے — اب مین چند کلمے نصیحت کے آپکو دوستانہ کہتا ہون اور وہ یہ ہین کہ آپ اپني مالگذاري کو دیکہین — کیونکہ مالگذاري کا اچہی حالت مین نہونا ریاست کي تباہی کا باعث ہے — اگرچہ ہر جگہ کي یہی حالت ہے لیکن خاصکرکے ہندوستان مین جہان مالگذاری کا عمدہ انتظام نہین ہوتا ہے اور اس بے پروائي سے کام لیا جاتا ہے تو سنگین ٹکس مقرر کرنے پڑتے ہین اور پہر رفتہ رفتہ اِفلاس بڑہتا جاتا ہے اور رعایا تباہ ہوتی جاتی ہے اور اسکے بعد زیادہ سود پر قرضہ لینا پڑتا ہے اور اخیر مین دوالا نکلتا ہے — اسلئے مناسب کفایت شعاری اور منصفانہ ٹکس لازم ہین کیونکہ وہ رعایا کي آسودگی اور دولت کي ترقی کا باعث ہین — مالگذاری کا عمدہ قاعدہ ہندوستان مین عمدہ گورنمنٹ کي بنیاد ہے — اور بغیر اسکے حاکم کو راحت و آرام نہین رہتا اور لوگ مفلس و قلاش ہوجاتے ہین — اسکے بعد مین امید کرتاہون کہ آپ ہمیشہ عدل و انصاف کے پابند رہینگے اور انکی پوری پوری نگرانی کرینگے — آپکو جاننا چاہئیے کہ ریاست مین جوڈیشیل افاسر ایسے ہونے چاہئیے کہ جنکا دامن حال بدگماني سے بالکل پاک و صاف ہو — اور وہ بلا کسیکي رو و رعایت کے اپني خدمت بجا لائین — ایسے لوگون سے رعایا حاکم کي نسبت وفادار ہوتي ہے — اور ہمساے متعجب ہوتے ہین — حقیقت مین عدل و انصاف تاج شاہي کا ایک چمکدار جوہر ہے — اور مین امید کرتا ہون کہ آپ اس جوہر کو ہمیشہ تابان و درخشان رکہینگے — اي حضور نظام آپ کو ایک بڑا اور سخت کام درپیش ہے — کیونکہ آپ تقریباً ایک کڑوڑ آدمیون کے فرمانروا ہین — جنکی فلاح و بہبودی آج سے آپکی عقلمندی آپکی جفا کشي اور آپکی انکساري پر منحصر ہے — مین آپکو عاجزی کے ساتہہ کہتا ہون کہ آپ ظاہری شان و شوکت کا جو چند روزہ ہے خیال نکرین مال و دولت پر جو چوطرف سے آپکو گہیرے ہوئے ہے — گہمنڈ نفرمائین —

اور لوگونکی خوشامدي و چاپلوسي کي پروا نکرين۔ آپ کا ملک نہایت وسیع آپ کي آمدني بہت زیادہ۔ اور آپکي رعایا کثیرالتعداد ہے۔ لیکن باوجود اسکے آپ کو چاہئیے کہ ان مین کسی چیزکو آپ اپنے فخر کا باعث نہ ٹھرائین۔ آپ ہنوز نوجوان ہین۔ اسلئیے نوجواني کي خواہشات چوطرف سے آپ پر زور ڈالینگی۔ لیکن آپکو لازم ہے کہ انکے مغلوب نہون۔ اور ہمیشہ ان سے محترز رہین۔ آپکو بہت سے عمدہ کام اور عمدہ اغراض درپیش ہین اگر آپ دیسي رئیسون مین ناموري پیدا کرنا چاہین تو ضرور ہے کہ ریاست کا عمدہ انتظام اور رعایا کي آسودگي کو ہمیشہ مدنظر رکھین۔ آپ کي رعایا کي وفاداري کو جو آپ کے گھرانے کي نسبت قابل تعریف ہے نہ صرف قائم رکھنا آپ کا کام ہے۔ بلکہ بمرور ایام اور اسکو مستحکم کرتے جائین آپ کو یاد رکھنا چاہئیے کہ آپکي رعایا کي حفاظت کچھہ اسلئے آپکے سپرد نہین ہوئی ہے کہ آپ اس سے بے پروائي کرین اور اسکو اپنی مفاخرت کا ذریعہ بنائین۔ بلکہ اسلئے سپرد ہوئي ہے کہ آپ ہمیشہ اسکا خیال رکھین کیونکہ رعایا کي مرفہ الحالي آپکي سچي خوشي کا باعث ہوگی اور انکي آسودگي مین آپکي حفاظت رہیگي۔ آپ کے آگے کچھہ کم کام نہین ہے اسلئے آپ کو لازم ہے کہ ایسے لہو و لعب مین آپ مشغول نہون جو آپکے شایان شان نہین۔ بلکہ آپ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر چلین اور انکي کارروائیون کو اپنا دستورالعمل بنائین اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھین کہ جب آپ اپنے آبا و اجداد سے متصل ہون تو لوگ آپکی نسبت یہي کہین۔ کہ انہون نے نہایت عمدہ ریاست کي اور اپني رعایا کو نہایت آسودہ حال چھوڑا۔ اس اہم کام مین جو قابل امتحان ہوگا۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ ملکۂ معظمہ کي گورنمنٹ آپکو پوری پوری مدد دیگي۔ کیونکہ ملکۂ معظمہ کي گورنمنٹ کا خاص منشا یہي ہے کہ اس ریاست کو اور نیز دوسري دیسي ریاستون کو عمدہ انتظام اور اچھي آسودگي کي حالت مین دیکھے جس حد تک ہم آپکو مدد دے سکتے ہین اسکا حاصل کرنا خود آپکے اختیار مین ہے۔ اندنون برٹش پالسی کا خاص منشا یہي ہے کہ ہندوستان کي دیسي ریاستون کي حفاظت کرے۔ کیونکہ ان ریاستون کا وجود میرے نزدیک انگریزی انٹرست کے لئے نہایت مفید ہے۔ آپکی گورنمنٹ بہت مضبوط اور باضابطہ آپکی آمدني کا انتظام عمدہ آپکے ٹکس منصفانہ طور پر۔ آپکے امرا وفادار۔ اور آپکي رعایا آسودہ ہوني چاہئیے۔ اے حضو نظام آج مین جس پادشاہ کي طرف سے نیابت کررہا ہون اوسکی خاص آرزو یہی ہے۔ جو مین نے بیان کي ملکۂ معظمہ نہایت دلچسپی کے ساتھہ آپکی نگران حال رہنگي آپ انہین ناامید نکرین۔ اب اے میرے دوست جو کام میرے لئے باقي رہا ہے وہ یہہ ہے کہ مین آپکو اس مسند پر بٹھاون اور اپنی دلي امید کا اظہار کرون اور دعا کرون کہ خدایتعالی آپکو مبارک کرے۔ آپکا مددگار رہے۔ آپکی حکومت کو کامیاب اور آپکی عملداری کو معزز و ممتاز فرمارے اور وہ اسطرحسے کہ آپکے وعدے تمام سچے ہون۔ اور آپکی رعایا کي آئندہ نسلین آپکی مسند نشینی کے دن کو آپکی ریاست کي تاریخ مین ایک بافروغ سن کا آغاز سمجھین۔

فارن سکرٹری نے ویسراے کي اس اسپیچ کا ترجمہ کیا اسکے بعد ویسراے حضور نظام کو شاہی کرسي تک جو کسیقدر فاصلہ سے بلند مقام پر رکھی ہوئی تھی لیگئے اور انکے پورے خطاب سے مخاطب کرکے فرمایا کہ حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند اور انکي گورنمنٹ کي طرف سے اب مین آپ کو علی روس الاشہاد ظاہر کرتاہون کہ آج سے آپ کو اپنی ریاست کے پورے پورے اختیارات دئیے گئے۔

اسیوقت بینڈ باجے مین جو وہان موجود تھا نیشنل اینتھم گایاگیا اور حضور نظام کے لئے حیدرآباد سکندرآباد اور بولارم مین سلامي کي ایکیس توپین اتارئ گئین۔ حضور نظام کو ویسراے کابیش بہا خلعت پہنایا گیا اور مرصع تلوار کمر سے باندہي گئي اور پہر نواب میر لایق علي خان (سالار جنگ) راجہ نرندر پرشاد اور نواب خورشید جاہ کو خلعت دئیے گئے۔ اسکے بعد حضور نظام اوٹھے اور ویسرائے کے اڈریس کا یون جواب دیا۔

اے حضور ویسراے مین آپکے حیدرآباد تشریف لانے کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ اگر آپ کبھي اس موقع پر تشریف فرما نہوتے تو مجھکو اور میرے رعایا کو سخت رنج گذرتا۔ آپ نے جو یہ عزت افزائي فرمائی اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ آپ اس ریاست کے سچے خیر خواہ ہین اور میرے خاص نوازش فرما۔ مجھکو حال ہي مین اسکی تصدیق ہوگئی ہے اور مین آپکی مہرباني کو کبھي نہین بھولونگا۔ کہ آپ جو اس دور و دراز عرصہ کو طے کرکے یہان تک تشریف لائے ہین اسکي نسبت مین امید کرتاہون کہ آپ میري گرمجوش شکرگذاری کو قبول فرماوینگے۔ آپکے ہاتھہ سے آجکي کارروائي کا ہونا میري آئندہ گورنمنٹ کے لئے نیک شگون ہے۔ جو دوستانہ روابط برٹش گورنمنٹ اور میرے جانشینان سابق کے درمیان رہے ہین آج آپکی تشریف آوری سے انکا تازہ ثبوت ملتاہے۔ آپ نے ازراہ مہرباني جو اسوقت مجھکو نصیحت کي ہے مین اسکو کمال صدق دلي سے قبول کرتاہون اور مین آپکو یقین دلاتاہون کہ کل امور مین جو اس ریاست کي رفاہ و بہبود سے متعلق ہین مین آپکي اور اس گورنمنٹ کي جسکی آپ معزز افسر ہین ہمیشہ صلاح و مشورت لیتا رہونگا جس سے میري اور میری رعایا کي بہبود متصور ہے۔ مین امید رکھتا ہون کہ آپ بہت جلد حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند کي خدمت مین میري طرف سے بندگي پہونچا دینگے۔

اسکے بعد مسٹر گرانٹ ڈف ـ سر ڈونلڈ اسٹوارٹ ـ سر فریڈرک رابرٹس نے ایک کے بعد ایک آگے بڑھکے حضور نظام کو مبارکباد دی ـ اور پھر عطر اور پان کی تقسیم اور معمولی سلام اور رسومات کے بعد کارروائی ختم ہوئی ـ

مسند نشینی کے روز شام کو حیدرآباد گورنمنٹ کی طرف سے شہر کے چار محل میں بڑی دہوم دہام کی ضیافت ہوئی اور اس کے تمام راستون پر چکا چوند روشنی کی گئی ـ یہ ضیافت ایسی تھی کہ بقول اکثر مہمانون کے اوسکے پیشتر کی کُل ضیافتون کو اسنے مات کردیا تھا ـ لارڈ رپن نے حضور نظام کی تندرستی کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک مختصر سی اسپیچ دی ـ جس مین اس شاہی ضیافت کی بڑی تعریف کی ـ حضور نظام نے بھی لارڈ اور لیڈی رپن کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے اسکا مختصر جواب دیا ـ حضور ویسرائے نے نظام کی شاہی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انکی درازی عمر ترقئی دولت اور انتظام حکومت کی دعا کی ـ اور فرمایا کہ مین آپ کا نہایت شکرگزار ہون کہ آپ نے میرا اور لیڈی رپن کا اس موقع پر جام صحت تجویز کیا ـ جیسا کہ مین نے آپکو آج صبح کو دربار مین کہاتہا کہ مجھکو اس عمدہ اور قابل یادگار موقع پر حاضر ہونے کی نہایت خوشی حاصل ہورہی ہے کیونکہ ملکۂ معظمہ کے نائبون مین مین پہلاہی شخص ہون جسکا حیدرآباد آنا ہوا ہے اور آجکی کارروائی مجھکو ہمیشہ یاد رہیگی ـ مین آپکو یقین دلاتاہون کہ جب تک مین اس موجودہ عہدے پر مامور ہون میری خواہش ہمیشہ یہی رہیگی کہ مین آپکو اور آپکی گورنمنٹ کو جہانتک مجھسے ہوسکے ہمیشہ مدد دیتا رہون اور مجھکو یقین ہے کہ وہ مدد رزیڈنٹ مسٹر کارڈری کے ذریعہ سے آپکو پہنچتی رہیگی ـ مجھکو اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ لیڈی رپن بوجہ اس خفیف حادثہ کے جو دو روز کے پیشتر انپر گذرا آج رات کو یہان نہ آسکین ـ اور میرا رنج اس بات سے اور زیادہ ہوتا ہے کہ ایسے عمدہ نظارہ سے جسکا دیکھنا مجھے نصیب ہوا ہے ـ وہ محروم رہی ہین ـ اس کے بعد تمام مہمان درآمدے مین جمع ہوے اور قابل دید آتش بازی ملاحظہ کی پھر وایسرائے اور حضور نظام کے تشریف لیجانے کے بعد تمام مہمان رخصت ہوگئے ـ

مسند نشین ہوتے ہی حضور نظام نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تہا کہ آپ نے سرکاری طور پر اپنی مسند نشینی کا اعلان دیا جس مین انکی طرز حکومت کا جو آئندہ جاری ہونے کو تھی مفصل بیان تہا اور یہہ فقرے اس مین درج تہے ـ میرے لئے کوئی خوشی اس سے زیادہ نہین ہوسکتی کہ مین اپنی رعایا کو آسودہ حال پر امن ـ صاحب دولت ـ طالب علم اور فائدہ رسان ریاست دیکھون اور اُسکے ساتھ یہہ میری دلی خواہش ہے کہ مدارالمہام اور دوسرے امرائے دولت کو جو میری مدد و حفاظت پر تکیہ کئے ہوئے ہین ہمیشہ نیکی زیادہ کرنے اور برائی کے نہ کرنے مین سرگرم رہین اور لوگون کے حقوق کی بلارو و رعایت حفاظت کرین ـ

۵ فروری سنہ ۱۸۸۵ع کو حضور ملکۂ معظمہ نے بہ نیابت ویسرائے و وساطت رزیڈنٹ حضور نظام کو گرانڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب مرحمت فرمایا ـ

حضور نظام کے عہد حکومت مین ریاست کے اندر بہت سی ترقیان اور بہت سے انتظامات وقوع مین آئے ـ ملک کی آمدنی کے ذرایع مین ترقی ہوئی ـ اورنگ آباد گلبرگہ اور حیدرآباد مین روئی اور پارچہ بافی کے کارخانے اور نیز سوت ـ ریشم ـ اور شال کے کارخانہ قائم ہوئے ـ تیل اور آٹے کی چکیان بنین ـ اور چوڑی پٹری کی ریلوے کا قانون تمام ریاست مین جاری ہوا ـ سنگارینی کے کوئلہ کی کہانین جو ایلندو کے قریب ہین اس ریلوے کے ذریعہ سے ہندوستان کے بازارون سے متصل ہوئین جن کا بیان اور باب مین درج ہوچکا ہے ـ حیدرآباد کے پرے ورنگل تک جو ریلوے تیار ہوی اسکو حضور نظام نے ۳ اپریل سنہ ۱۸۸٦ کو کشادہ فرماتے وقت مرقومۂ الذیل اسپیچ دی ـ اسوقت متمول اور مقتدر لوگون کا بہت بڑا مجمع تہا آپ نے فرمایا کہ آج جدید ریلوے ورنگل تک کشادہ کرنے کی مجھکو کمال خوشی حاصل ہورہی ہے ـ یقین ہے کہ آپ لوگون نے سنا ہوگا کہ یہہ لائن نہایت ارزانی کے ساتھہ تیار ہوی ہے ـ کام کی عمدگی اور عجلت اور کفایت شعاری کے لئے ہم مسٹر فرنیول اور انکے ماتحت کے تجربہ کار انجینرون کے ممنون ہین ـ جن مین بعض جنٹلمین ہمارے خاص ملازمون مین سے بہی شریک ہین ـ اب مجھکو صرف یہی امید ہے کہ اوسکی آمدنی بہی ویسی ہی کامیابی کے ساتھہ ہوگی کہ جیسے اوسکی تعمیر ہوئی ـ مین امید کرتاہون کہ مسٹر فرنیول اور انکے ماتحتی انجینیر اس کام کے لئے میرا شکریہ قبول کرینگے ـ اور آپ لوگ جو اس لائن کو کشادہ کرنے کے لئے سفر کی تکلیف گوارا کرکے یہان تک آئے ہین اسکے لئے مین آپکا بہی شکریہ ادا کرتا ہون ـ

آب پاشی کے ذرایع مین بہی کچھہ کم ترقی نہین ہوی ـ بڑی بڑی سرسبز زمینون مین پانی لایاگیا ـ جس سے ملک کے محاصل زیادہ ہوئے ـ اور قصباتیون کی آمدنی بڑہی ـ

چونکہ حضور نظام کو رعایا کی تعلیم کی طرف کمال توجہ ہے اسلئے بہت سے مدرسے قائم اور بہت سے مدرس مقرر ہوئے ـ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرسال بوجہ تعلیم کے لوگونکی حالت اصلاح پذیر ہوگئی ـ بڑے بڑے اور تربیت یافتہ خاندانون کے لڑکے تعلیم کو انگلنڈ بہیجے گئے ـ سائنس اور میڈیکل کی عمدہ تعلیمات کیطرف بہی توجہ مبذول ہوی ـ عورتون کی طبی تعلیم اور دائیون کی تربیت کی طرف جسکی ہندوستان کے سے ملک مین اور خاصکرکے یہان کے زنانخانون

میں کمال ضرورت ہے عمل میں آئی۔ریاست میں چوطرف دواخانے گورنمنٹ کے قیام نامہ علیہ سے قائم ہوئے۔حقیقت میں رعایا کے لئے جن جن باتوں کی ضرورت تھی ان تمام کو نظام گورنمنٹ نے حتی الامکان موجود کیا۔اسلئے یہ آسانی سے کہا جا سکتا ہے۔کہ حضور نظام کی حکومت جیسے کہ ابتدا میں امید کی گئی تھی ویسی ہی بہت سی اصلاحات کی باعث ہوی اور رعایا کی حالت درست ہوگئی۔

مارچ سنہ ۱۸۸۴ع میں جب کہ حضور نظام سخت بیمار ہوے تھے توتمام رعایاے ملک مسجدوں مندروں اورگرجاؤں میں صدق دل سے اُنکی تندرستی کی دعا کررہی تھی۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں حضور نظام کے ساتھ کیسی محبت رکھتے ہیں۔

حضور نظام وقتاً فوقتاً ملکہ معظمہ اور انڈین گورنمنٹ کو اپنی دوستی اور وفاداری کا عمدہ ثبوت دیتے رہے ہیں۔چنانچہ سنہ ۱۸۸۵ میں انہوں نے چاہا کہ مصرکی لڑائی میں فوجی اعانت دیویں۔اور اسیطرح اسی سال جبکہ افغانستان پر روس کے حملہ کا خوف تھا اور دوسری ایک ویسی ہی دوستانہ درخواست کی اور علاوہ اسکے انہوں نے برہما کی لڑائی میں اپنی دو رجمنٹوں کو شریک ہونے کی اجازت دی۔اوسکے دو سال بعد حضور نظام نے روس کے حملہ کو روکنے کے لئے شمال و مغربی سرحد کے استحکامات کے واسطے ویسرائے کو ساٹھ لاکھہ روپیہ دینے کی درخواست کی جس سے انکا اتحاد برٹش گورنمنٹ کے ساتھہ صاف ظاہر ہو رہا ہے۔اور اس درخواست کے ساتھہ انہوں نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اگر کبھی روس و انگلنڈ کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو وہ خود اپنی ذات سے میدان جنگ میں آئیں۔ایسی صداقت آمیز درخواستیں کبھی غلطی پر محمول نہیں ہوسکتیں ان درخواستوں نے نہ صرف ہندوستان اور انگلنڈ میں لوگوں کے دلوں پر نظام کی دوستی کا اثر جمادیا بلکہ تمام انگریزی دنیا میں تہ دل سے اسکی تعریفیں ہونے لگیں۔لارڈ ڈفرن نے ملکۂ معظمہ کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا اور انگلش گورنمنٹ کیطرف سے اس محبت آمیز درخواست کا جو جواب دیا وہ تواریخ سے متعلق ہے۔ان درخواستونکا اثر علی الخصوص ہندوستان کے دوسرے دیسی حکام پر ایسا اچھا پڑا کہ وہ ہمیشہ یادگار رہیگا۔سچ تو یہ ہے کہ دوسرے دیسی حکام نے بھی حضور نظام کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تقلید کی۔

حضور نظام کی کارروائیوں کی نسبت جو وقتاً فوقتاً انسے ظہور میں آئیں یہاں زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ انکی زندگانی ریاست کے امور میں جنکا بیان اُن اُن کے موقع پر کیا جائیگا بالکل مصروف و مشتغل ہے۔

جب حضور نظام مسند نشین ہوے اور ریاست کے کل اختیارات اپنی ہاتھہ میں لئے تو انہوں نے مدارالمہامی کے لئے نوجوان سالارجنگ دوم کو منتخب فرمایا۔لیکن دونوں نوجوان ہمجہولیوں کے سرکاری تعلقات بعد میں ویسے نرہے کہ جیسے امید کی جاتی تھی۔اور تین برس کے اندرہی اندر حضور نظام نے اپنے طبعی استقلال کو کام فرما کے اپنے نوجوان وزیر کو جو انکے تجربہ کار مدارالمہام اور انکے محافظ سر سالار جنگ اعظم کے فرزند تھے علیحدہ کردیا۔اور خود بدولت بہ اعانت ایک سکرٹری اور ایک مشیر کے دو سال تک یعنے جب تک کہ نواب سرآسمان جاہ بہادر مدارالمہام نہوئے مہمات ریاست کو سرانجام دیتے رہے۔نواب سرآسمان جاہ نے پانچ سال تک خدمت مفوضہ ادا کی اور پھر اس سے مستعفی ہوگئے پھر انکے چچازاد بھائی نواب سروقارالامرا بہادر اس عہدہ پر معین ہوئے۔

حیدرآباد کے تمام نظام لوگوں سے میل جول اکثر کم رکھتے تھے اسکا سبب صرف یہی کہ قدیم مقررہ قانون بجز خاص خاص موقعوں کے انہیں اپنے امرا اور رعایا سے میل جول رکھنے کا مانع ہوتا تھا۔موجودہ نظام بھی کچھہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں۔حالانکہ وہ اپنے پرسنل اور خانگی اسٹاف سے کسیطرح جدا نہیں رہتے۔اس لئے اگر حضور نظام نے اپنے ملک کے باہر دور و دراز سفر نکیا ہوتو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ہرچند سفر یوروپ پر اکثر غور و تامل کیا گیا۔چنانچہ سرسالار جنگ اول اپنے مرنے کے پیشتر اس سفر کا تمام تہیہ کرچکے تھے۔لیکن اُنکی بیوقت موت نے اسکو موقوف کردیا۔حضور نظام کچھہ اپنے ذات سے حیدرآباد چھوڑ نے کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ وہ ہرسال کئی مہینے حیدرآباد میں موجود نہیں رہتے ہیں۔لیکن ایک مدت دراز تک جو سفر یوروپ کے لئے درکار ہے اپنی ریاست سے غیر حاضر رہنا اُنکے لئے کچھہ آسان نہیں ہے۔بہرحال مثل اور دیسی حکام کے حضور نظام نے بھی سفر یوروپ اور حضور ملکۂ معظمہ کی ملازمت حاصل نہیں کی۔

سنہ ۱۸۸۱ سے جبکہ لارڈ رپن حضور نظام کی مسند نشینی کے لئے حیدرآباد آئے تھے ویسرایونکا حیدرآباد آنا جاری ہوگیا۔چنانچہ لارڈ ڈفرن۔لارڈ لینسڈون لارڈ الگن اپنے اپنے زمانۂ حکومت میں وقتاً فوقتاً حیدرآباد آچکے ہیں۔علاوہ انکے شاہی سیاحین جن میں ڈیوک اور ڈچز اف کناٹ۔متوفی پرنس آلبرٹ۔موجودہ زار روس۔اسٹریا کے پرنس فرانز فرڈینانڈ۔ڈنمارک کے ولیعہد یونان کے ولیعہد اور سیام کے پرنس ڈامرنگ حضور نظام کے مہمان ہوچکے ہیں۔ان لوگوں کی تشریف آوری کے مواقع پر حضور نظام کی طرفسے بڑی دہوم دہام کی ضیافتیں اور قابل دید روشنی ہوئی ہے۔

ملکۂ معظمہ کی الماسی جوبلی کے موقع پر جیسی دہوم دہام حضور نظام کی ریاست میں ہوئی ویسی تمام
ہندوستان میں کہیں نہیں ہوئی۔ ملکۂ معظمہ کی خدمت میں انہوں نے ایک ڈیپوٹیشن بسرکردگی نواب سرآسمان جاہ
بہادر اور نواب ظفرجنگ شمس الملک بہادر انگلنڈ کو روانہ کیاتہا جہاں انکا استقبال نہایت عزت و احترام کے ساتہہ ہوا۔
موقع مذکور پر جسقدر جشن حضور نظام کی ریاست میں ہوئے اونکا مفصل حال ایک علیٰحدہ باب میں لکہا گیا ہے۔

حضور نظام کی خاص آمدنی بہت بڑہی ہوئی ہے۔ صرف خالصہ کی جاگیرات سے تقریباً ایک کرور روپیہ سالانہ حاصل
ہوتا ہے۔ اور علاوہ اسکے ازروے قانون ریاست وہ سرکاری خزانہ سے بہی روپیہ لینے کے مستحق ہیں۔ اس آمدنی سے انکے
خانگی گارڈ اور خانگی امرا اور افسر تنخواہ پاتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد اتنی ہی ہے کہ جتنی یوروپ کے بادشاہوں کے
خاص ملازموں کی ہے۔ حضور نظام اپنی ذات سے بڑے متمول اور دولتمند ہیں۔ انکے خزانہ کے جواہرات کو دیکہہ کے
یوروپ کے شاہزادہ بہی متعجب ہوجاتے ہیں اور دوسرے لوگ بہی جنہیں خوش نصیبی سے انکے دیکہنے کا موقع ہاتہہ
آتا ہے انسے حیرتمند ہوتے ہیں۔

حضور نظام کو سیرو شکار کا کمال شوق ہے اور پائے تخت کے قریب بہت سے مقامات اسکے لئے محفوظ ہیں جہاں ہرن
اور دوسرے شکاری پرندے کثرت سے موجود ہیں۔ وہ اکثر شیر کے شاہی شکار کے لئے موسم گرما پکہال جنگل میں بسر کرتے
ہیں۔ حضور نظام کے پاگاہ میں خاص انکے استعمال کے چارسو گہوڑے ہیں جن میں اکثر ایسے ہیں کہ جنکی تمام ہندوستان
میں نظیر نہیں مل سکتی۔ انہیں کتوں کا بہی کمال شوق ہے اور جرمنی اور انگلنڈ کے عمدہ سے عمدہ شکاری کتے انکے پاس
موجود ہیں۔

حضور نظام صاحب شان و شوکت۔ عالی دماغ۔ مدبر مستقل مزاج۔ نرم دل۔ سخی۔ خلیق اور خوش مزاج شاہزادے
ہیں اور اپنے ماتحتوں کے ساتہہ نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہیں۔ چند سال سے انکی اعلیٰ رتبہ کی نازک جوابدہی نے
انکے خیال کو اپنی طرف متوجہ کررکہا ہے۔ اور بہت سے مشہور واقعات حال ہی میں ایسے گذرے ہیں جن سے انکی
دانائی اور ذاتی لیاقت کا عمدہ ثبوت مل چکا ہے۔

PD 25.10.75

اعلیٰ حضرت حضور نظام بہ عمر دہ سالگی

سر- ٹریور- چارچلی- پلاوڈن آئی-سی-ایس . کے-سی-ایس-آئی . رزیڈنٹ حیدرآباد

نواب سر وقارالامرا بہادر کے۔سی۔آئی۔ای۔وزیر اعظم

هز اکسلنسی نواب محمد فضل الدین خان-سکندر جنگ اقبالالدوله اقتدارالملک سروقارالامرا بہادر کی-آئی-ای مدارالمہام حیدرآباد دکھن

نواب وقارالامرا بہادر مدارالمہام حیدرآباد ہجری سنہ ۱۲۷۳ مین جو مطابق سنہ ۱۸۵۸ع کے ہی تولد ہوے تہے-
لہذا فی الحال انکی عمر ۴۲ سال کي ھے-

نواب موصوف مرحوم نواب وقارالامرا کے دوسرے فرزند ہین-جو سالار جنگ اول کے ساتہہ حضور نظام کے ایام کمسنی مین کوریجنٹ تہے-فلہذا سرخورشید جاہ بہادر امیر کبیر کے چہوٹے بہائي اور سرآسمان جاہ بہادر سابق مدارالمہام حیدرآباد کے چاچا زاد بہائی ہین-نیز نواب صاحب موصوف حضور نظام سے کیا بلحاظ خون کے اور کیا بلحاظ عقد کے رشتۂ قرابت قریبہ رکہتے ہین چنانچہ انہون نے حضور نظام کي ہمشیرہ سے عقد کیا ھے اور وہ سکندر جاہ حضور نظام کے پردادا کي اولاد سے ہین-

سنہ ۱۸۷۶ع مین سروقارالامرا نے انگریزی تعلیم شروع کي اور سنہ ۱۸۸۲ مین قریب آٹہہ مہینے کے سیروسیاحت یورپ مین گذارے-اس اثنا مین چار مہینے توانہون نے صرف انگلنڈ ہی مین گذارے جہان انکی بڑے تپاک سے آوبہگت ہوئی-ملکۂ معظمہ-پرنس آف ویلز-اور دوسرے اراکین خاندان شاہی نے بہي انہین ساتہہ قدر و منزلت کے سرفراز فرمایا-

اس سیاحت نے انکے دل پر بڑا اثر کیا-اسکا ثبوت یہہ ھے کہ انہون نے اپنے دونون فرزندونکو آزادانہ انگریزی تعلیم دی ھے-بڑے صاحب زادے نواب سلطان الملک کي تربیت بچپن سے ایک انگریز ادیب کے سپرد کي گئي تہی-اور سنہ ۱۸۹۶ع مین انہون نے اپنی تعلیم کي تکمیل بہت بڑی سیاحت سے کي-جسمین انہون نے سوائی اسپین اور پورتوگل کے یورپ کے کل ممالک کي سیر کي-

دوسرے فرزند نواب ولي الدین ۱۰ برسکے سن مین زیرنگراني ایک انگریز جنٹلمین کے بر اختیارات کل انگلنڈ بہیجدئے گئے-انہون نے انکو پہلے ایک خانگی استاد کے پاس رکہا-اور بعد ازآن ایک عرصہ تک مسٹر ٹابور کے ہاتہہ پر تعلیم دیکر انہین ایٹن کالج مین داخل کرایا-جہان چار پانچ سال سے تعلیم لے رہے ہین-سال آئندہ وہ کیمبرج جاکر ڈگری حاصل کرینگے-

سروقارالامرا اپنے چاچا زاد بہائی سابق مدارالمہام سرآسمان جاہ کے زمانۂ مدارالمہامی مین کئی سال تک وزیر مالگذاری تہے-اور سنہ ۱۸۹۳ مین جبکہ وہ قلمدان مدارالمہامی سے دست بردار ہوے تو سروقارالامرا انکی جای پر قایم کئے گئے-

نواب صاحب خاص و عام مین ہردل عزیز ہین-اور صاحبان انگریز مقیم سکندر آباد تو انسے نہایت میل جول اور محبت رکہتے ہین-اور انکي مہمانداری اور انکے ہرطرح کے سیروشکار کے شوق کي بڑی قدر کرتے ہین-نواب صاحب کے اطوار پسندیدہ مخصوص یہ ہین کہ سب سے ملنساری-تلطف اور سچی سخاوت-کسی نے انہین سختی سے بات کرتے ہوے کبہی نہین سنا-انہون نے اپنے سخت دشمن کي نسبت بہی کبہی نا ملایم لفظ نہین کہا-وہ ہمہ تن شریف ہین-انکے خیال سے انکی بات سے اور انکے کام سے شرافت ٹپکتی ھے-یہہ اوصاف ایسے ہین کہ جنکا اقبال سب کرینگے-اگرچہ بعض لوگ انکی موجودہ خدمت کے لحاظ سے انہین ناپسند کرین-جانورون کا شوق نواب صاحب کو حد سے زیادہ ھے-اپنے گہوڑون اور کتون کے ساتہہ جیسے کہ خوش رہتے ہین ویسے کبہی پائے نہین جاتے-اور جبکہ شکار کو جاتے ہین تو اپنے مہمانون کي مہمانداری کرتے ہوے ایسے خوش آئند اور خوش اسلوب معلوم ہوتے ہین کہ باید و شاید-وہ اپنے دونون ہونہار بیٹون کے لایق باپ ہین-اور ایسا یقین معلوم ہوتا ھے کہ انکا نام نسلون مین بطور دانشمند اور خبردار وزیر اعظم کے یادگار رہیگا-

مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار حضور نظام

مہاراجہ نارایین پرشاد نارایین در بہادر کے کوئی فرزند نہ تھا۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار حضور نظام انکی یک لوتی بیٹی کے فرزند ہین اور اسی لحاظ سے انکے وارث۔ پیشکار صاحب کی سوانح عمری کتاب ہذا کے اس حصہ مین پائی جائیگی جہان افسران گورنمنٹ کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد سنہ ۱۲۸۱ھ مین تولد ہوے تھے۔ انکے والد کا نام راجہ ہری کشن بہادر ہے۔ مہاراجہ نارایین پرشاد (منتظم اول) جبکہ حضور نظام کے ہمراہ کلکتہ تشریف لیگئے تھے تو انکی غیر حاضری مین راجہ ہری کشن کے ہاتھہ کل حیدرآباد کا انتظام تھا۔ اس انتخاب مین رزیڈنٹ صاحب بھی متفق الراے تھے۔ مہاراجہ نارایین پرشاد نے اپنے نواسے کی تعلیم و تربیت پر بہت زحمت لی تاکہ اپنی ایسی ذمہ دار اور ممتاز خدمت کے جو بطور انکے وارث کے انہین ملنے والی تھی لایق ہون۔

مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے نانا کے مکان پر تحصیل علوم عربی و فارسی شروع کی اور دونون زبانون مین بہت کم سنی مین عمدہ مہارت بہم پہنچائی۔ انہون نے انگریزی زبان کی تحصیل مدرسۂ عالیہ مین کی۔ انکو زبان تیلوگو۔ مراتھی۔ اور گورمکھی مین جو اس دیس کی زبانین ہین اچھا ملکہ ہے۔ عالم طفلی سے انہین شعر گوئی کا بڑا شوق تھا۔ وہ اپنی دل بہلائی کے لئے اسکا شغل رکھتے تھے۔ جس سے صاف پایا جاتا تھا کہ آئندہ پھر اپنا نام کرینگے۔ اور پھر بات حیدرآباد مین مشہور ہے کہ مہاراجہ کی ذات سے جو توقع رکھی جاتی تھی اسکو انہون نے بخوبی پورا کیا۔ انہون نے بہت سی کتابین نظم و نثر مین لکھہ کر شایع کی ہین اور کہتے ہین کہ وہ نہایت عمدہ اور خوب ہین۔ اِن کتابون اور رسالون پر اکتفانہ فرماکر جو وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہتے تھے۔ راجہ صاحب موصوف نے ایک اخبار نثر مین شایع کرنا شروع کیا ہے جسے دبدبۂ آصفی اور دوسرا منظوم جسے محبوب کہتے ہین۔ پھر آخرالذکر بہ سرپرستئی حضور نظام شایع ہوتا ہے۔ اس کو گاہ بگاہ خود حضور نظام بہ نفس نفیس اپنے طبع زاد اشعار سے سرفراز فرماتے رہتے ہین۔ اور اسجائے پر پھر کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ حضور نظام ایک بہت بڑے لایق اور سنجیدہ شاعر ہین۔ مہاراجہ خود اُن دونون مین بہت سے مضامین دیتے رہتے ہین۔ کہتے ہین کہ پھر انکا خاص دستور ہے کہ اپنے تمام اشعار پہلے حضور نظام کے پیش کرتے ہین۔ اور بعد انکی پسندگی کے چھاپنے والے کے ہاتھہ مین جاتے ہین۔ اس سے پایا جاتا ہی کہ وہ خود کو حضور نظام کے شاگرد سمجھتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ وہ خطاب شاگرد خاص آصف جاہ سے سرفراز بھی ہوے ہین۔ ایسے خطاب کے لئے اس ملک مین ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اس مین کوئی خاص توقیر ہے۔ کیونکہ شاذ ہی ایسا خطاب کسی بادشاہ کی طرفسے رعیت کو دیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۳۱۰ ھجریہ مین راجہ کشن پرشاد کو انکی موروثی خدمت پیشکاری مرحمت ہوئی۔ اور نیز وزیر عساکر مقرر کئے گئے۔ انہین خطاب راجۂ راجایان مہاراجہ بہادر بھی عطا ہوا۔ جس سے انکے ابا و اجداد سرفراز تھے۔ حضور نظام نے انہین اس موقعہ پر چہہ دانے جواہرات کے ہدیہ کے طور پر دئیے۔ مہاراجہ کشن پرشاد کو اپنے نانا کی طرفسے تمام جاگیرین ورثہ مین ملین جنکی آمدنی سالانہ کئی لاکھہ روپیہ ہے۔ انہین خاص اپنی رعیت پر دیوانی اور فوجداری تمام حقوق اور اختیارات حاصل ہین جو حیدرآباد مین صرف معدودے چند یعنے امرائے کبیر و ذی اقتدار ہی کو حاصل ہین۔ سنہ ۱۳۰۰ ھجریہ مین جبکہ نواب وقارالامرا شملہ تشریف لے گئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے ۲۴ دن تک مدارالمہام کا کام کیا ہوا ہے۔

مہاراجہ کی شادی انکے نانا مہاراجہ نارایین پرشاد کے حین حیات ہوی تھی۔ فی الحال انکے چار فرزند ہین دو بیٹے چندا پرشاد اور محبوب پرشاد اور دو بیٹیان۔ بڑے فرزند راجہ چندا پرشاد کو جبکہ پیشکاری کی خدمت دی گئی تو انہین راجہ بہادر کا خطاب بھی دیا گیا۔ مہاراجہ چندولال کی اولاد نے انکے قدم بقدم چلکے اپنے آپکو وفاداری اور نمک حلالی سرکار نظام اور سرکار برٹانیا مین مشہور کیا ہے۔ اپنے خاندان کی روایات کے موافق مہاراجہ کشن پرشاد نے سچی وفاداری سرکار برٹانیا کی طرف دکھلائی ہے اور ساتھہ ہی اسکے اپنے بادشاہ سے ایسی محبت رکھتے ہین کہ گویا بجائے عشق کے لکھین تو نامناسب نہ ہوگا۔ اپنے بادشاہ کی دیانت و ایمانداری سے خدمت کرنا۔ ملک کی ترقی اور رعیت کی بہبودی کا ہروقت خیال رکھنا۔ پھر ہردم انکا مد نظر رہتا ہے۔

راجہ کشن پرشاد بہادر ـ پیشکار وزیر عساکر

مرحوم نواب سر آسمان جاہ بہادر کے۔سی۔آئی۔اِی۔وزیر اعظم سنہ ۱۸۸۷-۱۸۹۳ع

ہز اکسلنسی نواب رفعت جنگ بشیرالدوله عمدةالملک اعظم الامرا امیر اکبر سر آسمان جاہ بہادر کی-سی-آئی-ای وزیر اعظم سنه ۱۸۸۷ع سی سنه ۱۸۹۳ع

یہہ مشہور و معروف امیر سر آسمان جاہ بہادر--کے سی--آئی--اي محمد سلطان الدین خان بشیرالملک بہادر کے فرزند اور امیر نظام الدین خان نظام ثانی دکہن کے پرپوتے ہین--وہ سنہ ۱۸۳۹ع مین پیداہوے تہے--انہون نے موجودہ حضور نظام کي ایک ہمشیرہ سے شادی کي تہی--جنسے انہین ایک فرزند هے جسکي عمر قریب چہہ سال کے ہي--وہ عربي وفارسی مین مہارت کامل رکہتے ہین--اور انگریزی مین بہی ٹہیک ٹہیک دخل هے--

سنہ ۱۸۶۹ع مین جبکہ ہزہائنس نواب افضل الدولہ بہادر کا انتقال ہوا تو--وارث تخت نابالغ ہونیکی وجہ سے امور سلطنت کا انتظام نئی شکل پر قایم کرنا نہایت ضروری تہا--گورنمنٹ حیدرآباد باتفاق راي ویسراي و گورنر جنرل ریجنسی کے ماتحت رکہی گئی جسمین مرحوم سر سالارجنگ اور شمس الامرائی ثالث ریجنٹ مقرر ہوے--سلطنت کے چار صیغون کے وزرا خاندانی امرا کے دوسرے فرزندون مین سے منتخب ہوے--انمین سب سے مخصوص عہدہ یعنے عہدۂ وزیر عدالت نواب سر آسمان جاہ بہادر کو دینے کي تجویز ہوئی-لیکن بہ سبب اسکے کہ سرآسمان جاہ حضور نظام ثاني کے پرپوتے تہے اور موجودہ حضور نظام کي ایک ہمشیرہ سے انکي شادی عنقریب مین ہونیکو تہی اسلئے سر سالار جنگ نے یہہ عہدہ انہین دینے کو کچہہ پس و پیشی کي دراین لحاظ کہ حیدرآباد کے خاندان امرائي کبار کے ایک رکن کو ایسا عہدہ دینا شاید پسند خاص وعام نہوگا لیکن جب نواب موصوف کو بتلایا گیا کہ وزیر صیغہ عدالت کا سا بڑا عہدہ کسی سر برآورد شخص کے ہی سپرد رہنا چاہیے--تو انہون نے اپنے تمام ذاتي خیالات کي پروانکرکے اس عہدیکو قبول فرمایا--مگر اسکے ساتہہ یہہ شرط کی کہ جو تنخواہ اس عہدے کي ہي یعنے ماہانہ پانچ ہزار روپیہ وہ نواب صاحب مصروف نہ لینگے--

سنہ ۱۸۷۵ع مین جبکہ سر سالار جنگ سفریورپ کو تشریف لیگئے تہے--تو سر آسمان جاہ اپنے فرایض منصبي یعنے وزارت صیغہ عدالت کے سوائی وزیر اعظم اور کوریجنٹ کا کام بہی سر سالار جنگ کے بہانجے نواب مکرم الدولہ کي شمولیت کے ساتہہ چلاتے رہے--سر سالار جنگ کي غیر حاضری مین انہون نے عمدگی کے ساتہہ کام کیا اسلئے گورنمنٹ آف انڈیا نے انکا شکریہ ادا کیا-پہر سر سالار جنگ کي غیر حاضری مین وزیر اعظم کا کام بارہا چلا چکے ہین--جبکہ پرنس آف ویلیز ہندوستان کو تشریف لائے تہے تو سر آسمان جاہ اپنے چچا کے جو اندنون ناسازئي مزاج کے سبب ناتوان تہے وکیل بنکر حضور نظام کي طرفسے انکا خیر مقدم کرنیکو بمبئی تشریف لائے ہوے تہے--دہلی دربار مین بہی نواب آسمان جاہ بہادر حضور نظام کے ساتہہ گئے ہوے تہے جہان انہین ایک تمغہ یادگاری دربار موصوف مین ملا-

سنہ ۱۸۸۳ع مین جبکہ سر سالار جنگ کا انتقال ہوگیا تو کاونسل آف ریجنسی مقرر کرنا لازم ٹہرا اور سر آسمان جاہ اسکے ایک رکن اعظم مقرر ہوے-سال مذکور کے اواخر مین جبکہ حضور نظام ویسرائے کي ملاقات کرنے اور نمائش ملاحظہ فرمانیکو کلکتہ تشریف لیگئے تو پھر انہین امور سلطنت کا انتظام دیا گیا-

سنہ ۱۸۸۷ع مین نواب صاحب موصوف کو حضور نظام نے موقع گولڈن جیوبلی پر اپنے خاص ایلچی اور وکیل کے طور پر لنڈن روانہ فرمایا-سنہ ۱۸۸۷ع کے مارچ کي ۲۷ تاریخ کو نواب صاحب حیدرآباد سے اپنے مصاحبین کے ساتہہ راہی ہوے-مصاحبین مین کرنل جی-ڈبلیو کوبرن چیف سکریٹري--مسٹر دوسا بہائی نوشیروان جی پرائوٹ سکریٹري-

مسٹر سید رکن‌الدین اے--ڈي--سي--مسٹر محمد یاسین ایکسٹرا اے--ڈی--سي--کپتان عبدالله بیگ اسٹاف آفیسر--ڈاکٹر اعتمادالحق اسٹاف سرجن اور دوسرے سات خدمتگار تھے--جب وہ وادي پر آئے تو سر خورشید جاہ اور اونکے فرزند ظفر جنگ ملاقات کو آئے اور نذرین پیش کین--اور بمبئي مین لیڈی رے نے انہین دعوت دی تھي کہ گورنمنٹ ہاوس مین سہ پہر کا کھانا کھاکر سر رچرڈ ٹمپل کے مجسمہ کو کھولنے کے ادائے رسم مین شریک ہون--بمبئی سے تشریف لیجانیکے پیشتر سر سالار جنگ نے انسے ملاقات کي اور پہلي تاریخ اپریل سنہ ۱۸۸۷ع کو راہي یورپ ہوئے--

نہر سویز پر گورنرنے معہ اسٹاف نواب صاحب سے ملاقات کي اور قاہرہ مین سرایولن بیارنگ جواب لارڈ کرومر ہین خدیو مصر کي طرفسے آئے اور نواب صاحب کو معہ انکے اسٹاف ہز ہائنس خدیو سے ملاقات کرائي--ہزاکسلنسي پھر قاہرہ سے روانہ ہوے اور کٹانیا--مسینا--نیپلز--روم--فلارنس--ٹریسٹ--میلان--برن--جینوا--پیارس اور دوسرے شہرون کا ملاحظہ کرتے ہوے لنڈن کو گئے--

نواب صاحب ۱۴ مي سنہ ۱۸۸۷ع کے روز وارد لنڈن ہوے--جہان سر جیرارد فٹز جرالڈ کو انکے قیام انگلنڈ تک انکے اسٹاف پر مقرر کیا گیا--ہزاکسلنسی کا خیر مقدم جہان جہان وہ تشریف لیگئے انگریز رعایانے بڑے آوبھگت کے ساتھہ کیا--ملکہ معظمہ نے بھي بڑے تپاک سے انکي خاطرداری کي--اور خاندان شاہی سے پرنس اور پرنسس آف ویلز اور ڈیوک اور ڈچس آف کناٹ اونکی خاطرداری پر ہردم متوجہہ رہے--جس عمدگي اور چالاکي سے انہون نے اپنے ذمہ‌دار فرایض منصبي کو ادا کیا وہ ابتک انگلش سوسائٹي کي یاد سے نہین بھولي گئي--اسی وقت پر انکي گذشتہ خدمتون کا تعارف کرکے انکی قدر افزائی کي گئی یعنے وہ وزیر اعظم مقرر کئے گئے--ہز رایل ہائنس پرنس آف ویلز نے اپنی ملاقات کے وقت نواب صاحب کو انکے تقرر کي مبارک باد دی اور اثنائے تقریر مین فرمایا کہ اسي سبب سے نواب صاحب کا لنڈن مین قیام زیادہ نرہیگا--جسکے جواب مین نواب صاحب نے فرمایا کہ انہین حضور نظام کے طرفسے ٹیلیگرام ملا ھے کہ جیوبلی ہوتے ہي فوراً حیدرآباد واپس آنے کا تہیہ کرین--

لنڈن سے واپس آنے کے پیشتر ملکۂ معظمہ نے اپنے دست مبارک سے انہین جیوبلي مڈل عطا فرمایا اور کہلا بھیجا کہ جیوبلي کي یادگار کے دوسرے تمغے--فوٹو وغیرہ بعد ازآن روانہ کئے جائینگے

ہزاکسلنسي نے اپنے فرض منصبي کا چارج لیا اوسي سال کے اواخر مین بجٹ یعنے نقشۂ مداخل و مخارج سال آئندہ جو حضور نظام کي خدمت مین پیش کیاگیا اسمین نہایت عمدہ اور کارآمد تبدلات مداخل و مخارج دونون مین کئے گئے تھے--صیغۂ محصولات مین بھي بڑی کارآمد ترمیمین کي گئی تھین اور ملک کے صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے اسباب بیان کئے گئے تھے--سر آسمان جاہ نے ایک ایریگیشن بورڈ یعنے مجلس آبرساني مقرر کي--اور دس لاکھہ روپیہ اسکے لئے علیحدہ کیا گیا--اس مجلس کي محنت سے ملک کو بڑا فائدہ پہنچا--سنہ ۱۸۸۸ مین جبکہ نواب صاحب ویسراے کي ملاقات کو کلکتہ تشریف لے گئے تھے تو ویسراے نے انہین مبارک بادی اور جو جو کارروائیان انہون نے علم طب کو یوروپین طرز پر لاکر ترقي دینے کي کي تھین انکے لئے اپنا اطمینان ظاہر فرمایا--

ملکۂ معظمہ کي گولڈن جیوبلی کے موقع پر نواب صاحب کو خطاب کے-سی-آئی-اِی-ملا-اور مسٹر اے-بی-ہاول-سی-ایس رزیڈنٹ نے ادائگي رسم کے موقع پر کھانے کے وقت وزیر اعظم کي صحت کا جام نوش کرنے کي تجویز پیش کرتے ہوی سر آسمان جاہ کي پبلک خدمتون کي بڑي تعریف کي اور ملکۂ معظمہ نے جو خاص اعزاز انہین بخشا ھے اسکا بیان کرتے ہوے اپني تقریر حسب ذیل الفاظ مین ختم کي--"کہ ملک حیدرآباد کي خدمت في‌الحقیقت ملکۂ معظمہ کي سلطنت ہند کي خدمت ھے--اور چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اعزاز انکو خاص اپني سلطنت مین مل چکے ہین اسلئے اب وہ گورنمنٹ انگلیشہ کے اعلیٰ درجہ کے اعزاز کے سلسلہ مین اپني خدمتون کے باعث منسلک ہوتے ہین--

ہزاِکسلنسی نواب سر آسمان جاہ کا جسم مضبوط اور پھرتیلا ہی--انکے چہرے سے آثار امارت اور خوش مزاجی کے نمایان ہین--انکے اطوار نہایت مہذب اور شایستہ ہین--اور جیسا عمدہ برتاو وہ اپنے ہمسرون کے ساتھہ رکھتے ہین ویساہي برتاو کل ادنیٰ و اعلیٰ سے رکھتے ہین--وہ عمدہ شہسوار اور نشانہ باز ہین--انہین اپنے انگریز دوستون اور دوسرے نامور مہمانون کي مہمانداری کا بڑا شوق ھے--اور انکی مہمانداری ہمیشہ شاہانہ طرز کي اور بڑے میل جول کي ہوا کرتی ھے--انکے بہت سے وسیع محلات اور بیرون شہر بہت سے دلچسپ و خوشنما مکانات ہین--جو یوروپین طرز کي آراستگي سے سنوارے گئے ہین--چونکہ پائگاہ کے کمانڈر اِن چیف ہین--اسلئے انکے پاس سپاہیون کي بڑی جمعیت ھے جسمین علاوہ ارریگیولرز کے پیدل--سوار اور توپ خانہ کے لوگ ہین--وہ برٹش گورنمنٹ کے پکے دوست ہین--نواب صاحب کي سالانہ آمدني جو انکي جاگیرات سے اور پاگاہ کي زمینون سے وصول ہوتي ہی--پندرہ لاکھہ سے زیادہ ہی--انکی سخاوت بہت ہی اور اخراجات بھي بہت رکھتے ہین--کیونکہ وہ ایک بڑے سخی دل صاحب ہین--

مرحوم نواب سر سالار جنگ ثاني کے-سی-آئی-اي-وزير اعظم سنه ۱۸۸۰-۱۸۸۷ع

مرحوم سر سالار جنگ اعظم جی-سی-ایس-آئی-ڈی-سی-ایل-وزیر اعظم سنہ ۱۸۵۳-۱۸۸۳ء

۳۱

سالار جنگ اعظم

کوئی خطاب یا دنیاوی عزت سالارجنگ کی عظمت کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ صرف سالارجنگ اعظم کا لقب اچھی طرح سے اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اُس خاندان کے لایق وفایق اشخاص میں ایک اعلی درجہ کے مدبر ہیں جن سے انکا تعلق تھا۔ اُن کا پورا خطاب یہ ہے۔ ہز اکسلنسی نواب میر تراب علی خان بہادر سر سالارجنگ شجاع الدولہ مختارالملک جی۔سی۔ایس۔آئی۔ڈی۔سی۔ایل۔ انکے والد کا نام میر محمد علی خان بہادر شجاع الدولہ تھا۔ میر محمد علی منیرالملک کے بڑے بیٹے تھے۔ منیرالملک نے سنہ ۱۸۰۴ع میں میر عالم سید ابوالقاسم کی دوسری بیٹی سے شادی کی تھی جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے تھے۔ میر محمد علی خان بہادر سالارجنگ شجاع الدولہ نے سید قاسم علی خان بہادر مختارالدولہ کی لڑکی سے شادی کی۔ یہ امیر سید جعفر رضوی کی اولاد میں سے تھے جو نیشاپور ایران میں رہتے تھے۔ انکے فرزند میر تراب علی (سالارجنگ) ۲۲ جنوری سنہ ۱۸۲۹ع کو پیدا ہوئے۔

سالارجنگ کے جد امجد میر عالم اپنے زمانہ وزارت میں وفات کرگئے اور ان کی جگہہ سالارجنگ کے دادا نواب منیرالملک کو تفویض ہوئی۔ مگر سنہ ۱۸۳۲ میں ان کا انتقال ہوگیا ان کی جگہ خاندان کی نگرانی اور سرپرستی سالارجنگ کے چچا نواب سراج الملک کو سونپی گئی اور ان ہی کو نوجوان سالارجنگ کا نگران اور محافظ بنایا گیا۔ سالارجنگ کی تعلیم بڑی ہوشیاری اور توجہ سے ہونے لگی اور تکمیل تعلیم میں جو ایک ایسے خاندانی امیر کے لئے شایان تھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ سالارجنگ کو فارسی اور عربی میں معقول دخل تھا اور تحریر میں بھی وہ ایک اعلی درجہ کے منشی کی لیاقت رکھتے تھے۔ شمشیر بازی اور گھوڑے کی سواری میں وہ اُستاد تھے۔ انگریزی زبان اپنی مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔ سالارجنگ کی پبلک زندگی سنہ ۱۸۴۷ سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۹ برس کی عمر میں وہ کہم م واقع ضلع تلنگانہ میں تعلقدار مقرر کئے گئے۔ کوئی آٹھ مہینے تک تعلقداری کی اور اس عرصہ میں اس عہدے کے جز وکل سے پورے پورے واقف کار ہوکر ان پر حاوی ہوگئے۔

۲۶ مئی سنہ ۱۸۵۳ع کو سالارجنگ کے چچا کا انتقال ہوگیا اور پانچ دن کے بعد عام دربار میں رزیڈنٹ کرنیل لو کی موجودگی میں نواب ناصرالدولہ نظام الملک بہادر نے سالار جنگ کو عہدۂ مدارالمہامی پر مامور کیا۔ انہوں نے جس دانائی۔ ہوشیاری اور تدبیر کے ساتھہ معاملات ریاست کی ازسرنو تجدید کی ہے وہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی۔

انکی ذمہ داری بہت بڑی تھی اِسوقت یعنے سنہ ۱۸۹۷ع میں حیدرآباد کی جو کچھہ تروتازگی اور سرسبزی ھے یہ سب سالارجنگ ہی کی نیک کوششوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے حیدرآباد کو حیدرآباد بنایا تھا۔

جو لوگ کہ حیدرآباد کی قدیم حالات سے واقف تھے انمیں سے بہت تھوڑے اصلاح و انتظام امور ریاست کی تجدید کو ممکن سمجھتے تھے۔ مالگذاری۔ سیاست و حکمرانی اور خزانہ کی ایسی سقیم حالت تھی کہ برسوں مصیبت زدہ فوج کو تنخواہ ہی نہیں ملتی تھی۔ دیسی ساہوکاروں اور نیز دوسرے لوگوں کے قرض کی رقم بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ مالگذاری کا کوئی ایسا سلسلہ باقی نہ رہا تھا کہ جس میں سے حضور نظام کے رشتہ داروں اور منصب داروں کی تنخواہیں ادا کی جاتیں۔ مگر سالارجنگ کی صداقت پسندی اور وعدوں کے استحکام نے دو بڑے بڑے کارکنونکو اون کے طرفدار بنادیا جن میں ایک عرب جمعداروں کا گروہ تھا اور دوسرا ساہوکاروں کا تھا سابق الذکر گروہ تقریباً ملک کی نصف مالگذاری پر قابض تھا اور ساہوکار اس ابتر حکمرانی کو جو سالارجنگ کے سپرد ہوئی تھی سنبھالنے کے لئے پیشگی روپیہ دیا کرتے تھے۔ جس کے بغیر انتظامات نا ممکن تھے۔ اس عہدۂ وزارت پر مامور ہونے کے کچھہ عرصہ بعد سالارجنگ نے حضور نظام سے انکے رشتہ داروں اور ملازموں اور صرف خاص کی فوجوں کی ماہانہ ادائیگی تنخواہ کی اجازت حاصل کرلی۔ اور اسیطرح

تعلق داروں کی بحالی برطرفی–انکی تنخواہوں کی کمی و بیشی–معاملات کی تحقیق و تفتیش اور عندالضرورت نئی فوج بھرتی کرنے کا بھی انہیں اختیار حاصل تھا–اور ساتھ ہی اس کے سرکار کے ملکی اور فوجی لوگونکو نافرمانی کرنے پر سزا دینے کے بھی وہ مجاز تھے–اصلاحات امور ریاست میں جو پہلی تجویز انہوں نے کی وہ یہ تھی کہ عربونکے اقتدار کو جو تمام ریاست پر حاوی ہوگیا تھا کم کردیا جائے اور اسکے بعد فوجونکی ایک بڑی تعداد کو موقوف کرنیکی تجویز تھی کہ جنکی تنخواہوں نے ریاست کو زیربار کردیا تھا ان تجاویز پر عمل درآمد کرنے کے لیئے عام طور پر تمام تعلقداروں کو حکم بھیجا گیا کہ عربوں–روہلوں اور پٹھانوں کو اُن اُن کی تنخواہیں چکا کے موقوف کردیا جائے لیکن پہلے پہل ان احکام کی بہت ہی کم تعمیل ہوئی–

عربوں کے دعاوی کے انفصال اورانکے مظالم کو جو وہ اپنے قرضداروں پر کیا کرتے تھے روکنے کی غرض سے مدارالمہام نے ایک خاص محکمہ قایم کیا–جو انکے ہی محل میں اجلاس کیا کرتا تھا–ابتدا ہی میں اس محکمہ نے ایک بہت بڑا کام کیا یعنے یہ کہ دو بڑے بڑے عرب جمعدار اسکے حکم کی تعمیل پر مستعد و آمادہ ہوگئے–ان سرداروںکے نام سے انکی قوم کے مجرموں کوفوراً گرفتار کرکے سزا دینے کی نسبت احکام نافذ ہوے اورانہیں اجازت دیگئی کہ اس حکم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے–غرض ان معاملات میں مدارالمہام کو عرب جمعدارونکی جو اپنے لوگوں پر کامل اختیارات رکھتے تھے پوری پوری مدد ملی–

مدارالمہام کی سب سے اعلٰی تدبیر یہ تھی کہ انہوں نے عربوں اورپٹھانوں کی زمین اور جاگیریں ضبط کرلیں جو انہیں یا توسابق مدارالمہاموں کی طرف سے اُن کے دعاوی کو پورا کرنے کے لیئے دی گئی تھیں یا دوسرے لوگوں نے رہناً وقتاً انکے پاس رہن رکھی تھیں–

عربوں کے ہاتھ سے ریاست کی مالگذاری کو ایک لخت نکال لینے کی نسبت جو تدبیر عمل میں لائی گئی–وہ یہ تھی کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ ممکن تھا انہیں دیاگیا اورباقی کے لیئے ساہوکارونکی ضمانت دیگئی–

ان تدابیر کو عمل میں لانے کے لیئے جب سالار جنگ نے اپنے آپکو سخت مشکلونمیں پھنسا ہوا دیکھا تو نہایت صبر اور ہمت کے ساتھ کہ جس میں وہ ہمیشہ مشہور تھے انہیں آسان کرنے میں مصروف رہے اورآخر انکی اعلٰی لیاقت اور انکی دانائی نے اس قسم کی تمام مشکلونپر جو ایک معمولی دماغ کے آدمی کو بالکل بے قابو کردیتی ہیں انہیں غالب کردیا اور کل مزاحمتیں دور ہوگئیں–ان اصلاحوں کے اجرا میں گورنمنٹ انڈیانے انکی مدد کی اورجب تک وہ زندہ رہے وہ انکی معاون ومددگار رہی–اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ گورنمنٹ کے وثوق کا انہوں نے کبھی بد استعمال کیاہو–وہ ہمیشہ گورنمنٹ کو اپنی طرف سے رضامند رکھتے تھے–

مدارالمہام کی اصلاحی تدبیریں سنہ ۱۸۵۷ تک عمدگی کے ساتھہ چلتی رہیں–لیکن اس سال جو وہ غدر کے جو ہندوستانی سپاہیوں نے برپا کردیا تھا انمیں کسی قدر خلل واقع ہوگیا تھا–یہ غدر ایسا سخت تھاکہ انگریزی سلطنت بالکل متزلزل ہوگئی تھی–ہرطرف بغاوت ہورہی تھی اور اکثر مقامات ایک کے بعد ایک لوٹے جارہے تھے–جب تمام مغربی وشمالی ووسطی ہندوستان کھلم کھلا باغی ہوگیا تو چہارطرف سے دارالریاست دکھن پر لوگوںکی نگاہیں پڑنے لگیں لیکن وہاں کسی قسم کی بے ثباتی اورکسی قسم کا دغدغہ نہیں تھا–چنانچہ اسوقت گورنر بمبئی نے حیدرآباد کے برٹش رزیڈنٹ کرنل ڈیوڈسن کو تار بھیجا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اگرنظام برگشتہ ہوجائیں توپھر ہمارے لیئے کچھہ باقی نہیں رہا اورحقیقت میں یہ بات سالار جنگ اور رزیڈنٹ سے بہتر کوئی سمجھہ نہیں سکتا تھا–سالار جنگ کی نسبت کیا خوب کہاگیاہے کہ اسوقت پر معاملات کی حالت انکے آزمایش و امتحان کا موقع تھی جوکسی یورپین یاعیسائی کی سمجھہ میں نہیں آسکتی–عین اس نازک وقت میں ہزہائینس نواب ناصرالدولہ بہادر فرمانروائے دکن انتقال کرگئے انہوں نے انتقال کے وقت سالار جنگ سے اپنے فرزند کو بلوانے کی فرمائش کی–جب وہ نزدیک آئے تو انسے کہاکہ میں تمہیں وصیت کرتاہوں کہ تم ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کے وفادار دوست بنے رہو–کیونکہ اس نے میرے ساتھ ہمیشہ دوستانہ برتاو رکھاہے–غرض انکے انتقال کے بعد اسیوقت نواب افضل الدولہ بہادر مسند نشین کئے گئے–جب رزیڈنٹ ان کی تقریب مسند نشینی سے فارغ ہوکے واپس آئے تو انہیں گورنر جنرل کا ایک تار ملا جو انکی عدم موجودگی میں وہاں آیاہوا تھا–اسکا مضمون یہ تھا کہ دہلی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گئی–یہ پڑھتے ہی رزیڈنٹ نے فوراً سالار جنگ کو بلوا کہ انہیں حقیقت حال سے اطلاع دی–سالار جنگ نے کہاکہ مجھکو پہلے سے معلوم ہوچکاہے کیونکہ آج تین روز سے چوطرف شہر میں یہ خبر عام ہورہی ہے–غرض جب دہلی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گئی تو ان لوگوں کو جو انگریزونکے اقتدار سے ناواقف ہیں یقین تھا کہ اب ہندوستان میں انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوجائیگا لیکن سالارجنگ کی وفاداری میں ذرا بھر فرق نہ آیا اور انہیں یقین تھا کہ آخر میں انگریزہی کامیاب ہونگے–

حیدرآباد میں اسوقت بالکل خفگی اورکشیدگی پھیلی ہوئی تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ چند باغیوں کو جو اورنگ آباد میں آنکر پناہ گزین ہوے تھے معلوم ہونے پر سالار جنگ نے گرفتار کرکے رزیڈنٹ کے حوالہ کردیا تھا–ان باغیوں کے ہمدرد اس

کارروائی سے بالکل آگ بگولا ہوگئے۔اور تجویز کی کہ حضور نظام سے بذریعہ ایک ڈیپوٹیشن لے انکے رہا کروانے کی درخواست کرین۔ جب اس مین کامیابی نہین ہوئی تو انہون نے نظام اور مدارالمہام دونون کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اسوقت انگریزونکی مخالفت پر آمادہ ہوجاؤ تو بہتر ورنہ تمہین جان سے مارڈالا جائیگا۔لیکن اس دہمکی نے نہ نظام پر کچھ اثر کیا اور نہ انکے وفادار مدارالمہام پر۔انہون نے فوراً چند معتبر عربون اور نظام کی گارڈ کے سپاہیون سے ضروری انتظامات کردئے۔چنانچہ شہر کے جتنے بڑے بڑے پھاٹک تھے اون سبھون پر عربون کا پہرا مقرر کردیا اور انہین حکم دیدیا کہ اگر کوئی شخص انگریزون کے برخلاف لوگون کو بر انگیختہ کرتا ہوا دیکھا جائے تو انکو اسوقت گولی سے ماردیا جاے اور اگر کوئی واعظ مغویانہ اور مفسدانہ وعظ کرتا ہوا پایا جائے تو فوراً گرفتار کرلیا جائے۔ان انتظامات کی نسبت حضور نظام کی فوجون کا سپہ سالار میجر جنرل ہل غدر کے چند سال بعد یون لکہتا ہے کہ ان موثر اور اولولعزمانہ تدابیر نے جنوبی ہندوستان کو بچالیا۔ورنہ اگر حیدرآباد کے لوگ ہمارے برخلاف اوٹھتے تو مدراس کے مسلمان بھی ضرور انکی تقلید کرتے۔چنانچہ یہ بات اسوقت رزیڈنسی کے لوگ بخوبی جانتے تھے۔انگلنڈ کے لوگون کو واقف ہونا چاہئے کہ اس اولی العزم شخص ہی کا باعث تھا کہ ایسے نازک وقت مین اسکے حسن انتظام اور اسکی مدبرانہ پالسی نے انگریزی حکومت کو استحکام کے ساتھہ جنوبی ہندوستان مین قایم رکھا۔ہرچند مدارالمہام نے نہایت ہوشیاری اور خبرداری کی لیکن باوجود اسکے وہ اس حملہ کو نہ روک سکے۔جو رزیڈنسی پر کیا گیا۔انہین باغیون کے ارادے پر پہلے ہی سے اطلاع ہوچکی تھی جس سے انہون نے کرنل ڈیودسن کو بھی خبردار کردیا تھا۔کرنل ڈیودسن تیار تھے۔۱۷ جولائی سنہ ۱۸۵۷ کی شام کو شہر سے مسلح پانسو پٹھان نکلے۔جنکے سرغنہ علاؤالدین اور طُرّہ باز خان تھے۔انہون نے سیدہا رزیڈنسی کا رخ کیا راستہ مین بہت سے لوگ موقع موقع پر اُنکے شریک ہوتے گئے یہان تک کہ جب یہ گروہ رزیڈنسی پر پہونچا تو کئی ہزار آدمی موجود تھے۔

رزیڈنسی کی مغربی دیوار کے مقابلہ مین بلند برآمدون کے دو مکانات تھے جن پر افغانون نے قبضہ کرلیا اور وہان سے رزیڈنسی کی سپاہ پر گولیان چلانی شروع کی اور دوسرے لوگ جو انکے ہمراہ تھے وہ نیاچے سے دیوار کو چھیدنے مین مصروف ہوئے رات تک دونون طرف سے گولیان چلتی رہین اِدہر سے پٹھان اور اودہر سے برٹش آرٹیلری۔لیکن جب صبح ہوئی تو آرٹیلری نے اون دونون مکانون پر ایکدم آگ برسانا شروع کیا۔پٹھان انکے مقابلے کی تاب نہ لاسکے مکانون کو خالی کرکے رزیڈنسی پر باڑ چلاتے ہوئے بتیس مقتولین و مجروحین کو چھوڑ نکل بھاگے۔اسکے بعد انکے دونون سرغنے گرفتار کرلئے گئے جن مین سے ایک چاہتا تھا کہ قید سے نکل کے بھاگے لیکن اسیوقت گولی سے مار ڈالا گیا اور دوسرا دایم الحبس کرکے اندمان کو بھیجدیا گیا۔غدر کے ایام مین جو نہایت طول و طویل تھے مدارالمہام کو کئی مرتبہ جان کا خوف دلایا گیا لیکن اسکے باوجود انگریزون کے ساتھہ انکی وفاداری مین ہرگز فرق نہ آنے پایا۔کوئی گھنٹا ایسا نہین گذرتا تھا کہ جس مین ان کی زندگی خطرے مین نتھی چنانچہ بعد مین وہ خود اکثر بیان کرتے تھے کہ مجھکو اپنے قتل ہونے کا پورا پورا یقین تھا۔کیونکہ سواے چند لوگون کے جو مجھہ سے وابستہ تھے دوسرا کوئی ایسا نہین تھا کہ جس پر مین بھروسا کرسکتا اور ساتہ ہی اسکے مجھکو اس بات کا بھی یقین تھا کہ انگریزونکی طاقت ایسی زبردست ہے کہ وہ اس غدر کو بالکل فروکئے بغیر نہین رہیگی اور اسی یقین کی وجہہ سے مجھکو عین ناامیدی کی حالت مین امید بندہی ہوئی رہتی تھی۔دہلی جب دوبارہ انگریزون کے قبضہ مین آگئی تو حیدرآباد کے کشیدہ خاطر لوگون کے نزدیک ثابت ہوگیا کہ تمام انگریز مارڈالے نہین گئے جیسے کہ انہین یقین تھا۔غرض اس واقعہ سے مدارالمہام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور عملی طور پر دکھن سے عام بغاوت کا خوف بالکل دور ہوگیا۔سواے مدارالمہام کے بہت تھوڑے لوگ جانتے تھے کہ یہ کیسا بڑا! خوف تھا جو ٹل گیا۔

سالار جنگ اور اونکے آقا کی اس وفاداری کے لئے خود سوپریم گورنمنٹ نے شکریہ ادا کیا ہے چنانچہ سنہ ۱۸۵۸ کے ابتدا مین رزیڈنٹ نے سفارش کی کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو لازم ہے کہ حضور نظام اور انکے لایق مدارالمہام اور نیز دوسرے امراے دربار کی وفاداری کی قدر افزائی فرماے اور علاوہ اسکے ایک مرتبہ کرنل ڈیودسن نے سالار جنگ کی تعریف کرتے ہوے اپنی اسپیچ مین کہا کہ حضور نظام کے مدارالمہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھہ برٹش گورنمنٹ کو مدد دی ہے وہ حیطہ تعریف سے باہر ہے۔اس سے پیشتر ریاست دکھن کے کسی دیوان نے انگریزی گورنمنٹ سے ایسی صداقت و سرگرمی کے ساتھہ دوستانہ برتاؤ نہین کیا تھا۔کہ جیسے سالار جنگ نے کیا ہے۔اگرچہ ہمین مدد دینے کی وجہ سے مسلمان انہین مخالف شرع سمجھنے۔اِنپر طعنہ زنی کرنے اور انہین قتل کی دہمکیان دینے لگے لیکن باجود اسکے انکے وفادارانہ طریقہ مین کبھی فرق نہ آیا اور نہ ہماری فوجونکی عارضی پسپائی کی خبرون نے جو ممالک مغربی و شمالی سے پیہم چلی آرہی تہین انہین ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل کیا۔مین نے ایسے وقت مین جس چیز کی انسے استدعا کی انہون نے بغیر کسی غور و تامل کے نہایت مستعدی کے ساتھہ اسیوقت اسکو پورا کردیا اور گورنمنٹ نظام کے ذرایع حتی الامکان میرے سپرد کردئیے"

ہندوستان کے ایک اعلی درجہ کے واقف کار نے اخبار ٹائیمس کو لکھا تھا "کہ انکی خدمتین بالکل بے بہا تھین" خود لارڈ کیننگ نے سنہ ۱۸۵۹ کے ابتدا مین ہز ہائینس نواب افضل الدولہ بہادر کو اپنے ہاتھہ سے ایک خط لکھا ہے جس مین سوپریم گورنمنٹ کی طرف سے حضور نظام کی اس غیر متزلزل وفاداری کا شکریہ ادا کیا ہے جو غدر کے نازک وقت مین ان سے ظاہر ہوئی — اور اسکے ساتھہ وعدہ کیا ہے کہ ان خدمات کے عوض جو سوپریم گورنمنٹ کے ساتھہ ادا کی گئین آئندہ گورنمنٹ نظام کو کوئی پائدار صلہ مرحمت کیا جائیگا۔

سنہ ۱۸۵۹ کے فروری مین ایک جنونی نے جس نے پہلے ایک جج کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی رزیڈنٹ اور مدارالمہام دونون پر گولی چلائی۔لیکن حُسن اتفاق سے دونون بچگئے۔اور مدارالمہام کے ملازمون مین سے ایک شخص زخمی ہوا۔پولیس نے اسیوقت اس کی خوب خبر لی اور پھر اوسکو قید کرکے ایک مہینہ تک سمجھاتے رہے کہ اس مجنونانہ کارروائی پر جس نے اوسکو آمادہ کیا ہے اس کا نام ظاہر کرے۔لیکن اس دُہن کے پکّے نے نہین مانا نہین مانا اور آخر قتل کیا گیا۔

ماہ نومبر کی پانچوین تاریخ سنہ ۱۸۶۱ کو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایام غدر کی وفاداری کے صلہ مین حضور نظام کو کوئی ایک لاکھہ روپیہ کے تحائف ارسال کئے اور اوسکے ساتھہ پچاس ۵۰ لاکھہ روپیہ کا قرضہ معاف کرکے۔رایچور۔نلدرگ۔دہارا سیو کے اضلاع حضور نظام کو واپس دے دئے۔اور اسکے ساتھہ شوراپور بھی مرحمت کردیا کہ وہانکا راجہ باغیون کے ساتھہ شریک ہوگیا تھا۔مدارالمہام اور دوسرے امراے ریاست کو بھی عالی قدر مراتب تحفے دئے گئے اور حضور نظام کو نائیٹ گرینڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب عطا ہوا۔

جن اصلاحات کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔وہ عربون پٹھانون روہیلون اور بیقاعدہ فوجون کے تخفیف اور ملکی انتظامات کی تجویز تھی جس نے مدارالمہام کو اس عہدے پر مامور ہونے کے بعد مصروف کر رکھا تھا۔اور دوسری اصلاح کہ جسکا ذکر ابتک نہین ہوا وہ مسلمان اور ہندو بچون کی تجارت تھی کہ جسکے انسداد کے لئے جنوری سنہ ۱۸۵۶ مین ایک اعلان دیا گیا کہ اگر آئندہ کوئی اس تجارت کا مرتکب ہو تو اسکو سخت سزا دیجائیگی۔

سنہ ۱۸۶۰ مین اضلاع دہارا سیو۔رایچور۔اور نلدرگ خاص مدارالمہام کے قبضہ اختیار مین رکھے گئے۔لیکن ہز ہائینس نواب افضل الدولہ بہادر نے انہین حسب خواہش رزیڈنٹ سپرد مدارالمہام کرنے مین کسیقدر لیت و لعل کیا۔یہہ لیت و لعل ایک سازش کی وجہ سے تھا۔جو مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی جارہی تھی۔حضور نظام کو اسبات کا یقین دلایا گیا تھا کہ رزیڈنٹ چاہتے ہین کہ مدارالمہام معزول کردئے جائین۔جب حضور نے کرنل ڈیودسن سے اس بارے مین مشورہ کیا تو انہون نے اسکی ایسے سخت مخالفت کی کہ نظام بالکل متعجب ہوگئے۔اسوقت پر کہلا کہ کسی نے حضور کی غلط فہمایش کی تھی۔پھر اس سازش کے مرتکبون کا سراغ لگایا گیا۔اور حضور نظام اور مدارالمہام مین بالکل صلح ہوگئی۔ نظام نے سالار جنگ کو اپنی صفائی قلب کا یقین دلانے کے لئے بہت سے قیمتی تحائف مرحمت فرمائے اور اضلاع مذکور انکے سپرد کردئے تو سالار جنگ نے انکا ویساہی انتظام کیا جیسا انگریز کرتے تھے۔اوسکے بعد سنہ ۱۸۶۲ مین دوسری ایک سازش اوسی قسم کی مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی گئی لیکن اسکو بھی روک دیا گیا۔

سنہ ۱۸۶۷ کی آغاز مین نظام نے اپنے اور مدارالمہام کے درمیان ایلچی گری کے لئے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا تھا جو مدارالمہام کا جانی دشمن تھا اسلئے مدارالمہام نے اپنا استعفا پیش کردیا لیکن وہ استعفا منظور نہین ہوا اور بہت جلد مصالحت ہوگئی۔پھر حضور نظام نے ملکہ معظمہ کے طرف سے نیابتاً انہین ستارۂ ہند کا خطاب مرحمت فرمایا اور رزیڈنٹ سر جارج یول بھی اسیوقت اسی خطاب سے مخاطب ہوے۔

سنہ ۱۸۶۹ مین مدارالمہام ایک ہوادار مین سوار ہو کے حضور نظام کے دربار کو جارہے تھے اس ہوادار کے اطراف انکے جلو مین بہت سے ملازم تھے جب وہ ہوادار نظام کے محل کے قریب ایک تنگ گلی مین پہونچا تو ایک شخص نے ازدحام مین سے ان پر پیہم پستول کے دو فیر کئے۔پہلے فیر نے مدارالمہام کے ایک ملازم کو سخت مجروح کردیا جس سے وہ جان بر نہو سکا۔اور دوسرے فیر کی گولی سر سالار کی پگڑی کو چھوتی ہوئی ہوادار کو توڑ کے باہر نکل گئی اور دوسرے نوکر کو زخمی کردیا۔قاتل کو اسیوقت گرفتار کرلیا گیا اگر سالار جنگ اپنی بلند حوصلگی سے مانع نہوے ہوتے تو وہین اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردئے گئے ہوتے۔اس ہلڑ کے موقوف ہونے کے بعد وہ اطمینان کے ساتھہ حضور نظام کے دربار مین آئے اور اپنی معمولی جگہ پر متمکن ہوئے۔نظام کو پہلے ہی سے اس واقعہ کی خبر ہوچکی تھی انہون نے نہایت تپاک کے ساتھہ مدارالمہام کو انکے بال بال بچنے کی مبارک باددی۔مجرم شہر کے کوتوال کے سپرد ہوا اور مقدمہ کی تحقیقات کے بعد جو نہایت تحمل او بردباری کے ساتھہ عمل مین لائی گئی۔اسکی گردن اڑادی گئی۔ہرچند مدارالمہام نے چاہا کہ اسکی سزاے موت کو قید سے بدل دیا جائے لیکن حضور نظام نے نہین مانا۔اس واقع کے کوئی دو ہفتے بعد حضور نظام نے ایک اعلان جاری

گیا کہ سوائے سرکاری ملازمون کے کوئی شخص ہتیار لیکے باہر نہ نکلے اور اسکے ساتہہ یہ بہی ظاہر کردیا گیا کہ جو لوگ مسلح سپاہیون کو اپنے ساتہہ رکہتے ہین وہ انکے چال چلن کے ذمہ دار ہین اور ملازم سپاہی اسی وقت پر مسلح ہون جب وہ اپنے آقاؤن کی جلو مین باہر نکلین۔ سالارجنگ جیسے آپ راست باز اور وفادار تہے ویسے ہی دوسرے ملازمان ریاست کو بہی کیا چاہتے تہے اگر کبہی کسیکو اسکے خلاف پاتے تہے تو فوراً اسکو روکنے اور سزا دینے مین کوتاہی نہین کرتے تہے۔ چنانچہ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ ماہ نومبر سنہ ۱۸٦۸ مین محکمہ عدالت کے ایک اعلی عہدہ دار کو رشوت ستانی کے جرم مین دو برس قید کی سزا دیدی۔ اور دوسرے دو ججون کو جنہون نے اس سے چشم پوشی کی تہی عہدون سے برطرف کردیا۔ اور اسیطرح سے سرکاری خزانچی کو بہی جس نے امانت مین خیانت کی تہی معزول کرکے قید کردیا۔

جب نواب افضل الدولہ بہادر نظام دکہن نے سنہ ۱۸٦۹ کے ماہ فروری مین انتقال کیا تو اسوقت انکے فرزند حضور میر محبوب علی خان نامی کی عمر صرف دو برس کی تہی۔ لیکن اسیوقت وہ اپنے والد مرحوم کی جگہ پر نظام دکہن مشتہر کردئے گئے۔ لیکن اتنی کم سنی کی وجہ سے اس وقت اس بات کی ضرورت پائی گئی کہ حضور نظام جب تک عمر کو پہونچین تب تک تمشیت امور ریاست کے لئے انکے قایم مقام مقرر ہونے چاہئے۔ چنانچہ اسکے مطابق سرسالارجنگ اور نواب شمس الامرا بہادر دونون منتخب ہوے اور امور ریاست انکے حکم سے چلنے لگے لیکن کبہی کبہی اہم معاملات مین رزیڈنٹ کی بہی راے لیجاتی تہی۔ مدارالمہام ایک مرتبہ ویسراے کے مہمان ہوکر کلکتہ گئے ہوئے تہے جہان تمام اقوام کلکتہ نے نہایت تپاک کے ساتہہ انکا خیر مقدم کیا تہا۔ ۵ جنوری سنہ ۱۸۷۱ کو انہین رزیڈنٹ کے ذریعہ سے کے۔ جی۔ سی۔ ایس آئی کا خطاب دیاگیا۔ اسکے دوسرے سال ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۲ مین جبکہ لارڈ نارتہہ برک نے بمبئی مین دربار اعظم منعقد کیا تہا اس مین شریک ہونے کے لئے وہ بمبئی گئے تہے لارڈ نارتہہ بروک کا ارادہ تہا کہ بمبئی سے مراجعت کرتے وقت اورنگ آباد ایلورا کے غارون کا ملاحظہ کرین اسلئے سرسالار جنگ جشن دربار سے فارغ ہوکر ضروری انتظامات کے لئے اورنگ آباد گئے۔ اور سنہ ۱۸۷۵ مین پہر دوسرے دفعہ انہین کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا جہان سے وہ اسی سال کے جنوری مہینہ مین واپس آگئے۔

جب ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۵ مین حضور پرنس آف ویلز ہندوستان تشریف فرماہوے تہے تو سرسالارجنگ معہ اور امرائے حیدرآباد کے حضور نظام کی طرف سے وکالتاً ان کے خیر مقدم کے لئے بمبئی گئے تہے۔ پہلے تو تجویز تہی کہ خود حضور نظام تشریف لیجائین۔ لیکن بوجہ علالت طبع کے ڈاکٹرون نے رائے نہین دی اسلئے وہ تجویز رد ہوگئی۔ بمبئی مین حضور پرنس آف ویلز اور مدارالمہام مین تحایف وہدایا کا تبادلہ ہوا۔ پرنس آف ویلز نے اپنی طرف سے سالارجنگ کو جو تحفے دئے تہے وہ یہہ تہے۔ ایک تلوار چاندی کے قبضہ کی جس مین جواہر جڑے ہوئے تہے ایک سونے کی انگوٹہی۔ اور ایک سونے کا میڈل جسکے ایک طرف پرنس کی تصویر تہی اور دوسری طرف شترمرغ کے تین پر اور اسکے نیچے پرنس کا موٹو۔ اور تین قیمتی کتابین جن پر لال موراکو کی جلد تہی۔

جنوری سنہ ۱۸۷٦ مین اسٹار آف انڈیا کے چیاپٹر مین شریک ہونے کے لئے تیسرے مرتبہ انکا کلکتہ جانا ہوا۔ وہان سے واپس آنے کے بعد اسی مہینہ مین ایک امیر ڈیوک آف سدھرلینڈ نامی جو پرنس کے ہمراہیون مین تہے۔ حیدرآباد مین سرسالار جنگ کے مہمان ہوکر آئے اور ہنگام رخصت انہون نے سرسالارجنگ کو نہایت اصرار کے ساتہہ انگلنڈ مین اپنے مہمان ہونے کی دعوت دی انہون نے قبول کرلیا۔ اور اسی سال ماہ اپریل معہ اسٹاف کے روانۂ یوروپ ہوے۔

ہز اکسلنسی معہ اپنے خدم وحشم کے پانچوین مئی کو وارد اٹالیا ہوے اور چہٹہی کو وہان کے بادشاہ وکٹرامانیزئل سے محل کوئریذل مین درباری ملاقات کی۔ اور اوسکے بعد پادشاہ معزی الیہ نے انہین ایک تخلیہ کی ملاقات کا بہی عزاز بخشا اور نہایت تپاک کا اظہار فرمایا۔

روم کے پوپ کی بہی ملاقات سے مشرف ہوے جنہون نے اس حفاظت کے لئے جو نظام کی ریاست مین رومن کیتہولک لوگون کی کی جاتی ہے انکا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مین امید رکہتا ہون کہ ہمیشہ وہ لوگ اسیطرحسے آپکے زیر حفاظت امن مین رہینگے۔ اس کے بعد انہون نے فلارنس اور نیز دوسرے اٹالیا کے بڑے بڑے شہرون کی سیر کی۔

مئی کی ۱۳ وین کو داخل پیرس ہوکر گرینڈ ہوٹل مین فروکش ہوئے۔ لیکن اتفاق سے اسی رات کو زینہ پر سے انکا پیر پہسل گیا۔ اور ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اسلئے مجبوری کے ساتہہ چند روز انہین وہان توقف کرنا پڑا اور ١٦ مئی کو جیسے پہلے انتظام ہوچکا تہا داخل انگلنڈ نہوسکے جب انہین کسیقدر صحت حاصل ہوئی تو اواخر ماہ مئی مین وہ وہان سے روانہ ہوکر پہلی جون کو داخل انگلنڈ ہوے اور فوکسٹون کے بندر پر جب انکا جہاز پہونچا تو ڈیوک آف سدھرلینڈ انکے استقبال کے لئے جہاز پر آئے چونکہ سرسالارجنگ بوجہ ران کے صدمہ کے چل نہین سکتے تہے اس لئے سولجرون نے انہین ایک کرسی پر بٹہلا کے کنارے اوتارا۔ وہان انکی خیر مقدم کے لئے بہت سے معززین جمع تہے جن مین مارکوئیس آف توئیڈیل بہی شریک تہے لارڈ سدھرلینڈ نے انسے اور نیز دوسرے لوگون سے انکا تعارف کروایا اوسکے بعد فوکسٹون کے میئر

نے انکے خیر مقدم کا ایک ایڈریس پڑھا۔انگلنڈ مین تمام لوگون نے بڑی گرمجوشي اور تپاک سے انکي آؤ بھگت کي چنانچہ لنڈن کا ایک مشہور اخبار بیان کرتا ہے کہ ہمارا نیا مہمان وہ شخص ہے کہ جس نے ایسے نازک وقت مین جنوبي ہندوستان کو انگلنڈ کے لئے بچاے رکھا کہ جب ہماری سلطنت وہان متزلزل ہورہی تھي اور دہلی ہمارے قبضہ سے نکل گئی تھی۔اگر جنوبي ہندوستان مین بھي غدر برپا ہوگیا ہوتا تو ممکن تہا کہ ہم جان و مال کے اصراف کے ساتھ اسکو فرو تو کرسکتے۔ لیکن سرسالار جنگ نے ہماري بےحساب جانون اور بےحساب روپیہ کو تلف ہونے سے بچا لیا اگر انکی بےبہا خدمتون کي شکر گزاری کا کوئي عمدہ موقع ہوسکتا ہے تو وہ یہي ہے کہ اب وہ انگلنڈ آے ہوے ہین۔

۲۰ جون کو حضور پرنس آف ویلز نے سر سالار جنگ کي آنر مین ایک عظیم‌الشان جشن کیا جس مین وہان کے بڑے بڑے امرا اور بڑے بڑے مدبرین اور نیز ہندوستان کے قدیم افسر انکی ملاقات کے لئے مدعو تھے۔۲۱ جون کو آکسفورڈ مین انہین ڈی-سي-ایل کا خطاب دیا گیا۔ ۳ جولائی کو مارکوئیس آف سالسبری انہین ونڈسر کیسل کو اپنے ہمراہ لیگئے اور جناب ملکۂ معظمہ کي خدمت مین پیش کیا اسوقت سر سالار جنگ نے بطور فرمانبردار کے نذر پیش کي اور ملکۂ معظمہ نے ہاتھ لگا کے بھجوا دی انہون نے ملکۂ معظمہ کے ساتھ ڈنر نوش کیا اور رات ونڈسور کیسل ہی مین بسر کر کے صبح کو لنڈن واپس آئے۔ملکۂ معظمہ کي ڈنر پارٹی مین شہزادی بیٹرس شہزادۂ لیو پولڈ-مارکوئیس سالسبری اور انکي بیوی اور بعض دوسرے لوگ بھی شریک تھے۔۵ جولائی کو ایک شاہي بآل ہوا جس مین سرسالار جنگ معہ اپنے ہمراہیون کے موجود تھے۔ایسے مواقع پر دو شخص ہمیشہ انکی خدمت مین رہتے تھے ایک نظام یار جنگ اور دوسرے کپتان کلارک۔

٦ جون کو لارڈ سالسبری اور انکی بیوی نے انہین ایک ڈنر پارٹي دی اوردوسرے روز سرسالار جنگ نے حضور پرنس آف ویلز کي ضیافت کي۔

اس ضیافت مین پیشتر تناول طعام کے ایک دربار مشرقی قاعدے کے مطابق منعقد ہوا جسمین انہون نے حضور پرنس آف ویلز کو ایک سو ایک اشرفي نذر گذراني پرنس نے اسکو نہایت خوشی سے ہاتھ لگا کے بھجوادیا۔پیشتر اسکے کہ سر سالار جنگ ڈیوک آف سدرلینڈ کے مہمان ہوکر ترنتھام جائین ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کیطرف سے انکی تشریف آوری انگلنڈ پر ایک تہنیت نامہ دیا گیا جسمین انکی اس حکمت عملی اوراس وفاداری کے بیان کے ساتھ جو ایام غدر مین انہون نے برطانیہ اعظم کے ساتھ برتي تھی اونکی ادائگی خدمت مفوضہ کي نہایت تعریف کي گئی اور بیان کیا گیا کہ انکا نام بطور ایک مشہور و معروف دیسی مدارالمہام کے انکي اولاد مین ہمیشہ یادگار رہیگا۔

سالارجنگ نے نہایت موزون ومناسب الفاظ مین اسکا جواب دیا۔

مینچسٹر اور لیورپول والون نے بھی انہیں دعوت دی تھی۔لیکن بوجہ علالت کے وہ انکی دعوت قبول نہ کرسکے۔

ترنتھام ہال مین لارڈ سدرلینڈ کے ساتھ چندروز بسر کرنے کے بعد سر سالارجنگ ڈنروبن کیسل کو گئے۔جو لارڈ موصوف کا اسکاچ رزیڈنس ہے۔یہان بہت سے ڈیپوٹیشن اُنکے پیش کئے گئے۔

جولائی کی ۲۲ اور ۲۳ کو سر سالارجنگ نے ایک ڈنر پارٹي دی جسمین وہان کے مشہور ومعروف امرا مدعو تھے مثلاً تمام ڈیوک-تمام ہندوستان کے سابق ویسرائے تمام سفیران دول-اور کنٹربیری کے آرچ بشپ وغیرہ وغیرہ۔

جولائی کي ۲۵ کو گلڈہال مین کورٹ آف کامن کونسل کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمین ہز اکسلنسی کو شہر لنڈن کي اعزازی آزادی مرحمت کي گئی-اور ۲٦ کو مینچسٹر کا پریش اور مانچسٹر چیمبر آف کامرس کے ڈیپوٹیشنون نے انکی خدمت مین حاضر ہوکر نہایت محبت آمیز تہنیت نامہ پڑہے-اور اونہون نے بھي انہین ویساہي جواب دیا انگلنڈ مین دومہینون کي اقامت کے بعد وہ لنڈن سے ۳۱ جولاي کو پیرس روانہ ہوے حقیقت مین یوروپ کا سفر انکے اور انکے ہمراہیون کے لئے نہایت دلچسپ تہا۔انہون نے پیرس مین حتے قابل دید مقامات تھے انکا ملاحظہ کیا اور فرانس کي دارالسلطنت کے عجائبات سے وہ بھی ویسے ہي متعجب ہوے کہ جیسے دوسرے اجنبي لوگ ہوا کرتے ہین۔

۳ اگست کو سرسالارجنگ پیرس سے مونٹ سینس اور میلان ہوتے ہوے برنڈیسی کو روانہ ہوے-جہان سے ۸ کو آگبوٹ مین سوار ہوکر ۲۴ کو داخل بمبئی ہوے-انکا یہ سفر کل ساڑھے چار مہینون کا تہا۔

چونکہ وہ کامل طور پر تندرست نہین ہوئے تھے اسلئے جہاز کے ملاحون نے چیرز دیتے ہوئے انہین ہاتون ہاتھ کنارے پر اوتار دیا-اور اس چیرز مین آگبوٹ کے تمام مسافر بھی شریک تھے یہہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بمبئی کو آتے وقت اتفاقاً انکی آگبوٹ کا عبور ایک جنگی جہاز کے قریب سے ہوا اور جب جہازیونکو معلوم ہوا کہ اس مین سر سالارجنگ ہین تو تمام سواحیر اور سیلر بالائی حصون اور رسیون وغیرہ پر جمع ہوکے بڑے زورسے چلانے لگے کہ تین چیرز سالار جنگ کے لئے جو ہندوستان کا بچانے والا ہے-اور اسکے ساتھ ہورا کے ایسے نعرے بلند ہوے جو محض انگریزون ہی سے بلند ہوسکتے ہین۔

سر سالار جنگ ۲۵ کو حیدرآباد پہونچے۔ اور وہان کے لوگون نے بڑی دہوم دہام کے ساتہ انکا استقبال کیا ڈسمبر سنہ ۱۸۷۱ مین جبکہ دہلی مین شاہی دربار ہوا تو حضور نظام بہی وہان تشریف لیگئے تہے اور سر سالار جنگ معہ اور بہت سے امراے دکہن کے انکی خدمت مین موجود تہے —

سنہ ۱۸۸۲ کے موسم گرما مین مدارالمہام ریاست حیدرآباد مین بعض اصلاحات امور ریاست اور نیز حضور نظام کے سفر انگلنڈ کے انتظامات کی نسبت حضور ویسراے سے مشورت کرنے کے لئے چند روز کے واسطے شملہ گئے ہوئے تہے۔ یہ پہلاہی وقت تہا کہ سر سالار جنگ نے گورنمنٹ آف انڈیا کے موسم گرما کے ہیڈ کوارٹر کی سیاحت کی تہی اگرچہ وہ وہان ایک ہفتہ سے زیادہ نہین رہے لیکن اس کم مدت کی سیر و سیاحت کا انکے دل پر ایسا عمدہ اثر ہوا کہ جب لوگ انکی ملاقات کو جاتے تہے تو عندالتذکرہ وہ انہین وہان کے سفر کی ترغیب و تحریص دلانے سے چوکتے نہین تہے۔ شملہ مین ویسراے اور لیڈی رپن سے لیکے جتنے افسران ماتحت اور نیز دوسرے انگریز تہے وہ سب انکی راست بازی انکے چال چلن اور انکے عادات و اطوار سے نہایت ہی خوش تہے۔ جب وہ وہان سے روانہ ہوے تو انکے نئے دوستون کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا تہا۔

جنوری سنہ ۱۸۸۳ مین حضور نظام سر سالار جنگ کے ساتہ رایچور اور گلبرگہ کو جو مشہور تاریخی شہر ہین تشریف لیگئے۔ اور وہان سے اورنگ آباد ہوتے ہوئے جنوری کے اخیر مین وارد دارالریاست ہوے۔ اس مختصر دورے مین مدارالمہام نے حضور نظام کو ریاست کی آمدنی اور حکمرانی وغیرہ کی نسبت نہایت محنت و مشقت کے ساتہ بہت سی ضروری باتین معلوم کرائین جہان جہان وہ گئے۔ وہان کے حکام کو بلوا کے انکی زبانی ان اضلاع کا حال حضور نظام کی خدمت مین بیان کروایا۔

دارالریاست کو واپس آنے کے بعد وہ نظام کے سفر یورپ کے تہیہ مین نہایت مستعدی کے ساتہ مشغول ہوے اور ان امیرون اور ملازمون کی فہرست تیار کی جنہین ہمراہ لیجانا منظور تہا۔ اور مقرر کردیا کہ ٦ اپریل کو حضور بمبئی سے روانہ ہوکے چند ہفتہ اقلیم یورپ مین بسر کرنے کے بعد ۲۰ مئی کو انگلستان مین داخل ہونگے۔ غرض سب تیاریان ہوچکین اور صرف یہی باقی رہا کہ پی اینڈ او کمپنی کا آگبوٹ ہڈاسپس نامی کرایہ سے لین اور روانہ یورپ ہوکر حضور کو وہان کی خوب سیر و سیاحت کرائین کہ ایسے مین یکایک گُریال مین غُلہ اٹہا اور تمام حیدرآباد غریق رنج و الم شدید ہوگیا۔

اس افسوسناک کیفیت کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ۵ فروری کو نواب سر سالار جنگ اپنی حسب عادت خاصہ نوش کرکے محل مین واپس تشریف لائے تقریباً آدہی رات تک مصروف کاروبار رہکے بستر استراحت پر گئے۔ رات کے دو بجے کا عمل تہا کہ یکایک طبیعت بگڑ آی۔ اطبا حاضر ہوئے انہون نے تشخیص کرکے کہا کہ وبائے ہیضہ ہوگئی ہے۔ اوسوقت اونکی حالت کچہہ ایسی خوفناک نہین تہی اور یہی وجہ تہی کہ انکے دونو فرزند علی الصباح انہین دیکہکے چیتے کے شکار مین شریک ہونے کے لئے سرورنگر چلتے ہوگئے۔ آٹہوین تاریخ کو صبح کے نو ۹ یا دس ۱۰ بجے تہے کہ طبیعت بالکل خراب ہوگئی۔ لیکن انکا صبر و تحمل اسدرجہ بڑہا ہوا تہا کہ انہون نے اپنی بیماری کی سختی کو لوگون پر ظاہر ہونے ندیا اس شب انکے ہان ایک پارٹی ہونے والی تہی۔ جب لوگون نے انکی یہ حالت دیکہکر اسکے ملتوی کرنے کی اجازت چاہی تو تہوڑی دیرتک وہ راضی نہوے اور کہا کہ اگر مین اپنے مہمانون کا استقبال نہ کرسکونگا تو کیا ہوا میرے دونون بیٹے موجود ہین۔ غرض جیسے جیسے دن بڑہتا گیا انکی نقاہت بہی بڑہتی گئی اور آواز بہی بیٹہتی گئی۔ قریب ۱۱ بجے کے جب میجر پرسی گف کو معلوم ہوا کہ سالار جنگ نے ڈاکٹر بیومنٹ کو جو رزیڈنسی کا سرجن ہے بلوانے سے انکار کیا ہے تو وہ گہبرائے اور اسکو اپنی ذمہ داری پر ساتہ لیکے دوپہر کے وقت وہان آن پہونچے۔ تین پہر کو جب انکی علالت کی خبر تمام شہر مین عام ہوئی تو لوگون نے عیادت کے لئے آنا شروع کیا۔ تمام کمپاونڈ گاڑیون سے بہرگیا۔ پانچ ۵ بجے انکی زندگی کی امید بالکل منقطع ہوگئی اور شام کے سات پر پچیس ۲۵ منٹ کو وہ اس عالم فانی سے طرف عالم جاودانی کے انتقال کرگئے۔ اِنّ لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ کمپاونڈ اور کمپاونڈ کے باہر کے لوگون کو جب یہ خبر ہوئی تو پہلے تو وہ حیرت سمجہے لیکن جب انکے اقربا۔ احباب اور ملازمون کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو پہر سب کے سب رونے اور چلانے لگے۔ اور اسکے بعد بالکل سناٹا ہوگیا۔ سواے سسکیان بہرنے کے اور کوئی آواز نہین آتی تہی۔ جب انکے انتقال کی خبر شہر مین پہیلی تو کل زن و مرد ایسے زار زار رونے لگے کہ جیسے کوئی انکا قریب کا رشتہ دار مرگیا ہو۔ اور حقیقت مین انکا رونا کچہہ بیجا نہ تہا کیونکہ وہ انکے ساتہ ویسے ہی پیش آتے تہے۔

حضور نظام کو جب انکی علالت کی خبر پہونچی تو بے اختیار انکی تو آنکہون سے آنسو روان ہوگئے اور ایسے رونے لگے کہ کسی کے منائے نہین منتے تہے۔ اس شب کو شہر کا عجیب حال تہا۔ جن لوگون نے دیکہا ہے وہ بیان کرتے ہین کہ تمام شہر پر مُردنی چہائی ہوئی معلوم ہوتی تہی۔ تمام راستون پر سناٹا تہا نہ کسیکی آواز آتی تہی نہ کہین ہل چل پائی جاتی تہی کہین کہین بعض راہرو نظر آجاتے تہے۔ لیکن انکے چہرون پر ایسی یاس چہائی ہوئی تہی کہ دیکہنے سے رنج ہوتا تہا۔ غرض

وہ رات تمام اور اسکے بعد متصل کئی روز تک حیدرآباد غریق رنج و الم نظر آتا تھا۔ حالانکہ اس سے پیشتر بھی اکثر ایسے واقعات ہوا کئے۔ لیکن کبھی شہر اور باشندگان شہر کی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی۔ جو اُسوقت پر ہوئی۔ مدارالمہام مرحوم تیس ۳۰ سال تک ریاست حیدرآباد کے آسمان پر مثل آفتاب کے تابان و درخشان رہے۔ خدا انہیں مغفرت کرے۔ اُس حادثہ کے دوسرے روز صبح کو سکندرآباد اور بولارم کی انگریزی کنٹونمنٹ سے عزاداری کی توپین چھوٹنے لگیں۔

۹ تاریخ کی صبح کو انکی میت محل سے نکلی۔ جس جس راستے پر اسکا گذر ہوتا تھا وہاں ہزارہا آدمی دہاڑین مار مار کر رونے اور چلانے لگتے تھے۔ مکانوں کے بالاخانوں اور دریچوں مین عورتین کھڑی ہوئی سینہ زنی کرتی تھین۔ غرض کیا ہندو کیا مسلمان اور کیا دوسرے اقوام کے لوگ۔ کوئی ایسا نہین تھا جو زار زار نروتا تھا۔ خود حضور نظام بھی میت کو دیکھکے آہ وفغان کررہے تھے۔ میت کے آگے ہاتھیون پر خیرات تقسیم ہوتی جاتی تھی اور ساتھہ اسقدر جم غفیر تھا کہ جب میر مومن کے دائرے مین جو انکا موروثی قبرستان ہے میت پہونچی تو اسکے پیچھے ایک میل کے فاصلہ تک لوگونکا ازدحام تھا سب لوگ پیدل تھے اور اکثر برہنہ سر۔ جب ساڑھے دس ۱۰ بجے میت قبرستان پہونچی تو چدرگھاٹ سے عزاداری کی توپین چھوٹنے لگین۔ میت کو قبر مین اوتارنے کے وقت پھر ازسرنو شورِ فریاد وفغان بلند ہوا اور لوگونکی حالت پھر مارے رنج والم کے متغیر ہوگئی غرض دفن کے بعد فوجون نے قبر پر تین مرتبہ سلامی دی اور سب لوگ رخصت ہوگئے۔

حقیقت مین جب سے کہ انگریزی حکومت ہندوستان مین قایم ہوئی سرسالار جنگ کا سا اعلیٰ درجہ کا مدبر اور اعلیٰ درجہ کا عقلمند ہندوستان مین کبھی پیدا نہین ہوا۔ انہون نے اپنی کارروائی کے ابتدائی زمانہ مین برٹش گورنمنٹ کی ایسے نازک وقت پر جبکہ وہ بالکل معرض خطر مین پڑی ہوئی تھی نہایت عمدہ خدمتین کی تھین۔ اور ساتھ ہی اسکے اونہون نے اپنے ہموطنون مین ایسا اعتبار اور ایسی ہردلعزیزی حاصل کی تھی جو انکے زمانہ مین کسی دیسی مدبر کو نصیب نہین ہوئی اونکی قایم مزاجی۔ انکی حکمرانی انکا استقلال انکی دانائی اور انکی لیاقت نے کل مشکلات کو انکے سامنے سے ہٹادیا ورنہ وہ مشکلین ایسی تھین کہ ایک کم ہمت آدمی کبھی انپر غالب نہین آسکتا تھا۔ انہون نے جو ترقی کی وہ انکے پیشتر حیدرآباد کے کسی مدارالمہام کو نصیب نہین ہوئی تھی۔ ملکۂ معظمہ کے وہ ایک نہایت وفادار اور خیرخواہ دوست تھے اسلئے انگریز بھی انکے نام کی کچھہ کم عزت نہین کرینگے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ دکن کی ریاست جسکے وہ مدارالمہام تھے اگر امن و امان مین رہسکتی ہے۔ تو وہ انگریزی حکومت ہی کے وجہ سے رہسکتی ہے اسلئے وہ چاہتے تھے کہ اسکو کسی طرحکا نقصان نہ پہنچے۔ وہ انگریزی علوم پر بخوبی حاوی تھے مغربی رسم ورواج اور مشرقی خیالات سے انہین پوری آگاہی تھی۔ وہ ایک عالم شخص تھے اور اپنی حین حیات تک جیسے وہ اپنے مذہب کے پابند رہے ویسے ہی وہ اپنے وطن کے خیرخواہ رہے۔ حیدرآباد چاہے اُسوقت پر ذی لیاقت مدبرون پر کتناہی فخر کیون نہ کرے۔ لیکن وہ نہین نہین بلکہ کل مشرقی ممالک۔ ایسے شخص کے پیدا ہونے کی امید نہین رکھہ سکتے جو سرسالار جنگ اعظم پر فراست و دانائی و سیاست و حکمرانی مین گوئے سبقت لیجا سکے۔

سرسالار جنگ اعظم کے دو لڑکے اور دو لڑکیان تھین لیکن افسوس ہے کہ انکے بعد انکے دونون لڑکونکا انتقال ہوگیا۔ اس انتقال کی وجہ سے اُن لوگون کو سخت صدمہ پہونچا جو اوس مدبر اعظم کے دوست تھے اور آرزومند تھے کہ اسکی اولاد دنیا مین سرسبز ہو اور اپنے باپ کی سخت محنتون کے نتیجہ سے فائدہ اٹھائے۔ بہرحال اب انکے ایک پوتے آٹھہ سال کی عمر کے ہین جنکا نام میر یوسف علی ہے۔ یہ سرسالار جنگ ثانی کے فرزند ہین جو اپنے باپ کے بعد سنہ ۱۸۸۴ مین حضور نظام کی مسند نشینی کے ساتھہ مدارالمہام ریاست مقرر ہوئے تھے۔

امرای اعظام

نواب سر خورشید جاہ بہادر کے-سی-آئی-ای

THAIG JUNG SHUMS-UL-OOMRAO AMIR-I-KUBIR
SIR KHOORSHEED JAH K.C.I.E.

هز اکسلنسی ابوالخیر خان تیغ جنگ خورشید الدوله خورشید الملک خورشید الامرا شمس الدوله شمس الملک شمس الامرا امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر کی-سی-آئی-ای

هز اکسلنسي نواب سر خورشید جاہ بہادر-کے-سی آئی-ای- هز ہائنس مرحوم و مغفور سکندر جاہ کے نواسے اور هز ہائنس مرحوم ناصرالدولہ کے بھانجے ہیں--کہتے ہیں کہ نواب ناصرالدولہ اپنے بھانجے سے بڑي محبت رکھتے تھے-کیونکہ عالم طفلی میں سرخورشید جاہ بڑے تیز طبع اور بڑے ہونہار مشہور تھے-ابھی عمر بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ نواب ناصرالدولہ نے انہیں تیغ جنگ اور ابوالفخر محمد فخرالدین کے خطاب مرحمت فرمائے-

جبکہ هز ہائنس افضل الدولہ موجودہ حضور نظام کے والد ماجد تخت پر رونق افروز ہوے تو نوجوان تیغ جنگ نے انکا بھی دل اپني طرف گرویدہ کرالیا-نواب صاحب موصوف نے نوجوان شہزادے کے ایک خاص اعزاز دینے کي غرض سے اپنی سب سے بڑی اور پیاری بیٹی عقد نکاح میں دی-اور خطاب خورشیدالدولہ خورشیدالملک خورشیدالامرا خورشید جاہ انہیں مرحمت فرمائی-یہہ خطابات انہیں سنہ ۱۸۵۹ء میں دئیے گئے-یہہ بات قابل یاد داشت ہے کہ خطاب جاہ خاص حضور نظام کے خاندان کا خطاب ہے-اور خاندان شاہی کے علاوہ شاذ ہی کسی کو دیا جاتا ہے-سر خورشید جاہ کے آبا و اجداد میں سے کسی کو یہہ خطاب نہیں ملا-اور علی الخصوص یاد رکھنے کے قابل یہہ ہی کہ یہہ بڑے سے بڑا خطاب انکے والد اور چچا کے حین حیات انہیں دیا گیا تھا-لیکن اسپر موقوف نہیں-نواب افضل الدولہ نے انہیں نشان ماہی مراتب دیکر انکا اعزاز اور بھی بڑھا دیا-یہہ نشان ان دنوں میں صرف نشان شاہی سمجھا جاتا تھا-اور ساتھہ اسکے بہت سے اختیارات رکھتا تھا-

سر خورشید جاہ اپنی جوانی میں نہایت حسین جوان تھے-اور جوں جوں انکی عمر بڑھتی گئی یوں یوں انکا چہرہ اور تزک اور آثار بزرگی نمایاں ہوتے گئی کیونکہ فی الحال بھي انکے چہرے پر بزرگی اور امارت برستی ہے-ایسا خیال کیا گیا ہے کہ نواب افضل الدولہ نے انہیں خورشید جاہ کا خطاب صرف خانداني لحاظ اور تیزئی طبع کے لئے نہیں دیا تھا بلکہ انکے حسن خداداد کے باعث مرحمت کیا تھا-

سر خورشید جاہ اپنے دادا کے لاڈلے تھے اور جو اثر اس امر نے اپنے پوتے پر ڈالا ہے اوس سے ہر طرح انکی عادات و اطوار کي درستگی ہوئی-اور نتیجہ یہہ ہوا کہ انکا طرز معاشرت بہت سادہ سیدھا اور عادات و اطوار نہایت مہذب اور شایستہ ہوگئے-انہیں علم کا بہت شوق پیدا ہوا کہ جو اور دولت مند اور صاحب ثروت نوجوانوں میں کم پایا جاتا ہے-

باوجود بے انتہا دولت اور طرح طرحکی دلکو ورغلانے اور پھانسنے والی چیزوں سے گھرے ہوے ہونیکے-بالخصوص ایسے وقت پر کہ جوش جواني اور عقل کو ایک دوسرے سے کچھہ سروکار ہی نہو سر خورشید جاہ کا اپني طبیعت پر قابو رکھنا اور اپنے وقت کو سنجیدہ اور لایق امور زندگاني میں مشغول کرنا اور تحصیل علم میں روکنا قابل تحسین و آفریں ہے-انکے مصاحب بہت تھوڑے لیکن نہایت منتخب تھے-اور اکثر وہ عمر رسیدہ شخصوں کي صحبت کو ترجیح دیتے تھے-وہ ہمیشہ اپنے دادا کے ساتھہ امور انتظام میں شریک رہا کرتے تھے--اور جو عادت اسوقت میں انکی طبیعت کے اندر پڑی ہوئی ہے اوس سے اب انہیں کام کرنیمیں بڑا مزا ملتا ہے-اور صبح سے شام تک کام میں مشغول رہیں تو بھی انکو بالکل تکان معلوم نہیں ہوتی ہے-

سر خورشید جاہ کو سیر و سیاحت کا بڑا شوق ہے اور شاید یہہ نتیجہ انکی کامل تاریخی مہارت کا ہی-- انہون نے ان ایام مین سفر کئے ہوے ہین کہ جب ریلوے کا نام بہي ہندوستان مین نہ تہا- اور شاذ ہی ایسا تاریخي دلچسپی رکہنے والا مقام ہوگا کہ جو انہون نے نہ دیکہا ہو- انہون نے تمام بڑے بڑے شہر دکن ممالک متوسطہ اور گجرات کے دیکہے ہین بلکہ سرحدي مقامات مثلاً کوویٹا-- سیبی اور چمن تک سفر کرچکے ہین- سفر مین انہین ایک خاص دلچسپی ہے اور اسمین کسی طرحکے خرچ اور تکلیف کو انہون نے اٹہا نہین رکہا--

چونکہ سر خورشید جاہ کو بذات خود تواریخ بیني کا بڑا شوق ہے اسلئے انہون نے ہندوستان کي ایک تاریخ اردو مین لکہی ہے- جسمین حیدرآباد کا مخصوص ذکر ہے-- پہلے پہل تو یہہ کتاب صرف دوست آشناؤن مین تقسیم کرنے کے لئے طبع کرائي گئی تہي-- لیکن بعد ازآن اسکا انگریزي مین ترجمہ ہوا ہی اور شاید چند روز مین علمی دنیا اس کو ملاحظہ کریگي--

حضور ملکہ معظمہ کي گولڈن جوبلی کے موقع پر یعنے سنہ ۱۸۸۷ مین سر خورشید جاہ کو نائٹ کمانڈر آف دہي موسٹ ایمینٹ آرڈر آف دہی انڈین ایمپائر بنایا گیا جسکي سند مسٹر ہاول رزیڈنٹ حیدرآباد نے انہین عطا کي-- اس سند کو دیتے ہوئے صاحب موصوف نے انہین مورخ اور سفرتہ کہکر مخاطب کیا-- کوئی مشہور انگریز مسافر حیدرآباد سے کسی نہ کسی طرح انکي مہمانداری کا حظ اٹہائے سوا ہي نہین گیا-- لیکن انہون نے کبہی اپني دولت کا نمایشي برتاو نہین کیا-- کیونکہ یہہ مشہور بات ہي کہ سر خورشید جاہ فضول خرچ نہین ہین-- اور بیجا اور فضول نمائش انہین پسند خاطر نہین--

بعد انتقال سرسالار جنگ اول کے جبکہ حضور نظام ہنوز عمر بلوغ کو نہ پہنچے تہے تو سر خورشید جاہ انتظام امور سلطنت مین شریک ہوے اور پیشکار متوفی مہاراجہ نرندر پرشاد رکن اول سالار جنگ ثاني رکن دوم و سکریٹرئی بورڈ کے ساتہہ یہہ بہي ممبر کاونسل مقرر ہوے اس عرصہ مین چاندا ریلوے کي تجویز کي انہون نے بڑے زور مین تائید کي-- اور گورنمنٹ ہند نے اس مشکل معاملے مین بورڈ کي کارروائي کي بڑی تعریف کي-

حسب معمول صرف امور اہم مین کہ جب بہبودئي سلطنت مین فرق آتا ہو سر خورشید جاہ امور انتظام سلطنت مین اپنی راے دیتے تہے- سر سالار جنگ اول کي وفات پر جبکہ انکے جانشین کا معاملہ سخت مباحث مین آپڑا تہا- اور بہت سے امیدوار میدان مین قدم رکہہ چکے تہے- سر خورشید جاہ نے بڑي گرم جوشي سے سالار جنگ ثاني کے تقرر کي نسبت اپني راے دي تہي کہ وہي وزیر اعظم مقرر ہون- لیکن ساتہہ اسکے یہہ بہي کہا تہا کہ چونکہ ابہي سالار جنگ نوجوان ہین اسلئے امور انتظام مین پیشکار مہاراجہ نرندر پرشاد- نواب بشیرالدولہ اور نواب وقارالامرا شریک رہین- اور اس رائے پر بہت درجہ عمل کیا گیا-

سر خورشید جاہ کا خاص شغل اپني جاگیرون کا انتظام ہي-- اسمین انہین اپنے فرزند ظفر جنگ شمس الملک سے بڑی مدد ملتی رہتي ہے- جنکے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لایق باپ کا لایق بیٹا ہي- سر خورشید جاہ کو اپنی رعایا پر کل اختیارات حاصل ہین-- اور بالکل عدالت نظام کے زیر تحکم نہین-- اپنے جوڈیشیل اور دوسرے ذمہ دار افسرون کو منتخب کرنیمین وہ بہت احتیاط کرتے ہین-- اور جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ انکی کار پردازي معمول سے بڑہکر ہے-- جب اپني جاگیرون کے انتظام سے فارغ ہوتے ہین تو خانگي امور کي طرف اپنی توجہہ مبذول کرکے بالتفصیل انہین ملاحظہ فرماتے ہین-- مالي امور مین انہین بڑا درک ہے-- وہ مستقل مزاج-- چالاک اور کوشان ہین-- لیکن ساتہہ ہي اسکے رکیک القلب اور طبیعت مین انصاف اور ترحم بڑا ہوا ہي-- انکي عمر شریف ستاون سال سے تجاوز کرچکي ہے-- لیکن ہنوز جواني کي چستي و چالاکي موجود ہے-- وہ مزاج کے بہت سخي ہین اور پبلک انسٹیٹیوشنون اور غربا کي حالت کو درستگي پر لانے سے بڑی دلچسپی رکہتے ہین- سنہ ۱۸۹۷ع مین جبکہ حیدرآباد مین قحط سالي پہیلي ہوئی تہي تو تیس ہزار روپیہ کي جواری منگواکر غربائے شہر اور اپنے جاگیرات کے غربا مین ہر روز تقسیم کرتے تہے-- وہ بہت بڑي بڑي رقمین سخاوت کے کامون مین خرچ کرتے ہین-- لیکن انکي سخاوت ہمیشہ بر موقع ہوا کرتي ہے--

سر خورشید جاہ مذہب کے بڑے پابند ہین لیکن انکے مزاج مین کسي طرح کا تعصب نہین-- وہ کل بني نوع انسان کو اپنا ہمسر جانتے ہین اور کل مذاہب کے لوگون کو یکسان گنتے ہین-- چونکہ امیر ابن امیر ہین اسلئے اپنے حق تولید کو کبہي نہین بہولتے اور جہان جاتے ہین لوگ انسے بڑے ادب کے ساتہہ پیش آتے ہین-- بطور یک شہزادے اور بزرگ خاندان امارت کے کہ جسکے مورث اعلیٰ نے نواب آصف جاہ کو اپنی سلطنت دکہن مین قایم کرنیکے اندر قابل قدر اعانت و مدد کي تہي-- نواب تیغ جنگ شمس الامرا امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر-- کے- سي- آئي- اي- سلطنت حیدرآباد مین ایک بہت اعلیٰ مقام رکہتے ہین-- اور اپنے علم- تجربہ اور ذاتی رعب و داب کے باعث موجودہ مسلمان امرا کا ایک عمدہ اور سچا نمونہ ہین--

نواب شہاب جنگ ـ افتخار الملک وزیر پولیس و تعمیرات عامہ

نواب فاخر الملک بہادر وزیر صیغۂ عدالت و وزیر امور عامہ

نواب برقرار جنگ آصف یارالملک بہادر

۴۶

نواب نظام یار جنگ خان خانان بہادر

۴۷

نواب ظفر جنگ شمس الملک بہادر

نواب محمد رفیع الدین خان ظفر جنگ
صمصام الدولہ شمس الملک بہادر
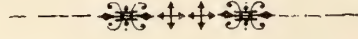
نواب ممدوح نواب سر خورشید جاہ بہادر کے-سی-آئی-ای امیر کبیر پنجم کے دوسرے فرزند اور وارث جابر حقوق وخطابات خاندان شمس الامرا ہین-یہہ خاندان جس سے انہین تعلق ہے-امرائے حیدرآباد مین اول درجہ رکہتا ہے-کیونکہ نظامان دکہن کے ساتہہ قرابت قریبہ سے ملا ہوا ہے-

نواب ظفر جنگ کہ جس نام سے وہ مشہور ہین-سنہ ۱۸۶۵ ع مین تولد ہوے تہے-وہ حضور نواب افضل الدولہ مرحوم کے نواسے ہین اور حضور نظام صاحب علی خان بہادر کے بہانجے-

جسم کي خوبصورتی اور عمدہ ڈیل ڈول کي وجہ سے کہ جس سے مرد کا حسن ظاہر ہوتا ہے-قدرت نے انہین مالامال کردیا ہے-سر خورشید جاہ نے جب اپنے پیارے بیٹے کي خوبیون اور دماغی قوت کي پختگی کو ملاحظہ فرمایا تو نہایت خوش ہوے-اور انکی امیدین پوری ہوچکین-کیونکہ نوجوان میرزادہ نے عرصۂ قلیل مین فارسی اور عربی مین ایسی لیاقت بہم پہنچائی-کہ جس سے انکے استاد شفیق اور والد ماجد دونون کو خوشی حاصل ہوی-علی الخصوص انہین شعر گوئي اور تواریخ سے نہایت دلچسپی ہے-اور انکا تمام خیال نامی مصنفون کي تحریرات پر عادت ہونیکے لئے رجوع رہتا ہے-نواب ظفر جنگ کي انگریزی تعلیم حضور نواب کے ساتہہ ہي ساتہہ کپتان جان کلارک کے ماتحت شروع ہوئی-جنہین خاص اسی کام پر سرسالار جنگ اول نے مقرر کیا تہا-

حضور نظام اور نواب ظفر جنگ کي صحبت پہلے پہل سنہ ۱۸۸۵ع مین چہٹی-جبکہ نواب صاحب انگلنڈ تشریف لے گئے-وہان انہین ملکۂ معظمہ کے سکنڈ لائف گارڈس کے افسرون مین ایسی گہری دوستی اور ملاقات ہوگئی کہ افسران مذکور نے انکو قواعد نیزہ بازی تلوار پہیرنا بندوق مارنا اور گہوڑے کي سواری سکہلائی-

نواب ظفر جنگ کي شاہی خاندان سے شناسائی کرائی گئی اور جناب ملکۂ معظمہ کي خدمت مین بہی باریابي ہوئي-قریب ۱۶ مہینے انگلنڈ مین تہرے اور بعد ازآن بہمراہی مسٹر اے-بی اسٹیونز سکریٹری-مسٹر-سید محمود اے-ڈی-کان اور ایک دستہ ہندوستانی ملازمون کا لیکر یورپ کي سیر کي-اس سیاحت مین انہون نے فرانس-بلجیم-جرمنی آسٹریا-اٹالیا اور دوسرے ممالک دیکہے اور ہرہر ملک کے عمایدین اور سربرآوردہ لوگون سے ملاقاتین کین-

جب نواب موصوف یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہین اپنے والد ماجد کے ماتحت امور سلطنت کے کام پر مقرر کیا گیا تا کہ تجربہ حاصل کرین-چند برسون مین ضروری چیزون مین عمدہ مہارت پیدا کرلی-اور اس بات کے لئے پورے پورے لایق ہوگئے کہ اپنے والد کي متعدد جاگیرون اور گانونکا انتظام اور بندوبست کرسکین-جب کہ نواب خورشید جاہ بہادر نے یہہ دیکہا تو پاگاہ فوج اور کئی ایک دیوانی صیغونکا بندوبست اور انتظام انکے حوالے کردیا-

نواب ظفر جنگ سنہ ۱۸۸۷ع مین پہر انگلنڈ تشریف لے گئے-اس وقت حضور نظام نے ملکۂ معظمہ کي جیوبلی کے موقع پر انہین اپنا نائب بناکر بہیجا-ملکۂ معظمہ کي تمام لیوییون مین نواب موصوف شریک تہے-اور ملکہ نے نہایت عزت سے انکا استقبال کیا-وقت مراجعت ہزرایل ہائنس ڈیوک آف کناٹ انکے ہم سفر تہے-جنسے اثنائے سفر مین گہری دوستی ہوگئی تہی-

بمبئی مین آکر دونون اسی ٹرین مین سوار ہوکر پونا تشریف لے گئے جو ڈیوک ممدوح کا منزل مقصود تہا-پونا ریلوے اسٹیشن پر نواب ظفر جنگ کے اور ڈیوک کے درمیان تا دیر گفتگو رہی اور پہر بڑی گرم جوشی کے ساتہہ آپس مین رخصت ہو نواب حیدرآباد روانہ ہوے-

سنہ ۱۸۸۷ع مین ملکۂ معظمہ نے نواب صاحب کو ایک تمغہ اور سنہ ۱۸۹۷ع مین ایک کلاسپ عطا کیا-پہلا گولڈن جیوبلی کي اور دوسرا ڈائمنڈ جیوبلی کي یادگار مین-نواب ظفر جنگ بہی اپنے والد ماجد کي طرح سفر کرنے اور تاریخی دلچسپی رکہنے والی جگہون کو دیکہنے کا بڑا شوق رکہتے ہین-اور ہر کام کو نہایت عمدگی کے ساتہہ کرتے ہین-لیکن باوجود اسکے ریا-اور خود بینی کو بالکل کام نہین فرمایا-انمین شہزادگی کي خصوصیت ہے وہ یہہ کہ انصاف کے ساتہہ رحم دلی-

نواب نامور جنگ سلطان الملک بہادر

نواب عسکر جنگ مشیرالملک بہادر

نواب عسکر جنگ آفتاب الدولہ مشیر الملک بہادر

خاندان نواب مشیر الملک ایک مشہور اور قدیم خاندان ہے۔اس خاندان کے بانی سید محمد علی خان رضوی اولاد پیغمبر سے تھے۔ایک وقت میں وہ شہر تبریز ملک فارس میں وزیر اعظم تھے۔انکے دو فرزند تھے سید مظفر علی خان رضوی اور سید طاہر علی خان رضوی۔عادل شاہی پادشاہوں کے زمانہمیں بیجاپور گئے جہاں وہ وزیر اعظم ہوے۔انہوں نے نواب اسد علی خان بہادر کی دختر فاطمہ بیگم سے شادی کی جسسے انہیں دو فرزند ہوے بڑے سید مظفر علی خان معروف بہ ولی صاحب ایک ولی تھے۔وہ سادگی اور معصومیت مجسم تھے اور فی الحقیقت انکا لقب انکے لایق تھا بلکہ اسم بامسمی تھے۔چھوٹے فرزند سید محمد علی خان عرف سید محمد خان نقد تھے۔نقد کا لقب انہیں اسلئے دیا گیا تھا کہ اپنے خدمتگاروں کو تنخواہ ماہانہ دینے کے عوض پندرہ پندرہ دن سے دیا کرتے تھے۔انہوں نے ام البتول عرف خیرالنسا ہمشیرۂ قلعدار بیگن پلی سے شادی کی اور یہی باعث ہوا کہ قلعہ بیگن پلی وراثت خاندان میں داخل ہوگیا۔پہر قلعہ انکو پادشاہ مغلیہ نے دیا تھا اور ابتک وہ خاندان سید محمد علی خان کے قبضہ تصرف میں ہے۔انکے دو فرزند ہوے۔نواب سید حسین علی خان اور نواب میر اسد علی خان۔پہلے فرزند داخل ملازمت ٹیپو سلطان ہوے اور وہاں عہدۂ بخشی گری افواج پر پہنچے۔ٹیپو سلطان نے نواب صاحب کے اعلی خاندان اور عمدہ خدمات کے لئے بلند اور معزز خدمتیں انہیں انکی حین حیات تک دیا کیں۔انکے انتقال سے ٹیپو سلطان کو اتنا صدمہ پہنچا کہ انہوں نے انکے چھوٹے بھائی میر اسد علی خان کو لکہہ بہیجا کہ اگر انکے خاندان میں کوئی شخص ہو تو اسے روانہ کریں تاکہ انکی خدمت اسے دیجائے لیکن میر اسد علی خان نے اس درخواست پر عمل درآمد کرنا مناسب نہ جانا۔عہد حکومت آصف جاہ ثانی میں جبکہ نواب غلام سعید خان ارسطو جاہ وزیر اعظم تھے تو میر اسد علی اپنے تین بھتیجے غلام علی خان منصور الدولہ۔احمد علی خان اور مصطفی علی خان شاہ یارالملک کو ہمراہ لیکر حیدرآباد گئے جہاں انہیں پادشاہ سے باریابی ہوی۔اور ایک رسالہ کا کمان اور خطاب مظفرالملک حاصل کیا۔عرصۂ قلیل میں انہوں نے اپنے آپکو پونا کے آرو پنڈت دہان والے کے مقابلہ میں لڑائی کے اندر مشہور کیا۔حضور نظام نے نواب مظفرالملک کو سغتاش اور آفتاب گیری دونوں مرحمت فرمائے۔جو ابتک انکی اولاد میں نسلاً بعد نسلاً چلے آتے ہیں۔ان عمدہ اور قابل تعریف خدمتوں کا نتیجہ یہہ ہوا کہ انہیں باون لاکہہ روپیہ سالانہ کی جاگیریں مرحمت ہوئیں۔ان جاگیروں میں تعلقہ ایلچپور۔آوسا۔آرکی۔ناندور اور چیتاپور شامل تھے۔ان میں سے تعلقہ چیتاپور و ناندور ابتک اس خاندان کے قبضہ میں ہیں۔

نواب مصطفی علی خان بہادر شاہ یارالملک مظفرالملک کے بھتیجے نے مالی میان صاحب عرف سیف الملک بن ارسطو جاہ کی دختر سے شادی کی۔اس موقع پر جو نسبت کہ خاندان ارسطو جاہ و خاندان حضور نظام کے درمیان ہے اسکا بیان بیجا نہوگا۔ارسطو جاہ کے ایک فرزند سیف الملک اور دو دختریں تہیں۔بڑی لڑکی کی شادی سکندر جاہ شاہ دکہن سے ہوئی تھی۔اور چہوٹی لڑکی نواب شاہ یارالملک کو دی گئی تہی۔اسطرح پادشاہ اور شاہ یارالملک دونو ہم زلف ہوے۔چہوٹی بہن کے دو فرزند ہوے نواب رونق علی خان شاہ یارالملک اور نواب عباس علی خان۔نواب رونق علی خان کے جدی جدی بیبیوں سے دو فرزند اور ایک دختر ہوی۔بڑے کا نام نواب میر مہدی علی خان شمشیر جنگ اور چہوٹے کا نام نواب میر حسین علی خان امداد جنگ تھا۔نواب عباس علی خان کی شادی دریادگیر کے نواب مرشد قلی خان کی دختر مہرالنسا بیگم سے ہوی۔یہہ نواب میر مصطفی علی خان بہادر عسکر جنگ آفتاب الدولہ مشیر الملک کی والدۂ ماجدہ تہیں۔انکے والد نواب میر عباس علی خان کا انتقال اٹہائیس برس کی عمر میں ہوا۔اسوقت نواب مشیر الملک صرف دو یا تین مہینے کے تھے۔نواب مشیر الملک کے ایک ہی فرزند ہے نواب میر جعفر علی خان بہادر جنکی عمر فی الحال آٹہہ برس کی ہے۔

نواب شہنواز خان شجاع السلطنت بہادر

انتظام سلطنت

ضابطہ

حضور نظام کی گورنمنٹ کا موجودہ انتظام سنہ ۱۸۹۳ سے آغاز ہوتا ہے۔سنہ مذکور مین اعلیحضرت نے ایک قانونچہ کے ذریعہ سے اپنی رعایا کو انتظام حکومت کی بہت سی تبدیلیون سے اطلاع دی تہی انمین سے ایک جو نہایت عمدہ اور ضروری تہی وہ کونسل آف اسٹیٹ کی موقوفی تہی۔یہ کونسل ایک ایسا جلسہ تہا جس مین ایگزیکٹو اور لجسلیٹو دونون کارروائیان ہوتی تہین۔لیکن اسکا اجتماع شاذ ونادر ہی ہوا کرتا تہا۔اس لئے اسکی جگہ پر دو جدا جدا کونسل مقرر کئے گئے جنمین ایک کیابنٹ کونسل ہے اور دوسرا لجسلیٹو کونسل۔کیابنٹ کونسل کارگذاریون کے لئے اور لجسلیٹو کونسل وضع قوانین کے لئے۔ کیابنٹ کونسل مین مدارالمہام پیشکار اور معین المہامان ریاست ہین۔اس کونسل مین انتظام کارگذاری و حکمرانی کے ضروری مسائل اور وہ امور جن مین مدارالمہام اور دوسرے ڈپارٹمنٹون کے اعلی افسرون کے درمیان اختلاف ہوتا ہے وہ واسطے تصفیہ کے اس مین پیش ہوتے ہین۔اور لجسلیٹو کونسل مین سرکاری عہدے دار اور غیر عہدے دار دونون شامل ہین۔اسکے پریسیڈنٹ مدارالمہام ہین۔اور انکی عدم موجودگی مین وہ عہدے دار کہ جسکے ڈپارٹمنٹ کا مسئلہ اُس وقت بحث کے لئے پیش ہو پریسیڈنٹ ہوتا ہے۔حیدرآباد کی تاریخ مین یہ پہلا ہی وقت ہے کہ غیر سرکاری ممبرون کو کونسل مین راے دینے کی اجازت ملی ہے جس سے تمام رعایا نہایت خوش ہے۔

بالفعل اسی جدید انتظام کے مطابق ریاست حیدرآباد مین کارروائی ہورہی ہے۔کونسل مین جو چہہ غیر سرکاری ممبر داخل ہین۔انمین دو جاگیردار۔دو پہلے درجہ کے وکیل۔ اور دو تاجر ہین۔جاگیرداروں اور وکیلونکو انہین کے طبقہ کے لوگون نے منتخب کیا ہے۔لیکن تاجرون کو مدارالمہام نے۔

عام تجویز کے مطابق جو اصل مین شایع ہوئی ایک وزیر محکمہ مال کا ہونا لازم تہا لیکن بعد مین یہ تجویز بدل دیگئی۔اور مالگذاری کے انسپکٹر جنرل کے عہدے کو موقوف کرکے اسکے لئے ایک جدا محکمہ قایم کیا گیا جسکو رویِنیو بورڈ کہتے ہین۔اس محکمہ مین دو عہدے دار مقرر ہوئے۔

اور اسیطرحسے پولٹیکل سکریٹری کا دفتربھی برخاست کیا گیا اور اب کل چہہ سکریٹری ہین۔فینانشیل اور رویِنیو (مالگذاری) پبلک ورکس (محکمہ تعمیرات) ملیٹری (فوجی) پرائیویٹ سکریٹری۔دفتر ملکی۔اور جوڈیشیل۔پولیس۔اور جنرل یہ تینون آخرالذکر محکمونکا ایک سکریٹری ہے۔

دوسری جو تبدیلیان واقع ہوین وہ یا تو جدید انتظامات کے متعلق تہین یا بعد مین سونچی گئین۔چیف انجنیر کا دفتر سکریٹریٹ سے علیحدہ کرکے اسپر ایک افسر بنام سکریٹری پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ مقرر کیا گیا۔اور ریلوے اور معادن بہی اسکے تفویض کئے گئے۔جوڈیشیل پولیس اور جنرل سکریٹری کے ساتہہ ایک قانونی صلاح کار مقرر ہوا۔آبکاری اسٹامپ اور رجسٹریشن کے انسپکٹر جنرل اور نیز کاشتکاری اور تجارت کے ڈائرکٹر کا عہدہ برخاست کیا گیا۔اور عارضی طور پر کامپٹرولر جنرل آف اکاؤنٹنس مقرر ہوا۔

مدارالمہام۔کیبینیٹ کونسل۔پیشکار۔اور معین المہامون کے اختیارات کی نسبت قوانین شایع ہوئے۔

مدارالمہام اور دوسرے سکٹریان ڈپارٹمنٹ مین جو کام تقسیم ہین انکی تفصیل ذیل مین درج ہے۔

مدارالمہام کے ذمہ مالگذاری۔اسٹامپ۔ٹکسال۔ڈاک خانہ۔باقاعدہ افواج اور پائگاہ کی نگرانی ہے۔

پیشکار کے ذمہ بیقاعدہ اور امپیریل سروس فوجین ہین۔

وزیر محکمہ عدالت اور پبلک معاملات کے متعلق عدالتین۔ جیلخانے۔رجسٹریشن۔میڈیکل (طبی) اور مذہبی انسٹیٹیوشنون اور کورٹ آف وارڈ کا انتظام ہے۔

پولیس کے سکریٹری کے متعلق پولیس کا۔اور محکمہ تعمیرات کے سکریٹری کے متعلق پبلک ورکس اور ریلوے و معادن۔محکمہ صفائی اور حفظان صحت کا انتظام ہے۔

طرز حکمرانی

محصول اراضی۔رویِنیو بورڈ مین تین ممبر ہین۔جو مدارالمہام کے ماتحت تمام محصولات کے صیغون پر اختیارات رکہتے ہین۔

انتظام کارگذاری کے لئے ملک کو چار صوبون اور پندرہ اضلاع مین تقسیم کیا گیا ہے جنکے ماتحت ایک عملداری ہے۔ ہر ایک صوبہ مین ایک صوبہ دار رہتا ہے جو برٹش انڈیا کے کمشنر کے برابر ہے۔اور اوس صوبہ کا ہر ایک صیغہ کم وبیش اسکے

زیر حکومت ہے۔ ہر ایک ضلع میں ایک تعلقدار اول مقرر ہے جو برٹش انڈیا کے کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر کے برابر ہے۔ ان عہدہ داروں کے ماتحت اونکے مددگار ہیں جنہیں دوم و سوم تعلقدار کہتے ہیں۔ ہر ایک تعلقہ یا ضلع میں ایک تحصیلدار ہے۔ اور علاقہ کی پانچ پانچ پٹیوں میں ایک ایک نائب تحصیلدار۔ محکمۂ مال کی قوت اسطرح پر ہے۔ ۴ صوبہ دار ۔ ۱۵ اول تعلقدار۔ ایک عملدار۔ ۲۴ دوم تعلقدار۔ ۳۸ سوم تعلقدار۔ ۱۰۳ تحصیلدار۔ اور ۵ نائب تحصیلدار۔

محکمۂ بندوبست و پیمایش پر ایک کمشنر ہے۔ جسکے ماتحت ۴ مہتمم ۱۷ مددگار مہتمم۔ اور ۱۷ معین مددگار ہیں۔

محکمۂ انعام پر ایک کمشنر اور اسکے ماتحت دو ڈپٹی کمشنر ہیں۔

محکمۂ جنگلات ایک محافظ کے زیر انتظام ہے جسکو کنزرویٹر کہتے ہیں۔ اور اسکے چار مددگار ہیں۔

محکمۂ پرمٹ یعنی کروڑگیری میں ایک کمشنر اور چار ڈپٹی کمشنر ہیں۔

محکمۂ مالگذاری میں ایک کامپٹرولر جنرل اور ایک اکونٹنٹ جنرل ہے۔ اکونٹنٹ جنرل کے متعلق اس محکمہ کی تمام کارگذاری ہے۔

عدالتی صیغہ ہائیکورٹ کے زیر حکم ہے جس میں ایک چیف جج اور پانچ ماتحت جج ہیں۔

ضلع کی پولیس اور جیلخانوں پر ایک انسپکٹر جنرل معین ہے۔

شہر کی پولیس ایک کمشنر کے ماتحت ہے جسکو کوتوال شہر کہتے ہیں۔

محکمۂ تعلیمات میں ایک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن اور اسکے ماتحت پانچ انسپکٹر ہیں۔ جنمیں سے ایک ہیڈ کوارٹر یعنی صدر میں رہتا ہے اور چار۔ چار صوبوں میں۔

محکمۂ اسٹامپ و ٹکسال پر ایک ناظر یا سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہے۔

محکمۂ پوسٹ ایک پوسٹ ماسٹر جنرل کے زیر انتظام ہے۔

محکمۂ طبی یعنی میڈیکل ڈپارٹمنٹ معہ اوسکی کل شاخوں کے۔ ریزیڈنسی سرجن کے متعلق ہے۔

محکمۂ تعمیرات کی دو شاخیں ہیں۔ ایک عام تعمیرات کی۔ اور دوسری آب پاشی کی۔ اور ہر ایک پر ایک ایک چیف انجنیر مقرر ہے۔

ریلوے اور معادن پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے سکرٹری کے تفویض ہیں۔ لیکن اسکے متعلق جو اہم معاملات ہوتے ہیں انہیں مدارالمہام ریلوے اور معادن کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے پیش کرتے ہیں جس میں حسب ذیل ممبر داخل ہیں۔

محکمہ مال کا اعلیٰ ممبر (صدر نشین) جوڈیشل۔ پولیس۔ اور جنرل ڈپارٹمنٹ کا سکرٹری۔ چیف انجنیر و آڈیٹر محکمہ تعمیرات۔

حضور نظام کی گورنمنٹ کے اصول عملی طور پر بالکل ہندوستان کی برٹش گورنمنٹ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اونکی آمدنی اور اخراجات کا انتظام نہایت صاف اور دانشمندانہ مسلسل طریقہ پر ہے۔ اور ہر ایک محکمہ میں حسب مذکورۂ بالا ایک ایک عہدہ دار مقرر ہے جو دارالریاست میں رہتا ہے۔ حیدرآباد کی سی ایک وسیع اور مختلف آبادی کی ریاست کے انتظامات ایسے پیچیدہ ہیں کہ جب تک انہیں مفصل بیان نکیا جائے تب تک انکا سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ اس لئے ہم اسکی تقسیم اور اسکے انتظامات کو عقلی طور پر بیان کیا چاہتے ہیں۔ اس ملک کی وسعت ۔ ۸۲۶۹۸ مربع میل ہے۔ اور اسکے تین بڑے بڑے حصے ہیں۔ (۱) خالصہ (۲) صرف خاص (۳) جاگیرات۔ خالصہ وہ زمین ہے کہ جسکی آمدنی بلاواسطہ گورنمنٹ کو وصول ہوتی ہے۔ اور وہ گورنمنٹ ہی کے زیر حکومت ہے۔ صرف خاص وہ زمین ہے جو خاص حضور نظام سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسکی آمدنی انکے صرف میں آتی ہے۔ اور جاگیرات وہ زمینیں ہیں جو لوگونکو دیگئی ہیں۔ اسکی چار قسمیں ہیں ایک وہ جو موروثی ہیں۔ اور پشت در پشت چلی آتی ہیں۔ دوسری وہ جو لوگوں کو انکی پرورش کے لئے دیگئی ہیں۔ اور تیسری وہ جو امیروں کو انکے متعلق سرکاری فوجونکے اخراجات کے لئے دیگئی ہیں۔ اور چوتھی وہ جو ریاست پر احسانات کرنے کے عوض لوگوں کو بخشی گئی ہیں۔

یہ ریاست جن صوبوں اور اضلاع میں منقسم ہے اسکا نقشہ معہ تعداد صوبوں تعلقوں اور قصبوں کے ذیل میں دیا گیا ہے۔ جس میں صرف خاص کی زمین بھی شامل ہے۔

صوبے	اضلاع	وسعت	تعلقے	قصبات
اورنگ آباد	اورنگ آباد	۵۸۶۳ مربع میل	۸	۱۸۶۳
	بیڑ	۴۱۳۰ ,,	۶	۹۱۱
	پربھنی	۴۶۴۹ ,,	۶	۱۳۰۲
	ناندیڑ	۳۳۳۷ ,,	۷	۱۱۱۵
گلبرگہ	گلبرگہ	۳۹۹۸ مربع میل	۷	۱۰۵۰
	رائچور	۳۶۶۱ ,,	۶	۹۷۳
	لنگ سگر	۴۹۰۷ ,,	۶	۱۱۰۳
	نلدرگ ..	۲۴۷۵ ,,	۳	۵۳۹

صوبے	اضلاع	وسعت	تعلقے	قصبات
بیدر	بیدر	۳۸۶۵ مربع میل	۶	۸۳۰
	اندور	۴۸۲۲ ,,	۱۰	۱۲۴۸
	میدک	۲۹۹۸ ,,	۶	۵۴۶
	الگندل	۷۰۹۵ ,,	۹	۱۶۹-
	سرپور ٹانڈور	۵۰۲۹ ..	۳	۱۸۳۳
ورنگل	ورنگل	۹۷۲۷ مربع میل	۱۰	۱۷۲۰
	نلگنڈہ	۴۱۱۸ ,,	۵	۱۰۱۴
	محبوب نگر	۶۴۴۴ ,,	۱۰	۱۳۸-

انتظام اراضي۔ریاست کي آمدني کے چہہ ۶ طریقے ہین۔ (۱) محصول اراضی رعیت واڑی (۲) سربستہ (۳) پیش کش (۴) میوؤنکے درخت (۵) چرائی (۶) متفرق۔

مساحت و بندوبست۔انتظام کے سہولیت کے لئے مساحت کے چار حصے ہین۔یعنے حیدرآباد۔اندور۔میدک۔اور ورنگل۔ اِن حصون مین اکثر کہیتون کي پیمایش ترتیب اور اصلاح کي ضرورت واقع ہواکرتي ہے۔

انعام۔محکمہ انعام مین ایک کمشنر مقرر ہے جو صدر مین رہتا ہے۔اور اسکے ماتحت ہرایک صوبہ مین ایک ایک ڈیپوٹي کمشنر مقرر ہے۔انعام کے مقدمات کي تحقیقات تیس سال کے پیشتر شروع ہوئی تہي۔اور یہ کام اضلاع کے تحصیلدارون کے سپرد ہوا تہا۔لیکن اب اسکے لئے ایک باقاعدہ محکمہ مقرر ہوا ہے۔

آبکاري ۔(ضلع کي آبکاري) سوائے حیدرآباد۔سکندرآباد۔ اور بولارم کے برٹش کنٹونمنٹ کے۔اضلاع کي آبکاری کا نیلام ہوتا ہے۔اور اقرار نامونکے مطابق جنکی مدت تین سال سے دس سال تک ہوتي ہے اِجارا دیا جاتا ہے۔آبکاری کي آمدني کے ذرایع۔دیسي۔شراب۔تاڑي۔اور مہووا کے پہول ہین۔دیسی شراب بنانے کا وہی قدیم طریقہ جاري ہے۔ جو اب متروک ہے۔اوسکے بنانے کا اجارہ نیلام مین تہوڑے سے یا بہت سے اضلاع کو ایک ساتہہ دیا جاتا ہے۔نہ گورنمنٹ کي طرف سے اوسکی مقدار معین ہے۔اور نہ اسکے کہینچنے پر کسی قسم کا انحصار ہے۔لیکن وہان گورنمنٹ کے افسر۔دکانون اور بہٹیون کي تعداد معین کرتے ہین۔

شہر کي آبکاري ۔شہر کي آبکاری کا ضلع شہر کے چارون طرف چہہ چہہ میل کي وسعت مین ہے۔لیکن سکندرآباد اور بولارم کے انگریزی کنٹونمنٹ انسے علٰحدہ ہین۔چند روز ہوئے ان دونون کنٹونمنٹ کے اطراف دو میل کي وسعت شہر کے حدود سے خارج ہوکر کنٹونمنٹ مین شامل ہوگئی۔شہر پناہ کي دیوار کے اندر کسی قسم کي شراب یا تاڑي کے دوکان کي اجازت نہین ہے۔لیکن شہر کے نواح مین بہت سی دکانین اور بہٹیان ہین۔سکندرآباد اور بولارم کنٹونمنٹ کي آبکاری کا انتظام نظام گورنمنٹ کے زیر حکومت ہے۔شراب کي بہٹیون کا اجارہ دیاجاتا ہے۔ جس سے دکاندارونکو دیسي شرابین فروخت کے لئے ملتی ہین۔اور وہ انہین کم سے کم مقرری قیمت پر بیچنے کے لئے مجبور کئے جاتے ہین۔

افیم۔حضور نظام کے ملک مین استعمال کے لئے کل افیم مالوے سے آتی ہے جس پر سینکڑا دس ۱۰ ٹکے محصول لیاجاتا ہے۔سنہ ۱۳۰۳ فصلی (سنہ ۱۸۹۴) مین جو اخیر سرکاری رپورٹ شایع ہوی تہي اس سے ظاہر ہوا تہا کہ ۲۹۳ صندوق اندور سے یہان آئے۔اُنمین سے ہرایک صندوق مین ۱۷ سیر افیم تہی۔یہ درآمد بہ نسبت سالہاے گذشتہ کے بہت کم تہی۔کیونکہ یہان پہلے سے افیم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تہا۔سنہ ۱۸۹۴ مین شاہی افیم کي کمیشن کا ارادہ تہا کہ حیدرآباد کو بہي جائے۔لیکن پہر وہ ارادہ فسخ ہوگیا اور حیدرآباد سے کمیشن مذکور مین شہادت دینے کے لئے ایک ڈپیوٹیشن بمبئي آیا تہا۔

جنگلات۔سرکاری جنگلات کا انتظام ۲۷ سال سے ایک خاص محکمہ کے ماتحت تہا اور اس محکمہ کي حکومت صرف نو قسم کے جہاڑون پر جہان جہان وہ گورنمنٹ کي اراضی پر واقع ہین محدود تہی۔اور دوسری قسم کا جہاڑ لوکل مالگذاری کے افسرون کے سپرد تہے۔اس ریاست مین کہین ایندہن کي حفاظت نہین کي جاتی۔اِلّا دہارور کے۔ جوواڑے اور حیدرآباد لائن کے درمیان واقع ہے۔البتہ وہان کچہ تہوڑا سا ایندہن محفوظ رہتا ہے۔

چُنگی۔یا کڑوڑگیری۔حیدرآباد مین تمام مال درآمد و برآمد پر اسکی قیمت کے مطابق سینکڑا پانچ ٹکے محصول چنگي لیاجاتا ہے۔خواہ وہ خود حضور نظام کے ملک کا ہو یا باہر کا۔یہ پانچ ٹکے اس عہد نامہ کے مطابق ہین جو گورنمنٹ نظام اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا تہا۔کبہی اس سے زیادہ محصول نہین لیا جاتا۔لیکن چاندی اس سے مستثني ہے۔اسمین اسکی قیمت کے مطابق کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسکا محصول سینکڑہ دس روپیہ ہوگیاتہا۔ لیکن پہر پانچ کردیا گیا۔نظام گورنمنٹ نے اس کي کمی و بیشي اپنے اختیار مین رکہی ہے۔اناج اور نیز دوسري چہوٹی چہوٹي چیزین جو شہر مین آتی ہین وہ محصول سے مستثني ہین۔اور اسیطرحسے بہت سے امرا۔منصب دار اور افسران گورنمنٹ محصول چنگی سے مستثني ہین۔اور علاوہ اسکے جو کچہ اسباب برٹش کنٹونمنٹ کي فوج کے لئے آتاہے اسپر بہي محصول نہین لیا جاتا۔محکمہ پرمٹ مین کل ۵۱۱۹ آدمي ہین۔جن مین کمشنر۔ ۴ ڈپیوٹي کمشنر۔۹ سوپرنٹنڈنٹ۔۱۱ سردار داروغہ ۲۴ امین۔۴۸ داروغے۔ ۳۰۰۵ سپاہی۔اور دوسرے محرر و متصدی ہین۔

حفاظت جاگیرات۔سابق مین جاگیرات کي حفاظت حضور نظام کے خاص اختیار مین تہی۔لیکن بعد مین وہ وزیر محکمہ عدالت کے سپرد کردی گئي جسکے ماتحت ایک سوپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈز ہے۔جو اسکا انتظام کرتا

ہے - اور اسکا ہیڈ کوارٹر حیدرآباد میں ہے - سر سالارجنگ مرحوم کی جاگیرات اس انتظام میں شامل نہیں - بلکہ وہ خاص حضور نظام کے زیرنگرانی ہیں - اور اسپر ریاست کا ایک اول تعلقدار مقرر ہے - کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام ۳۰ جاگیرات ہیں - جنمیں سے سولہ کی آمدنی سالانہ پانچ پانچ ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہے - اورباقی کے چودہ کی اُس سے کم - اُن جاگیرونمیں جو اضلاع میں واقع ہیں معمولی طورپر تعلقدار ہیں لیکن بعضوں میں انکے خاص منتظم ہیں - جو بلاخط راست کورٹ آف وارڈز کے سوپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ہیں - اُنہیں تعلق داروں سے کوئی سروکار نہیں - ان جاگیرونسے جو آمدنی ہوتی ہے - وہ پہلے ضلع کے خزانہ میں امانت رکھی جاتی ہے - اوربعد اسکے معمولی اخراجات منہا ہونے کے حیدرآباد کے خزانہ کو روانہ کردی جاتی ہے -

---

کونسل واضع آئین وقوانین

ایک مدت سے حضور نظام کی گورنمنٹ کا خیال ایک باقاعدہ قانون سازی کی طرف رجوع تھا - چنانچہ سرسالار جنگ اول مختلف صیغوں کی اصلاحات کے وقت اُسکی ضرورت کے قائل ہوگئے تھے - کہ کارروائی کے انتظام کے لئے ریاست میں مختصر عملی قوانین کا ہونا لازمی ہے - اس لئے انہوں نے چاہا تھا کہ مجموعہ تعزیرات ہند ومجموعۂ ضوابط فوجداری کے مطابق جو برٹش انڈیا میں مروج ہے ریاست حیدرآباد کے لئے بھی قوانین تیارکریں - اوراس بارے میں بہت سی کوشش کی گئی - لیکن کامیابی کی صورت نظر نہ آئی - چنانچہ سنہ ۱۸۷۰ منتخب مسلمان وکیلوں کی ایک کمیٹی اس قسم کے قوانین وضوابط تیار کرنے کے لئے مقرر ہوئی - لیکن اس نے برٹش مجموعۂ ضوابط فوجداری کا فارسی میں جواسوقت سرکاری زبان تھی کسیقدر ترجمہ کرکے چھوڑ دیا - پھرسنہ ۱۸۷۵ میں شمالی ہندوستان سے ایک مسلمان وکیل اس کام کے لئے بلوایا گیا جس نے ایک - یا دو - چھوٹے چھوٹے سے قوانین تیار کئے لیکن مجموعۂ تعزیرات کے تیار کرنے میں وہ بھی ناکام رہا - اس لئے بعد میں دوسرے چار مسلمان جو سرکاری عہدیدار تھے اوسکے ساتھ شریک کئے گئے - تو انہوں نے بہت سے قوانین اور گشتیان مدنی و مدنی علیہ کے ذاتی قوانین کے متعلق تیارکیں - جو اسوقت تک جاری ہیں - لیکن وہ بھی ویسا مجموعہ تیار نکرسکے - اس لئے انگلنڈ کے تعلیم یافتہ وکیلونکی طرف توجہ مبذول ہوئی - مسٹر ٹریور اور مسٹر محمود مقرر ہوئے - لیکن چونکہ یہ دونوں وہان کی لوکل حالتوں - اور ضرورتوں سے بالکل ناواقف تھے اسلئے اونکے تقرر سے کوئی فائدہ مترتب نہوا - حضور نظام کی مسند نشینی کے بعد پھر اس بارے میں کوششیں کی گئیں اور کونسل آف اسٹیٹ کو جس میں بڑے بڑے امرائے ریاست معہ حضور نظام کے شریک تھے بدل کے بہت جلد

لجسلیٹو کونسل بنا دیا گیا - اور اسکے غور وفکر کے لئے قوانین کے مسودے تیار کرنے کو ججوں کی ایک کمیٹی قائم ہوئی - جس نے ملک کے لئے ایسے ضوابط و قوانین تیار کئے کہ جنکی اشد ضرورت تھی - اور انکی ترویج کے لئے حضور نظام اور کونسل آف اسٹیٹ دونوں کی منظوری لیگئی - یہہ قوانین ابتک جاری ہیں - دوسرا اہم اور بڑا کام جو کونسل آف اسٹیٹ نے کیا وہ حد بندی کے قانون کی تیاری تھی - جو چند سال بعد قانونچۂ محبوبیہ کے نام سے جاری کیا گیا - اور اسیطرحسے روہیلوں کے اخراج کے لئے ایک خاص قانون کی ترتیب عمل میں آئی - جس سے ملک کو بہت فائدہ پہونچا - ورنہ روہیلوں سے لوگونکو سخت تکلیف پہونچتی تھی -

میونسپال اور لوکل محصولات کے جمع کرنے کی نسبت بھی قوانین پاس ہوکر عمل میں لائے گئے - چونکہ ججوں کی کمیٹی کو اسقدر فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ علاوہ اپنے فرایض منصبی کے اس کام کو بھی انجام دے سکیں - اس لئے سر آسمان جاہ کی مدارالمہامی میں کونسل آف اسٹیٹ موقوف ہوگئی -

سنہ ۱۸۹۰ میں ایک قانونی کمیشن مقرر ہوئی - جسکے پریسیڈنٹ ہائیکورٹ کے ایک ماتحت جج مولوی اقبال علی نامی تھے - اور ممبر نواب فتح نواز جنگ بہادر - اور اسکے تنخواہ دار سکرٹری سید محمد علی نامی - اور ایک خاص محکمہ اس کمیشن کے متعلق کیا گیا - اور پریسیڈنٹ کو حکم ہوا کہ حضور نظام کے ملک میں دورہ کر کے اپنی نگرانی کی ایک یاد داشت اس کمیشن میں پیش کریں - اور کمیشن کو ہدایت ہوئی کہ تمام ضروری قوانین کے مسودے تیار کرے - تا کہ انکا ایک مجموعہ بنایا جائے اور نیز ان مسوّدوں کے ساتھ ان قوانین کی تشریح کی رپورٹیں بھی موجود ہوں - جو بالفعل مروج ہیں - اور ان رپورٹوں میں موجودہ قوانین کے نقصانات کا بیان اور انکے رفع کرنے کے عمدہ طریقے دکھلائے جائیں - اور ہائیکورٹ کے خیال میں اگر کوئی عمدہ قوانین ہوں تو انسے کمیشن کو اطلاع دی جائے - اور نیز نئے قوانین یا موجودہ قوانین میں اگر کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتلائی جائے اور علاوہ اسکے دوسرے عہدہ داروں کو بھی حکم ہوا کہ موجودہ قوانین میں ضروری اصلاحوں کی نسبت جو انکی رائے ہو اس سے کمیشن کو آگاہ کریں - اس حکم کی تعمیل میں بعض رائیں زبردست افسروں کی کمیشن کو بھیجی گئیں اور ان پر وقتاً فوقتاً غور کیا گیا - کمیشن مذکورکے پریسیڈنٹ کو انکی معمولی خدمات نے دورہ کی مہلت نہیں دی - اس لئے قرار دیا گیا کہ اسکا سکرٹری ضروری قوانین کے مسودے تیار کرکے کمیشن میں پیش کرے - لیکن سید محمد علی نے اس کارروائی کو شروع کرنے کے بعد بہت جلد استعفا دیدیا - اور انکی جگہ پر

شہر کے عدالت دیواني کے جج راے حکم چند۔ایم۔اے اوس کمیشن کے ممبر اور سکرٹري مقرر ہوئے۔

تعزیرات ضوابط فوجداری پروبیٹ ایکٹ۔اور حدبندي کے قوانین کي ترمیمات کے مکمل مسودے تیار کئے گئے۔ کورٹ فیس کا ایکٹ۔بنایا گیا۔اور جن مقدمات میں گورنمنٹ مدعي ہو انکے قوانین بھي تیار ہوئے۔اور علاوہ اسکے دوسرے قوانین میں بھي کم و بیش ترقي ہوئي۔

لیکن ان مسودون پر غور کرنے کے لئے قانونی کمیشن کا اجلاس نہوا۔اس لئے حضور نظام کو خیال ہوا کہ اس کارروائي کو با قاعدہ طور پر جاري کرنے کے لئے ایک لجسلیٹو کونسل مقرر کي جائے۔چنانچہ ۲۲ جنوري سنہ ۱۸۹۳ کو سرکاري قانونچہ کا دوسرا حصہ جس مین حضور نظام کا فرمان بہ نسبت انعقاد لجسلیٹو کونسل کے درج تہا شائع ہوا۔ اوس قانونچہ مین۔مرقوم الذیل عہدہ دارون کو شراکت کا حکم تہا (۱) چیف جسٹس (۲) ہائیکورٹ کا ایک چہوٹا جج (۳) مالگذاری کا انسپکٹر جنرل (۴) ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (۵) پولیس کا انسپکٹر جنرل اور (٦) محکمۂ مال کا سکرٹري۔

کونسل کي کارروائي کے لئے قانونچہ مین جو قوانین مندرج تہے وہ حسب ذیل پاس ہوگئے۔

ہر ایک صیغہ کے لئے قوانین تیار کئے جائین مندرجہ تجویز کے مطابق۔

ہر ایک صیغہ کا افسر اپنے صیغہ کے لئے قوانین تیار کرکے جوڈیشیل سکرٹری کے پاس روانہ کریگا۔اور جوڈیشیل سکرٹري کو لازم ہوگا کہ انپر غور و تامل کرکے انہین گورنمنٹ گزٹ مین شایع کرے۔اور ریاست کے تمام افسرون کو نوٹس دیوے۔اور اُنسے عام لوگون کو مطلع کرے کہ وہ انکے متعلق اپني راے لکہکے لجسلیٹو کونسل مین انکے پیش ہونے کي مقررہ تاریخ سے پہلے اسکے دفتر مین بہیجدین۔علاوہ اسکے جوڈیشیل سکرٹری تمام موصولہ رایون کا ایک مجموعہ تیار کریگا اور اپنے مددگارون کو حکم دیگا کہ انپر کامل غور و فکر کرنے کے بعد معہ نقل قوانین کے انہین لجسلیٹو کونسل مین پیش کرین اور اگر انمین کچہ تبدیلیان منظور ہون تو جوڈیشیل سکرٹری انکے اخیر فیصلہ کي تاریخ مقرر کر کے پبلک کو اطلاع دیگا۔

اس کارروائي کے لئے ایک کونسل مقرر ہوئي جسکا نام لجسلیٹو کونسل ہوگا۔اوس مین مرقومہ الذیل اراکین ہونگے۔اور وہ مہینہ مین دو مرتبہ اجلاس کریگا۔اس کونسل کا سکریٹری لجسلیٹو شاخ مین جوڈیشیل سکرٹری کا مددگار ہوگا۔اور جس ڈپارٹمنٹ کے لئے قوانین تیار ہون اس ڈپارٹمنٹ کا سکرٹری اسوقت اُن قوانین کو تیار کرنے کے لئے کونسل کا ایک ایکس افیشیو ممبر ہوگا۔ اور اِس کا پریسیڈنٹ اس اجلاس مین وہ معین المہام ہوگا کہ جسکے ڈپارٹمنٹ کے متعلق قوانین تیار کئے جاتے ہون۔اس کونسل کي کارروائي مدارالمہام کي منظوری کے ساتہہ ہمارے سکرٹری کے پاس ہماری اجازت حاصل کرنے کے لئے بہیجي جائیگي۔اور پہر وہ قوانین سرکاری گزٹ مین شائع ہونگے۔اور انکي ایک ایک نقل اس ڈپارٹمنٹ کے کہ جسکے لئے وہ قوانین تیار ہون ہر ایک افسر کو بہیجي جائیگي اور انکی عام فروخت کي اجازت دیجائیگي۔

اسطرحسے جو لجسلیٹو کونسل مقرر ہوئي اسکا اجلاس صرف تین مرتبہ نواب فخرالملک بہادر کے جو جوڈیشیل سکرٹری ہین زیر صدارت ہوا۔لیکن اسمین کوئی کارروائی نہین ہوئي۔اسوجہ سے اسکي کارروائي کے لئے تفصیلي قوانین کي ضرورت درپیش ہوئي۔ہائیکورٹ کے ماتحت ججون نے اون قوانین کے مسودے کو تیار کرکے کونسل مین پیش کیا۔چونکہ انمین بعض باتین حضور نظام کے احکام کے مطابق نہین تہین اس لئے کونسل نے انہین حضور نظام کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا۔

موجودہ مدارالمہام کے تقرر کے بعد حضور نظام کو پہر خیال ہوا کہ اپنی رعایا کي بہتري کے لئے ایسے قوانین تیار کئے جائین کہ جن سے بلا لحاظ مذہب و ملت کے ہر شخص کي نسبت خواہ وہ اعلاي ہو یا ادناي بغیر تعصب و طرفداری کے عدل و انصاف عمل مین لایا جائے۔اور یہ خیال یہان تک پختہ ہوا کہ مدارالمہام کے مشورے سے ایک اعلان تیار ہوکر شائع ہوا۔جسکے روسے ایک بالکل جدید پایہ پر لجسلیٹو کونسل کي بنیاد قایم ہوئي اور اسکي ترتیب یون قرار پائي۔مدارالمہام اسکے پریسیڈنٹ۔اور جس ڈپارٹمنٹ کے متعلق قوانین پیش ہون اوسکے معین المہام وائس پریسیڈنٹ۔تین اِکس افیشیو ممبر۔اور چہہ غیر سرکاری ممبر۔جنہین مدارالمہام نے منتخب کیا ہو۔

یہ جدید انتظام اس لئے زیادہ قابل تعریف ہے کہ اس مین پہلے پہل ان لوگون کے وکیلون کو اس مین شریک ہوکے رائے دینے کا حق حاصل ہوا جنکے لئے وہ تیار کئے جائین۔ اگرچہ یہ حق بالکل محدود تہا لیکن عملي طور پر اس سے زیادہ نہین ہوسکتا تہا۔

جاگیر دارون اور زمیندارون کو ایک طبقہ مین داخل کرکے انہین اپنے مین سے دو ممبرون کے انتخاب کي اجازت دیگئي۔اور ہائیکورٹ کے وکیلون کو اپنے دو ممبرون کے انتخاب کي۔اور باقی غیر سرکاری ممبرونمین جو دورہے انہین مدارالمہام نے منتخب کیا۔

جاگیر دارون اور زمیندارونکي طرف سے پہلے پہل نواب علي یاورالدولہ اور میر ناصرحسین خان منتخب ہوے۔ ہائیکورٹ کے وکیلون نے مولوی محمد زمان خان اور میر قمرالدین کو انتخاب کیا۔

او رمدارالمہام نے سیٹھہ بہگونداس کو تاجرون مین سے اور خان بہادرشیخ حسام الدین کو پبلک کي طرف سے **نامزد**

فرمایا- کونسل مین چیف جسٹس کی اعانت کے لئے مرقوم الذیل چہہ عہدہ دار مقرر کئے گئے- (۱) نواب اعظم یار جنگ بہادر فینانشل سکرٹری- (۲) شمس العلما سید علی بلگرامی- بی- اے- ایل- ایل- بی سکرٹری محکمہ تعمیرات (۳) اے- جے- ڈنلاپ- رونیو بورڈ کے ممبر اعلی- (۴) مولوی نظام الدین حسن خان ماتحت جج ہائیکورٹ- (۵) راے حکم چند- ایم- اے- شہر کے محکمہ دیوانی کے چیف جج-

یہ کونسل پہلی مرتبہ ٦ مئی سنہ ۱۸۹۴ع کو مدارالمہام کے زیر صدارت منعقد ہوئی جنہون نے اپنے افتتاحی اڈریس مین ممبران کونسل کو سرکار کی طرف سے مرحمت کی ہوئی عزت پر زور دیکے کہا کہ آپلوگونکو وضع قوانین کا اختیار دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ آپ اپنا پورا پورا خیال اس اہم اور ضروری کام کی طرف رجوع کرینگے اور مین جہان تک مجھسے ہوسکے آپ صاحبون کو اعانت دینے مین کوتاہی نہین کرونگا-

عدل گستری

حضور نظام کی ریاست مین جن اصول پر عدالتی انتظامات مبنی ہین انکی تفصیل یہ ہے-

دارالریاست مین علاوہ ہائیکورٹ کے چار محکمہ ہین (۱) محکمہ دار القضا (۲) شہر کا دیوانی محکمہ (۳) شہر کا فوجداری محکمہ (۴) الرقع بلدہ- ہائیکورٹ مین ایک چیف جسٹس ہے اور پانچ ماتحت جج اور علاوہ انکے ایک مفتی- اور تین محکمہ عدالت مین- پہلا اوریجنل بنچ- دوسرا ڈویژنل بنچ- اور تیسرا فل بنچ- اوریجنل بنچ مین اُن دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کی سماعت اور فیصلہ ہوتا ہے جوشہر کے دیوانی اور فوجداری حکومت کے باہر ہون- اس بنچ کا تمام کام ایک ہائیکورٹ کے ماتحت جج کے متعلق ہے- اور مرافعہ کا کام چیف جسٹس دوسرے جج اور مفتی کے متعلق- اور ڈویژنل بنچ اُن مقدمات کا فیصلہ کرتاہے جو اوریجنل جوریس ڈکشن مین واسطے بحالی کے پیش ہوتے ہین اور مرافعہ کا فیصلہ دیوانی مقدمات مین تین ہزار روپیہ تک آخری ہے- فُل بنچ کو اُن دیوانی مقدمات کے سماعت کا اختیارہے جو تین ہزار روپیہ سے زیادہ ہون- اوراون فوجداری مقدمات کو جنکی نسبت ڈویژنل بنچ مین اختلاف راے ہو- اور نیز وہ مقدمات جو گورنمنٹ کی طرف سے واسطے تحقیقات کے روانہ کئے گئے ہون اور دارالقضا مین علی الخصوص مسلمانون کے نکاح- طلاق میراث اور نسبتین وغیرہ کے مقدمات رجوع ہوتے ہین- اُس مین ایک ناظم اور ایک مددگار ہے-

شہر کی دیوانی عدالت کے ناظم کو پانچہزار روپیہ تک کے مقدمات فیصلہ کرنے کا اختیار ہے- اور اوسکے ہرایک مددگار کوایک ہزار تک کے- جومقدمات پانسوسے زیادہ نہین ہوتے انکی نسبت ناظم کو اختیار ہے کہ برخلاف اپنے مددگارونکے فیصلہ کے انکی اپیل کی سماعت کرے- دو اسسٹنٹ کے علاوہ اور اتاچی بہی ہین- جنہین ایک سو سے دو سو تک کے مقدمات کی سماعت کا اختیار ہے-

الرقع بلدہ یا نواحی محکمہ کو شہر کے دیوانی محکمون کے باہر کے مقدمات پر حکومت حاصل ہے- اور وہ تمام قسم کے مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے-

شہر کے فوجداری محکمہ مین ناظم کو فرسٹ کلاس میجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہین- اور اوسکے پہلے مددگار کو بہی ویسے ہی اختیارات- لیکن دوسرے مددگارون کو دوسرے اور تیسرے درجہ کے اختیارات- علاوہ انکے بعض اعزازی میجسٹریٹ بہی ہین- جو اس محکمہ کے متعلق اکثر تیسرے درجہ کے اختیارات کا استعمال کرتے ہین-

اضلاع مین جوڈیشیل محکمہ کو دگنے اختیارات حاصل ہین- لیکن اورنگ آباد (مغربی حصہ) گلبرگہ اور بیدر کے علاقہ مین مالگذاری کے ناظم دیوانی اختیارات نہین رکہتے کیونکہ انکے لیئے علیحدہ محکمے ہین- ایک صوبہ مین مالگذاری کے افسرونکو دیوانی اورفوجداری دونون اختیارات حاصل ہین- اور یہ دونون محکمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہین-

متفرق محکمون کی کارروائی کی نسبت یہ امر قابل اطمینان ہے کہ چند سال سے فوجداری کے مقدمات مین بہت کچہہ تخفیف ہوگئی ہے- اور خاصکر کے اُن مقدمات مین جو فیصدی پچہتر شخصی اورمالی حملون کی نسبت ہوا کرتے تہے بہت کمی ہوئی ہے-

اس ریاست مین بوجہ معاملات داد وستد کے جو اکثر دائن و مدیون کے درمیان ہوتے رہتے ہین دیوانی عدالت کے لیئے نہایت وسعت ہے- اور یہ عدالتین قرض لینے والے کو اس کی تباہی کے راستے سے خلاص نہین کرسکتین جنمین وہ مفید ضمانت دیکر قرض کی بلا مین گرفتار ہوتا ہے- یہی سبب ہے کہ دیوانی عدالتون مین زیادہ کام رہتاہے- اور ججون کو زیادہ محنت ہوتی ہے-

ہندوستان کے اور ملکونکی طرف سے غریب کسان جو اپنی ضرورت کے وقت ساہوکار نکے محتاج ہوتے ہین انکی تعداد زیادہ ہوتی ہے اکثر فیصدی ۵۰ مقدمہ انہین کے ہوتے ہین-

تعلیمات

جاگیرات اور خاص اراضی کو خارج کر کے ۵۸۰۷۳ مربع میل کی وسعت مین جس مین ۱۴۰۷٦ شہر اور قصبات ہین ۸۲۱۷۱۲۷ کی آبادی ہے (عورت اور مرد تقریباً نصفا نصف ہین) گورنمنٹ ہرسال انکی تعلیمات پرکوئی ٦ لاکہہ روپیہ صرف کرتی ہے- مدرسون کی کل تعداد ۷۵۳ ہے اور لڑکون کی ۵۲۹۰۱ اس امرکے دکہلانے کے لیئے کہ اس ڈپارٹمنٹ نے حال مین کیسی عمدہ ترقی کی ہے یہ بیان کرنا لازم ہے کہ حضور نظام کی

مسند نشینی کے وقت تعلیمات کا خرچ کوئی سوا لاکھہ روپیہ تھا-لیکن آج سے پانچ برس پیشتر وہ ساڑھے پانچ لاکھہ تک بڑھگیا-اُسوقت اسکولون کي تعداد فقط ۵۴۵ تھي اور شاگردون کي ۳۹۱۹۷-ان اسکولون مین آخری رپورٹ کے مطابق جو اُسوقت شائع ہوئی-دو آرٹ کالج-یعنے مدارس صناعي تھے-ایک حیدر آباد مین اوردوسرا اورنگ آباد مین-ایک دارالعلوم یا مشرقي کالج-۱۵ ہائی اسکول-۴۷ میڈل اسکول-۶۸۲ ابتدائی اسکول-اور۶ خاص اسکول-علاوہ انکے ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کے ماتحت اوسکے قبول کئے ہوے جو اسکول تھے انکي تعداد یہ ہے-پرائیویٹ غیر مرتب مدارس-۱۵۹۷ جن مین ۴۱۵۹ لڑکے تھے-اور کل تعداد مدرسون اور لڑکون کي ۲۳۵۰ -اور ۸۷۰۶۰ تھي-جسکي اوسط بحساب آبادی شہرون اور قصبون کے ۷٫۰۶ فیصدی تھی-جو زیر تعلیم تھي-مذکورہ بالا تعداد مین ۶۸ لڑکیون کے مدرسہ بھی داخل تھے-جن مین ۳۹۳۰ لڑکیان تھین-دارالریاست مین ایک زنانہ مدرسہ ہے-جسکی حاضری عمدہ ہے-اس قسم کے دوسرے مدارس مین ایک تلنگی نارمل اسکول ایک اینگلو ورناکیولر ہائی اسکول ۶ میڈل اسکول-اور ۵۹ ابتدائي مدارس ہین-

ان مدارس مین بہ نسبت ہندؤنکے مسلمانونکے لڑکے بہت زیادہ ہین-کیونکہ ہندؤنکا اوسط بحساب کل آبادی کے فیصدی ۸۹٫۴۲ ہے-اورمسلمانون کا فقط فیصدی ۹٫۷۰ اوسط ہے لیکن باوجود اسکے مدت مذکورہ پر ۱۸۲۷۹ لڑکے-اور ۲۱۶۳ لڑکیان تعلیم پذیر تھین-اور ہندؤنکے ۲۷۰۱۶ لڑکے-اور ۹۴۷ لڑکیان-برٹش انڈیا مین مسلمان لڑکون کا اوسط فیصدی ۴٫۵ ہے-سواے پنجاب کے کہ جہان ۹٫۳۴ ہے-اور حضور نظام کے ملک کا اوسط ۴۴ جو نہایت قابل اطمینان ہے-محکمہ تعلیمات مین کبھی مسلمانون کي طرفداری نہین کي جاتی بلکہ ہندؤن پر زیادہ توجہ رہتي ہے-کیونکہ وہ بہ نسبت مسلمانون کے بہت زیادہ ہین-اوپر جو تعداد دکہلائی گئي ہے اس مین گورنمنٹ کیطرفسے کچہہ مسلمانون کو فوقیت نہین دیگئی-

اُس سال ۱۷ طالب العلم ریاست کے تین حصون سے بی-اے کے امتحان مین داخل ہوے-جن مین ۱۴ کامیابي کے ساتہہ پاس ہوئے-ایف-اے کے لئے ۲۰-اور مٹریکیولیشن کے لئے ۸۷ گئے تھے جنمین سے ۵ اور ۳۰ پاس ہوے-اور منشی-مولوی-مولوی عالم-منشي افضل-اور منشی عالم کے لئے جو پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات ہین یہان سے ۳۶ طالب علم گئے تھے-جنمین سے ۱۷ پاس ہوے-انمین سے ایک نے منشی افضل کي ڈگری حاصل کي-تین نے مولوی عالم کي-چار نے منشی عالم کي-سات نے منشی کي-اور دو نے مولوی کي-

سنہ ۱۸۹۱ مین لوکل میڈل اسکول کا امتحان منعقد ہوا اوسکے دوسرے برس ۲۰۵۰ لڑکے اسمین داخل ہوے جن مین سے ۶۷۲ پاس ہوئے-ڈسمبر سنہ ۱۸۹۴ع مین اس امتحان مین ۶۲۳ رجسٹری ہوئے-جنمین سے ۵۰۹ داخل امتحان-اور ۱۶۳ پاس ہوے اور ان پاس شدہ امیدوارون مین پہلے درجہ مین ۸ لڑکیان تھین-اور دوسرے درجہ مین ایک-

سرکاری اور اعانتی مدارس مین سالانہ فیس کي آمدني ۹۹۸۵۶ روپیہ ہے اورسالانہ خرچ تقریباً چہہ لاکھہ جیسے اوپر بیان کیا گیا-یہان زبانون کي ایسی سخت مشکلات ہین کہ اور کسی ریاست مین نہین-اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہان کي دیسی زبانین چار ہین-علاوہ کلاسکل اور دوسری زبانون کے جنکی تعلیم کے لئے ایک خاص اسٹاف مقرر ہے-

مخصوص مدرسون مین جو گورنمنٹ کے متعلق ہین حیدر آباد نارمل اسکول ہے جسمین ۲۲۲ طلبا ہین-ورنگل انجینرنگ اسکول مین ۲۱ طالب علم-اورنگ آباد اور ورنگل کے صناعي اسکولون مین ۱۶۹ لڑکے-ورنگل کے مدرسے مین امتحان مٹریکیولیشن کي بھی تعلیم دیجاتی ہے-جو سر جمشید جی جی جی بہائی کے اسکول آف آرٹس کے متعلق بمبئي مین ہوتا ہے-

ورنگل مین ایک یتیم خانہ ہے-جس کے اخراجات گورنمنٹ کے ذمہ ہین-اور جس مین ابتدا مین ۱۲۵ یتیم بچے تھے-لیکن سنہ ۱۲۹۷ فصلي مین (سنہ ۱۸۸۱) جب اسکی رپورٹ شائع ہوئی ۷۰ کي تعداد ہوگئی تھی-جنمین ۲۹ لڑکے اور ۴۱ لڑکیان تھین-چونکہ یتیم خانہ محکمۂ تعلیمات کے متعلق نہین ہے-اس لئے انسپکٹر اوسکی سرکاری رپورٹ نہین کرتا-

یونیورسٹی کي تعلیم تین کالجون مین دیجاتی ہے-نظام کالج-اورنگ آباد کالج درجۂ دوم اوردارالعلوم-نظام کا کالج پہلے درجہ کا ہے جہان یونیورسٹی کے لوگونکا ایک عمدہ اسٹاف تعلیم دیتا ہے-جن مین مسٹر ای-اے سمٹن پرنسپال ہین-اس کالج کے متعلق مدرسہ عالیہ ہے-جو ایک ہای اسکول ہے اور اسکے ساتہہ چہوٹے بچون کے لئے کنڈرگارٹن کا قاعدہ بھی جاری ہے-اگرچہ کالج سب لوگون کے لئے کشادہ ہے لیکن سواے امیرون اور معززون کے بچون کے اسمین دوسرا کوئی داخل نہین ہوتا-یہ کالج اُنہین اصول پر چلایا جارہا ہے جیسے انگریزی پبلک اسکول-انمین اُنکی جسماني اوراخلاقی تعلیم کا بھی برابر لحاظ رکہا جاتا ہے-اِس اسکول کي کامیابی متوفي مسٹر ہڈسن ایم-اے کي جو کالج کے پرنسپال تھے محنت لیاقت اور کوشش کا نتیجہ ہے-جنہون نے اُسکو ایک ابتدائی حالت سے اس درجہ تک پہونچادیا-اِس کالج مین بورڈرون سے ۴۵ روپیہ ماہانہ لئے جاتے ہین-اور ڈے بورڈرون سے ۲۵ روپیہ-سواے ہندوؤن کے دوسرے غیر بورڈرڈے اسکالرونکی ہمت توڑدی جاتی ہے-سنہ ۱۳۰۵ فصلی (سنہ ۱۸۹۶) مین اس کالج مین ۵۵ طلبا تھے-اور اسکے سابق کے سال مین ۴۲-اور مدرسہ عالیہ مین ۱۷۴ طلبا تعلیم پذیر ہین-اوسکے پیشتر سنہ ۱۳۰۴ فصلی مین ۱۳۶ تھے-

اورنگ آباد کے کالج مین مدراس یونیورسٹی کے ایف-اے-تک کي تعلیم دیجاتی ہے جسمین پہلے دفعہ پانچ مین سے دو پاس ہوئے-

ہائی اسکول کل ۱۵ ہین-۱۱ حیدرآباد مین-اور ۴ اضلاع مین-اُنمین سے پانچ کو گورنمنٹ کیطرفسے اعانت دیجاتی ہے اور دو بلا اعانتی ہین-اور دوسرے مدارس تمام بخط راست ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کے ماتحت ہین-

دارالعلوم ایک مشرقی کالج ہے جسکے ساتھہ ایک بہت بڑا مدرسہ متعلق ہے-یہ دارالعلوم مشرقی علوم مین ڈگریان حاصل کرنیکے لئے پنجاب یونیورسٹی سے تعلق رکھتا ہے سال مذکور مین ۵۵ طلبا اس کالج مین تہے-اور ۵۱۷ مدرسہ مین-

حیدرآباد کے نارمل اسکول کي کارروائی بہی برسہ ترقی اور قابل اطمینان ہے-انجینرنگ اسکول چونکہ حال ہی مین قایم ہوا ہے اسلئے اسکی کارروائی بتلائی نہین جاسکتی-یہان دو صناعی مدرسے جو بطور آزمایش کے قائم کئے گئے تہے باوجود سخت مشکلون کے بڑی کامیابی کے ساتہہ چل رہے ہین-انکی تعداد سرجمشید جي کے اسکول آف آرٹس کے امتحان مین سال بسال قابل اطمینان ہی نہین بلکہ اونکی کارروائی نہایت عمدہ ہے-اِن مدرسون مین بازارونسے بہتر چیزین تیار ہوتی ہین-وہانکے طلبا مدرسہ چہوڑتے ہی کام پر لگجاتے ہین غرض ان مدارس مین-طلبا کي تعداد برسہ ترقی ہے-اگر اُنمین اسکالرشپین مقرر کیجائین تو بہت جلد لڑکون کي تعداد موجودہ استادون کے ماتحت اس حد تک پہنچ جائیگی جو مقرر کي ہوئی ہے-

اِن مدارس کي دیکہہ بہال کے لئے پہلے درجہ کے تین انسپکٹر اور دوسرے درجہ کے دو انسپکٹر اور اٹہارہ اسکول ماسٹر ہین-جنپر ۷۱۳۹۶ روپیہ صرف ہوتا ہے-اور موجودہ نگرانی کي ایجنسي اسقدر زیادہ ہے کہ اگر موجودہ مدرسون سے چار گنے زیادہ بہي ہون تو وہ نگراني کرسکتے ہین-

سنہ ۱۸۹۱ کی مردم شماری کی تفصیل

اس ریاست کي دوسری مردم شماری ۲۶ فروری سنہ ۱۸۹۱ کو برٹش انڈیا کي مردم شماری کے ساتہہ ہوئي تہی یہان کي آبادی ۱۱۵۳۷۰۴۰ تہي-جس مین ۵۸۷۳۱۲۹ مرد تہے-اور ۵۶۶۳۹۱۱ عورتین-دیواني ملک مین ۸۱۷۸۹۵۲ آدمي تہے-اور صرف خاص اور جاگیرون مین ۲۲۵۱۴۹۸-

سنہ ۱۸۸۱ مین یہانکي مردم شماری ۹۸۴۵۵۹۴ تہي-جس سے سنہ ۱۸۹۱ کي مردم شماری مین ۱۶۹۱۴۴۶ کي آبادی زیادہ ہوگئي-یعنے ۸۷۰۹۹۲-مرد اور ۸۲۰۴۵۴ عورتین-اس ترقي کا فیصدی اوسط ۱۷٫۸ ہے-چہہ اضلاع مین معمولي ترقي تہي-یعنے محبوب نگر مین ۲۳٫۱۸ سے لیکر لنگسوگر مین ۲۸٫۹۷ تک-یہہ اضلاع وہي تہے جہان سنہ ۷۸-۱۸۷۶ مین زیادہ قحط سالي ہوئي تہي-اس ترقي کا سبب وہان لوگونکي بتدریج مراجعت تہي-جو بعد رفع قحط کے وقوع مین آئي تہي-سنہ ۱۸۹۱ کي مردم شماری کي تفصیل یہ ہے-

ہندو	...	...	...	۱۰۳۱۵۲۴۹ ...
مسلمان	...	...	...	۱۱۳۸۶۶۶ ...
عیسائي	...	...	...	۲۰۴۲۹ ...
سکہ	...	...	...	۴۶۳۷ ...
پارسي	...	...	...	۱۰۵۸ ...
جین	...	...	...	۲۷۸۴۵ ...
گونڈ	...	. .	...	۲۸۶۶۰ ...
بہیل	...	...	...	۴۷۰ ...
یہودی	..	...	...	۲۶۱ ...

ہندؤنکي آبادي بہت زیادہ ہے-بحساب فیصدي ۸۹٫۴۲ کے-اوسکے بعد مسلمان ہین جو بحساب فیصدی ۹٫۷ کے ہین-پہلے تین مذاہب کو شہرون اور قصبون مین دیکہتے ہوے معلوم ہوتا ہے کہ شہرون اور قصبون مین ہندو فقط ۶٫۷ فیصدی رہتے ہین-اور مسلمان فیصدی ۳۱٫۳-اور عیسائی فیصدی ۷۶٫۵ اطراف مین رہتے-اس سے ہندؤنکي دیہاتي آبادی معلوم ہوگئي-

عیسائي لوگونکي آبادي ۲۰۴۲۹ ہے-انمین سے اہل یوروپ ۵۲۶۱ ہین-یوریشین-۲۵۰۷-اور دیسي عیسائي ۱۲۶۶۱-ازروئے مذہب رومن کیتہولک فیصدي ۵۰٫۳ ہین-بحساب تمام عیسائي آبادي کے جو قریب قریب چرچ آف انگلنڈ کے پیرون کے بعد ہے-جنکا اوسط ۳۱٫۹ ہے-

مرقومۃ الذیل فہرست پیشہ ورونکي نہایت دلچسپ ہے-اونکی چوبیس قسمین ہین-اور ہرایک کي تعداد جدا جدا ہے اور اِن سبہون کو ملاکر ریاست کي پائے تخت کي آبادي برابر ہوتي ہے-انتظام حکومت کا فیصدي اوسط بہت زیادہ ہے اور علي ہذا ذاتي اور خانگي خدمتگارون کا-اس سے پایا جاتا ہے کہ بہ نسبت اور پریسیڈنسیون اور دوسرے انگریزي شہرون کے یہان کا ڈفنس چار حصے زیادہ ہے-اوسکی وجہ یہ ہے کہ اس مین برٹش اور حیدرآباد دونون کي فوجین شامل ہین-زراعت کا اوسط کسیقدر کم ہے-دوسری بات قابل دید یہ ہے کہ ۲۲ وین قسم مین عام محنت مزدوری ہے-

جس میں دارالریاست کا اوسط انگریزی ہندوستان کے شہروں سے کم ہے۔ لیکن باوجود اسکے یہ بات قابل اطمینان ہے کہ آزاد اور خود مختار آبادی ہر ایک جگہ سے یہاں زیادہ ہے۔

ترتیب	تعداد	فیصدی اوسط	
		ممالک نظام	دارالریاست
۱ انقطا حکومت ...	۶۴۱۱۱۰	۴٫۶۹	۱۴٫۱۲
۲ ڈفنس ..	۶۳۲۹۹	۰٫۵۵	۹٫۷۵
۳ ریاستکی دوسری خدمات	۲۰۰۹	۰٫۰۴	۰٫۸۶
۴ چارہ وغیرہ ..	۲۸۰۹۰۶	۲٫۴۶	۰٫۲۵
۵ زراعت ...	۵۱۷۸۳۲۹	۴۴٫۸۸	۲٫۲۵
۶ ذاتی اور خانگی خدمات	۶۵۱۶۲۹	۵٫۶۰	۲۴٫۸۷
۷ خوراک وغیرہ .	۶۵۷۰۷۱	۵٫۷۰	۷٫۲۷
۸ روشنی اور ایندھن وغیرہ	۹۲۰۸۹	۰٫۸۰	۱٫۰۸
۹ تعمیر ..	۶۰۸۵۶	۰٫۵۳	۱٫۱۳
۱۰ برتن اور گاڑیاں ..	۳۵۴۹	۰٫۰۳	۰٫۱۲
۱۱ دپیمنتری ...	۲۲۲۶۰	۰٫۲۸	۹٫۰۵
۱۲ پارچہ بافی اور لباس ..	۷۲۴۰۳۸	۶٫۲۸	۳٫۴۱
۱۳ دھات وغیرہ ...	۱۷۲۲۰۵	۱٫۴۹	۲٫۱۶
۱۴ مٹی اور کانچ کے برتن .	۹۲۹۸۱	۰٫۸۱	۰٫۳۷
۱۵ چوب و بید ...	۱۶۳۵۴۵	۰٫۴۲	۱٫۱۳
۱۶ جری بوٹی اور رنگ وغیرہ	۱۹۷۱۷	۰٫۱۷	۰٫۱۴
۱۷ چمڑے ..	۱۵۷۶۷۴	۱٫۳۷	۰٫۹۲
۱۸ تجارت ...	۱۷۶۲۲۹	۱٫۵۳	۴٫۷۸
۱۹ جلاوطنی وغیرہ ...	۸۲۷۹۰	۰٫۷۲	۲٫۵۴
۲۰ پیشہ وغیرہ ...	۱۳۰۹۰۵	۱٫۱۹	۳٫۹۳
۲۱ کھیل وغیرہ ...	۱۱۶۳۹	۰٫۱۰	۰٫۱۴
۲۲ عام محنت مزدوری ...	۱۴۶۴۰۲۷	۱۲٫۷۹	۸٫۷۳
۲۳ غیر مقرر امور وغیرہ ...	۴۴۱۲۸۰	۳٫۸۲	۱٫۲۵
۲۴ آزاد و خود مختار ..	۳۲۲۶۰۰	۲٫۸۰	۷٫۴۸
میزان ...	۱۱۵۰۷۰۴۰	۱۰۰٫۰۰	۱۰۰٫۰۰

یہ قابل یادداشت ہے ہندوستان کے کسی حصہ کی مردم شماری کے متعلق سنہ ۱۷۵۳ میں انگلستان کی پارلیمنٹ میں مخالفت کی گئی تھی۔ اس بنیاد پر کہ مردم شماری ایک ناپاک چیز ہے۔ اور اسی وجہ سے موجودہ صدی کے آغاز تک اسپر عملدرآمد نہیں ہوا تھا۔

نواب عماد جنگ بہادر

نواب عماد جنگ بہادر حیدر آباد کے ایک شریف خاندانی ہین۔ جنکی ولادت اور تعلیم و تربیت حیدر آباد ہی مین ہوئی تہی۔ اگرچہ تعلیم نے انکی کم سنی کے زمانہ مین شہر حیدر آباد کے اندر وہ ترقی نہین کی تہی۔ جو بعد مین ہوئی لیکن نواب صاحب کو تعلیم عالم طفلی سے نہایت احتیاط کے ساتھہ دی گئی تہی۔ لہذا جو ملکہ اور مہارت کہ انہون نے فارسی اور عربی مین کیا بہ نسبت زباندانی کے اور کیا بہ نسبت علمیت کے بہم پہنچائی تہی وہ عمدہ اور کامل تہی۔ انہون نے انگریزی مین بہی قابل قدر حیثیت اچہا درک پیدا کیا ہے۔ سترہ برس کی عمر مین وہ فارغ التحصیل ہوکر حیدر آباد کی سلطنت مین ملازم ہوے اور عرصۂ قلیل مین اپنی قابلیت کے سبب مدار المہام سر سالار جنگ اول کے منظور نظر ہوے۔ انہون نے انہین صیغۂ دیوانی کے معاون پیشکار مقرر فرمایا۔ جہان انہون نے دو سال کام کیا۔ اس خدمت پر انہین بالکلیہ زیر نظر سر سالار جنگ م کرنا پڑتا تہا۔ اور وہ انکی کارگزاری سے اتنے خوش ہوے کہ شہر مین عدالت دیوانی کے ایک جج کی جائے پر ترقی دی۔ اس زمانے مین اس عدالت کا بہت سا کام معطل پڑا ہوا تہا۔ لیکن انہون نے اس کام کو اپنی طبعی چالاکی اور تیزی سے بہت جلد انجام کو پہنچایا۔ اس زمانے مین یہہ مولوی محمد صدیق کے نام سے مشہور تہے۔ اس کارگذاری کے لئے خاص سرکیولر کے ذریعہ مدار المہام نے انکے لئے اپنی تشفی ظاہر فرمائی۔ بعد ازآن انہین چیف سول کورٹ مین جج کے عوضی کی جائے دی گئی۔ اس مین بہی بہت سا کام اور بہت سے مقدمے معطل پڑے ہوے تہے جنکا فیصلہ بہت تہوڑے عرصہ مین کردیا۔ ان عمدہ اور قابل تعریف خدمتون کے عوض سالار جنگ نے سنہ ۱۸۷۱-۷۲ مین محکمۂ عالیہ مین جو انہین دنون مترتب ہوا تہا۔ ایک جج کی جائے دی۔ اس خدمت پر وہ نو سال رہے۔ اور سنہ ۱۸۷۹ع مین جبکہ چیف جسٹس سید فدا حسین صاحب کا انتقال ہوا تو اس جائے پر مولوی محمد صدیق صاحب کو عوضی مقرر فرمایا۔ تقریباً ساڑھے تین برس اس خدمت پر کام کیا جسکے بعد سنہ ۱۸۸۳-۸۴ مین انکو جوڈیشیل سکریٹری بنایا گیا۔ اس خدمت پر بہ احسن وجوہ سات برس کام کیا جسکے بعد انہین مدار المہامئی سر آسمان جاہ مین بہ ترقئی تنخواہ چیف جسٹس کی خدمت پر قائم کیا گیا۔ محکمۂ عالیہ مین قریب تین برس صدارت کرنیکے بعد پہر انکی تبدیلی جوڈیشیل سکریٹریٹ مین جسکو اسوقت مین ہوم سکریٹریٹ کہا کرتے تہے۔ ہوئی۔ اس صیغہ کے ماتحت علاوہ جوڈیشیل ڈپارٹمنٹ کے اور کئی ایک صیغے تہے۔ اسپر سے صاف پایا جاتا ہے کہ نواب عماد جنگ کی زندگی کا یک بہت بڑا حصہ جوڈیشیل ڈپارٹمنٹ مین گذرا ہوا ہے۔ اور یہہ لازمی بات ہے کہ انہون نے اس کام مین بہت بڑا تجربہ حاصل کیا ہوگا۔

انکی خدمت کے عرصۂ دراز مین انہون نے عوام الناس پر اپنا استقلال اپنی جفاکشی۔ اور اپنی منصف مزاجی کو ثابت کر دکہایا ہے۔ انکا انصاف موزون اور واجبی ہوا کرتا تہا۔

نواب عماد جنگ بہادر

انکی خوش اخلاقی اور خوش کلامی نے حیدر آباد کے افسرون مین انہین ہر دل عزیز کر رکہا ہے۔ گذشتہ نو دس مہینے سے انکی خدمتون کی تبدیلی اور ہی طرف ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ حضور نظام کے خاص فرمان سے فائنانشیل سکریٹری کا کام کرتے ہین۔ اس کام مین بہی انہون نے وہی چالاکی اور تیز فہمی سے کام لیا ہوا ہے جو انکی ذات مین پڑی ہوئی ہے۔

مولوی محمد عزیز میرزا صاحب بی-اے

شاید حضور نظام کے ملازمون مین ایسے تہوڑے ہی افاسر ہین کہ جنکے لئے بالمام کوئی میروث فقرات (فتحمندی کا جہنڈا جسنے چہینا ہے اسیکے وہ لایق ہے) کے الفاظ ٹہیک اور مناسب طورپر استعمال کئے جاسکتے ہین جیسے مولوی محمد عزیز میرزا صاحب کے لئے - یہہ صاحب ایک نمبر دار صیغہ سکریٹاریٹ کے افسر ہین-

ابتدائے ملازمت مین یہہ صاحب اپنے سرپرست نواب مشتاق حسین صاحب وقارالملک بہادر سے جدا کئے گئے- تاہم انہون نے اپنی لیاقت ذاتی سے اپنی جائے درجہ اول مین کرلی ہے - مولوی عزیز صاحب ایک قدیم ترکمان خاندان سے ہین - انکے اباواجداد شاہی طائفہ چغتائی سے ہین - انکے مورث اعلی جمال بیگ پہلے پہل ہندوستان مین آئے - اسوقت سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہوچکی تہی - یہہ صاحب یہان آکر نظام الملک اول کی ملازمت مین بطور جمعدار کے نوکر ہوے - اور بعد ازآن میرزا واجف - شہزادۂ ایران کے ساتہہ ہوگئے - جسنے مرانہون سے کئی ایک لڑائیان لڑین - انکے دادا کمپنی بہادر کی ملازمت مین رسالدار تہے - انہون نے ابتدا مین - ٹہگی اور راہزنی کے نابود کرنے مین شہرت حاصل کی - انکے باپ میرزا وزیر بیگ مدت مدید تک بہاسو کے نواب ممتازالدولہ سر محمد فیض علی خان کے مہتمم و منتظم تہے -

مولوی محمد عزیز میرزا سنہ ۱۸۶۴ع کے مئی مہینے مین تولد ہوے تہے - علیگڈہ کالج کے پہلے طلبا مین - یہہ صاحب تہے - آغاز طالب العلمی مین انہون نے اپنی مستقل مزاجی کے آثار بتلانے شروع کئے تہے - اور سیڈنس یونین کلب کے سکریٹری کے طور پر جو آکسفرڈ اور کیمبرج کی کلبون سے مطابقت رکہتی ہے انہون نے تقریر اور طرز بیان مین بہت کچہہ لیاقت حاصل کی - اور اپنے وقت کے طلبا مین یہہ مسلم لیڈر رہے - ابہی یہہ گراجویٹ بہی نہ ہوے تہے کہ سنہ ۱۸۸۷ع مین بموقع جوبلئی ملکہ معظمہ کمیٹی منتظمین کے صدر مقرر کئے گئے - اسی سال انہون نے امتحان بی-اے مین کامیابی حاصل کی اور علم انگریزی اور تاریخ دانی مین انعام حاصل کئے - یہہ پہلے ہی مسلمان تہے جنہون نے ممالک مغربی وشمالی مین دو اعزاز ایکہی وقت مین حاصل کئے -

مولوی عزیز میرزا صاحب کا پہلے منشا تہا کہ وکالت کا امتحان دین - لیکن بعد امتحان بی-اے کے انہین حیدرآباد جانیکا اتفاق ہوا - اندنون نواب سر آسمان جاہ بہادر مدارالمہام تہے اور نواب مشتاق حسین خان بہادر سکریٹری مالگذاری ومحصولات انکے خاص مشاور اسی تلاش مین تہے کہ اگر کوئی لایق انگریزی خوان شخص ملے تو اپنا معاون بنالین - انہون نے ترغیب دیکر مولوی صاحب موصوف کو اپنے پاس اس خدمت پر رکہہ لیا - جس کو وہ چار برس تک بجالائے - ہوم سکریٹاریٹ کے جسے اب جوڈیشیل سکریٹاریٹ کہتے ہین - سنہ ۱۸۹۱ع مین نئے انتظام ہونیپر یہہ صاحب سکنڈ اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے - اور کار مفوضہ مین مستعدی اور چالاکی بتلانیسے وہ علاوہ اس خدمت مقررہ کے مرقوم الذیل کمیٹیون کے رکن اور سکریٹری بنائے گئے - (۱) پوسٹل ریفارمس - (۲) جاگیرداروں مین کمپلسری ایجوکیشن (۳) تقرر مہر محاکمات - (۴) حد بندی اختیارات امرائے پائگاہ - (۵) فارسی چہاپنے کے لئے عمدہ ٹائپ جاری کرنا - (۶) انتخاب کتب درسیہ -

سنہ ۱۸۹۳ع مین جب مجلس واضع قوانین وجود مین آئی تو مولوی صاحب کو اسکا سکریٹری مقرر کیا - جس خدمت کو انہون نے گیارہ مہینے تک انجام دیا - جسکے بعد وہ خدمت جو جوڈیشیل سکریٹاریٹ سے علحدہ کرکے مسٹر ج، م، ز جی بوشیر وانجی وکیل گورنمنٹ کے لیگل ایڈوائزر کے ماتحت کردی گئی - سنہ ۱۸۹۵ع مین وہ جوڈیشل دپارٹمنٹ کے فرسٹ اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے - اور اواخر سنہ ۱۸۹۶ مین کورٹ آف وارڈز کے سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے - اسکے نسبت ایک نہایت دلچسپ سانحہ کا ذکر یہان کیا جاتا ہے - اس خدمت کی تنخواہ ماہانہ چارسو روپیہ ہے جسے لینے سے انہون نے انکار کیا اسوجہ سے کہ انہون نے خیال کیا کہ یتامی کا پیسا لینا خلاف اصول اسلام ہے - یہہ خدمت وہ ابتک مفت بجالاتے ہین - انہون نے طب یونانی کو ترقی دینے کے لئے جو مجلس قایم ہوی ہے اسکے سکریٹری کا کام بہی کیا ہے - سنہ ۱۸۹۶ع کے سپٹمبر مہینے مین جبکہ مولوی علی حسن کی جائے پر نواب عماد جنگ فائنانشیل سکریٹری مقرر ہوے - تو مولوی عزیز میرزا کو جوڈیشیل - پولیس اور جنرل دپارٹمنٹ کے آفیشیٹنگ سکریٹری کی جائے دی گئی -

مولوی محمد عزیز میرزا صاحب بی-اے

شمس العلماء سید علی بلگرامی

شمس العلماء سید علی بلگرامی ایک مشہور علامہ اور زباندان جنتلمین ہین اور اعلیٰ حضرت نظام الملک کی خدمت مین ملازم — انکے آبا و اجداد شہر واسط سے آئے تھے جو عراق عرب مین بغداد و بصرہ کے درمیان واقع ہے — وائسرائے کے دربار مین انکے دادا بادشاہ اودہ کیطرف سے قائم مقام تھے — اور بعد الحاق اودہ انکے والد اور چچا دونون انگریزونکی نوکری مین اعلیٰ اور معتبر عہدے پر پہونچے — انکے چچا آنریبل سید عظیم الدین صاحب عالیجناب ولیم ٹیلر کے ماتحت ملازم تھے — اور ایام غدر مین آرہ ہاؤس کے بہادرانہ بچاؤ مین شریک ہوکر کنور سنگھہ کے مقابل انہون نے جنگ کی تھی — سندہ مین وہ پولیٹکل ایجنٹ تھے اور بعد ازان بنگال کی لیجسلیٹیو کونسل کے ممبر ہوئے — انکی ان مختلف بیش بہا خدمتون کے عوض انہین کمپیانین شپ آف دی اسٹار آف انڈیا (مشیر ہند) کا نہایت جلیل القدر خطاب عطا کیا گیا — سید علی کے والد سید زین الدین خان بہادر بنگالہ مین خدمت منتدا فضر کو بہت عمدگی کے ساتھہ بجا لائے — یہ دونون صاحب ایشیا مین بہت بڑے نامی گرامی فاضل تھے اور اپنے لوگون مین زبان انگریزی کے بڑے عالم مشہور تھے — سید علی موصوف سنہ ۱۸۵۱ع مین پیدا ہوے — خورد سالی مین اپنے دوسرے مشہور ہم قومون کی طرح علم فارسی و عربی کی تحصیل کی — اور پندرہ برس کے بعد علم انگریزی پر توجہ کی اور ایسی نمایان ترقی کی کہ آٹھہ ہی برس مین — بی — اے کا امتحان پاس کیا — انہون نے لکھنؤ کے کیننگ کالج مین تعلیم پائی — اگرچہ وہ پٹنہ کالج سے گراجوایٹ ہوئے اور پٹنہ کالج ہی سے سنہ ۱۸۹۱ مین قانون کے گراجوایٹ ہوئے — اسمین انکا درجہ سب سے بڑھکر تھا اور سونے کا ایک تمغہ انعام مین یونیورسٹی (دارالعلوم) سے دیا گیا یہ عزت پیشتر کسی مسلمان کو نہ ملی تھی — بی — اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد روڑکی کے ٹہامسن سول انجینیرنگ کالج مین داخل ہوئے — چند سال تک انہون نے اس علم مین کچھہ ترقی نہین کی مگر اس اثنا مین سرسالار جنگ اعظم کا خیال انکی طرف متوجہ ہوا جو ہمیشہ قابل اور لایق لوگون کی تلاش مین رہتے تھے — کہ انہین اعلیٰ حضرت نظام کی خدمت مین رکھین — سرسالار جنگ نے اس لایق نوجوان کو ایک اسکالرشپ (وظیفہ) عطا کیا اور جب انگلستان کو تشریف لے گئے — تو انہین بھی اپنے ہمراہ لیگئے — مسٹر سید علی رایل اسکول آف مائینس — (شاہی مدرسہ معادن) مین داخل ہوئے اور مشہور و معروف علما مثلاً ہکس لے — جوڈ — ٹینڈال — گٹھری وغیرہ سے تعلیم پائی — سنہ ۱۸۷۳ مین انہون نے اس مدرسہ کی اسوشی ایٹ شپ کا امتحان نہایت ہی عزت کے ساتھہ پاس کیا اور جیالوجی (علم ترکیب زمین) مین مرکیسن کا تمغہ حاصل کیا — اور ممالک مشرقی کے بہت سے ہشیار لوگون کے مانند انہین بھی بنی آدم اور انکے عادات کا علم حاصل کرنیکا شوق پیدا ہوا — اس لیئے وہ تمام اپنا وقت جو پڑھنے سے بچ رہتا تھا — یوروپ کی سیاحی مین گذارتے تھے اور فرانس و جرمنی کے علوم والسنہ سیکھتے تھے — اس بات کے بیان کرنیکی ضرورت نہین کہ مسٹر سید علی کا سا تجربہ کار — لایق — اور ہر فن کا ماہر شخص حضور سرکار نظام کی خدمت مین کیسا کچھہ مشہور ہے — انکا تعلق مختلف اوقات صیغہ مالگذاری و مجسٹریٹی سے رہا ہے — اور علاوہ اسکے ڈایریکٹر آف پبلک انسٹرکشن — ہوم سیکریٹری — اور انسپکٹر جنرل آف مایننگ — کے معزز عہدون پر مامور ہوئے ہین — فی الحال وہ پبلک ورکس کے سکرٹری کے عہدے پر ہین (جنمین ریل اور معادن دونون شامل ہین) — اسکا بیان کرنا بالکل بے فائدہ ہے کہ سید علی

شمس العلما سید علی بلگرامی -- بی - اے - ایل - ایل - بی

نے جو علوم انگلستان اور دوسرے مقامون مین حاصل کئے ہین انسے ریاست حیدرآباد کو کسقدر فائدہ پہونچتا ہے۔اگر مسٹر سید علی کے لیاقت اور قابلیت کا شخص اپنا وقت علوم کي طرف صرف کرے تو کوئي تعجب کا مقام نہین۔انہون نے بہت سی کتابین تصنیف کي ہین۔ جنمین کلیلہ و دمنہ کا مانوگرام " فارسی و سنسکرت کي متداولہ کتابین ہین۔عربی مین ایک رسالہ شائع کیاہے اور زبان سنسکرت مین ایک نظم لکھي ہے اور ایک بید کي صرف نحو تیار کي ہے اور اتروا وید کا ترجمہ جرمنی کے فاضلون کے طرز پر کیاہے۔انکی تازہ تصنیفات سے ڈاکٹر گستاولے بانز کي۔لاسیو یلیزیشیون دیز عاراہی (عربونکی تہذیب) کا ترجمہ ہے۔یہ کثیرالحجم کتاب بہت ہي قابل قدر ہے جسمین ۷۰۰ صفحے ہین اور اسمین سو ۱۰۰ صفحون پر نہایت عمدہ تصویرین ہین۔یہ اپنے قسم کا پہلاہي ترجمہ ہے۔سنسکرت مین انکی لیاقت کیلئے اتنا کہنا کافي ہے کہ وہ مدراس یونیورسٹی کے مسلسل ۳ برس تک سنسکرت کے ممتحن منتخب کئے گئے تہے۔ اور خصوصاً۔ ایم۔ اے۔ کے امتحان مین بیدون اور بید لٹریچر کے ممتحن تہے۔مسٹر سید علي لنڈن کے جیالوجکل سوسایٹی اور انگلستان اور ائرلنڈ کے رایل ایشیا تک سوسایٹی اور شمالی انگلستان کي معدنی میکانیکل انجنیرس انسٹیٹیوٹ اور نیز دوسرے سایئنٹیفک انسٹیٹیوٹ کے فیلوہین۔جن لوگون کو شمس العلما کے لفظي معنے معلوم نہین انکے لئے ہم بیان کرتے ہین کہ شمس العلما کے معنے۔عالمون کہ آفتاب کے ہین۔یہ خطاب مسٹر سید علی کو گورنمنٹ ہند کیطرف سے سنہ ۱۸۹۱ مین عطا ہوا ہے۔

میجر پرسي گف

میجر پرسی بلوم فیلڈ پیاٹن گف کا ریاست حیدرآباد سے منصبي تعلق بہ نسبت دوسرے ملٹری افسرون کے حضور سرکار نظام کي ملازمت مین بہت ہی قدیم ہے۔فی الحال میجر پرسی گف ملٹری دیپارٹمنٹ کے سکرٹری کے عہدہ پر مامور ہین۔اس دیپارٹمنٹ مین اِرریگولر ٹروپس (جسمین تقریباً بیس ہزار آدمي شامل ہین۔) وایمپریل سرویس ٹروپس و ریگیولر ٹروپس اور گولکنڈا بریگیڈ شامل ہین۔یہ سب ٹروپس مہاراجہ کشن پرشاد بہادر وزیر ملٹری دیپارٹمنٹ کے ماتحت ہین۔میجر پرسی گف کا پہلا تعلق ملٹری سے حسب ذیل تہا۔میجر پرسی گف برٹش ملازمت مین ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۵۳ کو سیکنڈ مدراس لینسرز مین بطور علم بردار رسالہ داخل ہوئے۔ اور معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت ۲۳ مئی سنہ ۱۸۵۴ کو لفٹنٹ کے عہدہ پر پہنچے۔اور ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۲ مین انکا نام کپسٹنس کي فہرست مین درج کیا گیا۔ انکا تعلق حضور سرکار نظام کي ریاست سے پہلے پہل جالنا مین شروع ہوا جہان سیکنڈ مدراس لینسرس (جو اسوقت سیکنڈ مدراس لایٹ کیاویلری کہلاتی تہی) مقیم تہی۔انہون نے اپنے لشکر کي ایک ٹکری سے پندرپور پر جو جنوبي ممالک مرہٹہ مین ہے بلوہ فرو کرنے مین مدد کي سنہ ۱۸۵۷ و ۱۸۵۸ مین میجر (اسوقت لفٹنٹ) گف اُن تین افسرون مین سے ایک افسر تہے جنکے ماتحت مایسور سلیدار ہارس کي تین پلٹنین ایام غدر مین

مستعار دی گئی تہین۔یہ پلٹنین کرنول کي کوچ کرتی ہوئی فوج کا ایک حصہ تہین۔جو بیلاری سے راجہ شوراپور کے جگائے ہوئے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے بہیجي گئی تہي۔اور دوسرے دو افسر لفٹیننٹ جو اب جنرل سر رچرڈ استورٹ ہین جنکے ماتحت حیدرآباد سب سي ڈرب فورس تہي۔اور دوسرے کیپٹن نیوبرح جو افسر اعلیٰ تہے۔کیاپٹن نیوبرح شوراپور مین مارے گئے۔لفٹنٹ استوورٹ نے بہت ہي دلیری سے مقابلہ کیا مگر ساخت زخمی ہوئے۔

کپتان نیوبری کے انتقال کے بعد لفٹنٹ گف جنکي عمر اسوقت صرف ۲۳ برس کي تھي تمام مائسور اِرریگیولر ٹروپس کے اعلي افسر ہوئے - اور جبتک کہ جنگ سے میسور واپس آئے تب تک اسی عہدے پر رہے - مگر شوراپور کہ محاصرہ کرنے کے بعد لفٹنٹ گف جنوبی ممالک مرہٹہ مین مختلف اور نہایت ضروري خدمتون کو انجام دینے کے لئے بالتخصیص مقرر کئے گئے - بعد ازآن وہ بلارني فیلڈ فورس مین جو مایسور ہارس کے زیر کمان تھي خدمت بجالائے اور اسی لشکر کے ساتھہ اسوقت کے رزیڈنٹ کرنل ڈیودسن کي درخواست سے انہون نے روہلا قوم پر جو حیدرآباد مین تھي جنگ کي - اور روہلا لوگون کے تظلم و تعدي سے ملک کو صاف کرنے کے لئے جو مدد انہون نے کي اسکو دیوڈسن صاحب بہت ہي مانتے ہین - اور لفٹنٹ جنرل سر پیاٹرک گرانٹ کمانڈران چیف و لفٹنٹ کرنل جے - ئي - ہیوز جنکے ماتحت کرنول مبوبل کالم تھا - دونون گف کي عمدہ خدمتون کي داد دیتے ہین - غدر کے پیچھے میجر گف سر - ایم - کبن کي ماتحتي مین مایسور کے راجہ کے دربار مین چند سال پولٹیکل خدمت بجالانے کے بعد وہ مایسور کے ایک صوبہ کے دیپوٹي کمشنر مقرر ہوئے - مین بعد میجر گف برٹش ملازمت سے نکلکر سنہ ۱۸۷۷ مین حضور سرکار نظام کي ملازمت مین میجر پراودنٹ کے بعد ملٹري سیکریٹري کے عہدہ پر مامور ہوئے - اور مسٹر آلي فنٹ کے جانے کے بعد نواب سر سالارجنگ اعظم نے ملٹري سیکریٹري کے علاوہ میجر گف کو اپنا پرائویٹ سیکریٹري مقرر کیا اور یہ دونون عہدے سالارجنگ کے انتقال تک بہت خوبي کے ساتھہ بجالائے اور ان کے بعد دونون متفقہ انتظامات مین بھي ویسي ہی خدمت کي دوسرے وزیر اعظم نواب سرسالارجنگ ثاني نے میجر گف کے خدمات مین اضافہ کرکے ارریگیولر ٹروپس و میڈیکل دیپارٹمنٹ (مطب) کا چارج بھي انہین کو دیا اور اسطورسے ان کي خدمت کیسي مفید تھی - اور کیسي اسکي قدر کي جاتي ھے اسکو تمام لوگون پرثابت کردیا -

اے - جے - ڈنلاپ صاحب

مسٹر اے - جے - ڈنلاپ صیغۂ مالگذاري کے رکن اول -

اے — جے — ڈنلاپ

حضور نظام کي مالگذاري کے صیغہ پر کامل اختیارات رکھنے والے في الحقیقت برار کمیشن کے ڈیپوٹي کمیشنر اول ہین - انکي خدمت گورنمنٹ حیدرآباد کو مستعار دي گئي ھے - چنانچہ وہ فی الحال فارن سروس پر ہین - حیدرآباد گورنمنٹ مین انکي ملازمت سنہ ۱۸۸۳ع مین شروع ہوئي - اسوقت انہین نواب وقارالامرا بہادر کے املاک کا چارج دیا گیا - جواب مدارالمہام ہین - لیکن انکي پہلي ملازمت برار مین سنہ ۱۸٦۹ کے مي مہینے سے شروع ہوتي جبکہ انہین ممالک متوسطہ اور برار کے کاٹن (روئي کے) کمیشنر کے معاون کي جائي دي گئي تھي - سنہ ۱۸۷۰ع مین وہ برار کمیشن پر مقرر ہوئے - ۵ اپریل سے ۲۸ آگسٹ سنہ ۱۸۷٦ تک انہون نے حیدرآباد کے سکنڈ اسسٹنٹ رزیڈنٹ متعلق برار کا کام انجام دیا - اور ۲۵ اکٹوبر سنہ ۱۸۷۷ع سے ۲ آگسٹ سنہ ۱۸۷۸ تک رزیڈنٹ حیدرآباد کے سکریٹري برار کا کام کیا - اور پھر وہانسے اپنی مستقل جائے یعنے کہام گام کے اسمال کاز کورٹ کي ججي پر مستقل ہوے - سنہ ۱۸۸۳ع مین جیسا اوپر بیان ہوچکا مسٹر ڈنلاپ حیدرآباد کو گئے - اور دو برس کے بعد رویدو اور سٹلمنٹ کمشنر کے انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے - سنہ ۱۸۹۳ع مین مجلس مالگذاري قایم کي گئی جسمین مسٹر ڈنلاپ رکن اول مقرر ہوئے - اس عہدے پر اور دوسرے پبلک عہدون پر جو وہ وقتاً فوقتاً بجالائے ہین - انہون نے دونون گورنمنٹون کي عمدہ اور قابل قدر خدمتین کي ہین - سٹلمنٹ انعام - آب رساني اور دوسرے صیغۂ مالگذاري حیدرآباد کے کامون مین انہون نے عمدہ کارروائی کرنیکي نسبت شہرت حاصل کي ھے جسکی قدر اور جسکا اثر ملک و رعایا کي بہبودي سے تعلق رکھتا ھے انکے بعد ضرور قایم رہیگا -

فریدونجی جمشیدجی ایسکوایر

مسٹر فریدونجی جمشیدجی مدارالمہام کے افیشیل پرائوٹ سکریٹری ہین- چاہے مسٹر فریدونجی سے خانگی ملاقات ہو یا پبلک انکی فریدین ملاقات کرنیوالے کے دلپر پھر چاہے وہ یوروپین ہو یا دیسی اثر کرہی جاتی ہے- کیونکہ انکی گفتگو مین کچھہ ایسی ہی خصوصیت ہے کہ دلکو راغب کئے بغیر نہین رہتی- مسٹر فریدونجی متوفی مسٹر جمشیدجی کے بڑے فرزند ہین جو خود بھی ملازم حضور نظام تھے- اور اس لحاظ سے رعایائے نظام ہی مین انکا شمار ہے- وہ فی الحال انچالیس برس کی عمر کے ہین- انکی پیدایش ماہ سپٹمبر سنہ ۱۸۴۹ع مین ضلع اورنگ آباد مین ہوئی تھی- اکتیس سال سے پیہم سرکار نظام مین ملازم ہین- اور پانچ منتظمونکے ماتحت خدمت کی ہے- اور تین مدارالمہام کے آفیشیل پرائوٹ سکریٹری رہ چکے ہین- یہہ ایک ایسی بات ہے کہ جس سے اوسط درجہ کی لیاقت سے انمین کچھہ بڑھکر قابلیت ہو یہہ ظاہر ہوتا ہے- جب رونیو سروے اور سٹلمنٹ ورک اورنگ آباد مین قایم کیا گیا- تو اس کام کے لئے انہین مخصوص منتخب کیا- اس کام کو انہون نے بمبئی سروے سسٹم پر جاری کیا- اور اوسکو اول سے اخیر تک نہ صرف اورنگ آباد ضلع مین بلکہ اضلاع متصل بید و پربھانی مین جو قریب پندرہ ہزار مربع میل کے ہے نہایت عمدگی سے انجام دیا- یہہ نیا سٹلمنٹ بہت کامیاب ہوا- بنتیجہ زمیندین لیگئین اور محصول مین بہت ترقی ہوئی- اس معاملے مین مسٹر فریدونجی نے نو سال تک بڑا خیال دیا گورنمنٹ نے انکی بڑی قدر شناسی کی اور سرسالار جنگ اول نے انہین ایک سونے کی گپڑی اور زنجیر انکی خدمتون کی قدرشناسی مین عنایت فرمائین- سنہ ۱۸۸۳ع مین مسٹر فریدونجی تعلقدار اول اورنگ آباد مقرر ہوے- لیکن دوسرے ہی سال جنرل گلاسفرڈ افسر سیغہ سروے و سٹلمنٹ خدمت سے علحدہ ہوے تو مسٹر فریدونجی کو بہ سبب انکی مہارت کے سروے و سٹلمنٹ کمشنر کا عہدہ دیا گیا جسکے سبب انہین شہر حیدرآباد مین آنا پڑا- تھوڑے ہی عرصہ مین- یعنے صرف تین ہی مہینون مین سرسالار جنگ دوم کے آفیشیل پرائوٹ سکریٹری مقرر ہوے- پھر معزز عہدہ تین سال تک انکے تحویل مین رہا بعد ازآن سر آسمان جاہ نے بھی بہ سبب انکی لیاقت کے انہین اسی عہدے پر برقرار رکھا- جنکے ماتحت انہون نے سات سال کام کیا حتی کہ انہون نے سنہ ۱۸۹۳ع مین اپنا استعفا پیش کیا- انکے بعد وہ موجودہ مدارالمہام سروقارالامرا کے بھی پرائوٹ سکریٹری ہوئے- مسٹر فریدونجی کی خدمت بطور سکریٹری کے کل سکریٹریون سے مدت درازکی ہے اور میجر کاٹ کے سوا صیغہ سکریٹریٹ مین انسے کوئی قدیم تر ملازم نہین ہے- مسٹر فریدونجی کے ایک ہی ایک فرزند ہے جو برٹش ملازمت مین برار کے اندر بطور ڈپٹی کمشنر کے مقرر ہے- انکی زوجہ انتقال کرچکی ہین-

مسٹر فریدونجی بڑی علمی مہارت رکھتے ہین- ہندوستان کے جدا جدا نامی اخبارون مین مضامین روانہ کرنیکے سوا انہون نے کئی ایک دلچسپ کتابین لکھی ہین- اور خصوصاً ضلع اورنگ آباد کے کاشتکارون کی سوشیل اور اکانامک حالت کا احوال لکھا ہے جسکی انگریزی اخبارون نے بڑی تعریف کی ہے- اور اس کتاب مین بھی باب اورنگ آباد مین اسکا بیان آیا ہوا ہے- مسٹر فریدونجی رایل ایشیاٹک سوسائٹی اور کابڈن کلب کے ایک رکن بھی ہین-

فریدونجی جمشیدجی اسکوایر

رای مرلی دھر

رائے مرلی دھر رونیو بورڈ کے ایک ممبر ہین—وہ متوفی رائے متولال کے فرزند ہین جو نہر گنگا پر ایگزیکیوٹو انجنیر تھے—لیکن سنہ ۱۸۷۲ ع مین انکی خدمت سرکار حضور نظام کو دیگئی—متولال کی خدمتین ایام غدر مین سرکار ہند نے اتنی پسند کین کہ انہین ممالک مغربی و شمالی کے بلند شہر مین کتنے ایک گانون بطور بخشش کے عنایت کئے جنکا محصول رای مرلی دھر کو وراثتاً ملتا رہتاہی—سنہ ۱۸۷۵ع مین رای مرلی دھر ملازمت حضور نظام مین کلکتہ یونیورسیٹی کے امتحان ایف—اے مین کامیاب ہونیکے بعد سلک اتالیقی کے داخل ہوے اور دوسرے ہی سال تیسرے درجہ کے تعلقدار مقرر ہوے اور سنہ ۱۸۷۸ع مین تعلقدار درجہ دویم ہوگئے سنہ ۱۸۸۲ مین وہ رونیو بورڈ کے اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے اور سنہ ۱۸۸۳ع مین تعلقدار اول—پھر انہین خاص انعام کمیشن پر کام کرنیکے لئے مقرر کیا گیا—لیکن سنہ ۱۸۸۶ع مین انکی تبدیلی ضلع اورنگ آباد مین بطور تعلقدار اول کے ہوی پھر وہ صوبیدار اورنگ آباد مقرر ہوے اور وہان سے وہ بیدر روانہ کئے گئے—وہان سے وہ موجودہ عہدے پر آئے ہوے ہین—

رای مُرلی دھر

——❖❖❖——

نواب مقتدر جنگ بہادر

نواب مقتدر جنگ مرحوم نواب عظیم جنگ بہادر کے پوتے اور مرحوم عظیم الملک میر جملہ کے پر پوتے ہین—میر جملہ سنہ ۱۲۰۱ ہجریہ مین اورنگ آباد کے صوبیدار تھے—انکے ماتحت پچیس ہزار با قاعدہ اور پچیس ہزار بے قاعدہ فوج تھی—نواب صاحب موصوف نواب آصف جاہ بہادر کے ہمراہ دہلی سے دکھن تشریف لائے—دہلی سے مراجعت کرنے کے پیشتر انکے زیر کمان بارہ ہزار سوار تھے—نواب میر مظفر علی خان بہادر رفعت الملک انکے بھتیجے تھے—نواب مقتدر جنگ بہادر نے کئی مقامون پر بطور تعلقدار کے کام کیا ہوا ہے—انہون نے ایک سال تک رونیو کمشنر کے عہدے پر بھی کام کیا ہوا ہے—اور فی الحال وہ رونیو بورڈ کے ایک رکن ہین—

نواب مقتدر جنگ بہادر

مولوي احمد حسين ايم-اے-بي-ايل

مولوي احمد حسين ايم-اے-بی-ايل حضور نظام کے اسسٹنٹ سکریٹري ہين-وہ سنہ ۱۸۶۳ع کے اگست مہينے مين ۱۱ تاريخ کو پيدا ہوئے تہے-انہون نے مدراس يونيورسٹی کے کرسچين کالج مين تعليم پائي تہي اور سنہ ۱۸۸۲ع سے سنہ ۱۸۸۶ تک گورنر اسکالرشپ انہين ملتي رہي-سنہ ۱۸۸۶ع مين وہ امتحان بی-اے مين کامياب ہوئے-سنہ ۱۸۸۹ع مين بی-ايل اور سنہ ۱۸۹۰ مين ايم-اے ہوے-وہ اسی سال شمال آرکٹ مين ڈپٹی کلکٹر اور مياجسٹريٹ مقرر ہوے-اور سنہ ۱۸۹۱ع مين آنندٹا پورم مين-سنہ ۱۸۹۲ع مين انہون نے استعفا پيش کيا-اور دوسرے ہی سال ملازمت نظام مين ايسے معزز عہدے پر قايم کئے گئے-جہان اب ہين-

مولوی احمد حسين ايم اے بی ايل
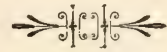
راجۂ راجمان مہاراجہ نوازونت راجہ مرلي منوہر بہادر آصف جاہی

اس راجہ کے آبا و اجداد شاہجہان آباد کے رہنے والے تہے اور انکا سلسلہ راجہ رگوناتہہ سے ملتا ہے-جو ايک بڑے ذی رتبہ امير اور ايک تعلقہ کے صوبہ دار اور نيز حيدرآباد کے وزير اعظم تہے-مرلی منوہر سنہ ۱۸۶۰ مين پيدا ہوے-بارہ برس کے سن مين اودھہ کی دريا بادراج کے خاندان کي ايک لڑکي سے آنکي شادی ہوی-انکے والد کے انتقال کے بعد وہ بتحريک سرسالار جنگ اعظم مدرسہ عاليہ مين داخل ہوے اور مدرسہ کي تعليمات سے فارغ ہونيکے بعد انکي توجہ قانون داني کي طرف مبذول ہوي-سرسالار جنگ نے مجموعۂ تعزيرات ہند کے مطالعہ کي انہين مشورت دي-اور اسکے لئے وہ اضلاع کو بہيجے گئے اور وہان صيغۂ مالگذاری کے ہرايک عہدے مين يعنے تحصيل سے ليکر اوپر جتنے عہدے ہين اُن سبہون مين پورا پورا تجربہ حاصل کيا-

حضور نظام کي گورنمنٹ مين جو راجہ کو پہلا کام ديا گيا وہ مالگذاري کي سررشتہ داری کا تہا-جسکے بعد انہين مالگذاري اور جوڈيشيل محکمون کي

سرجن لفٹننٹ کرنل اي-لاری ايم-بی

کونسلری کے عہدے پر ترقی دی گئی-اسی سال وہ پرائیویٹ سکرٹری کے عہدے پر مامور ہوے-جب کہ حضور نظام مسند نشین ہوے اس موقع پر انہیں راجاؤں اور مہمانوں کے استقبال اور دربار کے انتظام کی ذمہ دار خدمت دی-

جبکہ ریاست کے اخراجات کی اصلاح اور پبلک قرضہ کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر ہوے تو راجہ کو اُن دونوں کا ممبر مقرر کیا گیا- اور سنہ ۱۳۰۴ھ میں وہ ریاست کے اکونٹنٹ جنرل ہوے-

سنہ ۱۲۹۱ع میں مرلی منوہر راجہ بہادر آصف جاہی اور راجۂ راجمان کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئے-سنہ ۱۲۹۷ کے اوائل میں انہوں نے انگریزی اور فارسی کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ اپنے خاص اخراجات سے کشادہ کیا-

سنہ ۱۳۱۴ میں راجہ موصوف نے ملکۂ معظمہ کی الماسی جوبلی کی یادگار میں بہت سی اسکالرشپیں مقرر کیں-اسی سال انہوں نے ایک مشہور سبھا قایم کی جو انکی کمیونیٹی کو بیحد فائدہ پہنچا رہی ہے-انہوں نے اپنے خاص مکان میں ایک دھرم ونت کلب بھی کھولا-جہاں قوم کایستھہ کے لڑکے علمی مضامین پر مباحثہ کرتے رہتے ہیں-انہوں نے حال میں دو اسکیم حضور نظام کے پیش کئے ہیں-ایک لنگرخانہ کی نسبت اور دوسرا پبلک مدارس کی نسبت-گورنمنٹ نے ان دونوں اسکیموں کو نہایت پسند کیا ہے- راجہ ہندو کلب کے پریسیڈنٹ ہیں اور سوشیل مورل اور علمی مضامین پر بہت سی اسپیچیں اور لکچر دئیے ہیں-

راجہ مرلی منوہر بہادر

سی-ای-کرالی اسکوائر

مسٹر چارلس ایڈورڈ کرالی اعلیحضرت سرکار نظام کے کامپٹرولر جنرل ہیں- انہوں نے مارلبرو کالج میں تعلیم پائی ہے-بائیس برس کے سن میں وہ ہندوستان آئے اور فروری سنہ ۱۸۷۴ میں گورنمنٹ ہند کے صیغہ مالگذاری میں ملازم ہوئے- اسوقت سے انہوں نے ہندوستان کے قریباً تمام صوبوں میں جنمیں برما بھی شامل ہے خدمتیں ادا کی ہیں سرکار نظام نے گورنمنٹ ہند سے درخواست کی کہ ایک قابل اور لایق شخص حیدرآباد میں ملازمت کیلئے بھیجا جائے تو گورنمنٹ ہند نے ماہ اگست سنہ ۱۸۹۲ میں انہیں روانہ کیا-گورنمنٹ نظام نے انہیں کامپٹرولر جنرل کا عہدہ عطا کیا اسوقت سے انہوں نے اس شاخ میں جسکے وہ ذمہ دار ہیں بہت سی اصلاحیں کیں-

سی-ای-کرالی ایسکوایر

نواب عماد الملک بہادر

یہہ صاحب دو بڑے اور ذمہ دار عہدون یعنے دائرکٹر سررشتۂ تعلیم و پرائوٹ سکریٹری حضور نظام پر قایم ہین۔ جس خاندان سے انہین تعلق ہے وہ پہلے پہل سنہ ۴۶ ھ مین ہندوستان مین آیا۔ اور ملک اودہ کے ضلعہ ہردوئی مین مقیم ہوا۔ اور وہان کے راجہ کو نکال دیا۔

نواب صاحب موصوف کے دادا پہلے ہی رکن خاندان مذکور تہے کہ جنہون نے سرکار برطانیا کی ملازمت اختیار کی۔ وہ اکثر کلکتہ مین مقیم رہے جہان انکے تمام فرزند تولد ہوے۔ انکی حیات کے اواخر مین انکے ضلعہ کی دیسی گورنمنٹ نے انہین اپنا وکیل کرکے گورنر جنرل کے پاس بہیجا۔ یہہ انہین ایام مین کہ جب میر عالم کو حضور نظام نے اپنا وکیل بناکر بہیجا تہا۔

نواب صاحب موصوف کے والد ماجد اور چچا دونون نے مدرسہ کالج آف اوریئنٹل لرننگ مین تعلیم پائی تہی۔ جسکی بنا کلکتہ مین وارن ہیسٹنگس نے قایم کی تہی۔ یہہ گویا پہلے ہی ہندوستان کے مسلمان تہے کہ جنہون نے با قاعدہ اسکول مین انگریزی تعلیم پائی۔ لیکن اسکے پیشتر وہ مشرقی علوم مین اچہا درک بہم پہنچا چکے تہے۔ جب انہون نے کالج چہوڑدیا تو انکے چچا کو لارڈ ولیم بنٹنگ نے اپنا اے۔ ڈی۔ سی اور اوریئنٹل انٹرپریٹر بنایا۔ بعد ازآن سندہی امیرون کے دربار مین بطور پولیٹکل ایجنٹ کے روانہ کیا۔ کیونکہ اُن دنون مین وہ انگریزون کو اپنے ملک مین داخل ہونے نہ دیتے تہے۔ دریائی سندہ کی جہاز رانی کی نگرانی بہی انکے تحویل مین تہی۔ انہین پہر ملک بہار مین ڈپٹی کلکٹر اور اسسٹنٹ آبیسر مقرر کیا۔ اس کام پر وہ اپنے حین حیات تک رہے۔ وہ دیسی سی۔ ایس۔ آئی کے پہلے گروہ مین تہے۔ چوبیس پرگنون مین جبتک کہ وہ خدمت پر تہے دو مرتبہ بنگال کائونسل کے ممبر مقرر ہوے۔ وہ مشہور آرا گیاریسن کے ایک ہیرو تہے اور انکا مکان اور تمام املاک بلوائیون نے لوٹ لیا تہا۔

نواب صاحب موصوف کے والد ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی میجسٹریٹ انکے چچا کی ملازمت کے کئی سال پیچہے (سنہ ۱۸۴۰ ع) مین مقرر ہوے۔ اور بنگال اور بہار کے جدے جدے اضلاع مین بڑی عمدگی سے سنہ ۱۸۷۵ ع تک خدمت بجالاتے رہے۔ جسکے بعد وہ خانہ نشین ہوے۔

نواب عماد الملک سنہ ۱۸۴۴ ع مین قصبۂ گیا مین پیدا ہوے تہے۔ قریب چودہ یا پندرہ سال کی عمر تک انکی عربی اور فارسی تعلیم خانگی طور پر ہوئی۔ بعد ازآن انہین اسکول مین روانہ کیا گیا۔ اول تو بہاگلپور پہر پٹنہ اور آخر مین کلکتہ۔ وہ سنہ ۱۸۶۱ ع مین ہرایکا می سے میاٹریکیولیشن مین کامیاب ہوے۔ اور سنہ ۱۸۶۶ ع مین اول درجہ مین بڑی ڈگری کے ساتہہ گراجوایٹ ہوے۔ اگرچہ انکے والد نے انہین اپنے صیغۂ ایکزیکیوٹو مین لینا چاہا لیکن انہون نے اپنی پسند گی سررشتۂ تعلیم کے لئے ظاہر کی۔ اور لکہنو کالج مین عربی پروفیسر مقرر کئے گئے۔ کیونکہ اسمین انہین بہت سے موقع اپنی تعلیم جاری رکہنے اور استعداد بڑہانیکے ملنا ممکن تہا۔ سنہ ۱۸۷۲ ع مین جبکہ سرسالار جنگ اعظم لکہنؤ تشریف لائے ہوے تہے۔ تو جنرل بارونے نواب موصوف کی اسے ملاقات کرائی۔ اور دیر تک گفتگو رہنے کے بعد نتیجہ یہہ ہوا کہ سرسالار جنگ نے انکو حیدرآباد مین ایک عہدے کی ترغیب دی اور انہین فرمایا کہ میرے حیدرآباد لوٹنے کے بعد تم وہان آو۔ سرسالار جنگ نے حیدرآباد واپس آنے پر پہر انہین طلب کیا۔ لیکن سنہ ۱۸۷۳ ع کے ماہ جون تک انکا وہان جانا نہوسکا۔ جب یہان پہنچے تو اوس وزیر اعظم کی ملازمت مین پرسنل اسسٹنٹ کے طور پر سنہ ۱۸۷۶ ع تک رہے کہ جب وہ سفر انگلنڈ سے واپس آئے۔ پہر انہین اپنا پرائوٹ سکریٹری اور سکریٹری صیغۂ متفرقات مقرر کیا کہ جسمین سررشتۂ تعلیم اور اور دوسری چہوٹی چہوٹی شاخین ہین۔ اس عہدے پر وہ حضور نظام کی تخت نشینی تک قایم رہے۔ پہر انہین حضور نظام نے اپنا پرائوٹ سکریٹری مقرر فرمایا۔ اور ساتہہ ہی اسکے انکو خطاب علی یار خان بہادر موتمن جنگ حضور نے عنایت فرمایا۔ چند سال کے بعد خطاب عماد الدولہ اور پہر عماد الملک کے خطابون سے حضور نظام نے انہین سرفراز فرمایا۔ اور موجودہ عہدۂ معزز بہی عنایت کیا کہ جسکو اپنے علم اپنی ذاتی لیاقت اور اعلی درجہ کی عقلمندی سے انہون نے زینت دی ہے۔

نواب عماد الملک بہادر

نواب اکبر جنگ بہادر - سی - ایس - آئی

کوتوال شہر نواب اکبر جنگ کی سوانح عمری ایک عجیب سرگذشتوں کا بیان ہے - سنہ ۱۸۴۰ع میں شہر اورنگ آباد میں انکا تولد ہوا - اور سنہ ۱۸۵۷ع میں غدر کے وقت صرف ۱۷ برس کی عمر میں انہوں نے اپنی ملازمت سرکار برطانیا کو دی - اور ممالک متوسطہ کی تمام لڑائیوں میں موجود تھے - اور تین وقت زخمی بھی ہوئے - جب غدر بڑھا دیا گیا تو تانتیا توپی کے ساتھہ لڑائی ہوئی اسمین پھر شریک تھے - لیکن سنہ ۱۸٦۰ع میں وہ اپنی خدمت سے مستعفی ہوے تاکہ سفر مصر و روم و فارس و عرب کریں - سنہ ۱۸٦۸ع میں پھر وہ تھوڑے وقت کے لئے گورنمنٹ کے ملازم ہوے - اور لارڈ نیپیر کے اسٹاف پر انٹلیجنس برانچ میں ملک حبش کو گئے - لارڈ نیپیر نے مگدالا کی جنوب میں جو سفارت گئی تھی کہ شاہ تھیودور کو فرار ہونے سے روکے اسمین انہیں روانہ کیا - جبکہ شاہ تھیودور مارا گیا اور جنگ اختتام کو پہنچی تو جنرل نے انکی عمدہ اور قابل قدر خدمتوں کے لئے انکا شکریہ ادا کیا - اور خطاب سی - ایس - آئی عطا کرکے اور بھی انکی قدر شناسی کی - دو سال کے بعد پھر وہ برٹش ملازمت میں سر ڈگلاس فارسیتھہ کی سفارت یارقند میں بطور آنرری نیٹیو سکریٹیری کے اورنگ آباد کی صوبیداری کو چھوڑ کر داخل ہوئے - انکی خدمتوں کے لئے پھر سرکار برطانیا نے انکا شکریہ ادا کیا - جبکہ دکھن کو لوٹ آئے - تو حیدرآباد کے شہر کوتوال مقرر ہوے - حیدرآباد کے افسروں میں درجئہ کوتوالی بڑا درجہ ہے - اس عہدے پر نواب اکبر جنگ نے انکے اگلے کارنمایان سے جو توقع کی جاتی تھی ویسا ہی اپنے آپ کو مشہور کیا ہے - اور سلطنت اور رعایا کی رعایت ہردم انکے مد نظر ہے - شہر حیدرآباد کے باہر والے لوگ تھوڑے ہی ہیں جو کوتوال شہر کے مشکل اور نازک عہدے کی ذمہداری کا اندازہ کرسکتے ہونگے - اور شہر بھی ایسا جہاں مختلف قومیں بستی ہوں - ہندوستان میں پھر [ایسا کوئی] عہدہ اپنی نظیر نہیں رکھتا - علاوہ ان مشکل فرائض منصبی کے نواب اکبرجنگ کے متعلق اور کئی ایک عہدے ہیں کہ جنمیں انکی خدمتیں قابل قدر سمجھی گئی ہیں - حضور نظام کے ممالک میں قوم روہیلا کے زور کو نرم کرنے اور انہیں قابو میں لانیکے لئے جو مجلس قرار پائی تھی اسکے پھر صدر مقرر ہوئے تھے - اس مجلس میں کئی ایک قوانین جاری کئے گئے - وہ قوانین معہ ترمیمات کے گورنمنٹ نے منظور کئے اور تا حال انپر عملدرآمد ہوتا ہے -

وہ چدرگھاٹ اور شہر کے میونسپال بورڈ کے ممبر بنائے گئے - اور انکی کارروائی کے لئے قوانین بنانیکو جو کمیٹی مقرر ہوئی تھی اسمین انہوں نے قیمتی اور قابل قدر مدد دی تھی -

یونانی حکمت کو رواج دینے کے لئے جو مجلس قرار پائی تھی اسمین وہ ممبر ہوئے تھے - اور جاگیرداروں کی طرفسے لجسلیٹو کاونسل میں رکن بنائے گئے بعد ازآن اس مجمع کے آفیشیل ممبر مقرر ہوئے - انکے عہد میں جو قوانین بنائے گئے وہ جاری کئے گئے - اور نواب صاحب نے ان قوانین کی اور اور قوانین کی تعمیل کرانے میں بڑی تیز فہمی اور عقلمندی کا برتاو کیا - یہہ بہت مشکل امر تھا لیکن انہوں نے باجود سخت مخالفت کے انپر تعمیل کی اور بازی لیگئے - انکی بے تعصبی نے اور کارہاے مفوضہ پر دلدہی نے حضور نظام کے دل میں انکی جائے کی ہے اور مدارالمہام اور سلطنت کے مختلف افسر انکی تعریف میں رطب اللسان ہیں -

نواب اکبر جنگ بہادر سی - ایس - آئی

آرتھر کرامپیان ہاکن ایسکوایر سی - آئی - ای

یہہ افسر حضور نظام کی پولس اضلاع کے انسپکٹر جنرل ہیں - انکا تولد آسٹریلیا میں ہوا اور انکی تعلیم انگلنڈ میں - مسٹر ہاکن پہلے پہل سنہ ۱۸۷۷ع میں وارد ہندوستان ہوے - سال آئندہ یعنے سنہ ۱۸۷۸ع میں

گورنمنٹ کے ملازم ہوے - انکی عمر اسوقت انیس سال کی تھی - انہیں ممالک متوسط کی پولیس میں جاے دی گئی پھر گورنمنٹ آف انڈیا کے ماتحت فارن ڈپارٹمنٹ میں انکی تبدیلی ہوی اور انہیں بندیل کھنڈ کے ڈاکوؤں کو فرو کرنے کی خاص خدمت پر منتخب کیا گیا - انہوں نے مشہور ڈاکوؤں کا کہ جنہوں نے کئی ایک دیسی ریاستوں کو خوف زدہ کررکھا تھا سراغ لگاکر اور انہیں گرفتار کرکے اپنے انتخاب کی دانائی کو ثابت کر دکھلایا - سنہ ۱۸۹۴ع میں تھگی اور ڈکوئٹی ڈپارٹمنٹ میں انکی تبدیلی ہوئی - وہ نوگنج اندور اور ممالک متوسط میں خدمت پر رہے پھر شملہ گئے - سنہ ۱۸۹۵ع میں پروکلیمیشن ڈے کو انہیں ملکہ معظمہ نے خطاب سی - آئی - ای عطا فرمایا - اسی سال کے نومبر مہینے میں انکی تبدیلی حیدر آباد کو ہوئی - اور ایک سال کے بعد حضور نظام کی درخواست سے سلطنت حیدر آباد کی ملازمت میں داخل ہوے اور انسپکٹر جنرل پولیس اضلاع کی خدمت انہیں دی گئی - انکے قیام کے بعد عرصہ قلیل میں جوجو عمدہ اور کار آمد درستگی اس صیغہ میں ہوئی ہے اس سے انکی لیاقت - شوق - اور کارپردازی کی قابلیت ظاہر ہو رہی ہے -

ا - ے - سی ہیڈکن ایسکوایر سی آئی - ئی

جے - بی بوکانن ایسکوایر

مسٹر جے - بی - بوکانن اے - ایم - آئی - سی - ای - ایم - آر - اے ایس سلطنت حیدر آباد کہ صیغہ تعمیرات کے آفیشئیٹنگ چیف انجنیر ہیں - انہیں سلطنت حیدرآباد میں مدت دراز کا تجربہ ہے - کیونکہ انہوں نے اپنی اپرنٹس شپ اس صیغہ کے کم درجوں میں گذاری ہے - سنہ ۱۸۸۱ع میں اپنی اپرنٹس شپ کا زمانہ پورا کرتے ہی انہیں سالار جنگ اعظم نے اسسٹنٹ انجنیر کے درجہ پر ترقی دی - سنہ ۱۸۸۷ع میں انکی خدمت چدرگھاٹ میونسپالٹی کو حضور نظام کے سکریٹری کرنل مارشل نے باتفاق راے مسٹر کارڈیری سی - ایس - آئی - رزیڈنٹ حیدر آباد مستعار دی - تاکہ سلطنت کے اس صیغہ کو از سر نو ترتیب دیں - سنہ ۱۸۹۴ع میں صیغہ تعمیرات میں بطور سوپرنٹنڈنگ انجنیر کے پھر انکی تبدیلی ہوئی - اور سنہ ۱۸۹۷ع میں انہیں موجودہ عہدہ پر ترقی دی گئی - مسٹر بوکانن انسٹیٹیوٹ آف سول انجنیرس کے ایک ایسوشئیٹ ممبر اور رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے بھی ممبر ہیں -

جے - بی - بوکانن ایسکوایر

ہیو-گاف ایسکوایر

مسٹر ہیو گاف سینیر اور فرسٹ اسسٹنٹ ٹو دی انسپکٹرجنرل پولیس و جیل ہین-وہ میجر پرسی گاف سرکار حضور نظام کے ملیٹري سکریٹري کے فرزند اور جنرل سر چالس اور جنرل سر ہیو گاف کے بھتیاجے ہین-یہہ دونون جنرل کے سی-بی اور وی-سی ہین-وہ متوفی لارڈ گاف چلیا نوالا سے بہي قرابت رکہتے ہین-مسٹر گاف حضور نظام کے پرسنل اسٹاف پر سنہ ۱۸۸۲ مین ملازم ہوے-جنسے انہین ہرروز میل جول کا سابقہ رہا-سنہ ۱۸۸۴ مین جبکہ حضور نظام تاخت نشین ہوئے تو مسٹر گاف کو صیغہ پولیس اضلاع مین-انسپکٹر جنرل کرنل لڈلو کے پرسنل اسسٹنٹ کي جاے دي گئی-اوس انسپکٹر جنرل کے ماتحت مسٹر گاف نے بہت سی کارآمد درستگیون کو ملاحظہ کما تہا-گورنمنٹ اور کرنل لڈلو ماضي انسپکٹر جنرل نے انکی خدمتون کا اظہار تعریف کے ساتہہ کیا ہے-مسٹر گاف موجودہ انسپکٹر جنرل کے بہی معتمد ہین-

ہیو گاف اسکوایر

مولوي نظام الدین حسن خان بی-اے-بی-ایل

مولوي نظام الدین حسن خان ممالک مغربی و شمالی کے ایک وکیل ہین-حیدرآباد اسائنڈ ڈسٹرکٹس مین مولوي صاحب موصوف نے بطور دپٹی کمشنر کے کام کیا ہے-اور فی الحال سلطنت نظام کے ہائی کورٹ کے ایک پیونی جج ہین-وہ مولوی محمد حسن خان کے بڑے فرزند ہین اور انکی پیدائش سنہ ۱۸۵۳ع مین ہوئی تہی-انکی فارسی اور عربی تعلیم انکے والد کے ہاتہہ پر ہوئی اور ابتدائي تعلم انگریزی مختلف مدرسون مین-انہون نے سنہ ۱۸۷۰ع مین بریلی کالج سے میاٹریکیولیشن مین کامیابی حاصل کي-سنہ ۱۸۷۷ع مین انہون نے کلکتہ یونیورسیٹی سے بیاچلر آف آرٹس کي ڈگری حاصل کي-اور سنہ ۱۸۸۱ع مین اسی یونیورسیٹی سے بیاچلر آف لا ہوے-ماہ جولائی سنہ ۱۸۸۱ع مین گورنمنٹ سروس مین داخل ہوے اور حیدرآباد اسائنڈ ڈسٹرکٹس مین تہرد کلاس آفیشیٹنگ اسسٹنٹ کمیشنر مقرر کئے گئے-اسی سال کے اگسٹ کي پہلی تاریخ کو انہین امراوتی سے اکولہ روانہ کیا گیا اور تہرد گریڈ سیول جج اور سیکنڈ کلاس میاجسٹریٹ کے اختیارات عطا کئے گئے-

مولوی نظام الدین حسن خان بی-اے-بی-ایل

بخشی رگوناتھہ پرشاد بی-اے

یہہ صاحب جو حضور نظام کے ہائی کورٹ کے جج ہین سنہ ۱۸۵۲ع مین تولد ہوے تھے-
انکی تعلیم ساتوین سال مین شروع ہوئی-اور تیرہ سال کی عمر مین انہون نے فارسی-ہندسہ-اور میاتھیمیاٹکس مین عمدہ مہارت حاصل کرلی-پھر انہون نے انگریزی پڑھنا شروع کیا-انہون نے بی-اے کی ڈگری سنہ ۱۸۷۷ع مین کلکتہ یونیورسیٹی سے حاصل کی-سنہ ۱۸۷۹ع کے اپریل مہینے مین وہ سرکار نظام کی ملازمت مین داخل ہوے-اور انہین رونیو سکریٹری کے پرسنل اسسٹنٹ کی جائی دیگئی-وہ رفتہ رفتہ پولٹیکل اور فینانشیل سکریٹری کی آفس کے رجسٹرار کے عہدے پر ترقی کرگئے-اور اسکے ایک سال بعد سرسالار جنگ دوم نے انکو اسسٹنٹ فینانشیل سکریٹری کا عہدہ مرحمت کیا-سنہ ۱۸۸۷ع کے ماہ جولائی مین سر آسمان جاہ نے انکی خدمتون کے صلہ مین انکی تنخواہ مین مخصوص اضافہ کیا-ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ع مین انہین نلدرگ کا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور کلکٹر مقرر کیا گیا-جہان انہون نے تین سال تک خدمت کی اور تشفی دیتے رہے-پھر انہین اسی عہدے پر ضلعہ لنگساگر مین روانہ کیا گیا جہان سنہ ۱۸۹۳ع کے جولائی سے سنہ ۱۸۹۵ع کے مارچ تک رہے-سنہ ۱۸۹۵ع کے جنوری مہینے مین سروقارالامرا موجودہ مدارالمہام نے مختلف مقامون پر مسٹر رگوناتھہ پرشاد نے جو جو خدمتین ادا کی تھین-انپر اپنی تشفی ظاہر فرمائی-نواب صاحب موصوف نے اپنی قدردانی کے ثبوت مین مسٹر رگوناتھہ پرشاد کے فرزند سیام سندر لال کو بطور اتاچی کے ایک سو روپیہ کا وظیفہ مقرر کردیا-اور انپر اپنا اطمینان زیادہ تر ظاہر کرنے کی غرض سے انہین اسپیشیل کمشنر کا مشکل کام سپرد کیا کہ اپنے فرایض منصبی کے سوا راجہ شوراپور کی قرضداری کے بابمین تفتیش کرین-مسٹر رگوناتھہ پرشاد نے ابھی اپنے نئے عہدے کا ذمہ لیا تھا کہ انکی پھر قدر افزائی ہوئی اور وہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوے-بطور ہائی کورٹ جج کے بارہا مختلف اور ذمہ دار کامونکے لئے انہین منتخب کیا گیا ہے-ہای کورٹ مین داخل ہونیکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت علی کمیشن کے صدر مقرر ہوے اور اس پیچیدہ معاملہ مین انکی لیاقت تحمل-اور کوشش فراوان کے لئے سرکار نے انکا شکریہ ادا کیا-علاوہ اپنے فرض منصبی کے بخشی رگوناتھہ پرشاد ڈٹ کمیشن کے ممبر اور سکریٹری قرار دئے گئے-اور انکے لئے گورنمنٹ کے اطمینان اور تشفی کا یہہ دوسرا ثبوت ہے-

بخشی رگوناتھہ پرشاد بی-اے

سنہ ۱۸۸۱ع کے اکتوبر مہینے مین انہون نے لوئر اسٹانڈرڈ کے امتحان مین کامیابی حاصل کی-اور تھوڑے وقت تک تھرڈ کلاس اسسٹنٹ کمشنر مقرر کئے گئے-کیونکہ دسوین فروری سنہ ۱۸۸۲ع کو لا-رونیو-اور ورناکیولر مین ہائراسٹانڈرڈ کے امتحان مین کامیابی حاصل کرچکے تھے-سنہ ۱۸۸۲ع کے سپٹمبر کی گیارھوین تاریخ کو انہین اس جائے پر بحال کردیا گیا-اٹھائیسوین مارچ سنہ ۱۸۸۳ع مین وہ کہام گانون کے اسمال کازکورٹ مین جج مقرر کئے گئے-اور سنہ ۱۸۹۲ع کے می مہینے سے بحکم گورنمنٹ آف انڈیا وہ ہائی کورٹ کے جج کا کام کررہے ہین-اور سنہ ۱۸۹۳ع کی پہلی جنوری سے فرسٹ کلاس اسسٹنٹ کمشنر کی گریڈ پر ترقی کرچکے ہین-بیسوین نومبر سنہ ۱۸۹۵ع کو وہ اسپیشیل اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوے-اور گیارھوین ڈسمبر سنہ ۱۸۹۶ع سے تھرڈ کلاس ڈپوٹی کمشنر قرار دئے گئے-

نواب عماد نواز جنگ بہادر
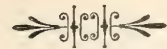
حسن بن عبداللہ نواب عماد نواز جنگ بہادر سلطنت حیدرآباد کے کسٹم کے کمیشنر ہین۔وہ قریشی اور اولاد حضرت جعفر طیار سے ہین۔نواب صاحب کي سرکاری خدمت سنہ ۱۸۶۵ع سے شروع ہوتي ہے۔اسوقت باوجود نوجوان ہونیکے وہ ضلعۂ نلدروگ کے پولیس انسپکٹر مقرر ہوے تھے۔سرسالار جنگ اول نے انکو ضلعۂ محبوب نگر کا کلکٹر مقرر کیا۔بعد ازان انہین پولیس ڈپارٹمنٹ مین پھر وزیر ضیغۂ پولیس کے سکریٹری کے طور پر مقرر کیا۔اسکے بعد پھر انکي تبدیلي رِوینو ڈپارٹمنٹ مین ضلعۂ بیر مین عہدۂ کلکٹري پر ہوئي۔لیکن سنہ ۱۸۸۴ع مین وہ اکاؤنٹنٹ جنرل قرار دئے گئے۔انکي تنخواہ یک ہزار روپیہ سے انیس سو روپیہ تک بڑہائي گئی۔اور علاوہ اپني خدمتون کے وہ شہر کے باغات عامہ پر نگراني رکھتے ہین۔انکو بارہ سو عرب سوارون پر سرداري بھي دي گئي تھي۔سنہ ۱۸۸۷ع مین سٹلمنٹ اور سروے کمیشنر بنائے گئے۔اور پھر اسی سال آبکاري اور اوپیم کے کمیشنر اور اسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن۔اور اسٹامپ ہوے۔اس عرصہ مین انہون نے دنیا کا سفر بھي کیا۔اور اپنے دورے مین انہون نے جزایر ملایا۔چین۔جاپان امیریکا اور یوروپ کي سیر کي۔جسکے بعد وہ حج بیت اللہ شریف کو گئے۔

نواب عماد نواز جنگ بہادر

فریڈرک گارڈن ایسکوایر

فریڈرک گارڈن حیدرآباد کے سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۸۷۹ع مین سنگاریني کول فیلڈز پر پہلے مقرر تھے۔انہون نے ہي پہلے پہل کوئلے کي کانون مین کام کیا اور دو سو ٹن کوئلہ مدراس لیگئے اور کوئلہ کو جنچوایا۔دو دفعہ انہون نے صیغۂ تعمیرات کے محاسب کا کام کیا ہے۔سنہ ۱۸۸۱ع سپرنٹنڈنٹ جیل مقرر ہوے۔مسٹر گارڈن کو انکي لیاقت اور سرکار کے معتمد ہونیکي بہت سي سندین مل چکي ہین۔انمین سے بعض تو آفیشیل رپورٹون مین درج ہین۔سنہ ۱۸۸۶ع کے فروری مہینے مین مدارالمہام سرسالار جنگ ثانی نے مسٹر گارڈن کو ایک عمدہ سونیکي گھڑي مرحمت فرمائي اس خدمت کے صلہ مین کہ جو انہون نے چنچل گودا جیل سے قیدیون کو بھاگنے سے روکنے کے بابمین بروقت اداکي تھي۔علاوہ سوپرنٹنڈنٹ جیل کي خدمت کے مسٹر گارڈن مطبع گورنمنٹ جریدہ کے بھي سوپرنٹنڈنٹ ہین۔

فریڈرک گارڈن ایسکوایر

مین وہ اپنی جائے پر مستقل کئے گئے۔مزید برآن سنہ ۱۸۸۱ع مین عرب جمعدار مرحوم حسن بن ماحسن مقدم جنگ کے خانگی اور جاگیرتی امور مین سوپرینٹنڈنٹ مقرر ہوے۔سنہ ۱۸۸۳ع وہ سکھہ کمیٹی کے ممبر اور سنہ ۱۸۸۴ع مین انہین سرکاری خزانہ کا چارج دیا گیا۔سنہ ۱۸۸۵ع مین وہ راجہ کند سوامي کے املاک کے ٹرسٹی مقرر ہوے۔اور چند روز راجہ رائے رایان بہادر کے وسیع املاک کا انتظام بہی انہین سونپا گیا تہا۔سنہ ۱۸۸۸ع مین جبکہ سر آسمان جاہ بہادر مدارالمہام تہے۔انہین ضلع نلگندہ مین تعلقدار اول بنایا گیا۔سنہ ۱۸۹۴ع مین انہین پھر سرکاری خزانہ کے سوپرینٹنڈنٹ کي جائے دی گئی۔جہان وہ ابتک ہین۔راجہ صاحب چدر گہاٹ میونسپالٹی کے بہی ایک ممبر ہین۔انہین منصب و جاگیر بہی عطا ہوئی ہے۔اور چونکہ ابہی کمسن یعنے صرف ۳۹ سالہ ہین۔اسلئے امید کي جاتی ہے کہ عمر دراز تک وہ اپنی کارروائیون سے فیض پہنچاتے رہینگے۔سنہ ۱۸۸۵ع مین حضور نظام نے انہین راجہ کا خطاب دیا تہا۔

راجہ شري نواس راو بہادر

علي بن عبدالله

راجہ شري نواس راو بہادر
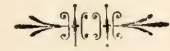
راجہ شری نواس راو بہادر دکہن کے ایک قدیم امیری خاندان سے ہین۔انکے باپ کرشناجي نایک مرحوم نظام ناصرالدولہ بہادر کے زمانے مین ایک ذمہدار عہدے پر مقرر تہے۔یہ صاحب اس زمانے کے معتمد افسرون مین سے ایک تہے۔کہ جنکے روابط امرا و عمایدین مین بہت کچھہ بڑھے ہوے تہے۔

راجہ شری نواس راو نے یکے بعد دیگرے پانچ مدارالمہام کے ماتحت کام کیا ہوا ہے۔پہلے پہل وہ سنہ ۱۸۷۷ع مین فوج کے آفیشئٹنگ نائب سکریٹری کے طورپر داخل ملازمت سرکار نظام ہوے۔اسوقت انکے بہائی بہگویندرہ راو فوجی سکریٹری تہے۔سنہ ۱۸۷۸ع

نواب اقبال یار جنگ بہادر

یہ صاحب سید قمرالدین حسین مرحوم معروف بعزیز پادشاہ کے فرزند ہین—انکا خاندانی مکان اورنگ آباد مین ہے—اس خاندان کی فضیلت مشہور ہے اور حیدرآباد کے تمام نظام اسکی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے—چنانچہ ایک نظام نے اس خاندان کے ایک ممبر کو نوکھنڈار محل جو اورنگ آباد مین شاہی محل کے قریب ہے رہنے کے لئے مرحمت کیا تھا۔اقبال یار جنگ کے ایک بزرگ جو بالکل متقی و پرہیزگار تھے ایک روز عبادت کررہے تھے کہ اورنگ زیب گھوڑے پر سوار ہوکے اودھرسے نکلا—اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اسوقت اورنگ زیب نے اپنے مصاحبون سے کہا کہ مجھکو یقین ہے کہ اس قرب و جوار مین کوئی مقدس بزرگ ہین انکی تلاش کرو—مصاحبون نے انہین ڈھونڈھ نکالا—چونکہ وہ بوجہ صائم الدہری و پرہیزگاری دائمی کے ایسے نحیف و لاغر ہوگئے تھے کہ چل نہین سکتے تھے اس لئے شہنشاہ کے اطبا کو انکے معالجہ کا حکم دیا گیا—اور پھر انہین اپنے پاس اٹھا منگوایا—غرض بہت جلد انکا انتقال ہوگیا—انکی قبر پر ایک بڑا روضہ اور روضہ کے قریب انکی یادگار مین ایک مسجد بنی ہوئی ہے—انکے انتقال کے بعد شہنشاہ نے انکے فرزندون کو جاگیرات مرحمت فرمائین — جو ابتک نواب موصوف کے قبضہ مین ہین—

نواب کو عربی اور فارسی مین اچھا دخل ہے—اور انگریزی کی بڑی خواہش لیکن انکے والد کی ممانعت کی وجہ سے جبکے وہ بچے تھے اس زبان کو حاصل نہ کرسکے—اگرچہ وہ اب اس مین کسیقدر نوشت و خواند کرسکتے ہین—وہ ایک صلح کل—نرم دل اور امن پسند صاحب ہین اور ہمیشہ محتاجون اور غریبون کی مدد کیا کرتے ہین—نواب شمس الامرا امیر کبیر نے جو سروقارالامرا بہادر کے والد تھے—انکی تعلیم کے لئے انہین مقرر کیا تھا—وہ ایک مدت تک اس عہدے پر مامور رہے—اس لئے سروقارالامرا انکا کمال ادب و احترام کرتے ہین اسکے بعد جب شمس الامرا بہادر حضور نظام کے کوریجنٹ ہوئے تو انہین حضور نظام کی معلمی پر مقرر کردیا۔حضور نظام آنسے نہایت خوش ہوئے اور انہین اپنا مورد الطاف کیا—ایک موقع پر جب حضور نظام مشغول عطائے خطابات تھے اقبال یار جنگ نے ان سے عرض کی کہ مجھپر اگر آپ کی فقط نوازش و مہربانی ہمیشہ مبذول رہے تو کافی ہے—اس سے حضور نظام کو انکی اطاعت و فرمانبرداری کا پورا پورا یقین ہوگیا—اور انہین اپنے اور برٹش رزیڈنٹ کے درمیان وکیل مقرر کیا—چونکہ وہ انگریزی مین پوری لیاقت نہین رکھتے تھے اسلئے اس خدمت کی عہدہ برآئی انسے نہوسکی—پھر وہ نظام کے صرف خاص کے خزانچی اور صرف خاص بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ وہان کے اکاونٹنٹ ہوگئے—انہون نے اپنی خدمات مفوضہ سے حضور نظام اور انکی گورنمنٹ دونون کو مطمئن کردیا—بوجہ انکی لیاقت اور مستعدی کے حضور نظام نے سرآسمان جاہ بہادر سے جو اسوقت مدارالمہام تھے انہین کوئی ذمہ دار عہدہ دینے کی سفارش کی—مدارالمہام نے انہین کمشنر انعام کا عوضی کمشنر مقرر کیا—جب سروقارالامرا مدارالمہام ہوئے تو انہین اس عہدے پر مستقل کردیا—اسی عہدے کو انہون نے قابل اطمینان گورنمنٹ ادا کیا—اور انکی مختلف خدمات کے صلہ مین جو نہایت لیاقت و ایمانداری کے ساتھ بجا لائی گئین—مدارالمہام نے انہین جاگیر مرحمت فرمائی—کئی سال تک نواب اقبال یار جنگ ریاست نظام مین میونسپل بورڈ کے پریسیڈنٹ رہ چکے ہین—اور بعض اوقات پر اسکے ممبر کے طور پر بھی کارروائی کی ہے—چونکہ وہ حضور نظام کے اوستاد اور خاص ملازم ہین اسلئے حضور نے ولیعہد میر عثمان علی خان کی تعلیم و تربیت کے لئے انہین مقرر فرمایا ہے جس سے انکی قابلیت اور حضور کا اسپر اعتماد ظاہر ہورہا ہے—

نواب اقبال یار جنگ بہادر

مولوي سيد على حسن
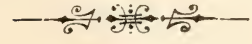
مولوی سيد على حسن سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ کے کميشنر۔ شهر اٹاوه کے باشندے ہين۔ وه سنہ ١٨٥٨ ع مين پيدا ہوے تهے۔ لہذا في الحال انكى عمر چاليس برس کي هے۔ انہون نے سنہ ١٨٧٦ ع مين كلكتہ يونيورسٹی کے مياٹريكيوليشن امتحان مين كاميابى حاصل کي۔ اور سنہ ١٨٧٧ ع مين ماہانہ ڈيڑه سو روپيہ کي تنخواه پر سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ کے اندر بطور اٹاچي کے داخل ملازمت سركار نظام ہوے۔ سنہ ١٨٧٨ ع مين وه ضلعٔہ اورنگ آباد کے تيسرے درجہ کے تعلقدار ٣٠٠ روپيہ کي تنخواه پر مقرر ہوے۔ تين سال کے بعد يعنے سنہ ١٨٨١ ع مين وه دوسرے درجہ کے تعلقدار معين ہوے اور ضلعٔہ نلدروگ مين انكى تبدیلى ٤٠٠ روپيہ کي تنخواه پر ہوی۔ دوسرے سال سنہ ١٨٨٢ ع مين وه رويذو سروے ڈپارٹمنٹ مين مبدل ہوے اور ضلعٔہ اورنگ آباد کے سروے ڈپارٹمنٹ مين ٦٠٠ روپيہ کي تنخواه پر سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہوے۔ جسمين دو سال کے بعد ڈيڑه سو روپيہ کا اضافہ ہوا۔ سنہ ١٨٨٥ ع مين ٩٠٠ روپيہ کي تنخواه پر پہلے درجہ کے تعلقدار بنائی گئے اور رويذو ڈپارٹمنٹ مين انكى تبديلى ہوی۔ سنہ ١٨٨٧ ع مين وه آفيشيٹنگ سروے اور سٹلمنٹ کميشنر مقرر ہوے۔ يہ وه خدمت تهی كہ جسمين انہون نے پہلے اچهى مہارت بہم پہنچائی ہوئی تهی۔ اس خدمت پر انہين ماہانہ ١٢٠٠ روپيہ کي تنخواه ملنے لگی۔ دوسرے سال وه ايكٹنگ رويذو سكريٹری مقرر ہوے۔ اور اسكے دوسرے سال يعنے سنہ ١٨٨٩ ع مين انہين پہلے درجہ کے تعلقدار بناكر اضلاع کي خدمت پر بہيجا گيا۔ سنہ ١٨٩٤ ع مين وه سروے اور سٹلمنٹ کمشنر کے عہدے پر قائم كئے گئے كہ جو خالى ہوا تها۔ اس عہدے کي تنخواه ماہانہ ١٥٠٠ روپيہ هے۔ سنہ ١٨٩٥ ع مين وه آفيشيٹنگ فائنانشيل سكريٹری مقرر كئے گئے۔ جہان انہين ماہانہ دو ہزار روپيہ کي تنخواه ہوي۔ اسى سال مين نواب اعظم يار جنگ بہادر كو جو نواب محسن الملك بہادر کے مستعفى ہونيكے بعد فائنانشيل سكريٹری مقرر ہوے تهے۔ بہ سبب ناسازئ مزاج کے رخصت طلب كرنا پڑا تها۔ پہر صاحب اپنى رخصت ہی کے ايام مين انتقال كرگئے۔ لہذا مسٹر سيد على حسن ہی سنہ ١٨٩٧ ع تک انکے عوض مين كارروائی كرتے رہے۔ پهر انہين کمشنر کے طور پر سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ مين بہيجا گيا۔ اس بيس سال کے عرصۂ قليل مين جو كچهہ مولوی سيد على حسن نے كارگذارياں كرکے دكهلائين وه اور كوئی شخص معمولی لياقت كا ہرگز نہين كرسكتا۔ انكا موجوده عہده بڑی ذمہ داری کا عہده هے۔ ليكن جس شخص کي ايسى ايسى عمده كارگذارياں ہون اسے پورے طمينان کے ساتهہ كوئی بهی ذمہ دار عہده ديسكتے ہين۔ جسمين انكى ناموری اور سلطنت کا فائده متصور هے۔

مولوی سيد على حسن

سی-لاڈر ایسکوایر

مسٹر سی-لاڈر سلطنت حیدرآباد کے پوسٹ ماسٹر جنرل اِمپیریل سول سرونٹ ہیں- سنہ ۱۸۹۷ع میں انکی خدمت سرکار نظام کو سرکار برطانیا نے مستعار دی تہی- وہ پہلے پہل اِمپیریل پوسٹل سروس میں سنہ ۱۸۷۲ع میں داخل ہوے اور ہندوستان کے مختلف مقاموں پر جدا جدا عہدوں پر خدمت کرچکے ہیں- سنہ ۸۱-۱۸۷۸ع میں جنگ افغانستان کے وقت پر سدھرن افغانستان فیلد فورس کے خطوط لیجانا انکی تحویل میں تہا- اور بغاوکی جنگ میں حاضر تہے کہ جسکے باعث انہیں افغان مڈل ملا- مسٹر لاڈر کی خدمت سرکار نظام کو اسلئے مستعار دی گئی ہے کہ سلطنت کی پوسٹل سروس میں اصلاحیں عمل میں لاویں-

چارلس لاڈر ایسکوایر

ای-اے-سیٹن اسکوائر بی-اے

مسٹر اِی-اے-سیٹن بی-اے جو اعلی اور ذمہ دار عہدۂ پرنسپال نظام کالج پر قایم ہیں وہ پہلے پہل جبکہ انگلینڈ میں تہے تو مدرسۂ عالیہ کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر مقرر ہوکر سنہ ۱۸۸۲ع میں حیدرآباد آئے- لیکن جبکہ نظام کالج قایم ہوا تو مسٹر ہڈسن-ایم-اے-کے ماتحت وائس پرنسپال ہوے- ور انکے انتقال کے بعد پرنسپال- مسٹر سیٹن کوئینس کالج آکسفرڈ کے ایک اِکز ہیبیشنر تہے اور کلاسیکل موڈریشنس اور فائنل اسکول آف جورسپروڈنس میں انہوں نے اعزاز کے ساتھہ کامیابی حاصل کی تہی-

مسٹر سیٹن نے اپنے آپکو مسٹر ہڈسن کا لایق جانشین ثابت کر دکہایا ہے- اور جو کام مسٹر ہڈسن نے شروع کیا تہا وہ بڑی لیاقت اور ناموری سے چلا رہے ہیں-

ای-اے-سیٹن ایسکوائر بی-اے

فلپ ہنري اسٹرج ایسکوائر ایم -- اے

مسٹر فلپ ہنري اسٹرج نظام کالج کے وائس پرنسپال ہین-یہہ صاحب اس عہدے پر سنہ ۱۸۹۰ع سے کیمبرج کے امتحان ایم-اے مین کامیابی حاصل کرکے قایم ہوے-انہون نے سنہ ۱۸۸۶ع مین اسی کالج سے امتحان بی-اے-مین کامیابی حاصل کی اور ہسٹوریکل ٹریپوس مین نمبر اول رکہا-چار سال کے بعد جیسا کہ ذکر کیا گیا-انہون نے ایم-اے-کے امتحان مین کامیابی حاصل کي-مسٹر اسٹرج مدراس یونیورسیٹی کے فیلو بہی ہین-

مسٹر سیڈن-مسٹر اسٹرج اور دوسرے معلمون کے ماتحت اگر نظام کالج اتنی بڑي شہرت حاصل کرنے مین کامیاب ہو تو کوئی مشکل امر نہین ہے-دوسرے بابمین اس کالج کا پورا ذکر آیاہوا ہے-لیکن جو جو فواید وہانکے طالب علمون کو کہ جنہین خوش قسمتی سے وہانکی تعلیم لینے کا موقع ملا ہے-حاصل ہین-وہ ہندوستان بہر مین باعث فخر سمجہے جاتے ہین-یہہ ایک ایسی بات ہے کہ وہان کے معلمون کي لیاقت اور قابلیت کا نمونہ دے رہی ہے-

پی-ایچ-اسٹرج ایم-اے

محمد حمید اللہ خان افضل العلما سربلند جنگ مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر سی-ایم-جي-کے فرزند ہین-۱۷ مارچ سنہ ۱۸۶۴ع کے سال مین شہر آگرہ مین انکا تولد ہوا تہا-انکی تعلیم محامڈن اینگلو اوریئنٹل کالج علیگڈہ مین ہوئی-اور خانگي طور پر انہین مشرس رین-اینڈ گرني-بیزواٹر-لنڈن والون نے تربیت کیا-سنہ ۱۸۸۲ع مین لنکنس ان لنڈ اور کرائیسٹ کالج کیمبرج مین داخل ہوے-سنہ ۱۸۸۶ - مین انہین بیارسٹر بنایا گیا-اور ہندوستان مین وہ وکالت کرتے رہے-سنہ ۱۸۹۵ع مین وہ حضور نظام کے ہائي کورٹ کے ایک پیزني جج مقرر کئے گئے-

[illegible]

جارج نندی اسکائر ایم-اے-ایل-ایل-ڈی

جارج نندي اسکائر ایم-اے-ایل-ایل-ڈي

ڈبلن ٹري ني ٹی کالج

مسٹر جارج نندی-ایم-اے-کیمٹب-ایل-ایل-ڈی حضور سرکار نظام کی ریاست مین رجسٹریشن و اسٹامپ کے انسپکٹر جنرل ہین-صاحب موصوف سنہ ۱۸۵۶ مین ممالک مغربی و شمالی کے شہر فتح پور مین تولد ہوئے تہے-اور مرحوم ریوریںڈ گوپي ناتہہ نندی جو امریکن پریسبیٹرین مشن کے ایک مشنری تہے-انکے سب سے چہوٹے فرزند ہین-مسٹر نندی نے لکہنو اور کلکتہ کے لامارٹی نیری کالج مین تعلیم پائی اور کلکتہ یونیورسٹي سے انٹرنس امتحان پاس کرکے سنہ ۱۸۷۶ع مین قانون کے امتحان کے لئے لنڈن جاکر آکسفرد یونیورسٹی مین داخل ہوئے-مین بعد حضور سرکار نظام سے سرسالار جنگ اول کے عہد مین انہین ایک اسکالرشپ دی گئی جس سے انہین نیچرل سائنس کے سیکہنے مین مدد ملی-مسٹر نندی کیامبریج یونیورسٹی مین گئے اور سڈني سسکس کالج مین داخل ہوئے اور انہین وہان سے کچہہ وظیفہ بہی ہوا-انہون نے سوائے اخیر بی-اے کے امتحان نیچرل سائینس ٹری پاس کے سوا تمام امتحانات کامیابی کے ساتہہ پاس کئے-لیکن چونکہ سرکار نظام کو حیدرآباد کے کالج مین سنہ ۱۸۸۰ کے پورا ہونے تک انکی ضرورت ہوئي اسلئے وہ اخیر امتحان ٹری پاس کو دے نہ سکے-کیونکہ یہ امتحان ڈسمبر مین ہوتا ہے-مگر جو ٹرم کہ انہون نے اکسفورڈ مین رکہی تہی اس سے جون مہینہ مین آرڈینری ڈیگری کے امتحان دینے کے لئے گئے اور حیدرآباد لوٹے تو وہان کي کالج مین نیز میڈکل اسکول (مدرسہ طبی) مین نیچرل سائنس کے پروفسر مقرر ہوئے-دوبارہ ریاست کے خرچ سے وہ قانون کي کوشش جاری رکہنے کے لئے لنڈن گئے اور ٹری نیٹی کالج ڈبلن مین داخل ہوئے-یہان انہون نے کامیابی کے ساتہہ ایل-ایل-بی-و ایل-ایل-ڈی کے امتحان پاس کئے اور سنہ ۱۸۸۴ مین جب وہ واپس آئے تو سرکار نظام کي طرف سے-عدالتی-و مالگذاری و سیاسي کام مین برٹش گورنمنٹ کے ماتحت تجربہ حاصل کرنے کے لئے برار بہیجے گئے-اور انریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے-اور کامیابی کے ساتہہ اعلي درجون کے دیپارٹمینٹل امتحانات پاس کئے-اور امراوتی-اکولا-اور کامگاؤن کے اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے-اور انہین تمام سول و کریمنل اختیارات سونپے گئے-اور نیز امراوتی کي زراعتی زمین کے سوپرینٹنڈنٹ مقرر ہوئے-اخیر مین وہ کہام گاؤن کے اسمال کاز کورٹ کے منصب ججی پر مقرر ہوئے-انکا اختیار ۵۰۰ سو روپیہ تک اور سول جج کا ۵۰۰۰ پانچ ہزار روپیہ تک ہے-اور نیز وہ فرسٹ کلاس مجسٹریٹ تہے-سنہ ۱۸۸۷ مین برار سے وہ بلائے گئے-اور حضور سرکار نظام کے حکم سے پہلے درجہ کے تعلقدار مقرر کئے گئے-وہ مشرقی حد مین ڈیپیوٹی انعام کمشنر کے طور کارروائی کرنے کے لئے بہیجے گئے-اور پہر مغربی حد مین-اور جب وہان بہي انعام کا کام تمام ہوا تو وہ شمالي حصہ مین بہیجے گئے-اور سنہ ۱۸۹۶ مین وہ رجسٹریشن و اسٹامپس کے انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے جس عہدہ کو وہ اتنک بہت ہی حسن و خوبی کے ساتہہ اور حضور سرکار نظام کي خوشنودی حاصل کرتے ہوئے بجا لاتے ہین-

مسٹر ڈبلیو-ایف-بسکو

مسٹر ڈبلو-فریزر بسکو نیوٹن ان ورنس شائر کے متوفی مسٹر ٹی-بی-بسکو کے چھوٹے فرزند ہین اور بنگال سول سروس سے متعلق-مسٹر بسکو حضور نظام کے ریاست مین محافظ جنگلات ہین-اس عہدے پر وہ سنہ ۱۸۸۵ مین مسٹر بیالن ٹائین کي علاحدگی کے بعد مامور ہوئے-جنگلات کي نگہبانی ہرسال گورنمنٹ کے خیال کو اپنی طرف متوجہ رکھتی تھی-لیکن متوفی مسٹر بیالن ٹاین اور مسٹر بسکو کي بیش بہا صلاحون اور کوششون سے بالفعل اس مین بہت کچھہ ترقی ہوگئی ہے-

مسٹر-ڈبلیو-ایف-بسکو

مسٹر ولیم جوسف پرنڈرگاسٹ

مسٹر ولیم جوسف پرنڈرگاسٹ-بی-ڈی-ایچ-طلائی تمغا بردار-ایم-آر-اے-ایس وغیرہ نظام کالج کے ہاوس ماسٹر ہائی سکول کي ایک شاخ کے ہیڈ ماسٹر اور مدرسہ عالیہ کے اسسٹنٹ ماسٹر ہین-انکی زباندانی کي لیاقت کچھہ معمولی طور کي نہین ہے-انہون نے عربی و فارسی و اردو مین ہائی پروفیشنسی کا امتحان پاس کیا ہے-اور فارسی مین ڈگری آف آنرکا طلائی تمغہ لیا ہے اور مع ذلک کمال مہارت کے بارے مین وائسرائے کا ڈپلوما بہی حاصل کیا ہے-سنہ ۱۸۹۱ع مین مسٹر پرنڈرگاسٹ سے درخواست کي گئی کہ فوجی زندگاني سے دست بردار ہوکے مملکت حیدرآباد کے سررشتہ تعلیم مین منصب ہاؤس ماسٹر نظام کالج اور ہیڈ ماسٹر شاخ ہائی سکول کو قبول کرین-بعد چند روزون کے وہ ماسوا ہاؤس ماسٹر نظام کالج کے مدرسہ عالیہ کے اول اسسٹنٹ معین ہوئے-سنہ ۱۸۹۶ مین گریٹ بریٹن اور آئرلانڈ کي رایل ایشیاٹک سوسائٹی نے اس علامہ السنہ شرقی کو بوجہ انکي لیاقت کے رایل ایشیاٹک سوسائٹی کا ممبر مقرر کیا-

مصلح الدین سعدي ایسکوائر بي-اے

جج مقرر ہوے - لیکن سنہ ۱۸۹۴ع مین ورنگل کے اسسٹنٹ جوڈیشیل کمیشنر کے عہدے پر انکی ترقی ہوئی - سنہ ۱۸۹۵ع مین وہ حیدرآباد اور اضلاع حیدرآباد کے دیوانی کورٹ کے چیف جج مقرر ہوے - اس عہدے کی کارروائی در اطمینان سرکار وہ بڑی عمدگی سے بجا لاتے ہین -

—— ❦ ——
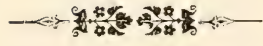
کیاپٹن والٹر - ڈی - بورڈمن

کیاپٹن والٹر - ڈی - بورڈمن شہر اور حوالی حیدرآباد کے اسسٹنٹ کمشنر ہین - وہ ایک قدیم اینگلو انڈین خاندان کے رکن ہین جو ۸۰ برس سے شہر حیدرآباد مین مقیم ہے - موجودہ صدی کی ابتدا مین کیاپٹن بورڈمن کے دادا میجر جنرل اے - بورڈمن مقام سکندرآباد کے فوجی افسر تھے -

کیاپٹن والٹر بورڈمن کی ابتدائی تعلیم سینٹ جیارجیس گرامر اسکول مین ہوئی -

سنہ ۱۸۷۰ع مین وہ کیاڈٹ مقرر کئے گئے اور انہین حکم ہوا کہ انجینیرنگ کالج مین داخل ہوکر توپخانہ کا کام سیکھین - سنہ ۱۸۷۲ مین تیسری پیدل فوج مین انکو سوپر نیومرری انفنٹری کا کمیشن دیا گیا - اور اسی سال کے اواخر مین وہ قایم کردئیے گئے اور پہلی لائٹ انفنٹری مین انہین جاے دی گئی - تین سال کے بعد اسی رجمنٹ کے ایڈجوٹنٹ بنائے گئے -

سنہ ۱۸۷۷ مین تھرڈ کاریبنیرس اور سنہ ۱٦۷۹ مین آفریکن کیاولری گارڈ مین انکی تبدیلی ہوئی - سنہ ۱۸۸۰ مین آفریکن کیاولری گارڈز کے کمانڈر دوم مقرر ہوئے - دیسی لوگون کے راہ و رسم اور انکے عادات و اطوار کی انہین پوری پوری مہارت ہے اور اسی سبب سے چار سال کے بعد نواب اکبر جنگ بہادر کوتوال شہر نے انہین افغان پولیس کارپس کو ترتیب دینے اور کمانڈ کرنیکے کے لئے منتخب کیا - اور نواب صاحب موصوف ہی کی سفارش سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد علاوہ افغان پولیس کی کمانڈ کے وہ انکے پرسنل اسسٹنٹ مقرر ہوے -

کیاپٹن والٹر ڈی بورڈمن

—— ❦ ——

مصلح الدین سعدی ایسکوائر - بی - اے

شیخ مصلح الدین محمد سعدی بی - اے - (کنٹاب) حیدرآباد سٹی کورٹ کے چیف جج حافظ عبداللہ صاحب کے فرزند ہین - وہ سنہ ۱۸٦۹ع مین تولد ہوے تھے - پہلے پہل انکی تعلیم حیدرآباد کے نظام کالج مین ہوئی - اور بعد ازآن یونیورسٹی کالج لنڈن اور ٹرینٹی ہال کیمبرج مین ہوئی - وہ سنہ ۱۸۸۹ع مین کیمبرج مین گراجوایٹ ہوے - اور سنہ ۱۸۹۰ع مین مڈل ٹمپل مین بارسٹر بنائے گئے - دوسرے ہی سال وہ بمبئی ہای کورٹ کے بارسٹرون مین منسلک ہوے - اور سنہ ۱۸۹۲ع تک انہون نے وہان وکالت کی - سنہ ۱۸۹۳ع مین وہ نادر ضلع کے ڈسٹرکٹ

کیاپٹن فارل ایم - آر - سی - وی - ایس

کیاپٹن جرالڈ ہنری فارل ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۳ع مین داخل ملازمت حضور نظام ہوے - سنہ ۱۸۸۰ ع تک وہ رگیولر ٹروپس کے لفٹنٹ کے طور پر خدمت کرتے رہے - سنہ ۱۸۸۲ ع مین کیاپٹن فارل رضا پر مصر گئے - اور وہان لارڈ ولزلی کے اسٹاف پر والنٹیر کے مانند کام کرتے رہے - اگرچہ جنگ تل الکبیر مین موجود تھے - لیکن وہ اُن خوش قسمت لوگونمین نہ تھے کہ جنہین جنگ مین شریک ہونیکا موقع ملا تھا - سنہ ۱۸۸۷ع مین انہون نے طب حیوانات کي تعلیم شروع کي اور ساڑھے تین سال کي فرلو رضا لیکر رایل ویٹیرینری کالج - لنڈن مین داخل ہوے - ہر ہر امتحان مین اپنے درجہ کے طالب علمون مین انکا نمبر اول ہی رہا - سنہ ۱۸۹۰ع مین انہین ویٹیرینری سرجن کا تمغہ ملا -

کیاپٹن فارل سنہ ۱۸۹۰ ع مین پاسٹیور انسٹیٹیوٹ پیارس کي تعلیم لینے لگے - اور سنہ ۱۸۹۱ ع مین انہون نے اس مشہور فرنچ حکیم کي خیالي اور تعملی ترکیبون پر پوری مہارت حاصل کرنا جاری رکھا -

سنہ ۱۸۹۵ ع مین گورنمنٹ نے ایک ویٹیرینری ڈپارٹمنٹ قایم کیا اور اسی وقت سے کیاپٹن فارل پرنسپل ویٹیرینری آفسر کے عہدے پر قایم ہین -

کیاپٹن فارل ایم - آر - سی - وي - ایس

فریدرک شافٹر ایسکوایر

مسٹر فریدرک شافٹر انسپکٹر مدارس سنہ ۱۸۶۹ع مین ملازمت سرکار نظام کے اندر سی اِی کالج کے اسسٹنٹ ماسٹر کے طور پر داخل ہوے - سنہ ۱۸۷۱ مین مسٹر شافٹر کو چدر گھاٹ مین ایک انگلو ورنا کیولر اسکول قایم کرنیکے لئے مقرر کیا گیا - اور وہ وہان کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوے - یہہ پہلا ہی سرکاری مدرسہ تھا کہ جسمین فیس لینے مین آئي - سنہ ۱۸۷۸ع مین اس مدرسہ سے پہلا طالب العلم امتحان میاٹریکولیشن مین کامیاب ہوا - اسکے پیشتر کسی سرکاری مدرسہ سے کسی نے یونیورسیٹی کے لئے کبھي کوشش نہین کي تھي -

سنہ ۱۸۸۶ع مین مسٹر شافٹر مدرسون کے فرسٹ گریڈ انسپکٹر مقرر ہوے - جس خدمت پر وہ اب تک ملازم ہین -

فریدرک شافٹر ایسکوایر

ہنری کوٹ کونی صاحب بی-اے

مسٹر کوٹ کونی صاحب نظام کالج میں لاٹن اور انگریزیکے پروفیسر ہیں - جب مسٹر کونی حیدرآباد آئے تو انہوں نے حضور نظام کی باقاعدہ فوج کے نوآموزوں کو تعلیم دینے کے لئے فوجی معلّم کا عہدہ قبول کرلیا-اور انکا درجہ فوج میں دوسرا ہوا-نظام کالج کے پرنسپل اور یوروپین اسکول کے انسپکٹر مسٹر ہڈسن ایم-اے نے انکی عمدہ کارروائیوں اور اجراے قوانین کی بڑی تعریف کی-سنہ ۱۸۸۴ع میں جب رزیڈنٹ نے سنٹ جارج اسکول کے امورات کا قابل اطمینان انتظام کردیا تو مسٹر کونی وہانکے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے-

اگرچہ مسٹر کونی کو حیدرآباد کے باہر سے اچھی اچھی نوکریوں کے قبول کرنے کی درخواست کی گئی لیکن انہوں نے یہیں رہنا پسند کیا اسلئے کہ ریاست حیدرآباد میں انہیں-سر شتہ تعلیم میں کسی عہدہ پر مقرر کیا جائیگا-مسٹر ہڈسن کے انتقال کے بعد سنہ ۱۸۹۵ع میں جب نظام کالج کا از سرنو انتظام ہوا تو مسٹر کونی اسکے پروفیسر بنائے گئے اور حضور نظام کی ریاست میں عموماً اور سنٹ جارج گرامر اسکول میں خصوصاً انہوں نے جو خدمتیں کیں انکے صلہ میں حضور نظام کی گورنمنٹ کی طرف سے انہیں پنشن دینے کا اعلان دیا گیا-

ہنری کوٹ کونی صاحب بی--اے

مس ایڈتھہ بورڈ مین - ایم--ڈی

مس ایڈتھہ بورڈ مین متوفی کپتان جے-بورڈ مین کے بچوںمیں سب سے چھوٹی ہیں-اور شہر حیدرآباد کی یہہ پہلی ہی بی بی ہے کہ جسنے علم طب اور جراحی میں یوروپین ڈگری حاصل کی ہے-

مس بورڈ مین نے علم طب میں شہر کے مدرسۂ طبیہ میں داخل ہوکر سرجن لفٹننٹ کرنل ای-لاری کے ماتحت سنہ ۱۸۸۶ع میں تعلیم لینی شروع کی-اور سرکار کی طرفسے بذریعہ اسکالرشپ کے انگلنڈ بھیجی گئیں-انہوں نے لنڈن کے زنانہ مدرسۂ طبیہ میں تعلیم لی اور لنڈن میں سند حاصل کی-اور سنہ ۱۸۹۰ع میں شہر برسلس میں جاکر ایم-ڈی-کی ڈگری بڑی نامورتی کے ساتھہ لی-سنہ ۱۸۹۱ع میں وہ ہندوستان کی طرف لوٹیں اور سرکار نظام کی مڈیکل سروس میں ملازم ہوئیں-

مس ایڈتھہ بورڈمین ایم ڈی

میجر نواب افسرالدولہ بہادر سی-ائي-إی

میجر نواب افسر جنگ سی - آئی - ئی

میجر نواب میرزا محمد علی بیگ خان بہادر افسر جنگ افسرالدولہ - سی - آئی - ئي - جیسے کہ انکي تصویر سے ظاہر ہورہا ہے - ایک مستعد اور جوانمرد سپاہی ہین - حضور نظام کي تمام باقاعدہ فوجون کے جن مین خاص باڈی گارڈ اور حیدرآباد امپیریل سروس ٹروپ بہي شامل ہے کمانڈر اور حضور نظام کے ایڈیکامپ ہین - وہ حقیقت مین ایسے عہدے پر مامور ہین کہ جسکے وہ بخوبی شایان ہین - وہ سنہ ١٨٥٢ مین اورنگ آباد مین پیدا ہوئے - انکے والد میرزا ولایت علی بیگ حیدرآباد کنٹنجنٹ کي تیسری کیولری کے رسالدار تہے اور غدر مین جبکہ سر ہوروز کے آرڈرلی افسر تہے تو انہون نے بہت سے کارہائے نمایان کئے جنکے صلہ مین انہین آرڈر آف میرٹ اور ایک عزت کي تلوار انعام مین دی گئي - پندرہ برس کي عمر مین میرزا محمد علی بیگ اورنگ آباد مین اپنے والد کے رجمنٹ مین داخل ہوے اور عرصہ قلیل مین رسالدار ہوگئے - جب سنہ ١٨٧٧ مین دہلي کا شاہی دربار ہوا تو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے جنرل کمانڈر نے انہین حضور نظام کے ہمراہی فوجکی افسری کے لئے منتخب کیا - اوسکے تین برس کے بعد جب سر سالار جنگ روضہ کو گئے تو انہین اپنے ہمراہی سو سوارون کي کمپلری کا افسر بنایا - نواب موصوف بہت عمدہ شہسوار ہین - اسلئے مدبر اعظم یعنے سر سالار جنگ نے انہین حضور نظام کے کہ جنکی عمر اسوقت چودہ برس کي تہی - اسٹاف مین داخل کردیا - اور جنرل رائٹ نے جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے کمانڈر تہے اس ذمہ دار عہدے کے لئے انکی سفارش کي تہی - اس عرصہ مین افغانستان کي لڑائی شروع ہوئی اور محمد علی بیگ نے جو اپنے رجمنٹ کے ہمراہ اس لڑائی مین شریک ہونے کے بدل خواہان تہے درخواست کي کہ جب تک انکی رجمنٹ لڑائی سے واپس نہ پہرے یہ عہدہ ملتوی رکہا جائے - لڑائی کے بعد ماہ جون سنہ ١٨٨١ مین وہ حیدرآباد واپس آئے اور حضور نظام کے اسٹاف مین داخل ہوئے - اورنگ آباد سے رخصت ہونے کے پیشتر اونکے ہمسر افسرون اور انکی رجمنٹ کے سپاہیون نے جن مین برٹش افسر بہی شریک تہے ازراہ محبت و قدر شناسی انہین ایک چاندی کا پیالہ ہدیہ دیا جو انکے راحت منزل کے آراستہ ملاقاتی کمرے مین ایک میزپر دہرا ہوا ہے -

حضور نظام نے اپنی مسند نشینی کے بعد جب میرزا محمد علی بیگ کي اولوالعزمی اور مستعدی کا خوب امتحان کیا تو انہین نواب افسر جنگ بہادر کا خطاب مرحمت فرماکر اپنا ایڈیکامپ مقرر کیا - اور علاوہ اسکے گولکنڈہ لانسرز کو انکے زیر حکم کردیا -

میجر افسر جنگ نے کرنل مارشل کي چند روزہ غیر حاضری مین جو حضور نظام کے مشیر تہے اور شملہ گئے ہوئے تہے انکی عوضی کي ہے -

سنہ ١٨٨٨ مین جبکہ سر مارٹمر ڈیورنڈ سفارت کابل پر گئے تہے تو نواب افسر جنگ بہی انکے ہمراہ تہے لیکن جب وہ پشاور پہونچے تو معلوم ہوا کہ سفارت موقوف ہوگئی اسلئے وہ شملہ چلے گئے - چونکہ اسوقت کالے پہاڑ کي مہم کي تیاری ہورہی تہی انہون نے اس مین شریک ہونے کي درخواست کي - اور جنرل لارڈ رابرٹس نے جو انکی چستی و چالاکي کے قائل تہے انہین مذکور مہم کے افسر جنرل میکوئن کے آرڈرلی افسر مقرر کیا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مہم کے متعلق ڈسپیاچون مین انکا ذکر خیر کیا گیا اور وہ اپنی حسن خدمات کي وجہ سے گورنمنٹ آف انڈیا کے شکریہ کے مستحق ہوئے - اور انہین کالے پہاڑ کي مہم کا میڈل بہی مرحمت ہوا -

سنہ ١٨٨٩ مین جب ڈیوک آف کناٹ حیدرآباد تشریف لیگئے تو نواب کو انکے پرسنل اسٹاف مین مقرر کیا گیا -

سنہ ١٨٩٣ مین جبکہ حیدرآباد امپیریل سروس فوج مرتب ہورہی تہی تو حضور نظام نے انہین اسکی افسری پر معین فرمایا اور سنہ ١٨٩٤ مین نواب افسرالدولہ کے خطاب سے ممتاز اور سنہ ١٨٩٥ مین حضور ولیعہد کا رسالہ جیش انکے چارج مین دیا گیا -

ماہ اپریل سنہ ١٨٩٧ مین گورنمنٹ آف انڈیا نے الماسی جوبلی مین جو انگلنڈ مین منعقد ہونے کو تہی حیدرآباد امپیریل سروس فوج کي وکالت کے لئے انہین منتخب کیا تہا - لیکن بوجہ انکی شاہی محل کي ذمہ دار خدمتون کے حضور نظام نے انہین اجازت نہین دی - الماسی جوبیلی کے یادگار موقع پر حضور نظام کي فوجون کي بڑی قواعد انہون نے حیدرآباد مین ایسی عمدہ کي کہ اوسکے پیشتر کبہی نہین ہوئی تہی - اسکے صلہ مین انہین سی - آئی - ئي کا خطاب برٹش گورنمنٹ کي طرف سے مرحمت ہوا - جب حیدرآباد مین اس خطاب کي خبر ہوئی تو انکے بے حساب دوستون کي طرف سے مبارکباد کي بوچہار ہونے لگی - اسکے بعد حضور نظام نے انہین کرنل نیول کي جگہ پر اپنے باقاعدہ فوجونکا کمانڈ دیا - اس موقع پر بہی انہین اسقدر مبارکبادین دي گئین جنکا کچہہ حساب نہین -

نواب ایک مشہور شکاری ہین اور تمام ہندوستان مین نمبر اول کے شہسوارون مین شمار کئے جاتے ہین - جب وہ گہوڑے پر سوار ہوکے شکار کہیلتے ہین تو طبیعت انکے دیکہنے سے سیر نہین ہوتی وہ اپنی ذات سے نہایت خلیق - بامروت اور ملنسار جنٹلمین ہین -

فوج نظام

حضور نظام چونکہ اول شاہزادۂ ہند ہیں اسلئے وہ اپنی شان کے مطابق بنسبت اور شاہزادگان ہند کے بہت زیادہ فوج رکھتے ہیں۔ انکی فوج دو قسم کی ہے ایک با قاعدہ اور دوسری بے قاعدہ۔ اور ما سوا انکے پائگاہ کی فوج بھی ہے جو خود حضور نظام اور ان کے اقربا کے زیر حکم ہے۔ پہلی فیبروری سنہ ۱۸۹۷ کو حضور نظام کا ایک فرمان جو بعض تبدلاتِ امور ریاست کی نسبت جاری ہوا تھا اوس کے مطابق تمام جنگی فوج کی افسری راجہ کشن پرشاد بہادر کو دی گئی۔ اور وہ وزیر صیغہ جنگی مقرر ہوئے۔ بعد ازان ایک حصہ با قاعدہ فوج کا انکے حکم سے نکال کے وزیر اعظم کے زیر حکم کیا گیا۔ وزیر صیغہ جنگی اپنے محکمہ کا انتظام بمعاونت ایک ملٹری سکرٹری ایک جائنٹ سکرٹری۔ اور ایک اسسٹنٹ سکرٹری کے کرتے ہیں۔

با قاعدہ فوجیں

با قاعدہ فوجونمیں حیدرآباد کی امپیریل سروس کی فوجیں۔ با قاعدہ فوجیں۔ گولکنڈہ بریگیڈ۔ جمعیت نظام محبوب یا مسیرام پلٹن شامل ہے۔ تمام با قاعدہ فوجیں اسلئے با قاعدہ کہلاتی ہیں کہ انہیں جنگی قواعد اور طرز جدید کے حربی فنون سکھلائے گئے ہیں اور نیز وردیان دیگئیں ہیں۔ لیکن باوجود اسکے ایسا نہیں سمجھنا چاہئیے کہ وہ ویسی ہی مکمل ہیں جیسا کہ ایک پوری با قاعدہ فوج ہونی چاہئیے۔ واقعی یہ فوجیں حیدرآباد امپیریل سروس فوج سے جو کسی وقت پر بھی انگریزی پلٹنوں کے ساتھہ دوش بدوش آمادہ جنگ ہوسکتی ہیں۔ کبھی مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

حیدرآباد کی امپیریل سروس فوجیں۔ جس شخص کو

افسران ہز ہائنیس ریگولر ٹروپس

موجودہ امورات ہند سے کچھ بھی واقفیت ہے اسے یاد ہوگا کہ سنہ ۱۸۸٦ میں جبکہ ہندوستانپر روسی حملہ کا خوف تھا تو حضور نظام نے سرحدی استحکامات کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کو ٦٠ لاکھ روپیہ دینے کی تجویز پیش کی تھی اور انکی دیکھا دیکھی اور دیسی حاکموں نے بھی انکی تقلید کی تھی—لیکن گورنمنٹ آف انڈیانے بڑے غور و تامل کے بعد یہ بات ٹھہرائی کہ ہند کے شہزادوں سے سرحدی حفاظت کے لئے زر نقد لینے کے عوض انہیں یہ اجازت دیجاوے کہ وہ ایسی مستعد اور باقاعدہ فوج تیار کریں کہ وہ غنیم کے حملہ کے وقت انگریزی پلٹنوں کے دوش بدوش میدان جنگ میں آسکیں—دیسی حکام ہند کی امپیریل سروس فوجیں اسی تجویز کا نتیجہ ہیں—اور حیدرآباد کی امپیریل سروس فوج حضور نظام کے ساٹھہ لاکھہ روپئے کے عطیہ سے مرتب ہوئی ہے—اس فوج میں دو سوارونکے رسالے ہیں جنکو فرسٹ لانسر اور سیکنڈ لانسر کہتے ہیں—ہر رسالہ میں چار سو جوان ہیں جنکے سپہ سالار نواب افسرالدولہ بہادر سی-آئی-ای؛ اے-ڈی-سی ہیں جرار باقاعدہ فوجرنیر بھی افسر ہیں—

یہ رجمنٹیں سلحداری طریقہ پر رکھی گئیں ہیں یعنے انکے گھوڑے سرکاری نہیں بلکہ پرائیویٹ اشخاص کے ہیں رجمنٹونکی ترتیب کے وقت تمام گھوڑے ان سلحدارون کے پائے گئے—جو اس رجمنٹ سے تعلق نہیں رکھتے تھے—اس وقت سے خوداسپہ کا قاعدہ جاری کرنے کی کوشش کی گئی اور اس میں کامیابی ہوی یعنے گھوڑے خود سوارون کی ملکیت سے ہوں—اس طریقہ کے جاری ہونے سے اس فوج کی قوت زیادہ ہوگئی کیونکہ ہر سوار کو یہ خیال رہتا ہے کہ اپنے گھوڑیکو اچھی حالت میں رکھے اور سوار اور گھوڑے میں ایک دوسریکی اچھی پہچانت ہوگئی ہے—اگرچہ ایسا مقرر ہوا تھا کہ دو رجمنٹیں امپیریل سروس فوج کی اور زیادہ کی جائیں مگر سرکار انگریزنے اس لحاظ سے منع کیا کہ اس سے دولت نظام کا فوجی خرچ جو آگے ہی سے زیادہ ہے اور بڑھہ نجائے اسلئے حضور نظام نے حکم دیا کہ یہ رجمنٹیں موجودہ چار لانسر رجمنٹونمیں سے دو دو سو سوار اور گھوڑے الگ کرکے بنائی جائیں—موجودہ خرچ حیدرآباد کے امپیریل سروس فوج کا سالانہ ۴٦۹۵۰۰ روپئے ہے۔ یہ خرچ پورا پورا

افسران و سپاہیان ہز ہائنس افریکن گارڈز

اور رجمنٹوںمیں تخفیف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ تلوار اور بھالے کے علاوہ امپیریل سروس فوج کے پاس ہنری مارٹینی قرابینیں بھی ہیں جو ساز و سامان کے ساتھ انگریزی سلاح خانہ سے دیجاتی ہیں۔ افسروں کے پاس طپنچے بھی ہیں۔ نقشہ ذیل سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ افسروں کے اور سپاہیوں کے لباس اور ساز وسامان کا حال کوچ کے وقت کیسا ہوتا ہے انکے زین اور چرمی ساز ویراق طرز جدید کے ہیں اور ہمیشہ عمدہ حالت میں رکھے جاتے ہیں۔ حیدرآباد کی امپیریل سروس فوج میں بھرتی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس جوان کو جو داخل ہونا چاہے لازم ہے کہ حضور نظام کے ملک میں پیدا ہوا ہو اور خاص ان کی رعیت ہو جیسا کہ اس قاعدے کو گورنمنٹ آف انڈیا نے تمام امپیریل سروس فوجوں کے لئے مخصوص کردیا ہے یعنے جس ریاست کی یہ فوج ہو اوسی ریاست کی رعایا اس میں داخل ہو۔ اس فوج کے گھوڑے اکثر عربی ہیں جو عام طور پر بمبئی میں فی راس چار سو روپئے پر خریدے جاتے ہیں اور انکی پیمایش چودہ فیٹ اور دو انچہ یا زیادہ ہوتی ہے۔ نیزہ بازی۔ نشانہ بازی۔ اشاروں سے بات کرنا اور نیز دوسرے ضروری سپاہگری کے فنون ان لوگوں کو انگریزی اسکولوں میں سکہلائے جاتے ہیں تاکہ وہ انمیں ماہر ہوں۔ اسلئے یہ فوجیں ہر طرحسے میدان جنگ میں جانیکے قابل ہیں۔ سنہ ۱۸۹۷ع کے اخیر میں جبکہ انگریزی فوجیں بسرداری جنرل لاکہارٹ سرحدی قوموں کی گوش مالی کے لئے جو باغی ہوگئی تہیں۔ تیار ہوچکیں تو حضور نظام نے اپنی امپیریل سروس فوج کو بھی سرحد پر بھیجنے کی گورنمنٹ سے درخواست کی۔ لیکن انگریزی فوجوں کے تیار ہوجانے سے

یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ حیدرآباد کی امپیریل سروس فوج میں آٹھہ سو سولہ ۸۱۶ جوان ہر درجہ کے ہیں جن پر سالانہ ۱۸۱۰۵۶ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ ایک فوج بار برداری کی امپیریل سروس فوج کے ساتھہ ملائی گئی ہے جس میں قریباً تین سو جفاکش ٹٹو اور خچر ہیں اور امید ہے کہ یہ تعداد جلد چار سو تک پہنچ جائیگی۔ عمدہ قسم کے زین انکے استعمال کے لئے خریدے گئے ہیں۔ یہہ تجویز کی گئی ہے کہ صلح کے زمانہ میں بار برداریکے جانور ریاست کی گاڑی خانہ میں سرکاری بار برداری کے کاموں میں اکثر استعمال کئے جائیں۔ سنہ ۱۸۵۷ع میں جب غدر ہوا تھا تو حیدرآباد بالکل غیر محفوظ تھا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ پائی تخت کے قریب حیدرآباد کی معاونی فوج تھی جو ابتدا میں اسلئے قائم ہوئی تھی کہ "حضور نظام اور ان کے وارثوں اور جانشینوں کی نسلاً بعد از نسلٍ ذاتی حفاظت کرے اور تمام باغیوں اور مفسدان ریاست کو گوشمالی دے۔ لیکن کسی غیر ضروری کام میں اسکی مدد نہ لیجائے" مگر ایک مدت ہوی کہ اس فوج نے ریاستی فسادوںمیں دخل دینا چھوڑدیا تھا جو غیر ضروری خیال کئے جاتے تھے۔ اور اسوقت حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج بھی قریب تھی۔ لیکن عہد نامہ کے شرائط کے مطابق وہ صرف اسوقت بر کار آمد ہوسکتی تھی جب انگریزوں اور نظام کے دشمن کے ساتھہ مقابلہ ہو لیکن باوجود اسکے جب غدر شروع ہوا تو بعض رجمنٹیں حیدرآباد کنٹنجنٹ کی باوائیوں کے مقابلہ میں روانہ کیگئیں۔ سرسالارجنگ وزیر اعظم نے جو ریاست نظام میں فتنہ و فساد کے انسداد کے از حد خواہشمند تھے جب دیکھا کہ حیدرآباد سے شہر میں

سپاہی اور توپخانہ۔ ہز ہائنیس ریگولر ٹروپس

جہاں تمام رعایا مسلح ہے بغیر ایک مکمل فوج کے امن و امان کا قایم رکھنا ناممکن ہے اور خاصکر کے اس زمانہ میں کہ فوجی افاسر اور نیز بیقاعدہ فوجکے سپاہیوں پر بھروسا نہیں ہو سکتا ہے تو ایک نئی فوج کا مرتب کرنا ضروری خیال کیا تاکہ اس سے ریاست میں امن رہے ۔ فتنہ و فساد کو فرو کرے ۔ اور اگر باغی ریاست انگریزیسے وہاں آجائے تو اسے گرفتار کرلے ۔ کیونکہ وہ اس سے بہ نسبت رعایائے نظام کے زیادہ مخرف تھے ۔ اس فوج کے مرتب کرنے کا کام راجہ ونڈہرتی کو سپرد کیا گیا تھا جو سنہ ۱۸۵۸ میں تھوڑے سے حبشی اور دکہنی سوار اور دو توپوں کے ساتھہ کے جو انکے ماتحت تھے میدان جنگ میں نکلے تھے ۔ اس مجموعی فوج کا نام نظامی میدانی فوج رکھا گیا تھا ۔ یہ فوج موجودہ باقاعدہ فوج کی اصل تھی ۔ سنہ ۱۸۵۹ میں اس میں اضافہ کیا گیا اور سپاہیوں کو دارالریاست کے قریب رکھا گیا تاکہ ضرورت کے وقت کارآمد ہوں ۔ سنہ ۱۸۶۲ میں یہ فوج اور نواب نظام یار جنگ کا رسالہ میجر راک کے زیر حکم کردیا گیا ۔ سنہ ۱۸۶۸ میں میجر راک سپہ سالار مقرر کئے گئے اور انکی ماتحتی فوج نظام کی باقاعدہ فوج کہلائی گئی ۔ سنہ ۱۸۶۴ میں تیسری پیدل رجمنٹ بھی اس فوج میں شریک کی گئی اور ہر ایک پیدل رجمنٹ میں سات سو جوان علاوہ انگریزی افسروں کے مقرر کئے گئے ۔

نیزہ بازان ہز ہائینس ریگولر ٹروپس

سنہ ۱۸۷۵ میں تیسرے لانسر اور سنہ ۱۸۸۷ میں چوتھی اور چھٹی رجمنٹیں بہی اس میں شامل کي گئیں۔غرض اسوقت کي باقاعدہ فوج میں ایک سیدہیوں کا رسالہ دو توپخانے پہلی دوسری اور تیسری لانسرس۔ پہلی دوسری تیسری چوتہی اور چھٹی پیدل رجمنٹس تہیں۔

سدہیون کا حفاظتی رسالہ۔راجہ ونڈپرتی کے پاس کچہہ سدہی غلام زادے تہے جنکو انہون نے جنگی قواعد کي تعلیم دی تہی اور بعد مین انکا رسالہ بنایا گیا۔ جسنے سنہ ۱۸۵۸ مین راجہ کي مرتب کی ہوی فوجون کے ساتہہ شریک ہو کے معرکہ آرائی کي تہی۔ جب یہ رسالہ حیدرآباد کو واپس آیا تو اوسکو حضور نظام کے جلوکا کام دیا گیا اور اب یہ حضور نظام کا سدہیون کا باڈی گارڈ کا رسالہ ھے جب سالار جنگ مرحوم حضور نظام کي طرف سے انکے وکیل کے طور پر پرنس آف ویلز کے استقبال کو گئے تہے تو یہ رسالہ انکے ساتہہ تہا اور نیز دہلی کے شاہی دربار مین یہ رسالہ حضور نظام کے ہمراہ دہلی کو گیا تہا۔ان دونون موقعون پر اسکی بڑی تعریف ہوئی اور حقیقت مین وہ اسکے شایان تہی۔کیونکہ اسکے سپاہي اور اسکے گہوڑے اور اسکی خوبصورت وردی مین اوسکی چستی وچالاکي قابل دید ھے۔اس رجمنٹ کو اب سدہیون کا باڈی گارڈ کہتے ہین۔اس رسالہ مین نئے جوانون کو بہرتی کرنے کے لئے بڑی دقت پیش ہوتی ھے کیونکہ حیدرآباد مین خاص سدہی لوگ بہت کم ہین۔وہ لوگ جو اس مین ملازم ہین وہ ان سدہیون کي اولاد ہین جو اس ملک مین پیدا ہوئے تہے۔اس رجمنٹ مین تین سو جوان ہین اور انکا سالانہ خرچ ۱۰۳۸۶۶ روپئے ھے توپخانہ۔ماہ جولائی سنہ ۱۸۶۱ مین دو توپین معہ چھکڑون اور اٹہارہ بیل اور بارہ آدمیون کے ایک انگریز افسر کے ماتحت کي گئی تہین اور اسی سال اس مین ایک دوسری توپ اور گیارہ آدمي زیادہ کئے گئے یہ توپخانہ کي رجمنٹ ہوگئی۔اوسکے بعد سنہ ۱۸۶۴ مین دو توپین اور چالیس آدمی راجا ونڈپرتی کي میداني فوج سے لیکے اس مین داخل کئے گئے اور پہر سنہ ۱۸۶۵ مین دو اور قسم کي توپین اور سات معمولی توپین سکندرآباد کے سلاح خانہ سے ملین اسطرحسے دو بیاٹریان بنائی گئین جس مین چہہ چہہ توپین ہین۔ماہ اگست سنہ ۱۸۶۴ مین دو اٹہارہ پاونڈ والی توپین خرید کي گئین اور کوشش کي گئی کہ ہاتہیون کي بیاٹری بنائی جائے۔مگر وہ توپین بے کار نکلین اسلئے وہ ارادہ فسخ ہوگیا۔سنہ ۱۸۶۶ مین بعض بیلون کے عوض گہوڑے رکہے گئے اور نمبر پہلي گہوڑونکی بیاٹری وجود مین آئی۔سنہ ۱۸۷۲ مین دوسری ویسی ہي بیاٹری قائم ہوی۔في الحال دو بیاٹری ہین جن مین چار چار توپین ہین اور دوسو اٹہائیس جوان۔انکا سالانہ خرچ ۷۴۳۱۶ روپئے ھے۔

نیزہ باز رجمنٹ سنہ ۱۸۹۳ مین امپیریل سروس فوج کے مرتب ہونے سے پہلے باقاعدہ فوج مین تین نیزہ باز

افواج پیدل کے سپاہی۔ہز ہائنسز ریگولر ٹروپس

رجمنٹیں تہیں - جو اول و
دویم و سویم حیدرآباد لانسرز
کہلاتی تہیں - نواب نظام
یار جنگ کا رسالہ جو سنہ
۱۸٦۲ میں میجر راک کے
ماتحت کیا گیا پہلے حیدر
آباد لانسرز کے نام سے مشہور
تہا - پہر اس میں دوسری
ونڈپرتی لانسرز سے سپاہیوں
اور گہوڑونکو بہرتی کرکے اسکی
فوت بڑہا کر تین سو جوانونکی
کردیگئی - ان دکہنی سوارون
کی - جو راجہ ونڈپرتی کی
میدانی فوج میں نوکر تہے
دوسری ونڈپرتی لانسرز رجمنٹ
بنائی گئی - جب یہ فوج
میجر رک کے ماتحت کیگئی
تہی تو اس میں دو سو چودہ
جوان اور چوبیس باجیوالے
تہے - اسمیں بعد ازان بے
قاعدہ فوجکے سپاہی داخل
اور نئے سپاہی بہرتی کئے گئے
یہانتک کہ سنہ ۱۸٦٦ میں
تین سو پچیس جوان اس
رجمنٹ میں ہوگئے - اسکے
بعد سنہ ۱۸۷۱ میں جب
اس رجمنٹ میں فقط تین سو
جوانون کے رکہنے کا انتظام
کیا گیا تو باقی کے جوان
حیدرآباد فرسٹ لانسرز میں
بہیجے گئے - اور اوسکے باجے
والے سنہ ۱۸٦۸ میں سیدہیون
کی باڈی گارڈ میں داخل
کئے گئے - راجہ شیورام کے
رسالہ سے تیسری حیدرآباد
لانسرز بنائی گئی اور اسکا نام
تیسری کاردیئیرز ہوا - جب
سنہ ۱۸۷۵ میں اس رجمنٹ
کا نام تیسری لانسرز رجمنٹ
رکہا گیا تو اس میں تین انگریز
افسر دو سو ترسٹہہ جوان
اور بیس باجیوالے تہے -
تہوڑے عرصے کے بعد سنہ
۱۸۷۵ میں اس رجمنٹ

افسران ایمپیریل سروس ٹروپس

نیزہ بازان — فیلڈ ہاسپٹل آئی — ایس — ٹی

کو بہالے دئیے گئے اور اسکے باجے والے سواروںکي فوج میں بہیجے گئے۔ حیدرآباد کي امپیریل سروس فوج بننے کے پیشتر ان لانسرز رجمنٹوںمیں فی رجمنٹ تین سو چہہ جوان تہے مگر اس امپیریل سروس فوجکے تیار کرنیکے لئے جب دوسو آدمي ہر ایک رجمنٹ سے لئے گئے تو انمیں فقط اتنے ہي آدمي رہگئے کہ جنسے ایک کامل رجمنٹ ہوسکے تب اسکا نام باقاعدہ فوجکی لانسرز رجمنٹ ہوا۔ سنہ ۱۸۹۷ میں سرکاری حکم سے وہ تہرڈ لانسرز ہوگئي —

پیدل رجمنٹیں۔ پیدل رجمنٹیں کچہہ تو بے قاعدہ فوجکی جماعتوں سے اور کچہہ نئي رنگروٹوں سے بنائی گئیں۔ ذیل کے نقشے سے ان رجمنٹوں کي پوری پوری کیفیت معلوم ہوگی۔ انکا لباس اور انکا ساز و سامان قریباً ایک دوسرے کے مشابہ ہے۔ انکے پاس ابتک قدیم وضع کي توڑیدار بندوقیں ہیں۔ پہلے فقط پانچ ہی رجمنٹیں تہیں۔ پہلی دوسری تیسری چوتہی اور چہٹی اور ہرایک میں سات سو ۷۰۰ جوان تہے۔ پانچوین رجمنٹ اسمیں شمار نہیں کي گئی کیونکہ وہ سالار جنگ کے خاندان کے متعلق ہے اور اسپر اسی خاندانی جاگیرات کے منتظم فرمانروا ہیں۔ سنہ ۱۸۹۷ میں پہلی رجمنٹ توڑدی گئی اور چہٹی رجمنٹ کا نام پہلی رکہدیا گیا اسلئے اب پیدل رجمنٹیں چار ہیں یعنی پہلی دوسری تیسری اور چوتہی۔

گولکنڈا بریگیڈ۔ اسمیں ایک سواروںکی رجمنٹ۔ ایک پیدل رجمنٹ۔ اور ایک توپخانہ ہے۔

گولکنڈیکا نیزہ‌دار رسالہ۔ قاسم علی کا دوسو ۲۰۰ سواروںکا رسالہ جو پہلے سرسالار جنگ نے ایک سو جوانوںکا اسلئے بنایا تہا کہ وہ معزز اور نامور مہمانوں کي جلو میں رہے۔ سنہ ۱۸۸۴ میں گولکنڈا لانسرز کردیا گیا۔ بعد ازان اسمیں نواب دلاور نواز جنگ اور نیز دوسرے امیروںکے بقاعدہ سوار بہرتی کئے گئے۔ بعد ازان سنہ ۱۸۹۳ میں دوسو ۲۰۰ جوان اور ان کے لایق افسر حیدرآباد کے امپیریل سروس فوج میں بہیجے گئے اور ایک سو جوان کم کردئے گئے تاکہ اسکی قوت اور اسکا خرچ دوسری رجمنٹوں کے مطابق کردیا جائے۔ سلئے اب اسی رجمنٹ میں تین سو ایک ۳۰۱ جوان ہیں جس میں عہدہ‌دار بہی شامل ہیں۔ فقط اس رجمنٹ کا سالانہ خرچ ۷۸۸۲۴ روپئے ہے اس رجمنٹ کا ساز و یراق بہت عمدہ ہے اور یہ رجمنٹ فنون سپاہگیری میں سبہوں پر فوق ہونے کا اعزاز رکہتی ہے۔ سنہ ۱۸۹۳ میں حضور نظام نے اس رجمنٹ کو نظام کي خاص گولکنڈا لانسرز کے نام سے ممتاز فرمایا۔

گولکنڈا انفنٹری۔ اس رجمنٹ کو بیقاعدہ فوجمیں راجہ بہرلانانتہہ کي رجمنٹ کہتے ہیں مگر یہ رجمنٹ سنہ ۱۸۸۴ میں گولکنڈا انفنٹری ہوگئی۔ اور اسوقت اسکو قواعد سکہلائی گئی اور اسکا ساز و یراق درست کیا گیا۔ اب

افسران گولکنڈہ بریگیڈ

سپاہی اور بیانڈ باجا ـ ہز ہائنس نظام کے خاص گولکنڈہ نیزہ بازان ؛

انمیں چہہ سو پندرہ اسے ٦٩٥ جوان ہر عہدے کے ہیں اور اسکا سالانہ خرچ ١٢٨٠٣١ روپئے ہے—دوسری رجمنٹون کی طرحسے گولکنڈا انفنٹری کے پاس بہی توڑیدار بندوقیں ہیں—

گولکنڈا بیٹری—جسے جہنسی توپخانہ کہتے تہے وہ سنہ ١٨٨٤ میں گولکنڈا بریگیڈ کو منتقل کیا گیا—اسمیں چہہ توپیں اور ایک سو بیس جوان ہیں اور اسکا سالانہ خرچ ٢٠٧٧٢ روپئے ہے

نظام حیدرآباد رجمنٹ—یہ قدیم میسرام رجمنٹ تہی—جسکو حال ہی میں نظام رجمنٹ کے نام سے موسوم کیا گیا—اسمیں دو پیدل پلٹنیں ہیں ایک کشن گمری میں اور دوسری میسرام میں رہتی ہے—اس رجمنٹ میں تمام عرب ہیں جنہیں اچہی طرح قواعد سکہلائی گئی ہے—اسکی بڑی خدمت یہ ہے کہ حضور نظام کے محلونکی حفاظت کرے—وردی اس رجمنٹ کی نہایت خوبصورت ہے اور جب یہ رجمنٹ پریڈ پر پوری وردی پہنے آتی ہے تو سبہونکا خیال اسکی طرف رجوع ہوجاتا ہے—اس رجمنٹ میں ١٠٨٩ جوان ہیں اور انکا سالانہ خرچ ٢٦٤٤٥٦ روپئے ہے—بیقاعدہ فوج کے ذکر کرنے کے آگے اس امرکا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی امپیریل سروس فوجکے طیار ہونیکی وجہ سے دو رجمنٹیں باقاعدہ فوجکی اور نیز گولکنڈا لانسرز کے جوان بہی کم کردئیے گئے—

بالفعل حضور نظام کی باقاعدہ فوجیں حسب ذیل ہیں—

فرد تعداد و خرچ

فوج		جوانونکی تعداد	سالانہ خرچ روپئے	آنے
توپخانہ کی باقاعدہ فوج	ہیڈ ق	٦	١٢٨٠٤	٠
	نمبر ١ بیاٹری	١٠١	٣٠ ٩٢	٠
	نمبر ٢ بیاٹری	١١١	٢٨٠٢٠	٠
توپخانہ گولکنڈا بریگیڈ ...		١٢٠	٢٠٧٧٢	٠
فرسٹ لانسرز حیدرآباد امپریل سروس فوج		٣٠٨	٩٠٤٢٨	٠
سکنڈ لانسرز .. „ „		٤٠٨	٩٠٥٢٨	٠
سید ہیونکا رسالہ حفاظت باقاعدہ فوج ..		٢٠٢	١٠٣٨٦٦	٠
تیسری لانسرز باقاعدہ فوج		٣٠١	٧٥٧٨٠	٠
نظام کی خاص گولکنڈا لانسرز ...		٣٠١	٧٩٨٢٤	٠
فرسٹ رجمنٹ انفنٹری باقاعدہ فوج ..		٦٩٩	١٢٧١٤٧	٠
سیکنڈ „ „ „ ...		٦٩٩	١٢٧١٠٧	٠
تہرڈ „ „ „ ...		٦٩٩	١٢٧١٤٧	٠
فورتھ „ „ „ ...		٦٩٩	١٢٧١٤٧	٠
میسرام پیدل رجمنٹ		١٠٨٩	٢٦٤ ٥٦	٠
گولکنڈا		٦٠٥	١٢٨٢٣١	٠
حضور نظام کی بیانڈ باقاعدہ فوج ...		٥٧	١٦٧٠٧	٠
سوارونکی بیانڈ باقاعدہ فوج		٦٧	١٤٧٩٩	٠
گولکنڈیکی بیانڈ		٢٥	٦٧٢٠	٠
جمع کل ...		٦٧٩٨	١٤٧٤٩١٧	٠

گولکنڈہ بیانڈ باجا

سپاہی - گولکنڈہ توپخانہ و پیدل افواج

شتر سواران و بائسیکل بوئز

افسران و سپاہیان — ہز ہائنس نظامس ہاوس ہولڈ ٹروپس

بے قاعدہ فوج

بے قاعدہ فوج۔ بے قاعدہ فوج پہلے نظام آصف جاہ نے بمشکل دکن کو فتح کرنے اور ملک کی انتظام کرنے کے لئے مرتب کی تھی۔ اس فوج میں بہت سے بڑھے لوگ ہیں جو اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ ہمارے آبا و اجداد نے حضور نظام کو اس مستقل ریاست کے قائم کرنے میں بڑی مدد دی تھی۔ اس فوج میں عرب۔ روہیلے۔ افغان۔ سکھ۔ راجپوت۔ جیرت۔ بلوچ۔ ترک۔ اور دیسی دکنی وغیرہ کے لوگ ہیں۔ اس فوج کی تعداد وقتاً فوقتاً جانثاران حضور نظام بڑھاتے گئے۔ حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج جو آٹھ ہزار جوانوں کی سنہ ۱۸۵۳ کے عہدنامہ کے مطابق طیار ہوئی وہ اسی فوج سے بنی تھی اور نیز اسی فوج سے باقاعدہ فوج گولکنڈہ بریگیڈ اور نظام محبوب رحمت نثار ہوئی۔ اس بے قاعدہ فوج کی موجودہ تعداد ۱۹۳۳۰ جوانوں کی ہے اسی فوج کے ۱۰۸۲ سکھوں کو محکمہ پولیس میں منتقل کردیا گیا۔ علاوہ اسکے اس فوج کے متعلق چھیالیس ہاتھی چوبیس اونٹ سات توپیں اور ستہتر پالکیاں ہیں۔ بے قاعدہ فوج کے سالانہ مصارف ۴۰۵۰۰۰۰ روپئے ہیں۔ اس فوج کے کل امور کا انتظام ایک خاص محکمہ کے متعلق ہے جسکو نظم الجمعیت کہتے ہیں اور اس محکمہ کے افسر کو ناظم صاحب کہتے ہیں۔ بے قاعدہ فوج صرف حلو اور گشت کے کام میں آتی ہے اکثر حضور نظام اور بڑے بڑے امرا کے محلوں پر اسکا پہرا ہوتا ہے اور وسطی اور عالی خزانوں کی نگہبانی کرتی ہے۔ محل کے کواغذات کو ایک جای سے دوسری جای بحفاظت پہنچاتی ہے۔ ڈاکوں اور

عرب کیولری کا افسر

سواران عرب

سپاہیان — ہز ہائینس نظامس ہاؤس ہولڈ ٹروپس

سپاہیان مہسرام رجمنٹ

سپاہیان و افسران - ارریگیولر ٹروپس

شاہی پالکی

سپاہیان — اِرریگیولر ٹروپس

رہزنون کے روک اور تلاش مین پولیس کي مدد کرتی هے اور اسیطرحکے اور کام بھي اسکے متعلق ہین - شادیون مین اور دوسری مذہبي سواریون مین جاہ و حشم بڑہانے ہین بہی انکی خدمت اکثر لي جاتي هے - اکثر یہ فوج شہر مین رہتي هے مگر اس مین سے کوئی ۵۴۰۲ جوان بیروني اضلاع مین مقیم ہین - یہ بیقاعدہ فوج اپنے نام کے مطابق ایک وردی رکھنے کي کوشش نہین کرتي - اکثر انمین سے خانگي پوشاک پہنتے ہین - اور جو لوگ انمین سے وردی پہننے کا ارادہ کرتے ہین وہ بھي اپنے حسب دلخواہ لباس پہنتے ہین - وہ قواعد اور فنون سپاہگری سے کچھ بہرہ نہین رکھتے - اس فوجکے لئے ۲۳۴۹۸ اقسام کے ہتیار سلاح خانہ مین رکھے ہوئے ہین اور ایک چھوٹا سا کارخانہ هے جسمین اسکے لئے چھوٹے سے ہتیار تیار ہوتے ہین اور جہان ضرورت ترمیم مستعمل ہتیارونکے کي جاتي هے - حضور نظام کي تمام فوجون کي تعداد یہ هے -

با قاعدہ فوج	٦٧٩٨
بیقاعدہ فوج	١٩٣٠
سکھونکی "	١٠٨٠
مجموعہ ...	٢٧٢٠٨
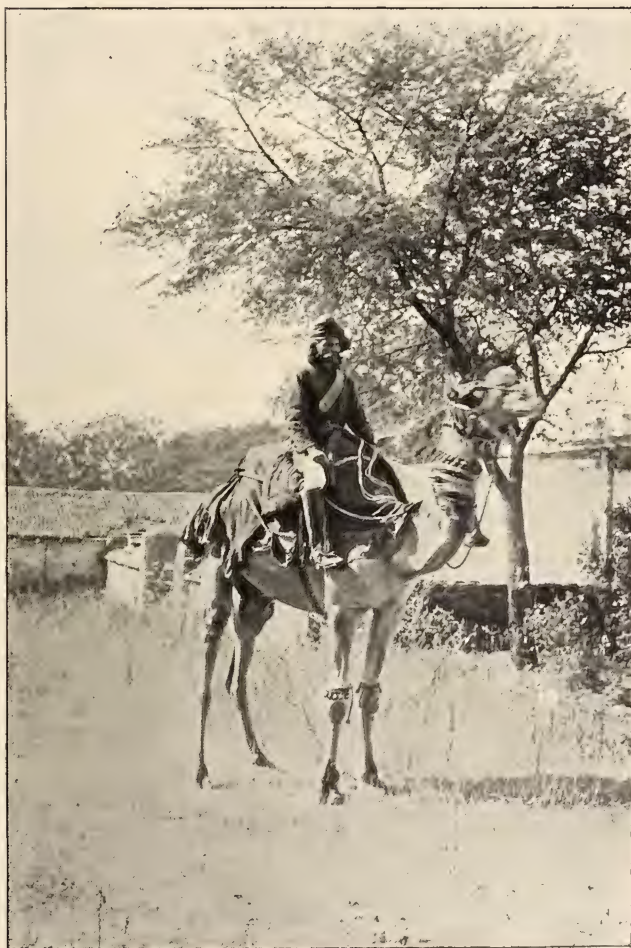
کل سالانہ خرچ ان تمام فوجونکا ٧٢٠٠٠٠٠ روپئے هے - یہ خیال نہین کرنا چاهئے کہ جتني فوج ذکر کي گئی اتني ہي حضور نظام کی واجب یافت فوجین ہین - علاوہ انکے جنکا بیان کیا گیا هے ہر ہر امیر کے ماتحت ایک جنگي فوج هے جسکے اخراجات کے لئے یا تو اسکو کوئی جاگیر دیگئي هے یا کوی اعزازی منصب عنایت کیا گیا هے جسکے لحاظ سے اُن امیرونکو ایک خاص فوج رکھني پڑتي هے تا کہ سرکار نظام کو عندالضرورت مدد دین - پوری تعداد ان تعینا تي فوجونکي دینا مشکل هے مگر بالجملہ ایسا خیال کیا جاتا هے کہ تخمیناً سرکاری فوجکے مساوی هے -

بے قاعدہ فوج - دیوڑھ داروں کے نمونے

سپاہیان - عرب ٹروپس

ہز ہائینس نظام کی پولیس

سرکار نظام کی پولیس کے دو صیغے ہیں — ایک شہر و حوالی شہر کی پولیس کا اور دوسری ضلع کی پولیس کا — سنہ ۱۸۸۴ع کی اول اپریل تک اسکی تین شاخیں تھیں — یعنے شہر کی پولیس — اور حوالی شہر کی پولیس — یہہ دونوں جدا جدا تھیں اور دو خود مختار افسروں کے ماتحت — لیکن جب سے نواب اکبر جنگ بہادر سی — ایس — آئی عہدہ کوتوالی پر مامور ہوئے ہیں یہہ دونوں شاخیں ملا دی گئیں — اور انکا کُل اختیار انہیں دیا گیا — کیونکہ انہوں نے اسی شرط سے عہدۂ مذکور کو قبول کیا تہا اور نیز یہہ بہی شرط کی تہی کہ وہ صرف حضور نظام اور مدارالمہام کے جوابدہ رہینگے — ملک کی تمام پولیس کا کاروبار کوتوال صاحب کے سپرد ہے — اور ضلع کی پولیس ایک یوروپین افسر سے متعلق ہے — شہر اور حوالی شہر کی پولیس ایک ساتہہ ہونے کے پیشتر اسکا انتظام اسطرح سے تہا — شہر کے چار حصے تہے اور ہر ایک حصے پر ایک صدر امین یا چیف انسپکٹر مقرر تہا — ہر ایک حصے کے تین ضلع تہے ہر ایک ضلع ایک امین یا انسپکٹر کے ماتحت تہا — اور پہر سب کوتوال کے زیر حکم — حوالی شہر کی پولیس کے دو حصے تہے — ہر ایک — ایک مہتمم یا سوپرینٹنڈنٹ کے ماتحت اور اسکے ماتحت د امین تہے — اور پہر تمام ایک صدر مہتمم یا سوپرینٹنڈنٹ کے زیر حکم — ان فوجوں کی قوت حسب ذیل تہی — شہر

سوار پولیس

کوتوال شہر و افسران پولیس

سکھہ پولیس

کي بولیس مین ۱۷ افسر ۱۲۹۷ کنسٹبل مختلف درجون کے-۲۷ سوار اور ۹۷ عرب- حوالی شہر کي بولیس مین ۲۳ افسر-۱۵۰۷ کنسٹبل-۲۲ سوار اور ۳۱ عرب-جب یہہ دونون فوجین از سرنو مرتب ہوکر سنہ ۱۸۸۴ع مین ایک ساتھہ کردی گئین-تو حسب ذیل تبدلات عمل مین لائے گئے-کوتوال کے

دو معاون مقرر کئے گئے-اور حوالي شہر کي فوج کے مہتمم کي جائے موقوف کردی گئي-اور اسکے عوض ایک منتظم مقرر ہوا جو کوتوال کے ماتحت ہے اور انکے اسٹاف مین داخل-مہتمم مثل سابق اپنے اپنے ضلع کے ذمہدار رہے-لیکن کوتوال کی ماتحتی مین-اسی سال کے نومبر مہینے مین ایک ایرگیولر

روہیلا پولیس

شہر دي پرلیس

سواروں کي پلٹن کوتوال کے زیر حکم دیگئی-جسکے ایک
حصہ میں سے لشکری پولس ترتیب دیگئی-اس فوج میں
پٹھان اور سکھہ بھرتي کئے گئے-اور اسکا ام شہر کي پولیس کي
افغان فوج رکھا گیا-اور اس فوج پر ایک یوروپین افسر مقرر
کیا گیا-اس فوج کي پانچ کمپنیان ہیں-اور ہر ایک کمپنی

میں ایک ایک صوبیدار اور دو دو جمعدار مقرر ہیں-اس
فوجکی پوری قوت ۳۰۲ سپاہیوں کي ہے-سنہ ۱۸۸۶ع کے
نومبر مہینے میں ایک اور تبدیلی ہوئی-ضلع کے دونوں
مہتمموں کي جگہہ موقوف کرکے دو سرگردگان کو وہان مقرر
کیا گیا جو کوتوال کے اسٹاف کے متعلق ہیں-ضلع کے حصہ

عرب پولس-ناچ

مثل شہر کے چیف انسپکٹرون کی ذمہ داری مین رکھے گئے۔ منتظم کی خدمت بہی موقوف کردی گئی اور اسکے عوض ایک مددگار مقرر کیا گیا۔ اسی سال ایک خفیہ پولیس مرتب کرکے ایک سوپرینٹنڈنٹ کے ماتحت دیگئی جسکی معاونت کیلئے اور انسپکٹر مقرر ہوئے شہر اور حوالی شہر کی تمام فوج آٹھہ حصون مین منقسم ہوئی۔ اور ہر ایک حصہ چیف انسپکٹر کے ماتحت۔ اُن آٹھہ حصون کو پہر تین تین حصون مین تقسیم کرکے ایک ایک انسپکٹر اسپر معین کیا گیا۔ ابتک یہی

انتظام ہے اور اسکی تفصیل حسب ذیل ہے اسٹاف۔ ایک کوتوال دو معاون ایک خاص ذاتی اور دوسرا لشکری جو شہر کی افغان فوج پر افسر ہے اور دو سوپرینٹنڈنٹ شہر اور حوالی شہر۔ ۲۴ افسر ۲۵۰۳ کنسٹبل جدا جدا درجہ کے ۴۹ سوار اور ۱۲۸ عرب۔ افغان شہری فوج۔ ۱۸ افسر ۲۷۷ عہدے دار اور سپاہی۔ خفیہ پولیس۔ کل ۳۳ آدمی جنمین دو افسر ہین۔

موجودہ کوتوال کے زمانہ حکومت مین کیا بہ نسبت لباس کے اور کیا بہ نسبت قواعد اور کاربردازی کے بہت

جلّاد

کچھہ ترقی ہوی ہے۔ پولیس کے قوانین اور طرز کارگذاری کی متعدد معلومات اور نیز جوش بڑہانے کی غرض سے تعلیمی کلاس کشادہ کئے گئے ہین۔ جسکا نتیجہ بہتر ہوا کہ بہت سے افسرون نے امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔ پولیس کی کارگذاری کی سالانہ رپورٹین بہی طبع ہوا کرتی ہین۔

شہر اور حوالی شہر کی فوج کا سالانہ خرچ تخمیناً پانچ لاکہہ روپیہ ہے۔ مذکور دانتون مین سے اکثر دانتمین ضلع کی پولیس فوج سے بہی تعلق رکہتی ہین۔ اس فوج کا سالانہ خرچ تقریباً سولہ لاکہہ روپیہ ہے۔ دیوانی حکومت مین فی ساتہہ مربع میل یا تقریباً ایک ہزار باشندون پر ایک پولیس کے سپاہی کا اوسط آتا ہے اور صرف خاص کی آبادی مین قریب ۶۱۵ پر۔ کل پولیس فوج قریب ۱۲۰۰۰ کے ہے۔

صیغہ صحت

صیغہ صحت حضور سرکار نظام کا ریسیڈنسی سرجن کے زیر حکم ہي جو غالباً انگریزي فوجکے سرجن لفٹننٹ کرنل ہین۔دو میونسپالٹي کے ہیلتھ آفیسر ہین اور ہرایک انمین سے چدر گھاٹ اور شہر کے نگراني کے لئے ہے۔افسر اول باقاعدہ فوج کا بہي معالج ہے۔شفاخانے اس ضلع کے زیر نگرانئي انسپکٹر ہین۔دارالسلطنت مین پانچ شفاخانے مریضون کے لئے اور پانچ دواخانے تقسیم دواکے لئے مقرر ہین۔ہر ضلع کے صدر مقام مین اور بڑے بڑے تعلقون مین بہي دواخانے معین ہین۔جنکي کل تعداد ٦٧ ہے۔علاوہ اس کے ١٩ فوجي شفاخانے ہین جنکے شمول سے انکی تعداد ٨٦ ہے۔افضل گنج کے دارالشفا کے متعلق ایک زنانہ شفاخانہ بہی جاري کردیا گیاہے جو ڈاکٹر ڈورا فیلوز کے زیر نگراني ہے اور یہ شفاخانہ اتنا ہردلعزیز ہے کہ اس مین مریضون کي کثرت سے گنجایش نہین ہوسکتي۔میڈیکل ڈپارٹمنٹ کے ڈائرکٹرنے رپورٹ کي ہے کہ اکثر ایک روز مین کئي عورتین سخت بیماریون مین مبتلا یہان آتي ہین۔مگر انکے لئے جای استراحت نہونیکي وجہ سے انہین یہان رکہا نہین جاتا۔في الواقع علاج کا کام اتنا زیادہ ہے کہ گوشہ کي عورتون کے لئے ایک بڑا شفاخانہ اور ایک کامل جماعت ڈاکٹرون اوردائیون کي جوہمیشہ بالکل مشغول رہین ضروري ہے۔ایک طبي مدرسہ ہے۔جسمین قابل پروفیسرون کا اسٹاف ہے اور اس کے پرنسپال ریسیڈنسی سرجن ہین۔اس مدرسہ مین طلبا حضور نظام کي ملازمت کے لئے حکیمي کا امتحان اور برار مین ملازم ہونے کے لئے ہاسپٹل اسسٹنٹ کا امتحان دیتے ہین۔مدراس کے میڈیکل کالج بورڈ نے حکیمي امتحان کے لئے ایک خاص بندوبست کیا ہے اور اسکا اسٹنڈرڈ وہي رکہا ہے جو مدراس یونیورسٹي کے ایل۔ایم اینڈ ایس کا ہے۔مدرسۂ طبیہ کے متعلق ایک کتب خانہ اور ایک عجائب خانہ مقرر ہے۔

ٹیکا لگانے کا خاص محکمہ مہتمم محکمۂ صحت کے زیر نگراني ہے۔ضلع کے دواخانون کا جو ناظر ہے وہ وہان کے ٹیکا لگانے کے محکمون کا بہي ناظر ہے اور اسکے ماتحت چار ڈپٹي انسپکٹر ہین۔ہر ایک ایک صوبہ کے لئے معین ہے۔کل یکسو ساٹھ ٹیکا لگانے والے ہین۔حضور نظام کي ریاست مین کوئي خاص پاگل خانہ نہین ہے۔مگر حیدرآباد کے وسطي جیل خانہ مین بعض مکانات ایسے ہین جنمین دیوانے ہي رہتے ہین اور ناظر جیلخانہ انکی حفاظت کرتا ہے۔

اس محکمہ کي ایک سال کي کارروائي کا اندازہ اور کہان کہان تک اس کي شاخین پھیلی ہوئي ہین اسکا پورا پورا تخمینہ نقشۂ ذیل سے بڑھکر کسي اور صورت مین نہین ہوسکتا۔یہ نقشہ ڈائرکٹر کے گذشتہ رپورٹ سے لیا گیا ہے۔جو سنہ ١٨٩٣ کا ہے اور جس مین ہر ضلع کے دوا خانونکی تعداد اور ریاست نظام کے کل دوا خانون اور شفاخانونکی کارروائي کا بیان ہے۔

مقام	دوا خانون کي تعداد	تعداد مریضون کي		جراحي کام	
		خارجي	داخلي	بڑے	چھوٹے
شفاخانے جو شہر مین اور بیرو نجات مین ہین					
شفاخانہ افضل گنج	١	٤٧١٥٠	١٥٣٣	٣١٣	١٤٦٤
ملکي دواخانہ	١	٣٧٦٢٧٧	...	..	٣٣٠
علي آباد کا دواخانہ	١	٣٦٣٦٣	...	..	٢٩٨
ضلع کا شفاخانہ	١	١٢٤٥٨	٢٩٩	..	٢٦٩
اتوار چوک کا دواخانہ ..	١	١١٥٢	...	.	٨٩
کروان ,, ...	١	٩٧٠٧	..	٢	٢١١
وسطي پولیس کا شفاخانہ ...	١	٨١٩١	٢٧٥	٣	٦٧
چینچلہ گوڑہ کا شفاخانہ ...	١	٣٨٠٤		٢٣	١٨٠
گولکنڈا کا ,, ..	١	٣٦٧٠	...	٣	٧٣
سرور نگر کا دواخانہ . ..	١	٦٤٢٤	...	١	٣٤
کل	١٠	٥١١٥٦٥	٢٢٧٧	٣٤٥	٣٠٢١
ضلع کے دواخانے					
اورنگ آباد	٥	٤٠٩٩٦	٢٩٥	١٥٦	٢١٢٨
بر	٣	٢٠٠٠٨	٩٤	٥٠	١٠٧٤
پربہنی	٤	٢٢٣١٣	١١٤	٢٠٥	٨٤٢
ناندیر	٢	١٠٩١٧	٦٨	٦	٢١٠
گلبرگہ	٥	٢٤١٥٩	١٦٢	١٠٩	١٠٨٩
رائچور	٥	٢٤٨٤٨	١٤٥	١٧٢	٩٢٧
لنگسوگر	٣	١٧٧٤٦	١٠٦	٧١	٦٧١
نلدرگ	٤	٢٠٤٢٨	٩٨	٥	٣٧٣
بدر	٤	٢٥١٨٨١	١٩٢	١٧٥	٢٩٢٥
اندور	٥	٢٥٧٣٠	١٦٢	٢٢	١٨٩٦
میدک	٤	١٩٣٩٨	١٧٧	٩٥	٤٣٥
یلگندل	٥	٢١٤٤٠	١١٨	٤٥	٤٧٣
سرپور تندور	٢	٦٧٠٤	٤٥	١٣	١١٤
ورنگل	٥	[illegible]٣٩	٢١٤	١٩٥	٩٣٣
نلدنگا	٣	٠٣٧٢	٩٧	٣٠	٣٤٤
محبوب نگر	٧	٢٤١٣٥	٢٠٩	٢٣	٩٣٠
اتوري بلدہ	١	٤٠٢٥	٥٨	٣٠	٨٣

جب تک ان تحقیقات کا ذکر نہ کیا جائے جو ڈاکٹر سرجن لیفٹننٹ کرنل اِي لاری ایم-بي اور بعض اس محکمہ کے حکیمون نے استعمالِ کلورفارم کے بڑے الجھے ہوے اور مشہور سوال کے بارہ مین کي تھي-حضور نظام کے محکمہ صحت کے یہ اشارات کامل نہونگے-ڈاکٹر لاری آج کئی سال سے اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کررہے تھے کہ کلورفارم کا دل پر کچھہ اثر نہین ہوتا-بلکہ پھیپڑے پر ہوتا ہے اور سنہ ۱۸۹۴ مین وہ کئی حکیمون کے ساتھہ حضور نظام کي گورنمنٹ کیطرف سے انگلنڈ کو حیدرآباد کے طریقۂ استعمال کلورفارم کو ثابت کرنے کے لئے گئے تھے-اس سفر کي کیفیت اور اس جماعت وکلا کي کامیابي کا احوال اُس رپورٹ مین اچھی طرح سے ہے جس مین سنہ ۱۸۹۴ کي میڈیکل رپورٹ بھی داخل ہے "ہمارے اس سفر ولایت مین کلورفارم کے متعلق مشہور مجالس طبیہ سے چار مباحثہ ہوے-پہلا مباحثہ لنڈن میڈیکل سوسائٹی ہاسپٹل مین جسکے مہتمم ڈاکٹر لیف تھے اور صدر لنڈن ہاسپٹل کے مسٹر ڈین-چونکہ لنڈن ہاسپٹل مین تمام چیزین موجود ہین اس لئے اس مباحثہ مین بڑی کامیابي ہوی-دوسری بحث کا اتفاق رائل میڈیکل اور چیررجیکل سوسائٹي مین ہوا لیکن اس مباحثہ مین ڈاکٹر گیاسکیل کي غلط راے کي وجہ سے کامیابي نہوی-تیسری بحث کا اتفاق مقام شفیلڈ مین ہوا اور اس مین اس شہر کے میڈیکل اور چیررجیکل سوسائٹی کے بہت لوگ جمع تھے-اس مجلس کا انتظام میرے دوست ڈاکٹر جاکسن کلیور مرحوم نے کیا تھا جنکے گذرنے کا مجکو سخت رنج ہے-اور اس مجلس مین شفیلڈ کے حکیمون اور جراحون نے بطور وکلا حضور نظام کے ہمارا بڑی گرمجوشی اور تپاک سے جو خیر مقدم کیا وہ قابل یادگار ہے-اور اس کے ساتھہ اس مجلس کے پریسیڈنٹ کي تقریر بھي ضرور یاد رہیگی-بحث کو ختم کرتے ہوئے پریسیڈنٹ نے فرمایا کہ جو کچھہ آپ کلورفارم کے بابت کہتے ہین اسکی سچائي کا مجھے یقین ہوتا ہے لیکن تاہم ایتھر کے استعمال کو جاری رکھنا مناسب سمجھتا ہون کیونکہ جو لوگ انڈنکے مدارس سے آنکے یہان معاونون کا کام کرتے ہین انہین انیستھیک کا احوال کچھہ معلوم نہین ہے-اور چونکہ ان دونون چیزونمین ایتھر کم قوت ہے اس لئے ان لوگون کے ہاتھہ سے ایتھر کا استعمال زیادہ مفید ہے-غرض ہم انگلنڈ ہي مین تھے کہ ڈاکٹر فیریرنے مسٹر وکٹرہارسلے سے ہماری ملاقات کروائي-یہ وہي صاحب ہین کہ جنہون نے اس باتکو دریافت کیا ہے کہ دماغ پر گولی لگنے سے جو موت ہوتي ہي وہ بالکل اس موت کے مشابہ ہے جو کلورفارم کے اثرسے فقط دم رکنے کي وجہ سے ہوتي ہے-نہ اِسکو اِسفکسیا کا کچھہ اثر ہوتا ہے اور نہ کارڈیاک سنکوپ کا-پروفیسر ہارسلی کي مہرباني اور ان کا خُلق ہرگز فراموش نہین ہوسکتا انہون نے ہمین اپنے کام کے نتیجہ سے آگاہ کرنے کے لئے کہ انکے تجربون پر کیونکہ عمل کیا جاسکتا ہے نہایت زحمت کرکے انمین سے ایک ہمارے روبرو پیش کیا اور وہ بھی ایسے وقت پر کہ وہ کامون مین بالکل مشغول تھے-اس تجربہ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتي کہ وہ موت جو کلورفارم کے زہریلي اثرسے ہوتي ہے اسمین اور اس موت مین جو بھیجے پر گولی کے زخم لگنے سے ہوتي ہے کوئي فرق نہین اور اس سے مباحثہ کلورفارم کا طي ہوتا ہے-

اس بات مین ابتک کسي نے اعتراض کي جراءت نہین کي اور اسکي وجہ یہی ہے کہ ایسا اعتراض کرنا ممکن نہین"-

رياست حيدرآباد كا تاريخي خاكه

شہر حیدرآباد کي تاريخ سنہ ۱۶۸۷ع سے يعنے جب سے کہ اوسکی ابتدا ہوئی بالکل گولکنڈے کے ساتھہ مطابقت رکہتی ہے۔اوسکا باني قطب شاہ محمد قلي تہا جسکی سلطنت سنہ ۱۵۸۰ مین شروع ہوئی۔اور یہ قطب شاہ سلطنت گولکنڈے کے باني سلطان قلی قطب شاہ کي پانچوین پشت مین تہا۔محمد قلي مذکورنے جب حيد آباد کا شہر بنایا تو پہلے پہل اوس کا نام اپنی ایک پیاری بیوی کے نام پر بہاگ نگر یعنے بختاور شہر رکہا۔لیکن اوسکے انتقال کے بعد اوسکا نام "شہر حیدر" یاحیدرآباد کردیا گیا۔

گولکنڈے مین پاني کي حالت اچہی نہین ہونے کي وجہ سے اوسکے عوض حیدرآباد مین پائے تخت مقرر کیا گیا۔محمد قلی قطب شاہ نے علاوہ چار مینار کے جو مشہور و معروف عمارت ہے بہت سی پبلک عمارتین بنوائین۔اگرچہ اس بادشاہ کے زمانہ مین قطب شاہی سلطنت اپنی سمت الراس کو پہونچ گئی تہي۔لیکن تاہم اسکي کار روائیون کو یہان بیان کرنے کي چندان ضرورت نہین۔کیونکہ گولکنڈے کے بیان مین اسکا مفصل حال آچکا ہے۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷ مین واقع ہوا تخت نشینی کیلئے اسکے دونون بیٹون مین جہگڑا شروع ہوا۔اوریہ جہگڑا بڑہتے بڑہتے جنگ تک نوبت پہونچ گئي۔فتحمند لڑکے نے تخت سلطنت پر جلوس کرکے اپنا لقب بہادر شاہ رکہا۔لیکن اوسکے بہائي شہزادہ کام بخش نے اوسکو شہنشاہ ماننے سے انکار کیا۔پہلے سفارتانہ طور پر بہت کچہہ اوسکی فہمایش کي گئی لیکن جب اوسنے نہ مانا تو مجبور ہوکے بہادر شاہ نے میدان جنگ آراستہ کیا اوراسکو شکست دي۔اس لڑائی مین کام بخش کے سخت چوٹین آئی تہین جن سے وہ جان بر نہوسکا۔بہادر شاہ نے ذو لفقار خان کوجو اس بکھیڑے مین اسکا طرفدار اورخیر خواہ ملازم تہا دکہن کي صوبہ داری پر مقرر کیا اور ایک پٹہان افسر داؤد خان کو جسنے اورنگ زیب کے زمانہ مین اپنے کارہائے نمایان کي وجہ سے بہت کچہہ ناموری حاصل کي تہي اپنا وزیر بنایا۔شہزادۂ کام بخش کے انہزام و انتقال کے وقت سے خود بادشاہ کے انتقال تک جو سنہ ۱۷۱۲ مین واقع ہوا دکہن کے کل معاملات صلح آمیز تہے۔اسکے بعد اوسکا دوسرا بیٹا عظیم الشان نامی لشکر اور امرا کي مدد سے تخت پر سوار ہوا لیکن جب اوسکے بڑے بہائی کو یہ خبر ہوئی تو فوراً اس پر فوج کشی کي اور دونون مین ایک سخت لڑائي ہوئي جس مین عظیم الشان مارا گیا اورتخت وتاج جہاندار شاہ کے قبضہ مین آیا۔جہاندار شاہ نے تخت نشین ہوتے ہي ایک سرے سے تمام شہزادون کو قتل کرنا شروع کیا۔اِلّا کام بخش کے لڑکے فرخ سیرکے۔کہ وہ اسکے ہاتہہ نہ آیا۔دونون مین ۲۰ ڈسمبر سنہ ۱۷۱۲ کو آگرے کے قریب جنگ ہوئي جس مین جہاندارشاد کي شکست ہوئی۔اور فرخ سیر فتحیابی کے ساتہہ شہنشاہ ہند ہوا۔اوسکے بعد اسنے اپنے تمام مصاحبون اور ملازمون کو جو حالت شہزادگي مین اوسکے طرفدار تہے جاگیرات و انعامات وخطابات عطا کئے۔اِن مین ایک مقتدر اورمدبر امیر تہا چین خلیج خان نامی۔اوسکو نظام الملک آصف جاہ کا خطاب ملا۔ذوالفقار خان جو بہادر شاہ کا مقرر کیا ہوا صوبہ دار دکہن تہا۔مار ڈالا گیا۔اوراوسکی جگہہ سید حسین علی خان نامی کو دیگئی۔اوس سے جو ایک بہت بڑا لایق اور مدبر امیر تہا بادشاہ کو رشک پیدا ہوا اور چاہا کہ اوسکو معزول کردیوے اسلئے داؤد خان سے جو ذوالفقار کا ملازم اور رفیق تہا کہا کہ اگرتو سید حسین علی کو شکست دیوے تو دکہن کي صوبہ داری تجہکو دی جائیگي۔وہ تو اس بات کو چاہتا ہی تہا کیونکہ اوسکو اپنے صاحب کا انتقام لینا منظور تہا۔خوش ہوکے برہان پور جو ممالک متوسط مین ایک بڑا شہر ہے آیا اور وہان فوج جمع کرکے اپنے آپ کو دکہن کا صوبہ دار مشہور کیا۔جب یہہ خبر سید حسین علی کو پہونچی تو اسپہ فوج کشي کي۔اور دونون کے درمیان سنہ ۱۷۱۶ مین ایک سخت لڑائی ہوئی۔اُس لڑائی مین داؤد خان مارا گیا۔اسکے تین برس بعد سید حسین علي اور اس کا بہائي سید عبداللہ خان نے اپني متحدہ فوجون سے فرخ سیرپر لشکر کشی کي۔اوردہلي تک بڑہتے ہوئے چلے گئے۔جب وہان پہونچے تو چاہا کہ بادشاہ کو اپنے مطالبون کے منظوری پر مجبور کرین۔لیکن بادشاہ نے قبول نہین کیا۔یہ دونون اپنی فوجون کے ساتہہ قلعہ اور شاہی محل مین گہسگئے اور بادشاہ کو قتل کرکے اسکی جگہہ پر ایک شہزادے رفیع الدولہ نامي کوہندوستان کے تخت سلطنت پر بٹہایا۔لیکن چند مہینون کے بعد وہ انتقال کرگیا۔اور محمد شاہ اوسکا جائے نشین ہوا۔یہ بادشاہ سلاطین دہلی مین اخیر تہا۔جسکو پوری پوری آزادي اور خود مختاری حاصل تہی۔اوسنے اپنے مدد گارون آصف جاہ اور سعادت خان کے ہاتہہ سے جو آپس مین ایک دوسرے کے رقیب تہے دونون سیدون کو مروا ڈالا۔سعادت خان وہی امیر ہے جو شاہان اودہ کے خاندان کا باني ہوا ہے۔

نظامان متوفی

اسوقت بادشاہ کي طاقت بالکل تیزی کے ساتھہ تنزل کررہي تھی۔جب آصف جاہ سنہ ۱۷۲۲ کي جنوری مین دہلی کوگئے اور وزیر ہوئے۔تو دیکھا کہ بادشاہ اور اہل دربار بالکل عیش وعشرت مین مصروف ہین۔نہ انتظام سلطنت کا کچھہ خیال ہے اور نہ معاملات ملکی کي کچھہ پروا۔ ہرچند اونہون نے اصلاح امور کي کوشش کي لیکن جب کسي طرح سے کارگر نہوئی تو وہ چاہتے تھے کہ وزارت سے مستعفی ہوجائین۔ایسے مین گجرات کے حاکم نے سرکشی اختیار کی اور بادشاہ نے اوسکی سرکوبي کے لئے انہین کو منتخب کیا چونکہ وہ موقع کے منتظر رھتے تھے اس حکم کو غنیمت سمجھہ کے ایک جرار فوجکے ساتھہ روانۂ گجرات ہوئے اور وہان حاکم مذکور کو منہزم کرکے اس زرخیز ضلع کي فتحیابی کے ساتھہ چند ہی روز مین پھر دہلی واپس آئے اسوقت ملک مین اور بھی بد انتظامی پھیلی ہوئی تھی۔ اسلئے انہین وہان رہنا گوارا نہوا اورچاہا کہ دکھن مین سکونت اختیار کرین۔جب یہ ارادہ مصمم ہوگیا تو خدمت وزارت سے مستعفی ہوکر روانہ دکھن ہوگئے لیکن اسوقت اُنکے چال چلن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ خود مختار ہوا چاہتے ہین اگرچہ بادشاہ نے انہین اعلٰي سے اعلٰي نظام الملک وآصف جاہ کا خطاب مرحمت فرمایا تھا لیکن باوجود اسکے انسے اسکا دل صاف نتھا اور چاہتاتھا کہ بھرطور انہین مضرت پہونچائے۔اسلئے انکے جانے کے بعد مخفی طورپر حیدرآباد کے گورنر کو حکم بھیجا کہ نواب نظام الملک آصف جاہ کو صوبہ داری دکھن سے معزول کرکے انکي جگہ پر آپ صوبہ دار بن جائے اس کا نام مبارز خان تھا۔اوس نے اس حکم کي تعمیل کے لئے ایک جرار فوج جمع کي۔لیکن آصف جاہ باوجود اس بات کے تاڑ جانے کے کئی روز تک زمانہ سازی کرتے اور اسکو ٹالتے رہے لیکن اخیر مین جب مجبور ہوے تو مبارز خان سے مقابلہ کیا اور ایک سخت لڑائی کے بعد جو ماہ اکٹوبر سنہ ۱۷۲۴ مین واقع ہوئی اسپر پوری پوري فتحمندی حاصل کي۔مبارز خان اس لڑائی مین مارا گیا۔آصف جاہ نے تہنیت کے ساتھہ اس کا سر بادشاہ کو ہدیتاً روانہ کرکے کہلا بھیجا کہ لیجئے باغي ماراگیا۔اسکے بعد وہ خود بادشاہ سے قطع تعلق کرکے ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے باني ہوئے۔اور حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کیا۔اسوقت حضور نظام جو فرمانروائے دکھن ہین انہین کي اولاد مین ہین۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷ مین واقع ہوا مغلی سلطنت کي طاقت بوجہ خانگی فتنہ و فساد کے گھٹتی جاتی تھی اور مراٹھے زور پکڑتے جاتے تھے اس لئے آصف جاہ کو اپنی خود مختاری کے قایم کرنے مین کوئی مشکل درپیش نہین ہوئی۔جسقدر صوبے دکھن مین انکے ہاتھہ چڑھتے گئے وہ انہین اپنی ریاست مین شامل کرکے انکے انتظامات مین مصروف تھے۔جہان ممکن تھا وہان مراٹھون کے زبردستی روپیہ وصول کرنے کے طریقہ کو بحال رکھا۔اور جہان ممکن نہین تھا وہان اور انتظام کئے غرض ہر طرح سے اپنی حکومت کو ترقي دینے اور ریاست کو فائدہ پہونچانے مین مصروف رہے۔کوئی چوبیس برس کي ریاست کے بعد وہ سنہ ۱۷۴۸ مین انتقال کرگئے۔انکے انتقال کے وقت وہ نہایت استحکام و استقلال کے ساتہ بالکل خود مختار ہوگئے تھے۔اسوقت جسقدر ملک نظام کے قبضہ مین موجود ہے وہ کم وبیش انکے قلمرو مین داخل تھا۔

انکے انتقال کے بعد سنہ ۱۷۴۹ مین اورنگ آباد کے اضلاع مین سخت قحط پڑا اور وہ قحط ویسا ہی تھا جیسا سنہ ۱۷۱۳ مین دکھن مین چوطرف پھیلا ہوا تھا۔

نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشینی کے لئے سخت بکھیڑا شروع ہوگیا۔اسکی وجہ یہ ہوئي کہ انکے دوسرے فرزند ناظر جنگ اپنے باپ کے انتقال کے وقت انکے پاس موجود تھے فوراً فوج کي مدد سے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔لیکن مظفر جنگ جو آصف جاہ کے نواسے تھے اور ازروئے وصیت مسند نشینی کے مستحق ناظر جنگ کے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔اسوقت جنوبی ہندوستان مین یورپ کي دو رقیب طاقتون یعنے انگریز اور فرنچ مین عظمت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے جھگڑا شروع ہوگیا تھا۔انگریزون نے ناظر جنگ کو مدد دی اور فرنچ نے مظفر جنگ کو۔ لیکن دونون کے لشکر گاہون مین بکھیڑے ہونے کي وجہ سے فرانسیسي فوج تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میدان جنگ سے ہٹ گئی۔اور مظفر جنگ مغلوب ہو کے ناظر جنگ کي قید مین پھنس گئے لیکن سنہ ۱۷۵۰ مین ناظر جنگ کو خود انہین کے ملازمون نے ارکاٹ مین مار ڈالا اور انکی جائے پر مظفر جنگ صوبہ دار دکھن مقرر ہوئے۔لیکن انکے نصیب مین نہین تھا۔کہ بہت روز تک اس صوبہ داری کا لطف اوٹھائین۔ کیونکہ انمین اتنی طاقت نہین تھي کہ حکمراني کرسکین اسلئے انہون نے مجبوری کے ساتہ فرانسیسی فوج کے ایک دستہ کو روپیہ دیکے اپنی مدد کے لئے بلوایا اور اوسکے کمانڈر موسیوڈوپلی کو کل اختیارات ریاست سپرد کردئیے۔وہ جو چاہتا تھا کرسکتا تھا۔انکی اس کارروائی سے ان پٹھانون کو سخت مایوسی ہوئي جوانہین مسند نشین کرنے مین سعی و کوشش کر رہے تھے اور جنکی انہون نے کچھہ قدر و منزلت نہین کي۔نہ انہون نے خلعت و انعام لیا اور نہ انکی کسیطرح سے مدد کي۔بلکہ آپسمین سازش کرکے سنہ ۱۷۵۱ مین انہین مار ڈالا۔

انکی قتل کے بعد فرانسیسون نے ناظر جنگ کے بھائی کو دکھن کي مسند نشینی کے لئے منتخب کیا۔اور مظفر جنگ کے لڑکے سے جو بہت کم سن تھا چشم پوشی کرگئے۔ ایسے مین آصف جاہ مرحوم کے بڑے فرزند غازی الدین ظاہر ہوے۔اور از روے وصیت اپنے باپ کي ناظر جنگ کے عوض اپنا استحقاق پیش کیا۔آپس مین جھگڑا شروع ہوا اس جھگڑے مین یکایک غازی الدین کو زہر دیکے مار

ڈالا گیا۔کہتے ہیں کہ یہ کارروائی صلابت جنگ کی مان نے کی تھی۔لیکن فرنچ اس کارروئی سے تغافل کر گئے۔مرا تھے غازی الدین کے مددگار تھے وہ انکی طرف سے لڑنے جھگڑنے لگے لیکن انھیں کچھ دے دلا کے سمجھا دیا گیا۔

صلابت جنگ کو فرنچ نے مدد دی اس وجہ سے ریاست میں انکا اقتدار بہت بڑھگیا۔

اس اثنا میں چونکہ کلایو کو جنوبی ہندوستان میں فتحمندی حاصل ہوئی تھی اور فرنچ نا کام ہوے تھے اسلئے وہ صلابت جنگ کو آفات و مصائب میں گرفتار چھوڑ کے حیدرآباد سے چلتے ہوگئے۔کہتے ہین کہ انھیں رخصت کرتے وقت صلابت جنگ آنکھوں مین آنسو بھر لائے کیونکہ اسوقت وہ اپنے بھائی نظام علیخان سے کہ جنھین خلاف مصلحت فرنچ کے انہوں نے مختار بنا رکھا تھا سخت خایف تھے اور انکا خوف کچھ بیجا نہیں تھا کیونکہ فرنچ کے رخصت ہوتے ہی نظام علی خان نے سنہ ١٧٦١ مین ریاست سے انھین بے دخل اور قید کرکے آپ مسند نشین ہو گئے۔ہرچند صلابت جنگ نے چاہا کہ قید سے نکل بھاگین لیکن ممکن نہوا اور آخر سنہ ١٧٦٣ مین قتل کردئے گئے۔تیرہ برس کے عرصہ قلیل مین اسطرحسے دکھن کے تین فرمانروا ہر ایک مدعیٔ مسند ہولناک موت سے مارا گیا۔

نظام علی خان نے جو انگریزوں سے اقرار کیا تھا کہ اگر مین مسند نشین ہون تو فرنچ کو اپنے خدمت سے خارج کرکے انسے بالکل قطع تعلق کرونگا۔جب مسند نشین ہوے تو انہون نے بہت سی زیادتیان کین۔اپنے بھائی صلابت جنگ کو جان سے مار ڈالا اور سنہ ١٧٦٥ مین کرناٹک پر حملہ کر بیٹھے۔اگر اسوقت انگریزی ایک زبردست فوج انکے مانع و مزاحم نہوتی تو انہون نے تمام ملک غارت کردیا ہوتا۔لیکن انگریز لوگ باوجود ان زیادتیون کے انکی دوستی کے خواہان تھے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انکی رضامندی سے ساحل کرومنڈل پر جو زمین سترہ ہزار میل مربع شمالی سرکار کے نام سے مشہور اور مدراس پریسیڈنسی میں واقع ہے اسپر قابض و متصرف رہین۔

سنہ ١٧٦٦ع میں ایک عہد نامہ ہوا۔جسکا مطلب یہ تھا کہ اگر نظام کو ضرورت ہو تو انگریز انھین فوج سے مدد دین اور اگر فوج کی ضرورت نہو تو نقد نو لاکھہ روپیہ پیش کرین۔اور نظام انھین شمالی سرکار کا ملک مرحمت فرمائین اور اپنی فوجون سے انکی اعانت کرین۔غرض اسی عہد نامہ کے روسے میسور کے حیدر علی کے مقابلہ مین نظام نے اپنی کمکی فوج روانہ کی تھی۔اسکے بعد سنہ ١٧٦٨ مین ایک دوسرا عہد نامہ ہوا۔اسمین یہ شرطین تھین۔کہ کرناٹک پر قبضہ کرنے کے لئے نظام انگریزون کو مدد دین اور اس مدد کے عوض انگریز انھین سالانہ سات لاکھہ روپیہ اور شمالی سرکار کی محافظت کے لئے سالانہ دو لاکھہ روپیہ دیا کرین۔سنہ ١٧٧٢ مین جبکہ نظام علی خان مراٹھون سے مشغول جنگ ہوئے تو انگریزون سے مدد چاہی لیکن انہون نے نہین دی۔کیونکہ انکے اور مراٹھون کے درمیان بھی ایک عہد نامہ ہوچکا تھا۔اسلئے نظام نے مجبوراً اپنا کسی قدر ملک مراٹھون کو دیکے انکے ساتھہ صلح کرلی۔اگرچہ یہ ملک بعد مین انھین واپس ملگیا۔لیکن انگریزون کے اس انکار نے نظام کو ایسا بر انگیختہ کردیا کہ انہون نے درخواست کی کہ انگریزی دو پلٹنین جو انکے پاے تخت مین مقیم تھین واپس بلا لی جائین۔اور انکے عوض انہون نے آپ ایک فوج تیار کی جسپر فرنچ افسرون کو نوکر رکھا۔لیکن جب سنہ ١٧٩٨ مین تیسرا عہد نامہ ہوا تو وہ اسکے روسے خارج کردئے گئے۔اور اس اخیر عہد نامہ کے مطابق انگریزون نے ایک مدد گار فوج چھہ ہزار کی اور ایک توپخانہ نظام کی خدمت مین رکھا جسکا خرچ دو لاکھہ اکتالیس ہزار سات سو اور دس پاونڈ نظام نے اپنے ذمہ لیا۔

ٹیپو سلطان کی انتقال اور سرینگ پٹن کے فتح کے بعد سنہ ١٧٩٩ مین ایک چوتھا عہد نامہ ہوا۔اس عہد نامہ کے روسے بہت سا ملک نظام کو دیدیا گیا۔اسکے بعد پھر ١٢ اکتوبر سنہ ١٨٠٠ع مین نظام اور انگریزون کے درمیان ایک چھٹھا اور دائمی عہدنامہ ہوگیا جس سے پیشتر کے تمام عہد نامے منسوخ ہوگئے۔اس عہد نامہ کے مطابق جسکے روسے نظام نے ٦٠٠٠ پیدل اور ٩٠٠٠ سوار انگریزون کے حوالہ کئے اور آپ بھی انکے ساتھہ شریک جنگ ہونے کی شرط منظور کرلی ـ اس فوج کا نام کنٹنجنٹ فوج ہے۔انگریزی کمکی فوج مین ٨٠٠٠ باقاعدہ پیدل اور ١٠٠٠٠ باقاعدہ سوار معہ ایک پورے توپ خانہ کے اور اضافہ کئے گئے۔جنکے اخراجات کے لئے نظام کو وہ تمام ملک واپس دینا پڑا جو انھین سرینگ پٹن کے سنہ ١٧٩٢ کے اور میسور کے سنہ ١٧٩٩ کے عہد نامون کے مطابق دیا گیا تھا۔اس ملک کو انگریزی مین "سیڈڈ ڈسٹرکٹ" یعنے مرحمت کئے ہوئے اضلاع کہتے ہین۔سنہ ١٨٠٢ مین نظام کے ساتہ ایک تجارتی عہد نامہ ہوا۔جسکے روسے انگریزی تمام مال جوملک نظام مین داخل ہوتاہے محصول چنگی سے مستثنی کردیا گیا۔لیکن اسکے عوض سینکڑا پانچ ٹکے اس اسباب پر مقرر ہوئے جو ایک دوسرے کے ملک مین آتا جاتا ہے لیکن اناج کے لئے اور انتظام ہوا۔

سنہ ١٨٠٣ مین مراٹھون نے نظام کے ولیعہد سکندر جاہ کو مسند نشینی سے روکنے کے لئے نظام کے ملک پر حملہ کرنا چاہا اسوقت نظام سخت بیمار تھے۔لیکن انگریزون اورنظام کی متحدہ فوجون نے مراٹھون سے آسانی اورار گانو مین دو بڑی بڑی لڑائیان کین اورانھین ایسا منہزم کیا کہ ہمیشہ کے لئے وہ نظام کے ملک پر چڑھائی کرنا بھول گئے۔

حیدرآباد مین نواب نظام علی خان نے ٦ آگست سنہ ١٨٠٣ کو انتقال کیا اور انکی جگہہ پر انکے فرزند اور ولیعہد نواب سکندر جاہ کہ جس کے نام سے سکندرآباد موسوم ہے مسند نشین ہوے۔انکے عہد ریاست مین ہولکرنے چاہا کہ

انگریزون کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ حیدرآباد آوے۔اورنظام کو اپنے ساتھ شریک کرے لیکن نظام کی وفاداری مین جو انگریزون کے ساتھ تھی فرق نہین آیا انہون نے سخت خفگی کے ساتھ اپنے خاص دستخط سے ہولکرکو لکھا کہ مین ہرگز تمہارے اِس اتحاد کو منظور نہین کرتا اور نہ تمہاری تجویز کو پسند کرتا ہون۔ اسوقت راجہ چندولال پیشکار ریاست مقرر تھے۔

نواب سکندر جاہ سنہ ۱۸۲۹ مین حیدرآباد مین وفات کرگئے اور انکی جگہ پر انکے بڑے فرزند نواب ناصرالدولہ مسند نشین ہوے۔انکے زمانہ مین سنہ ۱۸۳۸ مین برٹش اورنظام گورنمنٹ کے برخلاف ایک سازش ہوئی۔وہ یہ کہ مرحوم سکندر جاہ کے بھائی مبارزالدولہ اور نیز دوسرے لوگ ہندوستانکے جنوبی مسلمانونمین انگریزون کے برخلاف جوش پھیلا نے لگے۔جب یہ بات ظاہر ہوئی تو مبارزالدولہ کو گولکنڈیکے قلعہ مین قید کردیا گیا۔جہان وہ بعد مین انتقال کرگئے۔

سنہ ۱۸۴۳ مین راجہ چندولال عہدۂ وزارت سے مستعفی ہوگئے۔سنہ ۱۸۴۷ کے محرم مین شہر مین ایک سخت بلوا اٹھا اور اسی سال مدارالمہام نواب سراج الملک کو بھی مار ڈالنے کی دھمکی دیگئی لیکن وہ رزیڈنٹ کی کوششون اور محنتون سے بچگئے۔اور پھر سنہ ۱۸۵۲ مین انپر گولی چلائی گئی جس سے انکا گال زخمی ہوگیا۔لیکن اسکے دوسرے سال یعنے سنہ ۱۸۵۳ مین جب وہ انتقال کرگئے تو نواب سالار جنگ انکی جگہ پر مدارالمہام مقرر ہوئے۔ اسی سال ایک جدید عہد نامہ ہوا جسکے روسے حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجون کے اخراجات اورنیزاس سودکی ادائگی کے لئے جو برٹش گورنمنٹ کے قرضہ پر چڑھگیا تھا کوئی سالانہ پچاس لاکھہ روپیہ کی آمدنی کے اضلاع انگریزون کے حوالہ کئے گئے جنکے نام یہ ہین۔برار۔پین گھاٹ اور انکے سرحدی اضلاع شوراپور اور رایچور دوابہ۔اور نیز اس عہدنامہ کے مطابق کنٹنجنٹ مین پانچہزار پیدل دو ہزار سوار اورچار توپخانے مقرر ہوئے۔

نواب ناصرالدولہ نے ۱۶ مئی سنہ ۱۸۵۷ کو ۶۶ برس کی عمر مین وفات پائی یہ ایک ہردلعزیز فرمان روا تھے اور امور مذہبی کے نہایت پابند۔انکی بعد انکے بڑے فرزند نواب افضل الدولہ بہادر انکے جانشین ہوئے۔ انکی مسند نیشینی کا زمانہ بہت ہی نازک تھا۔کیونکہ اس سال غدر کی وجہ سے تمام ہندوستان تہ و بالا ہورہا تھا۔حیدرآباد مین اسکا جو اثرہوا وہ نواب سالار جنگ اعظم کی سوانح عمری کے بابمین بیان کیا گیاہے۔ماہ اکتوبر کی پانچوین تاریخ سنہ ۱۸۶۱ کو برٹش گورنمنٹ کیطرف سے اس امدادکے عوض جو غدرمین اسکو دیگئی تھی دس ہزار پاونڈکے قیمتی تحائف حضور نظام کے پیش کئے گئے۔اور اسی سال ایک اور عہد نامہ ہوا جسکے روسے پچاس لاکھہ روپیہ کا قرضہ نظام کو معاف کردیا گیا۔ اور شوراپور اور رایچور دوابہ انہین واپس دیا گیا۔حضور نظام نے اسکے تبادلہ مین ایک چھوٹی سی زمین دریائے گوداوری کے بائین کنارے پر انگریزون کو دی اور انگریزی اسباب پر جو دریائے مذکور پر سے لیجایا جاتا ہے سینکڑا پانچ ٹکے محصول معاف کردیا۔نواب افضل الدولہ بہادر جمعہ کے روز ۲۶ فروری سنہ ۱۸۶۹ کو تینتالیس برس کی عمر مین فوت ہوگئے۔انکی قبر مکہ مسجد مین ہے۔انکے بعد انکے معصوم فرزند نواب میر محبوب علی خان بہادر کو ڈہائی برس کی عمر مین نواب سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامرا بہادرنے مسند نشین کردیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ نواب افضل الدولہ بہادر کے تین فرزند انکے سامنے انتقال کرچکے تھے اسلئے بد نظری کے خوف سے نواب افضل الدولہ بہادر نے اپنے معصوم فرزند کو بھی آنکھہ بھر کے نہین دیکھا تھا۔

مارچ کی چھٹھی تاریخ سنہ ۱۸۶۶ کو انگریزی رزیڈنٹ جب ادائے رسم مسند نشینی کے لئے شہنشاہی محل مین آئے تو اسوقت معصوم نظام اپنی ایک دایہ کے گود مین تھے۔ رزیڈنٹ انکا ہاتھہ پکڑ کے مسند تک لیگئے۔اور انہین اسپر بٹھلایا۔ان کی کم سنی کی وجہ سے نواب سر سالارجنگ اور نواب شمس الامرا دونون وکیل ریاست مقرر ہوئے۔

ہرہائینس میر محبوب علی خان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک بہادر جو اسوقت رونق افروز ریاست دکھن ہین سنہ ۱۸۶۶ مین تولد اور سنہ ۱۸۶۹ مین مسند نشین ہوئے۔لیکن زمام حکومت اپنی عمر کو پہونچھنے کے بعد ۵ فروری سنہ ۱۸۸۴ کو ہاتھہ مین لی وہ ایک نہایت عقلمند تہذیب اور تعلیم یافتہ فرمان روا ہین ہندوستان کے دیسی حکام مین انکا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ انگریزونکے ایک نہایت وفادار دوست ہین۔انکی مفصل سوانح عمری اس کتاب کے آغاز مین دیگئی ہے۔
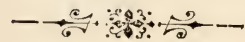
حیدرآباد کے نظامون کی فہرست حسب ذیل ہے

اسماء	سال تخت نشینی
نواب میر قمرالدین نظام الملک آصف جاہ بہادر	۱۷۱۲
نواب میر احمد خان ناظرجنگ بہادر	۱۷۴۸
نواب ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ بہادر	۱۷۵۰
نواب صلابت جنگ بہادر	۱۷۵۱
نواب نظام علی خان آصف جاہ بہادر ثانی ...	۱۷۶۱
نواب سکندر جاہ بہادر	۱۸۰۳
نواب میر فرخندہ علی خان ناصرالدولہ بہادر ...	۱۸۲۹
نواب افضل الدولہ بہادر	۱۸۵۷
نواب میر محبوب علیخان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک بہادر	۱۸۶۹

حیدرآباد کے رزیڈنٹونکا بیان

نظام حیدرآباد کے دربار مین پہلے رزیڈنٹ مسٹر ہالنڈ تہے جو ۱۶ اپریل سنہ ۱۷۷۹ مین وارد حیدرآباد ہوئے۔ وہ اسلئے آئے ہوے تہے کہ گنٹور کي سرکار جو نظام کے چہوٹے بہائی نواب بسالات کي جاگیر مین تہی۔ اور انکی درخواست سے مدراس گورنمنٹ نے اسکی کفالت کي تہی۔ اسکی نگراني کرین لیکن نظام علی خان نے مجوزہ انتظام کو منظور نہین کیا۔ اور مسٹر ہالنڈ چند روز رہکے حیدرآباد سے چلتے ہوگئے۔ اس وقت سے رزیڈنٹون کي تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام		سال تقرر
مسٹر ہالنڈ		۱۷۷۹ ...
مسٹر جی گرانٹ		۱۷۸۰ ...
مسٹر آر۔ جانس		۱۷۸۴ ...
کپتن کہناوے		۱۷۸۸ ...
کپتن۔ جے۔ اے کرک پٹرک ...		۱۷۹۷ ...
کپتن ڈبلیو۔ اے کرک پیٹرک ...		۱۷۹۸ ...
مسٹر ایچ رسل	... ستمبر ۱ ...	۱۸۰۵
کپتن ٹي سیڈن ہام ...	... جنوری ۳ ...	۱۸۰۶
لفٹنٹ ٹی رسل ...	... مئي ۲۰ ...	۱۸۱۰
مسٹر ایچ رسل ...	... اپریل ۱۷ ...	۱۸۱۱
مسٹر سی۔ ٹی مٹکاف ...	... دسمبر ...	۱۸۲۰
کپتن ایچ۔ ایس بارنٹ	... اگست ۴ ...	۱۸۲۵
مسٹر ڈبلیو۔ بی مارٹن ...	... ستمبر ۲۹ ...	۱۸۲۵
مسٹر ای۔ سی ریون شا	... اگست ۷ ...	۱۸ ۰
کرنل جے اسٹوورٹ ...	... نومبر ۶ ...	۱۸۳۰
میجر جی کیمرن ...	... جنوری ۱۲ ...	۱۸۳۸
بریگیڈیر ویب جے۔ سی۔ بی	... جون ۱۶ ...	۱۸۳۸
میجر جی ٹامکنس ...	... جولائی ۸ ...	۱۸۲۸
کرنل جی ایس فریزر ...	... ڈسمبر ۱ ...	۱۸۳۸
میجر سی ڈیوڈسن ...	... ڈسمبر ۱۱ ...	۱۸۵۲
کرنل لو سی۔ بی ...	... مارچ ۷ ...	۱۸۵۳
میجر سی ڈیوڈسن ...	... ستمبر ۵ ...	۱۸۵۳
مسٹر۔ جی۔ اے رشی ...	... ڈسمبر ۱ ...	۱۸۵۳
کپتن اے آرتہارن ہل ...	... ڈسمبر ۳۱ ...	۱۸۵۶
کرنل سی ڈیوڈسن ...	... اپریل ۱۶ ...	۱۸۵۷
میجر اے آرتہارن ہل ...	... آگست ۳ ...	۱۸۶۲
سر جی۔ یو یول سی۔ بي۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی	... جنوری ۳۱ ...	۱۸۶۳
سر رچرڈ ٹمپل۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی	اپریل ۱۴ ...	۱۸۶۷
مسٹر جے۔ جی کارڈري	... جنوری ۵ ...	۱۸۶۸
آنربل اے۔ اے۔ رابرٹس	... مارچ ۲۸ ...	۱۸۶۸
مسٹر۔ جے۔ جی۔ کارڈری	... مئی ۱۴ ...	۱۸۶۸
مسٹر سی۔ بی۔ سانڈرس	... جون ۱۰ ...	۱۸۶۸
کرنل۔ بي۔ ایس۔ لمسڈن	... جولائی ۱۶ ...	۱۸۷۲
مسٹر سی۔ بی۔ سانڈرس	... اکتوبر ۱۶ ...	۱۸۷۲
کرنل سر رچرڈ مڈ۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای...	... دسمبر ۵ ...	۱۸۷۵
سر ایس۔ سی۔ بیلي۔ کے۔ سی ایس۔ آئی	... مارچ ۲۴ ...	۱۸۸۱
میجر جی ایچ ٹریور ...	... جون ۱ ...	۱۸۸۲
مسٹر ڈبلیو بی جونس۔ سی۔ ایس ...	جون ۳۰ ...	۱۸۸۲
مسٹر جے۔ جی کارڈری...	... اپریل ۲۱ ...	۱۸۸۳
سر اوسنٹ جان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی	اپریل ۱۰ ...	۱۸۸۴
کرنل۔ ای۔ سی۔ راس۔ سی۔ ایس۔ آئی	... اپریل ۱۲ ...	۱۸۸۶
مسٹر جے۔ جی کارڈری	... اکتوبر ۱۴ ...	۱۸۸۶
میجر ڈی رابرٹس (عوضی)	... نومبر ۱ ...	۱۸۸۷
مسٹر اے۔ پی۔ ہوول ...	... مارچ ۱۴ ...	۱۸۸۸
سر ڈی فٹز پیٹرک کے۔ سی۔ ایس۔ ئی	اگست ۶ ...	۱۸۸۹
مسٹر جے۔ ئی۔ سی۔ چیچلی پلاوڈن سی۔ ایس۔ آئی عوضی	... نومبر ۱۲ ...	۱۸۹۱
مسٹدل ...	... مارچ ۵ ...	۱۸۹۳

وزرائے اعظم حیدرآباد

ذیل مین ریاست حیدرآباد کے مدارالمہامون کي تفصیل درج کي جاتي ہے جو سنہ ۱۷۵۰ سے آج تک ہوتے آئے ہین راجہ رگوناتہہ داس ۱۷۵۰ سے ۱۷۵۲ تک۔ ریاست مذکور کے یہ پہلے دیوان تہے جنہین نواب مظفر جنگ نے اپنے زمانہ ریاست مین باستصواب فرینچ مقرر کیا تہا۔ نواب مظفر جنگ کے بعد جب نواب صلابت جنگ مسند نشین ہوئے تو زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا تہا کہ راجہ موصوف کو بعض سپاہیون نے برابر تنخواہ نہین ملنے کي وجہ سے غدر کرکے مار ڈالا۔

سید لشکر خان ۱۷۵۲ سے ۱۷۵۵ تک۔ یہ ایک ذی لیاقت امیر تہے اور حکمراني وکارگذاری مین پوری پوری مہارت رکہتے تہے۔ انہون نے ہی اپنی دانائي اور دور اندیشي سے موسیو بوسی اور اسکی سپاہ کو حیدرآباد سے نکلوادیا تہا اسوقت نظام اورنگ آباد مین تہے۔ بوسي سیدہا انکے پاس چلا گیا اور انسے مستحکم عہدہ کیا کہ مین ہمیشہ سید لشکر خان کا معاون و مددگار رہونگا۔ لیکن سید موصوف سنہ ۱۷۵۵ مین وزارت سے برطرف کردئیے گئے۔ شاہ نواز خان سنہ ۱۷۵۵ سے ۱۷۵۸ تک۔ انہین بوسی نے مقرر کیا تہا جب وہ دیوان ہوئے تو اسي سال دوسرے مرتبہ بوسي کو شہر سے نکلوادیا۔ لیکن بوسي پہر شہر مین گہس آیا اور ایک مقام پر قبضہ کرلیا۔ جب اس سے صلح ہوگئي تو پہر عزت و توقیر کے ساتہہ کل

اختیارات اسکے سپرد کئے گئے۔شاہ نواز خان اسوقت تک عہدۂ دیوانی سے علاحدہ نہوے کہ جب تک نظام کو اپنی سازشون سے ریاست سے بیدخل نکردیا اسکے بعد وہ بھاگ کے دولت آباد کے قلعہ مین پناہ گزین ہوئے۔جہان وہ اس ہنگامہ مین مار ڈالے گئے۔جو بوسی کے دیوان کے قتل کی وجہ سے سنہ ١٧٥٨ مین برپا ہوا تھا۔بسالت جنگ ١٧٥٨ سے ١٧٦٠ تک۔بوسی کی روانگی کے بعد نواب صلابت جنگ اور انکے بھائی نظام علی خان کی نااتفاقی کی وجہ سے معاملات ریاست مین بالکل بد انتظامی پھیلی ہوئی تھی۔آخر سنہ ١٧٦١ مین جبکہ نظام علی خان نے صلابت جنگ کو قید کرکے مسند ریاست پر جلوس کیا تو اسیوقت انھین دیوانی سے معزول کردیا۔

راجہ پرتاب ونت ١٧٦١ سے ١٧٦٣ تک - یہ دیوان سنہ ١٧٦٣ مین پونا کے تاخت و تاراج مین موجود تھے اور اسی سال گوداوری کے کنارے پر مراٹھون اورنظام کی فوجون مین جو جنگ ہوئی اس مین وہ مارے گئے۔رکن الدولہ ١٧٦٥ سے ١٧٧٥ تک۔سید لشکر خان کو جو سنہ ١٧٥٥ مین عہدہ وزارت سے برطرف کئے گئے تھے پھر از سرنو خطاب مذکور دیکر عہدۂ دیوانی پر مامور کیا گیا۔انکے اختیارات ریاست مین بہت ہی بڑھے ہوے تھے اور تمام لوگ انسے محبت رکھتے تھے لیکن سنہ ١٧٧٥ مین انھین قتل کردیا گیا۔ انکے قتل کے بعد تین سال تک وقارالدولہ اور صمصام الملک دونون اس عہدے کو چلاتے رہے کیونکہ رکن الدولہ کے ذی اقتدار اورمختارِ کُل ہوجانے کی وجہ سے نظام کو یہ بات گوارا نہوئی کہ کسی ایک شخص کو مدارالمہام مقرر کرکے کل اختیارات اسکے سپرد کرین لیکن بعد مین انکی یہ راے بدل گئی اور وقارالدولہ کو دیوان بنادیا۔

عظیم الامرا ارسطوجاہ سنہ ١٨٠٤ تک دیوان رہے لیکن یہ معلوم نہوا کہ کس سال انھین مقرر کیا گیا یہ پیشتر اسکے کہ دیوان مقرر ہون اورنگ آباد مین قلعدار تھے۔جب رکن الدولہ قتل ہوے تو نظام نے انھین حیدرآباد بلواکر پہلے مددگار دیوان مقرر کیا۔اور پھر مستقل دیوان بنا دیا۔سنہ ١٧٩١ مین جب نواب سکندر جاہ بہادر لارڈ کارن والس کے ہمرکاب حیدرآباد کنٹنجنٹ کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر گئے تو وہ بھی انکے ہمراہ تھے کھرولا کی لڑائی کے دو مہینے بعد سنہ ١٧٩٥ کے مارچ مہینہ مین عظیم الامرا اس عہد نامہ کی شرایط کی تکمیل تک جو مراٹھون اور نظام کے درمیان ہوا تھا کفالت کے طور پر پونا روانہ کئے گئے۔اور دو برس کے بعد یعنے سنہ ١٧٩٧ مین پونا سے واپس آنکر اپنے زمانہ انتقال تک جو انکے آقا نواب نظام علی خان کے فوت کے آٹھہ مہینے بعد سنہ ١٨٠٤ مین واقع ہوا عہدۂ دیوانی پر مامور رہے۔نواب مرحوم سے انھین نہایت محبت تھی۔

میر عالم ١٨٠٤ سے ١٨٠٨ تک۔یہ ایک نہایت نامور اور بڑے مدبر امیر تھے۔اور عظیم الامرا کی عدم موجودگی مین جبکہ دو سال تک وہ پونا مین بطور کفیل کے اقامت گزین تھے تو یہ انکی نیابت پر مامور تھے اور انکے انتقال کے بعد مستقل دیوان ہوگئے۔میر عالم سر سالار جنگ اول کے نانا تھے اور نہایت خوبصورت اورخوش اخلاق امیر۔انگریزون کے ساتھہ انھین کمال درجہ کا اتحاد تھا۔انھون نے شہر کے جنوب ومغرب مین ایک چشمہ بنایا تھا جو میر عالم کے تالاب سے مشہور ومعروف ہے وہ اپنے زمانۂ انتقال تک جو سنہ ١٨٠٨ مین واقع ہوا عہدہ دیوانی پر مامور رہے انھین برٹش گورنمنٹ کی طرف سے ماہوار دو ہزار روپیہ پنشن مقرر تھی۔

منیرالملک ١٨٠٩ سے ١٨٣١ تک۔یہ میرعالم کے داماد تھے اور سرسالار جنگ اول کے والد انکے زمانہ وزارت مین کل اختیارات انکے مددگار راجہ چندولال کے سپرد تھے جو انکے انتقال کے بعد مستقل طورپر دیوان مقرر ہوگئے۔منیرالملک فقط نام کے دیوان تھے راجہ چندولال ١٨٣٢ سے ١٨٤٣ تک۔ اگرچہ یہ مستقل طورپر نواب منیرالملک کے بعد دیوان مقرر ہوئے لیکن حقیقت مین انھین سنہ ١٨٠٩ سے جبکہ وہ نائب دیوان مقرر ہوئے تھے انکے زمانہ استعفا یعنے سنہ ١٨٤٣ تک دیوان سمجھا جاتاہے غرض اس حساب سے وہ پورے چونتیس ٣٤ سال تک کامل اختیارات کے ساتھہ دیوانی کرتے رہے وہ پہلے محکمہ چنگی مین ایک ملازم تھے اور پھر اپنی لیاقت و دانائی سے بڑھتے بڑھتے اس عہدے تک پہونچ گئے۔جب سنہ ١٨٠٤ مین میرعالم دیوان مقرر ہوے تو انھین اپنا مشیر خاص بنایا۔اسکے بعد وہ سنہ ١٨٠٦ مین پیشکاری کے عہدے پر مامور ہوے۔یہ عہدہ اس وقت سے آج تک انھین کے خاندان مین چلا آتاہے اور اب انھین کی اولاد مین ہز اکسلنسی راے رایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار ریاست ہین۔ میرعالم کے انتقال کے بعد جیسا کہ اوپربیان کیا گیا۔سنہ ١٨٠٨ مین راجہ چندولال عملی طورپر دیوان ہوگئے۔حقیقت مین وہ ایک نہایت ذی علم ذی فراست اورتیز فہم امیر تھے اور امور ریاست مین پوری پوری مہارت رکھتے تھے محنت و مشقت سے کبھی تھکتے نہین تھے۔ہرایک قسم کے کام کی انھین لیاقت حاصل تھی۔انگریزون کے ساتھہ کمال اتحاد تھا۔غرض وہ سنہ ١٨٤٣ مین عہدۂ دیوانی سے مستعفی ہوگئے۔

راجہ رام بخش ١٨٤٣ سے ١٨٤٦ تک۔یہ راجہ چندولال کے بھتیجے تھے انھین عہدۂ پیشکاری دیا گیا اور نواب سراج الملک کو وکیل مقرر کیا گیا۔

نواب سراج الملک ١٨٤٦ سے ١٨٤٨ تک۔جسوقت انھون نے اپنے عہدیکا چارج لیا۔امور ریاست کی حالت بالکل ابتر تھی۔انھون نے اسکی اصلاح ودرستگی کی کوشش کی لیکن وہ کوشش نظام کے پاس مشکور نہین ہوئی اورانھین مستعفی ہونے پر مجبور کیا۔

امجدالملک نومبر ١٨٤٨ سے ڈسمبر سنہ ١٨٤٨ تک
نواب شمس الامرا ڈسمبر ١٨٤٨ سے مئی سنہ ١٨٤٩ تک

راجہ رام بخش — ستمبر ۱۸۴۹ سے اپریل سنہ ۱۸۵۱ تک
گنیش راو — اپریل سنہ ۱۸۵۱ سے جون سنہ ۱۸۵۱ تک

نواب سراج الملک سنہ ۱۸۵۱ سے سنہ ۱۸۵۳ تک پر دیوان اپنے اس عہد وزارت مین جو دوسری مرتبہ انہین دیا گیا تہا بالکل مالی مشکلات مین پہنسے ہوے تہے۔ راجہ چندولال کے زمانہ استعفا سے سرسالار جنگ اول کے تقرر تک جو دس ۱۰ برس کا عرصہ گذرا۔ اسمین اسقدر مالی اور نیز دوسری مشکلات واقع ہوین کہ شاید ہندوستان کي کسی دیسی ریاست مین نہوی ہون۔ جنکی مفصل کیفیت سرسالار جنگ اعظم کے حالات مین بیان کي جائیگی۔ سراج الدولہ کے انتقال کے چند ہی روز پیشتر کنٹنجنٹ فوجون کے مصارف کے لئے برار اور دوسرے اضلاع سپرد گورنمنٹ آف انڈیا کرنے کا عہدنامہ ہوگیا۔ نواب سراج الدولہ ایک اچھے مدبر تہے اور ایشیائی علوم مین پوری مہارت رکھتے تہے۔ ۲۶ مئی سنہ ۱۸۵۳ کو انکا انتقال ہوگیا۔

سرسالار جنگ اعظم۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سنہ ۱۸۵۳ سے سنہ ۱۸۸۳ تک۔ تیس برس تک اس لایق اور مدبر وزیر نے ریاست حیدرآباد پر حکمراني کي وہ اپنے چچا کے بعد سنہ ۱۸۵۳ کے ماہ مئی کے اخیر مین اس عہدے پر آئی اور ۹ فروری سنہ ۱۸۸۳ تک قایم رہے۔

کونسل آف ریجنسی۔ فروری سنہ ۱۸۸۳ سے اکتوبر ۱۸۸۳ تک۔

سرسالار جنگ دوم۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سرسالار جنگ اول کے فرزند تہے اور سنہ ۱۸۸۳ مین اپنے باپ کي جگہہ پر دیوان مقرر کئے گئے۔ لیکن سنہ ۱۸۸۷ مین انہون نے استعفا دیدیا۔

سرآسمان جاہ بہادر۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ۱۸۸۷ سے سنہ ۱۸۹۴ تک۔ انہون نے ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۸۷ کو اس عہدیکا چارج لیا۔ اور سنہ ۱۸۹۴ مین مستعفی ہوگئے۔ سروقارالامرا بہادر۔ کے۔ سی آئی۔ ای سنہ ۱۸۹۴ سے مقرر ہوے ہین۔ پہلے پر عوضی دیوان مقرر تہے اور پہر ایک برس کے بعد مستقل کئے گئے۔ انکي سوانح عمری ایک علاحدہ باب مین مندرج ہے۔ جیسے سرسالار جنگ اول سرسالار جنگ دوم اور سرآسمان جاہ بہادر کي۔

راجہ چندولال۔ مدارالمہام سنہ ۱۸۴۳-۱۸۳۲ء

تیغ جنگ بانئي خاندان شمس الامرا

اشکال طبعیه

ہز ہائنس نظام کا ملک جنوبی ہندوستان مین دکن کی اونچی ہموار زمین پر واقع ہے-یہہ ملک علاوہ ملک امانئی حیدرآباد کے قریب ۸۳۰۰۰ مربع میل وسع ہے- یہہ شمال مین خاندیس اور ملک امانی سے جنوب مین دریاے تنگبدرا اور کشنا سے مشرق مین دریاے وارشا اور گوداوری سے اور مغرب مین-ضلع دھاروار-کلدگی-شولہ پور اور احمد نگر سے محدود ہے-دکن کی اونچی ہموار زمین کی بلندی کا اوسط سطح سمندر سے ۱۲۵۰ فیٹ ہے-اور اسیقدر بلندی سطح زمین سے یہان کے ان ٹیلون کی ہے جو سب سے زیادہ اونچے ہین-ملک حیدرآباد دو بڑے بڑے اور تقریباً برابر حصون مین شمال و مغرب کی مینار نما چٹانون اور جنوب و مشرق سے کنکر اور چونے کے پتھرون کی سر زمین سے تقسیم کیا گیا ہے-جیسے یہہ ملک گوداوری اور منجیرا کے دریاؤن سے مراٹہون کو جنوب کے تلنگون اور کنڑیون سے جدا کرتا ہے ویساہی کنکر اور چونے کی زمین کو پتھرون کے ملک سے اور اسیطرح سے چانول اور چشمون کی سرزمین کو گیہون اور روئی کے ملک سے جدا کرتا ہے-

مخصوص پانی کا بہاؤ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف ہے-اس جانب کو ملک کا ڈھالوان اورنگ آباد کے قریب دو ہزار فیٹ سے لیکر رایچور کے قریب ۱۲۰۰ فیٹ اور کرنول کے قریب ۹۰۰ فیٹ تک ہوجاتا ہے-چھوٹے چھوٹے چشمون کے لئے پانی کے منابع کا سلسلہ بہی خاص خاص دریاؤن کی وادیون کو علاحدہ کرتے ہوے اس سمت کو جاری ہے-

پہاڑیون کے خاص خاص سلسلے حسب ذیل ہین—

سلسلۂ بالا گہاٹ مشرق سے مغرب کی طرف ناندیر کے تعلقۂ بلالی سے ضلع بیر کے آشتی تعلقۂ تک چلا گیا ہے- اس سلسلہ مین سے دو سو میل ملک حیدرآباد مین واقع ہین-اسکا عرض تین میل سے چہہ میل تک ہے اور الا گہاٹ کا سلسلہ جو ضلع بیر کے تعلقۂ آشتی سے تعلقۂ دھاراسیو اور نلدرگ ہوتا ہوا گلبرگہ تک پہنچتا ہے- منجیرہ-سینا-اور کاگنا دریاؤن کے درمیان واقع ہے- جنوب مین مخصوص سلسلۂ کوہ نلگنڈۂ کے تعلقۂ دیول پلی سے ضلع محبوب نگر تک گیا ہوا ہے-اور وہان سے پہر جنوب کی طرف مڑتا ہے-اس سلسلہ کا طول قریب ۱۳۰ میل ہے-شمال مین کوہ سیاہدری کا سلسلہ مشرق سے شمال و مغرب کی طرف جاتا ہے-یہہ سلسلہ ضلع اندور کے تعلقۂ نرمل سے شروع ہوتا ہے اور ضلع پربہانی سے ہوکر آجنٹا کو پہنچتا ہے-جہان اسکا نام آجنٹا گہاٹ رکہا گیا ہے اور وہانسے اور مغرب کی طرف سرکار انگریزی کے ضلع خاندیس تک چلاگیا ہے-ملک حیدرآباد مین اس سلسلہ کا طول ۲۵۰ میل ہے جسمین ۱۰۰ میل آجنٹا کے نام سے مشہور ہے-دوسرا سلسلہ ضلع اورنگ آباد کے دولت آباد شہر سے مشرق کی جانب جالنا کی طرف جاتا ہے اور وہان سے ملک امانی ضلع برار تک جسکا طول ۱۲۰ میل ہے-اور ایک سلسلہ دریائے گوداوری اور منجیرہ کے درمیان سے ہوتا ہوا بیر-درور-مومن آباد-اود گیر اور کیولاس جاتا ہے-

ملک مین دس ٹیلے ہین جو اطراف کے ملک سے پانسو فیٹ بلند ہین-لیکن انکی بلندی کا اوسط ۳۰۰ فیٹ ہے- بد قسمتی سے ملک بہر مین ایسا کوئی ٹیلہ نہین ہے جو گورنمنٹ حیدرآباد باشندگان ملک کے لئے موسم گرما مین مناسب مقام تفریح ہوسکے—

ملک حیدرآباد مین مخصوص بڑے دریا شمال مین گوداوری اور جنوب مین کرشنا اور تنگ بہدرا ہے-

گوداوری کو ہندو بہت متبرک سمجہتے ہین-ملک کی آب وہوا سال مین زیادہ مدت تک معتدل اور خوشگوار رہتی ہے-کیونکہ وہان نہ زیادہ گرمی ہے اور نہ زیادہ سردی بارش موسم گرما کے برسات پر جو جنوب و مغرب کا برشکال لاتا ہے موقوف ہے لیکن ملک کے مشرق اور جنوب کے حصونمین موسم خریف کی بارش ہوا کرتی ہے جبکہ وہی سیلاب مشرقی کنارے پر گرتے ہین-ملک حیدرآباد خاص زمینی مقام کے باعث قطب نما کے تقریباً مقابل مقامون سے ابخرات آلودہ سیلون سے موثر ہے اور اگرچہ سال کے بونے حصہ مین یہ حالت رہتی ہے گرما کی بارش بہ سبب کثرت اور افراط کے سرما کی بارش سے زیادہ تر کارآمد و مفید ہے-ایسا بہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ کنارےسے جسقدر فاصلہ ہوتا ہے اسیقدر بارش بہی کم و زیاد ہوتی رہتی ہے-لیکن مغربی گہاٹ پر سے اترتے ہوئے جو حصص ان پہاڑیون سے لگے ہوئے ہین انمین بہت کم بارش ہوتی ہے اور اسکے پرے بتدریج زیادہ ہوتی ہے مگر اس زیادتی کی بہی حد ہے اور جون جون ملک بڑے بڑے دریاؤن کی وادیون مین پہیلتا جاتا ہے یون یون اوپر کی سیلین مڑ مڑ کر کنارۂ مشرقی کا رخ کرتی ہین اور برشکال شروع ہوتا ہے لہذا گرمی کی بارش اگرچہ ملک بہر مین ایکسان نہین ہوتی لیکن بالکل عام ہوا کرتی ہے-تمام ملک کی بارش کا اوسط ۳۴ چونتیس انچہ ہے—

بیان ترکیب زمین و کارآمد معدنیات

شمالی ہندوستان کے اشکال ترکیب زمین دکھن سے ایسے متضاد واقع ہوے ہین کہ انکو جدا جدا اقسام مین منقسم کرنیکے لئے تمام ملک کے بموجب ذیل حصے کئے گئے ہین۔

اول۔ اکسٹراپینن سولر ایریا یعنے جزیرہ نما سے وسیع کہ جسمین وہ تمام ملک جو مغرب۔شمال اور مشرق دریاے سندہ و گنگا کے میدان کے واقع ہی۔اور

دوسرا۔ پننن سولر ایریا۔ یعنے ملک ہند کا وہ مثلث حصہ جو سلسلۂ کوہ وندھیا کي جنوب مین واقع ہی۔[1]
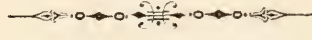
ان دوحصونکي تاریخ ترکیب زمین بالکل متضاد ہی۔[2] زمان پیلیوزواک یعنے قدیم ترین زمان ترکیب زمین کے اواخر سے دکھن سطح زمین خشک ہے۔اور کنارے کي زمین تواس زمانیسے قریب قریب اسی حال پر ہے۔اور اکسٹراپینن سولر ایریا یعنے شمال ہندوستان ہمیشہ سے بہاو کے سبب مٹی وغیرہ کے جمنے کي جاے ہوگئی ہے جو واقعہ میسوزواک زمان تک یعنے دوسرے زمان ترکیب زمین تک چلا آیا ہے۔ اتمام پیلیوزواک زمان سے اس جزیرہ نما پر بہت کنجینہ

---

[1] سرسری طور پر اکسٹراپینن سولر ایریا ضلع پنجاب۔ اور احاطۂ بنگال معہ سندھ و برہما ہے۔اور پینن سولر ایریا مین احاطۂ بمبئی و مدراس و ممالک متوسط ہین۔

[2] عہدہاے ارضی کے لحاظ سے ترکیب زمین کے چار بڑے بڑے حصے کئے گئے ہین۔ ایزواک یعنے قدیم سے قدیم چٹانین جنمین کسی طرحکے نشان روئیدگی نہین پائی جاتے۔ پیلیوزواک جسمین قدیم آثار روئیدگی و نمو پاے جاتے ہین۔میسوزواک جسمین متوسط اور جدید آثار روئیدگی و حیات پائے جاتے ہین۔اور آخری سینوزواک یا جسمین بہتر اور جدیدتر اشکال ذی روح کیا بلحاظ نباتات کے اور کیا بلحاظ حیوانات کے پائے جاتے ہین۔

عجیب نظارۂ چٹان۔ حیدرآباد

دباو نہیں پڑا - لیکن شمال ہندوستان کی سطح ٹرشیری زمان یعنے تیسرے زمان سے بہت کچھہ دبی ہے - اور بہت کچھہ تہ و بالا ہوئی ہے - جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بڑے بڑے ناہموار پہاڑون کے سلسلے بن گئے - جیسے کہ ہمالیہ اور دوسری پنجاب اور بلوچستان کی پہاڑیان -

یہی سبب ہے شمالی ہندوستان مین پہاڑونکے سلسلے مخصوص مقامون پر ایسے اٹھے ہوے اور بلند ہین کہ گھاٹیان نہایت عمیق اور سیدہی سرل اور دریا بڑے جوش سے بہنے والے ہین - برعکس اسکے دکھن کے پہاڑ بڑی بڑی مسطح زمینون کا بنایا ہے کہ جسمین سے وادیان گویا کہدی ہوی ہین -

تمام جزیرہ نما جسکا حضور نظام کی مملکت، ایک حصہ ہے - ایک بہت بڑا اور وسیع مسطح میدان ہی - جسکی حد بندی پیلیوزوائک زمانے کے آخر مین ہوگئی تھی - اور بعد ازآن ہوا کے زور اور تاثیرات سے اور سمندر کے کنارے پر سمندر سے ہٹ مٹا کر بلند بلند مقامات آشکارا اور ظاہر ہوے جیسے کہ نیلگری - پلنی - اور شیورائے جو اطراف کے حصص کے ہٹ جانیسے صرف بلند و مرتفع میدان سے رہگئے ہین -

سلطنت حیدرآباد مین جو ترکیب جزیرہ نمائی بیان کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے -

میٹامارفک سیریز یعنے سلسلۂ تبدل شدہ

ٹرانزیشن سیریز یعنے سلسلۂ تبدل پذیر

اولڈر پیلیوزوائک یعنے قدیم تر پیلیوزوائک (کداپا اور وندھیا) سلسلۂ گندوانا

دکھن ٹراپ معہ انٹراپین (دکھن کی نیلگون یا خاکی رنگ کی چٹانین)

لیٹرائٹ ڈیپازٹس - یعنے سرخ پہتر کے طبقے اور

ایلوویل ڈیپازٹس - یعنے پانی کے بہاو سے جمی ہوی مٹی کے طبقے

میٹامارفک سیریز یعنے سلسلۂ تبدل شدہ

دکھن کے نیسوز یعنے چمکدار پتھر ہندوستان مین قدیم سے قدیم بناوٹ کے ہین - سارے جزیرہ نما مین جدید ساختون کو ملائین تو بھی یہہ پتھر بہت بڑی سطح پر واقع ہے - اور اِن ساختون کی بِنا وہی پتھر ہے - اِن چٹانون مین سچے نس یعنے چمکدار پتھر گرانائٹ یعنے سخت پتھر اور شیزٹوز یعنے قدرتی طور پر شگاف پذیر پتھر جو مختلف ترکیب اور ظاہراً دو یا زیادہ سلسلونکے - کہ جو ایک دوسرے سے نہ صرف پتھر ہونیکی خاصیت مین بلکہ قدامت مین بھی بالکل مختلف ہین موجود ہین - لیکن سچا گرانائٹ سوائے ریشون کے اور جاے پر نہین پایا جاتا اور وہ بھی بہت کم مقدار مین پایا جاتا ہے - اِن مین قدیم ترین جسے بنڈیل کھنڈ نس کہتے ہین وہ زیادہ شمل ہے - اسمین فلزات بہت کم اور نباتات کا تو نام و نشان نہین - اِس قدیم تر نیس کے بالائی طبق سنگبھم اور بیلارے مین واقع ہین اور ممکن ہے کہ اور حصص مین بھی پاے جائین - اِس لئے یہہ مان لیا گیا ہے کہ یہی سچا سلسلہ چٹان کا ہے - نیا نیس جو بہت کرکے سارے ہندوستان پر پھیلا ہوا ہے - اور جسمین روئیدگی زیادہ پختگی پر پائی جاتی ہے - شسٹ یعنے تہ بہ تہ حصے ہرے پتھر کے ساتھہ ملا ہوا پایا جاتا ہے - اسکی بہت سی اقسام بھی ہین اور متعدد معدنیات لاحصر بھی اسمین پاے جاتے ہین -

یہہ نیس چہہ معدنیات سے مرکب ہے - (۱) کوارٹز یعنے شش پہلو شفاف پیلا - خاکستری - جامنی یا ہرے رنگ کا پتھر (۲) مائکا - یعنے ابرک (۳) ہارن بلینڈ (۴) کلورائٹ (۵) سرخ اور تھوکلیزفیلسپار اور (٦) سفید پلیگولاٹک فیلسپار - بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نیس مین اِن چہہ دہاتون مین سے صرف دوہی رہتی ہین - اور بعض وقت سب کی سب - فیلسپار کا ہمیشہ اِن چٹانون مین بڑا مقدار رہا کرتا ہے اور سفید قسم

کا فیلسپار ہوا کي تاثیرات سے کیولین یعنے ایک قسم کي مٹی بن جاتا ھے۔

حسب قانون اسکی تہ بہت ہی کم رہتی ھے۔اور بڑے غور سے دیکھا جاے تو معلوم ہوتی ہے۔کیونکہ پتھر کا ظاہری دکھاو گرانائٹ کا ہوتا ہے۔

نیس کے چٹانون مین گرانائٹ نیس بہت عام ہے۔ شِسٹ کي اقسام کبھی کبھی واقع ہوتی ہین جیسے کہ ہارنبلنڈ۔(جو قریب قریب ڈایورئٹ کے مانند سیاہ اور نہایت باریک دانے دار ہوتا ھے)۔ٹلکوز۔کلورِٹک۔ہارنبلنڈک۔کوارٹزوز یا زیادہ مٹی والا شِسٹ۔

بیزواڑہ مین جو نظام کي ضمانتی ریلوے کا جنوبی و مشرقی ٹرمینس ھے۔ایک نئي شکل کا نیس پایا گیا ھے۔وہ شمال و مشرق کي جانب پرگنہ گوداورے کے پہاڑی حصون کے مشرق کو رُخ کئے ہوے کنارے کنارے ضلعہ وزاگاپٹم تک چلاگیا ھے۔یہہ چٹان جدیدتر اصل کي کہی جاتی ہے۔ یہان کا فیلسپار مرکیسی چٹان کي شکل لیتا ھے۔اس چٹان مین بہت سا یاقوت دستیاب ہوتا ھے۔کہین کہین گرافائٹ کے طبقات نے اسکو گرافائٹ شِسٹ سے مبدل کردیا ھے۔

قلمرو حیدرآباد مین نیس چٹانین بہت ہین۔انکے مشرقی اور جنوبی حدود دریائی گوداورے اور کِرشنا سے نشان یافتہ ہین۔شمال مین ضلعہ سرپور تاندور مین عدل آباد تک چلے گئے ہین اور مغرب مین سرسری طور پر ایک خط اندور ہوکر نرمل سے تاندور تک نظام ریلوے پر کھینچنے سے اور وہان سے یادگیرے ہوکر کرشنا تک کھینچنے سے اسکي حدبندی ہوسکتی ھے۔

حیدرآباد کے ہارنبلنڈک گرانائٹ نیس پر تاثیرات ہواسے ایک عجیب طرحکا تبدل واقع ہوتا ہی۔جو نا تجربہ کار آنکھونکو برف کي تاثیرات کا نظارہ بتلاتا ھے۔عظیم الشان گول اور چکنے پشتے ایک دوسرے کے اوپر واقع ہین اور بعض اوقات تو مجموعے کے مجموعے ہوتے ہین کہ جس سے نو وارد متحیر ہوجاتا ہے۔مگر چٹانون کي خاصیت سے تھوڑیسی مہارت بھی فوراً بتلا دیتی ھے کہ یہہ نظارہ بالکلیہ ہوا کي تاثیرات کا ہے۔گرانائٹ نیس مین حرارت کي تاثیر سے سیدھا اوپرسے نیچے کي طرف شگاف پڑجاتے ہین۔ یہہ سیدھے شگاف ہر ہر تہ کو پہنچ جاتے ہین اور پھر اسے سیدھے متقاطع شگاف دیتے ہین اور نتیجہ یہہ ہوتا ھے کہ چٹان کے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ایک پر ایک رہجاتے ہین۔ بارش اور ہوا پھر اپنا کام شروع کرتی ھے۔اُن ٹکڑون کے کونے گول ہوتے چلے جاتے ہین۔اطراف کے ٹکڑے گرجاتے ہین اور آخر مین ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے گول چٹانون کے ٹکڑے کبھی ایک پر کبھی ایک سے زیادہ پر جمکر رہجاتے ہین جو کسی زمانے مین ایک ہی چٹان کا ٹکڑا تھا۔ایسی

چٹانین حیدرآباد سے لنگم پلی جاتے ہوے ریلوے لائن پر بہت سی نظر آتی ہین۔اس قسم کي ایک نہایت عجیب چٹان ۱۰۷ اور ۱۰۸ میل کے درمیان واقع ہوتی ھے۔

اس تمام سطح پر جا بجا ڈایورٹک چٹانون کے پشتے پڑے ہوے ہین جو بہت کرکے اوسط درجہ کے کُھردرے پن کي بناوٹ رکھتے ہین۔انمین کے اکثر ۵۰ سے ۶۰ فیٹ دل دار ہوتے ہین اور کبھی کبھی اطراف کي کل زمین سے بلند ہوتے ہین۔چٹان نیس سے زیادہ سخت ہونیکے سبب سے یہہ پشتے صاف علاحدہ معلوم ہوتے ہین۔وہ سطح پر بہت کاچھہ ڈِھس گِھسا جاتے ہین۔اور نیس سے انکا میل جول آساني سے دریافت نہین ہوسکتا۔یہہ پشتے نہایت قدیم ہین۔اور شاید اُس زمانیکے ہین جو کداپا زمان کہلاتا ہے اور جسمین آتش فشان پہاڑ پھوٹ نکلے تھے۔

مادہائی ارضی کا کوئی وجود نہونیکے باعث ہندوستان کي ترکیبات کو یوروپ کي ترکیبات سے مقابلہ کرکے کوئی ٹھیک زمانہ قایم کرنا ممکن نہین ھے۔مگر چونکہ یہہ چٹانین اس ملک مین قدیم ترین شمار کي گئی ہین اسلئے میٹامارفک سیریز کو انگلنڈ کے ایزواک چٹانون سے مطابقت دیسکتے ہین۔

ٹرانزیشن سیریز یا سلسلۂ تبدل پذیر

یہہ نام متعدد چٹاني سلسلون کو دیا گیاہی جو ہندوستان کے نیس اور قدیم ترین مآدہائی ارضی رکھنے ولے طبقون کے درمیان واقع ہین۔بالکل عدم مآدہائی ارضی کے سبب اِن چٹانون کے سلسلون کے وجود کا زمانہ یا یوروپین سلسلون کے ساتھہ مناسبت ٹھیک طورپر بتلانا ناممکن ھے۔

میٹامورفک سیریز کے مطابق یہہ چٹانین بھی قدیم اور جدید گروہ مین تقسیم کی گئی ہین۔قدیم چٹانین گوالیار کی چٹانین ہین۔اور جدید کداپا کی چٹانین ہین۔یہہ چٹانین بھی اولڈر پیلیوزواک کے ساتھہ قسمت کی گئی ہین۔اور ٹرانزیشن کا نام صرف گوالیار کودیا گیا ہی۔

ٹرانزیشن سیریز کی چٹانین حیدرآباد مین دہارواڑ کی چٹانین۔یا جنوبی ہندوستان کی زرخیز چٹانین ہین۔

دہارواڑ کی چٹانین جنکی پہلے پہل ٹھیک تفتیش کی گئی اور ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے مسٹربروس فوٹ نے جنکا نام رکہا انمین ہارنبلنڈک۔کلورٹک اور آرگیلیٹک شسٹ سمائے ہوے ہین۔کہ جنکے ساتھہ کم و بیش ہیماٹٹک کوارٹ زائٹ۔اور بہت سی ہمعصرچٹانون کے طبقے واقع ہین۔

وہ اکثر لنبے لنبے برآمدہ طبقون کے پٹے بن گئے ہین جو نہایت مضطرب ہوکر نیس کی شکل مین آگئے ہین۔انمین کے تین پٹے جو بہت دور دور تک چلے گئے ہین اُنہین مسٹر فوٹ نے پہچان

کہ دھارواڑ شیموگا دمبل چکنا یا کہان ہالی اور پیدا رہکاری پٹیے ایسے نام دئیے ہین - تین دوسرے صاف پہچانے ہوے پٹیے حضور نظام کے قلمرو مین رایچور دوآب کے ضلع مین واقع ہین - جنہین مسکی بوہمن ہالی اور ساگر کے نام دئیے ہوے ہین - حیدرآباد دکہن کمپنی کی بودینی توپالدردی اور وندالی کی کانین مسکی پٹیے کے شمالی آدھے حصہ مین واقع ہین

مسٹر فوٹ کا خیال ہے کہ موجودہ دھارواڑ چٹانین یک بہت وسیع سلسلہ کا بقایاہے جو کسی وقت مین سارے ہندوستان پر پہیلا ہواتہا اور جسکا جماو آتش فشانی تیزی کے زمانون سے تبدل پذیر ہوگیاہے - اور اسی زمانے مین ہمعصر چٹانون کی بقایتہ ہوتی چلی - بعد ازآن اسپر بہت بڑا بہاری دباو پڑنیے سے مضطرب ہوا اور چوڑا ہوکر پہر وہ تاثیرات آب و ہوا کے زیر عمل آتا گیا - اِن مضطرب اور کاواک شدہ دھارواڑ طبقون پر کداپا اور کلادگی کے سلسلے جمتے گئے - کداپا طبقون مین لال چمکدار زبرجد کے کنکرون کا واقع ہونا جو دھارواڑ کے سرخ زبرجدی طبقون سے اخذ شدہ ہین اس بات کو پایۂ ثبوت پر پہنچا تاہی - اسطرح جبکہ دھارواڑ سلسلہ لوئر ٹرانزیشن سیریز سے تعلق رکہتا ہے تو کداپا اور کالادگی کے سلسلے اپرٹرانزیشن سیریز سے تعلق رکہتے ہین ایسا کہا جا سکتاہے -

دھارواڑ سلسلہ نہایت کارآمد ہی اس لحاظ سے کہ اسمین تمام زرخیز سنگ کے طبقات واقع ہین جو جنوبی ہندوستان مین کچہہ بہی وقعت رکہتے ہین - اگرچہ ملک میسور کے بیرونی طبقے زیادہ نمدہ نظر آتے ہین تاہم سبہون مین سونا تو دستیاب ہوسکتاہے - اس پتہر کے طبقون کے لئے نہایت قدیم زمانے مین کانین کہودی گئی تہین - اور کام کیا ہوا ہو ایسے پرانے پرانے نشان دودو سو فٹ عمق مین تمام ملک کے اندر پائے جاتے ہین اور دہات کے ریشون کی عمدگی کی بہت اچہی علامتین بتلاتے ہین -

اِن پرانے کارگاہون کے نزدیک گروہ کے گروہ بڑے اور چہوٹے ہاونون اور کہرلون کے چٹانون کے اندر پائیے جاتے ہین کہ جنمین اگلے زمانے کے کان کن کچی دہات کو کوٹتا کرتے تہے - ایسی ہاونین تو پال دودی مین بہت سی پائی جاتی ہین - وندالی مین بڑے بڑے رکابی نماگر ہے ٹرابوید چٹانون مین موجود ہین کہ جنمین بڑے بڑے گول گرانائٹ پتہر کے دستون سے کچی دہات کا چورا بنایا جاتا تہا - یہہ دستے قریب ایک ایک ٹن یعنے سوا دو ہزار رطل کا وزن رکہتے ہین - یہہ دستے بہت دور و دراز سے لائے گئے ہونگے - اور انکے اتنے بہت ثقل کے سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتہونسے مستعمل نہین ہوتے ہونگے لیکن کسی قسم کی ایسی جر ثقیل کی ترکیب رکہی ہوگی کہ آسانی سے حرکت کرسکین -

وندالی کے ایک گڑھے مین جسے مغربی شیافٹ کہتے ہین ایک انسان کی کہوپری سطح زمین سے دوسو دس فٹ کے عمق مین پائی گئی تہی - یہہ کہوپری جو ظاہراً کسی ادھیڑ آدمی کی کہوپری ہے - چہوٹی اور تنگ ہے - اور قدیم الایام کے انسانون کی بہت سی خصوصیتین بتلاتی ہے - اسکی پوری پوری تحقیقات کا ابہی انتظار ہے -

دھارواڑ کا سلسلہ گرانائٹوئڈ نیس پر نا موافق طور پر واقع ہے - اور جہان جہان اتصال معلوم ہوتا ہے - گرانائٹوئڈ نیس کی سطح نا ہموار اور مقعر پائی جاتی ہے - دھارواڑ سلسلے کے متوسط اور مغربی پٹون کے شمالی حصے پہلے پہل نا موافق طورپر کداپا سے اور بعدازآن دکہن ٹراپ سے پوشیدہ ہین -

اسپر سے معلوم ہوتا ہے کہ دھارواڑ کا سلسلہ ایک جدا ہی سلسلہ ہے اور جس سلسلے سے یہہ مشابہت رکھتا ہے وہ صرف گوالیار چٹانین ہین - اس جائے پر بہی ایسے سرخ پتہر کے طبقے ہین اور ویسے ہی ہمعصر ڈایرٹک ٹراپ واقع ہین -

---

اولڈر پیلیوزوئک (کداپا اور وندھیا)

پہلے پہل کداپا سلسلے کو اپرٹرانزیشن سیریز کے ساتہہ تفریق کیا تہا لیکن جیسے کہ ڈاکٹر کنگ نے طاس پرانتہ گوداوری اور پائن گنگا کی سیپہون کا امتحان کیا ہے (جو اسوقت تک لوئروندھیا سیریز کے ساتہہ تفریق کیا گیا تہا) اور جسے انہون نے کہا کہ جنوبی ہندوستان کے کداپا سلسلے سے مطابقت رکہتا ہے - اسکی تفریق مین تبدل کیا گیا اور سارے کداپا سلسلے کو لوئروندھیا یا اولڈرپیلیوزوئک کے ساتہہ تفریق کیا - یہہ طبقے بیشک پارمین طبقون سے زیادہ قدیم ہین - اور بعض قدیم تر گروہ تو پریکیامبرین کے طبقون سے قدیم ہین - لیکن بالکل مادۂ ارضی کی عدم موجودگی مین کسی طرحکا سچا تناسب قایم کرنہین سکتے ہین -

ہندوستان مین سلسلۂ کداپا کی کل سطح تیرہ ہزار پانسو مربع میل ہے - اور اسکی ترکیب بموجب ذیل کے تفریق کی گئی ہے -

فرقہ	ضخامت		چٹانین
فرقئہ کرشنا	۲۰۰۰ فٹ	... ...	کوارٹزائٹس سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقئہ نلا ملائی	۳۴۰۰ فٹ	... ...	سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقئہ چیئیر	۱۰۵۰۰ فٹ	... ...	سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقئہ پاپگنی	۴۵۰۰ فٹ	... ...	سلیٹس کوارٹزائٹس

پھر فرقے کم و بیش تہ و بالا پڑے ہوے ہین-اور ہر ہریک دوسرے پر واقع ہوکر اصل نیس پر پڑے ہوے ہین-طاس کے مغربی کنارے پر جو طبقے ہین ہموار اور نسبتاً غیر مضطرب طورپر نیس کے اوپر واقع ہین-لیکن مشرقی کنارے پر اسکی حد مضطرب اور ناقص طاسون کي ہے-

سلسلۂ کداپا کے ہر ہر گروہ مین کوارٹزایٹ اسکی تہ مین پایا جاتا ہے-اور اسکے اوپر آرگیلیشیس ڈیپازٹس جسکی سیپین اور سلیٹین بنتی ہین اور لایم سٹون کے طبقات پائے جاتے ہین-

شمال کرشنا مین کئی ایک بیرونی طبقے نہایت مضطرب کوارٹزائٹس اور لایم سٹون کے پاے جاتے ہین-مسٹر فوٹ نے انمین سے پانچ کا بیان کیا ہی جو انکا تعارف کداپا سیریز کے ساتھہ کرتے ہین-اور بہی شمال مین جو سنگ خانے پہلے پکہال سیریز کے نام سے بیان کئے گئے ہین اور جو گوداوری کي وادی تک پہیلے ہوے ہین وہ اب اسی ترکیب کے ہون ایسا معلوم ہوا ہی-

پکہال سنگ خانے حسب ذیل منقسم ہین-

۱ کوارٹزائٹس جنمین کچھہ سلیٹ ہے ... ۷۰۰ فٹ
۲ سیلیشیس لایم سٹون ... ... ۱۵۰ فٹ
۳ مٹی کے سلیٹس اور کوارٹزائٹس ... ۵۰۰ فٹ
۴ سفید اور گندم گون سیلیشیس لائیم سٹون ... ۳۰۰ فٹ
۵ ایک سلیٹ کا پٹا جسمین دلدار شگاف

کوارٹزائٹس ساند اسٹون کے ہین ... ۳۶۰۰ فٹ

پکہال کے طبقات شمال و مغرب کی طرف مانر دریا تک بڑھے ہوے ہین-لیکن اس خطے مین چٹانین کم پتھرائی ہوئی ہین-سیپیان نہایت باریک دانےدار ہین اور لایم سٹون کم ہی-مانر وادی کي سیپیان بناوٹ مین نہایت باریک کبہی ہری اور کبہی جامنی رنگ کی پتلے پتلے کالکیریس ڈورون کے حلقے کے ساتھہ ہوا کرتی ہین-

ملک حیدرآباد کے شمال و مغرب مین لایم سٹون اور سیپیون کا سلسلہ جو پائین گنگا رود خانے کے نام سے مشہور ہی اسکی ڈاکٹر کنگ نے مانر وادی کے پکہال سنگ خانون سے تعبیر کي ہی- لایم سٹون کبہی پہیکے اور کبہی گہرے سفید اور کبہی گندمی رنگ کے اور شاذ و نادر لال رنگ کے ہوتے ہین-وہ اچھے حصے ہوے اور بعض بعض وقت انمین سرخ لکیر کی پرتین ہوتي ہین-انکے اوپر مہین دانہ دار مٹي کی سیپون کی پرتین ہوتی ہین جو اکثر کچھہ سرخی لئے رہتی ہین-یہہ سیپین تالچیر سنگ خانون کی سیپون کے مانند اکثر پتلی چھوٹی گل نما ہو جاتی ہین-اگرچہ یہہ سنگ خانے اپنی ترکیب اور نامضطرب حالت سے خلقی اجزا کي محافظت کے واسطے نہایت موزون ہین تاہم کوئی مآدہای ارضی ہنوز انمین پاے نہین جاتے-

پائین گنگا خانے اکثر ٹہیک نیس پر واقع ہون ایسا پاے گئے ہین-جسمین پکہال کا اخیر تحتی گول تھکے والا خانہ غایب ہے-

سلسلۂ کرنول جو بہت کرکے بالکل طاس کداپا مین واقع ہی وہ قلمرو حیدرآباد مین پختگی کو نہین پہنچتا ہی-اس سلسلے کی خاص دلچسپی بیگن پلی کے ہیرون کے کارگاہون مین ہی-یہہ چٹان سانڈسٹون کي ۱۰ سے ۲۰ فٹ دل والی ہی اور اگرچہ اکثر سطح کرنول کی کارگاہین سطح بالائی کے پتھرون مین ہین-لیکن بیگن پلی مین وہ اس نیچے کے سانڈسٹون مین لیجا نیمین آئی ہین-بوکل گڑھے ۱۵ فٹ گہرے اس سانڈسٹون مین بناے جاتے ہین-اور چھوٹے چھوٹے برآمدے ہیرے کے پرت تک لیجائے جاتے ہین جو پرت ظاہراً بالکل تہ مین ہوتی ہی-چٹان اگرچہ سطح پر سخت رہتی ہی-تاہم نیچے نرم ہوتی جاتی ہی-اور آسانی سے کام ہوسکتا ہے-بہت سے ہیرون کی پوری پختگی سے ڈاکٹر کنگ یہہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ سانڈسٹون قدرتی ہوتے ہین-لیکن قالب کی خاصیت سے اور علاوہ اسکے ہیرے کی نہایت سختی کے لحاظ سے اسکی اصل گہس نے والی ہو یہہ ممکن ہے-

سلسلۂ کرنول سے بہت قریب کی نسبت رکھنے والی اور سنگ کی خاصیت سے انکے ساتھہ مشابہت رکھنے والی چٹانین سلسلۂ بہیما کی چٹانین ہین-بہیما کی چٹانین کہلانے کا سبب یہہ ہی کہ اس نام کا دریا ان چٹانون کی بیروني سطح کے بالکل بیچ مین سے بہتا ہی-بہیما چٹانون کي شمال و مغربی سرحد پر دکہن ٹراپ مستور ہے-اور درمیان انکے شمال و مشرقی سرحد کے سومیل کے فاصلے تک ٹہیک نیس پر واقع ہی-وہ کوٹا پلی سے جی-آئی-پی-ریلوے تک درمیان گلبرگہ اور شاہ آباد کے اور پھر وہان سے پروت آباد تک اور وہانسے بل کہا کے جنوب مین لونی سے تالکوٹ تک پہیلتا ہوا چلا گیا ہے-

سلسلۂ بہیما خصوصاً لایم سٹون سے مرکب ہے-اگرچہ کوارٹزائٹس کے خانے اوپر کے حصے مین اور سانڈسٹون اور مدور پشتے تحتی حصے مین ہی-مگر یہہ صرف وہین ہین-بعض طبقات مین یہہ سلسلہ بالکل لایم سٹون ہی کا بنا ہوا ہے-لایم سٹون نہایت باریک دانےدار پتھر ہین جنکی بناوٹ قریب قریب لتہوگرافک پتھر کي سی ہے-سفیدی مائل پتھر زیادہ تر ہے-لیکن گلابی اور گندمی بہی اکثر پاے جاتے ہین-یہہ چٹان پژمردہ خانون مین واقع ہوتی ہے اور عمارت کے کام مین اور علی الخصوص فرش بندی کے لئے بہت کام مین لی جاتی ہے-پہیکی قسم کا پتھر زیادہ پسند کیا جاتا ہے باوجودیکہ سفید خاکستری زیادہ ٹکاو ہے-یہہ پتھر اس لایق ہے کہ اسپر اچھی چمک آسکتی ہے اور کبہی کبہی ماربل کے عوض مین معزون کے لئے استعمال کیا جاتا ہے-

اپرونڈہین قلمرو نظام مین نہین ہین-

گنڈوانہ سیریز یا سلسلۂ گنڈوانا

گنڈوانہ نام جو ملک کہ دریائے نربدا کي جنوب مین واقع ہے اسکے قدیم نام پر سے ماخوذ ہے۔اسے ممالک گونڈہ کہتے تہے اور اب وہ ممالک متوسطہ کے قسمتہاے جبل پور و ناگپور و چہتیس گڑہ مین شامل کئے گئے ہین۔

جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ اگرچہ ہندوستان کي ترکیبات سنگ کو ٹہیک طور پر یوروپ کي ترکیبات سے مناسبت دینا غیرممکن ہے۔تاہم عام طور پر ایسا اقبال کیا گیا ہے کہ سب سے نیچے کے گنڈوانہ سنگ خانے بالاتر پیلیوزویک زمانے کے متعلق کے ہین۔بالاتر وندھین جو اسکے بعد کا ماتحت سلسلہ ہے کبہی گنڈوانہ سلسلے کے ساتہہ جوڑ کہاتا ہوا نہین معلوم ہوتا۔کیونکہ جن جن سطح پر وہ دونون ظاہر ہوتے ہین سو بالکل جدا ہین۔لیکن ایک موقع پر یعنے جہلملي فیلاڈ مین پیبل پتہر جمے ہوے وندھین خاصیت کے سانڈسٹون جو قریب قریب کوارٹزائٹس کے ہین گنڈوانہ سنگ خانون کے اوپر کي تہ مین پائے جاتے ہین۔

ناگپور کي جنوب مین گوداوری پر سیرونچا کے نیاچے اور مہاندی کي وادی مین قریب سمبل پور کے گنڈوانہ سلسلے کے زیادہ تر نچلے خانے ایسا مانا گیا ہے کہ بارہا مضطرب طور پر ان خانون کے اوپر واقع ہین جو کداپا یا لوئروندھین سیریز سے تعلق رکھتے ہین۔لیکن عموماً گنڈوانہ سلسلے ٹہیک میٹامارفک چٹانون پر واقع ہوتی گئی ہون ایسا پایا جاتا ہے۔

بہ نسبت گنڈوانہ سلسلے کے زیادہ اوپر کے سلسلون کے تناسب کے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ شاذ و نادرہی زیادہ اونچے پرت سے دھنکا ہوا پایا جاتا ہے۔سوائے اسکے کہ جہان جہان دکہن ٹراپ اور اسکے ساتہہ ملے ہوے انٹرٹراپین خانے گنڈوانہ سیریز کے جدے جدے حصون پر مضطرب طور پر جمے ہوے ہین۔لیکن بعض بعض مقام پر چاک یعنے سفیدے کے زمانے کے پرت اپر گنڈوانہ سیریز پر پاے گئے ہین۔

سلسلۂ گنڈوانہ مین جو ہندوستان کے جزیرہ نما کا پہلاہی مادۂ ارضی کا سلسلہ ہے خاص کرکے سانڈسٹون اور سیپیان سماے ہوے ہین اور ماسوا اُن خانون کے جو مشرق کنارے پر کہلے ہوے ہین وہ بالکل میٹہے پاني مین ممکن ہے کہ دریا سے جمتے چلے گئے ہون۔ جو مادۂ ارضی کہ پایا جاتا ہی اسمین ذی روح کے نشان بہت ہی شاذو نادر ہین اور تہوڑیسے جو پائے گئے ہین سو ادني تہ قسم ورٹیبرا یعنے صلب کي ہدی رکہنے والے جانورون سے ہین ۔ مثلاً حشرات الارض ۔ ایمفیبین یعنے خشکی و تری دونون مین گذارا کرنیوالے جانور اور مچہلیان۔ گنڈوانہ مآدۂ ارض کا بڑا مقدار۔روئید گی ہے اور ایسے کئی ایک طبقون کي علامات موجود ہین۔

سلسلۂ گنڈوانہ بے شک میٹہے پاني کي بناوٹ ہے۔اور ایک ہی ایک سوال ہے سو یہی کہ میٹہے پاني کے رود خانے ایا تالاب کی یا بہتے ہوے پانی کی اصل کے ہین۔ایک طرف چٹانون کی درشتی۔سانڈسٹرن کا پہیلاو اور جابجا گول پشتون کے پٹون کا واقع ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہی کہ طبقے جہیلون کے عوض طاس دریا مین جمتے چلے گئے ہین۔اور بغیر ہڈي والے جانورون کي ناموجودگی جو جہیلون کي جماوٹ مین ایسی عمدگی سے معلوم کی گئی ہی اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچاتی ہی۔بہ نسبت تہوڑیسی مچہلی اور حشرات الارض کے اجزا کے اور [1] ایستھیریا کے جو ایک خاص مادۂ ارضی بہت سے قسمت ہاے جزئی کا ہی ایسا کہا جاسکتا ہے کہ یہہ جہیلون اور دریا دونون مین رہتے ہون۔یہی حال روئیدگی کے اجزا کا ہی سوا اسکے کہ جہیلون اور تالابون کی تہ مین کوئلہ کے طبقون کا بننا غیر ممکن ہی۔یہہ بہت کانچہہ ممکنات سے ہی کہ کوئلہ کی اصل ڈبرے جنگلون مین سے ہوئی جیسے کہ اکثر دریا کے کنارون پر واقع ہوا کرتے ہین۔

” طبقے کي طبعی خاصیتین۔درشت اور باریک خانون کا بارہا بدلنا۔اور بہاو کی باریک تہ سیپیون پر اکثر علامتین اور ترچہا بہلے جانا جو درشت تہ سانڈسٹون مین بہاو کے جمنے سے پایا جاتا ہی اور جبکہ درشت سانڈسٹون اسکے اوپر جمتا جاتا ہي تب خانے کے اوپر کے حصے کا جیسے کہ کوئلہ کا ڈورا ہي جابجا گہسا ہوا اور کہلا ہوا ہونا حقیقتین ہین۔کہ یہہ تمام باتین اِن خانون کی اصل تالابون سے ہو اِس گمان کے خلاف ہین بلکہ برعکس اسکے اس خیال کو زیادہ زور کي تقویت دیتا ہی کہ یہہ جماو دریا کي وادیون مین بنے ہین۔اسلئے سب باتون پر نگاہ کرتے ہوے موجودہ شہادت یہہ بتلاتی ہی۔کہ گنڈوانہ سلسلہ کسی بڑے دریا کی وادی مین یا دریا کی وادیون کے سلسلے مین جو موجودہ انڈوگیانجیٹک میدانون سے بہت مشابہت رکہتا ہو۔جماتہا۔

سلسلۂ گنڈوانہ کي مٹی بہت ہی ہلکی قسم کي مٹی ہے۔ جو کہیتی کرنیکے قابل نہین اور یہی سبب ہے کہ ملک کے بڑے بڑے میدان جہان یہہ چٹانین واقع ہین بنجر ویرانے سے بڑے ہوے ہین یا سانڈسٹون کے اجزا جدا ہو بڑے بڑے ریت اور بالو کے میدان بن کر اِن چٹانون کو بالکل نیاچے پوشیدہ کردیتے ہین۔

گنڈواناس کی بالاتر اور پائین تہ سلسلون مین تقسیم ہوسکتی ہی۔یہہ تفاوت بنگالے مین صاف تہ نمایان ہے۔نہ صرف اِن دونون حِصص کے طبقات کي جماوٹ مین لیکن انکے مادہائے ارضی مین بہی اور بلکہ جہان جہان قسم روئید گی یکسان ہوتی ہي تو جینیرا ہمیشہ جداگانہ ہوتا ہی۔لیکن جنوبی ریوا مین سات پورا کے اندر یہہ تفاوت ایسا صاف نہین پایا جاتا۔

---

[1] ایستھیریا چھوتے سخت چھلکا رکھنے والے جانورون کی قسم ہی جو مخصوص میٹھے پانی مین پائے جاتے ہین۔مگر کتنی ایک قسمین کھارے پانی مین بھی پائی گئی ہین۔ایستھیریا کا مآدۂ ارضی وقت کے لحاظ سے دیونین سے ٹوشیری زمانے تک کا ہی۔

لوئر گنڈوانہ سیریز یا پائین تر سلسلۂ گنڈوانہ

سلسلۂ گنڈوانہ کے پائین ترین رکن کو تالچیر اسی نام کے ایک چھوٹے ضلعے پر سے کہا گیا ہے جو اڑیسہ کے محلوں کا ایک ماتحتی محل ہے۔ تالچیر باریک کیچ والی سیپیون کے اور باریک دانہ دار نرم لایم سٹون کے بنے ہوئے ہین اور گنڈوانا ناس کے ہریک وسیع جماو مین قریب قریب ہمیشہ موجود رہتے ہین۔ یہہ سیپیان ہرا لئے ہوئے خاکستر یا زیتونی رنگ کی ہوتی ہین اور بعض وقت سلیٹی۔ انکی بناوٹ نہایت باریک اور آڑے تیڑھے بیشمار جوڑ رہتے ہین۔ جن سے انکے باریک کرنیدار ٹکڑے ٹوٹکر بنجاتے ہین۔

مخصوص تالچیر سانڈسٹون نرم ہوتا ہے۔ باریک دانہ دار اور بناوٹ مین یکسان جسمین اکثر کوارٹز اور ناشکستہ گلابی فیلسپار ہوتا ہے۔ رنگ مین وہ پھیکے ہرا لئے ہوئے خاکی رنگ یا گندمی رنگ یا پھیکا گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔ تالچیر مین بہت سی چٹانون کی بناوٹ کے برخلاف باریک دانہ دار خانے یعنے سیپیان ہمیشہ سب سے نیچے رہتی ہین انپر سانڈسٹون پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور موٹے دانے والے باریک دانہ والون کے اوپر پڑے ہوئے ہوتے ہین۔

تالچیرز مین تین جدی جدی خاصیتین ہین۔ پہلے تو سیپیون مین اور باریک سانڈسٹون مین اکثر گروہ کے تحت کی طرف مگر بارہا تحت کے کئی ایک سوٹ کے اوپر گول اور مدور پیبل پتھر اور پشتے واقع ہوتے ہین جو قد مین بہت جدا جدا ہوتے ہین یعنے پاو انچ کے ٹکڑون سے لیکر بڑے بڑے پندرہ فٹ قطر والے ہوا کرتے ہین۔ چونکہ یہہ پشتے باریک سے باریک تلچھٹ مین دبے ہوئے پائے جاتے ہین اسلئے ایسا خیال کیا گیا ہے کہ وہ جوش والے بہاو سے مدور ہوگئے ہین۔ لیکن برف کی تاثیر سے اپنے اخیر مقام پر ڈھوے گئے ہین۔ اس بولڈر بڈ مین اسیلئے ہمین تیرتے ہوے برف کا وجود گنڈوانہ زمانیمین خط اعتدال کی شمال مین سولہ درجہ کے قریب پایا جاتا ہے۔ دوسرا۔ تالچیر کی باریک سیپیان آتش فشان چٹان سے زبردست شباہت رکھتی ہین۔ اور سانڈسٹون بھی کتنے ایک درجہ ٹوٹے ہوے بیاسولٹ کے مانند رنگ و روپ مین اور طرز تاثیر ہوا مین ہے۔ یہہ شباہت اتنی بہت ہے کہ کئی ایک دیکھنے اور امتحان کرنے والون نے تالچیر خانون کی تعریف ٹراپین کے ساتھہ کی ہے۔ تیسرا۔ تالچیر مین ایک عجیب قوت شکستگی کو روکنے کی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ جن جن مقامون مین وہ آبی بہاو کی چھاوٹ سے پوشیدہ نہین ہین وہ بالکل ویران بنجر پڑے ہوے ہین۔ کیونکہ وہ خود شکستہ ہوکر مٹی نہین بنتے۔ اسطرح کوئلہ کے فیلڈز کی کنارونپر جہان تالچیر اکثر کھلے رہتے ہین کوئی شخص میلون شکستہ ہرا رنگ لئے ہوے خاکی سیپیون پر چلا جاے تو اسے کسی طرح کی روئیدگی نہ ملیگی۔

جو مادہائی ارضی تالچیرس مین پائے جاتے ہین وہ بہت تھوڑیسے ہین۔ ذیب روح کے اجزا مین صرف شش پاے کیڑون کے پر اور کچھہ حلقے دار کیڑون کے نشان پاے گئے ہین۔ روئیدگی کے اجزا [1] تین فرنس یعنے جھاڑیون کی اور ایک پودہ نیگرا تھیوبیپسس [2] ہسلوپی نام کے پودے سے مشابہت رکھنے والا لیکن جو ہنوز صاف طور پر پہچانا نہین گیا ہوا ہے اسکی بنی ہوی ہین۔ یہہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہہ مادہائی ارضی صرف بلند تر خانون مین واقع ہین۔ اور باریک سیپیان جو اس عمدگی سے روئیدگی کی علامات محفوظ رکھنے کے لایق ہین انمین کسیطرح کی اور گیانک میاتر نہین ہے۔

سطح راجمحل مین تالچیر کا زیادہ سے زیادہ دل جہان وہ پورے طور کی پختگی پر ہین ۸۰۰ فٹ سے زیادہ نہین۔

چونکہ پہلے پہل گنڈوانہ سلسلے کی تحقیقات بنگال و ممالک متوسطہ مین ہوئی تھی۔ اسلئے جدی جدی سطح پر خانون کی مناسبت کچھہ کچھہ جدا ہے۔ لیکن سارے ہندوستان کی سطح کہ جس سے ہمکو تعلق ہے اسکے خانے تالچیر کے اوپر چڑھاو کے نظام مین براکرز اور کامٹھیز ہین۔

براکرز کا نام اسی نام کے دریا سے پڑا ہوا ہے جو رانی گنج کول فیلڈ کے مغربی حصے پر واقع ہے۔ یہہ بھی مانند تالچیر کے بہت وسعت کے ساتھہ پختہ ہوے ہین۔ انمین قسم قسم کے سانڈسٹون۔ سیپیان اور کوئلے ہین۔ سانڈسٹون اکثر دو شست اور فیلسپار والے شکل مین بہت گنجاور ہین اور شکستہ فیلسپار سے پھیکے یا سفید رنگ کے ہین۔ دوسری خاصیت یہہ ہے کہ براکرز چٹان چھوٹے اور بہت مدور سفید کوارٹز پیبل پتھر کا طبقہ ہے۔ جسکا قالب اکثر سفید سانڈسٹون کا ہوتا ہے۔

اگرچہ سفید فیلسپاتھک قسم براکرز کا خاص سانڈسٹون ہے اور بنگال اور چندا اور گوداوری وادی کی سی دور و دراز اور جداگانہ سطحون پر واقع ہی لیکن گندمی۔ سرخ۔ زرد اور دوسرے رنگ بھی پاے جاتے ہین۔ براکرز کے کوئلے جدا جدا کوئلے کے کانون سے بہت علیحدہ ہین۔ مگر وہ سب ایک خاص طور پر بیلے ہوے ہونیکا دکھاو رکھنے مین مطابقت رکھتے ہین جسکا سبب یہہ ہی کہ یکے بعد دیگرے چمکیلے اور دھندلے رنگ کے کوئلون کے پرت واقع ہوے ہین۔ سب سے عمدہ کوئلے وہی ہین جنمین

---

[1] یہہ فرنس گنگا موپٹیرس سائکلیوٹیرائڈز۔ گنگا موپٹیرس آگستی فولیا اور ایک قسم کی گلاسوپٹیرس ہے۔

[2] نیگراتھی کاردونیفرس روئیدگی کی ایک تبدل پذیر قسم ہے جو درمیان سائکادز اور کونیفرز کے واقع ہے۔ اس روئیدگی مین ایسے درخت ہوتے تھے جنکی بلندی ۲۰ سے ۳۰ فٹ ہوا کرتی تھی۔ انکا عموماً دکھاو قریب قریب امکروپائن کا سا تھا۔

چمکدار طبقے زیادہ ہوتے ہین-اگرچہ بہت سی سطح زمین کا براکرز کوئلہ عمدہ ایندھن دیتا ہی تاہم وہ معمولی انگریزی کوئلے سے بہت ہلکی قسم کا کوئلہ ہے-

بعض بعض مقام پر براکرز تالچیر کے بالکل موافقت مین واقع ہوتی ہین-اور دونون سلسلے ایک دوسرے مین ملجاتے ہین-لیکن ایک مقام پر یعنے رامگڑہ کول فیلڈ مین تالچیر کے علحیدہ ٹکڑے اوپر پڑے ہوے براکرز مین پائے جاتے ہین جس سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ تحت کے خانے تاثیر آب سے دوسری جماوٹون کے پیشتر ڈھوے گئے تھے-لیکن بہت سے مقام مین براکرز نیچے پڑے ہوے تالچیر کو لپیٹ لیتا ہی اور ٹھیک میٹامورفک چٹانون کے اوپر ٹھہرتا ہی-براکرز کا زیادہ سے زیادہ دَل ۳۳۰۰ فیٹ سے زیادہ بڑہتا نہین ہے-اور یہہ زیادتئی مقدار درشتگی صرف جھریا فیلڈ مین پائی جاتی ہے-ان براکرز خانون کا معمولی دَل ۲۰۰۰ فیٹ سے زیادہ نہین ہے-

براکرز سطح دکھن کے سچے کوئلہ کے کھتے ہین اور اس بات کو یاد رکھنا دلچسپی رکھتا ہے کہ اس سطح مین اولاً جماوٹین-جو زمانے کے لحاظ سے یورپ کے کاربونیفرس چٹانون سے مطابقت رکھتی ہین-کوئلہ رکھنے والی نہین ہین بلکہ اس ملک کے کوئلے کے کھتے بلحاظ طبقات کی بندش کے اُس زمانے سے مطابقت رکھتے ہین جسے پرمیوٹرایاسک ایج کہین-لیکن سطح ہندوستان مین کوئلے مختلف جدیدتر جماوٹون مین پائے جاتے ہین-

براکرز مین فوسِلز یعنے مادہاے ارضی عام طورپر نہین پاے جاتے لیکن جہان کہین ہین تو وہ اکثر مرکب ہین گلوسوپٹیریس یا ورٹیبراریا سے جو ایک مشکوک قسم کی روئیدگی ہے جو ممکن ہے کہ اِکوسیٹاشیا یعنے سمندر کے دودہ پلانیوالے جانورون کے فرقے سے تعلق رکھتے ہون-

گوداوری وادی مین براکرز کے اوپر پڑے ہوے خانے کامٹھی کے نام سے بیان کئے گئے ہین-یہہ نام ناگپور کی شمال و مشرق مین بارہ میل کے فاصلہ پر جو مشہور میلیٹری اسٹیشن ہے اسپر سے دیا گیا ہے-

خاص کامٹھی جو ناگپور کے قریب مین تیار ہوتے ہین انمین کونگلومیریٹ گریت سانڈسٹون سیپیان اور مٹی ہوا کرتی ہی-لیکن اور مقامون مین انمین نرم اور مشبک سانڈ سٹون گندمی یا سفید رنگ کا ہوتا ہی جسمین بعض وقت کونگلو میراٹک لیکن اکثر سخت آہنی پُرزے رکھنے والے پتے اور تھوڑیسی سیپیان ہوتی ہین-سطح رانی گنج اور ڈاموڈا مین جو خانے کامٹھی سے مطابقت رکھنے والے ہین انمین جو فوسل پلانٹ پائے جاتے ہین انکے اندر تھوڑاسا انکا اصل کاربن رہتا ہی لیکن کامٹھی کے فوسِل پلانٹ مین اسکے نشان

بالکل نہین پاے جاتے-اور یہہ ایک تفاوت ہے جو قابل یادرکھنے کے ہے-کامٹھی دل مین بہت ہوتے ہین یعنے پانچ ہزار سے چھہ ہزار فِٹ تک-

کامٹھی مین فوسل پلانٹس یعنے مادہائے ارضی بہت ہین-اکوسیٹاشیا کی دو جنسین یعنے فائلوتھیکا انڈیکا اور ورٹیبراریا انڈیکا سات قسم کے گلوسوپٹیرس دو قسم کے ماکروٹیما پیٹرس اور نیگیرا تھیاپسس ہسلوپی معہ دوسرے کتنے ایک کے پائے جاتے ہین-

لوئر گندوانہ چٹانون کی تینون تقسیمین یعنے تالچیرز-براکرز اور کامٹھی قلمرو حیدرآباد مین اچھی طرح پختگی پاتی ہین اور اسکے قیمتی کول فیلڈز اسکو دیتی ہین-وہ یکسان وادئی وردھا سے لیکر تھوڑے ہی میل کے فاصلہ پر قریب ایلورا کے مشرقی کنارے کی ڈیلٹا اِک جماوٹون تک پھیلے ہوے ہین-

اس سطح کے اندر تالچیرز اگرچہ جہان تہان مخصوص بولڈر بڈ دکھلاتے ہین تاہم کم پختگی کو پہنچتے ہین-براکرز بھی-کہ وہی حیدرآباد مین کوئلہ رکھنے والے خانے ہین صرف تھوڑا ہی دل پکڑتے ہین-برخلاف اسکے کامٹھی بالائی سطح مین بہت وسیع ہین اور دَل بھی انکا بڑا رہتا ہی-اسطور سے جبکہ تالچیرز ۲۰۰ فٹ دلدار ہین تو براکرز ۳۰۰ فٹ اور کامٹھی ۴۵۰۰ فٹ ہین-جنوب سے شمال کو بڑھتے ہوے براکرز کے کوئلہ رکھنے والے خانے ملک حیدرآباد مین مرقومتہ الذیل مقامون مین پاے جاتے ہین-کننی گیری-بادورام یادامرچرلا-سنگاریني-علي پلي-کامرام-ہنڈیلا-چونور-تانڈور-اکساپور-انترگاؤنون اور ساستی-اِن کول فیلڈز کا ذکر اکونامک منرلز یا کار آمد معدنیات کے بیان مین ہوگا-

لوئر گندوانہ چٹانون کی اس وسیع سطح مین مادہائی ارضی کی یافت بہت کم ہی-اور جو کچھہ کہ پاے جاتے ہین وہ کامٹھی سطح کے متعلق ہین-

دکھن کے اپر گندوانہ خانے وہ ہین جنہین کوٹا مالیری گروہ کہتے ہین-انکا نام دوگانون پر سے پڑاہوا ہی جو آج مدت دراز سے علماے ترکیب زمین ہند کو بہ سبب مچھلی کے دانت اور فوسِل فش کی دریافت ہونیسے معلوم ہین-کوٹا دریائے وین گنگا یا پران ہتہ کے بائین کنارے پر اسکے اور دریاے گوداوری کے سنگم سے آٹھہ میل پر اور مالیری سرونچا کی شمال ومغرب مین بتیس میل کے فاصلے پر واقع ہی-

اِن خانون مین چمکدار سرخ رنگ کی مٹی نرم بھیکے رنگ کے اور کُھلی بُناوٹ کے سانڈسٹون مین ملی ہوی ہے-اور نیچے پڑے ہوے کامٹھی کے طبقون کے ساتھہ بیے ترکیبی سے پڑے ہوے ہین-سرخ مٹی مین جو فوسِل پائے جاتے ہین

انمین خصوصاً سنگین شدہ گوبر پایا جاتا ہی لیکن تین ذات کے لیراٹودس (سخت چھلکا رکھنے والے کیڑون کی ایک قسم) اور دو قسم کے رینگنے والے کیڑے بھی پائے جاتے ہین۔ کوٹا مالیری خانے کہچہر تو ممالک متوسطہ کے سیرونچا ضلع مین اور کہچہر تو قریب آئے ہوے ملک حیدرآباد مین واقع ہین۔

دکھن ٹراپ اور انٹرٹراپین

جزیرہ نما یعنے دکھن کی سرحد مین دکھن ٹراپ سطح کی وسعت مین صرف میڈا مورفک سیریز سے بڑھکر ہین۔ یہ وند ھیدنس یا گند واناس کے مانند دلدار نہین ہین لیکن انکی عجیب ہمواری نے قدیم تر چٹانون کو پوشیدہ کررکھا ہے۔ دنیا بھر مین وہ مدفون شدہ ٹراپ کے نہایت عظیم الشان پشتے ہین۔ انکا سیدھا سرل دُل ۴۰۰۰ سے ۶۰۰۰ فٹ کا ہے۔ اور دو لاکھہ مربع میل کي سطح پر واقع ہین۔ جو ممکن ہے کہ اصل مین بہت زیادہ ہو۔

دکھن ٹراپ مین خصوصاً بسالٹک لاوا یعنے سیاہ پتھر کا رس جو آتش فشان پہاڑ سے بہر نکلتا ہے اسکے بہاو ہین جو اکثر مقام مین دوامبرائٹ کي شکل لیتا ہی۔ ایکن بناوٹ مین مختلف قسمین واقع ہوتی ہین۔ بعض نہایت چسپیدہ اور یکسان ہوتے ہین اور بعضی کہردرے بلورین جنمین اولیواین (زردی لئے ہوے ہری دہات) ہوتے ہین۔ اور ایک قسم مین تو اقلاً بڑے نلیدار چمکیلے فیلسپار کے بلورین ریزے ہوتے ہین جنکا رنگ یا سفید یا ہرا رہتا ہی۔ قسم قسم کے ہلکے معدنیات جو ٹراپ کي جماوٹ کے بعد چمکدار ہوگئے ہین وہ کثرت سے پاے جاتے ہین۔ نہ صرف نوڈیواز یعنے مدور شدہ پشتون مین جو چٹانون مین جابجا منقسم ہین۔ بلکہ تمام گڑہون اور کہاڑیون مین پرت جماے ہوے پاے جاتے ہین۔ انمین خصوصاً کوارٹز یا بلورین قسم کا یا تویشم یا بلڈسٹون (ایک قسم کے لوہے کي کچی دہات) یا زبرجد وغیرہ اور اِسٹل بائٹ۔ پرنہائٹ۔ ایپوفیلائٹ اور چونے کي شکل مین زیولائٹ ہوتے ہین۔ ہری دہات گلوکیونائٹ بہت عام ہے۔

دکھن ٹراپ کے بہاو شاید بغیر آتش فشان پہاڑون کے کونے دار اوبہارون کے شگافون اور سوراخون سے واقع ہوے ہین۔ کیونکہ ایسے اوبہارون کے بتدریج پھیلتے ہوے خانون کا پتا نہین لگتا۔ جو جو شہادتین کہ اسوقت بہم پہنچ سکتی ہین انسے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بہاو بالاتر کریٹیشیس یا پائن تر یوسین زمانے مین واقع ہوے ہونگے۔ کریٹیشیس وہ زمانہ ہے کہ جسمین سفیدے کے طبقات جمے اور یوسین ٹرشیري زمانے کے حصون کا پہلا زمانہ ہے۔

از روئے ترکیب زمین ٹراپ ملک کو جو اس سے دھنکا ہوا ہے ایک عجیب شکل مین لا رکھتا ہے۔ ہم بڑے بڑے ناہموار چڑہاو اوتار کے میدان پاتے ہین جو ایک دوسرے سے ہموار چوٹی والی پہاڑیون کے سبب جدا کئے گئے ہین۔ اور اِن پہاڑیون کي اطراف گویا چبوترون سے نشان یافتہ ہین جو سخت اور نرم بسالٹک لاوا کے طبقون کي غیر معتدل تاثیرات ہوا سے بنے ہوے ہین۔ بسالٹ کي شکستگی سے جو مٹی پیدا ہوتی ہے وہ عمدہ کالی مٹی ہے جسے روئی کي کالی مٹی کہتے ہین۔ جسمین نمی زیادہ رہسکتی ہے اور نیس کي مٹی کے مقدار کا پاني بھی نہین دینا پڑتا۔

اِن سنگابر بہاوکے ساتھہ کیٹ کے طبقے جو اکثر فوسیلیفرس ہوتے ہین کئی ایک مقامون پر بہیل سیل ہوگئے ہوے پاے گئے ہین۔ انہین انٹرٹراپین کہتے ہین اور یہہ دکھن سیریز مین دو بالکل جدے حصون مین واقع ہوتے ہین۔ پہلے تو بنیاد کے پاس اور دوسرے ٹراپ کے بلند ترین حصہ مین۔ ثاني الذکر صرف جزیرۂ بمبئی کے کنارے کے قریب اور بالکل ہمسایہ مین واقع ہوتے ہوے معلوم ہوے ہین۔

انٹرٹراپین طبقون کي عام ترین شکل سیاہی مائل مضبوط چٹان ہے۔ گویا ایک قسم کا کسوٹی کا پتھر۔ یہہ چٹان اصل مین سِلٹ تہا۔ اور بعدازآن پگھلے ہوے انبار کے بہاوسے سخت ہوگیا ہے۔ اِنٹرٹراپین طبقون کي دوسری قسمین سیاہ یا پھیکے خاکي رنگ کے لایم سٹون کي ہین جو اکثر مٹی والی اور کثیف رہتی ہین۔

انٹرٹراپین نہایت فوسیلیفرس یعنے مادہائی ارضی رکھنے والے ہین اور انمین کثرت سے میٹھے پاني اور زمین کے جانور اور روئیدگیان پائی جاتی ہین۔ بغیر ہڈي کے جانور بہت ہین اور بعض مقامون پر چقماقی طبقون مین نہایت خوبی سے محفوظ ہین۔ عام ترین اشکال فائسا اور لمنیا ہین اور یونیو اگرچہ کسی مقام پر کثرت سے ہین لیکن بمقابلہ کمیاب ہین۔ پاا ودینا ولواٹا اور میلانیا بھی کسی طرح کم نہین۔ جیسے کہ بغیر ہڈي والے جانور ہین ویسے ہی اینٹو موسٹراکس کرسٹیشین سائپرس بھی عام ہین۔ دوسرے فوسل بھی جو کہ پائے جاتے ہین شکستگی کي حالت مین ہوا کرتے ہین جنہین پہچاننا مشکل ہے۔ صرف ایک ہی قسم کي روئیدگی کارا ذات کي بیان کي گئی ہے۔ یہہ بغیر پھول والے پودے ہین کہ جنکے تنے جوڑ والے ہین۔ تمام بغیر ہڈي کے اور سخت چھلکا رکھنے والے جانور میٹھے پاني کے ہین اور کھارے پاني کے جانور سواے راجا مندري کے قریب آے ہوے خانون کے اور کہین نہین ملتے۔

دکھن ٹراپ کا بہت بڑا مقدار ملک حیدرآباد مین ہے جہان قریب قریب نصف سطح پر واقع ہین اور ملک کے شمالی و مغربی حصص کو روکے ہوے ہین۔ انکی شمالی سرحد قرب و جوار ایلاباد مین واقع ہے۔ جو سیرپور تانڈور کي عملداري مین ہے۔ اور جنوبی سرحد پر برار سے لیکر

آجنٹا تک ہے جہان سے اسکی مغربی حدکا سُراغ اورنگ آباد۔ بیڑ اور نلدروگ تک لگایا جاسکتا ہے۔مشرق و جنوب مین سطح ٹراپ ناندر سے کولاس ہوکر بیدر تک چلی گئی ہے اور پھر اُلٹ کر ولال سے گلبرگہ کو اور وہانسے ساگر کو جاتی ہے۔ایک چھوٹی سی وسعت کا انٹرٹراپین خانہ جسمین اسکے خاص میٹھے پانی کے فائسا اور لمنیا ہین سو وادی جنکشن سے اٹھاسی میل کے فاصلہ پر شنکرپلی کے قریب واقع ہے۔

لیٹیرائٹ یا سرخ پتھر

آتش فشانی کے اتمام نے جزیرہ نمائے ہند کو ایک بہت وسیع بسالٹک میدان بنادیا جسمین سے بعدازآن ہوا اور پانی کی تاثیرات سے پہاڑیان اور وادیان کھد گئین۔پانی کے بہاو سے جو جماوٹین ہوتی گئین انکے سوا ٹراپ پر جو ایک ہی ایک جماوٹ واقع ہوی سو لیٹیرائٹ یا سرخ سنگ کی ہی جو اپنی طبعی شکل مین ایک مشبک مٹی والی چٹان ہی ۔ اسکے پشتے مین بے طور پیروکسائڈ آف آیرن در آیا ہوا ہے۔اور جسکا دَل ۴۰ سے ۲۰۰ فٹ تک پہنچتا ہی۔لیٹیرائٹ کی کھلی ہوئی سطح نہایت ناہموار ہی۔اسکا سبب یہہ ہی کہ اوپر کا نرم حصہ دھویا گیایا ہی۔اور جہان تہان نلیان اور گڑھے واقع ہین۔

اسمین لوہا یا صاف ہائڈریٹیڈ پیروکسائڈ یعنے لِمونائٹ جو کچھہ تو نمناک حالت مین اور کچھہ تو خشک حالت مین موجود ہے۔یہہ لیمونائٹ بیرونی بھوری چمک دیکر چٹان کو سیپی کا اور گول اوبھرا ہوا دکھاو دیتا ہی۔ یہہ نیس کے دہاتی فضلے سے زبردست مشابہت رکھتا ہی۔ جدا جدا مقام پر لیٹیرائٹ مین لوہے کا مقدار جدا جدا ہی۔مگر عمدہ سے عمدہ قسم کے لیٹیرائٹ مین سو مین چھیالیس حصے پیروکسائڈ آف آیرن رہتا ہی۔ہندوستان کے کئی ایک حصون مین لیٹرائٹ لوہے کی کچی دہات کے طور پر کھود نکالتے ہین۔

ترکیب لیٹیرائٹ دوشکلونمین منقسم ہی۔سطح بالا و سطح پائین۔سطح بالاکا لیٹیرائٹ مخصوص دکھن پلاٹو مین ہے جو بلند سے بلند سلسلون پر مستر ہے اور بلند سے بلند ٹراپ خانون پر گویا ٹوپی بنائے ہوے ہی۔وہ مہابلیشور مین ۴۷۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہی۔اور پہاڑیون کی چوٹیون پر ۲۰۰۰ سے ۳۵۰۰ فٹ پر واقع ہے۔بعض ایسی ٹوپیان بہت وسیع ہین۔ملک حیدرآباد کے اندر بیدر مین جو خانہ ہے وہ کہتے ہین کہ ۲۸ میل لنبا اور ۲۲ میل چوڑا ہی اور کلیان مین جو بیدر سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے وہ اور بھی وسیع ہی۔

سطح پائین کے لیٹیرائٹ دونون کنارون کے بڑے بڑے میدانون پر واقع ہین۔برعکس سطح بالا کے لیٹیرائٹ کے اسمین بالوکے دانے اور کنکر قالب آہن مین مدفون ہین اوربتدریج نا معلوم طور پر ریت والی مٹی اور کنکر مین مل جاتے ہین جسمین بہت ہی تھوڑا حصہ لوہے کا رہتا ہی اور مشکل سے ہم انکو لیٹیرائٹ کا نام دیسکتے ہین۔

بالائی سطح کے لیٹیرائٹ مسٹر فوٹ کے قیاس سے جدی جدی شکل کی چٹانون کے تبدلِ مقام کا نتیجہ ہی۔ خصوصاً بسالٹ کا جو صرف تبدیلئی ہوا سے وقوع پذیر ہوتا ہی۔ اور بے شک کتنے ایک مقام مین یہی حال نظر آتا ہی جہان لیٹیرائٹ ٹھیک بسالٹ پر واقع ہوتا ہی اور دونون چٹانین ایک دوسرے کے اندر سے گذر گئی ہوی معلوم ہوتی ہین۔ لیکن یہہ ہرجگہہ نہین ہی۔اور تمام موجودہ شہادت جو دستیاب ہوسکتی ہے ثابت کرتی ہی کہ بعض بعض وقت پر لیٹیرائٹ بسالٹ کا ہوا کی تاثیر سے بدلنے کا نتیجہ ہی۔ لیکن ہمیشہ یہہ بات نہین۔لیٹیرائٹ مین شکستگی کو روکنے کی ایک عجیب قوت ہے اور جہان کہین پہاڑی پر اسکا غلاف یا ستر ہوتا ہی تو نچلا حصہ پہر جمی ہوی ڈیبرس سے ڈھنکا ہوا ہوتا ہی۔اسکی تفہیم اسطور سے ہوسکتی ہی کہ نمناک پیروکسائڈ کی بہت بڑی چکنی چپکنے والی خاصیت ہے جس سے جیسے ہی شکستگی ہوتی ہی کہ شکستہ اجزا فوراً پہر جم جاتے ہین اور اصل چٹان ہوجاتی ہی۔

دکھن ٹراپ کے مطابق بالائی سطح لیٹیرائٹ بہی ملک حیدآباد مین بہت پائی جاتی ہی۔علاوہ بیدر کے یہہ چٹان وقارآباد مین بھی بہت پائی جاتی ہی۔اور اننت گیری کی پہاڑیان بھی اس سے مستور ہین۔وقارآباد مین اسکا دَل ۵۰ سے ۱۰۰ فٹ کا ہوتا ہی۔اور وہان کے کموؤن کے پانی مین آہنی مزا اور مقوی خاصیت پیدا کرتی ہے۔

لیٹیرائٹ کے وجود کا زمانہ ابھی تک قایم نہین کیا گیا۔ فی الحقیقت اسکی مختلف بلندیون کے وقوع کے لحاظ سے اور اسکے نیاچے آئے ہوے خانون کے ٹھیک ٹھیک مقام کے تبدل کا نتیجہ نکالنے سے ایسا ممکن معلوم ہوتا ہی کہ وہ جدے جدے زمانیمین اخیر زمانے تک بنتا گیا ہی۔

ایلوویل ڈیپازٹس یا سیلاب سے مٹی کی جماوٹین

برخلاف نربدا اور تاپٹی کے دریائے گوداوری کے سیلاب کی جماوٹین جدا جدا طاسون مین واقع نہین ہین۔دریا کا عام انداز چھوٹا ہونیکے باعث وہ ایک بہت وسیع اور چوڑا ایلوویل میدان ہو گیا ہے۔جہان جہان کہ وہ نرم تر خانون پر سے گذر کر سخت چٹانون کے درمیان سے سیدھے سرل ڈھالوانون کو کاٹکر جاتی ہے۔لیکن پائٹن کے قرب و جوار مین تمام بالائی حصے پر یہہ دریا ایک بہت وسیع ایلوویل سطح بناتا ہے۔جسمین سنگریز ہائی یشم مدور شدہ

ر سالات کے تکڑے ہواکرتے ہین۔سیلیکا بنے ہوے تکڑے
مختلف قد و قامت کے پائی گئے ہین بلکہ شیر خوار
حیوانون کي ہڈیان۔جو ہاتہی کي یا چرندون کي یا جگالی
کرنے والے جانورون کي قسم کے جانورون کي سمجہی گئی
ہین۔تہوڑے عرصہ کے پیشتر پائي گئی تہین۔منگی اور
پائڈن کے قریب کے سنگریزون سے جو فوسل ہڈیون کے لئے
مخصوص مقام ہے۔مسٹر وین نے ایک یشم کا کالا پایا
جو صاف انسان کي ساخت کا تہا۔پہر جزیرہ نما کے
پلیسٹوسین گراول بڈز مین انسان کے سراغ کي دوسری دلیل
ہے۔پلیسٹوسین ٹرشیری زمانے کا اخیر اور انسان کي پیدایش
کے پیشتر کا زمانہ ہے۔ہنگولي کے قریب ایک مقام ہے جہان
کہتے ہین کہ فوسل ہڈیان کثرت سے پائی گئی تہین لیکن
افسوس ہے کہ انکی حفاظت نہ کي گئی۔

دریائے کرشنا کے سنگریزے گوداورت کے سنگریزون کے مطابق
ہین۔وہان ایلوویل مٹی۔ریت۔سنگریزے اور چونے کے
پرتون کے میدان ہین۔لیکن کوئی بہی زیادہ وسعت نہین
رکہتا۔اس دریا اور اسکے معاونین کے موجودہ رود خانون
کے اوپر ۶۰ سے ۸۰ فیٹ تک گراول کے طبقے پائے گئے ہین۔

کرشنا کے ایلوویل دیپازٹس مین کچہہ بہی وقعت رکہتے
ہین سو الماس کے سنگریزے ہین جو منیر کے سنگم کے قریب
دریا کے بائین کنارے پر پڑے ہوے ہین۔ان جماوٹون مین
ریتلی پتریون کے طبقے ہین۔پہر پتریان مخصوص کوارٹزائٹ
سے مرکب ہین اور انمین سے الماس نکالے جاتے ہین۔
دریا سے اوپر بہت بڑے لیول یعنی بہت اونچی سطح تک
گراول پڑے ہوے ہین اوروہ روئی کي کالی مٹی سے
ڈہنکے ہوے ہین۔

مٹی خصوصاً وہی ہے جو اوپر پڑی ہوئی چٹانون کي
شکستگي سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔جسمین قسم قسم کي
ریتلی مٹی۔سرخ یا سفید دلدل اور کچی دہات کا تلچہٹ
ملا ہوا رہتا ہے۔پہر ریگر یا تلچہٹ سیاہ یا گندمی مٹی والی
زمین ہے۔جسمین اکثر مختلف حصص چونے کے ملے ہوے
رہتے ہین۔وہ بہیگی حالت مین دلدار اور چکنی رہتی
ہے۔لیکن جب سوکہتی ہے تو ہلکی اور بہسکي ہوتی ہے اور
اسپر شگاف پڑ جاتے ہین۔وہ دیرتک نمي کو روکے رہتي ہے
اور عموماً ٹراپ روک کے ساتہہ شامل کي جاتی ہے
کیونکہ اسکی اصل اسیکی شکستگی سے ہے۔

کار آمد معدنیات

قلمرو نظام کا بہت بڑا حصہ چمکدار چٹانون سے ڈہنکا
ہوا ہے اسلئے اقسام کے معدنیات بعض بہت اور بعض کم
مقدار مین دستیاب ہوتے ہین۔

قدیم زمانیمین سوائے الماس۔سونا۔لوہا اور عمارت کے
پتہرون کے کسی اور دہات کي طرف خیال رجوع ہوا ہو ایسا
نہین پایا جاتا۔کرشنا کے ایلوویل ڈپازٹس مین سے الماس
پرتیال کے قریب کہود نکالے جاتے تہے جسکا ابہی ذکر
کیا۔اور دوسرے نومقام معلوم تہے جہان سے الماس
ڈہونڈے پائے جاتے تہے۔کرنول کي کانین بہی اُس زمانہ
مین شاہان گولکنڈہ کے قبضہ تصرف مین تہین اور انہین
کانون کے سبب سے پہر ملک دنیا بہر کي تواریخ مین
مشہور ہوا۔فرنچ جوہری اور سیاح ٹیوورنیر نے۔جو سنہ ۱۶۵۰ ع
مین پہر کانین دیکہنے گیا تہا۔نی۔کولور مین ساٹہہ ہزار
مزدورون کو کام کرتے ہوے دیکہا۔اسکا بیان پہر ہے کہ
وہان بہت بڑے بڑے ہیرے دستیاب ہوتے تہے۔

پرتیال مین الماس رکہنے والا طبقہ دس یا بارہ انچ سے
لیکر اٹہارہ انچ تک ہے اور اسکو روئی کي سیاہ چودہ سے
اٹہارہ فیٹ کے دَل والی مٹی ڈہانکے ہوے ہے۔حیدرآباد
دکہن کمپنی جسنے موجودہ آلات سے اس کام کو ازسرنو
کرنا شروع کیا بہت کچہہ کامیاب ہوئی۔ستر ہزار پاونڈ کے
مخارج کے بعد چار ہزار چہوٹے چہوٹے الماس کے ریزے
پائے گئے جنکی کل قیمت سات سو پاونڈ ہوئی۔ایسا
خیال کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانےمین پہر مفید معدني
زمین کہودی گئی ہے اور اب جو رہا ہے وہ صرف مٹی کے
ڈہیلے ہی ڈہیلے ہین۔

عمدہ سے عمدہ قسم کي لوہے کي کچي دہات جسمین
مخصوص سرخ اور مقناطیسی دہات ہوتی ہی سو ملک کے
بہت سے وسیع حصون مین واقع ہی۔بہت ہی قدیم زمانے
سے ملک نظام کا لوہا یلغارب۔نرمل۔جکتیال۔ورنگل۔اور
دوسرے مقامون مین کام مین لایا جاتا تہا۔جس کا ڈہلا ہوا
فولاد نہایت عمدہ قسم کا بناکر دوردراز مغربی ملکونمین
روانہ کیا جاتا تہا۔پہر بات ثابت ہوچکی ہے کہ ناپختہ
دہات جس سے مشہور دمشقی تلوار بنائی جاتي تہی وہ
ملک نظام کے ایک غیر معروف کانون سے لائی جاتی تہی۔
علاوہ مقناطیسی کچی دہات کے ایک تیٹانفرس نام کي
کچی دہات ضلعۂ ورنگل کے نلون سے پائی جاتی ہی۔زرد
اور سرخ آہن رکہنے والی مٹی بہی پائي جاتی ہی۔اور ایک
اور قسم کي کچی دہات بہی جو ٹراپ اور لیٹیرائٹ کے سنگم
کے پاس میدک اور الگندل سرکارس مین پائی گئی تہی بہت
سی کہودنکالی تہی۔عمدہ نرمل فولاد کي ساخت مین جو
دہات مستعمل ہے وہ مقناطیسی ریت اور امٹرائٹ سے
ملی ہوئی ایک مٹی والی کچي دہات کا بہمل ہے اور مقدار
مین ۳ سے ۲ حصے تک رہتی ہے۔

اگرچہ حیدرآباد دکہن کمپنی کو سرخ اور مقناطیسی کچی
دہاتون کے نہایت وسیع طبقون کي سنکارینی اور کوئلے کي
کانون کے قرب و جوار مین ملنے کي امید ہے۔لیکن ہنوز انکے
کہود نکالنے کي کوئی کوشش نہین کي گئی۔متوفی سردار
دلیر جنگ نے نہایت واضح اور مکلف یادداشت ان طبقون

کو کہود نکالنے کے واسطے تیار کي تھی جسکے لئے ایک لاکھہ پچاس ہزار پاؤنڈ کا سرمایہ مقرر کیاتھا۔لیکن اس تجویز کا کوئی نتیجہ نہین نکلا۔اسمین کچھہ شک نہین کہ سنگارینی سے لوہے کي کانون کے لئے آئندہ بہت کچھہ امیدین کي جاتي ہین۔کیونکہ نہ صرف وہ کوئلے کي کانون کے قریب ہین بلکہ یلانڈو کے ہمسایہ مین چونے کے پتھرون کے بڑے بڑے جمے ہوے طبقے موجود ہین۔اسلئے انکي تمام ضروری چیزین پاس ہی پاس ہین اور اسکو ایک عمدہ اور سودمند روزگار بنانے کے لئے فقط سعی و کوشش کي ضرورت ہے۔

گرانیٹوئڈ نیس۔بسالٹ اور شاہ آباد کا پتھر قدیم زمانے سے مذہبی اور دنیاوی امور کي عمارتون کے لئے بہت کچھہ کام مین لایا جاتا تھا۔اور اسکا واضح ثبوت شکستہ دیولون۔مسجدون اور مقبرون سے کہ جو ملک بہر مین پھیلے ہوے ہین۔باخوبی مل سکتا ہے۔گولکنڈہ مین قبرون کے اوپر کا پتھر پالش کئے ہوے بسالٹ کا ہے۔اور ویسے ہی ہنم کونڈا کے ہزارستونی دیول کے ستونونکا پتھر ہے۔جو پتھر مکہ مسجد مین کام آیا ہے۔سو عمدہ صاف کئے ہوے نیس کا ہے۔اور یہي ناصاف کردہ پتھر قلعۂ گولکنڈہ کي دیوارون کے لئے کام مین لیا گیا ہے۔

پہلی کارآمد معدني تلاش جو في زمانناسنہ ۱۸۷۲ء مین ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے ڈاکٹر کنگ نے کي سو سنگارینی کوئلون کے طبقون کي تہی۔پھر حضور نظام کے صیغۂ تعمیرات کے افسرون نے مسلسل کئی ایک سوراخ کئے۔اِن طبقون کي وسعت کا ثبوت ہوا۔اور کتنے ایک مقدار اِن کوئیلون کے نکال کر مدراس مین زیر تجربہ لائے گئے۔

لیکن ٹھیک طور پر اِن طبقون کے کہودنے کا کام سنہ ۱۸۸۷ع تک نہین کیا گیا۔اس سال مین حیدرآباد دکھن مائننگ کمپنی نے کہ جسنے لنڈن کے ایک سنڈیکیٹ سے اس ملک مین کانین کہودنے کے حقوق ایک سال پیشتر حاصل کئے تھے۔کام شروع کیا۔اس سنڈیکیٹ کو علاوہ حقوق کان کنی چار سال کے عرصہ تک ملک بھر مین حق تلاش معدنیات دیا۔بعد اسکے حق تلاش گورنمنٹ کي طرف آگیا اور اسمین کچھہ شک نہین کہ باقاعدہ تلاش ملک مین بذریعہ قابل اور اچھے مستعد کارگذارون کے شروع کي جاے تو اسکا نتیجہ یہہ ہو کہ کارآمد اور قیمتی معدنیات پائے جائین۔کیونکہ یہان کے لوگون کي آبا و اجداد سے چلي آئی ہوین باتین صاف بتلاتی ہین کہ اگلے وقتونمین یہان ہیرے اور سونے دونو کي کانون پر بڑی تیزي سے کام کیا جاتا تہا۔

في الحال تو صرف سنگارینی کوئلے کا معدن ہے کہ جس مین فائدے کے ساتھہ کام ہوتا ہے۔

یہہ کوئلے کا طبقہ وادئی گوداوری مین جو بڑے کوئلون کے خانے جمے ہوے ہین انمین کا ایک اوپری طبقہ ہے۔وہ عرض بلد ′۳۰ ′۳۰ °۱۷ شمال مین اور ″۲۰ ′۰ °۸۰ طول بلد مشرق مین واقع ہے۔چھبیس مربع میل کي سطح رکھتا ہے اور لوئر گندوانہ کے تمام اجزا اسمین موجود ہین۔براکرز کے سنگ خانے جنمین کوئلے کي ڈوریان آئی ہوئی ہین۔معلوم ہوتا ہے کہ قدیم تر چٹانون کے طاسون مین آ گرے ہین اور اسطرح کامٹھی کي جماوٹ کے پیشتر کہل جانیسے محفوظ رہے۔

ظاہراً کامٹھی طبقون پر بعد جمنے کے گھلاوٹ کا اثر بہت بڑا ہے کیونکہ سوائی ایک ۵۰۰ فیٹ بلندي والی پہاڑی کے جو طبقے کے شمال و مغرب کے کنارے پر واقع ہین۔کہین بہی انکا دَل ۱۰۰ فٹ سے زیادہ نہین۔اور نہ انمین کسی قسم کے کوئی فوسل پائے جاتے ہین۔

براکرز جنکا دَل ۳۰۰ سے ۶۰۰ فٹ کا ہی وہ بالکلیہ اور بے اِتصال طورپر کامٹھیون سے دھکے ہوے ہین۔اور ایک ہی ایک طبقہ کوئلے کا ہے جو دریا کے چٹاني رود خانہ کے پورٹ ہول مین واقع ہی۔براکرز کي وسعت بارہ مربع میل کي ہی۔جنمین سے نو میل کوئلہ رکھتے ہین۔

ٹالچیرز جو اچھی طرح پختگی کو پہنچے ہوے ہین فیلڈ کے شمال و مشرقي کنارے پر نکل آئي ہوے ہین۔وہ چمکدار وِنڈھین پر واقع ہین اور جنوب و مغرب کي طرف براکرز اور کامٹھی مین غلطان ہوگئے ہین۔انمین انکا مخصوص بولڈربڈ آیا ہوا ہی۔جسپر تاثیر برف کے اثار نمودار ہین۔

یہہ شگاف براکرز خانون کي رواني پر چلے گئے ہین۔اور جو بڑے سے بڑا ٹوٹکر گرا ہوا ٹکڑا پایا گیا ہی سو ۱۰۰ فٹ کا ہی۔لیکن وہ بہت دورتک پھیلے ہوی نہین ہین۔اور جہان زیادہ سے زیادہ تزلزل ہوا ہی وہان سے بہت نزدیک مین گاوُدم ہوکر رہ گئے ہین۔

سنگارینی فیلڈ مین چار بالکل جدا طبقے کوئلے کے پائے گئے ہین۔وہ حسب ذیل یکے بعد دیگرے درجہ بدرجہ ہین۔

(۱) موٹا دادار طبقہ جسکا دَل ۳۰ سے ۵۰ فٹ تک کا ہی جسمین متواتر کاربن کے شمل والے کوئلے کے پرت ہین۔یہہ کوئلہ خاصیت مین اوسط درجہ کا اچھا ہے۔اور خوب جلتا ہی جسکا اندازہ حسب ذیل اجزا کي جانچ سے معلوم ہوسکیگا۔

قایم کاربن	۵۲—۵
بخاری یا حرارتي مادہ	۳۴—۵
راکھہ	۱۳—۵

(۲) دوسرا طبقہ نمبر اول سے ۱۰۰ فٹ نیچے واقع ہي۔کوئلہ سیپی صفت ہي اور بے کار سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہي۔

(۳) تیسرا طبقہ نمبر دوم سے قریب ۳۵ فٹ نیاچے ہی۔ دَل اسکا ۲ سے ۹ فٹ کا ہی۔ لیکن وہ ساخت سیلی صفت کوئلہ ہے۔ اسمین سیکڑا ۳۰ حصے خاک ہے۔ لہذا وہ کوئی قدر نہین رکہتا۔

(۴) چوتہا کدنگ کا طبقہ کہلاتا ہی۔ یہہ نام ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر کدنگ کے نام سے دیا گیا ہی۔ جنہون نے اسکو دہوند نکالا تہا۔ اس طبقے مین بہت قیمتی نصف نفتالو والا ساخت سٹیم کول ہے۔ اور یہہ کوئلہ اوپر کے طبقے سے بہت سا کہودکر نکالا جاتا ہی۔ یہہ طبقہ دَل مین ۳ سے ۷ فٹ ہے۔ اس کوئلے کا مساوی الحجم ۳۴-۱ ہے۔ اور بموجب ذیل کے اسمین اجزا ہین۔

قام کاربن	۵۸
بخاری یا حرارتي مادہ	۳۲
راکہہ	۱۰

کدنگ طبقے کا کوئلہ اچہا زغال نہین دیتا ہي لیکن ایک گاس یعنے بخار دیتا ہی جسکي روشني اچہی قوت والي ہوتی ہی۔ وہ ایک پاونڈ کوئلے مین ۷ پاؤنڈ پانی کو بخار بناکر اڑا دیتا ہی۔ اور اسطرح خفیف سا یعنے قریب ۱۰ سے ۱۲ في سیکڑا عمدہ بنگالی کوئلے سے کم درجہ کا ہی۔ لیکن واروار کوئلے سے تو بہتر ہی ہے۔

في الحال کدنگ طبقہ کو کہودنے کا کام کا مٹی کے درمیان سے اوپری طبقے مین اسے ۵ درجہ تک مڑتے ہوئے گلیون سے عمل مین لایا جاتا ہی۔ ہر ایک انکلاین یعنے مڑنے کي جاے کے آخر مین ہوا کے لئے کوئلے تک ایک کہانکہہ قایم کیا گیا ہی۔

کدنگ سم یعنے طبقے کي سطح بالائی ۹ مربع میل کي ہی۔ اور اوسط دَل ۵ فٹ کا لیا جاوے تو اسمین ۴۷۵۲۰۰۰۰ ٹن کوئلہ ہونا چاہئے اور اگر سالانہ چار لاکہہ ٹن کہود نکالا جائی تو بہی یہہ ایک سو بیس برس تک کفایت کریگا۔

سنگاریني کوئلے پر اصل مین رایلٹی یعنے حق گورنمنٹ ایک ٹن پر آٹہہ آنے سے ایک روپیہ تک مقرر کي گئی تہی۔ لیکن کمپنی کے اور گورنمنٹ کے درمیان تکرار واقع ہونیسے لارڈ ہرشل کي ثالثی پر یہہ مقدمہ رجوع کیاگیا۔ جنہون نے اپنے فیصلے مین یہہ قرار دیا کہ حق رایلٹی سلائڈنگ اسکیل یعنے اوترتے ہوے میزان پر ہو جو کہود کالنے کے خرچ کے جو دو روپیہ گیارہ آنے گیارہ پائی ہے اور بیچنے کي قیمت کے درمیان موقوف رکہی جاے۔ اور زیادہ سے زیادہ رایلٹی ایک ٹن پر ایک حالی سکہ سے بڑھکر نہو۔ سنہ ۱۸۹۶ع مین حق رایلٹی کي رقم حالی سکہ مین ایک لاکہہ پچیس ہزار روپیہ ہوئی۔

سنگاریني کوئلے کي کان سے کوئلہ کا نکاس حسب ذیل ہوا ہے۔

سنہ ۱۸۸۷	۳,۲۵۹
سنہ ۱۸۸۸	۱۳,۳۸۲
سنہ ۱۸۸۹	۵۹ ٦۴٦
سنہ ۱۸۹۰	۱۲۵ ۴۸٦
سنہ ۱۸۹۱	۱۴۴,٦٦۸
سنہ ۱۸۹۲	۱۴۹,٦۰۱
سنہ ۱۸۹۳	۱۵۷ ۴۲۱
سنہ ۸۹۴	۲۴۰ ۵۲۵
سنہ ۱۸۹۵	۲۹۲ ۹۱۵

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرسال اسمین برابر ترقی ہے۔ في الحال ہرروز گیارہ سو سے بارہ سو ٹن تک کہود نکالا جاتا ہے۔

ملک حیدرآباد مین دوسرے مقامون کے کوئلے جہان انکی کانین معلوم ہوی ہین زیر تجربہ نہین لائے گئے ہین۔ اور جن طبقون کي ہمین ٹہیک ٹہیک خبر ملی ہے وہ صرف مادورام اور کامارام کے طبقے ہین۔

مادورام فیلڈ بہدرا چیلم کے نیاچے دریائے گوداوری کے رود خانے مین واقع ہے۔ اور کچہہ تو ممالک محروسہ برٹش مین اور کچہہ تو ممالک محروسہ نظام مین واقع ہے۔ مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ بلانفرد جنہون نے اس فیلڈ پر اپنا رپورٹ سنہ ۱۸۷۰ع مین کیا تہا۔ وہ برٹش جانب کے کوئلے کا شمار پچیس ہزار ٹن کا کرتے ہین۔ جسمین سے صرف نصف ہی مل سکتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۴ع مین کئی ایک سوراخ ممالک نظام کي جانب کو رائے گودیم گانون سے تین میل کے سطح مین اور دریائے گوداوري کي جنوب مین پانچ میل کي سطح مین کئے گئے۔ جہان تین طبقے حسب ذیل پائے گئے۔ (۱) یک فٹ کا طبقہ سطح سے ۲۴۷ فٹ نیاچے (۲) ایک چار فٹ دَل والا طبقہ ۲۷۲ فٹ نیاچے اور (۳) چہہ فٹ دَل والا طبقہ سطح سے ۳۱۴ فٹ نیاچے۔

کامرام کا نام دو چہوٹے فیلڈز کو دیا گیا ہے۔ جو ورنگل کے شمال و مشرق مین ۴۰ میل کے فاصلے پر کامرام نام کے گانون کے پاس واقع ہین۔ اِن مین سے بڑا قریب چہہ میل لنبا اور ایک میل چوڑا ہے اور اسمین گندوانہ سریز کے تینون طبقے یعنے ٹالچیرز۔ براکرز اور کامٹیز موجود ہین۔ وہان دو طبقے نو اور چہہ فٹ کے یکے بعد دیگرے موجود ہین۔ اور انمین جو کوئلہ کام آسکے اسکا مقدار ۱۱۳۲۵٦ ٹن کا شمار کیا گیا ہے۔ یہہ کوئلہ معمولی وردھا فیلڈز کے کوئلے کے برابر ہے۔ چہوٹا فیلڈ جو قریب آدہے مربع میل کي سطح مین ہے۔ وہ کچہہ وقعت نہین رکہتا۔ کامرام فیلڈ عمدہ مقام پر نہین واقع ہے کہ نکالکر کام مین لایا جاوے کیونکہ وہان ہمسایہ مین کوئی ریلوے نہین ہے اور پاني لیجانا ممکن نہین ہوتا۔

ٹرانزیشن سیریز کے بیان کرنیمین ممالک محروسۂ نظام مین دھاروار چٹانون کے تین پٹون یا پرتون کا وقوع بتلایا گیا ہے یعنے موسکی دومنہال۔ اور ساگر بیانڈز اور انکا مختصر حال مسلسل طور پر اب بیان کیا جاتا ہے۔

موسکی بیانڈ۔ جسکا اسی نام کے ایک بڑے گانون پر سے نام دیا گیا ہے۔ شکل مین بہت، بانکا ٹیڑھا ہے۔ اسکا جنوبی سرا دریائی تنگ بھدرا کے شمال و مغرب مین تین میل پر واقع ہے۔ اور اسکا شمالی سرا دریائی کرشنا کي جنوب مین قریب چار میل پر واقع ہوا ہے۔ اس طبقے کا نصف حصہ شمال کي جانب جبکہ بالکل پہاڑیون والا ہے تو نصف جنوب کي طرفکا نہایت مسطح ہے اور صرف دوہی دو پہاڑیان رکہتا ہے۔ سب سے زیادہ زبردست چٹان سیاہ شستوز ہارنبلنڈک ٹرافوئیڈ ہے جو اس مقام پر ہمعصر اور غیر مبدل ٹراپ کے اندر یا صحیح ہارنبلنڈک شست مین جیسا موقع بنا گذر گیا ہے۔

یہی طبقہ ہے کہ جسپر حیدرآباد دکہن کمپنی نے بڑتي تیزي کے ساتھہ تلاشین کي ہوئي ہین۔ اور وندالی کي کارپردازی نے اس، ڈیڑھہ سال کے عرصہ مین ایک بالکل جدا معاون کمپنی کہڑی کردی ہے۔ وندالی کے پشتہ مین جو قریب ایک ہزار ایکر کے وسعت رکہتا ہے۔ کوارٹز ٹھیک مقدار مین موجود ہے۔ اوسط یافت ایک ٹن مین تین اونس کي ہے اگرچہ بعض بعض وقت کچی دہات کے ایسے نمونے بہی پائے گئے ہین جنمین سے فی ٹن بیس اونس تک پایا گیا ہے۔ وندالی مین جو پس پا کرنیوالی شي ہے وہ تنگئی آب ہے۔ لیکن ابہی ایک مصنوعی تالاب بناکر اسکی تنگی رفع کي ہے۔ جسمین سے اتنا پانی مل سکیگا کہ تمام ضرب کرنیکی مشینری چل سکیگی۔

بومنہال پٹا دریائے کرشنا کے بائین کنارے کے نزدیک سے شوراپور کي مغرب مین شمال و مغربی رخ کئے ہوئے قریب بیس میل تک پہیلا ہوا ہے اور پہر بڑی روئی کي زمین کے پہیلاو کے نیچے جو دریائے کرشنا و بہیما کے درمیان واقع ہے غایب ہوگیا ہے۔ برمنہال گاؤن جو اس پٹے کے جنوبي کنارے پر واقع ہي سو کرنل میدوز ٹیلر کا پیارا مقام مشہور ھي جبکہ وہ راجۂ شوراپور کے ساتھہ ریسیڈنٹ تہے۔ پہاڑی کي چوٹي پر انکا مکان ابتک موجود ہے۔

بومنہال بیانڈ قریب تین میل کے چوڑا ہے اور جس شست سے وہ مرکب ہے سو خصوصاً ہارنبلنڈک ہے۔ حیدرآباد دکہن کمپنی نے یہان متعدد قدیم کارگاہن پائی ہین اور سب طرح سے پایا جاتا ہے کہ اس پٹے مین سونا بہت اچھے مقدار مین ہوگا۔

ساگربیانڈ دھاروار چٹان کا ایک چہوٹا سا بالائی طبقہ ہے اور ساگر اور شوراپور کے درمیان واقع ہی۔ وہ ظاہر ہے کہ کچہہ بہت وقعت نہین رکہتا۔

ممالک محروسۂ۔ حیدرآباد مین زرخیز چٹانون کي کل سطح جو تاحال حسب ثبوت جیولوجیکل سروے آف انڈیا اور کمپنی کے کام کرنیکے مقامون کي سطح ۱۲۳۸ مربع میل ہے۔ بڑی لیت و لعل کي معاملہ سازی کے بعد سنہ ۱۸۹۴ع کے ڈسمبر مہینے مین حیدرآباد دکہن کمپنی کو اس سطح زمین کے لئے ابز ینے قرارنامہ دیا گیا۔ اور ساتہہ ہی اسکے اس رقبہ کے اطراف آٹہہ میل کي کنارپر تلاش کرنیکے لئے دس سال کي مدت کا عہد نامہ دیا گیا ہے۔ ان تمام باتون پر خیال کرتے ہوے پایا جاتا ہی کہ کمپنی کو سونا بہت کچہہ ملے۔ اور اسمین کچہہ شک نہین کہ جب برابر تلاش کا کام شروع ہوکر وسعت پکڑتا جائیگا اور نئے نئے پشتے تحقیق ہوتے جائینگے تو زیادہ سرمایہ لایا جائیگا اور رفتہ رفتہ تمام رایاچور دوآب انگریزی سرمایہ کے ذریعہ سے اور انگریزی مہم سے حضور نظام کے ممالک کا ایک نہایت زرخیز حصہ بن جائیگا۔

دوسرے معدنیات

دوسری ایک ہی ایک دہات ہے کہ جسکے لئے حیدرآباد دکہن کمپنی نے تلاش کي ہوئی ہے۔ یہہ مائکا یعنے ابرک ہے۔ اسکے کئی ایک طبقے ضلعۂ ورنگل کے کہمامیت تعلقے مین واقع ہین۔ لیکن جو نمونے تاحال پائے گئے ہین سو بہت رنگین اور داغدار ہین اور کوئی تجارتی وقعت نہین رکہتے۔

کورند کے عمدہ نمونے اور یاقوت کے بڑے مقدار پلونچا تعلقے مین پاے گئے ہین۔ لیکن انکو ٹہیک اور باقاعدہ طور پر کہودا نہین گیا۔ ایلگنڈل ضلعے کے حسن آباد تعلقے مین گرانائٹ کا ایک چہوٹا سا طبقہ معلوم ہوا ہي۔ چونا اور کنکر تو سارے ملک بہر مین عام ہین۔

جیسا کہ پیشتر کہا گیا۔ ملک کي پوری اور باقاعدہ جیولوجیکل تحقیقات مین بہت کچہہ باقی رہا ہوا ہے۔ اور جو جو خبرین کہ دستیاب ہری ہین انسے پایا جاتا ہے کہ ایسی تحقیقات بے شک بہت سے معدنیات ظاہر مین لائینگی۔ کہ جنکا سان و گمان نہین۔
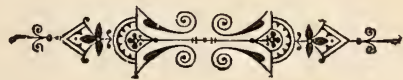
نظام کی ضمانتی اسٹیٹ ریلوی
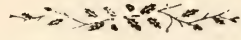
حضور نظام کي ضمانتی اسٹیٹ ریلوے واڑی جنکشن سے شروع ہوتی ہے جو قلمرو نظام میں بمبئی سے ۲۷۶ میل پر جی-آئی-پی ریلوے لائن سے ملا ہوا ہے واقع ہے اور واڑی سے بزواڑے تک جو ایسٹ کوسٹ ریلوے کا ٹرمنس ہے ۳۳۸ میل کا فاصلہ ہے-جہان اخیر کے بائیس میل انگریزی ملک میں داخل ہیں-في الحال تین پریسیڈنسی کے شہرونمین صرف ایک بمبئی ہی ایسا شہر ہے جو بخط راست ریلوے کے ذریعہ سے حیدرآباد سے ملا ہوا ہے-کلکتہ اور مدراس کو اس دارالریاست سے کسیقدر چکر کھا کے جانا پڑتا ہے- واڑی سے ۲۶۱ میل پر ڈورناکل جنکشن سے ایک سول میل کي شاخ نکلی ہوئی ہے جو ایلنڈو کو جانے سے پہلے سنگاریني کے قصبہ میں سے جہان ریاست حیدرآباد کي مشہور کوئلہ کي کانیں ہیں ہوکر گذرتی ہے-اور وہان ریلوے کا اسٹیشن بہی ہے-اس لائن کي پٹریان چوڑی ہیں جیسی جی-آئی-پی-ایسٹ انڈیا اور مدراس ریلوے لائنون کي-اس ریلوے کا پہلا حصہ جو واڑی سے سکندرآباد کو جاتا ہے ۱۲۰ میل ہے - اس میں تریملکہیڑی کي ایک چہوٹی سی شاخ ہے جو فقط وہان کي مقیم فوجون کے لئے استعمال کي جاتی ہے-یہ شاخ حیدرآباد پر سے گذرتی ہے یہ حصہ ۸ اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ع کو مکمل ہوکر آمد و رفت کے لئے کشادہ کیا گیا-پہلے پہل مدارالمہام نواب سرسالارجنگ بہادر اول اور امیر کبیر شمس الامرا بہادر جو کوریجنٹ تہے معہ چند معززون کے ایک اسپشل ٹرین میں حیدرآباد سے سوار ہوکر تریملکہیڑی کو گئے ہوئے تہے-اسوقت نہایت درجہ کي خوشی اور زور زور کے جشن ہو رہے تہے - رات کو چدرگہات باغ عامہ میں ایک شاہی جشن منعقد ہوا تہا-روشنی کا ٹہاٹ قابل دید تہا-ریلوے کا یہہ حصہ سوائے چند بڑے بڑے شہرون کے-بالکل جنگلون اور بیابانون میں سے ہوکر جنمین خاصکرکے تانڈو اور وفاآباد کے ویرانے ہیں گیا ہوا ہے-تجربہ

حیدرآباد ریلوے اسٹیشن

سکندرآباد ریلوے اسٹیشن

سے پایا جاتا ہے کہ ریلوے نے لوگون مین سفر کی خواہش بڑہادی ہے—اور نظام کی ریلوے نے تو بہت ہی زیادہ—دوسرا حصہ جو سکندرآباد سے ورنگل تک ۸۷ میل کا ہے ۳ اپریل سنہ ۱۸۸٦ع کو کشادہ کیا گیا اسکی افتتاح کے وقت حضور نظام معہ اپنے اسٹاف اور مدارالمہام مرحوم سرسالارجنگ دوم اور دوسرے حیدرآباد و سکندرآباد کے بہت سے معزز مہمانون کے ایک اسپیشل ٹرین مین قاضی پیٹھہ کو گئے جو ورنگل سے چہہ میل کے فاصلہ پر ہے اور چاندا ریلوے کا مجوزہ جنکشن—یہان مہمانون کے لئے ایک مکلف حاضری موجود تہی اسکے دودن بعد چدرگہاٹ کے باغ عامہ مین ایک شاہی جشنِ افتتاح ہوا—تمام باغ اور نیز سیاہ چٹانون کی روشنی زایدالوصف تہی—تیسرا حصہ ورنگل سے ڈورناکل اور یلانڈو تک ہے جہان کوئلہ کی کہانین ہین—یہ حصہ فیبروری سنہ ۱۸۸۸ع مین کشادہ ہوا اور چوتہا مزید حصہ یہان سے بزواڑہ تک گیا ہوا ہے جو ۱۰ فیبروری سنہ ۱۸۸۹ع کو مفتوح ہوا—

مرحوم سرسالارجنگ اول نے تجویز کی تہی کہ حیدرآباد کو بذریعہ ریلوے لائنون کے تین پریسیڈنسی کے بڑے بڑے شہرون سے ملا دیا جائے—پس اسلئے حیدرآباد سے جتنی لائنین تیار ہوی ہین اور آئندہ ہونگی وہ انہین کی ممنون و مشکور ہین—قدیم لائین کی تعمیر برٹش افسرون کے زیرنگرانی ہوئی تہی جس پر ریاست حیدرآباد نے ۱،۲۳،۰۰۰۰۰ روپیہ صرف کیا تہا فی میل ۱۰۵۰۰۰ کے حساب سے—پہلے چند سال تک اس لائن کی آمدنی قابل اطمینان نہین تہی اس لئے خزانہ پر زیادہ بار ہوا کیونکہ اسکے لئے جو سرمایہ قائم کیا گیا تہا اسکا سود خزانہ سے دینا پڑا لیکن رفتہ رفتہ اسکی آمدنی بڑہ ہی گئی چنانچہ بیس برس کے عرصہ مین یعنے سنہ ۱۸۷۴ سے سنہ ۱۸۹۴ع تک آٹہہ ہزار روپیہ سے ۳٦۰،۰۰۰ تک ہوگئی اور سنہ ۹۴ سے اسکے سرمایہ پر سیکڑا تین روپیہ سود کا اوسط آتا ہے—موجودہ کمپنی نے ایک عہد نامہ کے مطابق جو اسکے اور حضور نظام کی گورنمنٹ کے مابین ہوا تہا—جنوری سنہ ۱۸۸۵ع کو ۲۱۸،۰۰۰۰۰ روپیہ پر یہ لائن خرید کرلی—اس کمپنی کا سرمایہ ۴۵۰۰۰۰۰ پاونڈ ہے—اس مبلغ پر بیس برس تک سیکڑا پانچ ٹکے سود دینے کی حضور نظام کی گورنمنٹ نے ضمانت کی ہے—پانچ ٹکون مین سے جو قرضہ کے سرمایہ پر سود کے دیئے جاتے ہین ایک ٹکا احتیاطاً محفوظ رکہا جاتا ہے—تاکہ اس سے آئندہ قرض گہٹایا جائے یا بالکل ادا کردیا جائے—گورنمنٹ ضمانتی سود ادا کرتی ہے اور کمپنی ریلوے کی آمدنی کو بوضع اخراجات کے گورنمنٹ کے سپرد کرتی ہے ان دونون مین جو فرق آتا ہے وہ گورنمنٹ کا قرض ہے کمپنی کے اوپر جو ضمانت کے اختتام مدت کے بعد گورنمنٹ کو ادا کیا جائیگا—کمپنی نے بزواڑے اور چاندا ریلوے کی توسیع کا کام اپنے ذمہ لیا ہے—جو ۳۷۰ میل ہے سکندرآباد سے بزواڑے تک فی میل

۶۰،۰۰۰ روپیہ صرف ہوے اور یہ صرف تخمینہ سے اور
نیز اس خرچ سے جو قدیم لائن پر ہوا بہت کم تہا۔اوسکی
وجہ یہ کہ اسباب اور مزدوری ارزان ملی اور اسٹیشنون کی
تعمیر کفایت شعاری سے کی گئی

ابتدا مین ارادہ تہا کہ گلبرگہ کا قدیم تاریخی شہر جو
کسی زمانہ مین سلطنت بہمنیہ کا پاے تخت تہا نظام
اسٹیٹ ریلوے کا ٹرمنس بنایا جاے لیکن چند وجوہات
کے باعث انگریزی افسرون نے ہنگام تعمیر لائن گورنمنٹ کے
ارادے کی تعمیل نہین کی اور بدنصیبی سے راستہ بدل دیا۔
بڑے بڑے آباد شہر اور مزروعہ اضلاع دور ہوگئے۔کمپنی
اس لائن پر نہایت کفایت شعاری سے کام لیتی ہے۔
سنہ ۱۸۸۵ سے سنہ ۱۸۹۵ع تک معمولی تعمیرات کی سالانہ
اخراجات کا اوسط تمام آمدنی مین سے فی صدی ۵۰٫۹۹ تہا
اس لائن پر۔واڑی سے بزواڑے تک کوئی مکاف و مکمل
اسٹیشن نہین ہے۔لیکن دس مین سے نو اپنے خاص تاریخی
حالات رکہتے ہین ۔ اور انمین ابتک زمانۂ گذشتہ کی جاہ و
جلال کے بقیہ موجود ہین۔واڑی چہوڑنے کے بعد پہلا اسٹیشن
چیتاپور کا آتا ہے جو تمام لائن پر سب سے زیادہ خوبصورت
اور چونے کے پتہر سے بنا ہوا ہے۔جو اس اضلاع مین افراط سے
ہوتا ہے۔ ٹانڈور کا اسٹیشن صرف ایک ہی ہے جہان واڑی
اور سکندرآباد کے درمیان رفرشمنٹ روم ہے اس مین کوئی
عمارتی خوبصورتی نہین لیکن مضبوط بہت ہے۔یہان ایک
لوہے کا پُل ہے دریاے کاگنا پر بنا ہوا۔نہایت خوبصورت اور
بہت مضبوط۔اس مین پندرہ کمانین ہین فی کمان ۶۰ فیٹ
چوڑی۔اس لائن پر اس سے بڑا اور بہتر کوئی پُل نہین
اس مقام پر یہ بات بہی قابل الذکر ہے کہ کمپنی کا ارادہ ہے
کہ تمام قدیم پُلون کو توڑ کے انکی جگہ پر لوہے کے
جدید پُل تعمیر کرے ۔ لینگم پلی سے روانہ ہونیکے بعد
حسین ساگر جنکشن تک جو مقام روانگی سے ۱۱۱½ میل کا
فاصلہ ہے تمام سڑک بالکل جنگلون۔ویرانون اور چٹانون
مین سے ہوکر گذرتی ہے۔یہ چٹانین ایک عجیب دہنگ کی
ہین جو دیکہنے سے تعلق رکہتی ہین۔خاصکر کے ملک کا
یہ حصہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیلاب بُرد ہوگیا ہے۔
صرف ٹیلے اور پہاڑیان باقی رہگئی ہین۔اس جنکشن پر
دو شاخین ہین ایک حیدرآباد کو جاتی ہے اور دوسری
سکندرآباد کنٹونمنٹ کو۔یہ دونون شاخین ایک لوپ لائن
سے ملی ہوئی ہین جو مثلث شکل کی ہے۔عندالضرورت
آگ گاڑی سیدہا واڑی سے سکندرآباد جاسکتی ہے۔لیکن
دوسرے ایام مین پہلے حیدرآباد کو اور پہر سکندرآباد کو۔
حیدرآباد کا اسٹیشن مشرقی وضع کا ایک عظیم الشان
اور رعب دار مکان ہے لیکن اسکی وسیع لوہے کی چہت
مغربی طرز کی ہے یہ جگہ ہر طرحسے اسٹیشن کے لئے
ناموزون ہے کیونکہ ایک تو تجارتی مرکز سے دور ہے اور
دوسرا شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر۔حیدرآباد ٹرمنس
ہونے کی وجہ سے آگ گاڑی وہان سے حسین ساگر جنکشن کو
واپس آتی ہے اور حسین ساگر کے تالاب کے شمال و مغربی
کنارے سے ہوتی ہوی داخل سکندرآباد ہوتی ہے جو واڑی سے
۱۲۱ میل کے فاصلہ پر ہے۔سکندرآباد کے اسٹیشن کی
عمارت ایک مستحکم و پائدار ہے۔لیکن وہان مسافرون کو
ویسی راحت و آسایش نہین ملتی کہ جیسی اس قسم کی
عمدہ فرودگاہ مین ملنے کی امید ہوتی ہے۔اس اسٹیشن
کے برآمدے مین چار بلند ستون ہین تمام پتہر کے بنے ہوے
اور اسکے سامنے ایک خوشنما باغیچہ ہے کمپنی کی
ملکیت۔چونکہ سکندرآباد ریلوے کا ہیڈکوارٹر ہے اس لئے
کُل کارروائی کے دفاتر وہین ہین۔اور ریلوے کے ایجنٹ و
منیجر مسٹر پنڈابری اور نیز دوسرے تمام بڑے بڑے افسر
وہین پر۔کنٹونمنٹ مین رہتے ہین۔انجن اور گاڑیون کی
ساخت کا کارخانہ پہلے سکندرآباد مین تہا لیکن اب وہان سے
للہ گوڑے کو منتقل ہوگیا ہے جو ایک صحت بخش
مقام ہے اور بلندی پر واقع۔ریلوے کمپنی نے اسکو ایک چہوٹا سا
سرگرم شہر بنادیا ہے ۔ ریلوے کے تمام ملازمین وہین
رہتے ہین اور انکی ضرورت کے کُل سامان وہان موجود ہین۔
لیکن ریلوے ہسپتال اور ریلوے لیبریری سکندرآباد مین ہے۔
سکندرآباد کے بعد جو دوسرا عمدہ اسٹیشن آتا ہے وہ قاضی
پیٹہہ کا ہے جو چاندا ریلوے کا مجوزہ جنکشن ہے لیکن
اب تک اس لائن کی تعمیر شروع نہین ہوئی۔دوسرے
قابل ذکر اسٹیشن ورنگل ڈورناکل کہماممیٹ۔کونڈاپلی اور
بزواڑے کے ہین۔کونڈاپلی مین کہلونے عمدہ عمدہ بنتے ہین۔

قلمرو نظام کی کثیر پیداوار کی نکاسی کے لئے اور ریلوے
لائنون کی وسعت کی ضرورت ہے۔اور یہ ضرورت حیدرآباد
گوداوری لائن کی تعمیر سے جو غالباً اس صدی کے ختم ہونے کے
پیشتر مکمل ہوجائیگی کسیقدر رفع ہوگی۔اس سے وہان کی
رعایا کو جو کچہہ فائدہ پہونچیگا وہ ثابت کردیگا۔کہ پہلا
طریقہ جو مال و اسباب کے لیجانے کا تہا وہ کبہی اس
موجودہ طریقہ کا مقابلہ نہین کرسکتا۔یہ لائن چوڑی پٹری
کی ہوگی اور اسکا فاصلہ ۳۷۹ میل ہوگا۔وہ منماڑ سے جو
جی۔آئی۔پی ریلوے کی جبل پور لائن ہے۔اورنگ آباد۔
جالنا ۔ پربہنی۔اور ناندو ہوتی ہوئی سکندرآباد کو جائیگی۔
حضور نظام کی ضمانتی ریلوے اس لائن کی تعمیر کررہی
ہے اور اسکے اخراجات کا تخمینہ چار کروڑ روپیہ ہے۔

صناعی اور کاریگری

اگرچہ ریاست حیدرآباد مین مثل تمام ہندوستان کے یوروپ کے مصنوعی کپڑے اور دوسرے اسباب استعمال خانگی وغیرہ کي ہرسال خواہش بڑھتی جاتی هے لیکن باوجود اسکے ابتک یہان کي قدیم تجارت اور دیسی مصنوعات ویسی ہی تیار ہوتی ہین جیسے پہلے ہوتی تہین لیکن فرق اتنا هے کہ اب اُس کثرت و افراط سے نہین

کچا لوہا — جو ریاست کے وسطی اور مشرقی حصہ مین افراط سے ہوتا هے اکثر شہرون مین پگھلایا جاتا هے — اسکے نکالنے کے لئے زمین مین گڑھے کھودے جاتے ہین ہ بعض مقامات مین نالون کي تہامین سے نکلتا هے — لیکن ریتلے ملکون مین اوسکے گول ٹکڑے اقسام کي جسامت کے سطحہ کے اوپرہی پائے جاتے ہین — انکے لئے گڑھے کھودنے کي ضرورت نہین ہوتی لوهے کو پسکے پگہلاتے ہین لیکن جب اسکے ٹکڑے زیادہ سخت ہوتے ہین اور توٹتے نہین تو انہین پہلے جلاتے ہین اور پھر پیستے ہین انکے پگھلانے کي بھٹیان بالکل بےڈول ہین —

ہندوستان کا فولاد کسی زمانہ مین بہت مشہور تہا اور یوروپ کے اقسام کے ہتیار یہان آنے کے پیشتر اسی سے طرح طرح کے مہلک جانستان ہتیار بنتے تہے — اکثر مقامات پر اب بہی انکی ساخت کچھہ موقوف نہین ہوئی مثلاً کنداسامُدرام مین جو اورنگ آباد کے ناندر کے اضلاع مین نِرمل کے قریب واقع هے نہایت عمدہ لوهے سے جو وہان نکلتا هے فولاد تیار ہوتا هے — یہ لوہا نہایت دمدار اور چمڑا ہوتا هے — جو نہ صرف تمام انگلنڈ کے لوهے سے بلکہ سوئیڈن کے لوهے سے بہی بہتر اور فایق خیال کیا جاتا هے — کنداسامُدرام سے چوطرف فولاد بھیجا جاتا هے لیکن زیادہ کرکے ایراني کاریگر اسکو بخط راست بھٹیون سے خرید کرتے ہین — اسکے ایک سوداگرنے کئی سال پیشتر ڈاکٹر وایسی سے جو مشہور عالم ترتیب اراضی گذرا هے کہا تہا کہ ایران مین اکثر آزمایش کي گئي کہ لوهے سے ویساہی فولاد بناوے جیسے کنداسامُدرام مین بنتا هے لیکن نہوسکا —

بِدري برتن نہایت خوبصورت ہوتے ہین اگرچہ انکی تجارت اب ویسی نہین هے جیسے پہلے تہی اور اب بہت کم اٹھتے ہین — یہی وجہ هے کہ اونکے کاریگر بہت غریب ہین جب تک انسے خاص فرمایش نہین کي جاتی وہ تیار نہین کرتے — بدری برتن مرکب دہاتون سے بنتے ہین — چونکہ وہ بوجہ اقسام کے بیل بوٹون اور عمدہ گُلکاری کے بہت ہی خوبصورت ہوتے ہین اس لئے انکي قدر و قیمت بہی زیادہ ہوتی هے — اِنکا پہلا رنگ کالا ہوتا هے لیکن اصل مین وہ جست کا رنگ هے — انمین تانبا سولہ اونس سیسا چار اونس اور ٹین دو اونس ہوتا هے — ان سبھون کو مخلوط کرکے پگہلاتے ہین اور اُس آمیزش کے ہر تین اونس پر سولہ اونس جست شریک کیا جاتا هے — اور کالا رنگ لانے کے واسطے اس آمیزش کو سال امونیاک شورے او معمولی نمک کي گلاوٹ مین جس مین نیلا توتا اور موم داخل ہوتا هے ڈبویا جاتا هے تاکہ اسکا کُشتہ نہوجائے پہر اس مذاب یعنے عرق کو ایک پختہ مٹی کے سانچے مین ڈہالکے برتن بناتے ہین — اور پہر انپر اقسام کے سونے اور چاندی کے بیل بوٹے نہایت خوبصورت نکالتے ہین — بدري برتنون مین گلدان چلمچیان — آفتابے — حقے — اُگالدان — پیالے — تشتریان — چھوٹے صندوق اور پاٹ وغیرہ ہوتے ہین انکا نام بِدري ہونے کي وجہ یہ هے کہ زیادہ کرکے وہ خاص بِدر مین تیار ہوتے ہین حالانکہ انکے تیار ہونیکے اور مقامات بہی ہین —

تلوارون کے عمدہ آبدار پہل جگدیوپور مین جو کہامن کے ضلع مین واقع هے تیار ہوتے ہین — لیکن ادني قسم کي پہل حیدرآباد — گُدوال — دنپرتی — کولاپور اور نیز ریاست کے دوسرے مقامون مین بنتے ہین — یہ پہل خمدار اور سیدهے دونون قسم کے ہوتے ہین — عمدہ پہلون کو ہاتھی دانت اور فولاد کے قبضے ہوتے ہین جن پر سونا اور چاندي جڑي ہوئی ہوتی هے — توپ — بندوق اور تپنچے ریاست کے اکثر مقامون مین ابتک تیار ہوتے ہین — لیکن انکي ساخت عمدہ نہین ہوتی — حیدرآباد کے امرا شکار وغیرہ کے لئے جن بندوقون اور رایفلون کا استعمال کرتے ہین وہ دیسی ساخت کي نہین بلکہ انگریزی ساخت کي اور نہایت عمدہ ہوتی ہین حضور نظام کي باقاعدہ فوج کے پاس بہی انگریزی بندوقین ہی ہین — جو انگلنڈ سے منگوائی گئی ہین —

بچھوے اور چاقو گُدوال اور جگدیوپور اور نیز حیدرآباد کے قریب بعض قصبون مین بنتے ہین اور انکي شکلین اور لمبائی اون قومون کي عادت کے مطابق ہوتی هے کہ جنکے لئے وہ تیار ہوتے ہین — مثلاً عربون کے ہتیارون مین سوائے انکي بندوق باروت گولی اور تلوار کے ایک جمبیا ہوتا هے ۷ انچہ لمبا اور دو سے چار انچہ چوڑا اور گاؤدم اور سکین یعنے چاقو ہوتا هے خمدار پہل کا ۷ یا ۸ انچہ لمبا — اور پٹھانون کے لئے دسپنا بنتا هے آگ کانٹے اور دوسري چیزین اٹھانے کا — اور روہیلون کے لئے پیش

قبض ایک فوٹ لمبی اور کٹاری۔سکھون کے لئے ایک مخصوص شکل کے ہتیار جو انکی پگڑیون مین بندھے رہتے ہین حیدرآباد مین بنتے ہین—

حیدرآباد مین گینڈے کے چمڑے اور نیز دوسرے پکائے ہوے چمڑے کی ڈہال بنتی ہے جو بعض دیسی فرقون اور علی الخصوص روہیلون کے پاس ہوتی ہے اور حیدرآباد۔گدوال۔ورنگل اور نیز دوسرے مقامون مین سونے اور چاندی کے پرتلے تیار ہوتے ہین جو دارالریاست مین اکثر غیر فوجی لوگ باندہتے ہین ان پرتلون مین اکثر جواہر جڑے ہوے ہوتے ہین۔اورنگ آباد اور نیز دوسرے شہرون مین نیزے اور بھالے تیار ہوتے ہین—

ورنگل مین قالین اور دُہتے کثرت سے تیار ہوتے ہین۔قالین کی تین قسمین ہین۔ریشم۔روئی۔اور اون۔ان کا نقشہ ایران کے قالینون کا سا ہوتا ہے۔ریشمی قالین زیادہ قیمتی ہوتی ہین۔سنہ ۱۸۵۱ع کی انگریزی نمایش گاہ مین جو قالین عمدہ سے عمدہ رکھے گئے وہ ورنگل کے ریشمی قالین تھے۔جنکی قیمت ایک مربع گز کی ایک سو پاؤنڈ تھی اسوقت ورنگل سے اقسام کے قالین اور دہتے کثرت سے یورپ کو جاتے ہین۔حیدرآباد اور گلبرگہ کے جیلخانہ مین بھی روئی کے قالین اور دُہتے تیار ہوتے ہین—

حیدرآباد۔اورنگ آباد۔پائٹن اور گدوال وغیرہ مین مشروع اور ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ہے۔جنکے بیگمات لہنگے پہنتی ہین۔چکن اور کارچوبی کپڑا خاصکر کے اورنگ آباد اور پائٹن مین تیار ہوتا ہے۔کارچوبی کام مین ایک چھوٹے سے رنگین جانور کے پر استعمال کئے جاتے ہین جو خاندیس وغیرہ سے آتے ہین۔دوسری قسم کا کارچوب پھولون اور پتون سے تیار ہوتا ہے۔زیرنگی کے پرون کو سونے اور چاندی کے بادلے کے ساتھہ۔پیتل کے "ستارون" مین ٹانکتے ہین۔ٹوپیان اور مخمل کے جوتے ویسے ہی زربفت کے ہوتے ہین۔اورنگ آباد مین کمخواب اور پائٹن مین زربفت بنتا ہے۔ورنگل۔نارائن پیٹھہ۔مڈواڑا۔اور حسین پرتی مین۔ساڑھیان اوڑھنیان اورلسر اور دوسرے ریشمی کپڑے تیار ہوتے ہین۔دیسیون مین ریشم کے کیڑون کی پرورش کا ایک عجیب قاعدہ ہے یعنے یہ کہ اون کیڑون کے گھرون پر وہ سوائے اوس شخص کے کہ وہ جسکے سپرد ہین دوسریکی پرچھائین تک پڑنے نہین دیتے۔کچا ریشم وہان سے دوسرے اضلاع کو کثرت سے جاتا ہے۔سونے اور چاندی کے تار ریاست کی دستکاریون مین سے ہین۔اور علاوہ اسکے ایک قسم کی موٹی تیل اور دوسرے اقسام کے رنگ جنگلی جہاڑون سے تیار ہوتے ہین۔شورا اکثر مقامون مین ہوتا ہے۔اور کاغذپورے مین جو دولت آباد کے قریب ایک گانون ہے اقسام کے کاغذ تیار ہوتے ہین لیکن اب آہستہ آہستہ انگریزی کاغذ انکی جگہہ پر مروج ہونے لگا ہے۔گنّا تمام ملک مین عام طور پر ہوتا ہے جسکا شیرہ اقسام کے کامون مین آتا ہے اور اسکی صاف کی ہوئی شکر بازارون مین فروخت ہوتی ہے۔موٹا نمک ریاست کے اکثر مقامات مین پایا جاتا ہے جسکو کم و بیش تبخیر و جوش سے صاف کرتے ہین۔رایچور مین اقسام کے مٹی کے نہایت خوبصورت برتن جنکی مٹی چمکدار اور رنگین ہوتی ہے۔بنتے ہین۔گھر کے استعمال کے لئے ہانڈیان وغیرہ اچھی تیار ہوتی ہین۔لاک کے زیورات جن پر جست کی قلعی ہوتی ہے۔بڑے بڑے شہرون اور قصبون مین بہت کثرت سے ہوتے ہین۔لیکن کانچ اور لاک کی چوڑیان اب اس کثرت سے نہین ہوتین جیسے پہلے ہوتی تھین۔کیونکہ باہر سے جو مال آتا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہوتا ہے—

چوطرف اس ریاست کے قصاب مین۔ناریل۔رائی۔ایرنڈی۔تِل اور السی وغیرہ کا تیل کثرت سے نکالا جاتا ہے۔اور اسکے نکالنے کی نہایت آسان ترکیب ہے۔صندل۔خس۔لیمون اور روشن گھانس کا عطر بھی بہت اچھا تیار ہوتا ہے۔

شراب کی ساخت علی العموم یہان کے لوگون کا پیشہ ہے جیسا پیشتر کے باب مین بیان ہوچکا ہے۔رم۔ارک اور دوسری شرابین عمدہ ہوتی ہین۔لیکن مہووا کے پہولون کی شراب کی کثرت ہے—

بوٹ۔جوتے اور دوسرا چمڑے کا اسباب تمام ریاست مین عام طور پر اچھا تیار ہوتا ہے اور یہان کے لوگ کتابونکی جلد کے لئے عمدہ چمڑا تیار کرتے ہین۔اور پانی کے مشک بھی اچھے ہوتے ہین۔

مذاهب

هندوستان میں کسی ہندو اورکسی مسلمان کی ایسی ریاست نہیں جہان حیدرآباد کی سی مختلف مذاہب کی رعایت کی جاتی ہو۔ پھر ایک ایسی رعایت ہے کہ جس سے نہ صرف یوروپ کی مختلف سلطنتیں سبق حاصل کرین بلکہ حقیقت مین وہ اس سے بھی بہت بڑھکے ہے۔ کیونکہ حضور نظام کی گورنمنٹ کی طرف سے جو قابل تعریف مدد تمام مذہبون کی اشاعت کے لئے دیجاتی ہے وہ اسبات کی ضمانت کرتی ہے کہ انکی ریاست مین رعایا کے مذہب مین چاہے وہ کیسا ہی ہو کسی قسم کی دست اندازی نکیجائیگی۔ مختلف مذاہب کی اعانت کے لئے یا تو جاگیرات۔ انعامات اور اراضی ہمیشہ کیلئے دیدی گئی ہین۔ یا سالانہ روپیہ دیا جا رہا ہے۔ اس ریاست مین کل بیس ہزار نواسی گاون ہین۔ انمین کوئی ایسا نہین کہ جسمین ایک یا ایک سے زیادہ مندر خاص خاص دیوتاؤن کے موجود نہون۔ اور ان مندرون کے اخراجات اور محافظت کے لئے یا تو زمینین دیگئی ہین یا روپیہ دیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی قصبہ مین مسلمان ہین تو انکی مسجد اور درگاہ وغیرہ کے لئے بھی ویسے ہی انعامات مقرر ہین۔ اور علاوہ اسکے عیسائی مذہب کے لوگ بھی کیا پروٹسٹنٹ اور کیا رومن کیتھولک جو اس ریاست سے کوئی تعلق نہین رکھتے انجیل کی اشاعت کے لئے اپنی مختلف مشنون مین سالانہ چندہ کی اعانت پاتے ہین۔ اور علاوہ اسکے تعلیمات کے لئے بھی انہین عطات دئے جاتے ہین۔

سنہ ۱۸۹۱ء مین جبکہ اخیر مردم شماری ہوئی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ریاست مین حسب ذیل مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہین۔

ہندو ۱۰۳۱۵۲۴۹ ۔ مسلمان ۱۱۳۸۶۶۶ ۔ گونڈ ۲۸۶۶۰ ۔ جین دھرم کے لوگ ۲۷۸۴۵ ۔ عیسائی ۲۰۴۲۹ ۔ سکھہ ۴۶۳۷ بھیل ۱۰۵۸ وغیرہ وغیرہ۔

یہان کے پہاڑی لوگ جس مذہب کی پیروی کرتے ہین وہ بالکل ایک ابتدائی شکل مین ہے۔ یہہ لوگ آریا قوم سے متمیز ہونے کے لئے اپنے تئین اصلی باشندے کہلاتے ہین۔ انکی نسبت کہا جاتا ہے کہ جب ہندوستان مین آریا لوگون کی آمد شروع ہوئی اور ایک کے بعد ایک انکے گروہ یہان داخل ہونے لگے تو یہہ لوگ ہمالیہ کے پہاڑون سے نکل کے دکن مین چلے آئے اور یہان کے پہاڑون مین پناہ گزین ہوئے۔ انکے بہت سے قبائل ہین۔ مثلاً۔ کورکس۔ گونڈ۔ بھیل۔ کویاس یا کایس اور یارکل ور وغیرہ وغیرہ۔ اور نیچر مین جو چیز انہین اچھی معلوم ہوتی ہے وہ اسکی پرستش کیا کرتے ہین۔ لیکن انمین سے جن لوگون کا میل جول میدان اور شہر کے لوگون سے اور خاص کر نیچ قوم کے ہندؤن سے ہوتا ہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ انہین کا مذہب انہین کے دیوتا اور انہین کے طریقہ پرستش کو اختیار کرلیتے ہین۔ اور پھر بھومک کو جو انکا پیشرو مذہب ہوتا ہے خدمت سے خارج کرکے اسکی جگہہ پر ہندو برہمن کو مقرر کرتے ہین جو ضروری مذہبی رسومات کو ادا کرتا ہے۔

ان قبائل مین کورکس نہایت قدیم قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کے لوگون کی تعداد بہ نسبت دوسرون کے بہت ہی کم ہے۔ وہ دراصل کولیرین ہین اور ہمالیہ کی شمال و مشرق سے یہان آئے ہوئے ہین۔ یہہ لوگ بھی مثل گونڈ لوگون کے جنگلون اور بیابانون مین بالکل الگ مقامات پر بودوباش کرتے ہین۔ اور اپنی آبا و اجداد کے طرح چاند اور سورج کی پرستش کیا کرتے ہین۔ سورج کو پوجنے کے وقت اسکی طرف منہہ کرکے ہاتھہ سے اسکو دکھلاتے ہین۔ اور علاوہ اسکے وہ جھاڑون کو بھی پوجتے ہین اور علی الخصوص ساگوان کے جھاڑ کی نہایت عزت و توقیر کرتے ہین۔ اور قبر پر اوسی کا تختہ لگاتے ہین۔ دنیا کی پیدایش کی نسبت اونکا اعتقاد نہایت ہی دلچسپ ہے۔ جو ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے کہ پہلے پہل دیوتاؤن نے لال مٹی سے انسان کو پیدا کرنے کا آپس مین مشورہ کیا۔ اس مشورے کے بعد بھیم دیوتا نے ایک سفید چیونٹی کو کہلا بھیجا کہ تھوڑی سی لال مٹی دیوے کیونکہ اسوقت لال مٹی کہین پائی نہین جاتی تھی۔ سفید چیونٹی نے انکار کیا اور کہا کہ مین نہین دینے کی۔ بھیم نے اسکی تشفی کی اور کہلایا کہ انسان کچھہ ہمیشہ زندہ نہین رہنے کے۔ اور جب وہ مرینگے تو اُنہین زمین ہی مین گاڑا جائیگا۔ اور پھر وہ مٹی مین مٹی ہوجائینگے۔ اور اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے بھیم نے سورج اور چاند کو بلوا کے اونکی ضمانت دلوائی۔ جب چیونٹی کو پورا پورا اطمینان حاصل ہوا تو اوسنے لال مٹی دی اور اس مٹی سے دیوتاؤن نے پتلے بنائے اور انہین سوکھنے کے لئے دھوپ مین رکھا۔ اسوقت زمین پرجھاڑون کی کثرت نہین تھی۔ اور جو کچھہ جھاڑ تھے وہ حقیقت مین دیو تھے ۔ ان دیوؤن نے جب اون پتلون کو دیکھا آنکر اونکی صورت بگاڑدی اور بھیم کو اپنے سے خفا کیا۔ بھیم نے اسی وقت

ایک کتا پیدا کیا اور اسکو پتلون کي رکھوالی دی۔جب جہاڑ کے دیو پتلون کے قریب آئے تو کتا بھونکنے لگا۔اور بھیم نے ان دیؤن کو پکڑکرسر نہاچیے اور ٹانگین اوپر کردین۔ جیسے وہ اب نظر آرہے ہین۔اسکے بعد وہ مٹی کے پتلے سوکھے اور انسان بنے جو اب کورکس کہلاتے ہین۔پھر دیوتاؤن اور انسانون دونون کو بھوکھہ لگی۔تب بھیم نے ایک کائے بھیجی اور کوا اوڑ کے سمندر پر گیا اور ایک مدت کے بعد جب اوسکے بال و پر پاني مین بھیگ گئے تو پتھرون کي زمین پر کودتا ہوا آیا یہان تک کہ اوسکے پیر زخمی ہوگئے۔راستے مین ایک مانگ کے مکان کے سامنے اسکو ایک کٹکی کا دانہ (قسم اناج) ملا۔وہ اسکو اٹھاکر بھیم کے پاس لایا۔بھیم نے اس مانگ کو بلواکر اس سے اناج خریدنا چاہا۔لیکن اوسنے بیچنے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تم سب کو بھوک لگی ہے تو آؤ مین کہانا کہلواتا ہون۔لیکن اناج بیچونگا نہین۔پہر سبکے سب مانگ کے پاس آئے اور اسکے ہاتھہ سے کہانا کہایا۔الاکوا کے۔کہ اوسنے نہین۔کہایا۔پہر بھیم نے جتنے مرد تھے اُتني ہی عورتین پیدا کین اور انکے ازدواج سے کورکس کي قوم بڑہي۔اور بہت سے قبیلہ ہوگئے ۔انمین اتفاقاً ایک قبیلہ کے سردار کو حرص پیدا ہوي اور چاہا کہ کورکسون سے بعوض ہر روز ایک کُٹکی کے دانہ کے ایک پیمانہ بہر کے لیوے اسپر بھیم کو غصہ آیا اسکو بیل بناکر کہا کہ مین تیرا گوشت کہانے کے لئے مہار اور تیری ہڈیان کہانے کے لئے چیونٹیان اور تیرا چمڑا استعمال کرنے کے لئے چماڑ پیدا کرون گا۔اسکے بعد اسنے بیلون کي رکھوالی کے لئے کاچرے سے دو گُولنین پیدا کین غرض خلقت عالم کي نسبت کورکسون کا مذکورۂ بالا اعتقاد ہے۔انکا بڑا دیوتا مہادیو ہے جسکی وہ پرستش کرتے ہین۔اور حسب اعتقاد اونکے وہی عام طور پر ہمیشہ انکی تندرستي وغیرہ کا نگہبان رہتا ہے۔اسکے بعد بھاگدیو کا مرتبہ ہے۔جو اِنھین جنگلی درندون اور خاص کرکے شیرون سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اسپر بھینٹ چڑہاتے رہتے ہین تاکہ قصبہ کو تکلیف ندیوے اور اسکا مندر جنگل مین بناتے ہین۔انکا تیسرا دیوتا باپا دیو ہے۔اسکی پرستش ہمیشہ گانون کي سرحد پر ہوا کرتی ہے۔اور چوتہا ماتوا دیو ہے جسکی جگہ قصبہ کے سردار کے مکان کے سامنے ہوتي ہے۔اور علاوہ ان بڑے بڑے دیوتاون کے یہہ لوگ دوسرے چھوٹے چھوٹے دیوتاؤن اور اپنے بزرگون کیا مرد کیا عورتونکی بہي پرستش کیا کرتے ہین۔انمین جو عجیب وغریب رسم ہے وہ "پھولجگنی" ہے جسمین وہ انکی ارواح کو ثواب پہونچانے کے لئے انکا فاتحہ وغیرہ کرتے ہین اس فاتحہ مین مردون کا ایک قریب رشتہ دار خواہ وہ اسکا فرزند ہو یا اور کوئی۔ایک پاني کا چُقر ڈہونڈہ نکالتا ہے۔جسمین کینکڑے کا سوراخ ہو اور پہروہ رسم اسطرح سے وہان ادا کي جاتی ہے۔یعنے ایک چھوٹے سے ٹوکرے مین۔پانچ ٹکڑے بانس کے۔پانچ پانون کینکڑے کے۔سات پتے پہاڑی گھانس کے ایک ذرا سا ٹکڑا ہلدی کا۔اور پانچ دانے چانول کے رکھکے اوس چُقر کے پاس لیجاتے ہین۔اور جو شخص اس چقر مین اترنا چاہتا ہے وہ خوب شراب پیکے بدمست ہوتا ہے۔اور پہر ٹوکرا لیکے کینکڑے کا سوراخ تلاش کرتا ہے۔اور جب سوراخ مل جاتا ہے تو وہ ٹوکرا اسمین گھسیڑ دیتا ہے۔اور یون مُردے کي روح کو ثواب پہونچاتا ہے۔اسکے بعد اسکے ہمراہی خوب ناچتے ہین اور شراب نوشی کے بعد یہہ رسم ختم ہوتی ہے۔بھومک یعنے ان لوگون کے پیشوایان مذہب کي نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ وہ بیماریون سے محفوظ رکھتے ہین اور انہین درست کرتے ہین۔اُنکی طاقت یہانتک بڑہي ہوئی ہوتی ہے کہ شیرون کو سال بھر تک گانو مین آنے نہین دیتے۔اسکے لئے وہ گانون کے اطراف کیلین ٹھونکتے ہین اور ایک بھینسے کي قرباني دیتے ہین۔علاوہ بھومک کے اگر کوئی کورکس خواہ وہ عورت ہو یا مرد اگر چاہے توعلم کے جہاڑ سے اس جادو کو حاصل کرسکتا ہے۔اسکا طریقہ یہہ ہے کہ پہلے وہ اپنے گانو کے بزرگون اور عقلمندون سے مشورہ کرتا ہے۔اور پہر ایک وقت مقررہ پر نہا دہو کے جو شاید برسون مین اتفاق ہوتا ہو جنگل مین جاتا ہے۔اور وہان تین دن اور تین رات تک چوطرف گھومتا پھرتا ہے۔اور اپنے دانتون سے جہاڑ کے پتون کو چباتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ جہاڑون پر جو کثرت سے زہریلے سانپ رہتے ہین اُنسے اسکو کوئی خوف وخطر نہین۔اور ساتھہ اوسکے یہ اوسکا پورا اعتقاد ہوتا ہے کہ اگر مین ہاتھہ سے پتا توڑون تو یقیناً اسیوقت مرجاؤن۔اور جب وہ وحشی درندون اور زہریلے سانپون کو دیکھتا ہے تو کمال جرات وہمت کے ساتھہ علم کے جہاڑ پر چڑہہ جاتا ہے جسکا دہونڈ نکالنا اسکي تمام عمر کي سحر کے لئے کفایت کرتا ہے۔اسکے بعد وہ گانو کو واپس آنکر پہر نہاتا ہے۔اور ایک بکرا قرباني دیتا ہے اسکي یہ سحر کي طاقت تمام عمر تک یعنے جب تک کہ ایک دانت بہی اسکے منہ مین باقی رہے قایم رہتي ہے۔

اصلی باشندون مین جو سب سے زیادہ تعداد مین ہین وہ گونڈ ہین۔انکی تاریخ یہہ ہے کہ یہ لوگ پہلے ہمالیہ پر ڈوالیگری کے پہاڑ کے پاس رہتے تھے۔چونکہ وہ ایک غلیظ قوم تہی اور اُنکے جسم سے بالکل بدبو آیا کرتی تہی اسلئے اونکے دیوتا مہادیو کو یہہ بات گوارا نہوی کہ انہین بہشت کے اسقدر نزدیک رکھے۔وہ جانتا تہا کہ اِنہین شکار کا بہت شوق ہے اسلئے اسنے اپنے بدن کے ایک حصہ کو گلہری کے قالب مین بدل دیا اور وہ گلہری میدانون کي طرف دوڑنے لگی۔گونڈون نے جب اسکو دیکھا تو مرد عورت اور بچے سب اوسکے پیچھے دوڑنے لگے دوڑتے دوڑتے جب وہ ایک غار کے نزدیک پہونچے تو مہادیو نے اُن سب کو اسمین بند کرکے ایک بڑاسا پتھر اوس غار کے منہہ پر رکھدیا تاکہ وہ اس مین سے باہر نکل نسکین۔اور ایک دیو کو پہرے پر بٹھلا دیا

—چونکہ مہادیو اُنکی دوڑ دیکھنے مین بالکل محو تہا—اسلئے بعض گونڈون پر جو پیچہے رہگئے تہے اسکی نظر نہ پڑی—اور وہ قید ہونے سے بچ گئے—یہہ چار آدمی تہے اور چارون حقیقي بہائی—ان لوگون نے دوڑنا چہوڑکے سفر اختیار کر لیا تہا—گہومتے گہومتے یہہ کاچي کوپا جوہارگری تک جو سرخ پہاڑیون مین ایک لوہے کي وادی ہے چلے آئے—وہان انکی ایک دیو سے مڈ بھیڑ ہوی—اُسنے پہلے ارادہ کیا کہ اِنہین کہا جائے—لیکن پہر اُسکے دلمین رحم آگیا تو فسخ عزیمت کرکے ان پاکیزہ مسافرون کے ساتہہ کہ جنکے جسم سے خوشبو کي مہک چلی آتي تہی اپنی بیٹیون کي شادي کردی اُس ازدواج سے دوسرے گونڈ پیدا ہوئے جو اسوقت موجود ہین—ان لوگون کے بہت سے رسم و رواج ہندون کے ساتہہ ملے ہوے ہین—پہلے یہہ لوگ مہادیو کو مانتے تہے اور پہر اسکي جگہہ پر براپین دیوتا کو ماننے لگے—اسکا مندر مکانون مین یا کہیتون مین بناتے ہین—اسکے بعد گہن شام دیو ہے—اوسکا مندر گانو کے باہر ہے—اس مین ایک بانس کا ٹکرا زمین مین گڑا ہوا ہوتا ہے—جسکے سرے پر ایک لال یا پیلا کپڑا بندہا ہوا رہتا ہے—اور ایک پتہر کا ٹکڑا شنگرف مین رنگا ہوا وہان رکہدیا جاتا ہے—اس مندر مین نومبر کے مہینے مین تمام گانو والے پوجا کے لئے جمع ہوتے ہین—ایک سور یا دوسرا کوئی جانور اور تہوڑي سي شراب بہینٹ چڑہائي جاتی ہے—اس پوجاکي اثنا مین انکا دیوتا کسي کے جسم مین آتا ہے تو وہ شخص اِدہرسے اودہر اور اودہرسے اِدہر لڑکہڑانے لگتا ہے—اور اسي وجد کي حالت مین جنگل کي طرف چل دیتا ہے—وہ شخص تمام گانو والون کے گناہ کا عوض خیال کیا جاتا ہے—جب اسکا حال اترتا ہے اور اسکے ہوش حواس درست ہوتے ہین تو چند گانو والے اسکو پہاچہا لاتے ہین—گونڈ لوگ علاوہ مذکورہ بالا دیوتاون کے دوسرے دیوتاون کي بہي پرستش کرتے ہین جنکے نام یہہ ہین—بہاگدیو—باپا دیو—اور متوا دیو—اور اِن لوگون مین بزرگون کي پرستش کي رسم بہي جاری ہے—اور ارواح خبیثہ کو کفارہ بہی دیا جاتا ہے اور وہ اسطرح سے کہ ایک بانس پر کپڑا باندہکے اسکو جہونپڑون کے قریب پتہرونمین گاڑتے ہین اور اسپر شیطان کا نزول ہوتا ہے ان لوگون کي عادت ہے کہ ہر ایک تیوہار مین اچہی اچہي چیزون مین پہلے اسکا حصہ نکالکر الگ رکہدیا جاتا ہے—اِنکے ہان جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ولادت کے پانچوین روز نام رکہنے کي رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کي جاتي ہے—تمام لوگ جمع ہوتے ہین اور بچے کا سر مُنڈوا کے اسکا نام رکہتے ہین—پہر جوارکي روٹي اور شراب سبکو پلائي جاتي ہے—اور عورتین بچہ کے دادا اور پردادا کي تعریف مین گیت گاتے ہین—انکے ہان شادی کي رسومات مین ہندو دہرم کے میل جول سے بہت سي تبدیلیان ہوگئي ہین—اگر ممکن ہو تو پہلے ایک جوشي سے کوئي مبارک روز دریافت کیا جاتا ہے—اور پہر اُس روز برہمن آنکر رسم شادي ادا کرتا ہے—لیکن اکثر کرکے گوپال بابا یا کوئي موروثي بہومک اس رسم

کي ادائگي پر مامور ہوتا ہے—پہلے انمین یہہ رسم جاري تہي کہ دلہن کو پیشتر اسکے کہ وہ گانو مین داخل ہو زبردستي پکڑ لیا کرتے تہے—اور پہر دولہا اور دلہن والون مین لڑائي ہوتي تہي—لیکن اب وہ بات جاتي رہي اب صلح وآشتي کے ساتہہ شادی ہوا کرتي ہے—دلہن کا باپ دلہن کے جہیز مین چار روپیہ ایک ساڑی بیس سیر جوار—تین مُرغیان اور شراب کے لئے دو روپیہ نقد دیتا ہے—اسکے بعد ایک مصنوعي گرفتاري اور ایک مصنوعي لڑائي ہوتي ہے—اور پہر طرفین کے لوگ معہ دولہا دولہن کے ایک گہوڑے پر جاتے ہین—وہان دولہا اپني انگلي مین سے ایک لوہے کي انگوٹہي نکال کے دولہن کي انگلي مین پنہاتا ہے—اور پہر سات بار ایک کہم کے اطراف چکر لگاتا ہے—اسکے بعد موافق حکم اُنکے پیغمبر لنگو کے ایک پیالہ شراب سے بہرا ہوا دولہا کے نزدیک اور دوسرا پیالہ نصف شراب کا دولہن کے نزدیک رکہا جاتا ہے—انکے ہان علی العموم یہہ قاعدہ ہے کہ جب کوئي شادی مین یا غمي مین یا گانو کے کسي مجلس شوریٰ مین بلایا جاتا ہے تو پہلے وہ یہہ سوال کرتا ہے کہ وہان شراب کسقدر ہوگي—غرض شادی کے بعد دولہن چند روز تک دولہا کے پاس رہتي ہے اور پہر اپنے میکہ کو چلی جاتي ہے جہان سے وہ اکہاجي کے تیوہار تک جو ہرسال برسات کي موسم مین ہوتا ہے واپس نہین آتي—گونڈون نے مُردہ جلانے کي رسم ہندؤن سے سیکہي ہے—ورنہ اُنمین قاعدہ تہا کہ مُردے کو اسکا سر شمال کي طرف کرکے زمین مین دفن کیا کرتے تہے—دفن کے بعد سب لوگ مُردے کے مکان پر جاتے ہین—وہان ایک عورت انہین کلي کرنے اور ہاتہہ پاؤن دہونے کے لئے پاني لاکر دیتي ہے—اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے گہرون کو جاتے ہین اور وہان سے فی کس ایک ایک چپاتي اور تہوڑی سي شراب لیکے پہر وہان آتا ہے اور مُردے کے قرابت دار بہی اپني اپني چپاتیان اور شراب لیکر اُنکے ساتہہ شریک ہوتے ہین اور پہر سب ملکر ایک ہي برتن مین کہاتے ہین—لیکن کہانے کے آگے ہر ایک شخص اپني چپاتي اور شراب مین سے تہوڑا سا نکال کے مٹي کے برتن مین مُردے کے لئے الگ کردیتا ہے—جب کہانا کہا چکتے ہین تو ان برتنون کو لیکے سب لوگ مُردے کي قبر پر جاتے ہین—اور اسپر انہین رکہدیتے ہین—اگر مرنے والا تمباکو یا افیم کا عادي ہوتا ہے تو یہہ دونون چیزین بہي اُنکے ساتہہ شامل کي جاتي ہین—ورنہ صرف چپاتي اور شراب—لیکن شیر خوار بچون کے لئے دودہ ضرور ہوتا ہے—اس موقع پر مجہکو تمباکو کي نسبت ایک قصہ یاد آگیا اور وہ یہہ کہ مسٹر شیفرڈ نے جو شمالي حصہ کے مدارس کے انسپکٹر تہے مجہسے بیان کیا کہ ایک مرتبہ جب وہ دورے پر تہے تو انکا سپاہی دو گونڈون کو بطور تماشے کے اُنکے پاس لایا—اسوقت مسٹر شیفرڈ شطب یعنے پائیپ پی رہے تہے—اور وہ دونو گونڈ اُنکے سامنے کہڑے اس پائیپ کو تعجب کي نگاہون سے گہور رہے تہے—مسٹر

شیفرڈ نے جب انکا استعجاب دیکھا تو تھیلی مین سے تھوڑا سا تمباکو نکالکے اپنے سپاہي کو دیا کہ اِنھین دیوے۔ سپاہي نے اپنے قریب کے گونڈ کے حوالہ کیا۔اوسنے اسمین سے اپنا حصہ لیکے باقی کا اپنے ساتھی کو دینا چاہا تو وہ خوف زدہ ہوکے ایک دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔اور پھر اپنا میلا کچیلا کپڑا پھیلا کے اسکو لے لیا۔جب اس سے اس عجیب و غریب حرکت کي وجہ دریافت کی گئی تو کہا۔کہ مین ایسی چیز سے اپنے جسم کو ناپاک نہین کرنا چاہتا جو میرے ساتھی نے اس شخص کے ہاتھہ سے لی ہے جسنے صاحب کو چھوا ہے۔کیونکہ صاحب سے زیادہ تمام دنیا مین کوئي ناپاک نہین۔یہہ سنکے مسٹر شیفرڈ بہت خوش ہوئے۔لیکن وہ سپاہی جو قوم کا چھتری تھا اور درجہ مین برہمنون سے دوسرا بالکل خفا ہوگیا۔کہ ایک نامہذب شخص جو سڑا گوشت کہانے والا ہو مجھکو ناپاک سمجھے اور میری چہوئی ہوئی چیز سے یون پرہیز کرے۔اگر اسوقت کبھی وہ میرا اشارا پاتا تو اسکا کچومر ہی نکالڈالتا۔

گویاس یا کائیس لوگ گونڈون کے ساتھہ بالکل مشابہت رکھتے ہین۔اگرچہ اونکے عقاند اور اُنکے رسم و رواج مین بہت فرق ہے۔اونکا اعتقاد ہے کہ وہ بھیم یا بھیماور دیوتا کے اولاد مین ہین۔اور کہتے ہین کہ ایک روز بھیم اپنے بھائي دھرما راجہ کے ساتھہ انکي جلاوطنی مین شریک ہوا۔جنگل مین شکار کھیلتے کھیلتے اُسنے ایک جنگلي خوبصورت عورت دیکھی جو انسان کي صورت مین تھی لیکن انسان نہین تھي۔ وہ اسکا عاشق ہوگیا اور اسکے ساتھہ شادی کي۔ان دونون کے ازدواج سے گویاس پیدا ہوے۔وہ ایک خدا کو مانتے ہین۔جو عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔اور جنت دوزخ کے بھی قائل ہین۔ انکا اعتقاد ہے کہ جنت ایک بڑا اور مضبوط قلعہ ہے۔جسمین اسقدر چانول بھرے ہوے ہین کہ باوجود تمام لوگون کو جو اسمین داخل ہوتے ہین تقسیم کرنے کے کبھی پورے نہین ہوتے۔اور جہنم ایک تیرہ و تار مکان ہے جہان ایک لوھے کي گائے ھمیشہ ان لوگون کا گوشت کھاتی اور انھین تکلیف دیتی رہتی ہے۔جو وہان بھیجے جاتے ہین۔گویاس مثل دوسرے قبیلون کے ضعیف الاعتقادی مین کچھہ کم نہین۔ وہ بھي اون ارواح خبیثہ کو مانتے ہین جو پہاڑون مین رہتے ہین اور علاوہ اسکے شہرون سے محفوظ رہنے کے لئے وہ ان دیوتاؤن کو بھینٹ دیتے رہتے ہین جو اُنکے نزدیک خدا سے کم درجہ کے ہین انکے ہان شادی کي رسم بہت سیدھی سادی ہے۔یعنے یہ کہ دولہا دولہن اپني پیشاني پر ایک مثلث نشان کرکے زانو پر بیٹھتے ہین۔اور اونکے سرون پر پانی ڈالا جاتا ہے۔اور اُنکی شادی ہوچکتي ہے۔

بھیل لوگ جو اس ریاست مین رہتے ہین وہ خاص کرکے اورنگ آباد کے اضلاع مین آباد ہین۔یہ ایک ایسی سخت قوم ہے کہ انکی دورنمن تک بھي لڑائی مین شریک ہوا کرتي ہین۔مغلون اور مرائھون کو جو انھین باغی سمجھکر انکا قلع وقمع کرتے رہتے تھے سخت تکلیف دیتے رہے۔اور اُنسے کبھی دبے نہین۔لیکن برٹش گورنمنٹ اور نظام گورنمنٹ نے انکے ساتھہ صلح آمیز پالیسی اختار کر رکھی ہے۔ اسلئے وہ بہل منسائي کے ساتھہ کسانون کي طرح کشت کاری مین مصروف رہا کرتے ہین۔انکا اعتقاد ہے کہ وہ مہادیو کے ایک فرزند کي اولاد ہین جسنے ایک انسان عورت سے شادی کي تھي۔یہ عورت بوجہ اسکے کہ اُوسنے اپنے باپ کا بیل مارڈالا تھا۔جنگلون مین جلاوطن کردی گئی تھی۔ھنمنتھہ نایک جو ایک مشہور بھیلون کا سردار تھا۔ مغلون کے ساتھہ ایک لڑائي مین مارا گیا۔اسکي قبر پونا کے پاس ہے۔جسپر ایک مندر بنا ہوا ہے۔اسکو ھنمنتھہ نایک کي باڑی کہتے ہین۔بھیل لوگ اکثر اسکی زیارت کو آتے ہین۔اس مندر مین جو کچھہ لکڑی کا فرنیچر رکھا ہوا ہے۔وہ اسکے پرستش کرنے والون کي طرف سے دیا گیا ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ اعضائے ماؤف کے چنگا کرنے مین ھنمنتھہ کو پوری قدرت حاصل ہے۔بھیلون مین بچپنے کي شادی کا رواج نہین۔انمین جو لوگ کہ ابتک قدیم عقاید کے ہین جب کبھی شادی ہوتی ہے تو انکا سردار یا اسکا قائم مقام۔یا مذہبي کمیٹی اس رسم کو ادا کرتی ہے۔لیکن جن لوگون نے ہندوؤن کا مذہب اختیار کرلیا ہے وہ ہمیشہ برہمن کو بلایا کرتے ہین۔جب کوئی بھیل مرجاتا ہے تو اسکے دفن کے بعد اسکی روح کے آسمان پر چڑھنے کے لئے اسکے مکان کي ایک طرف رسیون کي ایک سیڑھی لٹکا دی جاتي ہے

یہان کے اصلي باشندون کا اور ایک فرقہ ہے جسکو یارکلور کہتے ہین۔یہ لوگ ریاست کے مشرقی حصہ مین آباد ہین۔اور خانہ بدوش نٹون کي طرح چوطرف گھوما کرتے ہین۔اور اِنکے جھونپڑے تاڑکے پتون کے ہوتے ہین۔وہ سور یا اور کوئی شکاری جانور کا سڑا ہوا گوشت کہایا کرتے ہین۔اگرچہ لوگ بوجہ غلاظت کے اُنسے متنفر رہتے ہین۔لیکن بیماری کي حالت مین ضرور اُنسے رجوع لاتے ہین۔جب یارکلور عورت آتی ہے تو ایک جادو کي چھڑی نکالتی ہے۔جسکا ایک سرا وہ اپنے ہاتھہ مین رکھتی ہے اور دوسرا سرا بیمار کے ہاتھہ مین دیکر کچھہ بڑبڑانے لگتی ہے۔اور بیماری کے انجام کي پیشین گوئی کرکے کہتی ہے کہ تو فلانے مندر مین جا اور وہان قربانی دے۔علاوہ اسکے یہہ لوگ طبابت کا بھی دعوی رکھتے ہین۔ انکے پاس تھیلیون مین جڑی بوٹی ہوتی ہے جسکو وہ کہتی ہین کہ سانپ کے کاٹے ہوے کا علاج ہے انکا یہ بھی دعوی ہے کہ اس جادو کي جڑی کے زور سے جو انکے پاس ہوتی ہے مکانات کے اندروني اسباب کا حال باہر ہی سے معلوم ہوجاتا ہے۔لیکن وہ اور ذرایع سے احوال دریافت کرکے بڑی بڑی چوریان کرتی ہین۔اسلئے لوگ ہمیشہ اُنسے خوف ناک رہتے ہین۔شادی کي رسم کی ادائگی کے لئے اُنکے بزرگون مین سے ایک شخص منتخب کیا جاتا ہے۔جو ایک چوکي پر بیٹھکے کچھہ بڑبڑاتا ہوا دولہا اور دولہن کے سرون پر چانول پھینکتا ہے۔اسکے بعد ایک سور مارتے ہین اور اسکا گوشت پکاکر کھاتے ہین۔پھر تمام مہمان ناچنے کودنے اور باجا

بنجارے

بجانے کے بعد شراب پیکے رخصت ہوتے ہین اور شادی ختم ہوتی ہے۔ جب انکے ہان کوئی مرتا ہے تو ایک لنگایت (مذہبی عالم) آنکر رسم تعزیت ادا کرتا ہے۔ کیونکہ وہان پر برھمن کا گذر نہین ہوسکتا۔

رسوماتِ ہندو کو ہمیشہ دو لحاظ سے دیکھنا چاہئیے ایک مذہبی اور دوسرا سوشیئل۔ مذہبی رسوم قدرتی قوتون کی پیدی

پردیسي

پرستش اور ہندوستان کی اعلی قومونکی ظالمانہ باطل پرستی پر مشتمل ہین اور اصلاحِ بدیِ کی ماخذت اخلاق اس مین اپنا اثر ڈالے ہوے۔ انکی سوشیل حالت برہمنی انتظام کا نتیجہ ہے جو قومونکی نسبت کیا گیا ہے۔ ہندو مذہب کو صاف صاف سمجھنے کیلئے ہمکو آرین کو دیکھنا چاہئے جو پہلے پہل ہندوستان مین آنکر آباد ہوے۔ یہ لوگ اسی گروہ مین سے تھے کہ جس مین سے بعضے یونان مین گئے بعضے روم مین اور بعضے اندلس مین اور بعد اسکے انگلستان مین۔ آرین لفظ دیو (درخشانی) دلالت کرتا ہے کہ یوروپ اور ہندوستان کے قدیمی مذاہب ایکہی تھے۔ بہت سے بیدی دیوتا یونانی

مجمع بنجاریان

روہیلا

سب مخلوقات پر غالب ہے" جب وہ اور جنوب کي طرف بڑھے اور گنگا ندی کے کنارے بسے تو انہیں معلوم ہوا کہ نہ اب اگنی کو بلانے کي چنداں ضرورت ہے اور نہ انکی زندگی کے لئے اندرا کي کوئي حاجت بلکہ موسم برشکال کے سبب پاني افراط سے ہے پھر برہمنی تعلیمات کے اثر سے انکے خیالات میں وسعت ہونے لگی۔ اور برہما خالق اور وشنو محافظ اور شیوا برباد کرنے والا مانا گیا۔ اور یہ ایک ہی قوۃ الٰہیہ سے ظہور میں آئے۔ ان تینوں دیوتاؤں کي علیٰحدہ اور اکٹھا پرستش کي جاتی ہے گویا یہی انکی تثلیث ہے۔ اور بیدی دیوتاؤں کي جگہ یہی پرستش کیواسطے مقرر ہوئے ہیں۔

سمہتن یعنے پاک گیت چار کتابوں میں مرقوم ہیں جنکا نام بید ہیں اور جو الہامي خیال کیجاتي ہیں۔ ہر ایک بید کے ساتھہ عبارت میں اسکي شرح لکھي ہوئي ھے جسے برہمنا کہتے ہیں اور جس میں خاص طور پر قربانیاں اور گروؤنکے فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ بید اور برہمنا ہندونکي مقدس کتابیں ہیں۔ جب آرین وندھیا چل پہاڑیوں کي وادي اور گنگا و جمنا کے درمیاني ملکوں میں پہونچے تو انکے سوشیل انتظامات میں ایک بڑا تبدل واقع ہوا۔ بید کے اعتقادات کے مطابق برہمني فرقہ وجود میں آیا اور اسکي ترقي کے ساتھہ ذاتوں کا رواج بھي قائم ہوا۔ آرین قوم نے جب پہلے پہل پنجاب کي نہروں پر سکونت اختیار کي تو کنبہ کا سردار اپنے خاندان کیواسطے کشتکاری کرتا اور لڑتا اور اپنے خاص دیوتا کیواسطے قرباني نذر کرتا۔ بعد ازاں جب ایک ملک سے دوسرے ملک میں نقل وحرکت کرنے وقت یا لڑائی کے وقت جب تمام فرقے ساتھہ لائے جاتے انمیں جو بزرگ ہوا وہ اُن سبھوں کے لئے قرباني کرتا۔ پھر تو رفتہ رفتہ پجن جو وقتاً فوقتاً بنائے
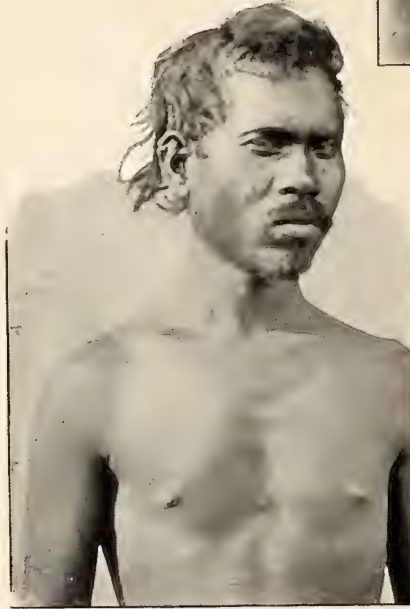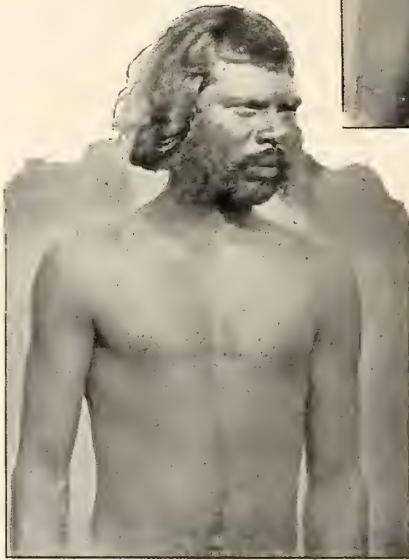
اور لاطبنی کے بھی دیوتا تھے۔ بید یعنی غزلیات حقاني اسوقت میں بنائے گئے جب ان آرینوں نے ہندوستان کیطرف کوچ کیا۔ کہتے ہیں کہ ان غزلیات کي تصنیف تین ہزار برس قبل پیدایش حضرت عیسیٰ کے شروع ہوئی ہے۔ اور اُن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آرین لوگوں کے معبود حسب ذیل تھے۔ دیاوش یعنی فلک اعلیٰ۔ ورن یعنی آسمان محیط۔ اِندرا یعنی بخار آب۔ اگنی یعنی آتشی دیوتا۔ آفتاب ہوا۔ اور نذر کا درخت۔ سوم کہ جسمیں سے کھولتا ہوا رس نکالا جاتا ہے۔ الغرض تینتیس ۳۳ دیوتا ہیں۔ گیارہ آسمان پر اور گیارہ زمین پر۔ اور گیارہ ہوا میں۔ ان دیوتاؤں کي تعریف میں جو غزلیات ہیں انمیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب کسی ایک دیوتا کا ذکر آتا ہے تو اسوقت کیلئے وہی سب سے اعلیٰ اور افضل گنا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ بہت سے دیوتاؤں کي پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے خداے واحد کا تصور جو تمام قوت و حسن وتقدس کا مدار ہے ان غزلوں کے مصنفوں کے دھیان میں پہلے ہی سے تھا۔ جبتک آرین دیار باردہ کے قریب رہے تبتک اگنی یعنی آتشی دیوتا سب سے افضل مانا جاتا تھا۔ اور اسکی ثنا میں غزلیں لکھی گئیں جب انہوں نے نصف چرواہی زندگی کو چھوڑ کر پنجاب میں کسانوں کے طور پر سکونت اختیار کي۔ اور ندیوں کي قدر و ضرورت کو سمجھے۔ تو اندرا کي تعریف میں غزلیں بنائیں۔ "اے اندرا نہ کوئي دیوتا تجھکو پہونچ سکتا ہے اور نہ کوئی آدمی۔ تو قوت میں

کیکري

بھیل

بیتر

دکھني عرب

گئے تھے اتنے زیادہ اور قربانیکے رسوم ایسے پیچیدہ ہوگئے کہ بعض بعض آریا لوگ جنکی یادداشت اچھی تھی ان بھجنون کے حافظ ہوئے—اور پھر پادشاہ یا سردار نے بڑی خوشی سے قربانیون کا بجالانا ان کے حوالے کردیا—یہ ہوشیار لوگ رفتہ رفتہ دوسرون سے جو اب تک کشتکار اور سپاہی اور اپنے گھرون مین پیشوا تھے کنارہ کشی کرکے اپنی ایک علاحدہ جماعت بنانے لگے—ریگ بید مین جو چارون بیدون سے قدیم ہے نہ صرف خداکی تعریف کے بھجن ہین—بلکہ اس مین ان لوگون کے چال چلن اور رسم ورواج کے اشارے بھی ہین اور اسکے ساتھہ فتحمند آریون اور مغلوب اصلی قومون کا ذکر ہے—اور پہلی قوم کو دوسری قوم سے پہچاننے کے لئے لفظ ورن مستعمل ہے جو اسوقت سے ذات پر دلالت کرنیکے لئے استعمال کیا جاتا ہے—ریگ بید کی تاریخ ایک ہزار چارسو برس قبل تولدِ عیسی تک پہونچتی ہے—اس مدت کے بعد بید کے بھجن گانے والون برہمنا کی شرح کرنے والون اور بڑی بڑی قربانیون کو شاہی دربارون مین بجالانے والون نے اپنے کام کو موروثی پیشہ بنالیا—اور برہمنون کے نام سے موسوم ہوگئے اسکے بعد برہمنون نے جو دوسرا کام کیا وہ یہ تھا کہ اپنے اطراف ذاتکا ایک جادوئی دائرہ کھینچ لیا—پیشتر اسکے جیسے کہ آرین اپنے تئین اصلی قومون سے بہتر جانتے تھے اسیطرحسے اب برہمن اپنے تئین ان سے بڑھکر سمجھنے لگے—سینکڑون برس گذر گئے لیکن برہمن نہایت استحکام کے ساتھہ اپنی وقعت کو سنبھالے رہے—برہمنون کا دیکھا دیکھی پادشاہون اور سپاہیون نے بھی تقریباً ایک ہزار سال قبل میلاد حضرت عیسی کے اپنے بھائیون سے جو کشتکاری مین یا اور کسی پیشہ مین معروف رہے جدائی اختیار کی—اور چھتری کا لفظ جو بید مین دیوتاؤن کیواسطے مستعمل تھا اور جسکے معنی زور آورکے ہوتے ہین—سپاہیون نے اپنے لئے مخصوص کرلیا—باقی ماندہ آرین ویشیاس کے نام سے موسوم ہوئے اور اصلی قومون کو شُدر کہا گیا—ان چار بڑے حصون مین سے چھوٹے چھوٹے حصے نکلنے لگے—چنانچہ اسوقت تین ہزار ذاتون سے کم نہین—ذاتون کی زیادتی کے کئی سبب ہوئے—مثلاً جیون جیون ہر ایک قبیلہ بڑھکر قوم ہوتا گیا یون یون ہر ایک قوم اورون سے علاحدہ ہوکر اپنے آپ مین تقسیم پذیر ہوئی اور پھر شمال والے اپنے تئین جنوب والون سے جدا سمجھنے لگے حالانکہ دونون ایک ہی قوم کے تھے اور غالباً بہت سے فرقون کا وجود اسیطرح سے ہوا اور اسیطرح سے ہر ایک پیشہ ایک جدا ذات کا باعث ہوا—مثلاً ایک ہی پیشہ کے لوگ اگر جدا جدا قبیلے سے ہوتے یا ملک کے مختلف مقامون پر رہتے تو اپنے تئین جدا جدا ذات کا سمجھنے—

پہلے برہمنون کا اور اسکے بعد سپاہیون کا اپنے آرین بھائیون سے جو کشتکاری یا اور پیشونمین مشغول تھے علاحدہ ہوجانا باقی ماندہ قوم وشیاس کے لئے بڑی رنجش خاطر اور فروتنی کا باعث ہوا—اور اصلی قومین تو غلامونکے برابر ہوگئی تھین—یہانتک کہ انہین مذہبی رسومات مین شامل ہونے سے منع کردیا گیا—رفتہ رفتہ ذاتی آئین کی حد بندیان ایسی ناگوار ہوگئین کہ جب گوتم ملقب بہ بدھ یعنی روشنضمیر بلا لحاظ مذہب وملت کے سبھونکو وعظ سنانے لگا اور کہنے لگا کہ سب لوگ نجات پاسکتے ہین تو تمام لوگ اسکے وعظ کی طرف متوجہ ہوگئے—اسنے اپنی کارروائی کو شروع کرنے کے لئے پہلا اعتراض برہمنون پر کیا جو دوبارہ ولادت یافتہ تھے—اور دوسرے لوگون کے ساتھہ میل جول کرنے سے بالکل محترز رہتے تھے—خداوند اعلی اور آریا لوگون کے درمیان اپنے تئین باعثِ نجات و شفاعت سمجھتے تھے اور علانیہ کہتے تھے کہ اصلی قوم کو کبھی اس سے بہتر زندگی کی امید نہین ہوسکتی—بدھ کا کہنا یہہ تھا کہ توسل ووساطت کی کوئی ضرورت نہین اور نہ قربانیون کے دینے کی ضرورت ہے جو مذہبی قاعدے کے مطابق برہمن لوگ دیا کرتے ہین—اسکے مسئلہ کرمہ کے مطابق ہرشخص کی زندگی اسکے اعمال پر موقوف ہے بدی کی سزا ملیگی اور نیکی کی جزا آدمی کی حال کی زندگی گذشتہ پر موقوف ہے اور آئندہ کی زندگی حال پر—آخر کار جب انسان تمام برائیون سے بالکل پاک وصاف ہوجائیگا تو اسکی روح پھر اس بدن مین نہ آئیگی بلکہ نِروان مین جو مقام آرام ابدی ہے مستحیل ہوگی—یہہ عظیم الشان ریفارمر تقریباً چھہ سو برس قبل میلاد حضرت عیسی کے کابیلا رستو مین پیدا ہوا تھا کہ جو بھیلہ گاؤن کے نام سے مشہور ہے اور فیض آباد کے مشرقی جنوب مین پچیس ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع—وہ قوم کا چھتری تھا اور سودھنا بادشاہ کا پہلا رستہ کا لڑکا—بچپن ہی سے اس کو تحصیل علم فلسفی کا شوق تھا اور جب انتیس برس کا ہوا تو انسان کی زندگی کی خرابیون سے وہ ایسا متاثر ہوگیا کہ اپنے باپ کی مملکت کو چھوڑ کر مگدہ راجہ مسمی بہمباسارا کے دارالسلطنت راجگیری کو چلا گیا—یہان ایک بہت بڑا رام پتر رودرک نامی فلسفی کا استاد تھا—جسکا وہ شاگرد ہوا—سنسکرت مین پوری پوری مہارت اور اعلی علمیت حاصل کرکے جنگل مین نرنجن ندی کے پاس جاکر اقامت گزین ہوگیا—اور وہان چھہ برس تک فقیرانہ زندگانی کی—اسکے ہمراہ اسکے پانچ ہموطن تھے جو اسکی خدمت کرتے تھے—فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے اثنا مین اسے معلوم ہوا کہ اسطرح سے وہ انسان کی زندگی کی خرابیون کو دور نہین کرسکتا—بلکہ وہ اسوقت پر دور ہوسکتی ہین جب اپنے تئین شہوات نفسانی سے باز رکھکے دوسرون کے ساتھہ نیکی کیجائے—جب اسکو اس بات کا پورا یقین ہوگیا تو وہ اپنے مسائل کو ظاہر کرنے کے لئے بنارس چلا گیا—تھوڑے ہی عرصے مین اسکے پانچون ہمراہیون کے ساتھہ کوئی ساٹھہ آدمی اسکے پیرو ہوگئے اور بودھہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت

کیلئے انمیں سے دو دو ہر ایک طرف بھیج دئے گئے۔ بھیم باسا را کے راجہ نے اسکو بلوایا جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو پادشاہ اور اسکی بہت سی رعایا اسکی پیرو ہوگئی۔ وہان سے کسولا کے راجہ نے اسکو بلایا۔ اور اسکے مسائل سنکے اسنے بھی معہ اپنے تابعین کے اسکا دین قبول کرلیا۔ اسکے بعد اسکے باپ نے پیغام بھیجا۔ جب بودھہ وطن کو واپس آیا تو سینکڑون اسکے مرید ہوگئے یہین اسکی خالہ اور اسکی سوتیلی مان مہا پرا جپتی گوتمی اسکا مذہب قبول کرکے اس خانقاہ مین عزلت گزین ہوگئے جو اس نے عورتون کے لئے بنائی تھی۔ جہان کہین اسکا گذر ہوا وہان اپنے شاگردون کے لئے ایک ایک خانقاہ بنوائی جس مین وہ رہتے تھے اور انکی کفالت وہان کے ان متمول لوگون کے سپرد تھی جو اسکے مرید ہوئے تھے۔ اسکے مریدون کا قاعدہ تھا کہ سال مین نو مہینے اس نئے دین کی اشاعت کا وعظ کرتے۔ اور باقی کے بارش کے تین مہینے اس خانقاہون یا وہارون مین آرام لیتے۔ ایلورا کے غار بودہ کے زمانمین خانقاہ کے طور پر مستعمل تھے۔ جب کوئی شخص اسکے اندر کھڑے رہکر ان خیالات کی عظمت اور اس اعتقاد کی مضبوطی اور اس صبر و استقلال پر کہ جس نے ان سنگتراشونکو زمین اور پہاڑون مین اپنے مذہب کیلئے ایسی پختہ اور دایمی یادگار کھودنے پر آمادہ کیا خیال کرتا ہے تو اسکو حیرت ہوتی ہے۔ گوتم یا بدھ اسی ۸۰ برس کی عمر مین پانچسو تینتالیس سال قبل از میلاد حضرت عیسیٰ کے قضا کرگیا اوس کی اخیر وصیت اپنے ایک روتے ہوے شاگرد کو یہہ تھی۔ "اپنی نجات کیلئے نہایت سرگرمی سے کوشش کرو اور مشقت اٹھاؤ" اس کے مرنے کے بعد اسکے پانسو شاگردون نے پٹنا کے نزدیک ایک غار مین ایک مجلس منعقد کی۔ تاکہ اسکے مواعظ و نصائح کو جمع کرین اسکے بعد دوسری ایک مجلس اسکے سات سو شاگردون کی چار سو تینتالیس سال قبل از میلاد حضرت عیسیٰ منعقد ہوئی۔ اور پہر ایک تیسری مجلس دو سو چوالیس سال قبل از سن مسیح کے پٹنا مین مگدہ یا بہار کے راجہ اسوکانے کی اور اسی نے بہت سے فرمان جاری کئے چنانچہ پہاڑون اور ستونون پر کہدی ہوی عبارتنسے (جو خصوصاً اس ملک مین واقع ہین) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے تمام لوگون کو بودھہ مذہب مین لانے کیلئے کس جوش و سرگرمی سے کوشش کی تھی۔ اسنے بودھہ کی مقدس کتابونکو جمع کرکے انکا ایک موثق ترجمہ مگدہی زبان مین شائع کرایا۔ اس نے اپنی مملکت مین چوطرف خانقاہین بنوائین کہ جن سے اس ملک کا نام وہار یا بہار ہوگیا جسکے معنے خانقاہ کے ہوتے ہین۔ چوتھی اور اخیر مجلس تقریباً سنہ ۴۰ عیسوی مین راجہ کنشکا نے منعقد کی۔ اور اس نے بھی بودھہ کی مقدس کتابون پر نظر ثانی کرکے اپنے اہتمام سے اسکا جو ترجمہ شایع کرایا وہ تبت تاتار اور چین مین اسیطرح سے رائج ہوا۔ جیسا کہ اسوک کا ترجمہ ہندوستان کے جنوب مین سیلون تک۔

ان دونون بادشاہونکی توجہ و اہتمام سے بودھہ مذہب کی اشاعت ہوی اور بہت سے ملکون مین یہہ ریاستی مذہب ہوگیا۔ علی الخصوص جنوبی ہندوستان مین۔ الغرض سنہ ۶۰۰ عیسوی تک اس مذہب نے بغیر کسی مزاحمت کے نمایان ترقی کی حتی کہ اس مذہب کے پیرو جوگیون اور جوگنون کے لئے خانقاہ تعمیر کرانے اور مرنے کے بعد انکے مقبرے بنواتے اور علم حکمت فقہ و قانون و طب سکھانے کے لئے مدرسے قائم کرنے مین متمول اور مقتدر لوگ ایک دوسرے پر سبقت لیجانیکی کوشش کرتے تھے۔ جوگیان اور جوگنین جو ابتدا مین صرف بارش کے موسم کی وجہ سے اپنے مذہب کا وعظ کہنے جانہین سکتی تہین اور ان خانقاہون مین رہتی تہین جیسا آگے کہا گیا۔ وہ برس کے بارہون مہینے نہایت عیش و عشرت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس مذہب مین جیسے جیسے آہستگی کے ساتھہ بد اخلاقی داخل ہوکے اس خلق حسن کی مضبوط بنا کو کہ جسکو بودھہ نے قائم کیا تھا منہدم کرنے لگی تو یہہ خانقاہین پولٹیکل سازشونکا منبع ہوگئین اور آخرکار جب خانقاہون کے انہیں اوقاف کے ذریعہ سے مال و دولت جمع کرنے لگے تو خانقاہون کے راحت و آرام نے بہت سے بھیکہ منگونکو جو مذہب کی ذرا بھی پروا نہین کرتے تھے اپنی طرف کھینچنا شروع کردیا۔ غرض اسطرح سے جس چیزنے ہندوستان مین بودھہ مذہب کو مستحکم و رائج کیا تھا وہی اسکے ضعف و زوال کا باعث ہوئی۔ علاوہ بریں برہمنی مذہب نے جو اس سے مغلوب نہین ہوا تھا۔ بلکہ اسکے ساتھہ دوش بدوش چل رہا تھا اب اپنے اس حریف کا ایسا پیچھا کیا کہ آخر اسے ہندوستان سے نکال چھوڑا۔ بودھہ مذہب نے اپنے وطن مین نہین بلکہ باہر یعنے ایشیا کے شمالی اور مشرقی ملکون مین جاکے ایسا اپنا قدم جمایا کہ آج اسکے پیرون کی تعداد پچاس کروڑ سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یا یون کہین کہ دنیا مین فیصدی چالیس آدمی اسکے پیرو ہین۔ بودھہ مذہب آریا اور غیر آریا لوگون کے درمیان رابطۂ وصل تھا۔ پہلے اسکا ذکر ہوچکا کہ برہمنون نے غیر آرین لوگون کو مذہبی رسومات سے خارج کردیا تھا۔ اور بودھہ مذہب نے سیتھین لوگون کے گروہون کے گروہون کو بھی جنہون نے ۱۲۰ سنہ عیسوی کے قبل اور نیز سنہ ۴۰۰ عیسوی مین ہندوستان پر حملہ کیا تھا اپنے مین داخل کرلیا تھا۔ اس لئے جب ازسرنو برہمنی مذہب کا عروج ہوا تو وہ منتشر آریا لوگون اور اصلی قومون اور سیتھیا والون مین داخل ہوکے انکا وارث بن بیٹھا۔ برہمنی مذہب نے اسوقت تک وہی خیراتی امور اور وہی عام طور پر برادری کا طریقہ اختیار کرلیا تھا جو بودھہ نے سکھلایا تھا۔ مدارس۔ ہسپتال۔ اور خانقاہین جو کہ بودھہ مذہب نے قائم کئے تھے برہمنون نے انہین جاری رکھا۔ بودھہ کے بعد برہمنون مین اکثر رفارمر ہوے اور انہون نے اسی مین بہت سی اصلاحین کین چنانچہ ان مین سے ایک یہہ تھی

کہ وہ مثل سابق کے بلا شرکت غیری نہیں تھا۔اور اس نے ایک مشخص خدا کے وجود کو کہ جسکا بودھ منکر تھا بہت عروج دیا۔نوین صدي مین پہلا رفارمر کماریلا ہوگیا ہے۔لیکن اسکا کام اسکے چیلے شنکر اچاریہ نے بڑی کامیابی سے انجام دیا۔

شنکر اچاریہ اور اسکے پیرؤون نے شیوا کي عبادت کو بہت ہی ترویج دي۔شیوا ایک ایسا دیوتا تھا جو آرین اور غیر آرین قومون مین مختلف نامون سے موجود تھا۔آریا لوگون مین اسکا ایک نام پشوپتی تھا یعنے جانورون کا حاکم۔اور گایون کا محافظ اور دوسرا۔مرتیونجایا یعنے دافع موت۔اور دوسري قوم یعنے غیر آریا مین اسکا نام رودرا یعنے گرجنے والا یا طوفاني دیوتا۔اور اگھورا یعنے مہیب اور اگرا یعنے خونخوار اور کپالا مالن یعنے کہوپڑیون کے ہار سے مزین۔شنکر اچاریہ نے فیلسوفی دماغ والے برہمنون کے پاس تو شیوا کو اسطرح پر عرض کیا کہ وہ ایسا دیوتا ہے کہ ظاہري قرباني کي کچھہ اسکو حاجت نہین۔اسکي عبادت غور و تامل اور خموشی سے ہوني چاہئے۔اور جہلاء وارازل کو کہ جنہین سواے زندگاني کي برائیون کے اور کچھہ نہین سوجھتا یون ظاہر کیا کہ شیوا ایسا دیوتا ہے کہ اس سے ہمیشہ ڈرنا اور اُسے راضی رکھنا چاہئے۔فقط وہ اپنے مختلف صفات ہی نہین رکھتا بلکہ عورت اور مرد کي شکلین بھی رکھتا ہے۔عورت کي شکل مین اسکا نام دیوي ہے جسے اسکي عورت کہتے ہین اور جو آرین قوم مین اوما دیوی کے نام سے مشہور ہے جو پہاڑ کي خوبصورت لڑکي ہے اور دوسرا نام اسکا گوری ہے۔چمکدار اور سنہري رنگ کي بھواني یعنے مصدر و جود۔اور جگت ماتا یعنے دنیا کي مان۔غیر آریا قومون مین اسکو کالی یعنے سیاہ اور بھیروی یعنے خوفناک اور رکتا دنتي یعنے خونخوار کہتے ہین۔شیوا اس مملکت مین عام طور سے پوجا جاتا ہے اور اسکے پوجنے والون کے تیرہ فرقے ہین۔اگر کوئی برہمن فرقۂ سمرتہ کا ہے تو وہ شیوا کي بندگي مراقبہ مین کرتا ہے اور اسکے تصورات عالي مین غرق ہوجاتا ہے۔جب ہیضہ یا سیتلا یا اور کوئی بیماری گاؤن مین یا شہر مین پھیلتی ہے تو اکثر گروہ کے گروہ مندر یا معبد کو جانورن کي قرباني دینے کے لئے جاتے ہین تاکہ کالی دیوی یا درگا راضی ہوجائے۔ایک زمانے مین آدمی بھینٹ چڑھاے جاتے تھے لیکن اب ایسی قرباني ممنوع ہوگئی۔ایلورا کے غاري مندرون مین جو ہندو زمانیکے ہین۔شیوا کي بڑی بڑی مورتین عورت اور مرد کي شکل مین دکھلائی دیتی ہین۔وہان کیلاس کے مندر مین دیوتاے مثلث کي قد آدم تراشی ہوی مورت ہے جن مین سے ایک پیدا کرنے والے کي۔دوسری حفاظت کرنے والے کي اور تیسری ہلاک کرنے والے کي۔شیوا کي بندگی ہر عالم و جاہل اور ہر اعلاي و ادناي کرتا ہے۔لیکن لوگون کا ایک بڑا گروہ تھا جس مین تجار و پیشہور تھے انہین نہ مثل اول الذکر لوگون کے فیلسوفی کا میلان تھا اور نہ وہ ایسے جاہل و غریب تھے۔کہ شیوا کو دیوتاے قہار مانکر اسکے خوف سے اسکی عبادت کرین۔اس لئے صلح پسند نرالا۔اور عیاش خدا انکی طبیعت و مزاج سے موافقت رکھتا تھا۔انکو تو وشنو زیادہ پسند خاطر ہوا جو خدائے مثلث کا دوسرا جزء تھا اور بیدی زمانہ مین آفتابی دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا اور جس نے ساتوان اوتار رام کا اور آٹھوان اوتار کرشنا کا لیا تھا۔رامایں مین رام کے عجیب و غریب افعال کا ذکر ہے۔اور مہابھارت جس کا ہیرو کرشنا ہے ظاہر کرتي ھے کہ کسطرح سے وشنو کے ان دونون اوتارون نے جاہ و جلال کے ساتھہ اس زمانیکے افسانیمین فروغ پایا۔گیارہوین صدی عیسوی مین اس دیوتا کے متعلق جتنی تحریرات تھین ان سبھون کو ایک کتاب مین جمع کرکے اسکا نام وشنو پرانہ رکھا گیا۔بارہوین صدي مین تقریباً سنہ ۱۱۵۰ع مین پہلے رفارمر رام نجو نے اس عبادت کو دوسری قومون کے لئے بھی وسعت دی لیکن پندرہوین صدي تک پانچوین رفارمر راماننِد نامی نے ہر ادناي و اعلاي کو اس مین شریک کرنا شروع نکیا اسکي ترقی نہوئی۔راماننِد بودھ کے مسائل کو جو عام برادری سے متعلق تھے بیان کرتا تھا۔اور وشنو کي پرستش کو ہر دلعزیز بناتا تھا۔مثل شیوا کے معتقدین کے وشنو کے پیرو بھی کئی فرقون مین منقسم ہین۔اور اس ریاست کي ہندو رعایا بہر حال ان دو دیوتاؤنکی پرستش کرتی ہے۔ہر جگہ پر برہما کے کہ جو خالق ہے بہت کم پوجنے والے ہین۔اس لئے بیدي اعتقادات اور اصلی قومونکی باطل پرستی اور بودھ کے عالمگیر مسائل جو برادري سے متعلق ہین باہم مخلوط ہوکے انکا نتیجہ شیوا اور وشنو کي پرستش ہوي۔ان دیوتاؤن کي پرستش کرنے کو ہم مذہب ہندو کہتے ہین۔جیسا کہ برہمني تثلیث کے ان دو دیوتاؤن کي پرستش ہندو مذہب کے مختلف اصول کے پیوند کا باعث ہوی اسیطرح سے قومونکا سوشل انتظام بھی اس مذہب کے پیرؤن کو باہم اکھٹا رکھنے کا باعث ہوا۔

جین مذہب بودھ مذہب کي ایک شاخ سمجھا جاتا ہے۔اس ریاست مین۔اِس فرقے کے ۲۷۸۴۵ آدمی ہین۔جین مذہب کي بنا ایک چھتري امیر مہاویرا نامی نے ڈالی۔وہ بھی مثل بودھ کے پہلے فقیر بنا اور بعد ازان ایسے مسائل کي تعلیم دینے لگا جن پر غالباً بودھ مذہب کي بنا تھی لیکن تہذیب اخلاق مین وہ مسائل بودھ سے بھي زیادہ سخت تھے۔محض اس لحاظ سے کہ کسی جاندار کو ضرر نہ پہونچے اور مکھی یا اور کوئي پتنگا ان کے کھانے مین نہ آئے۔بارش کے ایام مین اندھیرا ہونے کے بعد وہ کوئی چیز کھاتے نہین۔پاني کو تین مرتبہ چھانکر پیتے ہین۔جین کے دو فرقے ہین اور انہون نے کئي شوالے تعمیر کئے ہین۔

شہر حیدرآباد

حیدر آباد جو ہزہائنس حضور نظام کی دارالریاست ہے سطح سمندر سے کوئی ۱۷۰۰ فیٹ کی بلندی پر موسی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور از روئے جغرافیہ اوسکا ارض بلد شمال میں ۱۷—۲۱—۴۵ درجہ ہے اور طول بلد مشرق میں ۸۷—۳۰ اور ۱۰ درجہ ہی— یہہ بہی بیان کرنا لازم ہے کہ وہ ریل کے راستہ سے ۳۸۹ میل مدراس سے شمال و مغرب میں ۴۴۹ میل بمبئی سے جنوب و مشرق میں اور ۹٦۲ میل کلکتہ سے جنوب و مغرب میں واقع ہے—اوس کا دائرہ تقریباً چھہ میل ہے— اور اسکے اطراف ایک دیوار ہی جسکے کونوں پر برج بنے ہوئے ہین—اس دیوار کی تعمیر مبارزخان نے جو اخیر سلطنت مغلیہ کا صوبہ‌دار تہا شروع کی تہی—اور نظام اول نے حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کرنے کے بعد اسکی تکمیل کی—اسکے تیرہ پہاٹک ہین جنکے نام یہ ہین—۱ چدرگہاٹ—۲ افضل گنج—۳ دبلی ۴ چمپا—۵ چارمحل—٦ پُرانا پُل—۷ دودھنی—۸ علی‌آباد—۹ چولی‌پورہ—۱۰ غازی بند—۱۱ میرجملہ—۱۲ یاقوت‌پور اور ۱۳ داندپور—اس شہر کی سڑکین سیدہی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کو گئی ہوی ہین—اس شہر کی آبادی اخیر مردم شماری مین جو سنہ ۱۸۹۱ کو ہوئی تہی ۱۸۱۰۰۰ تہی اور چدرگہاٹ—رزیڈنسی بازار—سکندرآباد اور بولارم کو شامل کرکے ۴۱۵۰۰۰ کی آبادی تہی—

شہر کا بڑا پہاٹک افضل دروازہ ہے جس مین افضل پُل پر سے جو موسی ندی پر سے اندرون شہر تک گیا ہوا ہے داخل ہوا جاتا ہے—اس موسی ندی کا پاٹ ہے تو بہت بڑا لیکن سال کے ایک بڑے حصہ مین ایک نہر جسکی وسعت ⅛ میل کی ہوتی ہے اس مین روان رہتی ہے—اور باقی کے خشک حصہ مین ککڑی—اور تربزے وغیرہ بوئے جاتے ہین—اور اس نہر مین سے چہوٹے چہوٹے نالے چانول کے کہیتون کو گئے ہوئے ہین—جو اوسکے اطراف کی زمین مین لگے ہین اور اس چھوٹی سی نہر پر گرمی کے موسم مین دیسی دہوبی قدیم طور پر پتھرون پر چہانٹ چہانٹ کے کپڑے دہوتے ہین—اونکے نزدیک اونٹ اپنی گردن لمبی کرکے وہی غلیظ پانی پیتے ہین اور ہاتہی سونڈہون سے اوسکو اوچہالتے ہین اور بہینسے جو درنسبت اور مواشی کے صفائی کا کم خیال رکہتے ہین اسی کیچڑ مین لوٹتے رہتے ہین—

افضل پُل—حیدرآباد

چار مینار

بہر حال سال میں ایک سے زیادہ وقت موسم برسات میں اس میں بہیا آتی ہے اور وہ اس زور و شور کے ساتھہ کہ شہر پناہ کی دیوار کے بعض حصہ ٹوٹ کر بہجاتے ہیں اور شہر کے وہ مقامات جو اسکے قریب واقع ہیں پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ سنہ ۱۷۴۸ میں جب بہیا آئی تہی تو پانی اسقدر بلند ہوگیا تہا کہ جان و مال کا بہت سا نقصان ہوا۔ اسطرح سے دوسرے مرتبہ سنہ ۱۷۷۱ کے سیلاب میں کہا جاتا ہے کہ دو ہزار آدمی تلف ہوگئے۔

پُل پر سے بائیں طرف کو سالارجنگ کا قدیم خاندانی محل نظر آتا ہے۔ اور اوسکے جنوب میں افضل دروازہ ہے۔ یہہ دروازہ حال ہی میں مرحوم سرسالارجنگ نے نارمن گوتہک وضع کا بنوایا تہا۔ اس پل کے قریب دیوار میں ایک پتہر پر یہہ عبارت کندہ ہے۔ "یہہ پُل

سنہ ۱۸۸۰ء میں ہزہائنس نواب افضل الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر والی ریاست حیدرآباد کے حکم سے

دہلی دروازہ

افضل دروازہ۔ حیدرآباد

چنپا دروازہ ـ حیدرآباد

پُرانے پُل کا دروازہ ـ حیدرآباد

غلہ بازار

نواب سالارجنگ شجاع الدولہ مختارالملک بہادر کے ایام وزارت میں جبکہ کرنل کتھبرٹ ڈیوڈسن سی-بی انگریزی رزیڈنٹ اور جے-ڈبلیو-ممارت-ارکیٹکٹ تہے بنکے تیار ہوا"-اس پھاٹک کے بائین طرف اور برج کے نیچے ایک ستي کا پشتہ ہے جہان سے قدیم الایام مین ہندو عورتین آگ مین کودا کرتی تہین-قدیم دلی دروازہ افضل دروازے کے داہنی طرف کسیقدر فاصلہ پر واقع ہے-

افضل دروازہ سے شہر مین ہائی کورٹ تک ایک چوڑی سڑک ہے اسکے بعد وہان سے وہ تنگ ہوکر وسط شہر مین چار مینار تک گئي ہوئی ہے-اس سڑک کے بائین طرف افضل پھاٹک کے نزدیک منشرگنج ہے-جس مین ایک بڑی اناج کي منڈی ہے-اسی منڈی مین سنہ ۱۸۹٦ کے نومبر مہینہ مین ایام قحط سالی مین ایک سخت ہنگامہ برپا ہوا تہا-جو کوتوال شہر اور اسکے افسرون کے حسن

شہراہ کا دروازہ-حیدرآباد

عاشورخانہ — حیدرآباد

گتی پشتہ — حیدرآباد

شمالی دروازہ — محل سالارجنگ

انتظام سے فرو کردیا گیا۔

پل سے کوئی ایک سو گز کے فاصلہ پر سیدھی طرف ایک بڑی کمان ہے۔ جسکے قریب سنہ ۱۵۹۴ میں قلی قطب شاہ کا بنایا ہوا ایک عاشور خانہ ہے۔ جہاں سے اب محرم میں علم کی سواری نکلا کرتی ہے۔ کمان سے ذرا آگے بڑھ کے سڑک کے داہنی طرف نظام کا ہائی کورٹ ہے جو سنہ ۱۸۸۵ میں تعمیر ہوا اور اس ہائی کورٹ کے مقابلہ میں سڑک کی بائیں طرف ایک بڑی لال عمارت ہے جسکے سامنے کے حصہ پر سفیدی لگی ہوئی ہے۔ اس عمارت کے شمال میں ایک وسیع صحن ہے۔ یہ عمارت سالار جنگ اعظم کا مشہور تاریخی محل ہے۔ اسکے صحن کے ساتھ لگے ہوئے دو بڑے بڑے پتھر کے دروازے ہیں۔ کمپاونڈ سے محل میں جانے کا ایک چھوٹا سا راستہ ہے جو دوسرے ایک اندرونی کمپاونڈ سے ملا ہوا ہے۔ اس دوسرے کمپاونڈ میں ایک پتھر کا حوض ہے جس میں سنگ مرمر کی مورتیں بنی ہوئی ہیں۔ اس کمپاونڈ کے مغربی رخ پر ایک چھوٹا سا کمرا ہے جہاں سر سالارجنگ اول بچپن میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اس سے ملا ہوا آئینہ خانہ ہے۔ جو نہایت خوبصورت اور قابل دید ہے۔ اس آئینہ خانہ کی چھت اور اسکے کھم تمام اقسام کے رنگین اور ایرانی نقش کے آئینوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور تمام دیواروں میں فرش سے لگا کے چھت تک بڑے بڑے آئینے لگے ہوئے ہیں۔ صحن کے شمالی طرف بھی ایک اسی قسم کا کمرہ ہے۔ لیکن آراستگی میں اس سے کسیقدر کم۔ اس میں جو سرخ مخمل کی بہت سی ملمع کرسیاں ہیں وہ کسی زمانہ میں انگلنڈ کے بادشاہ جارج چہارم کے دربار میں تھیں۔ اس کمپاونڈ کے مغرب میں ایک کتب خانہ ہے جو اقسام کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے۔ آئینہ خانہ کے پاس مغربی رخ پر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جسکو چینی خانہ کہتے ہیں۔ یہ کمرہ نہایت ہی دلچسپ اور نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ اسمیں چینی کے قدیم بیحساب اور قیمتی برتن۔ مثلاً رکابیاں۔ تشتریاں۔ پیالے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی خوش وضعی سے چنے ہوئے ہیں کہ دیواریں نظر نہیں آتیں۔ اس بے نظیر کمرے میں سنگ مرمر کی ایک عورت کی نہایت ہی خوبصورت مورت ہے جو سنہ ۱۸۷۶ میں بنزونی نے بنائی ہے اور اسکو عمدہ لباس پہنایا گیا ہے۔ سر سالارجنگ اول جب یوروپ گئے تھے تو اٹالیا میں اسکو خرید کیا تھا۔ چینی خانہ سے آگے بڑھکے مغرب میں خزانہ ہے۔ اور خزانہ سے ملا ہوا دیوان خانہ پھر دیوان خانہ ایشائی طرز پر آراستہ کیا ہوا ہے۔ یہ محل تمام مردانہ ہے اور زنانہ محل جہاں لیڈی سر سالارجنگ تشریف رکھتی ہیں اسکے مغرب میں ہے۔ ان محلوں کے صحن میں نہایت خوشنما باغات ہیں۔ کہ جن کے دیکھنے سے طبیعت شگفتہ ہوجاتی ہے۔

آئینہ خانہ کے اوپر یعنے پہلے منزلہ پر ایک کمرہ ہے جس میں بعض نہایت قابل دید صنعتیں اور نہایت عجیب و غریب تصویریں ہیں۔ ان تصویروں میں ملکہ معظمہ۔

آئنہ خانہ ـ محل سالارجنگ

چینی خانہ ـ محل سالارجنگ

سالارجنگ کی بارہ دری

راحیل مستور — محل سالار جنگ

پرنس اور پرنسس آف ویلز — ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ کی تصویرین انکی خاص دستخط کے ساتھہ ہین — جو سر سالارجنگ کو ذاتی طور پر ہدیہ دیگئی تہی — اس کمرے مین دو کتابین ہین — ایک ملکہ معظمہ کی مشہور کتاب کہ جسکا نام "اور لائف ان دی ہائی لینڈس" ہے اور جس پر ان کے خاص دستخط سے لکہا ہوا ہے کہ یہہ کتاب ونڈسور کیسل مین ۲۹ جون سنہ ۱۸۷٦ کو سر سالار جنگ کو ہدیہ دیگئی — اور دوسری کتاب ملکہ معظمہ کی شوہر پرنس آلبرٹ کی سوانح عمری ہے — اسپر بہی ملکہ معظمہ کی خاص تحریر ہے اور علاوہ اسکے دوسری بہت سی چیزین جو سفر انگلنڈ مین انہین ہدیہ ملی تہین متفرق میزون پر دہری ہوئی ہین اس کمرے کی ایک دیوار پر سر سالارجنگ کی روغنی تصویر لٹک رہی ہے اور نیز اس مشہور و معروف مدبر کی بہت سی خاص چیزین اس مین

موجود ہین — اس منزل پر ایک خوابگاہ کا کمرا ہے جس مین صاف اور ستہرا — لیکن قیمتی اسباب دہرا ہوا ہے یہ ایک نہایت خوشنما کمرا ہے جو حضور نظام کے لئے تیار کیا گیا تہا اسی منزل پر ایک اور کمرا ہے جو برآمدے مین بنا ہوا ہے اسمین پرنس آف ویلز کی نصف قامت کی مورت ہے — ان تمام آرایشی چیزون پر بوجہ اسکے کہ وہ بہت کم استعمال کئے جاتے ہین غلاف چڑہے ہوئے ہین — اس محل مین ایک بلیارڈ روم بہی ہے — جس مین بلیارڈ کی میز اور اسکے متعلق کل سامان بہت عمدہ اور قیمتی ہے غرض ملاقاتی کمرا اور کہانے کے تمام کمرے دیکہنے سے تعلق رکہتے ہین علاوہ تاریخی حالات کے جو نہایت دلچسپ ہین یون بہی یہ محل قابل دید ہے اور اسمین کئی گہنٹے تفریح کے ساتہہ صرف ہوتے ہین — اس محل کے پر فضا اور وسیع باغمین ایک خوش نما اور آراستہ بنگلہ ہے جہان سر سالارجنگ دوم مدارالمہام ریاست اپنے یوروپین احباب کی ضیافت کیا کرتے تہے — اس بنگلے کے اور اسباب مین — نظام حال کی ایک روغنی تصویر ہے جو سنہ ۱۸۸۴ مین انکی مسند نشینی کے وقت تیار کرائی گئی تہی اور علاوہ اسکے اور بہت سے شہزادون کی بہی تصویرین ہین اس محل کے مقابلہ مین یعنے سڑک کے دوسری طرف نظام کا ایک قدیم شاہی محل ہے جو ایک پل سے اس محل کے ساتہہ ملادیا گیا ہے یہ پل سڑک کے اوپر بنا ہوا ہے اسکو داردری کہتے ہین جیسے اور شاہی محلات کو — اور یہ ایک قدیم زمانہ کی تین منزلہ اور پختہ عمارت ہے اسکے کمرونمین چہوٹے چہوٹے سے کٹہرے اور پیش دالان ہین اور جنکے اطراف برآمدے — اور ان برآمدون مین بہی دوسرے چہوٹے سے پیش دالان ہین جن مین دریچے لگے ہوئے ہین اوسکے بائین باغ مین ایک پتہر کا خوشنما حوض ہے اور اوسکے پیچہے ایک چبوترہ جو ندی تک گیا ہوا ہے اور اس چبوترے کے اخیر مین بہی ویسا ہی لیکن اس سے بہت بڑا ایک حوض ہے جو سوکہا پڑا ہوا ہے اوسکے بائین طرف ایک چہل قدمی کی چہوٹی سی سڑک ہے جو بالکل انگور کی بیلون سے ڈہکی ہوئی ہے — اس باغ کے اخیر مین ندی کے رخ پر بہت سے چہوٹے سے کمرے بنے ہوئے ہین جن مین سے ایک مین بلیارڈ روم تہا

نظارۂ شہر پناہ—دریا کی طرف سے

مہمان خانہ—محل سالار جنگ

اور دوسرے مین مدارالمہام کي خاص آفس جہان وہ موسم گرما مین بیٹھا کرتے تھے-

مغرب کیطرف جو راستہ شاہی محل کو جاتا ہے اسکے اخیر مین ایک وسیع عمارت ہے نظام اول کي بنائی ہوئی-جسکو پراني حویلی کہتے ہین اس حویلی کے اطراف بہت سی زمین ہے اور چارون طرف بلند دیوار-حضور نظام کبھی کبھی یہان کیبنٹ کونسل منعقد کیا کرتے ہین-اور اسکے صحن مین اکثر بڑے بڑے اسپورٹ ہوا کرتے ہین اسی سڑک کے بائین طرف شاہی محل سے ذرا آگے بڑھکے ایک درالشفا ہے جسکو سنہ ١٥٩٥ مین گولکنڈے کے بادشاہ محمد قلی نے بیمارون اور مسافرون کے لئے بنوایا تھا-یہ عمارت تمام پتھر کي ہے اور چوکونی جس کے بیچ مین بڑا صحن ہے اور چارون طرف کمرے-اوسوقت یہ ہسپتال تھی اور بہت سے اطبا اس مین ملازم تھے-لیکن اب وہان حضور نظام کي بیقاعدہ فوجونکا ایک دستہ رہتا ہے اسکے قریب ایک خوبصورت چھری سی مسجد اوسی بادشاہ کي بنائی ہوئی ہے-

بڑی سڑک پر مراجعت کرنے کے بعد ہائیکورٹ کو داہنی طرف چھوڑ کے ایک لمبی قطار پست مکانون کي چلی گئی ہے جس مین جنرل پوسٹ آفس ہے اور اسکے پرے چار کمان ہین یہ چار کمانین محمد قلی شاہ نے سنہ ١٥٩٥ مین بنوائی تھین-اور بعد مین انہین حضور نظام افضل الدولہ نے چالیس ٤٠ سال کے پیشتر مرمت کروایا تھا یہ چار کمانین چار راستو پر بنے ہوئے ہین جو گلزار حوض سے نکلتے ہین شمالی رخ کي کمان کا نام مچھلی کمان ہے-جو ایک رفیع الشان لقب ہے-گلزار حوض تمام پتھر کا بنا ہوا ہے اور ان چارون کمانون کے بیچمین واقع-مذکور چار راستے یہین سے شروع ہوتے ہین ابتدا مین اس حوض کے اطراف ایک وسیع باغ تھا جس مین محمد قلی اپنی فوجونکا معائنہ کرتے تھے-حال مین اس حوض کو مرمت کرکے اسمین محکمہ آبرساني سے عمدہ پاني لایا گیا ہے-اسکے بیچ مین ایک لوہے کا منقش کھم ہے جس پر ایک چرخ اور ایک فوارہ نصب ہے-

اس سے کسیقدر فاصلہ پر چار مینار ہین-(دیکھو ابتدائی باب کو) تمام حیدرآباد مین یہی ایک عمارت ہے جو تعجب انگیز ہے اسکی شکل مستطیل ہے اور تعمیر تمام سنگین جسکے نیچے چارون جہت پر چار کمانین ہین اور کمانون کے اوپر دو کمرے جہان زمانۂ قدیم مین پہلے مدرستہ العلوم تھا-اسکا ہرایک پہلو سو فیٹ کا ہے اور کمان کا وسط زمین سے پچاس فیٹ اونچا اور اسکے چارون مینار جو چارون کونون پر ہین ١٨٤ فیٹ بلند ہین-کسیکو میںارون پر چڑھنے کا حکم نہین کیونکہ اوپر سے حضور نظام کے شاہی محل کا جو انکے قریب ہے اندروني حصہ نظر آتا ہے یہ چار مینار محمد قلی شاہ نے سنہ ١٥٩١ مین بنوائے

گلزار حوض

ہے-لیکن حال مین کوئی بیس سال کے آگے انکی کامل مرمت کی گئی ہے جس سے وہ بالکل جدید معلوم ہوتے ہین اوس مین ہمیشہ روہیلا پولیس کا ایک مضبوط پہرا رہتا ہے-جب کوئی ذی اقتدار امیر وہان سے گذرتا ہے وہ اوسکو بندوقون کی سلامی دیتے ہین-عاشورہ محرم مین اسکی شمالی کمان مین ایک سبز پنجہ لٹکایا جاتا ہے-موسیو تھیوینات ایک فرانسیسی سیاح جو سنہ ۱۶۶۷ مین حیدرآباد آیا ہوا تھا-اس عمارت کی نسبت یون بیان کرتا ہے-کہ یہ ایک مربع عمارت ہے جسکو چار مینار کہتے ہین اور جسکا ہر ایک پہلو ۱۰ دس فیدم (ایک فیدم کے چھہ فیٹ ہوتے ہین) چوڑا ہے اور سات فیدم اونچا-اسکے چارون طرف چار کمانین ہین چار یا پانچ فیدم اونچی اور چار فیدم چوڑی اور ہر ایک کمان کے سامنے اسیقدر چوڑی ایک ایک سڑک بنی ہوئی ہے اوس مین دو کٹہرے ہین جو ایک کے اوپر ایک ہین-اور ان پر ایک چھت ہے جسکے کنارون پر سنگین پیش دالان بنے ہوئے ہین-اور اسکے ہر ایک کونے پر ایک ایک مینار دس دس فیدم اونچا ہے-اور ہر مینار کے اطراف چار چار کٹہرے ہین جنکے باہر کیطرف چھوٹی چھوٹی سی کمانین ہین یہ تمام عمارت گل بوٹون سے منقش ہے-اسکے بیچ مین ایک بڑا گنبد ہے-جسکے اندر بھی پتھر کی چھوٹی چھوٹی سی کمانین ہین جن مین سے باہر کی کٹہرے مین جایا جاتا ہے اور دیوارون مین بہت سے دروازے ہین-اس گنبد کے نیچے کوئی سات یا آٹھہ فیٹ اونچے زینہ دار چبوترے پر ایک بڑا سبز چونے کی بنی ہوئی ہے-اس عمارت کے کٹہرون مین سے پانی

چار مینار

اوپر کو چڑھتا ہے اور وہان سے شاہی محل کو جاتا ہے-جہان سب سے اونچے کمرون مین پہونچتا ہے شہر مین کوئی ایسی خوش نما عمارت نہین جیسے یہ چار مینار ہین لیکن اسکے اطراف جو بد ڈول تختہ کی چھپر پوش میوے کی دوکانین ہین اونسے اسکی خوبصورتی مین فرق آرہا ہے"-

چار مینار کے قریب بڑی سڑک کے بائین طرف ایک چھوٹا سا راستہ جمعہ مسجد کو جاتا ہے-یہ مسجد سلطان محمد قلی نے سنہ ۱۵۹۸ مین بنوائی تھی-حیدراباد مین اس سے قدیم کوئی مسجد نہین-اسکے صحن مین قدیم ترکی حمام کے کھنڈر ہین-یہ مسجد متوسط ہے نہ بہت بڑی ہے اور نہ بہت چھوٹی اور نہ اس مین فن تعمیر کی کوئی ایسی صنعت ہے-

چار مینار کے پرے جو سڑک جنوب کو جاتی ہے اسکے داہنے طرف عظیم الشان مکہ مسجد ہے-یہ مسجد مکہ معظمہ کی مسجد کا نمونہ ہے اسلئے اسکو مکہ مسجد کہتے ہین-اسکی لمبائی ۲۲۵ فیٹ چوڑائی ۱۸۰ فیٹ اور بلندی ۷۵ فیٹ ہے اور اسکی چھت کے نیچے تین قطارین پندرہ پندرہ کمانون کی ہین-اور ہر ایک قطار کے آخر مین دو بڑے بڑے مینار ہین جن مین کنگرہ دار کٹہرے ہین اور ان کٹہرون اور چھت پر کوئی ایک سو فیٹ اونچا ایک بڑا گنبد ہے اور اس مسجد مین جو کھمبے ہین انمین ہر ایک ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا ہے اور بہت بلند اوسکے ایک طرف جو گوشہ کہرنیکے کا فرش ہے-تمام جنوبی ہندوستان مین اس سے کوئی مسجد بڑی نہین اس مین کوئی دس ۱۰ ہزار آدمی سما سکتے

جامع مسجد۔ حیدرآباد

مکہ مسجد۔ حیدرآباد
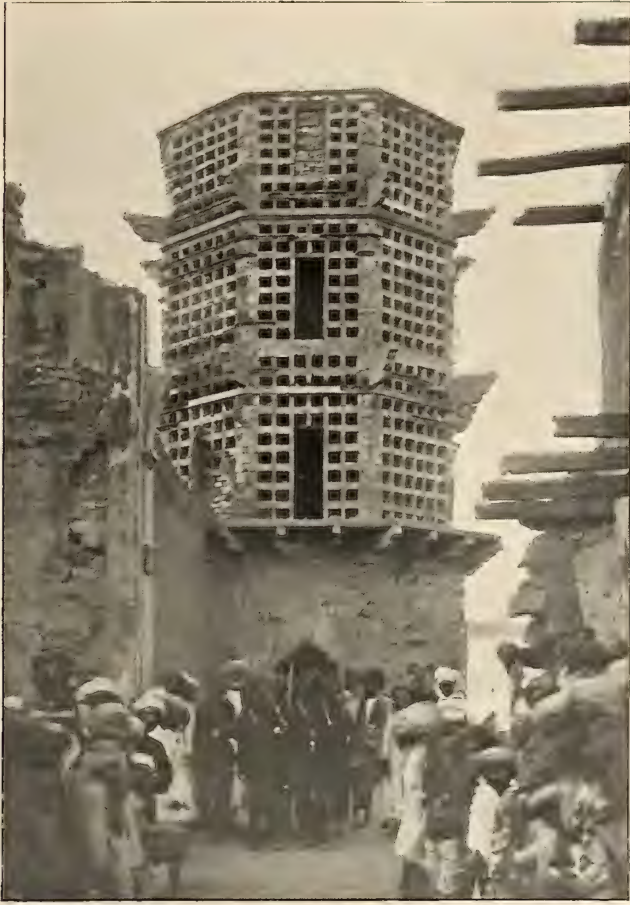
ہین—اس مسجد کی تعمیر عبداللہ قطب شاہ نے سنہ ١٦٦٠ مین شروع کي تہی لیکن وہ بنکر تیار ہونے نہ پائی تہی کہ انکا انتقال ہوگیا انکے بعد انکے جائے نشین ابوالحسن اوسکی تعمیر مین مصروف ہوئے لیکن وہ بہی اسکے ختم ہونے کے پیشتر اورنگ زیب کي قید مین پہنسگئے پہر اورنگ زیب کے حکم سے سنہ ١٦٨٧ مین وہ اختتام کو پہونچی—اوس مسجد کے صحن کے بائین طرف نظام علیخان اور ان کے تمام جائے نشینون کي قبرین ہین اور انکے قریب گذشتہ نظامون کے رشتہ دار بہی مدفون ہین—اس مسجد کے صحن کے درمیان ایک حوض ہے جس کے نزدیک جلادار پتہر کي دو سلیان ہین ان سلیونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے کسی مندر مین تہین تہاورنیر نامی ایک سیاح جوہرات کا تاجر تہا اس مسجد کي کیفیت یون بیان کرتا ہے—کوئی پچاس سال پیشتر انہون نے شہر مین ایک بڑی مسجد بنانی شروع کي جو کبہی بنکر تیار ہوگئی ہوتی تو تمام ہندوستان کي مسجدون مین نہایت خوبصورت خیال کي جاتی—اسکے پتہر اتنے بڑے بڑے ہین کہ جنہین دیکہکے تعجب ہوتا ہے اور خاصکرکے وہ پتہر جس مین قبلہ بنا ہوا ہے اور جسکے اوسطرف وہ نماز پڑہا کرتے ہین—ایک ایسی بڑی چٹان ہے کہ جسکو اسکے جگہ سے کاٹنے کے لئے صبح و

شاہی کبوتر خانہ

مالوالا کا محل

حضور نظام کا چومحلہ

پانچ محلہ — حیدرآباد

چوک ـ حیدر آباد

شام پانچ یا چھہ سو آدمی لگے ہوے تہے اور پہر ایک پہیہ دار انجن پر رکہکے اسکو مسجد مین لایا گیا ـ اکثر لوگون نے مجہہ سے کہا کہ چودہ سو بیل اوس انجن کو کہینچتے تہے ـ صحن مین جہان اکثر لوگون کا ازدحام رہتا ہے ـ ایک بڑے تخته کا دروازہ ہے جس پر معمولی زنجیرین لگی ہوئی ہین ـ مسلمانون کی عیدون پر یہان کوئی آٹہہ یا دس ہزار آدمی جمع ہوتے ہین اور یہ ازدحام قابل دید ہوتا ہے ـ حضور نظام کا شاہی ایوان جسکو پنج محل کہتے ہین اسکے صحن سے ملا ہوا ہے جسکی کیفیت اور کسی مقام پر لکہی گئی ہے ـ

راستے کے داہنی طرف اور چار مینار کے مشرق مین راجہ راجہان راجہ مرلی منوہر بہادر اکاونٹنٹ جنرل کا محل ہے ـ یہ ایک خوبصورت عمارت ہے جس مین دو کمپاونڈ ہین ـ اندر کے کمپاونڈ مین جہان تاڑ کے جہاڑ وغیرہ ہین ایک خوبصورت سنگین فوارہ ہے یہ خوشنما کمپاونڈ ہمیشہ سرد رہتا ہے اس محل کے رخ پر منقش تختہ کی کمانین ہین اسکے نیچے جو نقشہ دیا گیا ہے اس مین مہاراجہ انکے بہائی ـ انکا خاندان ـ انکے ملازم اور انکے پہرے والونکی تصویرین ہین جو درباری کمرے کی سیڑہیون پر جمع ہین ـ

چار مینار کے مغرب مین جو راستہ چوک کو جاتا ہے اوسکے داہنی طرف کبوتر خانہ کے کونے پر شاہی کبوتر خانے کے کہنڈرات ہین ـ

اس کے پرے دائین طرف ایک چہوٹا سا راستہ ہے جو حضور نظام کے خاص محل کو جاتا ہے اس محل کا نام چار محل ہے ـ اسکا سبب یہ ہے کہ اوس مین چار محل ہین یہ حقیقت مین چوکون کا ایک سلسلہ ہے جسکے دونون طرف خوبصورت عمارتین ہین جن کے اطراف ایک بہت اونچی سی دیوار ہے اس دیوار کے اندر کا احاطہ غالباً تمام شہر کے پانچوین حصہ سے کم نہوگا اسکا پہاٹک بائین طرف گلی کے ناکہ پر ہے جس سے ملا ہوا ایک دوسرا چوک ہے ـ اس چوک مین ملاقاتی لوگ گاڑیون گہوڑون اور ہاتہیونسے اوتر پڑتے ہین ـ اس چوک کے سیدہی طرف ایک صحن ہے اور اسکے بیچمین ایک باغ اور اس باغ مین ایک سنگ مرمر کا حوض معہ فوارہ کے جو ہمیشہ چہوٹتا رہتا ہے ـ اس باغ کے اطراف بہی خوبصورت عمارتین بنی ہوئی ہین جو تہران کے شاہی محل کا نمونہ ہین اور عام تعمیر مین انسے عاری ـ شمال مین ایک محل ہے جس مین ایک

بڑا دالان ہے جہاں حضور نظام دربار منعقد فرمایا کرتے ہیں اور جس میں امیروں کو باریابی حاصل ہوتی ہے۔ جب ویسرائے حیدرآباد کو آتے ہیں تو اسی دالان میں ملاقات ہوا کرتی ہے۔ داہنی طرف کے مکانات میں دفاتر ہیں اور دفاتر کے پیچھے طویلہ اور بگھی خانہ اوس سے پرے اسی داہنی طرف شاہی باورچی خانہ ہے اور چوک کے جنوب میں ایک بہت بڑی عمارت ہے جسکے زینے نہایت وسیع ہیں۔ اس عمارت میں خاص حضور نظام کے دفاتر ہیں جہاں وہ امور ریاست کو ملاحظہ کیا کرتے ہیں۔ اس عمارت میں مدارالمہام اور نیز دوسرے امیروں سے ملاقات ہوتی ہے یہ محل خوب آراستہ ہے اور اسکی آراستگی میں زرد رنگ سب پر غالب ہے۔ کیونکہ حیدرآباد میں یہ رنگ شاہی علامت ہے۔ مذاقِ عمومی کا نقص جو اکثر روساے ہند کے محلوں میں پایا جاتا ہے یہاں بالکل مفقود ہے اور ہر چیز مکمل۔

سیڑھیوں کے سامنے اس عمارت کے برآمدے میں ایسے بڑے بڑے بلوری جھاڑ لگے ہوے ہیں کہ جن سے انسان متحیر ہو جاتا ہے انمیں اکثر وہ جھاڑ ہیں جو ٹیپو سلطان کی جنگ کے بعد بطور فتح کے نشان کے سنہ ۱۷۹۹ میں لائے گئے تھے۔ جب کسی شاہی جشن کے موقع پر یہ باغ آراستہ کیا جاتا ہے تو وہ اس عمارت پر سے ایک پرستان کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ سنگ ریزوں کی سڑکیں جو چہل قدمی کے لئے بنی ہوئی ہیں انمیں ایران۔ کابل۔ ورنگل اور یوروپ کے اقسام کے خوشنما قالین بچھے ہوتے ہیں اور جو کہ میں جہاں درسے محلوں کی بنی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کوئی جھاڑ متعدد

محل کا منظر

سلح بازار

خانہ باغ — شہر مین سر آسمان جاہ کا محل

نہین بلکہ اسکے عوض اقسام کے عمدہ عمدہ پودون کي کونڈیان دہری ہوئی ہین جنکے دیکہنے سے طبیعت پرفرحت آجاتی ہے — علی الخصوص رات کے وقت جب یہان بجلی — چینائی فانوس فیری لمپ اور دیسی چراغون کي روشنی ہوتی ہے تو یہ محل ایک شعلۂ نور ہوجاتا ہے اور الف لیلا کے جادو بہرے ہوے باغات کا خیال آجاتا ہے — اس محل مین

حضور نظام کے سات ہزار ملازم ہین —

چار محل کے جنوب مین اس سے ملا ہوا ایک اور محل ہے جسکو پنچ محل کہتے ہین — اس محل کا دروازہ اس سڑک پر پڑتا ہے جو چار مینار سے جنوب کي طرف مکہ مسجد کو جاتی ہے اس محل کے سامنے کی بلندی حمد آباد

استقبال کا کمرہ — سر آسمان جاہ کا محل شہر مین

سرخورشید جاہ کي رسالہ گارڈ

کے قدیم وضع کي ہے اور اسکے کماني دریچے راستہ پر نکلے ہوے ہین ان دریچون کي چوکہٹین شفاف چونے کي ہین اور علاوہ ان دریچون کے ایک اور لمبی قطار دوسرے دریچون کي ہی ہے جن پر زرد رنگ کے چلمنین پڑی ہوئی ہین۔ ان چلمنون مین سے باہر کي کیفیت برابر نظر آتی ہے اور اندر کا حال کچہہ دکہائی نہین دیتا حضور نظام انہین دریچون مین سے لنگر کا تماشا دیکہتے ہین جس مین با قاعدہ اور بے قاعدہ فوجون کي کوئی تیس ہزار کي جمعیت انکے سامنے سے گذرتی ہے۔ خاصکر کے یہ جلوس حیدرآباد مین قابل دید ہوتا ہے جسکا بیان لنگر کے باب مین لکہا جا چکا ہے۔

اُس کوچہ کے اسطرف جو حضور نظام کے محل کو جاتا ہے چوک ہے جہان کپڑے کي دکانون کي قطار ہے اور یہ قطار ایک کماندار عمارت ہے اور ساتہ اسکے ہتیارونکا بازار بہی ہے جہان ہر قسم کے ہتیار جن مین بعض بہت قدیم بہی ہین فروخت ہوتے ہین اس بازار کے مقابلہ مین ایک پرفضا باغ ہے جس مین ایک اونچا گہنڑی گہر۔ حوض اور فوارہ وغیرہ ہین۔ یہ پارچہ فروشی کا بازار اور اسکے قریب کا باغ سرسالار جنگ مرحوم کا تیار کیا ہوا ہے۔ اس چوک کے شمال مین خواجہ عبد اللہ خان کي بنائی ہوئی ایک خوبصورت مسجد ہے جس سے چوک کي رونق بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

شہر مین چوطرف بہت سی مسجدین ہین ان مین سے ایک جو نظام کے قدیم محل کے نزدیک ہسپتال اور کاروانسراے کے مقابلہ مین واقع ہے وہ سنہ ۱٦۰۰ مین قطب شاہ محمد قلی کي بنائی ہوئی ہے۔ اور دوسری چہوٹي چہوٹی مسجدین بہت بہاچہے کي بنی ہوئی ہین جنکا نقشہ افضل گنج کي مسجد کا سا ہے۔

چوک کے مغرب مین ہز اکسلنسی نواب سر آسمان جاہ بہادر کا محل ہے جسکا قدیم مشرقی وضع کا حصہ انکے آبا و اجداد کے زمانہ کا بنا ہوا ہے یہ محل شہر کي بہت قدیم عمارتون مین سے ہے۔ اس محل مین ایک خاص باغ ہے جو یوروپین طرز کا ہے اور خوب آراستہ۔ نواب محتشم الیہ نے کوئي بیس برس ہوے کہ اس کو تیار کیا تہا۔ محل کے اسی حصہ پر سے نواب موصوف کے یوروپین احباب لنگر کے جلوس کا تماشا دیکہا کرتے ہین۔ جب تک یہ باغ تیار نہین ہوا تہا تو نواب صاحب اکثر ضیافتین جہان نما کے باغ مین کیا کرتے تہے۔ یہ باغ اپنی وسعت اپنی مشرقی آراستگی اور نیز بہت سی دلچسپ چیزون کے لئے مشہور و معروف ہے۔

چوک کے مغرب مین کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر ہز اکسلنسی نواب سر خورشید جاہ بہادر کا عالیشان محل ہے جسکو بارہ دری کہتے ہین۔ یہ شمس الامرا کا خاندانی محل ہے۔ سر خورشید جاہ بہادر کے دادانے خود آپ اس مکان کا نقشہ

سر خورشید جاہ کی بارادری — اور تاکستان — حیدرآباد

تیار کرکے اس صدي کے ابتدائی چالیس سال میں اوسکا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ لیکن یہ مکان کوئی نوفیٹ بلند ہونے نہ پایا تھا کہ وہ انتقال کرگئے۔ انکے بعد انکے فرزند یعنی سر خورشید جاہ بہادر کے والد نے اسکي تکمیل کي اور انکے فوت ہونے کے بعد سر خورشید جاہ نے اس میں دو مرتبہ اضافہ فرمایا۔ اکثر جشن اور ضیافتیں ہمیشہ اسي محل میں ہوا کرتی ہیں۔ اس مکانکی ترتیب نہایت عمدہ ہے اور علم تعمیر کے لحاظ سے حیدرآباد کي تمام شاہی عمارتوں پر یہ فوقیت رکھتا ہے اسکی آراستگی اور اس کي تعجب انگیز چیزیں قابل دید ہیں اس میں قدیم ہتیاروں کا ایک ذخیرہ بھی ہے جس میں نواب تیغ جنگ بہادر کي تلوار اور زرہ ہے جو اس خاندان کے مورث اعلي ہیں۔ انکا قد کوئی ساڑھے چھہ فیٹ سے زیادہ تھا یہاں انکی تصویر لگي ہوئی ہے وہ بڑے قد آور جوان تھے اور بڑے بڑے گھوڑوں پر چڑھا کرتے تھے۔ انکا فولادی خود ایک عجیب قسم کا ہے۔ جس میں ناک کي محافظت کے لئے ایک سیخ بنی ہوئی ہے اس کا وزن بیس رتل کا ہے۔ اس خود سے معمولی آدمیوں کا منہہ اور سر ڈھک جاتا ہے انکی زرہ کے اندر کڑیان ہیں اور باہر سلاخیں ہیں اسکا وزن کوئی ستر ۷۰ سے اسی ۸۰ رتل ہے انکی تلوار چار فیٹ اور آٹھہ انچہ لمبی اور چار انچہ چوڑی ہے جسکا قبضہ فولاد کا ہے اور وہ اتنا لمبا ہے کہ جس سے کہنی کي اچھی محافظت ہوتی ہے۔ اس تلوار کا وزن اٹھارہ رتل ہے لیکن اسکا دستہ نسبتاً چھوٹا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیغ جنگ کے ہاتھہ باوجود اس قد و قامت اور اس تنومندی کے کسیقدر چھوٹے تھے وہ نظام اول کے رفیق تھے اور سنہ ۱۷۸٦ میں فوت ہوگئے نواب صاحب حال کے ہان بہت

سے شتر مرغ ہیں جو سواری کے لئے سدہائے گئے ہیں۔ یہ جانور اسقدر جلد جاتے ہیں کہ بعض وقت انکا سنبھالنا مشکل ہو پڑتا ہے۔ اس محل کے اطراف ایک وسیع صحن ہے جس میں باغات اور انگور کے ٹٹیان ہیں۔ قدیم محل جسکے اطراف ایک اونچی سی دیوار ہے داہنی طرف کو واقع ہے۔ اور اس میں بھي قدیم مکانات اور خوب صورت باغات ہیں لیکن غیرونکو وہان جانے کی اجازت نہیں اس محل کے متعلق جو نہایت دلچسپ کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ اس میں اُن بے نظیر سپاہ عورتون کي اولاد ہے۔ جنہیں ظفر پلٹن کے نام سے موسوم کیا جاتا تہا۔ نواب تیغ جنگ بہادر کے ایام سے جو شمس الامرا کے خاندان کے بانی تھے۔ ایک عورتون کي پلٹن چلی آتی ہے لیکن اسوقت اس پلٹن میں صرف چالیس ۴۰ عورتیں باقی رہگئی ہیں۔ اسمیں پہلے ہمیشہ ہندو عورتیں بھرتی کي جاتی تھیں۔ انکي خدمتیں بمقابلہ اُن سپاہ عورتونکی جو قدیم الایام میں دوسرے ممالک میں گذری ہیں۔ اور جو باقاعدہ جنگون میں ناموری حاصل کیا کرتي تھیں بالکل جدا اور بہت آسان ہیں۔ یہ پلٹن حیدرآباد میں زنانہ محلون کي پاسبانی کیا کرتی ہے اور شادیون اور نیز دوسرے رسومات میں شریک ہوتی ہے۔ اس رجمنٹ کا ایک بینڈ باجا بھی ہے جو ہفتہ وار بجا کرتا ہے اسکا ایک کمانڈر ہے جو ہمیشہ انکی قواعد لیا کرتا ہے۔ اس زنانہ پلٹن کا لباس معمولی رجمنٹ سے بہت مشابہ ہے اور بندوقیں بھی اسی طرح کي۔ یہ پلٹن صرف قواعد کے وقت یا شادیون یا اور رسومات یا شاہي جشنون میں اپنی وردی پہنتی ہے اس پلٹن کے بینڈ میں اسوقت گاڈ سیو دی کوئین بجایا جاتا ہے جب کوئی یوروپین اُسے دیکھنے کا موقع پاتا ہے۔ اس پلٹن کو دیسی لوگ

سرخورشید جاہ کي زنانہ گارڈ

سر وقارالامرا کا محل ـ حیدرآباد

سر وقارالامرا کا پرانا محل

راجہ چندو لال کا محل

گھردون کہا کرتے ہیں جو گارڈ کا بگڑا ہوا لفظ ہے۔ایک مورخ برک نامی اپنی تاریخ دکھن کے ۲۰۹ صفحہ میں یوں لکھتا ہے کہ نظام علی کے پاس سپاہ عورتوں کی دو پلٹنیں تھیں اور ہر ایک پلٹن میں ایک ہزار عورتیں اسکا نام ظفر پلٹن تھا۔یعنے فتحمند فوج۔ان پلٹنوں کی عورتیں جنہیں گھردون (محافظ گارڈ) کہا جاتا تھا انگریزی قدیم سپاہیوں کی فوجی وردی پہنتی تھیں لیکن قواعد کے الفاظ انہیں فرنچ زبان میں سکھلائے جاتے تھے۔وہ شاہی محل کے اندر پہرا دیتی تھیں اور نظام کے زنانہ کے ساتھ رہتی تھیں ان پلٹنوں کی افسر بھی عورتیں ہی تھیں اور مرسیو لینگل بیان کرتے ہیں کہ شہر میں بہادر عورتوں کی فوج کا پہرا رہتا تھا۔اور اسی طرح سے دوسرا ایک مورخ بھی اس پلٹن کی نسبت نہایت دلچسپ بیان کرتاہے کہ چند روز پیشتر۔ایک اٹلی کی رقاصہ عورت روزگار کی تلاش میں حیدر آباد آئی۔اور نظام کی مورد عنایات ہوئی جنہوں نے رفتہ رفتہ اسکو ایک فوجی خطاب دیکر اس پلٹن کی افسری پر مقرر کردیا اگرچہ وہ ناچ میں بہت بڑا کمال رکھتی تھی لیکن جب فوج کی افسر ہوئی تو اس ڈھنگ سے اپنے سولجروں کو قواعد میں آراستہ کیا کہ نظام نے متعجب اور خوش ہوکر اسکو انعام میں ایک ہاتھی مرحمت فرمایا۔

وہ عورت ایک مدت تک امیرانہ زندگی کرتی رہی۔اسکے بعد ایک اور شخص یوروپ کے کسی ملک کا فلارنڈائین نامی نوکری کی تلاش میں وارد حیدرآباد ہوا۔یہ بھی فن رقاصی میں بڑا کمال رکھتا تھا نظام نے چاہا کہ اس مرد اور اس کرنل عورت کو یکسر یہیں طرز پر نچوائیں لیکن اس عورت نے منظور

دریچۂ بارہ دری

نہین کیا اور عرض کي کہ میرا فوجی عہدہ جو ایک اعلیٰ درجہ کا ہے مجھکو اس محقر حرکت کي اجازت نہین دیتا جس زمانہ مین کہ مین یہان آئی تہی اور حضور مجہپر مہربان ہوے تہے تو مین نے ایک مرتبہ حضور کو اپنا ناچ دکہلایا ہے اور اب مین ناچ نہین سکتی - لیکن نظام نے نہین مانا اور مصر ہوے آخر یہ بحث یہان تک بڑہی کہ وہ اپنی نوکری سے مستعفی ہوکر پونا چلی گئي -

نواب سرخورشید جاہ بہادر کي مہربانی سے اس حیدرآباد کي تاریخ مین درج کرنے کے لئے ان سپاہ عورتون کی عکسی تصویرین لیگئی ہین جو ہمیشہ کے لئے اس دفتر مین یادگار رہینگی -

شمس الامرا بہادر کے محل کے پرے جنوب مین مدارالمہام موجودہ ہز اکسلنسی نواب سروقارالامرا بہادر کا محل ہے جسکا قدیم اور تعجب انگیز حصہ ایک مدت ہوئی کہ شمس الامرا بہادر کے خاندان نے جسکے وہ ایک ممبر ہین تعمیر کیا تہا - لیکن حال مین راستہ کے طرف اس مین چند کمرے بنائے گئے ہین جہان یوروپین مہمانون کي ضیافتین کي جاتی ہین - انہین کمرون مین سے مدارالمہام اور انکے احباب لنگر کا جلوس معائنہ کرتے ہین -

شہر کے جنوبي ومغربي دروازے کے پرے راجہ چندولال بہادر کا محل ہے جو سنہ ۱۸۴۳ مین اپنے عہدہ مدارالمہامی سے مستعفی ہوگئے تہے - یہ محل تمام تختے کا بنا ہوا ہے اور اسکي وضع وہی ہے جو سالار جنگ کي بارہدری کي ہے اس

خدمتگر

ایک بیگم کا خاص کمرہ

محل کے اطراف ایک باغ ہے جسمین میٹھے پانی کا ایک بڑا حوض ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ کسی زمانہ مین یہ ایک نہایت شاندار عمارت تہی لیکن اب رو بانہدام ہے۔

یہان کے امرا کے محل جو حال مین تعمیر ہوے ہین نہایت وسیع ہین اور سبہون کی وضع قریب قریب ایک ہی ہے سبہون مین عام طور پر بڑے بڑے کمپاونڈ ہین اور اطراف اونچی اونچی دیوارین جہان کمپاونڈ مین قدم رکہا کہ اون محلون کی عمارتی نظر آگئی انکی ڈیوڑیان اور انکے بر آمدے قابل دید ہین ان تمام محلون پر سپاہیون کا پہرا ہے جو قابل تصویر لباس پہنے ہوے ہین۔ اطراف کے باغیچے اور انکی اندرونی آراستگی انسان کو متحیر کردیتی ہے حوض اور فوارون سے طبیعت خوش ہوجاتی ہے ان عمارتون مین اکثر مربع ہین اور باغیچون مین پانی کے حوض۔ ان محلون مین پبلک کارروائی کے کمرے جدا۔ درباری ملاقات کے کمرے جدا۔ جشن ضیافتون کے کمرے جدا۔ اور زنانخانے جدا ہین۔ زنان خانون پر عورتون کا پہرا رہتا ہے اور انکی ملازم تمام عورتین ہوتی ہین ان عورتون کی تین قسمین ہین ایک لونڈیان جنکے متعلق پکانے اور بچون کے سنبہالنے کا کام ہوتا ہے۔ دوسری عام ماماٸین جو ماہانہ تنخواہ پر نوکر ہوتی ہین اور تیسری خاندانی ملازم جو انہین محلون مین پیدا ہوتی ہین اور کبہی انہین چہوڑ کر نہین جاتین یہ۔ یہی گویا داخل خاندان سمجہی جاتی ہین۔ انکے متعلق بیگمات کے توشک

لونڈیان

خدمتگاران

خانون کا اہتمام ہوتا ہے یہ ہمیشہ کہانے اور پانی کی حفاظت کرتی رہتی ہین تاکہ انمین کہین زہر وغیرہ نہ ملا دیا جاے ـ کیونکہ حیدرآباد مین زہر خوراني عام طور پر مروج ہے ـ یہ خانداني مامائین جب کوئی مہمان آتا ہے تو اچہا لباس پہنکر اپنی بیبیون کی خدمت مین حاضر رہتی ہین ـ ہمنے ذیل مین بیگم کے کمرے کا ایک نقشہ دیا ہے جس مین انکے تمام زیورات مثلاً چوڑیان ـ بازوبند ـ خلخال ـ مالے ـ اور گوشوارے وغیرہ وغیرہ دکہلاے گئے ہین یہ زیورات نہایت قیمتی ہین اور علاوہ انکے خوشنما عطردان پانی کے مقفل کوزے چاندی کے پاندان ـ پانی کے کٹورے اور خوبصورت اُگالدان وغیرہ بہی ہین ـ انکا لباس نہایت قیمتی اور زرق برق ہوتا ہے ـ غرض جب کوئی انکی ملاقات کو آتا ہے تو ان عمدہ چیزون کو دیکہکے متعجب ہو جاتا ہے ـ

حیدرآباد مین سب سے زیادہ جو قابل دید چیز ہے وہ وہان کے اقسام کے لوگون کا ہجوم ہے جو راستون پر نظر آتا ہے ـ ہندوستان مین کوئی شہر ایسا نہین جہان ایسی مختلف قومین اور مختلف لوگ نظر آتے ہون مثلاً عرب ـ سیدہی ـ روہیلے ـ پٹہان ـ مراٹہے ـ ترکی ـ سکہہ ـ عجمی ـ بخاری پارسی ـ مدراسی ـ بنگالی ـ اور یوروپ کی مختلف قومین وغیرہ ـ عرب پست قد کشادہ سینہ خوبصورت قابل دید ہوتے ہین ـ اونکی چال سپاہیانہ اور فوجی ہوتی ہے ـ جو اس قوم سے مخصوص ہے ـ یہ معاملات دکہن مین آج تین سو برس سے بہت ہی مداخلت رکہتے ہین انکی بندوقین انکے آبا و اجداد کے قدیم طرز کی لمبی لمبی ہین اور جب وہ باہر نکلتے ہین تو بالکل مسلح ہوتے ہین ـ تلوار ـ پستول ـ خنجر وغیرہ اونکے کمربند مین بندہے ہوے رہتے ہین ـ حقیقت مین حیدرآباد کے راستے تمام دنیا کے لوگون کا مجمع ہین ـ باوجود اس اختلاف کے کہ انکا مذہب جدا اُنکی زبان جدا اور انکا چال چلن جدا ہے وہ آپس مین ایسے ملے جُلے ہوے ہین کہ گویا ایک ہی نیشن نظر آتے ہین ـ پہلے جو گلیون مین غل غپاڑا رہتا تہا وہ اب بالکل مفقود ہے راستہ مین کوئی ایسا آدمی نہین نظر آتا کہ جسکے پاس کوئی نہ کوئی ہتیار مثل ـ بندوق یا پستول یا تلوار یا خنجر وغیرہ کے نہو ـ حالانکہ اِنکا استعمال بہت کم کیا جاتا ہے ـ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب سر سالار جنگ اول پر دوسرے مرتبہ حملہ ہوا تہا اعلان دیا گیا تہا کہ سواے امیرون کے سپاہ کے اور وہ بہی جب انکے جلو مین باہر نکلین دوسرا کوئی شخص ہتیار نہ باندہے اور امیرون کو بہی لازم ہوگا کہ وہ اپنے مسلح سپاہیون کے ذمہ دار ہون پیشتر اسکے علی العموم انگریزون کا شہر مین پہرنا مضر سمجہا جاتا تہا ـ لیکن اب کوئی خوف و خطر کی جگہ نہین ـ اس بارے مین گورنمنٹ اور کوتوال شہر کا انتظام قابل شکر گذاری ہے ـ موجودہ کوتوال نے پولیس کے قوانین بالکل درست کردئے ہین ـ ہرروز دوپہر کے بعد کوئی چار بجے سے راستون مین ہل چل شروع ہوتی ہے ـ اور مختلف لوگون کے ہجوم نظر آتے ہین اور مختلف زبانین سنی جاتی ہین جس سے دیکہنے والون کو سخت تعجب گذرتا ہے ـ جیسے اقوام مختلف ہین ویسا ہی انکا لباس بہی مختلف ہے لیکن اس لباس مین سب سے زیادہ تعجب انگیز انکی پگڑیان ہوتی ہین ـ ان پگڑیون کی غالباً اتنی ہی قسمین ہین کہ جتنی تمام دنیا مین پائی جاسکتی ہین ـ قوس قزح مین جتنے رنگ ہین اتنے ہی رنگونکی پگڑیان یہان دکہلائی دیتی ہین ـ اگر کوئی مصور اس ہجوم کی تصویر لینا چاہے تو ان رنگون کی وجہ سے وہ پریشان ہوگا پہر بہوؤنکی رنگین تنگ پگڑیون کے بیچ مین ایک مخروطی نوک ہوتی ہے ـ اور اسکے برخلاف انکی بہائی مراٹہون کی ڈہیلی پگڑیان اور اقسام کی قدیم مشرقی پگڑیان ترکی ٹوپیان اور زرین ٹوپیان مختلف طرز مختلف رنگ اور مختلف شکلون کی جیسے حیدرآباد مین ہوتی ہین ہندوستان کے اور کسی شہر مین نہین ہوتین ـ یہان عام طور پر جس پگڑی کا رواج ہے وہ سرکاری پگڑی ہے ـ جسکو منصب داری پگڑی کہتے ہین یہ ایک عجیب وضع کی بالکل کہنچی ہوئی سر کی برابر اور اقسام کے رنگ کی ہوتی ہے ـ یہان کی عام عورتون کا لباس سفید ـ زرد اور سرخ ہوتا ہے ـ گلے ـ ہاتہہ ـ اور پانون مین سونے چاندی پیتل اور کانچ کی چیزین موافق انکی حیثیت کے ہوتی ہین ـ مارواڑی عورتون کے لہنگے نہایت گہیردار اور وزنی ہوتے ہین ـ یہان تک کہ بعض مرتبہ سو سو گز کا گہیر ہوتا ہے اور انپر کناری ٹکی ہوتی ہے ـ انکے دامنون کی شکل پنکہون کی سی ہوتی ہے وہ چولی پہنتی ہین اور لمبی اوڑہنی اوڑہتی ہین جو نیچے تک لٹکتی رہتی ہے اور انہین نقاب کا بہی کام دیتی ہے انکی ایشیائی بادامی شکل کی چمکتی ہوئی آنکہین ـ جو نقاب مین سے نظر آتی رہتی ہین ـ اور انکی نتہہ جو آفتاب کی شعاع پڑنے سے چمکنے لگتی ہے انکا خوشنما قد و قامت انکے پاؤن کے چہلے اور پازیب جو چلنے مین آواز کرتے ہین ـ نہایت خوبصورت اور قابل دید ہوتے ہین ـ بنجارنین حیدرآباد کی خاص قومون مین داخل ہین ـ انکی شکل ٹنٹیون کی سی ہوتی ہے اور وہ چہوٹے چہوٹے بیلون کے گلون کے ساتہہ جن پر اناج لدا ہوا ہوتا ہے مختلف اضلاع سے شہر مین آتی ہین ـ یہ عورتین بوڑہی اور جوان ہوتی ہین انکے بدن مین اقسام کے دامندار لہنگے ہوتے ہین ـ جنپر آئینہ کے ٹکڑے اور چہوٹے ٹکڑے مختلف رنگ کے دہاگون کے ساتہہ ٹکے ہوے رہتے ہین ـ انکے سر کے بال سیپ اور سکون سے آراستہ انکے ہاتہہ پاؤن اور ڈنڈون مین چاندی اور دوسرے دہات کے زیورات انکے کانون مین اور ناکون مین نتہہ اور بالیان اور گلون مین رنگین منکون کے مالے ـ ہوتے ہین ـ چونکہ ایک مدت سے یہ لوگ دکہن مین آباد اور ہمیشہ جنگلون مین پہرتے رہتے ہین اسلئے انکی زبان مین ایک خصوصیت پیدا ہوگئی ہے ـ شہر مین ہر وقت مسلمان عورتین پیدل نکلتی ہین کہ جنکا جسم تمام سفید برقع سے ڈہکا ہوا رہتا ہے ـ صرف دونون کالی اور سرمگین آنکہین نظر آتی ہین ایک مسلح سپاہی

حیدرآباد کا پٹھان
ہندو عورت حیدرآباد

حیدرآباد کے عرب
ناچنے والی رنڈیان ـ حیدرآباد

انکی خدمت میں ہوتا ہے۔ہندو ننگا لنگوٹ باندھے ہوے تمام سیاہ جسم پر بھبوت رمائے ہوئے اور گلے میں منکون کا مالا ڈالے ہوئے ازدہام خلایق میں نظر آتے ہیں اور جب وہ اپنی جٹون کو ہولناک ندا کے رام رام پکارتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے رام کی خدائی میں کوئی بحث و تکرار کر رہا ہے۔ازدحام کے لوگ انکا ادب اور خوف کرتے ہیں کیونکہ انہیں دعویٰ ہے کہ وہ یورپینون اور دیسیون دونون کو برابر مضرت پہنچا سکتے ہیں ان فقیرون کی طاقت کے بہت سے افسانے ہیں جن میں سے ایک ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچ قوم کے لوگون کا انسے ڈرنا کچھہ بیجا نہیں۔ایک مرتبہ ایک رجمنٹ کے تین افسر یعنے کپتان لفٹنٹ اور ڈاکٹر نے چاہا کہ ندی کے کنارے ایک بنگلہ بنائیں اوسکے لئے انہون نے ایک جہاڑ کے نزدیک جگہ پسند کی کہ جسکے نیچے ایک ہندو فقیر اپنا مندر بنائے ہر رات پوجا پاٹ کیا کرتا تھا۔جب اس فقیر کو ان افسرون کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو ان سے عاجزانہ طور پر کہا کہ آپ یہ جگہ نہ لیں کیونکہ اس پر ایک مندر بنا ہوا ہے اور اسکے نیچے ایک مقدس گوشائین کی قبر ہے۔افسرون نے اسکا مضحکہ اڑایا اور اوس مندر کے پتھرون کو اکھاڑ کے اپنے بنگلے کی دیوارین کھڑا کرنی شروع کین۔اس فقیر نے ان کی اس حرکت سے غضبناک ہوکے ان تینون کے حق میں بد دعا کی اور کہا کہ انمیں سے ایک کو بھی اپنے بچھونے مرنا نصیب ہوگا اِس کی بھی انہون نے کچھہ پروا نہیں کی اور جب وہ بنگلہ بنکے تیار ہوا تو تعجب کا مقام ہے کہ اسکی پیشین گوئی پوری ہوئی اور وہ اسطرح سے۔کہ کپتان پولو کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گرکے مرگیا اور اسکے چند مہینہ بعد لفٹنٹ کو شکار کو جانیکا اتفاق ہوا وہان اسکا کام تمام ہوگیا۔لیکن ڈاکٹر چند سال تک زندہ رہا۔اور اخیر میں جب وہ کشتی میں بیٹھکر کہیں جارہا تھا تو کشتی ٹوٹ گئی اور وہ غرق ہوگیا کہتے ہیں کہ اس روز دریا میں بیوقت ایسا سیلاب آیا کہ تمام کنارے ڈوب گئے اور وہ بنگلہ ٹوٹکر بہہگیا۔اس قصہ میں کوئی بناوٹ نہیں بالکل سچ ہے غرض ایسے بہت سے قصے ہیں جو ان فقیرون کی نسبت مشہور و معروف ہیں۔

حیدرآباد بھیکھہ مانگنے والون کے لئے گویا ایک جنت ہے۔انمیں بعض فقیر ایسے ہیں جو بھیک کے ٹکڑون سے دولتمند ہوگئے ہیں۔حیدرآباد میں کوئی مقام ایسا نہیں جہان انکی کثرت نہو۔راستون پر وہ موجود پلون پر وہ موجود۔انکے ہاتھہ میں پنکھا ہوتا ہے۔راہ چلتون پر پنکھا جھلتے ہوے انسے بھیکھہ مانگا کرتے ہیں۔جب کسی یوروپین کو دیکھتے ہیں تو خیرات کے لئے اسکو سخت تنگ کرتے ہیں۔سواے روپیہ کے اس سے کچھہ نہیں لیتے۔تانبے کے پیسون کو مارے غصہ کے گاڑی میں پھینک دیتے ہیں۔ہندوستان میں ایک مدت سے فقیرون کا دور دورہ ہے۔چنانچہ گولکنڈے کا محمد قلی قطب شاہ جسنے سنہ ۱۵۸۰ سے سنہ ۱۶۲۸ تک سلطنت کی ہے۔ہر سال چوبیس ہزار پاؤنڈ فقیرون کو خیرات دیا کرتا تھا۔حال کے امیرون نے بھی اپنی خیرات کے لئے روز مقرر کررکھا ہے اور اوس روز سینکڑون فقیرونکا ازدحام لگتا ہے۔بہت سے غریب و محتاج لنگڑے لولے اور اپاہج جنکا حال فاقون سے بُرا اور جنکے بدنون پر دھجیان ہوتی ہین اطراف ہندوستان سے حیدرآباد چلے آتے ہین کیونکہ یہان کے امرا کی سخاوت چوطرف مشہور و معروف ہے۔وہ کسیکے مذہب و ملت کا خیال نہیں کرتے سبھون کو برابر خیرات دیتے رہتے ہین۔عطائی لوگ راستون پر بیٹھکے رہتے ہین جن کے ساتھہ اقسام کی جھو منتر کی چیزین جیسے بلی اور چوہے کی دُمین اور باگھہ کے دانت۔لومڑی کے سر۔مور کے پر۔وغیرہ ہوتے ہین۔ان چیزون کو وہ دوا کے طور پر فروخت کرتے ہین اور علاوہ اسکے انکے پاس جھو منتر کئے ہوئے پھولون کے ہار بھی ہوتے ہین جنہین عورتین خرید کرتی ہین تاکہ اسکی برکت سے انکے اولاد کے نصیب اچھے ہون۔

حیدرآباد کے راستون پر اکثر زور زور سے ہٹو بچو کی آواز آتی رہتی ہے۔اور سئیس عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے جس میں سنہری اور روپہلی لیس ٹکی ہوئی ہوتی ہے۔بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے چلے جاتے ہین اور انکے پیچھے بگھیان ہوتی ہین جن میں امرا آرام کے ساتھہ بیٹھے ہوئے رہتے ہین اور انمیں کبھی کبھی کوئی خوشبودار حقہ پیتا رہتا ہے اور انکے پیچھے ملازم خوبصورت وردی پہنے اور ہتیار لگائے عربی گھوڑون پر سوار ہوتے ہین۔حیدرآباد میں اکثر گاڑیان بیش قیمت موجودہ فیشن کی ہین اور انکے ساتھہ قدیم وضع کی بیل گاڑیون کی بھی کثرت ہے جنہین رتھہ کہتے ہین۔ان رتھون میں اطراف سوراخ دار پردے پڑے ہوئے ہوتے ہین وہان کی دیسی عورتین اکثر انہین میں بیٹھا کرتی ہین۔ایک رتھہ میں کوئی تین چار عورتین اور اتنے ہی بچے ہوتے ہین۔

اور سوراخون سے جھانکا کرتے ہین۔ان رتھون کے بیل ہمیشہ سفید ہوتے ہین۔اور علاوہ اسکے دوسرے چھوٹے چھوٹے رتھہ بھی ہوتے ہین جو خاص بچون کے لئے بنتے ہین۔انکے بیل بھی ویسے ہی چھوٹے اور خوبصورت ہوتے ہین۔اِن رتھون میں گھنٹیان بندھی ہوئی ہوتی ہین۔جن سے چلنے کے وقت ٹھناٹھن کی آواز آتی ہے۔قدیم زمانہ میں جب بڑی بڑی لڑائیان ہوا کرتی تھین تو ان رتھون کے چھت اوتار کے انہین جنگی گاڑیان بنادیا جاتا تھا۔اور سپاہی انمین بیٹھکے دشمن پر تیر چلایا کرتے تھے۔

عام گاڑی جو حیدرآباد میں مروج ہے اسکا نام جھٹکا ہے۔اسکی شکل ایک تختے کے صندوق کی سی ہے اور دو پہئے لگے ہوئے ہین۔اور اسکے پیچھے ایک دروازہ ہے اور دونون طرف دریچے جو اترتے اور چڑھتے رہتے ہین۔چھوٹے چھوٹے تیزرو شہری ٹٹو انمین جوتے جاتے ہین۔

یہان کے راستون پر ہاتھیون کی بھی آمد و رفت رہتی ہے

سر سالار جنگ اول و دوم کي قبرين

جب وہ آہستہ آہستہ آتے ہین تو انکے لئے آپ سے راستہ ہو جاتا ہے۔ انکي عادت ہے کہ جب ازدحام ہوتا ہے تو وہ اپني سونڈون سے لوگون کو ہٹاتے ہوئے بالکل آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہین۔ کسیکو تکلیف نہین پہونچاتے۔ حیدرآباد مین بہ نسبت اور دیسي ریاستون کے ہاتھیونکی کثرت زیادہ ہے۔ کیونکہ علاوہ حضور نظام اور گورنمنٹ کے ہاتھیونکے ہر ایک امیر کے ہان ایک ایک دو دو ہاتھی ہین اور بعضون کے یہان بہت سے۔ اونٹون کا بھی بہت رواج ہے۔ جب اونپر زین پوش ڈالا جاتا ہے تو وہ نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہین۔ اور علی الخصوص گلمونمین انکی رعب دار چال بہت پیاری معلوم ہوتی ہے۔

سالار جنگ اعظم نے حیدرآباد کو جو کچھ فائدہ پہونچایا ہے وہ محتاج بیان نہین۔ اسلئے مناسب ہے کہ انکی یادگار مین کوئی ایسی مفید چیز مثل محکمہ آبرساني وغیرہ کے قایم کي جائے کہ جس سے تمام باشندگان شہر کو خواہ وہ امیر ہو یا فقیر۔ اعلی ہو یا ادنی فائدہ پہونچے۔ یہان خاصکر کے میر عالم کے تالاب سے پاني لایا جاتا ہے اسکے لئے دس انچ قطر کے نل لگائے گئے ہین۔ اور ایک نل ہے ۲۲ انچہ کا جس مین سے ”فلٹربڈ“ کو پاني جاتا ہے۔ اور فلٹربڈ موجودہ سائن ٹیفک اصول کے مطابق تیار کیا گیا ہی اور اس فلٹربڈ سے پاني صاف ہو کے ایک حوض مین آتا ہے جو راجہ چندولال کي بارہ‌دری کي مغرب مین بنا ہوا ہے۔ اور وہان سے تمام شہر مین۔ ان نلون کي طولاني سنتیس میل کي ہے۔ اور قطر تین انچ سے چوبیس انچہ تک۔ ان مین سے ہر ایک باشندۂ شہر کو ہر روز پندرہ گیلن پاني کا اوسط پہونچ سکتا ہے۔ آبرساني کے لحاظ سے حیدرآباد انگریزی شہرون سے کچھ کم نہین۔ میر جملہ کے دروازے کے پاس پتھر کے مشرقی حصہ مین جہان میر جملہ کا تالاب بھی ہے میر مومن کا قبرستان ہے جسکو دائرۂ میر مومن کہتے ہین۔ اور جہان سر سالار جنگ اعظم مدفون ہین۔ یہہ میر مومن ایک مشہور شیعہ بزرگوار تھے جو دو سو تیس برس قبل عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ مین کربلائے معلے سے حیدرآباد آئے تھے۔ انکے پاس جو وہان کي پاک مٹی تھی اس سے انہون نے یہ قبرستان شیعون کے لئے بنا کر وقف کیا تھا۔ انکی قبر اس قبرستان کے پھاٹک کے اندر کسیقدر فاصلہ پر واقع ہے۔ جس پر ایک گنبذ بنا ہوا ہے۔ قبر کے پہلو مین انکے دو صاحب بھی مدفون ہین جنہین وہ

ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔اس قبر کے پرے چوطرف بہت
سی قبرین ہین جنمین سے بعضون پر فارسی اور عربی عبارت
کی لوحین ہین۔اور بعضون پر کچھہ نہین۔اسوقت سنی اور
شیعہ دونون وہان مدفون ہوتے ہین۔اس قبرستان مین ایک
طرف سرسالارجنگ کا خاندانی قبرستان ہے جو اس سے الگ
ہے۔اس کے اطراف دیوار کھنچی ہوئی ہے۔اور اس دیوارمین
ایک چھوٹا سا دروازہ لگا ہوا ہے۔اسکے اندر ایک چھوٹی سی
مسجد اور چھوٹا سا چوک بھی ہے۔اسمین ایک اونچا
چبوترا ہے جس پر اون کے خاندان کی قبرین ہین۔انکی
قبر سیدھے کونے پر انکے دادا کے پہلو مین ہے۔جہان رات دن
حفاظ قرآن پڑھا کرتے ہین۔اور لوگون کو زیارت کرواتے ہین۔
اس قبر کے نزدیک ایک پلندہ لٹک رہا ہے۔اس مین شفاعت
کی بہت سی عرضیان بندھی ہوئی ہین جنہین اکثر لوگ
یہان لایا کرتے ہین۔سرسالارجنگ نے اپنے انتقال کے چند
روز پیشتر جبکہ وہ اس قبرستان پر سے عبور کررہے تھے تو
اپنے فرزند کو اسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ حقیقت مین
ہمارے خاندان کے آسایش کی جگہ یہی ہے اور سوائے
اسکے دوسری جگہ پر ہماری بود و باش عاریتاً ہے انکے بازو
سراج الملک اور منیرالملک کی قبرین ہین۔اور علاوہ اسکے
انکے اور رشتہ دار بھی اس چبوترے پر مدفون ہین۔جن مین
سے اکثر پر لوحین نہین۔اس چبوترے کے اوپر بڑے بڑے
سایہ دار درخت ہین جنکی وجہ سے اسپر دھوپ نہین
پڑنے پاتی۔سالارجنگ کے نانا میرعالم کی قبر اس احاطہ
کے باہر ہے۔غرض حیدرآباد کے اطراف وجوانب مین بہت
سی خوشنما اور دلچسپ سیرگاہین ہین۔جس کا ذکر اس
باب مین موجود ہے۔اور وہان کے راستے بھی بہت صاف
رہتے ہین۔اور انکے دونو طرف سایہ دار درخت لگے ہوئے۔اور
یہی سبب ہے کہ وہان کا دورہ بڑا لطف انگیز ہوا کرتا ہے۔

حیدرآبادی فقیر

حیدرآباد کے وئید

مدارئي حيدراباد

رزیڈنسی

حوالی شہر حیدرآباد
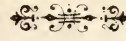
چادرگہاٹ جیسے اسوقت پر موجود ہے حیدرآباد کے حوالی شہر کا ایک بڑا حصہ ہے جو افضل گنج کے شمال و مشرق میں واقع ہے اور جسکی زمین بہت وسیع ہے اصل میں اسکا نام چدرگہاٹ تھا جسکی وجہہ تسمیہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک پُشتہ کوئی بارہ قدم اونچا شہر کے پھاٹک کے باہر دریاے موسی کے آرپار واقع تھا اور اس پُشتہ پر سے پانی کی چادر گرتی تھی اسلئے اسکا نام چادرگہاٹ ہوگیا اس چدرگہاٹ میں بہت سے مشہور مکانات واقع ہیں جیسے رزیڈنسی — بنگال بنک — کلب پوسٹ آفس سنٹ جارج کا گرجا گھر قدیم و جدید قبرستان رومن کیتھولک کی گرجا اور پبلک تعمیرات کے دفاتر وغیرہ اور سوائے اسکے حضور نظام کے بہت سے عیسائی ملازم بھی یہان بودوباش کرتے ہیں حوالی شہر کا یہہ ایک جدید حصہ ہے اور ہر سال وسعت پکڑتا جاتا ہے اسکی مونسپالٹی بھی شہر سے جدا ہے اور یہان راستے اور پبلک راہ کی خوب نگرانی رہتی ہے

رزیڈنسی — یہہ ایک عمدہ عمارت ہے جس مین انگریزی رزیڈنٹ متعینہ دربار حضور نظام رہتے ہین یہہ عمارت صرف خوبصورت ہی نہیں بلکہ فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے — اس مقام پر کسی زمانے مین نواب نظام علی خان بہادر کے مصاحب کا ایک قصباتی محل تھا جسمین سنہ ۱۷۸۸ع مین انگریزی تیسرے رزیڈنٹ سرجان کنڈوے نامی کا استقبال کیا گیا تھا یہہ محل اسوقت بالکل چہوٹا تھا لیکن سنہ ۱۸۰۳ع مین یعنے نظام علیخان کے انتقال کے چند روز پیشتر جبکہ نواب ارسطو جاہ وزیر اعظم اورکرنل کرک پیٹرک حیدرآباد کے رزیڈنٹ تھے اِس محل کی از سرِ نو تعمیر شروع ہوئی اور پانچ برس یعنے سنہ ۱۸۰۸ع مین وہ ختم ہوئی اس مدت دراز کی وجہہ یہہ تھی کہ وقتاً فوقتاً اس مین موانعات پیش آتی رہے اس رزیڈنسی کا نقشہ ایک شاہی انجینیر مسٹر بی — رسل نامی نے تیار کیا تھا اور پھر اسکی زیر نگرانی ہندوستان کے معمارون نے اسکی تعمیر کی — یہہ رزیڈنسی شہر حیدرآباد کے شمال مین ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسکے اطراف ایک دیوار کھینچی ہوئی ہے اور اسکے پھاٹک خوب صورت بُرجیان بنی ہوئی — یہہ دیوار سنہ ۱۸۹۲ع مین بہت عجلت کے ساتھہ منی پور کے فساد کے بعد تیار ہوئی اس رزیڈنسی کا بڑا پھاٹک شمال کے طرف واقع ہے جو دریا اور شہر دونون مقامون سے صاف نظر آتا ہے اسکی سیڑھیان سنگ مرمر کی ہین جنکی تعداد بائیس ہے سب سے اونچے کی سیڑھی کوئی ساتھہ قدم لمبی ہے اسکے دونون طرف دو بڑے بڑے شیرببر کی مورتین بنی ہوئی ہین جنکا چہرہ عورتونکا سا ہے یہہ سیڑھیان ایک عظیم الشان پیش گاہ کی طرف گئی ہوئی ہین جسکی لمبائی ۶۰ فیٹ اور چوڑائی ۲٦ فیٹ کی ہے اس پیش گاہ کے سامنے کورنتھہ کی وضع کے کوئی پچاس قدم اونچے چھہ ستون ہین جنکی سفیدی اور براقی سے آنکھیں چوندھیا جاتی ہین اسکے روبرو کی مثلث محراب کی تین کونون پر تین تصویرین ہین اور اسکے درمیان مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے زرہ بکتر کا اُٹھا ہوا نقشہ اس پیش گاہ کی چھت اور کارنس پر عمدہ نقش و نگار ہے اسکی زمین پر جو نہایت شفاف چونے کی بنی ہوئی ہے سفید و سیاہ سنگ مرمر کا دھوکا ہوتا ہے اس عمارت کا ملاقاتی کمرا جس مین سیڑھیون پر چڑھکے جایا جاتا ہے

رزیڈنسی کا دروازہ

بہت سي کمانون پر بنا ہوا هي-پیش گاہ کے دونون طرف یعنے دہنے اور بائین دو بڑے بڑے کمرے ہین-جنکي لنبائي ۳۳ فیٹ کي هے-بائین کمرے مین لیبرري هے-اور دہنے کمرے مین خوابگاہ-اس پیشگاہ مین تین بڑے دروازے ہین-جسمین سے دربار کے کمرے مین جایا جاتا هے-اس دربار کے کمرے کے اطراف ۳۲ ستونون پر ایک گیلري بني ہوئي هے یہان تمام فرنیچر کالي لکڑي کا هے مثلاً کرسیان-کوچ جہاڑ آئینے وغیرہ یہہ اسباب کسي زمانے مین انگلستان کے ولیعہد کا تہا لیکن جارج چہارم نے اسکو ایسٹ انڈیا کمپني کے ہاتہہ فروخت کردیا تہا اس کمرے مین راجہ چندولال کي ایک تصویر هے جو قابل دیکہنے کے هے یہہ شخص حیدرآباد کا ایک نامور وزیر ہوگیا هے اس تصویر مین اسکي پگڑي اور لباس سب سفید هے اس عظیم الشان کمرے کے دونون طرف زینے بنے ہوئے ہین جن پر سے دربار کے کمرے کے اوپر کے طبقہ کو جایا جاتا هے اس طبقے کے اوپر حتے کمرے ہین وہ ہمیشہ معزز مہمانون کے لئے محفوظ رہتے ہین اسکا ضیافتي دالان اور ملاقات اور خوابگاہ کے کمرے تمام مرصع ہین اس عمارت کے شیشہ آلات پر اسقدر روپیہ صرف کیا گیا هے جو قریب الفہم نہین ہوسکتا قدیم الایام مین جب کسي موقع پر یہان روشني ہوتي تہي تو ایک ہزار پاونڈ سے کم صرف نہین ہوتا تہا اسکے کمپاونڈ مین ایک مکان تہا جسکا نام رنگ محل تہا کرنل کرک پیٹرک نے اپني رزیڈنٹي کے زمانے مین اسکو بنوایا تہا اسکي وجہہ یہہ تہي کہ انہون نے ایک مسلمان لیڈي سے شادي کي تہي جسکي سہیلیان اس مکان مین آیا جایا کرتي تہین غرض چند سال ہوئے کہ یہہ مکان منہدم کردیا

کي ایک لمبي قطار چلي گئي هے جس مین چہاپہ خانہ وغیرہ موجود ہین جنوب مین جو ستونون کي قطار هے اسکے بیچ مین سے خزانہ کو راستہ گیا ہوا هے اسکي مغربي طرف ٹیلگراف آفس هے اور بڑي سڑک کے طرف ایک پہاٹک هے رزیڈنسي کے احاطہ مین ریکیٹ ٹینیس اور کروکے وغیرہ کہیلنے کي جگہہ هے اور اسکے بازو ایک قبرستان هے جو ہمیشہ مقفل رہتا هے اس قبرستان مین علاوہ دوسرون کے مرقومہ الذیل لوگ بہي مدفون ہین یعنے لفٹننٹ کرنل سدرلینڈ فوجي سکرٹري اور رزیڈنٹ جنہون نے ۲۷ فروري سنہ ۱۸۴۸ع مین انتقال کیا جارج الکزنڈر رسٹلے رزیڈنٹ دربار حیدرآباد جو ۳۰ ڈسمبر کو سنہ ۱۸۳۶ع کو بولارم مین فوت ہوگئے فرانسس سیڈن ہام رزیڈنٹ جو ۲۳ اکٹوبر سنہ ۱۸۰۷ع مین گذر گئے سر ولیم رمبولڈ بارونیٹ جنہون نے ۲۴ اگست سنہ ۱۸۲۳ع کو انتقال کیا سر آرتہر آسڈن رابرٹس رزیڈنٹ جنکا ۱۰ مئي سنہ ۱۸۶۸ع کو انتقال ہوا اور علاوہ اسکے مسٹر ہیسٹنگس پامر جو مسٹر ولیم پامر کے چہوٹے بہائي تہے وہ بہي یہین مدفون ہین رزیڈنسي کے اطراف ایک بازار هے جسکي وسعت تقریباً ایک مربع میل کے هے اس بازار کے کل دیواني اور فوجداري مقدمات کا انفصال رزیڈنٹ کے متعلق هے اس بازار مین بڑے بڑے سوداگر ہین جنکي تجارت تمام ہندوستان مین پہیلي ہوئي هے

بنگال بنک-کي حیدرآباد کي شاخ پہلے ایک بدصورت مکان مین تہي لیکن وہ وہان سے سنہ ۱۸۹۴ع مین موجود مکان پر جو پبلک راستہ کے سیدهي طرف واقع هے اور رزیڈنسي سے ریلوے اسٹیشن کو جاتا هے منتقل کي

بنگال بنک

گیا رزیڈنسي کے معزز مہمانون کي آمد و رفت کا راستہ ایک باغ مین سے ہوکر گذرا هے جو نہایت آراستہ هے اور علاوہ اسکے دوسرا بہي ایک باغ هے جس مین رزیڈنسي کا ایک چہوٹا سا نقشہ بنا ہوا هے اسکے وسیع کمپاونڈ مین اول و دویم اسسٹنٹ رزیڈنٹون کے اقامت کے کمرے ہین لیکن فوجي سکرٹري اور رزیڈنٹ کي باڈي گارڈ کا کمانڈر کمپاونڈ کے باہر کے بنگلون مین رہتا هے اول اسسٹنٹ رزیڈنٹ کے بنگلے کے مقابلہ مین رزیڈنسي کے تمام محکمہ جات ہین اور جنوب مین آفسون

گئي یہہ ایک لمبا دو منزلہ کا مکان هے اور تمام سنگ مرمر اور لوهے کا بنا ہوا اسکو آتش زدگي کا بالکل خوف نہین اسکي تعمیر پر تخمیناً دولاکہہ روپیہ صرف ہوا اس بنک کا کارخانہ بہت بڑا هے اور اسپر ایک یوروپین منیجر مقرر هے جسکے ماتحت دو یوروپین ہین رزیڈنسي کا خزانہ بہي اسي بنک کے سپرد هے اور یہہ بنک علاوہ اپنے معمولي کامون کے حضور نظام کي گورنمنٹ سے بہي بہت بڑا لین دین رکہتي هے

بادشاہی کوٹھی

حیدرآباد کلب— یہہ کلب بنگال بنک سے کوئي آدھے میل کے فاصلہ پر بڑی سڑک پر واقع ہے پہلے پہل اسکو حیدرآباد کے یوروپین باشندون نے انجنیر کلب کے نام سے قائیم کیا تہا لیکن بعد میں اسکا نام بدلکے یوروپین کي قید اٹہا دي گئي اور عام طور پر سبہونکو اسکي ممبری کا موقع دیا گیا اب یہہ کلب حیدرآباد کلب کے نام سے مشہور ہے اس مین علاوہ رزیڈنٹ کے دوسرے یوروپین لوگ اور حیدرآباد کے اکثر عمائدین شریک ہین اسکے متعلق ایک کشتیون کا کلب اور ایک لان ٹینس کا کلب وغیرہ بہي ہے

بادشاہی کوٹھی — بستن جي کوٹہي کے جنوب مین گورنمنٹ کا ڈاکخانہ واقع ہے اور مغرب مین بستن جي روڈ— اِس راستہ پر حضور نظام کا ایک محل ہے جسکو بادشاہي کوٹہي کہتے ہین یہہ ایک آراستہ مکان ہے جسکے متعلق ایک وسیع احاطہ اوسے کي اونچي اور خوشنما سلاخون سے محصور ہے یہہ مکان حضور نظام کے دیسي معزز مہمانونکي فرودگاہ کے لئے مقرر ہے

قبرستان—یہہ عیسائون کا قبرستان ہے جس کے چوطرف سایہ دار اور گہنے درخت لگے ہوئے ہین اسکے دو حصے ہین ایک پروٹسٹنٹ کا اور دوسرا رومن کیتہولک کا اور اسکے قریب ایک گرجاگہر ہے جو سر جارج یول رزیڈنٹ حیدرآباد کے زمانہ مین تعمیر ہوا تہا وہان کے دیسي عیسائي جو چرچ آف انگلنڈ کے پیرو تہے اسکا استعمال کیا کرتے تہے اس گرجا گہر کے متعلق ایک اسکول بہي ہے اس بادشاہي کوٹہي کے شمال مین ایک بلند مقام پر حضور نظام کے ملیٹری سکرٹری میجر گاف کا بنگلہ ہے جہان سے سکندرآباد اور اطراف و جوانب کا عمدہ منظر دکہلائي دیتا ہے

میجر گاف کا بنگلہ

نظام کالج

نظام کالج — میجر گاف کے مکان کے پاس مغرب کی طرف ایک بڑے کمپاونڈ میں ایک عالیشان مکان ہے جو رمبولڈ کی کوٹھی کے نام سے مشہور ہے یہہ رمبولڈ وہی شخص ہیں جو مسٹرس پامر اینڈ کمپنی کے نامور ساجھی تھے اور انکی موی لارڈ ہیسٹنگس کی زیر حمایت پرورش پائی ہوی تھی جس زمانے میں وہ زندہ تھے انکی دعوتیں تمام رزیڈنسی میں مشہور و معروف تھیں کسیکی دعوت انکی برابری نہیں کرسکتی تھی سر ولیم رمبولڈ سنہ ۱۸۳۳ع میں گذرگئے اب انکی کوٹھی میں نظام کالج ہے جسکا بیان دوسرے کسے مقام پر آیا ہوا ہے کالج کے احاطہ میں ایک وسیع میدان ہے جہان امرا کے لڑکے کریکٹ — فوٹ بال — وغیرہ کھیلا کرتے ہیں

معلمان و متعلمان نظام کالج

سکھ گرنتھی
سکھ گرو

سکھ گرو
بنجارن

ماسٹران و بورڈران ـ نظام کالج

مدرسۂ عالیہ ـ نظام کالج

سنٹ جارج کا گرجا گھر—یہہ عمارت چدرگھاٹ مین ایک نمود کي جگہہ پر واقع ہے جس مین ۵۰۰ سو آدمي بیٹھہ سکتے ہین اسکي تعمیر سنہ ۱۸۶۵ع مین جبکہ سر جارج یول انگریزي رزیدنٹ تھے شروع ہوئي تھي چونکہ اسوقت تک رزیڈنسي مین کوئي پبلک پرستش گاہ نہین تھي اسلئے یہان کے سرکاري ملازمون نے اسکي تعمیر کے لئے چندہ کشادہ کیاتھا اور اس چندے مین چرچ آف انگلنڈ کے پیرو بھي شامل ہوگئے سبھون نے اپني ایک ایک مہینے کي تنخواہ اسکے چندے مین دي اس گرجا کي تعمیر سنہ ۱۸۶۷ع مین ختم ہوئي اب اسکي سالانہ آمدني اس سرمایہ مین سے ہوتي ہے جو رزیڈنٹ کے ہاتھہ مین ہے اور علاوہ اسکے حضور نظام کي گورنمنٹ سے اسکو مدد ملتي ہے

پامر کي قبر—سنٹ جارج گرجا سے لگاہوا ایک قبرستان ہے جس مین چدرگھاٹ کے قدیم باشندون کي بہت سي قبرین ہین لیکن انمین قابل ذکر مسٹر ولیم پامر کي قبر ہے جو اپنے زمانے مین شاہ پامر کے نام مشہور و معروف تھے انہین نے یہان ایک بڑي بنک قائم کي تھي جو انکے نام سے موسوم ہے مسٹر پامر نے سنہ ۱۸۱۴ع مین حیدرآباد مین سکونت اختیار کي اور اسکے چند روز بعد جبکہ پنڈاریون سے جنگ ہورہي تھي تو محض اس لحاظ سے کہ ہندوستان مین امن قائم رہے انہون نے حضور نظام کي گورنمنٹ کو کنٹنجنٹ کي بوجہہ کے اخراجات سے سبکدوش کرنے کے لئے دو سال تک مہوار ڈہائي لاکہہ روپیہ سیکڑا اٹھارہ ٹکے سود سے زمین کي محاصل کي کفالت پر دینے کي درخواست کي تھي اس زمانے مین وزیر اعظم راجہ چندولال تھے اور گورنر جنرل مارکوئیس آف ہیسٹنگس ان دونون کي رضامندي اور منظوري بھي ہوچکي تھي غرض پنڈاریون کي لڑائي کے ختم ہونے پر گورنر جنرل نے فوجي اعانت کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کي طرف سے حضور نظام کا شکریہ ادا کیاتھا اسکے تین سال بعد سر ولیم رمبولڈ مسٹر پامر کے شریک ہوئے چونکہ وہ گورنر جنرل کے قریب کے رشتہ دار تھے اسلئے مسٹر پامر کي تجارتي کوٹھي کو زیادہ تقویت حاصل ہوئي چنانچہ سنہ ۱۸۲۰ع مین انکي کوٹھي نے راجہ چندولال کو ساٹھہ لاکھہ روپیہ قرض دیا تھا غرض اسکے چھبیس برس بعد یعنے سنہ ۱۸۴۶ع مین راجہ چندولال نے مسٹر پامر کو جو حصہ دارون مین اسوقت زندہ تھے حیدرآباد کي عملداري کے لئے ایک یاد داشت اصلاحات کي تیار کرنے کو کہا اسکي وجہہ یہہ تھي کہ مسٹر پامر اسوقت کي حکومت کے تمام نشیب و فراز اور پیچیدگیون سے بخوبي واقف تھے چنانچہ انکي یاد داشت اسکا پورا پورا ثبوت دیتي تھي غرض جیسے وہ فن صرافي مین بیمثل و عدیل تھے ویسے ہي مدبري مین بھي لاثاني تھے اخیر مین جب وقت خراب آیا تو انکا اقبال ادبار سے مبدل ہوگیا دولت و ثروت تمام جاتي رہي لیکن انکا نام ہمیشہ حیدرآباد کے ساتھہ یادگار رہیگا مسٹر پامر کي قبر پر مرقومہ الذیل عبارت کندہ ہے "اس قبر مین مسٹر پامر کي لاش مدفون ہي جس نے ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۷ع کو ستاسي برس کي عمر مین انتقال کیا—وہ حیدرآباد مین نہایت عزت و شہرت کے ساتھہ کوئي ستر برس تک رہے انکي یاد داشت کے لئے کسي کتبہ کي ضرورت نہین لیکن انکي پیاري بیوي کي محبت نے جو اسوقت زندہ ہي اسے اس کتبہ کے لکھوانے پر آمادہ کیا اسکي عمر کے آخیر بیس سال اقسام کي تکلیفات اور مشکلات مین بسر ہوئے اسوقت انہین اپنے بیوي کا بہت بڑا سہارا تھا وہ اپني خاص آمدني کو اُنکي راحت و آرام کے لئے صرف کرتي تھي اور اُنکے پوتون کو جو اسکي اولاد سے نہین تھے مثل اپنے خاص بچون کے چاہتي تھي چنانچہ انکي تعلیم پر بہت سا روپیہ صرف کردیا خدائي غفورالرحیم کي ہمیشہ اسپر اسکے پوتون پر اور ہم سبھون پر مہرباني رہے"

سنٹ جارج کا گرجا گھر

سنٹ جارج گرامر اسکول

سنٹ جارج گرامر اسکول۔ریاست نظام میں

یہي ایک اسکول ہے جہان یوروپین طلبا کي تعلیم ہوتي ہے یہہ اسکول سنہ ۱۸۳۴ء مین گورنمنٹ آف انڈیا اور نظام گورنمنٹ دونونکي سرپرستي مین قایم ہوا تہا پہلے یہہ اور مکان مین تہا لیکن سنہ ۱۸۴۲ء مین یہہ دوسري جائے پر منتقل ہوا جو اسوقت چدرگہاٹ مین سنٹ جارج کے پادري کا گہر ہے۔یہہ گہر وزیر ریاست دکہن کے چندے سے تعمیر ہوا ہے سنہ ۱۸۶۰ء مین اس اسکول کے دو حصے کردیئے گئے ایک لڑکونکا دوسرا لڑکیونکا بتدا مین اسکا نام حیدرآباد رزیڈنسي اسکول تہا لیکن پہر اس نام کو بدل کر چدرگہاٹ پروٹسٹنٹ اسکول رکہا گیا سنہ ۱۸۷۵ء مین جبکہ چدرگہاٹ مین رزیڈنٹ چیپلین مقرر ہوا تو اس اسکول کا انتظام چرچ کے متعلق ہوگیا۔اوسوقت لڑکون کے اسکول کا نام سنٹ جارج گرامر اسکول رکہا گیا اور لڑکیون کے مدرسۂ کا نام سنٹ جارج گرل سیمنري۔ یہہ دونون مدرسے سنہ ۱۸۸۵ء مین بنگال کے مجموعہ ضوابط یوروپین کے ماتحت ہوگئے لیکن پہر سنہ ۱۸۹۱ء مین یہہ دونون ایک ہي نام سے موسوم کئے گئے یعنے سنٹ جارج گرامر اسکول۔ لیکن لڑکے اور لڑکیون کے مدرسون کي کارروائي جداگانہ ہے۔یہہ دونون مدرسۂ سنہ ۱۸۸۵ء سے جبکہ انکا انتظام جدید ہواتہا نہایت کامیابي کے ساتہہ چل رہے ہین یہہ کامیابي اسکے منیجنگ کمیٹي کے حسن انتظام کا نتیجہ ہے جس مین پانچ آدمي چرچ آف انگلنڈ کے ممبرون مین سے داخل ہین اور ہر سال مدرسے کے معینونکے روٹ یعنے باري باري سے انتخاب کئے جاتے ہین۔اس اسکول مین لڑکون کے لئے انگریزي کے چہہ ماسٹر ہین اور اردو کا ایک منشي اور ورزش سکہلانے والے دو شخص اور لڑکیون کے لئے چہہ استانیان ایک سینا سکہلانے والي ایک باجہ سکہلانے والي اور ایک گانا سکہلانے والي مقرر ہے۔لڑکون کے مدرسہ کے متعلق ایک جم خانہ ہے اور لڑکیونکے مدرسہ سے متصل ایک کیلس تہنک ہال جس مین کل ضروري اسباب موجود ہے ہر ایک اسکول مین زیادہ تعلیم یافتہ طلبہ کے لئے ایک کتب خانہ بہي ہے۔ماہواري خرچ لڑکون کے اسکول کا ۹۴۰ روپیہ ہے اور لڑکیون کے اسکول کا ۷۰۰ روپیہ جس مین برٹش انڈیا کي طرف سے ماہوار ۴۲۰ کا عطیہ ملتا ہے اور نظام گورنمنٹ کي طرف سے ماہوار ۲۲۰ کا۔دونون مدرسون کے تعلیمي خرچ کا اوسط ماہوار ۱۱۰۰ روپیہ ہے اس اسکول مین غیر یوروپین لڑکے بہي بحساب کل میزان طلبا کے فیصدي پچیس تک لئے جاتے ہین اس مدرسے مین سنہ ۱۸۹۶ء کے اخیر مین ۹۸ لڑکے اور ۱۱۶ لڑکیان تہین

سینٹ جارج گرامر اسکول

سینٹ جارج لڑکیوں کا مدرسہ

ریمنڈ کا کارخانۂ بندوق سازی — یہہ کارخانہ رومن کیتھولک گرجا کے قریب سکندرآباد کے راستے پر واقع ہے اور یہہ ان میں سے ایک عمارت ہے جو مسٹر ریمنڈ کی بنائی ہوئی ہیں- میرعالم کے تالاب اور بنگلور کے راستہ پر ڈبالنے کے بہت سے منہدم کارخانہ نظر آتے ہیں مالکم اپنی تاریخ ہند میں بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۷۹۸ع میں ان کارخانوں میں نہایت عمدہ اور کارآمد توپیں اور بندوقیں تیار ہوتی ہیں

ریمنڈ کا کارخانہ

باغ عامہ — حضور نظام کا باغ چادرگھاٹ میں ایک نہایت وسیع خطۂ زمین پر واقع ہے اور بہت خوش وضع بنا ہوا اسکی حفاظت کے لئے ایک یوروپین سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہے جسکے ماتحت بہت سے دیسی باغبان نوکر ہیں ان باغبانوں میں زیادہ تر تعداد عورتوں کی ہے

یہہ باغ ان لوگونکے لئے ایک نعمت عظمیٰ سمجھا جاتا ہے جو باہر کے گرد و غبار آلود سڑکوں سے یہاں آتے ہیں- برسات کے موسم میں اسکی فضا قابل دید ہوتی ہے چہرطرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے تمام دکہن میں یہہ باغ اپنا نظیر و عدیل نہیں رکہتا اسکے بانی مرحوم سر سالار جنگ اول تہے جنہوں نے بہت سے ایسے پبلک مقامات بنوائے ہیں اس باغ کے اطراف ایک مضبوط دیوار کہنچی ہوئی ہے اور اسکے دروازے دیوار سے دو قدم اونچے نامی طرز کے ہیں- لیکن اسکی کمانیں اسلامی طرز کو ظاہر کر رہی ہیں اس باغ میں علاوہ بہت سے عجیب و غریب درختونکے ایک چڑیا خانہ اور ایک جانور خانہ بہی ہے جس میں بہت سے پرندے اور چرندے درندے موجود ہیں سرائی اسکے

باغ عامہ

فتح میدان

ایک لان ٹینس بنی ہوئی ہے اس باغمیں حضور نظام کی گیریسن اور رسالہ باجا ہفتہ میں دو بار بجاکرتا ہے اس میں اچھی اچھی سڑکیں اور نشست گاہیں ہیں جو ہمیشہ صاف رکھی جاتی ہیں باغکے بیچمیں ایک لوہے کا گنبد دار خیمہ ہے جس میں ہندوستان کے قدیم دستکاری کے اقسام کے نمونے موجود ہیں اور اس خیمے کے دونوں طرف دو چھوٹے سے تالاب بنے ہوئے ہیں جس میں کنول اور سوسن کے پھول اور مچھلیاں کثرت سے نظر آرہی ہیں اس باغکی بھاجی ترکاری پھول وغیرہ شہر میں فروخت ہوتے ہیں جس سے اچھی آمدنی ہوتی ہے —

فتح میدان — باغ عامہ کے بڑے پھاٹک کے مقابل یہہ میدان واقع ہے—یہہ نام اسکو اورنگ زیب کے سپہ سالار نے دیا تھا جنہوں نے سلطان ابوالحسن کی فوج کو یہاں شکست دی تھی پیشتر یہہ میدان نا ہموار تھا لیکن اب اسکو ہموار کرکے حضور نظام کے لئے پولو کی جگہہ بنائی گئی ہے اس میدان کے شمال میں ایک سیاہ چٹان ہے جسکو نوبت کہتے ہیں اسکی وجہ یہہ ہے کہ قدیم زمانے میں جبکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سرکاری مراسلات آیا کرتے تھے تو وہ اسی مقام پر حوالہ نظام کئے جاتے تھے اس وقت اس چٹان پر نوبت بجتی تھی—یہہ چٹان اطراف و جوانب کی زمین سے ۳۰۰ فیٹ بلند ہے اور اسکے روبرو سے ایک اچھا منظر دکھلائی دیتا ہے مثلاً باغ عامہ حوالی شہر اور چادر گھاٹ قریب سے—اور شہر—فلک نما—حسین ساگر کا تالاب حیدرآباد اور ترملگھیری کے ناہموار ٹیلے دور سے نظر آرہے ہیں ان آخرالذکر ٹیلوں کے اوسطرف انگریزی فوجوں کے بارکس بنے ہوئے ہیں یہاں سے آگے بڑھکے بہت دور بولارم کا فوجی اسٹیشن ہے جہاں حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ہیڈ کواٹر ہے اور موسم گرما میں رزیڈنٹ کے رہنے کا مکان—اسکے مشرق میں پانچ میل پر مولاعلی کا مشہور پہاڑ ہے جس پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اس چٹان پر سے اترتے وقت شمال میں حسین ساگر کا تالاب ملتا ہے

عام باغ کی دہلیز

حسین ساگر کا تالاب

حسین ساگر کا تالاب — یہہ تالاب کوئی گیارہ میل کے گردے مین وقع ہے حیدرآباد کے قریب اس سے بڑا کوئی تالاب نہین یہہ تالاب اور اسکیے قریب کے چشمے حیدرآباد اور سکندرآباد کی آب و ہوا پر بہت اچھا اثر رکھتے ہین یہان کے دیسی لوگ بوجہ اسکی وسعت اور عظمت کے اسکو تالاب کہنا پسند نہین کرتے بلکہ اسکو جھیل کہتے ہین جو لوگ کہ قدرتی خوشنمائیون کے عاشق ہین وہ اسکے اطراف و جوانب کے منظر کو نہایت دلچسپی سے دیکھتے ہین کیونکہ اسکے شمال و مغرب کا سبز ترچھا ڈھلاؤ جو مخمل کو شرماتا ہے اور اسکے جنوب و مغرب کی چراگاہین جو اونچی چٹانون پر واقع ہین آنکھونکو تراوت بخشنے والی ہین اوسکے قریب ایک وادی ہے جو دور تک

حسین ساگر بند

خوشنما گلابی رنگ کے ٹیلوں میں چلی گئی ہیں اور اسکی
جنوب میں ایک سنگ مرمر کی پہاڑی قابل دیکھنے
کے ہے اور علاوہ اسکے شہر کے سنہری مینار جو دور سے نظر
آرہے ہیں وہ اسکے حسن کو اور دوبالا کر رہے ہیں اسکے
کنارے جو ایک سیدھی سڑک دو میل تک گئی ہوئی
ہے سکندرآباد کنٹونمنٹ کو حیدرآباد سے ملحق کرتی ہے
کیا یوروپین اور کیا دیسی اکثر اسی سڑک پر شام کو ہوا
خوری کے لئے آتے ہیں انکی گاڑیاں انکے گھوڑے انکی
بائسکل اور انکا شاندار لباس قابل دیکھنے کے ہوتا ہے اس
تالاب کی سرد ہوا تمام ماندگی اور خستگی کو دور کرتی
ہے اس تالاب کا پشتہ ابراہیم قطب شاہ نے دو لاکھ چون
ہزار چھ سو چھتیس (۲۵۴۶۳۶) روپیہ کے صرف سے
بنوایا تھا لیکن حال میں نظام کے پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ
نے اسکی قدیم شکل و صورت کو بدل کے اسکو نہایت خوب
صورت اور دلچسپ کردیا ہے اس پشتہ پر ہر روز رات
کو خوب روشنی ہوا کرتی ہے اور جو مسافر راتکو حیدرآباد
میں وارد ہوتے ہیں اسکی خوشنمائی کو دیکھکے متحیر ہو جاتے
ہیں اسکے مشرقی کنارے کی سڑک کے پہلو میں جو نہایت
مصفا اور آراستہ ہے گھوڑ نکی سواری کا راستہ ہے جو حال
ہی میں تیار ہوا ہے اس جدید راستے نے اور اسکی رونق کو
بڑھا دیا۔ اس تالاب میں پانی کے لئے موسیٰ ندی سے ایک نہر
لائی گئی ہے جسکی طولانی چھ میل کی ہے اور یہ نسبت
حیدرآباد کے زیادہ بلندی پر ہے اس تالاب میں سیر کرنے کی
بہت سی اقسام کی کشتیاں رکھی گئی ہیں اسکے مشرقی پشتہ
کے نیچے کی زمین کو پانی سے سینچکر قابل زراعت بنایا
گیا ہے وہاں دھوبیوں کو بالکل کپڑے دھونے کا حکم نہیں
حیدرآباد اِسپِننگ مِل یعنے حیدرآباد کا پارچہ بافی کا
کارخانہ اور حیدرآباد فلور اینڈ آئل مِل یعنے حیدرآباد کے
تیل اور آٹے کا کارخانہ اور برف سازی کا کارخانہ اسی پشتہ
کے نیچے ہیں اور علاوہ اسکے رہنے کے مکانات بھی ہیں جس
سے یہاں ایک چھوٹا سا گاؤن آباد ہو گیا ہے اسی گاؤنکی
تراوت خنکی فضا اور اسکے سایہ دار درخت نہایت خوشنما
معلوم ہوتے ہیں حیدرآباد چدرگھاٹ اور رزیڈنسی کو
پانی نلوں کے ذریعہ سے اسی تالاب سے گیا ہوا ہے اسکے حوض
گورنمنٹ ورک شاپ کے نزدیک بنے ہوئے ہیں اس پشتہ
میں دو بڑے بڑے پانی کے پھاٹک ہیں جنکے اوپر نہایت
عمدہ سیر گاہ ہے مرقومۃ الذیل داستان اسکے پشتہ کی
تعمیر کی نسبت ایک کتاب کے تتمہ میں جسکا نام "ہمارا
وفادار دوست" ہے یوں لکھی گئی ہے اس تالاب کے بہر نے
سے جب حضور عالی کو مایوسی حاصل ہوئی تو انہوں نے
اپنے دربار کے ایک امیر کو کہ جسکا نام خواجہ نیکنام
خان تھا حکم دیا کہ موسیٰ ندی سے حسین ساگر کے تالاب
تک ایک نہر کھودی جائے اور اسکے ذریعہ سے ندی کا
پانی تالاب میں لایا جائے نیکنام خان نے حکم کی تعمیل
کی اور اپنے خاص خرچ سے مذکور ندی کا پانی حسین
ساگر کے تالاب میں لایا جب اسکو اس میں کامیابی حاصل

ہوئی تو اسنے چاہا کہ اس نہر کو اور کشادہ کر کے اس
کام کو مکمل کردے لیکن موت نے اسکو مہلت ندی
ایک روز حضور عالی سیر کے لئے حسین ساگر کے تالاب
پر تشریف فرما ہوئے اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ
اس تالاب کا نام کیا ہے انہوں نے کہا کہ اسکو حسین صاحب
چہرو کہتے ہیں یہ سنکر حضور خفا ہوئے کہ کیوں میرے نام
سے یہ موسوم نہیں کیا گیا اسلئے ایک دوسرا اپنے نام کا
تالاب کھدوانے کے ارادے سے وہاں سے سیدھا ابراہیم پٹن کو
گئے اور اسکے لئے زمین پر نشان وغیرہ بنائے اس پشتہ کی
مغرب میں کوئی ایک میل کے فاصلہ پر اور سکندرآباد کی
سڑک کے درمیان نشیبی راستہ پر ایک قدیم بڑی مسجد ہے
جو پشتہ کے ساتھ ہی تعمیر ہوئی تھی لیکن اب وہ خراب حالت
میں ویران پڑی ہوئی ہے اسکا ایک مینار جو پشتہ پر سے نظر
آرہا ہے ایک طرفکو ویسا ہی خوفناک طرح سے جھکا ہوا ہے
جیسا کہ پیزا کا مشہور مینار۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اسکو
آج ساٹھ برس سے زیادہ ہوا اور ابتک ویسا ہی ہے اس تالاب
کے قریب ایک نیا مقام ہے جسکو ہوز ٹاؤن کہتے ہیں
یہ جگہ نہایت صحت بخش ہے اور یہاں مکانوں کا
کرایہ بھی کچھ زیادہ نہیں اس تالاب کے مغرب میں
حسین ساگر نظام ریلوے کے جنکشن پر دو شاخیں ہوتی ہیں
جنمیں سے ایک حیدرآباد کو جاتی ہے اور دوسری سکندرآباد
کو یہ دونوں شاخیں لوپ لائن سے ملکر ایک مثلث کی
شکل پیدا کرتی ہیں اسکی وجہ سے آگے گاڑی عندالضرورت
سیدھا واڑی سے سکندرآباد کو جاسکتی ہے لیکن اسوقت
علی العموم تمام گاڑیاں پہلے حیدرآباد کو جاتی ہیں غرض
اس تالاب کے جنوبی کنارے پر حضور نظام کا سیف آباد کا
محل ہے یہ ایک بڑی اور وسیع عمارت ہے جسکی اطراف
میں ایک اونچی دیوار ہے اور ادھر کا دروازہ جو سیف آباد
کی سڑک پر پڑھتا ہے یک عمدہ صناعی کا نمونہ ہے

ہوز ٹاون کے قریب کی مسجد اُفتادہ ۔

بشیر باغ—سیاہ چٹانوں کے شمال و مشرق میں یہہ شاہی عمارت معہ ایک خوشنما باغ کے رونق افروز ہے پندرہ سال ہوئے کہ نواب سر آسمان جاہ بہادر—کے—سی—آئی—ای—نے اسکو خرید کیا تہا اس میں وقتاً فوقتاً بہت سی تبدیلیاں ہوتی گئیں جو اسوقت نظر آرہی ہیں اسپر دس لاکہہ روپیہ سے زیادہ صرف ہوا نواب صاحب کا اصلی نام بشیرالدولہ ہے اور یہہ باغ اس پر سے بشیر باغ کہلاتا ہے اس باغکو سکندرآباد سے راستہ جاتا ہے اسکا کمانی دروازہ اٹالیا کے طرز کا بنا ہوا ہے اور پیش گاہ بہی ویسی ہے—اسکے سامنے ایک نہایت پرفضا باغ ہے جسکے درمیان ایک بڑا سنگین فوارہ ہے اس باغمیں سے ایک سڑک دروازے سے بنگلہ تک گئی ہوئی ہے بنگلے پر پہونچنے کے بعد ایک منقش ٹائیل کے مفروش در آمدے میں سے ہوکر کمرے میں گذر ہوتا ہے یہہ کمرا یوروپین وضع پر خوب آراستہ کیا ہوا ہے اس میں برسلس کے قالین بچہے ہوئے ہیں اور دروازے اور دریچوں پر قیمتی ریشمی پردے پڑے ہوئے—اسکی دیواریں جو منقش کاغذ سے منڈہی ہوئی ہیں نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں اسکے قیمتی شیشہ آلات یعنی جہاڑ—فانوس—دیوارگیریاں اور آئینے وغیرہ قابل دید ہیں علی الخصوص انمیں چار بڑے بڑے آئینے جو اسکے دونوں طرف سنہری فریموں میں لگے ہوئے ہیں نہایت قیمتی ہیں غرض یہہ آئینے میزیں اور دوسرا بہت سا فرنیچر لوئی چہاردہم کے زمانے کا ہے جو فرانس کا شہنشاہ ہوگیا ہے دیواروں میں جو روغنی عمدہ تصویریں لگی ہوئی ہیں وہ نامور یوروپ کے مصوروں مثل ٹریوانی اور بریڈو وغیرہ کے ہاتہہ کی کہینچی ہوئی ہیں ان تصویروں میں حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند—پرنسس آف ویلز—لارڈ الگن—حضور نظام وغیرہ کی تصویریں موجود ہیں اور دوسرے میزوں پر جو دیوار سے متصل ہیں پیتل کے قیمتی گلدان ہیں ان گلدانوں کی ساخت پیتل کی ہے اور انپر سنگ مرمر کی تصویریں بنی ہوئی ہیں علاوہ اسکے کمرے کے بیچمیں دوسری قیمتی میزیں بہی ہیں جس میں آئینہ جڑا ہوا ہے اور آئینہ کے اندر متوفی پرنس البرٹ وکٹر ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ اور دوسرے شاہی خاندان اور نامور لوگوں کی تصویریں ہیں جو وقتاً فوقتاً اس باغمیں مہمان آچکے ہیں اس کمرے کے مغربی طرف ایک بڑا پیانو اور ایک عظیم الشان گہڑی ہے جو تمام فرنیچر پر فوقیت رکہتی ہے اس گہڑی میں لوہارونکی شکلیں بنی ہوئی ہیں جو بجنے کے وقت متحرک ہوکر اپنے اپنے کام میں بڑی مستعدی کے ساتہہ مشغول ہوتے ہیں یہہ گہڑی مثل اس گہڑی کے ہے جو سنہ ۸۴-۱۸۸۳ میں کلکتہ کی نمایش میں دکہلائی گئی تہی اس گہڑی کے دونوں طرف دو حبشی عورتوں کے مجسمے ہیں جو تاش بادلہ کا لباس پہنے ہوئے شمعدان ہاتہہ میں لیکر کہڑی ہیں اس کے نزدیک نواب سر آسمان جاہ بہادر کی قد آدم تصویر ہے جو نہایت قیمتی ہے یہاں کا بلیرڈ روم بہی دیکہنے کے قابل ہے اسکے دروازے پر دو حبشی عورتوں کی تصویریں ہیں بعینہ ویسی ہی جیسی گہڑی کے پاس ہیں اس کمرے کو ملاقاتی کمرے کے دروازے کے سامنے سے ایک راستہ جاتا ہی یہہ کمرا بہی خوب سجا ہوا ہے اور بلیرڈ ٹیبل تمام بلور کا ہی جو خاص نواب کی فرمایش سے یوروپ سے آیا ہے بلیرڈ روم کی شمال میں خوابگاہ کے کمرے ہیں جو مرحوم پرنس آلبرٹ وکٹر کے لئے سجائے گئے تہے اور ملاقاتی کمرے کی مشرق میں ایک سرخ کمرہ ہے جس میں تمام بلوریں فرنیچر سرخ مخمل سے ڈہکا ہے اس کمرے کی قیمتی الماریاں صندوق اور دوسری تمام چیزیں ایک عمدہ صنعت کاری کی ہیں یہاں بہت سے تصویریں سوئی کی لگائی ہوئی ہیں جو دور سے بعینہ روغنی معلوم ہوتی ہیں سرخ کمرے کے شمال میں ایک کہانے کا کمرا ہے جو بالکل یوروپین طرز سے آراستہ کیا ہوا ہے اس میں ایک بڑا سیاہ لکڑی کا کہانے کا میز ہے جسکی وضع معہ اسکے آرایشی چیزوں کے موجودہ فیشن کے ہیں اور سائیڈ بورڈ بہی سیاہ لکڑی کے ہیں اس کمرے میں لارڈ الگن کی جو سنہ ۱۸۹۵ع میں یہاں آئے ہوئے تہے ایک قد آدم تصویر ہے سوائی اسکے بہت سی دوسری عمدہ تصویریں گذشتہ رزیڈنٹوں اور انکی بی بیوں وغیرہ کی ہیں اس محل کے بالائی منزل کی تمام نشست گاہیں اور حاضری کے اور خوابگاہ کے کمرے ایک لخت قیمتی اسباب سے آراستہ ہیں یہاں ایک عالی شان گیلری ہے جو ملاقاتی کمرے کے اطراف نیچے سے نظر آتی ہے اس گیلری کے ایک طرف ایک چہوٹا سا بر آمدہ ہے جہاں سے باغ کا منظر دکہلائی دیتا ہے اس گیلری کے مشرق میں یعنے سرخ کمرے کے اوپر ایک آفس ہے جہاں نواب صاحب ہمیشہ کاروبار میں مصروف رہا کرتے ہیں اوپر کے منزل کے نشستگاہونکی شمال میں ایک بڑا وسیع بر آمدہ ہے جہاں سے حسین ساگر کا تالاب اور حوالی شہر بخوبی نظر آرہے ہیں سرخ کمرے سے ملا ہوا ایک تہیٹر یعنے ناٹک گہر ہے جسکا فرنیچر بہی بعینہ ویسا ہی ہے جیسا ڈرائنگ روم کا ہے اور یہاں حیدرآباد کے مشہور لوگوں کی اور نیز بہت سوں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں اسکے اوپر بہی ایک نہایت آراستہ گیلری ہے جس پر

محل بشیر باغ

ایک چلمن پڑی ہوئي ہے جہان سے بیگمات ناٹک کا تماشا دیکھتي ہین اور یہہ اس ترکیب سے بنا ہوا ہے کہ بیگمات سیدھا زنان خانہ سے یہان چلي آسکتي ہین اس محل مین ایک تیرا کي کا حمام اور ایک ترکي حمام ہے جو حال مین بنا ہوا ہے اور علاوہ اسکے جاپاني چائے خانہ اور پتھر کي بھول بھلیان بني ہوئي ہے ٹینس کھیلنے کي جگہہ وغیرہ جو نہایت مصفا ہے اور جسکا بیان بہت طول و طویل ہے اس باغ مین موجود ہے اور اسکے کمپاونڈ مین ایک خوبصورت مسجد ہے جہان نواب صاحب ہمیشہ نماز پڑھا کرتے ہین اس باغ مین جن شاہزادونکا وقتاً فوقتاً گذر ہوا ہے انکے نام یہہ ہین ولیعہد روس-جواب شہنشاہ روس ہین-ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ-متوفي پرنس البرٹ وکٹر-روس کے گرانڈ ڈیوک سرجیس-آسٹریا کے شہزادہ فرانز فرڈیننڈ-سیام کے شہزادے ڈام رنگ اور علاوہ اسکے بہت سے امرا ہین

شاپور واڑي-سیف آباد کے راستہ پر حسین ساگر کے تالاب کے سامنے اور سیاہ چٹان کے شمال و مغرب مین ایک فضادار بنگلہ ہے جسکا نام شاپور واڑي ہے یہہ بنگلہ سنہ ۸۰-۱۸۷۹ع مین سر خورشید جاہ بہادر کے سکرٹري مسٹر شاپورجي ایدل جي چینائي نے اپني سکونت کے لئے بنوایا ہے یہہ ایک منزلہ کا خوبصورت سا مکان ہے جسکے اطراف ایک نہایت پرفضا باغیچہ ہے یہہ مکان دو حصون پر تقسیم کیا گیا ہے جسکے درمیان ایک برآمدہ ہے ایک حصہ تو زیر سکونت ہے اور دوسرا حصہ خالي رہتا ہے اس خالي حصہ مین ایک ناچ کا کمرہ ہے اور دو کھانے کے کمرے-اسکي پیشگاہ مین تمام یوناني وضع کے ستون ہین اسکا ملاقاتي کمرا نہایت عظیم الشان ہے جس مین منقش ٹائیل کا فرش ہے اور اسکي دیوارون پر آبي رنگ دیا ہوا ہے اسکي اونچي چھت سے بہت سے بلورین جھاڑ لٹک رہے ہین اور کھانے کا کمرہ بھي علي ہذا القیاس نہایت آراستہ ہے اور دیوارون پر خانداني تصویرین لگي ہوئي ہین ملاقاتی کمرے کے داھنے طرف ایک بلیرڈ روم ہے جس مین مالک مکان کي تصویر ہے چوبیس برس آگے تیار کرائي گئي تھي اس کمرے سے ناچ کے کمرے تک ایک برآمدہ ہے جس کا دروازہ الگ ہے-اس برآمدے کي سیڑھیان کمپاونڈ مین ہین اس مین جو ناچ کا کمرہ ہے وہ بہت وسیع ہے اور اسکا کھرنجا منقش ٹائیل کا ہے دیوارین تمام اقسام کي تصویرون سے منقش ہین اور اس کمرے کي دونون طرف دوکانین یوناني طرز کي ہین جس سے نکل کے دو چھوٹے دالان ملتے ہین ایک جنوب مین اور ایک شمال مین-جنوبي دالان مین-نشستگاہ اور ریڈنگ روم ہے اور شمالي دالان مین کھانے کي میزین رکھي ہوئی ہین ناچ کے موقع پر جب یہان روشني ہوتي ہے تو گویا یہہ بنگلہ پرستان کو مات کرتا ہے مسٹر شاپورجي یہہ مکان ناچ اور جشن کے لئے اپنے احباب اور غیر احباب کو دینے مین کبھي دریغ نہین کرتے

مسٹر فریدون جي کا بنگلہ — شاپورواڑي کے متصل مسٹر فریدون جمشید جي کا ایک خوبصورت خوشنما مکان ہے یہہ صاحب حیدرآباد کے وزیر اعظم کے سرکاري پرائویٹ سکرٹري ہین انہون نے اس مکان کو انگریزي طرز پر بنایا ہے جسکے اطراف ایک نہایت پرفضا باغ ہے اور اس باغ مین رنگ برنگ کے پھول اور طرح طرح کے جھاڑ ہین جیسا یہہ باغ آراستہ ہے ویسا ہی اندر کا مکان بھي سجا ہوا ہے اسکے دیوان خانہ مین اقسام کي عجیب و غریب چیزین رکھي ہوئي ہین اور اسکي آراستگي مشرقي اور مغربي دونون طرز کو ظاہر کر رہي ہے یہان کے نوادرات مین قدیم چیني ظروف ہین جو شاید برسون مین جمع کئے گئے ہین انمین ایک جلادار گلدان ہے جسکي شکل سلفچي کي ہے یہہ گلدان چند روز پیشتر گولکنڈے مین سے دستیاب ہوا تھا اعلي قیمت سے قطع نظر کرکے اگر صرف اسکي تاریخي حالات کو دیکھا جائے تو کچھہ کم تعجب نہین ہوتا یہہ گلدان شاہ عباس صفوي کے طرف سے جو ایران کا ایک بادشاہ ہو گیا ہے سنہ ۱۶۰۳ع مین ایک ایلچي کے ساتھہ بادشاہ علي محمد کو علاوہ دوسرے تحایف کے آیا ہوا تھا اور سوا اسکے رومن کے لڑائیون کے نقشے اور سرینگ پٹن کي لڑائي کا نقشہ جس مین ٹیپو سلطان کے بیٹے بطور کفالت کے انگریزون کو دئے گئے تھے یہان موجود ہے یہہ نقشے مشہور مصورون اور ہنرمندون کے ہاتھہ کے بنائے ہوئے ہین اور علاوہ اسکے یہان مشہور لوگون جیسے ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ — لارڈ اور لیڈي ڈفرن-لارڈ اور لیڈي لینسڈون-لارڈ ولیم برسفرڈ-لارڈ اور لیڈي رینڈلف چرچل-اور نیز دوسرے امرا کے فوٹوگرافي اور دستخطي تصویرین موجود ہین جن مین بعض لوگ مختلف اوقات پر مسٹر فریدون کے مہمان ہوئے تھے-

شاپور واڑی

سینٹ جیمس پارک

راحت منزل — یہہ راحت منزل حضور نظام کے سیف آباد محل کے کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے چاروں طرف اونچی اونچی مشہور کالی چٹانیں ہیں اس میں حضور نظام کے ایڈیکامپ اور رگیولر اور امپیریل فوجوں کے کمانڈر میجر نواب افسرالدولہ – سی – آئی ای سکونت پذیر ہیں یہہ محل سویسی وضع کا بنا ہوا ہے اور حیدرآباد کی خوبصورت عمارتوں میں شمار کیا جاتا ہے اس میں تمام فرنیچر یوروپین طرز کا رکھا ہوا ہے اسکی ڈیوڑھی میں اقسام کے اسلحہ اور فتح کے نشانات ہیں حقیقت میں یہہ مکان قابل دید ہے

دوسرے دلچسپ مقامات — باغ عامہ کے قریب مغرب میں ایک قلعہ نما شاہی محل ہے جس میں شہر کے کوتوال نواب اکبر جنگ بہادر – سی – ایس – آئی رہتے ہیں یہہ مکان ایک وسیع کمپاونڈ میں جو زمین سے اونچا ہے اور جہاں شہر اور اسکے اطراف کا منظر دکھلائی دیتا ہے واقع ہے اسکے مغرب میں سیف آباد کنٹونمنٹ ہے اور داہنی طرف نواب سر خورشید جاہ بہادر – کے – سی – ایس – آئی کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر جی ڈاکوسٹا کا قصباتی بنگلہ ہے جسکی وضع کورنتھیہ کی ہے یہہ ایک نہایت قیمتی عمارت ہے اور اچھی طرح سجائی ہوئی۔ اس کا نقشہ خود مسٹر ڈاکوسٹا ہی نے تیار کیا تھا اور تعمیر بھی انہیں کے نگرانی میں ہوئی اسکا نام انہوں نے سنٹ جیمس پارک رکھا ہے اس مکان سے ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو حضور نظام کا فوجی کلب ملتا ہے اور اسکے پرے یعنے راستے کے داہنے طرف مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جسکی دقب میں خیرات بائی نامی سلطان ابراہیم قطب شاہ کی لڑکی کی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے یہہ سلطان ابراہیم گولکنڈی کا چوتھا بادشاہ گذرا ہے —

مقبرۂ خیرات بائی

راحت منزل

فریدونجی جمشیدجی کا ڈرائنگ روم یا ملاقات کا دالان

خیرات آباد — سیف آباد کے اودہر ریلوئی لائین کی مغربی طرف یہہ جدید مقام واقع ہے یہان ایک شاہی بیگم کی قبر ہے جسکا نام خیراتی بیگم تہا یہہ مقام انکے نام سے موسوم ہے چونکہ یہان کی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے اسلئے دن بہ دن اسکی آبادی بڑہتی جاتی ہے اور مکانات بنتے جاتے ہین یہان سے حسین ساگر کا تالاب اور اطراف ملک صاف دکہلائی دیتا ہے اس حصہ کے مشہور ہونے کا دوسرا بہی ایک سبب ہے اور وہ یہہ کہ یہان شہر کی بڑی چٹانون کے کچہہ عجیب طور سے ایک دوسرے پر ڈہیر لگی ہوئی ہین جو قابل دید ہین اسکے بائین طرف شمس العلما سید علی بلگرامی بی - اے - بی - ایل کا بنگلہ ہے یہہ ایک جدید اور مضبوط عمارت ایک وسیع کمپاونڈ مین واقع ہے اس سے ذرا اور آگے بڑہکے ایک ٹیلے پر حضور نظام کے وزیر صیغہ عدالت نواب فخرالملک بہادر کا جدید محل ہے اور اسکے نیچے تالاب کے قریب ایک سویسی وضع کا چہپر پوش مکان ہے جسکو سر آسمان جاہ بہادر کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر ڈوسا بہائی نے بنوایا ہے یہہ بہی ایک خوشنما اور قابل تصویر مکان ہے —

ٹیپو کا مینار

نواب اکبر جنگ بہادر کا مکان

مسٹر دوسابھائي کا مکان

گوشۂ کتب خانۂ سید علی بلگرامي صاحب

ریلوے اسٹیشن — سکندرآباد کی بڑی سڑک پر خیرات آباد کے ایک میل جنوب مین حیدرآباد کا ریلوے اسٹیشن ہے اس اسٹیشن کی ایک نہایت نفیس اور مغلی وضع کی عمارت ہے اسکے قریب مین حضور نظام کا ایک خاص اسٹیشن ہے جہان شاہی گاڑیان رہتی ہین — جب ہز ہائی نس کو سفر کا اتفاق ہوتا ہے تو وہین سے گاڑیمین سوار ہوتے ہین-

نام پلی — حیدرآباد ریلوے اسٹیشن کے متصل ایک مقام ہے جس کا نام نام پلی ہے — یہان کے قبرستان مشہور و معروف ہین — اکثر قبرین اسٹیشن سے آصف نگر کو جانے کے راستہ پر عمدہ باغات مین واقع ہین — اور دوسری غیر محفوظ قبرین بھی بہت سی ہین جو راستہ کی قریب گرد و غبار مین آلودہ پڑی ہوئی ہین — ایک وسیع باغ مین حضرت سید شاہ نورالدین شاہ قادری کا روضہ ہے — ان سید صاحب نے ۷۷ برس کے سن مین ۴ اکتوبر کو سنہ ۱۸۷۸ع مین انتقال کیا تھا — یہہ حضور نظام کے پیر و مرشد تھے اس روضہ کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے —

گھنسدارا

مقبرۂ نورالدین شاہ قصیبی القادری

دروازۂ آصف نگر

حضور نظام کا خاص ریلوے اسٹیشن

حیدرآباد ریلوے اسٹیشن

گوشہ محل — نام پلی کے قریب ایک محل ہے جسکو گوشہ محل کہتے ہیں اسکی نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ یہان سے گولکنڈہ تک سرنگ لگی ہوئی ہے — اس محل میں حضور نظام کے رگیولر تروپ کی آرٹیلری رہتی ہے — زمانۂ قدیم میں سلطان ابوالحسن نے ایک خوشنما باغ بنوایا تھا جس میں تالاب اور فوارے وغیرہ تھے — اس باغ میں ایک مکان اپنے زنانہ کے لئے تیار کروایا تھا — اوسکے قریب ہندوونکی چند دو منزلہ مندر ہیں — جن کے پہلے منزلہ پر ہندو قدیم وضع کے مربع ستون بنے ہوئے ہیں — اور اوپر کے منزلہ پر جو چوطرف سے کھلا ہوا ہے — چھوٹے چھوٹے ستون ہیں جن پر ایک گنبد مثل گولکنڈے کے قطب شاہی بادشاہون کے گنبد کے ہے — اسکے نزدیک ایک بڑا چشمہ ہے — جسکا پشتہ نہایت مضبوط ہے اور سامنے سیتارام کا باغ ہے — اس میں بھی دو مندر ہیں — اس عمدہ باغ میں ایک کنوان ہے جس کا نقشہ اس میں دیا ہوا ہے — فرینچ طبیب برنیر نے اپنی تاریخ مسمی — مغلی سلطنت کے انقلاب کی جلد اول — صفحہ ۳۸-۲۹ — میں مندرجہ ذیل بیان لکھا ہے — اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ گوشہ محل ہی کے قریب وقوع میں آیا تھا ”اورنگ زیب سے اعانت طلب کرنے کے بعد میر جملہ نے لکھا — کہ آپ اپنی فوج میں سے چار پانچ ہزار جرار سوارون کو منتخب کرکے حتی الامکان جلد گولکنڈے کے عازم ہون — اور راستہ میں یہہ افواہ اوڑائیں کہ شاہ جہان کا ایک ایلچی عجلت کے ساتھہ بھاگ نگر کو کسی خاص امر میں بادشاہ سے گفتگو کرنے کیلئے جارہا ہے — شاہی دبیر جس سے اول ملاقات ہوگی اور جو بادشاہ کو اطلاع دیگا میرا غلام بنا ہوا ہے — اور میرا مطیع فرمان — اب آپ ہوشیاری کے ساتھہ نہایت جلد کوچ کرنیکے سوا اور کوئی کام نہ کریں — اور میں یہان ایسا انتظام کرونگا کہ آپ بغیر پہچانے جانے کے بھاگ نگرکی پھاٹک میں داخل ہوجائیں — اور جب بادشاہ موافق عادت کے خطوط لینے کیلئے باہر نکل آئیگا تو فوراً پھر اوس کو گرفتار کرلیجئے اور پھر اوسکے اہل و عیال کو اور اوسکے بعد جیسا آپ کو مناسب معلوم ہو اوسکے ساتھہ سلوک کیجئے — اسکا بھاگ نگر کا محل جہان وہ اکثر رہا کرتا ہے — بالکل غیر محفوظ ہے نہ اوسکے اطراف کوئی حد ہے اور نہ برج و بارہ“ — غرض اس مضمون کے پڑھنے کے بعد اورنگ زیب نے اپنے ہمراہ فوج لیکے فوراً بھاگ نگر کو عنان عزیمت پھیری میر جملہ اپنے قول پر قایم تھا — اور وہان سب انتظام کرچکا تھا — برنیہ کہتا ہے کہ بادشاہ کو جب ایلچی کے آنے کی خبر ہوئی تو باغ میں نکل آیا اور موافق قاعدے کے تعظیم و توقیر کے ساتھہ اوس سے ملاقات کی قریب تھا کہ بدنصیبی سے دشمن کے ہاتھہ میں گرفتار ہوجائے کیون کہ اورنگزیب نے دس بارہ گرجی غلام اوسکی گرفتاری کیلئے تیار رکھے تھے لیکن اس اثنا میں بادشاہ کے ایک امیر نے اگرچہ وہ بھی میر جملہ کی پارٹی کا تھا — یہہ واقعہ دیکھا نہ گیا — فوراً چلا اوٹھا کہ کیا حضور نہیں دیکھتے کہ یہہ اورنگ زیب ہے — بھاگو ورنہ ابھی گرفتار ہوجاوگے — اس بات سے بادشاہ چونک گیا اور اسیوقت وہان سے کھسک کے گھوڑے پر سوار ہو ہوا سے باتیں کرتا ہوا گولکنڈے کے قلعہ میں داخل ہوگیا — مغلیہ فوج بادشاہ کے فرار کے بعد بھاگ نگر (حیدرآباد) کو تاخت و تاراج کرکے گولکنڈے کے محاصرہ میں مصروف ہوئی —

سیتارام کا بنایا ہوا عمدہ باغ

ٹولا مسجد کاروان

نیا سیف آباد — امپیریل سروس ٹروپ کے لائین کے کوئی ایک میل فاصلہ بر مشرق کی طرف حبشی کیولری کارڈ کی لائنین بنی ہوئی ہین — یہہ ایک نہایت عمدہ اور بے نظیر رسالہ ہے جس مین فقط سیدی اور سومالی سپاہی ہین — لیکن اون کے افسر یوروپین — ان سپاہیون مین ایک شخص ہے جوابی سینما کے بادشاہ تہیوڈور کی فرزندی کا دعوی کرتا ہے — اس کیولری کا ایک دستہ حضور نظام کے دربار وغیرہ ۱ ...ب باڈی گارڈ کا کام دیتا ہے — اس کے قریب نظام کی با قاعدہ فوج کی چرتہی انفنٹری کا مقام ہے — جہان بہت سے مکانات افسرون وغیرہ کے ہین یہہ سب مل کر ایک کنٹونمنٹ کہلاتا ہے جسکا نام نیا سیف آباد ہے —

یہان ریلوے لائینون کے قریب ایک اونچی چٹان ہے جس پر سنگ مرمر کا ایک مربع مکان ہے — یہہ مکان ٹیپو سلطان کی آمد کی نگرانی کیلئے بنایا گیا تہا — اوس مین ایک حوض ہے جس کے اطراف سیڑہیان لگی ہوئی ہین — ان سیڑہیون پر سے چڑہکے اس چٹان پر جایا جاتا ہے جہان سے اطراف ملک کا قابل دید نظارہ ہوتا ہے — یہان سے قطب شاہی بادشاہون کے قدیم اور عظیم الشان مقبرے چہہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتے ہین —

کاروان — گولکنڈے کے نزدیک ایک مقام ہے جسکو کاروان کہتے ہین — یہہ قطب شاہی بادشاہون کے زمانہ کا ہے — اور قلعہ کے جنوب و مشرق مین واقع — یہہ مقام پرانے پل تک پہیلا ہوا ہے — بادشاہان سلف کا قاعدہ تہا کہ وہ اس مین ہوکر شہر کو جایا آیا کرتے تہے — اوس زمانہ مین راستے کے دونون طرف شاہی محلات اور پُر فضا باغات اور رعایا کے مکانات بنے ہوئے تہے اور راستہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا تہا — لیکن اِسوقت وہان سوائے ایک مسجد کے اور کچہہ نہین — اوسکی اور گولکنڈے کی کہنڈرون کی ایک حالت ہوگئی ہے — لیکن تاہم وہ دلچسپی سے خالی نہین — قلعہ اور شہر کے وسط مین ایک مسجد ہے جسکو ٹولا مسجد کہتے ہین — اوسکا جونی کا کام نہایت عمدہ ہے — بیان کیا جاتا ہے کہ افضل گنج کی مسجد اوسکا نمونہ ہے — لیکن اُس کا منظر ایسا مرغوب نہین جیسے اس مسجد کا ہے — یہہ مسجد سنہ ۱۶۰۴ع مطابق سنہ ۱۰۱۳ھ مین محمد قلی بادشاہ کے حکم سے تعمیر ہوئی تہی —

خواجہ مشک کی قبر

پانی کھینچ رہے ہیں

حمرت آباد کے متصل نظارہ

مشک محل - عطاپور

مندر قریب عطاپور کے

مُشک محل ـــ شہر کے قریب قلعہ کے راستہ پر ایک بڑی مسجد ہے ـ اور پُرانے پُل کے سامنے خواجہ مُشک نامي کی قبر اور اوسکے ساتہہ ہی ایک مسجد ہے ـ کسی زمانہ مین یہہ دونون مسجدین معہ کاروان سرا کے جو اونکے قریب بنا ہوا ہے نہایت عمدہ عمارتین ہونگي لیکن اب وہ ویراني کي حالت مین پڑی ہوئی ہین ـ اونکی تعمیر کا زمانہ سنہ ۱۶۲۲ ہی

عطاپور ـــ ٹولا مسجد کے ایک میل جنوب مین ایک قصبہ ہے ـ جسکو عطاپور کہتے ہین جہان مُشک محل کے کھنڈر پائے جاتے ہین ـ زمانۂ گذشتہ مین عبداللہ قطب شاہ کا ایک خواجہ سرا تہا ـ خواجہ مُشک نامي ـ جس نے یہہ محل بنایا تہا اور جسکي قبر کا ذکر اوپر آچکا ہے ـ یہہ مقام حال کے نظام کي والدہ کي جاگیر مین شامل ہے ـ اوسکے شمال مین ٦ میل کے فاصلہ پر حضور نظام کے مورث اعلي خواجہ عابد چین خلیچ خان کا مزار ہے ـ یہہ ایک نہایت عالي دماغ اور نازک مزاج شخص تہے ـ کسي کي مجال نہین تہي کہ خلاف ادب اونکے سامنے گفتگو کرسکے ـ شہنشاہ کي پیاري حرم بہي جس سے تمام مغلي رعایا تہر تہر کانپتي تہي انکے سامنے انکي ہتک عزت کي کوئي بات نہین کرسکتي تہي ـ انکي اصل ترخان سے تہي اور وہ اپنے خاندان کے پہلے ہي شخص تہے جو ہندوستان کو آئے ہوئے تہے ـ شاہ جہان نے نہایت توقیر کے ساتہہ دہلي مین اونسے ملاقات کي ـ اور اونہین خلعت و انعام مرحمت فرماکر منشي گري کي خدمت پر اپنے خاص ملازمون مین داخل کر لیا ـ جب سنہ ۱۶۵۸ع مین شاہ جہان تخت سے علیحدہ کردیا گیا تو خواجہ عابد اوسکے جانشین اورنگ زیب کے ماتحت رہے اور رفتہ رفتہ اقتدار حاصل کرتے گئے چنانچہ خلیچ خان کا خطاب اورنگ زیب کا ہي دیا ہوا ہے ـ اس مین شک نہین کہ خلیچ خان کي کامیابي کا باعث وہي ملاقات تہي جو شاہ جہان نے اون سے کي تہي گو اوسوقت وہ ذي اقتدار عہدے پر نتہے ـ ہرچند کہ وہ ایک اہل قلم تہے لیکن فنون جنگ مین بہي اونہین پوري پوري مہارت تہي ـ کیونکہ یہہ عام قاعدہ تہا کہ اوس زمانہ کے مسلمان جیسي علمي لیاقت رکہتے تہے ویسے ہي فنون جنگ مین بہي مہارت رکہتے تہے اور اوسکي وجہ یہہ تہي کہ بچپن ہي سے ان دونون باتون کي انہین تعلیم دي جاتي تہي ـ جب سنہ ۱۶۸۳ع مین اورنگ زیب نے دکہن پر دوسرے مرتبہ چڑھائي کي تو خلیچ خان بہي اپني اس فوج کے ساتہہ بادشاہي لشکر مین شریک ہوئے جو ملتان سے ہمراہ لائے تہے ـ بیجاپور کے محاصرہ مین وہ موجود تہے اور اوسکے بعد جب شہنشاہ نے گولکنڈے کا محاصرہ کیا تو اونہون نے اوسوقت بہت سے کارنمایان کئے چنانچہ اسي گیرودار مین ایک توپ کے گولہ سے اون کا داہنا ہاتہہ اوڑ گیا ـ جس کي وجہ سے وہ تیسرے روز انتقال کرگئے ـ خلیچ خان نے جس جوانمردی کے ساتہہ موت کا مقابلہ کیا ہے اوسکا بیان اُسوقت تمام لوگونکي زبان پر تہا ـ چنانچہ اسکي کیفیت ایک مورخ یون بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۶۸٦ع مین گولکنڈے کے محاصرہ مین خلیچ خان کا ہاتہہ جب زنبورک کے گولہ سے اوڑ گیا ـ تو وہ بالکل مضطرب نہین ہوئے بلکہ اطمینان کے ساتہہ باوجود اس صدمہ جانکاہ کے گہوڑے پر اپنے خیمہ تک واپس آئے ـ شہنشاہ نے وزیر اعظم اسد خان عمدة الملک کو انکي خیریت پرسي کیلئے بہیجا ـ اوسوقت جراح انکي ٹوٹي ہوئي ہڈیان نکال رہے تہے ـ لیکن اونہین کچہہ ملال نہین تہا ـ وہ یونہین بغیر سہارے کے بیٹہے ہوئے تہے ـ وزیر سے جراحون کي تیز دستي کي تعریف کرتے جاتے تہے ـ اور

دوسرے ہاتھہ سے مفلوج ہی رہے تھے - ہرچند کہ اون کے بچانے کیلئے حتی الامکان کوشش کی گئی لیکن تدبیر کے آگے تقدیر چل نہین سکی - تین دن کے بعد آخر انکا انتقال ہو گیا -

اورنگ زیب کو انکے مرنے کا سخت صدمہ ہوا حکم دیا کہ وہ اسی مقام پر دفن کئے جائین جہان اسوقت عطاپور کے حوالی مین انکی قبر موجود ہے - خلیچ خان اپنے خاندان مین نہایت ہوشمار اور صلح کُل آدمی تھے اور تمام لوگ اونکا بہت ادب کرتے تھے - انکے ایک فرزند تھے میر شہاب الدین نامی انہون نے بھی اودیپور کی رانی کے مقابلہ مین سپاہگری کے وہ جوہر دکھلائے ہین کہ اورنگ زیب نے نہایت خوش ہوکر اُنہین غازیۃ الدین کا خطاب دیا - اوسکے بعد مراٹھا سنبھا جی کے مقابلہ مین جو مہم روانہ کی گئی تھی اوس مین بھی وہ کامیاب ہوئے - پھر جب اونہون نے بیجاپور کا قلعہ فتح کیا تو شہنشاہ نے اوسکے صلہ مین "فیروز جنگ" کا معزز خطاب مرحمت فرمایا - بیان کیا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے اسوقت علانیہ کہا تھا کہ چونکہ فیروز جنگ نے تیمور کی آبرو بچائی ہے اسلئے خدا قیامت تک اسکی عزت و آبرو کا حافظ و نگہبان رہیگا - اسکے بعد غازی الدین اورنگ زیب کے ساتھہ گولکنڈہ آئے اور یہان کی جنگ مین انہین بہت سی سخت چوٹین لگین - غرض بعد مین جب انہون نے سنتو مراٹھی پر فتحیابی حاصل کرکے اوس کا سر بادشاہ کی خدمت مین نذر گذرانا - تو بادشاہ نے ان کا شکریہ ادا کیا - لیکن اخیر مین آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اون کی دونون آنکھین جاتی رہین تھین - اس لئے بادشاہ نے اونکی دربار کی حاضری معاف کردی تھی - لیکن اوسکے بعد بھی وہ اکثر معزز عہدون پر مامور ہوتے رہے - اور آخر سنہ ۱۷۱۱ع مین احمد آباد مین انکا انتقال ہو گیا - اونکی لاش کو دہلی لیجاکر اجمیری دروازے کے پاس دفن کیا گیا - غازیۃ الدین نے شاہ جہان کے وزیر سعد اللہ خان

عطاپور مین نظارہ

کی لڑکی سے شادی کی تھی - جسکے بطن سے ایک لڑکا سنہ ۱۶۷۱ع مین پیدا ہوا جسکا نام میر قمر الدین تھا - اور جسکو بعد مین آصف جاہ نظام الملک کا خطاب دیا گیا -

پُرانا پُل — پُرانا پُل جو پتھر کا بنا ہوا ہے اوسکے نیچے تیئس (۲۳) کمانین ہین - یہہ پُل بادشاہ محمد قلی قطب شاہ نے سنہ ۱۵۹۳ع مین بنوایا تھا اوسکی لمبائی ۶۰۰ فیٹ ہی اور چوڑائی ۲۳ فیٹ اور یہہ پل دریا سے ۵۴ فیٹ اونچا ہے - اوسکے قریب ہندوون کا ایک مرگہٹ ہے -

پرانا پل

فیل خانہ

بیگم بازار — ندی کے شمال میں ایک سڑک ہے — جو بیگم بازار کے شمال و مشرق کو جاتی ہے اسکی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ قدیم زمانہ میں یہاں کی آمدنی نظام کی خاص بیگم کے سپرد تھی — یہاں اناج کی ایک بہت بڑی منڈی ہے اور اسکے قریب سرکاری فیلخانہ جہاں گورنمنٹ کے بہت سے ہاتھی ایک میدان میں بندھے ہوئے ہیں — اور علاوہ اسکے نظام کے خاص ہاتھی بھی اسی مقام پر ہیں — اس کا نقشہ فیل خانہ کے اوپر دیا گیا ہے — اور اوسکے نیچے ایک مرے ہوی ہاتھی کا نقشہ بھی موجود ہے — جو قد و قامت میں گیارہ فیٹ اونچا تھا — اور فیلخانہ سے علیحدہ کرنیکیلئے مار ڈالا گیا —

مردہ ہاتھی کو اٹھا جانے کی تجویز کر رہے ہیں

افضل گنج مسجد

افضل گنج — بیگم بازار کے مشرق مین افضل گنج واقع ہے - یہہ افضل گنج حقیقت مین ایک بڑی سڑک ہے جو شہر سے چادرگھاٹ کو جاتی ہے - یہان ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئي ہے - جسکے مینار ٹولا مسجد کے میناروں کے مطابق ہین - جو کاروان کے نزدیک گولکنڈے کے راستہ پر واقع ہے - علی العموم حیدرآباد کي تمام مسجدون مین یہہ خاص صفت ہے کہ سبھون کے دروازے اور مینار چونے کے ہین جن پر عمدہ نقش و نگار ہے - یہان کے مینار بہ نسبت دوسرے مقامون کے مینار کے زیادہ خوبصورت ہین اور انکے منقش کٹہرے جو میناروں کے اطراف بنے ہوئے ہین - اُنسے بہي یہان کي مسجدون کي رونق دوبالا ہوگئي ہے - مسجد کے پہلو مین افضل گنج کي ہسپتال ہے - سرکاری سال مین جو اکتوبر سنہ ۱۸۹۴ع مطابق سنہ ۱۳۰۳ فصلي کو تمام ہوا - اس ہسپتال مین ۴۷۱۵۰ بیروني اور ۱۵۳۳ اندروني مریضون کا معالجہ کیا گیا - اس ہسپتال کے ساتھہ لگي ہوئي ایک زنانہ ہسپتال ہے جس مین ایک لیڈی ڈاکٹر نوکر ہے - اس لیڈی ڈاکٹر کي کارروائي بہي قابل اطمینان ہے —

افضل گنج جنرل ہاسپیٹل

قدیم مندر-عنبر پیٹ

اولیفنٹ پُل — افضل گنج سے ایک میل مشرق مین رزیڈنسي کے اسطرف ایک پُل هے جسکو اولیفنٹ پُل کہتے هین- یهہ پُل کرنل اولیفنٹ نامي نے سنہ ۱۸۳۱ع مین بنوایا تها اس پُل پر یهہ عبارت کندہ هے—

یهہ پُل همارے خداوند کے سنہ ۱۸۳۱ع مین حضور نظام ناصرالدولہ بہادر کے حکم سے راجہ چندولال کے عهدوزارت مین مدراس کے میر عمارت جے اولیفنٹ نے بنوایا—

ملکا پیت—مشرق مین اور آگے بڑهکے چادرگهات کے دریائي رخ پر تهگي جیلخانہ واقع هے کوئي اور ایک میل اسکے پرے قدیم هندوں کے مندرونکے بهت سے کهنڈر هین اور اسکے قریب عنبرپیت مین ایک نگراني کا قدیم برج بنا هوا هے جس مین اب خزانہ رکها جاتا هے-اولیفنٹ پُل سے گذرنے کے بعد ملکا پیت کا قصبہ ملتا هے-یهہ قصبہ گهوڑدوڑ کیلئے مشهور هے جو تمام هندوستان مین بهتر خیال کیا جاتا هے

حیدرآباد کي گُهوڑدوڑ کي میٹنگ جسمین هندوستان کے اکثر مقامات کے لوگ شریک هوتے هین هر سال نومبر مین منعقد هوتي هے اور پانچ دن تک اسکا اجلاس رهتا هے-یهان بهت سے خوبصورت مکانات هین جن مین حضور نظام کا بهي ایک خانہ باغ هے یهان صرف خاص کي ایک انفنٹري اور ایک کمولري رهتي هے اور ذرا اس سے آگے بڑهکے ایک نمود کي جگهہ پر قلمرو نظام کا ایک بڑا جیلخانہ هے یهہ عمارت بهي بهت وسیع هے جس مین چهہ سو قیدي رهتے هین اسکا انتظام ایک یوروپین سوپرنٹنڈنٹ کے متعلق هے

آسمان گڑھ — سرورنگر کے راستے پر ایک اُنچے ٹیلے پر ایک قصباتي مکان هے جسکا نام آسمان گهر هے اور جسکو حال هي مین سر آسمان جاہ بهادر نے بنوایا هے یهہ قصر بالکل پتهر کي هے اسکي صورت ایک مرعوب قلعہ

اولیفنٹ پل

آسمان گھر

کی سی ہے یہہ مکان اندر انگریزی موجودہ طرز پر آراستہ کیا گیا ہے۔سال کے بڑے حصے میں اکثر شکار نہ کرنے شکار کے لئے اسکے قرب و جوار میں آیا کرتے ہیں اور خاصکر کے جب شاہی خاندان کے لوگ شکار کو جاتے ہیں تو یہہ گھر انکی فروکشی کے لئے دیا جاتا ہے۔اس مکان کا نقشہ خود نواب صاحب نے تیار کیا تھا—

ریمنڈ کی قبر۔مائی سرام ٹیکڈی (موسیو ریمنڈ مونٹ)

نامی ایک ٹیلہ ہے جو آسمان گھر کے جنوب میں واقع ہے اور جسکی سطح بہ نسبت اطراف کی زمین کے ایک سو فیٹ اونچی ہے اس سطح پر مشہور فرانسیسی موسیو ریمنڈ نامی کی قبر ہے جسنے حیدرآباد میں پچیس مارچ سنہ ۱۷۹۳ع کو انتقال کیا تھا یہہ قبر ایک پتھر کے برج کی شکل میں ہے جو ۳۳ فیٹ اونچی ہے اس قبر کا چبوترا ۱۸۰ فیٹ لمبا اور ۸۵ فیٹ چوڑا ہے اس قبر پر کوئی کتبہ نہیں اگرچہ اسکے چاروں طرف کتبہ کی لوحیں رکھی گئی ہیں جن پر فقط جی۔آر۔کندہ ہے۔اس قبر کے سامنے ۲۵ فیٹ کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا پلیٹ فارم ہے جسپر ایک مسطح سقف ۲۸ چھوٹے ستونوں پر کھڑی ہوئی ہے اسکی شکل ایک یونانی گرجا گھر کی ہے اور اس میں اس قبر کی آراستگی کا کل اسباب مثل فانوس وغیرہ کے رکھا جاتا ہے اس مکان کے دروازے پر نظام کا نشان کندہ ہے جس پر مختلف سرخ صلیبیں بے ڈھنگے طور پر بنی ہوئی ہیں۔یہاں سے اطراف کے ملک کا منظر بخوبی دکھلائی دیتا ہے۔لیکن یہاں یہہ بتلا دینا ضرور ہے کہ مسرام اصل میں موسیو ریمنڈ تھا لیکن عوام کی غلطی سے یہہ مسرام ہو گیا۔مسرام رجمنٹ جسکا کسی مقام پر ذکر آیا ہوا ہے اسی موسیو ریمنڈ کے نام سے موسوم ہے یہہ شخص ۲۵ ستمبر سنہ ۱۷۵۵ع کو فرانس میں پیدا ہوا اور مرنے کے وقت اسکی عمر بیالیس

عنبر بدتھہ کا نظارہ

(۴۲) برس کی تھی۔پہلے پہل وہ پانڈیچری کو تجارت کے لئے آیا تھا لیکن بہت جلد تجارت کو سپاہگری سے بدل کے ٹیپو سلطان کی نوکری اختیار کرلی اور رفتہ رفتہ جب موسیو بوسی سنہ ۱۷۸۳ع میں ہندوستان کو واپس آیا۔تو وہ اسکے ساتھہ شریک ہو گیا۔اور پانڈیچری میں موسیو بوسی کے انتقال کے دو برس بعد تو موسیو ریمنڈ جو کپتان کا عہدہ

ریمنڈ کی قبر

محل سر آسمان جاہ—سرورنگر

[illegible] ی پرسے نظارہ

رہتا تہا نظام کي نوکری مین داخل ہوکے فوج کي کمانڈ پر مقرر ہوگیا۔اوسکے انتقال کے وقت جو یکایک واقع ہوا اسکا اقتدار نظام کے دربار مین بہ نسبت انگریزي رزیڈنٹ کے بہت بڑہا ہوا تہا جسکا خوف اسکو گہمنڈ تہا۔موسیو ریمنڈ کے ماتحت پندرہ ہزار باقاعدہ فوج تہي۔اور اسی وجہ سے وہ بہت مقتدر ہوگیا تہا۔اوسکا انتقال عین اسوقت پر ہوا جبکہ اسکے اقتدار کا ستارہ سمت الراس پر پہنچا ہوا تہا۔اور اس عہدنامہ کو چہہ مہینہ باقی تہے۔جو فرنیچ فوجون کو برطرف کرنے کي نسبت حضور نظام اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا تہا۔کرنل مالیسن کہتا ہے "کہ یہہ نازک وقت اوسکي لیاقت و اقتدار کے امتحان کا تہا اگر وہ زندہ رہتا"۔ہر سال ریمنڈ کي برسی کے روز وسکی قبر پر اور نیز اوسکے اطراف مین بڑی دہوم دہام کي روشني ہوتی ہے۔اور دن کو ایک بڑا میلا لگتا ہے جس مین ہزارون آدمی جمع ہوتے ہین۔نظام کي باقاعدہ فوجین کہ جن مین انکی اولاد چلی آتی ہي جو سابق مین ریمنڈ کے پندرہ ہزار فوجمین داخل تہے۔بندوقون کي سلامی دیتے ہین۔اور چند گہنٹے نہایت خوشوقتی کے ساتہہ اسکے مقبرے مین بسر ہوتے ہین جنمین "موسی رحیم" کي عظمت و شان اور مہربانی کے قصے بیان کئے جاتے ہین۔جو ابا عن جد چلے آتے ہین۔موسیو ریمنڈ کو وہ لوگ موسی رحیم کہتے ہین۔کرنل مالیسن ریمنڈ کے حالات مین بیان کرتا ہے۔کہ اسکے پیشتر اور نیز اسکے بعد جتنے یوروپین یہان آئے انمین سے ایک نے بہی دیسیون کے نزدیک وہ عزت و توقیر اور وہ محبت و تعریف حاصل نہین کي جو ریمنڈ نے حاصل کي تہي۔اوسکے انتقال کے بعد اوسکي جگہہ پر ایک جرمن افسر پائرن نامی مقرر ہوا جسکي نسبت اسوقت کا اسسٹنٹ برٹش رزیڈنٹ مسٹر مالکم ماہ اپریل سنہ ۱۷۸۹ع مین لارڈ ہوبارٹ کو یون لکہتا ہے۔"ریمنڈ کي جگہہ پر مسٹر پائرن معین ہوا ہے۔جو ایک تند مزاج اور جابر ڈیماکرٹ (سلطنت جمہوریہ کا دوست) ہے۔اور بہ نسبت ریمنڈ کے ہم سے زیادہ بغض و عداوت رکہتا ہے۔لیکن کم خطرناک" اور دوسرے ایک خط مین جو اسی نے جنرل راس کو لکہا ہے یون بیان کیا ہے کہ مسٹر پائرن ایک سخت ڈیماکرٹ ہي اور اُن اطوار و عادات سے بالکل ناواقف کہ جن سے اوسکے سابق جای نشین نے عظمت و اقتدار حاصل کیا تہا۔

سرور نگر۔ یہہ ایک دوسرا دلچسپ مقام ہے جو حوالي شہر مین واقع ہے یہان کي ہوا پاکیزہ اور صحت بخش ہي لیکن پاني اچہا نہین۔یہان زمانۂ گذشتہ مین ایک بڑا بادشاہي محل نصف تعمیر کے بعد نامکمل چہوڑ دیاگیا تہا اور اسکي وجہ سے کہنہ قلعہ کي تعمیر بہي موقوف رہي تہي۔یہان جو چیز قابل دید ہے وہ نواب سرآسمان جاہ بہادر کا ایک خوبصورت شاہي مکان ہے۔یہہ مکان حیدرآباد کے جنوب و مشرق مین ایک اونچي زمین پر واقع ہے جہان سے رزیڈنسي تک چار میل کي ایک پختہ سڑک بني ہوئي ہے نواب سرآسمان جاہ بہادر اکثر یہان تشریف فرما ہوا کرتے ہین کیونکہ یہہ محل سرور نگر مین ایک نہایت عمدہ اور مفید صحت جگہہ پر واقع ہے۔حقیقت مین حیدرآباد کے گرد و نواح

قلعهٔ کہنہ کے کھنڈر- سرورنگر

مین دوسرا کوئي ایسا عمده محل نہین- اس محل کے قرب و جوار مین کثرت سے چھوٹے اور بڑے صید ہین یہان جب شکاریون کا گذر ہوتا ہے تو وه سیکڑون ہرنون اور باره سنگون کو کودتے پھاندتے دیکھکے مارے خوشي کے پھولے نہین سماتے ہین- اس محل کي آراستگي مشرقي اور مغربي دونون وضع کي ہے جو بغیر دولت کے کبھي جمع نہین ہوسکتي- اکثر شہزادے اور نواب زادے شکار کے لئے یہان آیا کرتے ہین- اس محل کي تعمیر پر بے حساب روپیہ صرف ہوا ہے- اسکے قریب حضور نظام کي ایک صید گاه ہے- جہان بغیر انکي اجازت کے کوئي شکار نہین کرسکتا- یہان چیتون کے ذریعہ سے ہرن کا شکار کھیلا جاتا ہے چیتونکو ملبس کر کے ہرنون کے گلّہ کي طرف آہستہ آہستہ بڑھایا جاتا ہے جب وه نزدیک آتے ہین تو انکا لباس اتار لیا جاتا ہے اور وه پھرتي کے ساتھ ہرنون کا شکار کر کے انکا خون چوس لیتے ہین- اسکے بعد انکے رکھوالے فوراً اونہین لباس پہناکر گاڑیون مین بند کرنے کے لئے لیجاتے ہین جہان انہین تعمیل حکم کے جلدو مین ایک بڑا پیالہ مہر کے خون بلایا جاتا ہے- یہان کے سبزه زارون مین جو ہرن گھومتے رہتے ہین وه انگریزي لباس اور خاصکر کے انگریزي ٹوپي سے سخت متنفر ہین انہین تجربہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ چھجہ دار ٹوپي اور رائفل مین کسي قسم کا تعلق ضرور ہے کیونکہ وه انہین دیکھتے ہي چوکنے ہو جاتے ہین اور برخلاف اسکے جب شہر کي گاڑیان اور چھکڑے انکے قریب سے گذرتے ہین تو وه انکي پروا بھي نہین کرتے اس نواح مین چیتون کي بھي بہت کثرت ہے اور وه ہمیشہ ہرنون کا شکار کرتے رہتے ہین اگرچہ قانوناً انکو مارنے کا حکم نہین تاہم انہین بعض وقت گرفتار کر کے کٹہڑون مین لاکر کھیل کے لئے نیزون سے مارا جاتا ہے اس کھیل کي بھي مختلف قسمین ہوتي ہین- چیتون کي عادت ہے کہ وه

بہ نسبت ویرانون مین گھومنے کے اکثر تماشائیون کے ازدحام پر حملہ آور ہوا کرتے ہین- اس نامکمل جائے سے جسکا ذکر اوپر ہوا کہنہ قلعہ کے کھنڈر رنگ کوئي ایک میل کا فاصلہ ہے- اس قلعہ کي تعمیر سنہ ٥٦٠ ع مین ابراهیم قطب شاه نے شروع کي تھي لیکن بعد مین جب وه کسیقدر تیار ہوچکا تو بادشاه گولکنڈے سے اسکے دیکھنے کے لئے یہان آئے اور بیمار ہوگئے اسکو بدشگني خیال کر کے اسوقت قلعہ کي تعمیر موقوف کردي اب وہان سوائے کھنڈر کے اور کچھ نہین نظر آتا-

مقابر شمس الامرا

قبرستان شمس الامرا —

سرورنگر کے شمال مین کوئي دو میل کے فاصلے پر نواب شمس الامرا کے مشہور خاندان کا قبرستان هے — یہہ خاندان حیدرآباد کے تمام امیري خاندانون مین زیادہ عظمت رکہتا هے — اس قبرستان مین انکے مورث اعلي نواب تیغ جنگ بہادر کي قبر هے جو سنہ ١٧٨٦ع مین انتقال کر گئے — اور انکے بعد وقتاً فوقتاً جتنے انکے جانشین ہوے وہ سب یہین پر مدفون ہین اور علاوہ اسکے اس خاندان مین دوسرے ممبرونکي قبرین بہي اس قبرستان مین ہین — یہہ قبرین تمام سنگ مرمر کي بني ہوی ہین اور اسپر عمدہ نقش ونگار هے — ان قبرون مین خاصکر نواب شمس الامرا بہادر سوم کي قبر قابل دید هے اور

شمس الامرا سوم کی قبر

انکے فرزند شمس الامرا بہادر موجود کي متوفي بیگم کي قبر بہي نہایت خوبصورت بني ہوئي هے جو پچیکاري کا ایک عمدہ نمونہ هے — یہہ بیگم نظام مرحوم نواب افضل الدولہ بہادر کي دختر تہین — یہہ تمام قبرین ایک بڑے احاطے مین ہین جسمین بڑے بڑے سایہ دار درخت لگے ہوئے ہین اس قبرستان کا پہاٹک ایک دو منزلہ مکان هے جس مین ایک نوبت خانہ اور ملازمون کے رہنے کي جگہہ هے یہان کے مقبرے تمام نہایت خوشنما ہین جنکے اطراف کماني برآمدے بنے ہوے ہین اوران کے دروازے بہي کماني ہین — جن مین نہایت نقش ونگار کیا ہوا هے — اور اطراف مین اسکے مشبک دیوارین کہڑي ہین اور ان مقبرون پر چہوٹے چہوٹے گنبد ہین —

مقابر شمس الامرا

بھیل لوگ مکان میں آرام سے بیٹھے ہیں

مراتھا گوئے

دروازۂ محل فلک نما

حضور نظام کا فلک نما محل

فلک نما۔ حیدرآباد کے جنوب مین ایک اونچے ٹیلے پر جہان سے شہر بالکل صاف نظر آرہا ہے یہہ عالیشان محل نواب سر وقارالامرا بہادر کے۔ سی۔ آئي۔ ای وزیر حال ریاست دکہن کا بنا ہوا ہے۔ یہہ محل تمام ہندوستان کي عمدہ عمارتون مین سے ایک ہے۔ زمین سے اس محل تک جو نہایت بلندي پر واقع ہے کوئي ایک میل کا پیچیدہ راستہ گیا ہوا ہے اس راستہ کے درمیان ایک بڑا پہاٹک بنا ہوا ہے جو بطور خود ایک عمدہ مکان ہے اور جس مین ہمیشہ ایک فوجي پہرا رہتا ہے۔ حقیقت مین فلک نما دیکہنے سے تعلق رکہتا ہے۔ اس کي وسعت اسکي رفعت اور اسکي خوبصورتي کے اظہار کے لئے مناسب الفاظ نہین مل سکتے اس محل کے سامنے ایک خوشنما اور پر فضا باغ انگریزي وضع کا ہے لیکن اسکے اوپر ایک اونچي سطح ہے جسکي طرز تمام یوناني ہے۔ اوسکے پیش گاہ کے سقف کے نیچے شاندار اور بلند ستونونکي دو قطارین ہین جنکي وضع بالکل کورنتہر کي ہے اس سقف کے درمیان ایک مثلث محراب ہے۔ جس مین نواب صاحب کے زرہ بکتر کي شکل بني ہوئی ہے۔ اسکے مختلف سطحون پر عالی شان سیڑھیان ہین اور پہر اخیر سطحہ سے محل تک دو جدا جدا زینے ہین۔ اس کا پہلک دروازہ قابل دید ہے اسکي خوبصورت سنگ مرمر کي ڈیہوڑی کے بیچ مین ایک سنگ مرمر کا حوض ہے جس مین سنگ مرمر کا ایک خوشنما فوارہ ہے اور اس فوارے کے اطراف سنگ مرمر کي کرسیان ہین اور بیچ مین ایک پائے ستون ہے جسپر فرشتونکی تصویرین ہین۔ یہہ تصویرین اُس حوض کو تہامے ہوئے ہین غرض اسیطرح کے اس مین تین درجے ہین اور اخیر درجے مین دو سرے تین تصویرین ہین۔ جنکی پیٹہہ سے پیٹہہ ملی ہوئي ہے اور انکے ہاتہہ مین ایک مثلث باسکٹ یعنے ٹوکرا ہے۔ اس حوض مین بہت سے رنگا رنگ کي خوبصورت مچہلیان ہین۔ ڈیہوڑی کي دیوارین اور چہت پر ایسا عمدہ نقش و نگار ہے کہ دیکہنے سے طبیعت سیر نہین ہوتی۔ اس کا ویٹنگ روم لیبریری۔ کونسل ہال جہان نواب صاحب اپنے کاروبار مین مشغول رہتے ہین دیکہنے کے قابل ہے پہلے منزلے کے زینے تمام سنگ مرمر کے ہین جسکے دونون طرف منقش کہمبون کي قطار ہے۔ ان کہمبون مین تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر تصویرین بني ہین جنکے ہاتہہ مین خوشنما شمعدان ہین۔ دیوارون پر حضور نظام۔ سر سالارجنگ۔ اور دوسرے گذشتہ امیرون اور وزیرونکي تصویرین لگي ہوئي ہین جس سے سیڑھیونکي رونق دوبالا ہوگئي ہي۔ شاہي ملاقاتي کمرے کي تعریف نہین ہوسکتي اُسکي آراستگي فرانس کے شہنشاہ لوئي چہاردہم کے زمانہ کي وضع کي ہے۔ اسکي چہت پر منبت مرصع کاری ہے اور چوطرف بلورین جہاڑ لگے ہوئے۔ غرض یہہ کمرہ زمین سے چہت تک ایسي نایاب چیزون سے سجا ہوا ہے جو دیکہنے سے تعلق رکہتا ہے۔ ہم ذیل مین ایک سوشیل جلسہ کي کیفیت جو چند روز پیشتر اس عالیشان محل مین منعقد ہوا تہا ذیل مین درج کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ حیدرآباد کے امرا اپنے احباب کي ضیافت کس کشادہ دلي اور فراخ حوصلگي کے ساتہہ کیا کرتے ہین "اس ہفتے مین جو قابل یادگار کارروائي وقوع مین آئي وہ وزیر اعظم حیدرآباد کا عظیم الشان جشن ہے جو فلک نما مین منعقد کیا گیا۔ یہہ فلک نما حیدرآباد سے سات ۷ میل پر واقع ہے۔ حقیقت مین ۲۳ سپٹمبر سنہ ۱۸۹۶ع کي رات بہي شہر اور سکندرآباد مین کبہي کسیکو بہولنے کي نہین۔ یہہ جشن ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے انسٹہوین سال کے چہیانوین روز مین داخل ہونے کا تہا کیونکہ پیشتر انکے انگلنڈ نے کسي بادشاہ کو اسقدر مدت تک تخت نشیني نصیب نہوئي تہي اسلئے جناب وزیر اعظم ریاست دکہن نے اس روز کو غنیمت سمجہکے ملکہ معظمہ کے وفادار رعایا کے لئے یہہ شاہانہ جشن برپا کیا جناب وزیر کا یہہ خیال کہ یہہ جشن فلک نما مین کیا جاے اور تمام مہمانون کو ایک بے نظیر روشني مین اس عالیشان عمارت کے دیکہنے کا موقع دیاجاے۔ حقیقت مین قابل تعریف تہا۔ اس رات کو یہہ محل ایک پرستان معلوم ہوتا تہا۔ سیکڑون بگہیان چلي آرہي تہي نیاچے سے اسکي روشني عجیب لطف دیتي تہي۔ اوپر پہونچنے کے بعد وہان بینڈ باجے کي خوش آئیند آواز سے دل کو ایسي فرحت حاصل ہوتي تہي کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا۔ جب ہم فلک نما کي ڈیہوڑی پر بگہي سے اترے تو ہز اکسلنسي نواب سر وقارالامرا بہادر کے ہردلعزیز سکرٹری مسٹر فریدون جي نے ہمارا استقبال کیا۔ انکي شیرین زباني انکي طلاقت لساني انکا حسن خلق اور انکي لطافت طبع مہمانونکو خوش کرنے مین جادو کا اثر رکہتي ہے۔ ہم بال روم مین سے ہوتے ہوئے سنگ مرمر کي سیڑہیون پر آئے یہان کي آنکہونکو چوندہیانے والي روشني قابل دید تہي۔ پاني کے فوارے چہوٹ رہے تہے حوض مین مچہلیان کہیل رہي تہین غرض جب ہم زینے پر چڑہے تو وہان نواب سر وقارالامرا بہادر نے ہم سے ملاقات کي انکے ہمراہ رزیڈنٹ بہي موجود تہے زینے کي دیوارون پر بہت سي روغني تصویرین جن مین ہم نے حضور نظام سر سالار جنگ اور دوسرونکي قد آدم تصویریں دیکہین۔ ایسے عظیم الشان جشن کے لئے کوئي مکان فلک نما سے بہتر نہین ہوسکتا تہا یہان کا ڈرائنگ روم جسکا بیش قیمتي اسباب جسکي منقش دیوارین جسکے فرانسیسي دریچے اور جسکے ریشمي پردے شاہانہ جاہ جلال کو ظاہر کر رہے تہے۔ صناعي ؟ یک اعلي نمونہ ہے ڈرائینگ روم سے ہم ایک برآمدے مین آئے اور وہان سے بال روم مین داخل ہوئے بال روم مین حضور نظام کا خاص بینڈ باجہ بج رہا تہا یہہ بہي ایک عجیب و غریب کمرا ہے جسکا فرش نہایت صاف شفاف تہا اور جس مین ناچنے والونکے رنگ برنگي لباس کي رونق دیکہنے سے تعلق رکہتي تہي مہمانو کو ایک بڑي میز پر کہانا کہلایا گیا مین نے

اندرونی نظارہ — حضور نظام کا فلک نما محل

اتني بڑی مسز کبهي نہين ديکهي تهي—واقعي يهہ کمرا تمام ہندوستان مين اپنا نظير نہين رکهتا اسکا چوبينہ اسباب نہايت عمدہ تہا—کهانے کے بعد لوگ چوطرف گشت کرنے لگے مين کوئي ايک گهنٹے تگ لبمريری بليرڈ روم اور دوسرے کمرون کا ملاحظہ کرتا رہا يہان کي ہر ايک چيز تفريح طبع کا ايک عمدہ ذريعہ ہے اور صناعي کا بہے بہا نمونہ ملک نما پر سے بائين طرف کو ايک ٹيلہ کے دامن مين ميرعالم کا خوبصورت تالاب نظر آرہا ہے شہر بهي يہان سے بخوبي دکهلائي ديتا ہے گولکنڈہ سے بولارم تگ کوئي جگہہ نظرون سے چهپي نہين رہتي مير عالم کا تالاب شہر سے تين ميل کے فاصلہ پر واقع ہے اسکے مغرب مين ايک پہارونکي قطار چلي گئي ہے جسکے پيچهے گولکنڈے کا قديم قلعہ ہے اس تالاب کے شمال مين ايک بڑا پشتہ کوئي بونے ميل کا ہے جسکو فرنچ انجينيرون نے بنوايا تہا—يهہ پشتہ مغرب کي طرف سے نہايت خوشنما معلوم ہوتا ہے اس مين پتہر کي نصف کماندار محرابين ہين—جب تہيا آتي ہي تو يهہ محرابين خوب اسکا مقابلہ کرتی ہين ان محرابون کي پشت پر ايک مضبوط ديوار ہے—اس پشتہ کي تعمير سنہ ۱۸۰۹ع مين شروع ہوئي تهي اور تکميل سنہ ۱۸۳۲ع مين ہوئي حيدرآباد کے وزير اعظم نواب منيرالملک نے کوئي اسي ۸۰ ہزار پاونڈ کے صرف سے اسکو بنواکر اپنے جانشين سابق يعني ميرعالم کے نام سے موسوم کيا کيونکہ سنہ ۱۷۹۹ع مين جب نظام گورنمنٹ کي فوجين انکي سپہ سالاری مين ٹيپو سلطان سے لڑنے کے لئے گئي تہين تو سرينگ پٹن کي فتحيابي کے بعد وہان کي لوٹ کے روپيہ سے جو انکے حصہ مين آيا ہوا تہا انہون نے اس پشتہ کي تعمير شروع کي تهي—يهہ مير عالم سر سالارجنگ اول کے جدامجد تہے اس تالاب کے غرب مين ايک ٹيلہ پر ايک مسلمان ولي کا مقبرہ ہے جنکا نام محبوب علي تہا يهہ مقبرہ اگرچہ مقدار مين چهوٹا ہے ليکن تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اسکا گنبد بهي نہايت خوبصورت ہے زمين سے اس مقبرہ تگ سيڑهيان لگي ہوئي ہين اس مقبرے کے اطراف ديوار کهينچي ہوئي ہے اور اسکے بيچ مين ايک خوبصورت سا دروازہ ہے جسپر ايک مچهلي اور چند اشعار کندہ ہين—

اس تالاب مين بہت سي برقي اور دخاني کشتيان ہين جن مين سير کا خوب لطف آتا ہے حضور نظام اور انکے وزير اعظم اپنے معزز مہمانون کو اکثر اس تالاب کي سير کراتے ہين حيدرآباد مين گرمي زيادہ رہتي ہے اور يہان برخلاف اسکے سردي اور خنکي—جب شہر سے سير کے لئے يہان آياجاتا ہے تو طبيعت خوش ہوجاتي ہے وہان سے واپس جانے جي نہين چاہتا—يہان مچهليون کا خوب شکار ہوتا ہے اس کے قريب حيدرآباد کے راستہ پر ايک چشمہ ہے جسکو بي بي کا چشمہ کہتے ہين اس کے پاني مين کوئي مخصوص کيفيت ہے جسکي وجہ سے اکثر مستورات اسمين نہانے کے لئے آيا کرتي ہين—يهہ چشمہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کي والدہ حيات بخش بيگم نے بنوايا تہا—شہر کے کوئي ايک ميل کے فاصلہ پر نواب صفرجنگ بہادر کا ايک قديم محل ہے اور پرانے پُل کے پاس راجہ مرلي منوہر بہادر کے باغ مين مارواڑيونکا ايک مندر ہے يہان سے پرانے پل تگ ايک ميل کي مسافت ہے—ندي کے کنارے ايک لمبا قبرستان چلا گيا ہے جس مين کہين کہين ہندؤنکے مرگهٹ بهي پائے جاتے ہين—رياست کے مجرمون کي ہندوستان کے قديم قاعدہ کے مطابق اسي جگہہ پر تلوار سے گردن ماری جاتي ہے—گردن مارنے والا ايک شاهي جلاد ہے جسکي تصوير دوسرے باب مين دي گئي ہے—بنگلور کے بڑے راستہ پر يعنے حيدرآباد سے دس ميل پر ميسرام نامي ايک قصبہ ہے جہان حضور نظام کي مسارام کي فوجين رہتي ہين—ميسرام اصل مين موسيو ريمنڈ تہا جسکي تشريح اس سے پيشتر ہوچکي ہے اب يهہ مقام چندان شہرت پذير نہين يہان بعض ہندو مندرونکے کهنڈر پڑے ہوے ہين جنهين اورنگ زيب نے بعد فتح گولکنڈے کے منہدم کرديا تہا انمين سے ايک بڑے مندر کے اسباب سے اُسوقت ايک مسجد تيار کي گئي تهي—اور شفاف سنگ موسي کے بڑے بڑے تکڑے جو اس مندر کے دروازے مين لگے ہوئے تہے حيدرآباد کي مکہ مسجد مين لائے گئے—جہان اِسوقت صحن مين انکي کرسيان بني ہوئي ہين—رزيڈنسي کے شمال مين کوئي ايک ميل کے فاصلہ پر مولا علي کے راستہ مين ايک گاؤن ہے جسکو لنگم پلي کہتے ہين—يہان بہت سے عمدہ باغات ہين جن مين بعض قطب شاہي بادشاہون کے زمانے کے ہين—ايک بڑے کمپاونڈ مين حضور نظام کا ايک محل ہے اور اسکے قريب هي نواب سر خورشيد جاہ کا ايک بڑا باغ ہے جس مين کثرت سے ميوے کے جہاڑ ہين اس باغ مين ايک چهوٹا سا مکان بطرز عجائب خانہ کے ہے اس مکان مين بہت قديم اشيا اور روغني تصويرين ہين ان تصويرون مين بعض حيدرآباد کي گذشتہ حکمرانون کي ہين اور بعض رزيڈنٹون کي—اس کی ديوارين اور آراستگي قابل ديد ہے اس مين ايک بڑا حوض ہے اور چند وحشي جانور—نواب محتشم الملک نے چند روز ہوے کہ اس مين ايک ضيافت کا کمرہ بنايا ہے—

شہر سے آٹهہ ميل کے فاصلہ پر مولا علي کا مقدس پہاڑ ہے جو سطح سمندر سے ۲۰۱۷ فيٹ بلند ہے—حقيقت مين رياست حيدرآباد مين يهہ بهي ايک عجيب مقام ہے اس پر اميرالمومنين حضرت علي کرم اللہ وجہہ کي زيارت گاہ ہے—اسي زيارت گاہ کي وجہ سے اوسکا نام مولاعلي ہوا—اوس سے کسيقدر فاصلہ پر دوسرا ايک پہاڑ ہے جسکا نام قدم رسول ہے—کہا جاتا ہے کہ اوسپر حضرت رسالتمآب کے قدم مبارک کا نقش ہے مولاعلي کے پہاڑ کے نيچے اسي نام کا ايک قصبہ ہے—يہان بہ نسبت حيدرآباد کے زيادہ سردي رہا کرتی ہے—حضور نظام اکثر تبديل

میرعالم کے تالاب کا نظارہ

مولی علی کا پہاڑ اور روضہ

وآب وہوا کے لئے یہین تشریف لایاکرتے ہین۔ یہان ہر سال تین روز تک ایک عظیم الشان میلا بھرتا ہے جس مین حیدرآباد اور اور اطراف وجوانب کے ہزارہا آدمي شریک ہوتے ہین۔ خود حضور نظام اور بہت سے امرا وہان جاتے ہین اور میلے کے اختتام تک وہین رہتے ہین۔ اونمین سے اکثرون کے مکانات مذکورۂ بالا قصبہ مین ہین یا اسکے راستہ پر۔ میلہ کے بعد شہر کو مراجعت کرتے وقت حضور نظام ہاتھي پر سوار ہوتے ہین اور دوسرے امرا سواریون مین انکے پیچھے۔ حضور راستہ مین دوانیان چونیان لٹاتے ہوئے جاتے ہین جنکے اطراف ہزارہا فقرا و مساکین کا مجمع رہتا ہے۔ عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ مین جبکہ کربلاے معلی سے ایک مقدس علم اس پہاڑ پر لاکے رکھا گیا یہہ عرس اوسیوقت سے شروع ہوا۔ مولا علي کي گھڑدوڑ کا میدان اب تک موجود ہے۔ لیکن جب سے گھڑدوڑ سکندرآباد مین ایک اس سے اچھے مقام پر منتقل ہوئي ہے یہہ بالکل بیکار پڑي ہوئي ہے۔ سال مین دو مرتبہ جو یہان میٹنگ ہوتي ہے اسمین بہت سے انگریز جمع ہوتے ہین۔ اگرچہ یہہ جگہہ بہت دور ہے اور راستہ بھي کچھہ ٹھیک نہین لیکن باوجود اسکے لوگ یہان شوق سے آتے ہین۔ اسکا سبب یہہ ہے کہ یہان کي آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔

مولاعلي سے دو میل پر جنوب مین ایک قصبہ ہے جسکا نام لال گڑا ہے۔ اس قصبہ کے اطراف ایک پتھر کي دیوار بني ہوئي ہے۔ جس کے ہر ایک زاویہ پر ایک برج ہے۔ کہتے ہین کہ یہہ مقام گذشتہ صدي مین نواب نظام علي خان کي ایک پیاري بیگم نے بنوایا تہا۔ اس کا نام اصل مین بي بي رائے گڑ تہا۔ لیکن بیگم کے انتقال کے بعد ایک معمار لالہ نامي نے اوسکو اپنے طرف منسوب کر کے اسکا نام لال گڑا رکھا۔ یہہ قصبہ نواب سر خورشید جاہ بہادر کي جاگیر مین ہے۔ جنہون نے وہان ایک بنگلہ اور ایک باغ بنوایا ہے یہان سے ایک میل پر سکندرآباد جانے کا راستہ ہے۔

حضور نظام کا محل۔ انگم پلي

گولکنڈہ

تاریخی حالات

قدیم زمانے مین گولکنڈہ ہندو راجاؤن کے ماتحت ایک چھوٹاسا قلعہ تھا۔لیکن بعد مین وہ ورنگل کے راجاؤن کے زیر حکومت ہوگیا۔ورنگل کے راجہ نے سنہ ۱۳٦۴ع مین اس قلعہ کو معہ اسکے مضافات کے گلبرگہ کے بہمنی بادشاہ کے حوالہ کردیا۔وہ سنہ ۱۵۱۲ع تک انکے زیر فرمان رہا اور اسکے بعد قطب شاہی بادشاہون کے قبض و تصرف مین آگیا۔سنہ ۱۳٦۴ع کے پیشتر اسکے متعلق کوئی تاریخی حالات ثبت نہین ہین۔لیکن قلعہ مین بعض بعض علامتین موجود ہین جن سے پایا جاتا ہے۔کہ وہ بھی ویساہی قدیم ہے جیسا ورنگل کا قلعہ۔بعض محققین کا قول ہے کہ دو ہزار برس سے اسکی قدامت کم نہین۔بہمنی سلطنت سنہ ۱۳۴۷ع مین وجود مین آئی۔اور ۱۷۸ برس یعنے سنہ ۱۵۲۵ع تک قایم رہی۔اسکے پائے تخت تین ہوے۔پہلا گولکنڈہ۔دوسرا ورنگل۔اور تیسرا بدر۔اور یہہ تینون قلمرو حیدرآباد ہی مین واقع ہین اور ریاست نظام مین شامل۔پہلے پہل جب یہان کے باشندون نے برخلاف دہلی کی سلطنت کے غدر برپا کیا تو بیجانگر اور ورنگل کی جنوبی ہندو ریاستون نے انہین مدد دی اور اس مدد کی وجہ سے یہان کی آبادی مین ہندو اور مسلمان دونون شامل ہوگئے سنہ ۱۴۳۷ع مین بہمنی بادشاہ علاؤلدین دوم کے عہد سلطنت مین اس سلطنت کو پورا پورا عروج حاصل ہوا۔لیکن سنہ ۱۴۸۹ اور سنہ ۱۵۲۵ع کے درمیان بوجہ اسکے ناموافق عناصر کے یہہ سلطنت منقرض ہوگئی۔اسکے انقراض کے بعد دکہن مین پانچ بادشاہتین اس مین سے نکل پڑین۔جن مین سے ایک قطب شاہی سلطنت تھی۔اور اسکا پائے تخت گولکنڈہ تھا۔اس سلطنت کی بنیاد سنہ ۱۵۱۲ع مین ایک ذی ہمت اور خاندانی شخص نے ڈالی تھی جو سنہ ١٦٨٧ع تک قائیم رہی۔اس ایکسو انہتر سال کی مدت مین گولکنڈے کی سلطنت بہت بڑی اور مقتدر ہوگئی تھی۔لیکن سنہ ١٦٨٧ع مین اورنگ زیب نے اسکو سلطنت دہلی مین شامل کرلیا۔جدید بادشاہ سلطان قلی خان نے اپنی سلطنت کا پہلا سال اسکے اِستحکام اور اسکی توسیع مین بسر کیا۔گولکنڈے مین بہت سی عمارتین بنوائین اور اسکو خوب مضبوط کیا۔اُسکے ایام سلطنت کا بڑا حصہ اطراف و جوانب کے مختلف راجاؤن اور نیز تلنگانہ کے ہندو فرماروایون سے جنگ و جدل کرنے مین گذرا جنہین کسیقدر اسنے مغلوب کیا تھا۔لیکن وہ ہمیشہ فتنہ و فساد برپا کرتے رہتے تھے۔جسکی وجہ سے بادشاہ اور اسکی فوجین ہمیشہ مشغول جنگ رہا کرتی تہین۔

باوجود ان متواتر لڑائیون کے پہلے قطب شاہی بادشاہ کے عہد حکومت مین جوتیس برس تک قائیم رہا سلطنت خوب ترقی کرتی رہی۔سنہ ۱۵۴۳ع کے سپتمبر مہینہ مین بادشاہ سلطان قلی خان کہ جس کی عمر نوے برس کی تھی گولکنڈے کی بڑی مسجد مین نماز پڑھہ رہا تھا کہ ایسے مین قلعہ کے حاکم نے اسکے فرزند کی اغوا سے جو بوجہ غدر کے قید کیاگیا تھا سجدے مین اسے قتل کر ڈالا۔اسکے بعد جمشید قلی خان اسکے فرزند نے تخت پر قبضہ کیا۔اسکی سلطنت تقریباً سات سال تک رہی اور اس عرصے مین اکثر وہ ہمسایون کے ساتھہ چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین مصروف رہا۔بادشاہ ہونے کے بعد پہلا کام جو اسنے کیا وہ یہہ تھا کہ اسنے اپنے چھوٹے بھائی ابراھیم قلی خان کو پکڑ کر قتل کرنے کی کوشش کی۔لیکن وہ بِدر کو بھاگ گیا۔اور وہان کے بادشاہ کی اعانت سے ایک بڑی فوج لیکے گولکنڈے پر چڑہائی کی۔تاکہ اپنے بھائی کو تخت سے اوتار دیوے۔لیکن احمد نگر کے بادشاہ برہان نظام شاہ گولکنڈے کو جمشید قلی کی مدد کے لئے آن پہونچا۔اور دونونکی متحدہ فوجون نے ابراھیم قلی کو شکست دی ابراھیم قلی اس شکست کے بعد بیجانگر کو جہانکا راجہ راما رایائے اعظم تھا۔پناہ کے لئے بھاگ گیا۔چند روز کے بعد بِدر اور گولکنڈے کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔بِدر کا بادشاہ اپنی فوجون کے ساتھہ گولکنڈے سے کوئی آٹہہ میل کے فاصلہ پر آن پہنچا۔اور جمشید قلی کو اس چڑہائی کی مطلق خبر نتھی۔جمشید قلی نے دیکھا کہ اب کچھہ ہو نہین سکتا ہے تو گولکنڈے کو خالی کرکے اسکی حفاظت کے لئے تھوڑی سی فوج چھوڑدی اور آپ نے وہان سے نکل کر ایک فوج کثیر جمع کر کے بِدر پر چڑہائی کردی۔جب یہہ خبر قاسم برید بادشاہ کو جو گولکنڈے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا پہونچی تو اسنے اپنے پائے تخت کو بچا نے کے لئے مجبورت کے ساتھہ محاصرہ اٹھالیا اور دونون کے درمیان صلح ہوگئی۔

جمشید قلی نے سنہ ۱۵۵۰ع مین انتقال کیا اور اسکا بیٹا سبحان قلی اسکا جانشین ہوا۔لیکن چھہ مہینے سے زیادہ وہ تخت سلطنت پر بیٹھہ نہ سکا۔کیونکہ اسکے دربار کے بڑے بڑے امیر تمام اسکے چچا شہزادہ ابراھیم قلی کے طرف دار تھے۔ابراھیم قلی کو جب سبحان قلی کے بادشاہ

قلعہ سے نظارہ — گولکنڈہ

ہونے کي خبر پہونچي تو اسنے ایک بہت بڑي اور مضبوط جمعیت کے ساتہہ گولکنڈے پر چڑہائي کي—جب قریب آن پہونچا تو تمام لوگ مارے خوشي کے اسکے استقبال کو باہر نکلے—اور اسکے ساتہہ شریک ہوگئے—سبحان قلي وہان سے اپني جان بچاکے بہاگ گیا—اور ابراہیم قلي ۲۷ جولائي سنہ ۱۵۵۰ع مین گولکنڈے کے تخت پر سوار ہوا—ہنوز اسکي تخت نشیني کو بہت عرصہ نگذرا تہا—کہ احمد نگر اور بیجاپور مین جنگ شروع ہوئي—اور ابراہیم قلي نے احمد نگر کو مدد دي—بیجاپور کے بادشاہ نے اسکے مقابلہ مین بیجانگر کے راجہ سے کہ جسکے پاس ابراہیم شاہ آگے پناہ گزین ہوا تہا مدد چاہي—چونکہ بیجانگر کے راجہ اور ابراہیم شاہ مین سابقۂ معرفت تہا—اسلئے راما رایا نے ابراہیم شاہ سے عاجزانہ درخواست کي کہ پہر دونون یعني احمد نگر اور بیجاپور قوت اور طاقت مین ہمسر ہونے کي وجہ سے ہمیشہ آپس مین لڑتے جہگڑتے رہتے ہین حالانکہ کچہہ فائدہ نہین اٹہاتے اسلئے آپ دونون مین صلح کراکے اپنے پائے تخت کو واپس ہوجائین—اس درخواست کا نتیجہ خاطر خواہ ظہور مین آیا اور دونون سلطنتون مین صلح ہوگئي لیکن اس صلح کے پیشتر ابراہیم شاہ کامیابي کے ساتہہ بہت سي لڑائیان لڑا اور وہ ایک موقع پر اپنے دشمنون مین ایسا گہر گیا تہا کہ زندگي کي امید نہین تہي لیکن بال بال بچگیا—جب اسکو تجربہ حاصل ہوا تو اسنے گولکنڈے کے قلعہ کي تعمیر شروع کي اور پتہر اور چونے سے اسکو خوب مضبوط بنایا اور اپنے دربار کے امیرون کو حکم دیا

کہ چونکہ میرا ارادہ آئندہ ہمیشہ قلعہ ہي مین دربار کرنے کا ہے اسلئے سب لوگ اسکي حصار کے اندر اپنے اپنے محل بنائین—اس کے چند روز بعد جب کہ بادشاہ شکار کو گیا ہوا تہا تو قلعہ کي فوج نے جس مین اکثر ہندو تہے غدر کردیا—اور اندر سے دروازے بند کرلئے جب بادشاہ کو خبر ہوئي تو فوراً چلا آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا—جب مفسدون کو شکست ہوئي اور پائے تخت پر بادشاہ کا از سرنو قبضہ ہوگیا تو حکم دیا کہ تمام ہندوؤنکو جنہون نے سرکشي کي تہي ایک ساتہہ قتل کردیا جائے—غرض اکتیس برس سلطنت کرکے ماہ جون کي ۲ تاریخ کو سنہ ۱۵۸۰ع مین ایکاون برس کي عمر مین انتقال کرگیا—اسکي سلطنت اقبال مند اور ترقي پذیر تہي اوسکے زمانے مین بہت سي پبلک عمارتین تعمیر ہوئین جس مین حسین ساگر کا تالاب—بہت سي مسجدین بہت سے کالج—اور قلعے ہین—جو گولکنڈے کے پہاڑ کے اطراف ہین—اسنے سرور نگر کے قریب حیدرآباد کے جنوب و مشرق مین ایک بڑے قلعہ کي تعمیر شروع کي تہي—لیکن کسیقدر ساختگي کے بعد اسکو موقوف کردیا—اسکے زمانے مین گولکنڈے کے علاقے مین پارشیل اور کمدات معادنات پر ہیرے کي کانون کا وجود پایا گیا تہا—اس ابراہیم شاہ کي نسبت فرشتہ اپني تاریخ مین یون بیان کرتا ہے—کہ اسکے زمانۂ سلطنت مین جو فتحیابیان ہوئین انمین سے کاسن کوٹا—راجمندري—کونڈاویر کي فتحیابیان بہت بڑي تہین—اسکي بہت سي عمارتون مین جو خیرات—پبلک

دفاتر۔ شاہي سکونت اور عام فائدے کے لئے بنائي گئيں۔ مرقومۃالذيل تعميرات مشہور و معروف ہين۔۔

گولکنڈے کے ٹيلے کے اطراف کے قلعجات۔ لنگر خانۂ اثناعشريہ۔ تالاب ابراہيم پٹن۔ حسين ساگر۔ دمت دروال۔ گولکنڈے کا کالا چبوترا اور علاوہ اسکے بہت سي مساجد و مدارس وغيرہ وغيرہ۔ ابراہيم قطب شاہ کے اوايل سلطنت مين تلنگانہ مصر کي طرح سے تمام دنيان کا گويا ايک بڑا مارکٹ ہوگيا تھا۔ ترکستان۔ عربستان۔ اور ايران کے سوداگر جو ايک مرتبہ تجارت کے لئے يہان آتے تھے۔ پھر انکا دل نہين چاہتا تھا۔ کہ دوسرے مقام پر جائين۔ کيونکہ يہان ہر طرح سے انکي ترغيب و تحريص کے سامان موجود تھے۔ اس بادشاہ کے مہمان نواز دستر خوان پر ہر روز ممالک دور دراز کي اقسام کي نعمتين پائي جاتي تھين۔۔

ابراہيم قطب شاہ کا جائے نشين اسکا تيسرا لڑکا ابوالفتح محمد قلي نامي تھا۔ جس کا خانداني خطاب بادشاہ ہوتے ہي قطب شاہ ہوگيا۔ اسنے سنہ ۱۵۸۹ع مين گولکنڈے سے چار ميل کے فاصلہ پر دريائے موسي کے کنارے شہر حيدرآباد کي تعمير شروع کي۔ کيونکہ گولکنڈے مين اسقدر آبادي بڑھہ گئي تھي کہ جس کي وجہ سے وہان کي آب و ہوا مين فرق آگيا تھا۔ تھوڑاہي عرصہ گذرا تھا۔ کہ ايک بڑا شہر بنکر تيار ہوگيا۔ جسکا نام پہلے پہل بادشاہ کي ايک ہندو راني کے نام پر اُسکي خواہش کے مطابق بھاگ نگر رکھا گيا۔ ليکن اسکے انتقال کے بعد وہ نام حيدرآباد سے مبدل ہوگيا۔ اس بادشاہ نے بہت سے شاہي محلات مساجد۔ حمام اور مدرسے۔ اور داد محل اور علاوہ اسکے ايک دارالشفا قديم شاہي محل کے قرب و جوار مين بنوائي کہ جسکے ايک وسيع صحن مين چارونطرف مسافرون اور بيمارون کے لئے کمرے بنے ہوئے ہين اور اسکے نزديک ايک خوبصورت مسجد بھي ہے۔ حيدرآباد مين جو چار مينار کي مشہور و معروف عمارت ہے۔ اور اسکے نزديک جو چار بڑي بڑي محرابين ہين وہ بھي اسي بادشاہ کي بنوائي ہوئي ہين۔ کہا جاتا ہے کہ اس انسان دوست اور خير خواہِ کل بادشاہ نے اِن پبلک عمارتون کي تعمير مين اپنے جيب خاص سے روپيہ صرف کيا تھا۔ ملکي آمدني کو چھوا تک نہين۔ اور علاوہ اسکے اسکي خاص خيرات بھي بہت بڑھي ہوئي تھي۔ سنہ ۱۶۰۳ع مين ايران کے شاہ عباس صفوي کا ايک ايلچي اسکي خدمت مين حاضر ہوا جسکا بڑي دھوم دھام سے اسنے خير مقدم کيا۔ اس ايلچي کے ہمراہ شاہ عباس نے بہت سے قيمتي تحفے روانہ کئے تھے۔ چونکہ اس زمانہ مين مغول دکھن پر پيشقدمي کر رھے تھے اسلئے ايلچي موصوف کو کوئي چھہ برس تک گولکنڈے مين رہنا پڑا۔ اور وہ جب رخصت ہوا تو ہندوستان کي ايسي ايسي ناياب چيزين اسکے ساتھہ دين۔ جو حقيقت مين شاہ ايران کے تحفے کے لايق تھين۔ اس بادشاہ کے زمانے مين قطب شاہي سلطنت کا ستارا سمت الراس پر پہنچگيا تھا۔۔

پھر بادشاہ انچاس برس کي عمر مين ۱۶ ڈسمبر سنہ ۱۶۲۵ع کو اس دار فانی سے راہی عالم بقا ہوگيا۔ چونتيس برس تک اس نے سلطنت کي۔ اسکے بعد اسکا بيٹا عبداللہ قلي اسکا جائے نشين ہوا۔ سينتاليس سال تک اسکي سلطنت رھي۔ اسکے بعد اسکا بيٹا ابوالحسن نامي سنہ ۱۶۷۲ع مين بادشاہ بنا۔ اسنے پندرہ برس تک بادشاہي کي اور پھر سنہ ۱۶۸۷ع مين قيد کرليا گيا۔ ان دونون آخرالذکر بادشاہون کي نسبت تاريخون مين ايسا کوئي مخصوص بيان نہين ہے جو قابل الذکر ہو۔ اسپر سے قياساً معلوم ہوتا ھے کہ کوئي بڑے واقعات انکے زمانے مين وقوع مين نہين آئے۔ سوائے مرقومۃ الذيل حوادث کے جو چند برسون مين واقع ہوئے۔ اور وہ يہہ کہ سنہ ۱۶۳۵ع مين شہنشاہ ہند شاہ جہان نے گولکنڈے کے بادشاہ کو اطاعت و باجگزاري کے لئے ايک فرمان بھيجا تھا۔ جب قاصد اس فرمان کے ساتھہ گولکنڈے پہنچا تو نہايت عزت و توقير کے ساتھہ بادشاہ نے اس سے ملاقات کي۔ اور حکم ديا کہ بڑي مسجد مين شہنشاہ ہند کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور سکہ بھی اسيکے نام کا جاري ہو۔ گولکنڈے کي تاريخ اس زمانے سے اورنگ زيب کے ورود تک بالکل دھندلي سی ہے تحقيقی طور پر واقعات کا پتہ نہين ملتا۔ اِن ايام مين مغلی سلطنت کا اقتدار شمالی ہند مين کم ہوتا جاتا تھا۔ ليکن دکھن مين اسکی وسعت بڑھتی جاتی تھي۔ بِدر کا قلعہ سنہ ۱۶۵۷ع مين مفتوح ہوچکا تھا۔ اور دکھن کي پانچ اسلامی رياستون مين صرف دو باقی رہ گئين تھين ۔ ايک بيجاپور کي دوسري گولکنڈے کي۔ اور ان دونون سلطنتون پر باجگزاری کے لئے زبردستی کي جا رہی تھی

ميرجملہ نے جو اردستان کے سادات کي اولاد مين تھا اور عبداللہ قطب شاہ کا وزير اعظم۔ ايک سر زمين پر جو ۳۰۰ ميل لمبی اور ۶۰ ميل چوڑی تھی کرناٹک کے ہمسايہ مين بِدر کے قريب فتحيابی حاصل کي تھی۔ جہان سے اسکو ہيرے کے معدنون کي ايک معقول آمدني تھی اسکی دولت اور اسکا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا۔ پانچ ہزار کي فوج اسکے زير حکومت رھتی تھی اس وجہ سے بادشاہ کو اسکی نسبت بدگماني ہوگئی تھی۔ اور وہ بھی بادشاہ سے اُن عطيات کو حاصل نہين کرسکتا تھا جسکی اسکو خواہش ہوتی تھی۔ اسلئے اسنے اورنگ زيب سے مدد چاھي۔ چونکہ اورنگ زيب ايسی سازشون کو چاہتا ھی تھا اس موقع کو غنيمت سمجھہ کے شاہ جہان پر دباو ڈالا۔ کہ مير جملہ کي درخواست منظور کي جائے۔ شاہ جہان بھی اپنی ان نا کاميابيون کو جو دريائے اٹک کے اس پار اسکو نصيب ہوئی تھين کاميابيون سے مبدل کرنے کا آرزو مند تھا۔ اسلئے عبداللہ قطب شاہ کو قطعی حکم بھيجا کہ مير جملہ اور اسکے متعلقين کو کسيطرحکی تکليف نہ ديوے۔ چونکہ يہہ حکم اسکی آزادی و خود مختاری مين خلل انداز تھا۔ اسلئے عبداللہ شاہ ايسا بگڑا کہ

فوراً میر جملہ کي تمام جاگیرات ضبط کرکے اوسکے آوارہ لڑکے محمد امین نامی کو قید کرلیا۔حقیقت مین بادشاہ او، میر جملہ کے درمیان شکر رنجی کا باعث یہی آوارہ اور بدمعاش لڑکا تہا۔شاہ جہان نے جب دیکھا کہ اپنے حکم۔ کي تعمیل نہین ہوئی تو اورنگ زیب کو روانہ کیا۔ کہ عندالضرورت ہتیار کے زور سے اسکی تعمیل کرائي جائے۔ اورنگ زیب نے اس ارادہ سے کہ اچانک بادشاہ کو پکڑ لیوے ایک بہانہ سوچکے اسکو لکہا کہ چونکہ میرا بیٹا سلطان محمد اپنے چاچا شاہ شجاع کي لڑکي سے شادی کرنے کے لئے دکہن پر سے ہوتا ہوا بنگالہ جانے والا ہے اسلئے دکہن مین اسکی خاطر ومدارات کي جائے تو مناسب ہوگا۔اسکی یہہ درخواست منظور ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے اسکی آوبہگت کي تیاریان ہونے لگین۔اورنگ زیب نے پہلے اپنے لڑکے کو ایک جرار فوج کے ساتہہ روانہ کیا اور اسکے پیچہے خود آپ چلا۔لیکن عبداللہ قطب شاہ کو بہت جلد اورنگ زیب کا یہہ مکر معلوم ہوگیا۔اسوقت اس نے محمد امین اور اسکی مان کو قید سے رہا کردیا لیکن انکی جاگیر بحال نہین کي۔اورنگ زیب عبداللہ شاہ کے پائے تخت پر حملہ آور ہوا۔اور اس حملہ مین ایسی پہرتی کے ساتہہ کارروائي کي گئی کہ قطب شاہ سے سوائے اسکے کہ حیدرآباد سے گولکنڈے بہاگ جائے اور کچہہ بن نہ پڑي۔ اور حیدرآباد مغلون کے تصرف مین آگیا۔اورنگ زیب نے حیدرآباد پر مسلط ہونے کے بعد اپنی ذات سے گولکنڈے پر چڑہائی کي۔عبداللہ شاہ نے کسیقدر مقابلہ کے بعد صلح کے نامہ و پیام بہیجے اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ وہ تمام بقیہ خراج شہنشاہ کو ادا کرے اور محمد امین کي جاگیرات بحال کردیوے اور اسکے ساتہہ اپنی بیٹی کي شادی اورنگ زیب کے فرزند سلطان محمد کے ساتہہ کرنے پر اور اسکے جہیز مین بہت سی زمین اور روپیہ دینے پر بہی مجبور کیا گیا۔اسکے بعد میر جملہ شہنشاہ کي نذر کے لئے بہت سے قیمتی تحفے۔جن مین مشہور کوہ نور بہي شامل تہا اپنے ہمراہ لیکے اورنگ زیب کے ساتہہ گولکنڈے سے دہلی روانہ ہوگیا اور مغلون کي ملازمت اختیار کرلی جنکی ماتحتی مین وہ رفتہ رفتہ بہت بڑے درجے پر پہنچا ہے

ٹیاورنیر نامي سیاح جو سنہ ۱۶۴۸ع مین گولکنڈے آیا ہوا تہا اس مشہور شخص کا احوال حسب ذیل لکہتا ہے۔ میر جملہ بڑا ذہین و چالاک آدمي تہا جیسي اسکی مہارت امور ریاست مین تہی ویسی ہی فوجی امور مین بہی اسکو دستگاہ کامل تہی۔مجہکو کئي مرتبہ اس سے بات چیت کا اتفاق ہوا۔مین اسکا عدل و انصاف اور اسکی پہرتی دیکہکے حیران تہا کیونکہ ایک ہی وقت مین ایدہر وہ انصاف کرتا جاتا تہا اور اودہر احکام نافذ کرتا جاتا تہا۔گویا اسکے نزدیک یہہ دونون باتین ایکسان تہین۔ہم نے کچہہ تجارتی اسباب اسکے پیش کیا تہا 'سلئے سپٹمبر کي ۱۴ تاریخ سنہ ۱۶۴۸ع کو ہم

اسکے پاس گئے کہ اسکا جواب لیوین اور پہر اس سے رخصت ہووین۔اسوقت اسنے ہم سے کہا کہ بالفعل مین چند مجرمون کي تحقیقات مین مصروف ہون۔کیونکہ اس ملک کا قاعدہ ہے کہ پیشتر انصاف کے قیدیون کو جیلخانہ نہین بہیجا جاتا بلکہ فوراً انکا انصاف کرکے انہین واجبی سزائین دي جاتي ہین جنکی فوراً تعمیل ہوتی ہے۔اگر مجرم بے قصور ہین تو انہین رہا کردیا جاتا ہے۔چاہے کیسا ہی قصور ہو لیکن فوراً اسکا انصاف ہونا ایک لازمی امر ہے۔اس روز تو ہم چلے آئے اور پہر دوسرے روز یعنے ۱۵ وین تاریخ کو اسکی خدمت مین حاضر ہوئے۔ہمین اس خیمے مین باریابی حاصل ہوئی جہان وہ اپنے دو پیشکارون کے ساتہہ بیٹہا ہوا تہا۔ اسکي نشست اس ملک کے رواج کے مطابق تہي یعنے کہلے پانون ویساہی فرش پر بیٹہا ہوا تہا کہ جیسے ہمارے یہان اکثر درزی بیٹہا کرتے ہین۔بہت سے کاغذ اسکے دونون انگوٹہون اور انگلیونکے بیچ مین تہے کبہی وہ انگہوٹہون مین سے کاغذ کہینچتا جاتا تہا اور کبہی انگلیونمین سے اور انپر احکام لکہواتا جاتا تہا۔جب اسکے پیشکار احکام لکہہ چکتے تہے تو وہ انہین سے پڑہواتا تہا۔اور پہر اپنے ہاتہہ سے ملفوف و ممہور کرکے بعض پیدل قاصدونکو دیتا تہا اور بعض سوارون کے حوالے کرتا تہا۔لیکن یہہ بات بہی قابل یاد رکہنے کے ہے کہ تمام خطوط جو چوطرف ہندوستان مین بہیجے جاتے تہے وہ سوارونکي نسبت پیادے بہت جلد پہنچادیتے تہے۔ہم وہان بیٹہے ہی ہوئے تہے کہ اتنے مین بعض افسرون نے حاضر ہوکے نواب سے گذارش کي کہ ہم چند مجرم لائے ہین جو خیمہ کے باہر حاضر ہین۔نواب نے آدہے گہنٹے تک تو اسکا کچہہ جواب ندیا کیونکہ وہ اسوقت نفاذ احکام مین اپنے پیشکارون کے ساتہہ مصروف تہا۔لیکن اسکے بعد یکایک ان افسرون کو قیدیون کے اندر لانے کا حکم دیا۔ جب وہ سامنے آئے تو اون کي تحقیقات کرکے اور انکي زبان سے جرائم کا اقرار کراکے تقریباً ایک گہنٹے تک خاموش رہا۔اور اسیطرح سے پیشکارون کے ساتہہ مصروف۔ اس عرصہ مین دوسرے بہت سے فوجي افسر سلام کو حاضر ہوئے اور بڑے ادب سے اوسکو تسلیم کي۔ لیکن اوسنے اونکے جواب مین فقط سر کو ذراسی حرکت دي۔ مجرمون مین ایک شخص تہا جس نے ایک مکان توڑ کے مان اور تین بچون کو قتل کردیا تہا۔ اسکي نسبت حکم دیا کہ اُسیوقت ہاتہہ اور پانؤن جدا کرکے اسکو شاہراہ پر ڈالدیا جائے کہ تڑپ تڑپ کے جان دیوے۔ ایک دوسرے مجرم نے راہ زني کي تہي فرمایا کہ اسکا پیٹ چیر کے گہوڑے پر پہینک دیا جائے۔ دوسرے دو نے نہین معلوم کیا خطا کي تہي اونکے سر وہین جدا کردئے گئے۔ جب وہ اِن کامون سے فارغ ہوچکا تو ہم نے فرصت غنیمت سمجہکے عرض کي کہ اب ہمارے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔آیا ہمارا مال و اسباب بادشاہ کو دکہلانے کے قابل ہے یا نہین۔اسنے ہمین گولکنڈے جانے کا حکم دیا اور کہا کہ مین

اپنے لڑکے کو تمہارے واسطے لکھتا ہون اور میرا خط تمسے پیشتر وہان پہونچ جائیگا - اور پہر نوکرون کو حکم دیا کہ سولہ گھوڑے انکے لئے حاضر کئے جائین - اور راستے مین ہر طرحسے انکي خبرگیري کي جاے —

ٹیاورنیر پہر دوبارہ سنہ ١٦٥٢ع مین گولکنڈے آیا تہا اوسوقت ایک ولندیز جراح سے بادشاہ نے ملاقات کي تہي جس کا بیان وہ یون تحریر کرتا ہے —

کہ تین خواجہ سرا اسکو ایک کمرے مین لائے جہان سے چار ضعیف عورتین اسکو حمام مین لیگئین اور اسکے کپڑے اوتار کے خوب نہلایا اور خاصکر کے اسکے ہاتہہ اچہي طرح سے دہلوائے اور پہر اسکے جسم کو عطر سے معطر کرکے بعوض یوروپین لباس کے ملک کے رواج کے مطابق اسکو خلعت پہنایا - اسکے بعد اسکو بادشاہ کي خدمت مین لائے - اس کے پاس سونے کے چار پیالے دہرے ہوئے تہے اسنے بادشاد کي زبان کے نیچے چار جگہہ پر فصد کہولي اور اس ہوشیاري اور چالاکي سے اپنا کام کیا کہ جب لہو کا وزن کیا گیا تو ان پیالون مین ایک قطرہ زیادہ نہین ہوا اور یہي وہ مقدار تہي جو شاہي حکمون نے تجویز کي تہي - بادشاہ کي لڑکي اور اسکي مان نے یہہ کیفیت سني تو انہون نے بہي چاہا کہ فصد کہلوائین - حالانکہ انہین اسکي کچہہ ضرورت نہ تہي لیکن صرف اسکو دیکہنے کے لئے کیونکہ وہ ایک نہایت حسین جوان تہا - غرض پہر اسیطرح سے حمام مین لیجاکر اور کپڑے وغیرہ اُتارکر اسکو نہلایا گیا اور اسکے بعد جب وہ معطر و ملبس ہوکے زنان خانہ مین آیا تو بیگمون نے پردے سے اپنے ہاتہہ لمبے کئے اور فصد کہلوائي یہہ ولندیزي ڈاکٹر جسکا نام موسیوڈی لین تہا - گولکنڈے کے دربار مین بڑا ذي اقتدار تہا —

سنہ ١٦٦٩ع مین شیواجي نے جو مرائٹہا ریاست کا مشہور باني تہا - آگرے سے مفرور ہونے کے بعد یہان اپنے تئین ظاہر کیا - قطب شاہي بادشاہون نے اسکو روپیہ اور فوج سے مدد دي - اور اس مدد سے اس نے بہت سے قطب شاہي قلع بیجاپور سے واپس چہین لئے - لیکن انمین سے بہت سے اپنے قبضہ مین رکہے اور باقي کے تہوڑے ان افسرون کے سپرد کئے جو اسکے مدد کو آئے ہوئے تہے (ایلیٹ اور ڈاسن کي تاریخ ہند صفحہ ٢٨٦) - خفی خان کے حوالہ سے لکہا گیا ہے کہ اس نے عبداللہ قطب شاہ کے روبرو قسم کہائي تہي کہ اگر آپ محاصرہ کے لئے روپیہ اور لشکر سے میري مدد کرین تو مین آپ کے اُن تمام قلعون کو جو بیجاپور کي سلطنت نے چہین لئے ہین واپس لیکے آپ کے حوالے کردونگا اور تمام عمر آپکي ملازمت مین رہونگا - لیکن اسنے اپنا یہہ قول کہانتک پورا کیا - وہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہو رہا ھی - ٹیاورنیر سیاح عبداللہ شاہ کے بےبہا ہیرون اور بےانتہا خزانہ کي بیان مین بہت مبالغہ کے ساتہہ لکہتا ہے کہ ہندوستان مین کسي بادشاہ کے پاس ایسے قیمتي جواہرات نہین جیسے عبداللہ شاہ کے پاس

ہین - ہیرے - نیلم وغیرہ - حیدرآباد مین اسوقت ویسے تراشے نہین جاتے ہین جیسے دو سو برس پیشتر تراشے جاتے تہے - جبکہ یوروپ کے اکثر ہیرے کے سوداگر انکي خریدي اور تبادلہ کے لئے اپني عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرکے یہان آتے تہے اور فائدہ اُٹہا کے جاتے تہے لیکن برخلاف اسکے انیسوین صدي کے اخیر حصہ مین جرمن اور یہودي ہیرے کے فروخت کے لئے حیدرآباد کو لوٹنے لگ گئے تہے لیکن اب وہ زمانہ بہي گذر گیا کیونکہ اسوقت وہان ایک جدید اور تعلیم یافتہ گورنمنٹ ہونے کي وجہہ سے انکي کچہہ چل نہین سکتي - سلطان عبداللہ شاہ نے اڑتالیس برس کي سلطنت کے بعد ساٹہہ سال کي عمر مین سنہ ١٦٧٢ع مین وفات پائي اور اسکي جگہہ اسکا بہتیجا سلطان ابوالحسن جو اسکا داماد بہي ہوتا تہا تخت سلطنت پر بیٹہا - چونکہ وہ اپني جواني مین بالکل عیش و عشرت مین مصروف تہا اسلئے امور سلطنت کي طرف اسکي توجہہ مبذول نہین ہوئي - اور کل اختیار ایک مرائٹہا برہمن مدہونا پنتہہ نامي کا تہا جو اسکا وزیر اعظم تہا - اس شخص نے سلطنت کے اچہے اچہے عہدے مسلمانون سے چہین کے ہندؤنکو دے دئے تہے جو اسکے آوردے تہے - اسپر سے مسلمان بگڑے اور اندروني معاملات مین خرابي واقع ہوئي - مدہونا پنتہہ نے جب یہہ حالت دیکہي تو گہبرایا اور سنہ ١٦٧٦ع مین شیواجي کو اپني مدد کے لئے بلایا - وہ تو موقع تاک ہي رہا تہا فوراً ستر ہزار فوج کے ساتہہ حیدرآباد آن پہنچا - اورنگ زیب کو جو اسوقت شہنشاہ ہوچکا تہا جب شیواجي کے حیدرآباد مین آوبہگت ہونے کي خبر پہونچي تو قطب شاہ سے جنگ کرنے کے لئے فوجین روانہ کردین - بہت سی لڑائیان ہوئین لیکن ہمیشہ مدہونا پنتہہ اسکے سپہ سالارونکو شکست دیتا رہا - جب شیواجی سنہ ١٦٨٠ع مین مرگیا اور اسکي جگہہ پر اسکا بیٹا سمبہاجی آیا تو اسوقت اورنگ زیب نے چاہا کہ پہر گولکنڈے پر حملہ کرے لیکن اسکے بیٹے معظم اور قطب شاہ کے درمیان ایک عہد نامہ ہوچکا تہا جسکي روسے وہ چڑہائی نہین کرسکتا تہا لیکن سنہ ١٦٨٣ع مین معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی بادشاہون نے سہواً یا عمداً اسکو خراج نہین بہیجا - اسنے خفا ہوکر سنہ ١٦٨٦ع مین ایک بہت بڑی فوج نواب خان جہان کي سپہ سالاری مین گولکنڈے روانہ کي - بہت سی لڑائیان ہوئین لیکن خانِ جہان گولکنڈے تک نہین پہونچ سکا - اورنگ زیب نے شہزادہ معظم کو اسکے مدد کے لئے بہیجا اسوقت بہي اگر قطب شاہی سپہ سالار کي سازش نہین ہوتی تو شہنشاہی فوجونکی کامیابی مین اشتباہ تہا - وہ سپہ سالار جبتک شہنشاہی مدد آ نہ چکی زمانہ سازی اور لیت و لعل کرتا رہا اور پہر اسکے آنے کے بعد اپنی فوجون کے ساتہہ حیدرآباد آنکر مغلون کے ساتہہ شامل ہوگیا - اُدہر بادشاہ گولکنڈے مین بیٹہا رہا اور اِدہر حیدرآباد تباہ و تاراج ہوتا رہا - معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کي تباہی بالکل ہیبت ناک

تھی فوج اور رعایا کی عورتون کی سخت آبرو ریزی ہوئی۔ ہزارہا لوگ جنھین گھوڑے میسر نہین ہوسکے اور اپنا مال و اسباب اُٹھا کے نہین لیجاسکے صرف اپنی عورتون اور بچون کو لیکے گولکنڈے بھاگے۔کوئی سات آٹھہ کڑوڑ روپیہ کا مال لوٹا گیا۔گلی اور کوچون مین لاکھون روپیہ کی مالیت کے جواہرات۔ نقدی۔گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ جو بادشاہ اور امرا کے تھے پڑے ہوئے تھے۔تحقیق طور پر یہہ نہین معلوم ہوا کہ ہندو اور مسلمانون کی کتنی عورتین اور بچے گرفتار ہوئے اور کتنی اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کی عورتون کی آبرو ریزی ہوئی۔بڑے بڑے قیمتی قالین جنکا اٹھا کر لیجانا دشوار تھا تلوارون اور کٹاریون سے ٹکڑے ٹکڑے کردئیے گئے۔اور ہر ایک ٹکڑے پر لڑائی جھگڑا ہوتا رہا۔بد انتظامی اور ظلم و ستم کی کوئی حد نتھی۔ مدہونا پنتھہ اسی ہنگامہ مین مارا گیا اور بادشاہ کو مجبوری کے ساتھہ کل شرطین قبول کرنی پڑین۔غرض بیس لاکھہ روپیہ کا زر و جواہر دینے کے بعد ایک عہد نامہ ہوا لیکن وہ عہد نامہ بالکل ناپائدار تھا کیونکہ اورنگ زیب کا ارادہ تھا کہ جسطرح سے ہوسکے گولکنڈے اور بیجاپور کو مغلی سلطنت مین شامل کرلیوے۔سنہ ۱۶۸۷ع مین جبکہ قطب شاہ نے باضابطہ طور پر اپنا رعب وداب بڑھانا چاہا تو اورنگ زیب خفا ہوگیا اور رمز و کنایہ سے کہا کہ چونکہ اب مرغا بانگ دینے لگا ھے اسلئے اسکی گردن مروڑ نے مین دیر نہین کرنی چاہئیے۔لڑائی شروع ہوئی اور بادشاہ نہایت جوانمردی سے اٹھارہ مہینے تک قلعہ کو بچاتا رہا۔ایک موقع پر محصورین ایک کتے کے بھونکنے سے بال بال بچگئے ورنہ اسیوقت قلعہ مفتوح ہوگیا ہوتا۔بادشاہ کو جب یہہ خبر ہوئی تو اسوقت اُس کتے کے گلے مین سونے کی زنجیر ڈلوادی اور اسکو اپنے پاس رکھا۔ غرض اخیر مین دغا کے ساتھہ گولکنڈہ مفتوح ہوکر سنہ ۱۶۸۸ع مین مغلی سلطنت مین شامل ہوگیا۔ اس ملک مین ۲۱ سرکارین تھین جو ۳۵۵ پرگنون مین منقسم تھین اور جس سے سالانہ ۱۶۶۸۰۰۰۰ روپیہ وصول ہوتا تھا۔ایک دیسی مورخ بیان کرتا ھے کہ توپ کے گولون سے جو دہوان اٹھتا تھا وہ ایسا تیرہ و تار تھا کہ دن اور رات مین تمیز نہین ہوسکتی تھی۔ شہنشاہ نے خود آپ وضو کر کے روئی کے کوئی پچاس ہزار تھیلون کے منہہ جن مین مٹی بھری ہوئی تھی سی کے انہین خندق مین ڈلوائے تاکہ انکا ایک پُل بنے اور اسپر سے فوج عبور کر کے قلعہ مین داخل ہو۔علاوہ اسکے سرنگین اوڑائی گئین۔ دہاوے کئے گئے۔اور متصل گولہ باری ہوئی۔بادشاہ کے بہت سے معاون و مددگار شہنشاہ سے جاکر مل گئے آخر جب جرأت و استقلال سے کچھہ نہ ہوسکا تو سازشون سے کام لیا گیا۔سرنگ اور دہاوؤن سے کچھہ چل نہ سکی تو روپیہ اور اقرارون سے مطلب نکالا گیا۔گولکنڈے کے تمام امرا ایک کے بعد ایک دشمن سے ملتے چلے گئے حتیٰ کہ سوائی دو کے اور کوئی بادشاہ کے پاس باقی نہ رہا۔لیکن ان دونون مین بھی ایک مُرتشی تھا۔جو ایک پھاٹک کی چوکی پر معین تھا اور اسنے رشوت لیکے پھاٹک کھولدیا۔ مغلون کی فوج فتح کے نعرے مارتی ہوئی قلعہ مین دھس پڑی۔جب بادشاہ نے یہہ آواز سنی تو سمجھہ گیا کہ یہہ آخری وقت ھے۔اب کچھہ نہین ہوسکتا۔فوراً حرم سرا مین گیا اور وہان سبکی دلدہی کر کے اور سب سے قصور معاف کروا کے دربار کے کمرے مین آنکر اپنے فاتح مہمانون کا منتظر بیٹھا رہا ایسے مین اسکے کھانے کا وقت آن پہونچا اسنے مغلون کی فتحمندی کی کچھہ پروا نکر کے ماحضر نوش کیا۔ جب اورنگ زیب کے افسر وہان آئے تو اسنے شاہانہ رعب و داب سے انہین سلام کر کے خوش خُلقی کے ساتھہ انسے ملاقات کی۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکے انکے ساتھہ شہزادہ اعظم کے پاس چلا آیا اور شہزادہ نے اسکو اورنگ زیب کی خدمت مین پیش کیا۔ اورنگ زیب نے متانت و خوش اخلاقی کا اس سے ویساھی برتاؤ کر کے جیسے بادشاہ بادشاہ سے کرتے ہین۔گولکنڈے کے ڈفنس مین اسکی بہادری کی تعریف کی اور کہا کہ یہہ بہادری پیشتر کی عیاشی کی معاوضہ ہوگئی۔قطب شاہ دولت آباد کے قلعہ کو دستگیر کر کے بھیجدیا گیا جہان وہ چودہ برس کی قید کے بعد سنہ ۱۷۰۱ع مین انتقال کر گیا اسکی قبر وہان سید راجے الرویا کے روضہ کے پاس ھے اور اوسکا نامکمل روضہ جو گولکنڈے مین ھے اور جسے اپنے زوال کے پیشتر بنا رہا تھا ابتک موجود ھے۔ ابوالحسن ایک ہردل عزیز بادشاہ تھا۔اور ابتک اسکی جوانمردی اور اسکی نیکیون کی حکایتین دکھن مین زبان زدِ خلایق ہین۔شہنشاہ اورنگ زیب نے فوراً بیجاپور اور گولکنڈے پر اپنا قبضہ و تسلط کرلیا اسوقت سے گولکنڈہ عملی طور پر حیدرآباد کے ماتحت ہوگیا اور اسکا تمام جاہ و حشم مفقود۔

بنجارہ دروازہ — گولکنڈہ

قلعۂ گول۔کنڈہ

گولکنڈے کا مشہور قلعہ حیدرآباد کے جنوب و مغرب مین کوئي چہہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔

ہر ایک طالب العلم جسکو تاریخ کا شوق ہے ۔ جانتا ہے کہ وہ ہیرے کي کان کا مرکز ہونے کي وجہہ سے تمام دنیا مین مشہور و معروف تہا۔مارکو پولو نامي ایک شخص اسکي نسبت بیان کرتا ہے ۔کہ عمدہ ہیرے اور دوسرے قیمتي جواہر اور بڑے بڑے موتي کوس اعظم اور دوسرے بادشاہون اور شاہزادون کے پاس لیجائے جاتے ہین ۔ حقیقت مین اون کے پاس تمام دنیا کے جواہرات ہین ۔ اس سڑک پر سے جو حیدرآباد سے گولکنڈے جاتي ہے یہہ منہدم قلعہ جس کي فصیل پر برج بنے ہوئے ہین کچہہ کچہہ نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم مین دکہن مین جو حکام گذرے ہین وہ سلطنت کے پایہ تخت کیلئے اراضي کے انتخاب مین بڑي دور اندیشي سے کام لیتے تہے ۔ کیونکہ یہہ قلعہ ایک جدا ٹیلے پر جو زمین سے ۴۰۰ فیٹ بلند ہے اور جہان سے اطراف و جوانب کا تمام ملک صاف دکہلائي دیتا ہے ۔ بنوایا ہے ۔ اسکے ایک میل شمال مین ایک چہوٹا سا ٹیلہ اور ایک قلعہ ہے ۔ اوسکے اطراف نظام اول نے ایک دیوار بنوائي ہے اور وہ اسلئے کہ مکر و فریب سے کوئي قلعہ مین داخل نہوسکے

گولکنڈیکے قلعہ کي دیوارین تمام پتہر کي ہین اور گردے مین تین میل سے زیادہ ۔ جب کوئي قلعہ کے نزدیک جاتا ہے تو اسکو ایک ویرانہ دکہلائي دیتا ہے اور اسکي گذشتہ شان و شوکت کا اظہار کرتاہے۔اسي فصیلونکے زاویہ پر اٹہیاسي بروج ہین جہان ابتک قطب شاہي توپون کے نمونہ نظر آرہے ہین ان مین بہتونکي شگافین اوڑے ہوئي ہین اور بہتون مین میخین ہین ۔ جو اورنگ زیب نے سنہ ۱٦۸۷ع مین قلعہ کو فتح کرنے کے وقت انمین ٹہونکي تہین۔بروج کي شکلین نصف دائرہ کي ہین اور بڑے بڑے پتہرون کے بنے ہوئے۔انمین سے بعض ایک ٹن سے بہي زیادہ سنگین ہین۔اس قلعہ کو پہلے آٹہہ دروازے تہے ۔ لیکن اب صرف چار دروازے ۔یعنے مکہ دروازہ ۔ جمالي دروازہ۔ بنجارہ دروازہ اور فتح دروازہ ۔ مستعمل ہین۔اس آخرالذکر دروازے کا نام فتح دروازہ ہونے کي وجہہ یہہ ہے کہ اورنگ زیب کے فرزند شہزادہ محمد معظم اسي دروازے سے اپني فوج کے ساتہہ قلعہ مین گُہسا تہا۔گولکنڈے کے اطراف جو خندق ہے وہ کوڑے کرکٹ سے بہرتي ہوئي ہے

جب حسین ساگر کے تالاب سے آتے ہین تو جمالي دروازے سے اس قلعہ مین جایا جاتا ہے اسکے دروازے ساگوان کے ہین اور انمین تیز میخین لگي ہوئي ہین تاکہ جنگي ہاتہي اسکو نقصان نہ پہونچا سکین۔اسکے بائین طرف ایک چہوٹي سي گلي کے اخیر مین ایک بڑا میدان ہے ۔ جہان گولکنڈے کي آرٹیلري کي قواعد ہوا کرتي ہے۔اس دروازے کے داہنے طرف کئي سو توپون کے قدیم گولون کے انبار ہین جو پتہر سے تراشے ہوئے ہین اور اوسطرح سے پڑے ہین کہ جیسے اورنگ زیب کے بہادر سپاہي انہین چہوڑکر گئے تہے اور انمین بعض گولون کے ڈہیر دیوار پر بہي

محل خاص۔ نو محل گولکنڈہ

دہلی دروازہ

جمعہ مسجد کا پھاٹک

لگے ہوئے ہین- جو ہر وقت کام آسکتے ہین اور علاوہ ازین بہت سی توپین بہی پڑی ہین جس سے اکثر مکانون کی مہربان بنائی جاتی ہین فتح دروازے سے پاؤ میل پر سیدھی طرف ایک سڑک ہے جو نو محل کو جاتی ہے - پہر نو محل نو عمارتین ہین - اور انکے آگے ایک باغون کا سلسلہ ہے جن مین سے گذر کے ان عمارتون مین سے جایا جاتا ہے - پہر بہت قدیم عمارتین ہین - انکے دیکھنے سے نظام اول کے زمانے کے طرز تعمیر بخوبی معلوم ہوتی ہے - اکثر مکانات نواب نظام علیخان بہادر اول کے بنائے ہوئے ہین - یہانکا نظارہ بڑا دلچسپ ہے - پہر مکانات بالفعل خالی پڑے ہوئے ہین انکے وسیع اور گہماؤ دالان آہٹ اور لوگونکی آواز سے گونج اوٹھتے ہین - یہان کے باغات جو ایک ویرانہ مین واقع ہین اپنی مصفا سڑکون - اپنے خوشنما جہاڑون اور اپنے اقسام کے پہولون سے سیر کرنے والون کے دلکو شگفتہ کردیتے ہین- جب

قلعہ اور شہر پناہ - گولکنڈہ

قدیم توپ - قلعۂ گولکنڈہ

حضور نظام گولکنڈے تشریف لیجاتے ہیں تو ان باغوں کی رونق ہی اور ہوجاتی ہے - بعوض قدامت کے ان پر جدت برسنے لگتی ہے - اکثر دربار یہیں ہوا کرتے ہیں - قدیم زمانہ میں ان شاہی عمارتوں کے آس پاس ایک بلند دیوار تھی - اور اس میں مضبوط دروازے لگے ہوئے تھے - جیسے کہ قلعہ کے اور مکانوں میں ہیں - قلعہ کی بڑی سڑک پر اور اسکے پھاٹک کے بالکل قریب سیدھی طرف کو جمعہ مسجد ہے - یہہ مسجد ایک خوبصورت عمارت ہے جسکی چھت کے نیچے بتدرج فٹ بلند کمانوں کی قطاریں ہیں - اسکا فرش تمام سنگ مرمر کا ہے - اور اسکے دروازے پر ایک گنبد ہے - لیکن اسکا دروازہ ہندوانی وضع کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کسی زمانہ میں یہاں ہندوؤں کا مندر تھا - اور ہو بھی تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ قدیم مسلمان حملہ آوروں کی عادت تھی کہ وہ اکثر ہندوؤں کے مندروں کو توڑکے وہیں پر مسجدیں بنا دیتے تھے - جیسے اور بہت سے مقامات پر پایا جاتا ہے - اس جمعہ مسجد کے دروازے پر ایک عربی کتبہ ہے جس میں کندہ کیا ہوا ہے - کہ یہہ مسجد سنہ ۹۷۷ھ (سنہ ۱۵۸۹ عیسوی) میں ابراہیم قطب شاہ نے بنوائی ہے - بہر حال یہہ ایک ہندوؤں کے مندر کی جگہہ معلوم ہوتی ہے - قلعہ کے اندر کی سڑکیں نہایت صاف ہیں - اور کسیقدر گھماؤ اور ان پر سے دلچسپ چیزیں نظر آرہی ہیں - مثلاً منہدم دیواریں اور عمارتیں جنمیں ادھر ادھر موجود طرز کی آراستہ دکانیں جہپر پوش مکانوں میں لگی ہوئی ہیں اس قلعہ کے کھنڈروں میں جنگلی بکرے ادھر سے ادھر کودتے پھاندتے اور گھاس پات کھاتے ہوئے پھرتے ہیں اکثر جگہہ قدیم زمانہ کی توپیں پڑی ہوئی ہیں - اور موقع پر موقع بہت سے مسجدیں ہیں جنمیں بعض تو بالکل ویران ہیں اور بعض اچھی حالت میں - گولکنڈے کی بریگیڈ کے سولجر قلعہ میں اس زمین پر انگریزی الفاظ میں قواعد کرتے ہیں جہاں بہت سی خونریز لڑائیاں ہوچکی ہیں - غرض ایسی بہت چیزیں ہیں جو وہاں جانے سے پیش نظر ہوتی ہیں - اس قلعہ میں جانے کی ایک چوڑی سڑک ہے - جسکے دو طرفہ رہنے کے مکانات اور دوکانیں وغیرہ ہیں - گولکنڈہ کے اس حصہ میں ابتک وہی لوگ آباد ہیں کہ قدیم زمانہ میں جنکے آبا و اجداد یہاں بستے تھے - یہاں کے ٹیلہ کے اطراف ایک بہت اونچی اور مضبوط دیوار ہے جیسے پہلے بیان کیا گیا - اور ایک دروازہ ہے جسکو بالا حصار پھاٹک کہتے ہیں - یہہ دروازہ بہ نسبت قلعہ کے دوسرے دروازوں کے بہت بڑا ہے - اور حال ہی میں اسکی مرمت کی گئی ہے - اس دروازے اور نیز اوسکی بازو کی دیواروں میں گریفن اور شیر ببر اور دوسرے اقسام کے جانوروں کے

شاہی محل کے کھنڈر - گولکنڈہ

تصویریں کندہ ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اصل میں ہندوانی عمارت ہے۔ علاوہ اسکے قلعہ کے اور مقامات پر بھی دیواروں میں ایسی ہی تصویریں ہیں۔ قلعہ میں داخل ہونے کے بعد بائیں طرف کو ایک تین منزلہ کا پتھر کا مکان ہے۔ جسکو سلاح خانہ کہتے ہیں۔ اس مکان میں کسی زمانہ میں ہتیار رکھے جاتے تھے۔ اور سیدھی طرف کو اون چوکیوں کے کھنڈر ہیں۔ جہاں قطب شاہی بادشاہوں کی قلعہ کی فوج رہتی تھی۔ ان چوکیوں کے مکانات پست تھے جو ٹیلے کے اوپر تنگ بنے ہوئے تھے۔ ان کی کمانیں اسوقت تقریباً تمام بند کردی گئی ہیں۔ غرض ان کمانوں میں سے گذرنے کے بعد قلعہ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ اسکے لئے چوڑی چوڑی سیڑھیاں ہیں جو نیچے سے اوپر تنگ گئی ہوئی ہیں ۔ جن لوگوں کو ان سیڑھیوں پر چڑھنے کی عادت نہیں۔ وہ بالکل تھک جاتے ہیں لیکن انکے دم لینے کے لئے تھوڑی تھوڑی فاصلہ پر چبوترے ہیں۔ ان سیڑھیوں پر سے اوپر چڑھنے کے بعد بائیں ہاتھ پر ایک اودھا کنواں ملتا ہے ۔ جو غالباً قلعہ کی فوج کے پانی پینے کے لئے کھودا گیا ہوگا۔ اس سے آگے بڑھکے ایک لمبا سا پتھر کا چبوترا ہے۔ جس کی ساتوں میں مربع سوراخ کئے ہوے ہیں۔ ان سوراخوں میں سے زمین کے تلے ایک بہت وسیع راستہ نظر آتا ہے ۔ جو سیدھا ٹیلے کے وسط کو جس پر قلعہ بنا ہوا گیا ہے ۔ اس چبوترے کے سامنے عنبر خانہ کے کھنڈرات ہیں ۔ یہہ عنبر خانہ وہ مکان ہے جہاں گولکنڈے کے بادشاہوں کا مشہور و معروف خزانہ رکھا جاتا تھا ۔ اس مکان کے دروازے کے سامنے ایک پتھر کی چٹان پر فارسی میں لکھا ہوا ہے ۔ کہ یہہ عمارت عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ۔ سنہ ۱۰۵۲ (سنہ ۱۶۴۲ع) میں قلعہ کے حاکم نے بنوائی ہے ۔ لیکن جو اسپر گنبد ہے وہ غالباً کئی سو برس پیشتر کا ہوگا۔ ان دیواروں کی اخیر قطار ہے جو قلعہ کو گھیرے ہوے ہے یہہ قطار ایسی مضبوط ہے کہ جیسی ابھی بنی ہوئی۔ حالانکہ اسکو کئی سو برس گذر گئے اسکے ذرا پرے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو غالباً ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے لیکن اسپر کوئی کتبہ نہیں ۔ اس ٹیلے کی چوٹی پر قلعہ کا بادشاہی حصہ ہے جس میں داخل ہونے کے پیشتر ایک
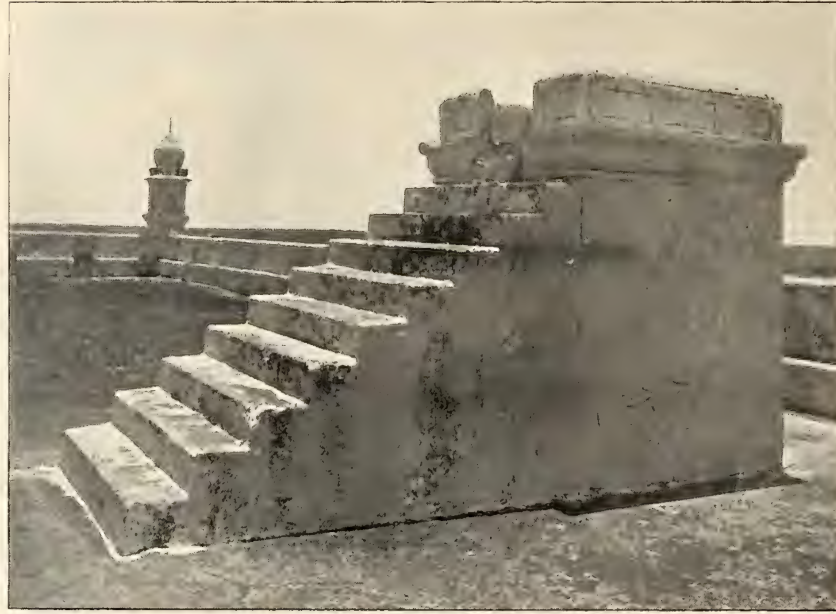
تخت شاہی ۔ سقف محل ۔ گولکنڈہ

قلعہ اور شہر پناہ ۔ گولکنڈہ

سلاح خانہ ـ گولکنڈہ

عنبر خانہ کا راستہ ـ گولکنڈہ

صحن ملتا هے اور پهر ایک چهوٹا سا دروازه - غرض اندر جانے کے بعد شاهي محل کے کهنڈر نظر آتے هین - ان کهنڈرون کے سیدهي طرف اور اوپر کو جانیکي سیڑهیان هین جس پر زمین سے کسي قدر بلند بهت سي توپین دهري هین - اور بائین طرف ایک کمرا هے - جو پتهر کي چٹان مین کهدا هوا هے اس کمرے مین ایک ضعیف هندو فقیر رهتا هے جس کو ان فقیرون کي ولدیت کا دعوی هے - جو سیکڑون برس پیشتر هندو راجاؤن کے زمانے مین اسي کمرے مین رهتے تهے - لیکن تعجب یهه هے کہ مسلمان بادشاهون نے جو هندؤن کے بعد اس قلعہ پر قابض و متصرف هوے کیونکر هندوؤنکا یهان رهنا گوارا کیا - اس قلعہ مین اور آگے بڑهکے مسلمانون کي ایک زیارت گاه اور بهت سي توپین هین - غرض یهان کي شاهی عمارتون - وسیع صحنون - مضبوط دیوارون اور بلند کمانون کے کهنڈر قدیم جاه و جلال کا پتا دے رهے هین - اور انکے مالکون کي عظمت و شان کو ظاهر کررهے هین - یهان ایک قدیم چبوترا هے جسپر یهان کے بادشاه عدل و انصاف کے لئے بیٹها کرتے تهے - اسوقت چبوترا بهت آراستہ تها - لیکن اب ویران پڑا هوا هے - اور اس ویراني کي حالت مین بهي وه اپنے قدیم شان و شوکت کو ظاهر کئے بغیر نهین رهتا - شاهي محل کے ایک کونے مین ایک چهوٹا سا دروازه هے جسکي نسبت کها جاتا

عنبر خانہ - گولکنڈه

قلعہ پر سے نظاره - گولکنڈه

قلعہ پر سے نظارہ ـ گولکنڈہ

ہے۔کہ پہر اس زمین کے نشیب کے راستہ سے ملا ہوا ہے جو یہان سے پانچ میل کے فاصلہ پر گوشہ محل تک گیا ہوا ہے۔لیکن اسکی تحقیقات کو جی نہین چاہتا۔اس شاہی محل کے مغرب مین ایک پتہر کی سیڑھی ہے جو کوٹہے پر لیجاتی ہے اور اسکے جنوب مین دو بڑے بڑے دالان ہین انمین سے ایک دالان کی دیوار مین ایک چھوٹا سا زینہ ہے جو قلعہ کی چوٹی پر جاتا ہے اس چوٹی پر ایک پتہر کا اونچا سا تخت ہے جسکو دس زینے لگے ہوئے ہین۔اس سے بڑھکر اس قلعہ مین کوئی اونچی جگہہ نہین۔یہان سے دور دور تک نگاہ جاتی ہے اور پہر خیال آتا ہے کہ جب یہانکے بادشاہ اس بلند مقام پر سے اطراف و جوانب کو دیکھکے پہر کہتے ہونگے کہ ہم ہین مالک ان تمام چیزون کے جو یہان سے ہمکو نظر آرہی ہین۔انکی دل کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی اور طبیعت کیسی باغ باغ ہوتی ہوگی۔غرض یہان سے اطراف و جوانب مین کوئی تیس میل کے فاصلہ تک برابر نظر آتا ہے اور اوپر چڑھنے کی تکلیف کا خوب معاوضہ مل جاتا ہے یہان سے مغرب کے وقت جبکہ ہوا صاف ہوتی ہے تو بہونگر کے قدیم قلعہ کی دہندلی سی شکل۔شمال و مشرق مین کوئی پینتیس میل کے فاصلہ پر ایک بیضاوی شکل مین زمین سے اونچی ہوئی دکہلائی دیتی ہے۔مشرق مین شہر حیدرآباد کے گنبد و مینار وغیرہ۔سیدھی طرف میر عالم کا تالاب اور اس سے پرے ایک ٹیلہ پر فلک نما کے برج۔شمال و مشرق حسین ساگر کا خوشنما تالاب اور اس سے اودھر سکندرآباد کا کنٹونمنٹ اور تریملگیری کے ٹیلے پر سفید براکس۔انکے سیدھی طرف مولا علی کا پہاڑ جسکے دامن مین حضور نظام کا باغیچہ اور شاہی محل ہے جہان وہ اکثر موسم گرما مین جایا کرتے ہین۔حسین ساگر کے تالاب کے قریب جنوب مین نیا سیفآباد اور اسکے پہلو مین چدرگہاٹ جس مین انگریزی رزیڈنسی واقع ہے صاف نظر آتا ہے۔قلعہ کے نیچے مشہور اس قطب شاہی پائے تخت کے کہنڈر ہین جسکے استحکام نے اورنگ زیب کو آٹہہ مہینے تک قریب آنے نہین دیا اور اگر سازش نہ ہوتی تو اورنگ زیب کبھی اس مین داخل ہی ہونے نہ پاتا۔غرض اسکے نیچے کے قلعہ مین حضور نظام کے حرن اور بارہ سنگہے وغیرہ کا رمنا ہے۔اسکے مغرب مین ایک میل پر بیگماتی اور تارامتی کی بارہدری اور مسجد ہے پہر بیگماتی وہی بیگم ہے کہ جسکے نام پر پہلے پہل حیدرآباد کا نام بہاگ نگر رکہا گیا تہا۔اور تارامتی محمد قلی بادشاہ کی جسنے ۱۵۸۰ع سے ۱۶۲۵ تک سلطنت کی۔ایک حرم کا نام ہے۔ان عمارتون کے کتبون مین فقط یہی کندہ ہے کہ جنہون نے انہین تعمیر کیا وہ سنہ ۱۰۳۵ھ (سنہ ۱۶۲۵ع) مین انتقال کرگئے۔قلعہ کی دیوار کے باہر شمال و مغرب مین تمام قطب شاہی بادشاہون کے مقبرے ہین الا ابوالحسن کے جو اورنگ زیب کی قید مین دولتآباد مین گذر گیا۔تقریبا اس قلعہ کے چارون طرف پتہر کی اونچی اونچی چٹانین ہین جن مین بعض ایسی ہموار ہین کہ ان پر قلعہ کا دہوکا ہوتا ہے اسکے شمال مین بڑے بڑے سیاہ پتہر کے ٹیلے ایسے ایک دوسرے پر واقع ہین کہ جنکے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہر انسانون کے ہاتہہ کا کام ہے۔سب کے اوپر جو چٹان ہے وہ سب سے زیادہ بڑی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ذراسی حرکت سے وہ ایکدم اپنے ساتہہ کی تمام چٹانون سمیت نیچے آرہے۔یہان کے دیسیون کا اعتقاد ہے کہ خدائتعالی جب زمین کو بنا چکا تو اسکا بچا ہوا مسالہ دکہن مین پتہر کی چٹانون کی شکل مین پہینکدیا لیکن دیوتاون نے اپنی تفریح طبع کے لئے خوبصورتی کے ساتہہ انہین ایک پر ایک جما دیا ہے ان مین سے جو بہونچال سے محفوظ رہے ہین وہ ابتک اسی طرح سے قایم ہین اور دوسرے تتربتر ہوگئے ہین

قلعہ مین مغرب کی رخ پر جو راستہ ہے اسکے دونون طرف شاہی محلات مساجد اور قطب شاہی اور نیز گذشتہ نظامون امرا و ملازمین کے مکانات کے بڑے بڑے کہنڈر نظر آتے ہین۔لیکن بہت سے باغات ابتک اسی حالت مین ہین کہ جیسے پہلے لگائے گئے تہے۔اور بائین طرف کسیقدر بلندی پر ایک چھوٹا سا شاہی محل واقع ہے لیکن اب اسکو موجود طرز پر تبدیل کرکے اسمین گولکنڈے کے افسر رہتے ہین۔اسکے نزدیک امپیریل سروس ٹروپ کی مصفا لائین ہین اور اسکے کوئی پاومیل کے فاصلہ پر ایک بڑاسا پتہر کا حوض ہے جسکو سنہ ۱۵۶۰ع مین ابراہیم قطب شاہ نے بنوایا تہا۔اس حوض مین۔پانی اسوقت ایک چشمہ سے جو کسیقدر فاصلہ پر ہے نلون کے ذریعہ سے لایا جاتا تہا پہر نل اب شکستہ ہوگئے ہین اور حوض خشک پڑا ہے۔اوسکے قریب کی جگہہ پر بہت سے کہنڈر ہین لیکن کسی زمانہ مین یہان کی زمین فی مربع گز بیس روپیہ سے فروخت ہوئی ہے۔نظام حال شاذ و نادر ہی گولکنڈے جایا کرتے ہین لیکن جب جاتے ہین تو نو محل مین قیام فرماتے ہین۔

کسی زمانہ مین گولکنڈہ ہیرے کی معادن کی وجہ سے تمام دنیا مین مشہور و معروف تہا۔لیکن کہا جاتا ہے کہ ہیرا وہان نہین نکلتا تہا۔بلکہ وہ مقام پارشیال سے جو ملک نظام کی مشرقی سرحد پر واقع ہے آتا تہا اور گولکنڈے مین فقط تراشا جاتا تہا۔گولکنڈے مین ابتک تین ہزار فوجون کا گیریسن رہتا ہے۔اور پہر گیریسن نواب افسرالدولہ بہادر۔سی۔آئی۔ای کے زیر حکم ہے جو حضور نظام کے ایڈیکامپ ہین۔انہون نے اس گیریسن کی حالت درست کرکے اسکو عمدہ بنایا ہے۔یہان جو فوجین ہین اونکی تفصیل پہر ہے۔حیدرآباد امپیریل سروس ٹروپ کی دوسری لانسرس۔حضور نظام کی گولکنڈہ لانسرس۔گولکنڈہ انفنٹری۔گولکنڈہ آرٹیلری۔نواب افسرالدولہ بہادر جیسی فنون جنگ مین مہارت رکہتے ہین ویسی ہی صلح کے وقت ایک اعلی مدبر بہی ہین۔چنانچہ انہین کی تدبیر سے قلعہ کی چار دیواری مین عمدہ عمدہ شال۔مٹی کے برتن اور دوسری تجارتی اشیا بہت اچہی تیار ہوتی ہے۔شال بافون کو انہون نے کشمیر سے بلوایا ہے۔

مذکور قلعہ کا بنجارا دروازہ جو بڑے دروازون مین سے ایک ہے کوئی پچاس قدم اونچا ہے اور تمام پتہر کا بنا ہوا۔جس مین گریفن اور شیر ببر کی تصویرین کندہ ہین دروازے کے دونون طرف پہرے کے چوکیان ہین۔اوسکے بڑے بڑے دونون پٹ ساگوان کے ہین اور اونپر لوہے کا خوش نما نقش و نگار ہے اور دوسرے دروازون کی طرح سے اسپر بہی لوہے کی تیز میخین ہین۔علاوہ اسکے اندرونی اور بیرونی دروازے ہین جن پر ویساہی نقش و نگار اور ویسی ہی میخین ہین۔اور پہر اسواسطے کہ جنگی ہاتہیون سے محفوظ رہے۔جیسا پہلے بیان کیا گیا۔فی الحال اس قدیم قلعہ کو دیکہنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے۔

گولکنڈے کے مقابر

گولکنڈے کے گذشتہ پادشاہون کي یہہ یادگارین نہایت دلچسپ و قابل دید ہین - انکي عظمت انکا جاہ و جلال ان کي تعمیر کي تاریخ انکے بانیون کي قبرین انکي محفوظ لوحین اور کتبے - اور انکي گولکنڈے کے عظیم الشان قلعہ سے نزدیکي دیکھنے والون کے دلونپر چاہے وہ کیسے ہی سنگین دل کیون نہون اثر کئے بغیر نہین رہتی اور عالمان آثار قدیم کے لئے تو وہ ایک نہایت دلچسپی کا ماخذ ہین - یہ مقبرے بایکدیگر قریب ہین اور بلند چبوترون پر واقع - انکے اطراف جو باغات ہین انمین اب موسم گرما مین اقسام کے جہاڑ اوگتے ہین - یہ مقبرے شمال و مغرب مین قلعہ کي دیوار کے باہر دیوار سے لگے ہوے ہین - ان مقبرون کو سف آباد سے ایک راستہ چکر کہاکر گیا ہوا ہے -- بارش کے موسم مین یہ راستہ تمام نہایت خوش آیند ہریاول سے بہرا رہتا ہے --

زمانہ اور برشکال دونون نے قدرتی طور پر ان مقبرون کي صورت مین تبدل پیدا کردیا ہے اور علاوہ اسکے سنگدل لوگون نے بہی اسکو کچہہ کم نقصان نہین پہونچایا - گر انکی دیوارین مضبوط نہوتین تو وہ کب کے منہدم ہوگئے ہوتے - یہ مقبرے تین پہر کي دہوپ مین دور سے مثل ایک شہر کے جو سفید سنگ مرمر سے بنا ہوا ہو نظر آتے ہین - ہنٹر کہتا ہے کہ لوگون کا قول ہے کہ بعض مقبرون پر ۱،۵۰۰۰۰ پاونڈ صرف ہوے ہین اگر یہ قول سچ ہے تو واقعی وہ اس سے زیادہ عزت و توقیر کے مستحق ہین جو بیرحم سیاحون سے انکي نسبت ظہور مین آتی ہے - یہ مقبرے ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکہتے ہین اور جدا جدا مربع چبوترون پر واقع - جنکے چارونطرف کماندار دیوارین اور دیوارون سے لگی ہوئی سیڑہیان - انکي مسطح چہت کے چارون کونون پر چار مینار ہین - یہ مقبرے بہی مثل چبوترون کے مربع ہین اور چبوترون سے کوئی تیس سے پچاس فیٹ تک کمانون پر اونچے ہین اونکے اوپر ستونون کي قطار ہے - اور پہلوؤنمین چہوٹے چہوٹے مینار - اُن کے اوپر خوشنما گنبد ہین جو قابل دید ہین - یہ مقبرے تمام خاکستری رنگ کے سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہین - لیکن انمین کہین کہین چونے کي استرکاري ہے اور کہین کہین اقسام کے رنگون کي لوحین - یہ رنگ ابتک ویسے ہی ہین جیسے ابتدا مین تہے - ان لوحون پر

شاہون کے مقبرے

مقبرۂ محمد قلی قطب شاہ

کلام مجید کی آیتین لکہی ہوئی ہین۔ ابتدا میں ان مقبرون کے ساتہ ایک ایک مسجد بنی ہوئی تہی۔ جسکے اوقاف کی آمدنی سے علاوہ ملاؤن کے وہان کے پناہ گزینون اور غربا کی بہی پرورش ہوا کرتی تہی۔۔

اورنگ زیب نے جب گولکنڈے کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو اسکے افسر ان مقبرون مین ٹہرے ہوئے تہے۔ اسکی توپون کی آگ نے ان مین سے بہتون کو نقصان پہونچایا ہے۔ اگرچہ انکا اثر اب بالکل محو ہوگیا ہے۔ لیکن بیرحم ہاتہہ جو عمدہ چیزین انمین سے نکال لیگئے انکا معاوضہ نہوسکا۔ یہہ مقبرے ہر سال زوال پذیر ہوتے ہوتے قریب الانہدام ہوگئے تہے۔ اونکے باغیچے جہاڑیون سے بہر گئے تہے۔ اور ان جہاڑیون مین بے حساب سانپ پیدا ہوگئے تہے۔ لیکن جب سر سالارجنگ اول مدارالمہام ہوے تو گذشتہ پادشاہون کے ان عظیم الشان مقبرون کی طرف انکی توجہ مبذول ہوئی۔ اور انکی مرمت شروع کی۔ جو ابتک گورنمنٹ کیطرف سے برابر جاری ہے۔ اُس دیوار کے باہر جو سر سالارجنگ نے بعض قبرون کے اطراف بنوائی شمال کے جانب چہٹے بادشاہ سلطان قلی قطب شاہ کا مقبرہ ہے۔ جس مین ایک سیاہ پتہر کی قبر ہے اور اس قبر پر پانچ لوحین معہ آیات قرآنی کے ہین۔ اونکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ موصوف ۲٦ شوال سنہ ۱۰۲۳ھ کو تولد ۱۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۳۴ھ کو تخت نشین اور ۴ محرم سنہ ۱۰۸۳ (۱٦۷۲ع) کو فوت ہوا تہا۔ اوسکے مربع چبوترون کے ہر ایک کونے پر ایک ایک مینار ہے اور میٹارون کے کنگر نہایت خوشنما تراشے ہوے ہین۔۔

اوسکے شمال و مغرب مین ایک چہوٹی سی مسجد ہے جو اس مقبرے کے بائین طرف واقع ہے۔ اور جو احاطہ کہ مقبرے کو گہیرے ہوے ہے اسکے دروازے کے قریب راستہ کے بائین طرف ایک ناتمام مقبرہ ہے جسکا بالائی نصف گنبد ناپید ہوگیا ہے۔ یہ مقبرہ سلطان ابوالحسن مشہور تاناشاہ نے بنوایا تہا کہ تا آپ اس مین دفن ہو۔ لیکن سنہ ۱٦۸۷ مین اورنگ زیب کے ہاتہون گرفتار اور دولت آباد مین قید ہوکر سنہ ۱۷۰۱ مین وہین انتقال کرگیا۔ اُوسکی قبر دولت آباد کے قریب روضہ مین ہے مذکور احاطہ کی دیوار بارہ فیٹ اونچی ہے اور اسکے اندر جانبکا راستہ ہے۔ دیوار کے اندر دہنی طرف ایک گنبد دار مقبرہ ہے۔ کوئی ٦۰ فیٹ بلند۔ اور اس سے آگے بڑہکے کسیقدر بائین طرف کو فاطمہ سلطانہ کا مقبرہ ہے۔ جو سلطان محمد امین کی بیٹی تہی۔ اس مقبرے کے داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ ہے جس پر کندہ ہے کہ "محمد فرزند قطب الدین احمد سنہ ۱۰۲۱" (۱٦۱۲ع)۔ ان تین مقبرون کو چہوڑ کے جب بڑے راستہ کو واپس آتے ہین تو گولکنڈے کے پانچوین بادشاہ سلطان محمد قطب شاہ کی اہلیہ

حیات بخش بیگم کا مقبرہ

اور چہٹے بادشاہ سلطان عبداللہ کی مان کا مقبرہ ملتا ہے جسکا نام حیات بخش بیگم تہا۔ سلطان عبداللہ کی قبر احاطہ کے باہر قلعہ کی جانب مین ہے۔ بیگم کے مقبرے کی چہٹی سیڑہی پر جنوب کیطرف لکہا ہوا ہے کہ "حیات بخش بیگم کا انتقال ۲۸ شب شعبان سنہ ۱۰۲۷ھ (۱٦۱۷ع) کو ہوا"۔ اس مقبرہ کی ایک خوبصورت سفید عمارت ہے جسکے مقابلہ مین ایک مستطیل القائمۃ الزاویہ پتہر کا حوض ہے۔ تقریباً تیس فیٹ لمبا اور پندرہ فیٹ چوڑا۔ اسکے بیچمین ایک فوارہ ہے اور اطراف باغ جس مین سرو اور گلاب وغیرہ کے جہاڑ ہین۔ اس باغکے روبرو ایک چہوٹی سی باڑی ہے اس مین مالی ہمیشہ کام کرتے رہتے ہین۔ مقبرے کے سیڑہیون کے بائین طرف ایک چہوٹی سی مسجد ہے جو اسی مقبرے کے متعلق ہے۔ اس مقبرے کی سیڑہیان ایک بڑے چبوترے سے ملی ہوئی ہین جو سطح زمین سے چہہ فیٹ اونچا ہے۔ اس چبوترے پر ہر مقبرے کا برآمدہ ہے۔ ایک سو فیٹ مربع۔ اور خود مقبرہ ٦۵ فیٹ مربع ہے۔ برآمدے کے چارون طرف سات سات کمانین ہین جنکی تعمیر اسلامی وضع کی ہے۔ مقبرہ اور برآمدہ دونون بہت خوبصورت تراشے ہوے وہین کے پتہرونسے بنے ہین۔ لیکن انمین کہین کہین گچ کی استرکاری ہے۔ اسکا پہاٹک مصفا سنگ موسی کا ہے۔ لیکن پہاٹک کے اوپر کے حصہ مین۔ نیلی۔ سیاہ اور لال میناکاری تہی جو صناعی کا ایک عمدہ نمونہ تہا۔ لیکن اب اسکی نمود کے لئے فقط مختلف رنگ لگا دئے گئے ہین۔ مقبرہ کی بلندی

محمد قطب شاہ کا مقبرہ

چبوترے سے چھت تک ۵۰ فیٹ کی ہے۔ اور اوپر کے چار کونون پر چار مینار ہین۔ اور انکے درمیان ویسے ہی چھوٹے چھوٹے کئی مینار۔ اسکی مسطح چھت پر کوئی ۴۰ فیٹ اونچا ایک گنبد ہے۔ غرض اس مقبرے کی کل بلندی سطح زمین سے گنبد کی چوٹی تک ۱۰۰ فیٹ ہے۔ اس مقبرے کے متصل ایک خوشنما مسجد ہے۔ نہایت آراستہ۔ اسکی چونے کی استرکاری قابل دید ہے۔ یہ مسجد اب نئے سرسے مرمت کی گئی ہے۔ اسکے مینارون کے اطراف ایک آراستہ کٹہرا ہے جو برآمدے سے محفوظ ہے۔ اسکی وضع وہی ہے جو حیدرآباد کے تمام قطب شاہی بادشاہونکی مسجدون کے کٹہرونکی ہے۔ اور نہایت خوبصورت۔ اس سے آگے بڑھکے جنوب مین دو چھوٹے مقبرے ہین۔ جنمین ایک بھیم متی کا ہے اور دوسرا تارا متی کا۔ یہ دونون قطب شاہی چوتھے بادشاہ سلطان ابراہیم قلی کی جسکا انتقال سنہ ۱۰۳۷ مین ہوا جو نہایت خوبصورت معشوقہ تھین۔ ان کے جنوب مین ایک عظیم الشان مقبرہ محمد قطب شاہ کا ہے جو میرزا محمد امین کا بیٹا اور ابراہیم قطب شاہ کا پوتا ہے۔ اس مقبرے کے اندر مصفا سنگ موسیٰ کی سات قبرین ہین۔ جنمین بعض بچون کی بھی ہین۔ ان قبرونمین سے ایک قبر بجلی گرنے سے دو ٹکڑے ہوگئی ہے۔ محمد قطب شاہ

مقابر جمشید قلی و کلثوم بیگم

کی قبر کی تاریخ سنہ ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ع) ہے۔ ان مقبرونکے احاطہ مین یہ مقبرہ بہت ہی عالی شان اور خوبصورت ہے۔ اسکے اطراف ایک باغیچہ ہے جس مین اقسام کے پھل پھول کے درخت ہین۔ حقیقت مین یہ وہی مقبرہ ہے جسکی موسیو تھیونیات نے سنہ ۱۶۶۷ مین بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے۔ اسکے گنبد کی کرسی اور اسکے چبوترے کی دیوارون پر ابتک اصلی میناکاری کے نیلے اور سبز رنگ باقی ہین جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنبد تمام کسی زمانہ مین سبز میناکاری کا تھا۔ اس مقبرے کے قریب ایک باولی ہے جس مین موسم گرما مین سطح زمین سے کوئی ۸۰ فیٹ نیچے پانی رہتا ہے۔ یہ باولی نہایت مضبوط ہے اور نہایت خوبصورت۔ اس مین سے پانی چرس کے ذریعہ سے کھینچا جاتا ہے۔ بیلون کے لئے جو چبوترا بنا ہوا ہے اسکے تینون طرف پتھر کے ستون ہین جن پر انگور کی بیل چڑھی ہوئی ہے۔ اور چبوترے کو ڈھانپے ہوے۔ اوسکی دیوار مربع ہے۔ اور اوسکی سیڑھیون سے اترکے ایک دالان مین جایا جاتا ہے جو کنوین کے چارون طرف بنا ہوا ہے۔ دیوار کے سرے سے کوئی ۳۰ فیٹ نیچے دوسری سیڑھیان ہین۔ جو ایک حمام تک گئی ہوئی ہین۔ اس حمام مین تین چھوٹے سے کمرے ہین جو دیوارون مین بنے ہوے ہین اور اسکے قریب زمین مین ایک غوطہ لگانے کا چبوترا ہے۔

قبرون کے احاطہ کے باہر شمال مین داہنی طرف ایک وسیع کاروانسرای کے کھنڈر ہین جسمین بہت سی باتین دلچسپی کی ہین۔ اس کھنڈر کے ایک حصہ کا نقشہ اس

باب مین دیا گیا ہے۔لیکن اسکا مفصل احوال اس نقشہ مین نہین بتلایا جاسکا۔ اسکی کمانین بالکل پٹی ہوئی نہین ہین جیسے اور اس قسم کے کھنڈرون مین ہین۔ اسکے اطراف ایک کھائی ہے۔اورستونون کے کچھ کچھ نشان باقی رہگئے ہین جو زمین پر پڑے ہوئے ہین۔ اسکے پھاٹک کے سنگین ستونون سے اس مدت کا پتا لگتا ہے۔ جبکہ وہ برتی جاتی تھی۔ اسکے جنوب مین کسیقدر فاصلہ پر بائین طرف سلطان محمد قلی قطب شاہ کا مقبرہ ہے جو گولکنڈیکا پانچوان بادشاہ گذرا ہے۔ اسنے ذیقعدہ کی ۱۷ وین سنہ ۱۰۲۰ (۱۶۲۵ع) کو انتقال کیا تھا۔ یہ ان مقبرون مین سے ایک ہے جو حقیقت مین عمدہ اور عالی شان ہین۔ اسکی بلندی ۱۸۰ فیٹ کی ہے۔ اور گنبد کی چھت اندر ۶۰ فیٹ اونچی۔ اوسکے دوسرے کٹھرے پر جانا بالکل ممکن نہین۔ اسکا گنبد باہر سے۔کٹھرے کے اوپر قیاساً ۵۰ فیٹ اونچا ہے اور اوسکی چوٹی ۱۰ فیٹ بلند اس مقبرے کے پھاٹک کے دونون طرف ایک ایک پتھر کے تراشے ہوئے ۲۲ فیٹ اونچے دو ستون ہین اور اسکا فرش بھی ایک ہی پتھر کی سل کا ہے۔ پتھر کے اندر جو مینا کاری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین یہ عمارت نہایت ہی خوب صورت ہوگی۔

اسکے جنوب کے میدان مین ایک سیاہ پتھر کی قبر ہے جسکی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر سلطان محمد کی قبر کے مجاور نیکنام خان کی ہے جسکو اُس بادشاہ نے ایک جاگیر بخشی تھی۔ جسکا بیان یہان کیا گیا ہے "اس قبر کے اطراف ایک نا تمام دیوار ہے جو مقبرے کی تیاری کے لئے اٹھائی گئی تھی۔اور پھر یونہی رہگئی اوسکے نزدیک ابراہیم شاہ کا مقبرہ ہے جو جمشید کا بھائی اور قلی شاہ کا فرزند تھا۔ اسکے کتبہ پر لکھا ہوا ہے کہ ربیع الثانی ۵ وین سنہ ۱۰۱۰ھ (۱۵۸۰ع) کو فوت ہوا" اس مقبرے مین چارون کونون پر چار ستون تھے جنکے پایون کی شکل پشتے کی تھی لیکن اب انمین سے صرف ایک باقی رہگیا ہے۔ یہانکے دیسی باشندے اس شکستگی کو یوروپین سیاحون سے منسوب کرتے ہین جو شاید صحیح ہو۔ان مقبرون مین صرف ایک یہی ہے جو اپنی اقسام کی میناکاری کا کسیقدر زیادہ پتا بتلاتا ہے۔ بالفعل اس مقبرے کی مرمت ہو رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اسکی میناکاری کی جو تھوڑی سی باقی رہگئی ہے۔احتیاط کیجائیگی۔ اوسکے پھاٹک محض سنگ مرمر کے ہین اور اسکا گنبد کسی زمانہ مین سبز رنگ کا تھا۔ ابراہیم شاہ کے مقبرے کی جنوب مین اور اسکے بازو سلطان محمد امین کا چھوٹا سا مقبرہ ہے جو ابراہیم کا لڑکا تھا۔ اس مین ایک لوح پر صل علی المصطفیٰ کندہ ہے۔ اور دوسرے پر آیات قرآنی اس شاہزادے کے انتقال کی تاریخ ۱۵ شعبان سنہ ۱۰۰۴ھ ہے۔ ابراہیم کے گنبد کے شمال مین ایک ہشت پہلو نازک مقبرہ کلثوم بیگم نامی کا ہے۔ کلثوم کے معنے موتے کے ہوتے ہین۔ اور جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا لقب ام کلثوم تھا۔کلثوم بیگم جسکا یہ مقبرہ ہے قلی شاہ کی بیٹی تھی۔ اس مین تین قبرین ہین جس پر کوئی کتبہ نہین۔ انمین سے جو قبر مغرب کی جانب ہے خاص کلثوم بیگم کی کہی جاتی ہے اور مشرقی جانب مین اسکے خاوند کی۔جسکا نام معلوم نہین۔ اور اسکی چھوٹی لڑکی کی قبر دونون کے درمیان ہے۔کلثوم کے مقبرے کے مغرب مین اور اسکے نزدیک پہلے بادشاہ قلی قطب کا مقبرہ ہے جو اس سلطنت کا بانی تھا۔یہ مقبرہ سیاہ پتھر کا ہے جس مین سات کتبے ہین۔ قبر کی لوح پر کوئی کتبہ نہین لیکن چوتھے کتبہ مین صل علی المصطفےٰ لکھا ہوا ہے اور پانچوین کتبہ مین آیات قرآنی۔ان مقبرون مین صرف یہی ایک مقبرہ ہے کہ جسکے تمام کتبے ایک ایرانی خوشنویس کے ہاتھ سے عربی مین لکھے ہوے ہین ورنہ دوسرے مقبرونکی لوحین سوائے آیات قرآنی کے فارسی خط مین ہندوستانیون

ابراہیم قطب شاہ کا مقبرہ

احاطہ کی ویرانی

کے ہاتھہ کی ہین — اس قبر کی لوح پر کندہ ہے کہ سلطان قلی شہید جو ملقب بہ قطب شاہ تھا جمادی الثانی کی ۲۲ سنہ ۹۵۰ (سنہ ۱۵۴۳ع) کو فوت ہوا اسکی قبر ۳۸ فیٹ ۵ انچ مربع ہے — غرض آخرالذکر مقبرے کم و بیش منہدم ہوگئے ہین — لیکن چونکہ انکی مرمت کا کام جاری ہے — اسلئے امید کیجاتی ہے کہ یہ مقبرے جو بہ نسبت دوسرون کے زیادہ قدیم ہین محفوظ رکھے جائینگے —

فرانسیسی سیاح موسیو تھیونات جو سنہ ۱۶۶۷ع مین حیدرآباد بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت مین گولکنڈے آیا ہوا تھا — انکی نسبت یون بیان کرتا ہے کہ جس بادشاہ نے گولکنڈہ بنایا تھا وہ اور اسکے بعد اسکی اولاد مین جو دوسرے پانچ بادشاہ تخت نشین ہوے وہ قلعہ سے کوئی ایک تیر پرتاب پر مدفون ہین — اونکے مقبرونکی زمین بہت وسیع ہے — کیونکہ انکے اطراف وسیع باغات ہین وہان جانے کا راستہ قلعہ کے مغربی پھاٹک سے ہے — جسمین سے نہ صرف بادشاہون اور شاہزادون کی میتین جاتی ہین بلکہ جو کوئی قلعہ مین فوت ہوتا ہے اسی دروازے سے اسکا جنازہ باہر لیجایا جاتا ہے — اگر

مقبرۂ ناتمام ابوالحسن

ادہر کي دنیا اودہر ہوجاے تو بہی دوسرے دروازون مین سے میت کو باہر نہین لیجایا جاتا۔ان چہہ بادشاہون کے مقبرونمین انکے ساتہہ اونکے اقربا انکی بیگمین اور انکے خواجہ سراؤن کے سردار بہی مدفون ہین، ان مقبرونکي کرسی کے ساتہہ پانچ یا چہہ پتہر کي سیڑہیان لگی ہوئی ہین اور اطراف مین کماندار دیوار۔یہ مقبرے مربع ہین اور چہہ یا سات فیدہم (٦ چہہ فیٹ ایک فیدہم) اونچے۔اوس مین اقسام کے خوشنما نقش و نگار ہین اور ہر ایک پر ایک ایک گنبد۔اور چارون کونون پر چار برج۔چونکہ یہ مقبرے متبرک خیال کئے جاتے ہین اسلئے بہت کم لوگونکو اندرجانے کي اجازت ملتی ہے۔انمین محرر مقرر ہین جو لوگونکي داخلی کا رجسٹر رکہا کرتے ہین۔ اگر مین نے یہ نہ کہا ہوتا کہ مین اجنبی ہون تو مجہے کبہی اندر جانیکي اجازت نہین ملتی ان مقبرون مین قالین کا فرش ہے قبر کے اوپر کا غلاف اور شامیانہ اطلس کا ہے جپہہ ٦ فیٹ اونچا جسپر سفید ریشمی بیل بوٹے ہین۔اور شامیانہ مین فانوس لگے ہوے ہین۔ان بادشاہونکے بیٹون اور بیٹیون کي قبرین انکي ایک جانب مین ہین اور دوسری جانب مین انکي تمام کتابین۔الماریون مین چنی ہوئی ہین۔ جن مین زیادہ تعداد قرآنون۔انکي تفسیرون اور دوسری اسلامي مذہبی کتب کي ہین۔تمام بادشاہون کے مقبرے ایکسان ہین لیکن فرق اتنا ہے کہ بعض اندر بہی مربع ہین جیسے باہر اور بعض باہر مربع اور اندر صلیبی شکل کے۔بعض سادے پتہر کے بنے ہوے ہین بعضون مین بعض سرخ و سفید پتہر کے۔لیکن سب صفا اور جلا مین سنگ مرمر کے سے معلوم ہوتے ہین۔ان مقبرون مین اخیر بادشاہ کا مقبرہ سبہون سے بہتر ہے اور اسکا گنبد سبز رنگ کا ہے۔شہزادون انکے بہائیون اور بعض انکے قرابت دارون کے مقبرے بہی ویسے ہی ہین جیسے خود پادشاہون کے۔لیکن فرق اتنا ہے کہ پادشاہون کے مقبرون کے گنبد پر ہلال ہین اور انکے مقبرون پر نہین۔خواجہ سراؤن کے افسر کے مقبرے پست اور مسطح سقف کے ہین اور نہ انپر کوئی گنبد ہے لیکن سبہون کے اطراف باغات ہین اور تمام مقبرے متبرک سمجہے جاتے ہین۔جب کوئی مجرم انمین داخل ہوتا ہے تو خواہ اسنے کیساہی سخت جرم کیون نکیا ہو وہ معاف کردیا جاتا ہے۔یہان بہی گہڑی بجتی رہتی ہے جیسے قلعہ مین۔یہانکے افسر تمام امور نہایت انتظام کے ساتہہ کرتے ہین''—

جب سنہ ١٦٨٧ع مین اورنگ زیب نے گولکنڈے کا محاصرہ کیا تہا اور یہ مقبرے سپاہیون کے مسکن بنائے گئے تہے تو تمام پرفضا باغات اجڑگئے کیونکہ انمین گہوڑے باندہے گئے تہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان عظیم الشان مقبرون پر توپین چڑہائی گئی تہین۔جہان سے قلعہ پر گولہ باری کي گئی تہی—

گولکنڈے کے قطب شاہی پادشاہون کی فہرست

١	سلطان قلی	(بڑا مال ملک)	١٥١٢ سے	١٥٤٣	تک
٢	جمشید قلی	...	١٥٤٣ سے	١٥٥٠	تک
٣	سبحان قلی	(چہہ مہینے)	١٥٥٠ سے	١٥٥٠	تک
٤	ابراہیم قلی	...	١٥٥٠ سے	١٥٨٠	تک
٥	محمد قلی	...	١٥٨٠ سے	١٦٢٥	تک
٦	عبداللہ قلی	...	١٦٢٥ سے	١٦٧٢	تک
٧	ابوالحسن	(تاناشاہ) ...	١٦٧٢ سے	١٦٨٧	تک

سکندرآباد اور بولارم

سکندر آباد کا کنٹونمنٹ حیدرآباد سے چھہ میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق مین واقع ہے—یہہ مقام بھي رياست نظام مين اپنا عديل و نظير نہين رکہتا کيونکہ اسکي شکل ايک انگريزی نوآبادی کي ہے اور اس مين پانچ ہزار انگريزي فوجين معہ اونکے لوازمات کے ہميشہ مقيم رہتي ہين — اوسکا نام اسکندرآباد ہونے کي وجہہ يہہ ھي کہ نواب سکندر جاد بہادر نے جو حيدرآباد کے ايک فرمانروا گذرے ہين اوسکو آباد کيا ہے—تمام ہندوستان مين جتنے بڑے بڑے فوجي مقامات ہين انمين ايک سکندرآباد بہي ہے — يہہ حيدرآباد کي مددگار فوج کا ہيڈ کوارٹر ہے—جس مين مدراس کي فوجون کا ايک حصہ رہتا ہے اور يہي وجہہ ہے کہ يہہ مدراس کے زير حکومت ہے يہان برٹش کيولری کي ايک رجمنٹ — رايل ہارس آرٹيلري کي ايک بياٹری — فيلڈ آرٹيلري کي دو بياٹريان — ايک توپ خانہ ہاتھيونکا — ايک پارٹي شاهي انجينرون کي — دو رجمنٹين برٹش انفنٹری کي — ايک رجمنٹ ديسي کيولري کي — ايک کمپني سفرمينا کي اور چار رجمنٹين نيٹو انفنٹری کي—اور سوا اسکے ايک سلاح خانہ اور ايک بڑا فوجي سرانجام و رسد کا محکمہ ہے — ان فوجون کا خرچ اس عہدنامہ کے مطابق جو ۲۱ مئي سنہ ۱۸۵۳ع مين نظام کے ساتھہ ہوا تہا برٹش گورنمنٹ کے ذمہ ہے—نظام نے بعض کنٹنجنٹ اور آکزيلري فوجين انگريزی فوجون کے ساتھہ ملحق کرنے کے لئے جمع کي تہين ليکن وہ ناکافي تہرين—اسلئے اسکے عوض سنہ ۱۸۶۰ع مين پہلے عہدنامہ کو بدل کے دوسرا عہدنامہ کيا گيا اور اس دوسرے عہدنامہ کے مطابق يہہ فوجين برٹش گورنمنٹ کے سپرد کردي گئين اور انکے اخراجات کے لئے اس عہدنامہ کے رو سے نظام نے بعض اضلاع برٹش گورنمنٹ کے مفوض کردئے—جنکي آمدني اُنپر صرف کيجاتي ہے—سنہ ۱۸۵۰ع تک يعنے پيشتر اسکے کہ مددگار فوجون کا ہيڈ کوارٹر يہان قائم ہو— سکندرآباد کي کنٹونمنٹ مين سپاہيون کے مکانات کي صرف ايک قطار تہي جو مشرق سے مغرب کو تين ميل کے فاصلے تک گئي ہوئي تہي اس قطار کے سامنے اور نيز بائين طرف آرٹيلری کے اور داہنے طرف انفنٹری کے مکانات بنے ہوئے تہے—ليکن بعد مين اس کنٹونمنٹ کي حد بولارم تک بڑہادی گئي جيسی کہ في الحال ہے اور اب اسکي وسعت اُنيس مربع ميل کي ہے اس مين بہت سے قصبے داخل ہوگئے ہين — ترملگہيڑی مين انگريزي سولجرون کے لئے مکانات بنے ہوئے ہين اور اُسسے کسي قدر فاصلے پر ديسی سپاہ رہتي ہے—کنٹونمنٹ کے اطراف کئي ميل تک سبزہ ہي سبزہ لہرا رہا ہے اور مشرق سے مغرب تک ايک سبز پتھرون کا پشتہ چلا گيا ہے اس کے شمال و مشرق مين پہاڑی ٹيلے ہين—ايک کا نام مولا علي اور دوسرے کا نام قدم رسول ہے—جنکا بيان اس سے پيشتر ہوچکا ہے کنٹونمنٹ کے راستے ہر دوطرفہ سايہ دار درخت لگے ہوئے ہين ورنہ اسکي دوسری زمين بالکل خالي ہے— اسکے جنوبي مشرق مين بہت سے ناہموار پتھرون کي چٹانين زمين سے کوئي تين سو فيٹ بلند ہين جن کي وجہ سے شہر حيدرآباد بالکل اوٹ مين ہوگيا ہے—اِن ٹيلونکے دونون طرف فوجون کے رائفل رينجس ہين اسکے پريڈ کا ميدان بہت وسيع ہے اور کئي رجمنٹين ايک ساتہہ اس مين قواعد کرسکتي ہے ميدان مذکور کے جنوب و مغرب مين ايک اچھي سڑک واقع ہے جسکا نام بہي پريڈ ہے اس سڑک کے دونون طرف جہاڑون کي قطار ہے اور جنوب مين بہت سے مکانات ہين مثلاً فوجي ورک آفس—افسرونکا مس ہاوس ديسي انفنٹری کي جگہہ ہوٹل اور عمدہ دکانين وغيرہ وغيرہ اور پريڈ کے مشرق مين سنٹ ايندريوکا گرجا گہر ہے جو پکٹ تالاب کے کنارے پر نہايت خوبصورت بنا ہوا ہے اور اس سے آگے بڑہکے شمال مين پروٹسٹنٹ عيسائيون کا قبرستان ھي جس مين بہت سي افسرون وغيرہ کي قبرين ہين ان مين بعض قبرين ايک مدت کي پيشتر کي ہين جبکہ يہان بالکل ويرانہ تہا اور اسکے پرے لايق الدولہ کي گہڑ دوڑ کا ميدان ہے جو چند روز پر عربون کے سردار نواب غالب جنگ لايق الدولہ بہادر نے مرحمت کيا ہے— اور اسکے نزديک انہون کا ايک ناٹک گہر ہے جو پبلک کي نذر کيا گيا ہے — اس کے شمال و مشرق مين ايک يونائٹڈ سروس کلب ہے جس مين سکندرآباد بولارم اور چدرگہاٹ کے تمام افسران سول و ملٹری ممبری کا استحقاق رکہتے ہين اور علاوہ انکے اگر دوسرا کوئی شخص اس مين داخل ہونا چاہے تو اسکے لئے قرعہ پہينکا جاتا ہے اور اعزازی ممبر بنايا جاتا ہے—اس کلب کے ساتھہ ايک عظيم الشان لائبريری — ايک ناچ گہر—ايک جم خانہ—ايک گولف کلب اور ايک بوٹ کلب بہي شامل ہے — اس کلب کے سامنے ہفتے مين تين مرتبہ خاص فوجي بينڈ باجا بجتا ہے—ليکن اوقات مقررہ پر يہان کے گيريسنون کا بينڈ پبلک کے لئے بہي کشادہ ہوتا ہے — اس کلب مين ۲۲۰ ممبر ہين اور اسکا مکان بہت بڑا عاليشان ہے اور اونچي جگہہ پر بنا ہوا

کلب

یہی سبب ہے کہ وہ بہت دور سے نظر آتا ہے—

مذکور کلب کے قریب پتھر کی چٹانوں کا ایک ڈھیر ہے جسکو ایک جہاز کا ٹیلہ کہتے ہیں اس نام کی وجہ یہہ ہے کہ ان چٹانوں کے چوٹی پر پہلے ایک تاڑ کا جہاز تہا لیکن اب وہ کاٹ دیا گیا ہے اکثر دیسیونکا اعتقاد ہے کہ اس ٹیلے پر آسیب کا خوف ہے کیونکہ اس جہاز پر جو بہوت رہتا تہا وہ اسکے کٹنے کے بعد بے خان ومان ہوکر لوگونکو ستاتا رہا ہے—اسکے قریب ایک مٹی کا قلعہ ہے جو سکندرآباد کی شمالی حد ہے اس قلعہ میں ڈسٹرکٹ اسٹاف کے دفاتر ہیں جن میں اسسٹنٹ ایڈجوٹنٹ جنرل—کمسری جنرل—ڈپوٹی جج—ایڈوکیٹ وغیرہ کی آفسیں بہی شامل ہیں—یہہ تمام دفاتر ایک ہی مکان میں ہیں جو بہت لمبا ہے لیکن محکمۂ رسد رسانی اسکے شمال میں کسیقدر فاصلے پر ہے—ترملگہیری کا خوبصورت کنٹونمنٹ جسکا ذکر اوپر آچکا ہے وہ اسکے شمال میں تقریباً ایک میل پر واقع ہے اور اس کنٹونمنٹ کے شمال و مشرق میں ایک تازگی بخش مقام پر ایک سفید اور نمودار عمارت ہے جس میں فوجی ہسپتال ہے اسکی قریب ایک جدید مٹی کا قلعہ ہے جسکے اطراف ایک وسیع خندق ہے—سات فیٹ گہرا—اس خندق پر قلعہ کے ہرایک آہنی دروازے کے پاس ایک ایک پل ہے جسکو انگریزی میں ڈرابرج یعنے کہینچنے کا پل کہتے ہیں—

یہہ قلعہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ اگر کبہی موقع آن پڑے تو سکندرآباد—ترملگہیری اور بولارم کے تمام یوروپین فوراً اس میں اپنی حفاظت کے لئے چلے جائیں اس قلعہ کے اندر خندق سے لگی ہوئی ایک فصیل ہے جس پر برج بنے ہوئے ہیں اور توپیں چڑہی ہوئیں—اس میں پانی اور سامان رسد بہت افراط سے ہے اور روٹی پکانے کا پتہر کا چولہا بہی موجود ہے عندالضرورت اس میں مجتمعہ فوجیں ایک سال تک بیفکری سے بسر کرسکتی ہیں—اس قلعہ کے اندر گورا فوج کے لئے ایک بارکس بہی ہے اور اس کے مغرب میں ایک فوجی جیلخانہ ہے جسکو ونڈسورکسل کہتے ہیں کیونکہ وہ لنڈن کی اس مشہور شاہی عمارت سے مشابہت رکہتا ہے جسکا نام ونڈسورکسل ہے اور جس میں ملکہ معظمہ تشریف رکہتی ہیں—یہہ ایک شاندار عمارت ہے صلیب کی شکل کی جس کے تینوں کونوں پر دو منزلہ کمرے بنے ہوئے ہیں اسکے باہر تین گرجا گہر ہیں—ایک اینگلیکن کا دوسرا ویسلین کا اور تیسرا رومن کیتھولک کا اور جیلخانہ کے جنوب میں ایک قبرستان ہے اور اسکے شمال میں رومن کیتہولک کے پادری کا مکان—قلعہ کے تقریباً ایک میل شمال میں رایل آرٹیلری کے بارکس ہیں جو بہت دور سے نظر آتے ہیں اور اس سے آگے بڑہکے یعنے شمالی ترملگہیری میں بولارم کے مشرقی جانب کو برٹش کیولری رجمنٹ کے پتہر کے مکانات ہیں—چونکہ

سینٹ اینڈروز کا گرجا ۔ سکندرآباد

قواعدگاہ ۔ سکندرآباد

ان مکانات کے چارون طرف بالکل کشادہ میدان ہین اسلئے یہان کي ہوا نہایت پاکیزہ اور صحت بخش ہے۔ سکندرآباد کے مغرب مین کسیقدر فاصلے پر بیگم پیٹھہ اور بون پلي ہے۔بیگم پیٹھہ مین ایک دیسي رجمنٹ رہتي ہے اور بون پلي مین ایک دیسي رسالہ۔یہہ بہي ایک نہایت خوبصورت کنٹونمنٹ ہے۔جب سے کہ نظام ریلوے واڑي سے بزواڑے تک تیار ہوئي ہے۔سکندرآباد ایک عمدہ مقام ہوگیا ہے اسکي ایک خاص تاریخ اور بہت سي نشانیان ہین جنہین نہ اتنگ انقلاب زمانہ نے مٹایا ہے اور نہ میونسپالٹي کي ضرورتون نے۔اس مین بہ نسبت آگے کے بہت سي ترقیات ہوئي ہے۔جن مین سے ایک یہہ ہے کہ ریلوے اسٹیشن سے ایک سڑک کنٹونمنٹ کے وسط کو آئي ہوئي ہے۔تیس برس کے آگے یہان سوائے بعض دنس مکانون کے اور کچہہ نہ تہا اور اس زمانہ مین یہان جولینسر رجمنٹ کے افسر تہے وہ ایک پرانے اور دلخراش مقام مین رہتے تہے جو اسوقت بیاپ ٹسٹ کا گرجا گہر ہے۔اس زمانہ مین یہان صرف ایک ہي ہوٹل تہا جسکو ایک حوصلہ مند پارسي نے مذکورالصدر گرجا گہر کے ہمسایہ مین کشادہ کیا تہا۔یہان ایک پرفضا باغ مین جس مین معمولي دیسي جہاڑ اور پہول وغیرہ ہین ایک گہڑي کا برج ہے جسکو انگریزي مین کلاک ٹاور کہتے ہین یہہ برج موجود ترقي کي ایک یادگار ہے۔پہلے یہان ایک چہوٹا سا دیسي بازار تہا لیکن اب وہ ایسا شاندار ہوگیا ہے کہ دیکہنے سے طبیعت خوش ہو جاتي ہے۔اسمین مہذب دکانون کي قطار لگي ہوئي ہے جہان ہر ایک چیز دستیاب ہوتي ہے۔یہانکي تجارت مین دیسي اور یوروپین دونون شریک ہین اور دونون کي بڑي بڑي تجارتي کوٹہیان ہین۔میونسپالٹي کا انتظام۔سول آبادي کي زیادتي نئي۔نئي عمارتین دیکہنے کے قابل ہین۔دکہن مائننگ کمپني اور ریلوے کي آفسین بہي یہین ہین لیکن ریلوے ورک شاپ اسکے گرد و نواح مین یہان سے کسیقدر دور ہے۔آکسفورڈ اسٹریٹ مین دو ہوٹل ہین جسکے قریب دوسري گلیون مین بہت سي دکانین دیسي اور یوروپین کي اقسام کي تجارتي اشیا کي ہین—

خاص کرکے یہان کي آب و ہوا نہایت فرحت بخش اور مفید صحت ہے کیونکہ یہانکي صفائي کا انتظام جو موجود اصول کے مطابق ہے۔اور یہان کا محکمۂ آبرساني جو حال ہي مین بہت بڑے خرچ سے تیار ہوا ہے۔ایسا قابل تعریف ہے جس سے سکندرآباد ایک دلچسپ اور تندرست مقام ہوگیا ہے۔اس کنٹونمنٹ مین بہت سے دلچسپ پبلک کارخانہ ہین مثلاً محبوب کالج جو حضور نظام کي سرپرستي مین سنہ ۱۸۶۲ع مین کشادہ کیا گیا۔اور مدرسہ اسلامیہ جو مسلمان طلبا کي اخلاقي اور علمي حالت کو درست کرنیکے لئے قایم ہوا۔اور لڑکیون کا مکتب جہان وافي لڑکیون

کو اقسام کي دلچسپ مغربي تعلیم دي جاتي ہے۔اور آلبرٹ ریڈنگ روم جو سنہ ۱۸۷۵ع مین حضور پرنس آف ویلز کي سرپرستي مین کہولا گیا۔اور جسکے حضور نظام وایس پیٹرن ہین اور سوما سندرم لیبریري اور ریڈنگ روم جو سنہ ۱۸۷۲ع مین قایم ہوکر محبوب کالج کے ساتہہ شامل کیا گیا۔اور محمڈن لیبریري جو سنہ ۱۸۸۳ع مین کشادہ ہوئي۔اور کرسچین یونین ریڈنگ روم اور لیبریري اور فرینڈ اِن نیڈ سوسائٹي۔اور جانورون کي ایذا رساني کي ممانعت کي سوسائٹي۔اور عورتون کي ورک شاپ اور لنگر خانہ اور سول ہسپتال اور فریمیس لاج جو بالکل سنٹ اینڈریو گرجا گہر کے مقابلہ مین ہے اور پروٹسٹنٹ کا یتیم خانہ اور بریگیڈ اسکول جو پکٹ تالاب کے کنارے پر ہے اور کئي سال پیشتر فوجي اور سول یوروپین اور یوریشین یتیم بچونکي پرورش اور تعلیم کے لئے کشادہ کیا گیا ہے۔اور سنٹ آین کي خانقاہ جو آکسفورڈ اسٹریٹ کے مشرقي کنارے پر واقع ہے اور نہایت دلچسپ ہے۔اور سنٹ آین کا یتیم خانہ اور مدرسہ یہہ دونون بعض نن عورتون کي زیر نگراني قایم ہوئے تہے لیکن سنہ ۱۸۵۹ع مین جب وہ چہوڑکر چلي گئین تو دس برس تک تنخواہ دار استانیون کو اس مین مقرر کیا گیا اسکے بعد دوسري نن عورتین اٹالیا سے یہان آئین اور

کلاک ٹاور

مسٹر ڈوسا بھائی نوشیروانجی چیدائی کا مکان

سنہ ۱۸۷۱ع تک اس میں رہیں-اور اسی سال کے اوایل میں دوسری چہہ ننوں نے تیوری سے آنکر دس یتیم خانہ اور اسکول کا چارج لیا-اس اثنا میں یہہ دونوں انسٹیٹیوشن گرجا گھر کے قریب ایک معقول جگہہ پر جہان اسوقت وہ موجود ہیں منتقل کئے گئے-ان میں انگریزی پوری تعلیم دی جاتی ہے-اور اسکے ساتہہ غیر زبانیں-باجا اور اقسام کا کاڑھنا وغیرہ سکھلایا جاتا ہے-اور پیپلس ایسوسی ایشن جو مارکیٹ اسٹریٹ میں واقع ہے سنہ ۱۸۹۲ع میں قایم کیا گیا اسکا منشا مقامی کمیونٹی کے یورپین اور دیسی باشندون کے پولٹکل فواید کی وکالت کرنا ہے-جب ضرورت آن پڑتی ہے تو اس دو منزلہ دلکش عمارت کے وسیع ہال میں اسکے جلسے منعقد ہوتے ہیں-لیکن یہہ عمارت ایک خراب اور مضر جگہہ پر بنی ہوئی ہے اور علاوہ اسکے کنٹونمنٹ میجسٹریٹ کا کورٹ اور پولیس آفس ایک ہی عمارت میں ہیں جو بہ نسبت معمولی مکانون کے زیادہ خوبصورت ہے اور سنٹ اینڈریو گرجا گھر کے قریب واقع-اور سنٹ جان کا گرجا گھر آکسفورڈ اسٹریٹ کے شمالی نکڑ پر ہے جس میں ایک ہزار سوآدمیونکی گنجایش ہوسکتی ہے-اور والنٹیر کلب بریڈ پر ایک گورنمنٹ کی کرایہ کی عمارتمین واقع ہے-سکندرآباد کنٹونمنٹ میں جو پبلک انسٹیٹیوشن ہیں وہ یہہ ہیں اور علاوہ انکے دو قدیم غیر مستعمل قبرستان بھی ہین جنمیں سے ایک سنٹ جان گرجا گھر کے پیچھے اور دوسرا ریلوے لائین کے داہنی طرف ہے-لیکن یہہ کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہین-آکسفورڈ اسٹریٹ میں مسٹر ڈوسابھائی نوشیروانجی چیدائی کا ایک مکان ہے جو نواب سر آسمان جاہ بہادر کے پرائیوٹ سکرٹری ہین-یہہ مکان پہلے ایک معمولی وضع کا تہا جس میں نہ کوئی خوبصورتی تہی اور نہ کوئی خوشنمائی لیکن بعد میں مسٹر موصوف نے مصارف کثیر سے اس میں بہت سا ردو بدل کیا-چنانچہ اب وہ ایک وسیع اور خوبصورت عمارت ہے-سکندرآباد میں جسقدر عالی شان مکانات ہین انمیں سے وہ بھی ایک شمار کی جاتی ہے-اسکے سامنے ایک چہوٹا سا آراستہ باغیچہ ہے اس مکان کا فرش انگریزی وضع کا ہے اور ڈرائنگ اور ڈائننگ روم ایک دوسرے کے متوازی ہین اور انکے ساتہہ ایک اینٹی ڈرائنگ روم بہی ہے جس میں سر آسمان جاہ کی روغنی قد آدم تصویر لگی ہوئی ہے اور آفس اسکے دروازے کے پاس ہے-اس مکان کے دالان میں ایک برآمدہ ہے جس پر قیمتی پردے پڑے ہین اور جہان سے ڈرائنگ روم صاف دکہلائی دیتا ہے-اسکے کوٹہے پر سے چار بڑے راستے جنکے دو طرفہ نیم کے جہاڑ لگے ہوئے ہین نظر آرہے ہین

افسرون کا طعام خانہ اور گانون کا کنوان۔ دولا.م

بازار
چوکی کا تالاب
ہندو دیول

مٹی کے برتن بیچنے والا
ترکاری بیچنے والا
اہیریا دودھ بیچنے والا

بولارم

--»•••«--

بو لارم—جيسا ايک چہوٹا سا خوبصورت کنٹونمنٹ ہے ويسا ہي دکہن مين ايک تندرستي بخش مقام ہے اکثر مريض تبديل آب و ہوا کے لئے يہان آتے ہين اور شفا پاتے ہين—يہان ميزان الحرارت پچاس سے نوے درجہ تک رہتا ہے ليکن جب حرارت زيادہ ہوتي ہے تو وہ اس سے بہي بڑہہ جاتا ہے—ہرسال يہان بارش پچيس سے تيس انچہ تک ہوا کرتي ہے—يہان کا کنٹونمنٹ ايک اونچي جگہہ پر بنا ہوا ہے جو سطح سمندر سے ۱۸۹۰ فيٹ بلند ہے اور يہہ حيدرآباد کنٹنجنٹ کا ہيڈکواٹر ہے—يہان برار کي پبلک ورک آفس—کا مپٹرولر آف اکاونٹنٹ کي آفس اور ايکزکيٹو انجينير کي آفس بہي ہے يہان ايک رجمنٹ کيولري کي ايک بيٹري آرٹيلري کي—ايک رجمنٹ انفنٹري کي رہتي ہے—جسکا خرچ نظام کے طرف سے برار کي آمدني مين سے ہوتا ہے—يہہ سب پاکيزگي اور صفائي کے اسکا نقشہ بالکل ايک انگريزي قصبہ کا سا ہے جسکو ديکہنے سے طبيعت خوش ہوجاتي ہے—اگرچہ تمام فوجي مقامات مين اچہي صفائي رہتي ہے کہين کوڑے کرکٹ کا نام نہين ہوتا ليکن بولارم مين بہ نسبت اور مقامات کے حکام کي توجہ صفائي پر زيادہ مبذول ہے اور وہ جہاڑيون کو ايک حد مقررہ سے آگے بڑہنے نہين ديتے فوراً کاٹنے کا حکم کرتے ہين—تاکہ ہوا رک نہ جائے—يہان کے مکانون اور براکسون وغيرہ کو ہميشہ سفيدي ہوا کرتي ہے اور تمام مکانات اور باہر کي ديوارون پر ايک ہي قسم کا خاکستري رنگ لگا ہوا ہے—اس قسم کے ساخت قوانين مذکورہ بالا سے يہہ مقام نہايت پاک و صاف رہتاہي—بولارم کے چوطرف وسيع ميدان ہين جنکي تعريف کي چندان ضرورت نہين—يہان دو بازار ہين ايک کا نام ڈوٹن بازار اور دوسرے کا نام چہوٹا بازار—چہوٹے بازار مين مشرقي حد پر بڑے تالاب سے کوئين اسکوئر تک دوکانونکي ايک قطار چلي گئي ہے جہان يوروپين لوگونکو ارزان مکانات مل سکتے ہين—يہان يوروپين لڑکون—اور لڑکيون کے لئے دو مدرسے ہين اور علاوہ اسکے ديسيون کے لئے ايک ايس—پي—جي اسکول ہے اور غريبون کے لئے ايک رومن کيتہولک اسکول—يہان کا ٹرينٹي گرجا گہر گاتہک وضع کا نہايت خوبصورت ہے جسکے دريچے تمام رنگين ہين—يہان کے ايک پرفضا قبرستان مين علاوہ اور مشہور و معروف بولارم کے باشندون کے موجود رزيڈنٹ مسٹر چچيلي پلادون کي بيوي مدفون ہے—پبلک باغ جو وسطہ قصبہ مين واقع ہے اگرچہ چہوٹا ہے ليکن نہايت مصفا اور آراستہ ہے اور اس باغ مين ٹينس کے تين اور ايک بيد منٹين کا مقام ہے—جو حيدرآباد کنٹنجنٹ کے افسر انکے اہل و عيال اور انکے احباب کے استعمال مين ہے—اس باغمين ہرمنگل کو رجمنٹ کا بينڈ باجا بجتا ہے ليکن کبہي کبہي کنٹنجنٹ کا اسٹرنگ بينڈ باجا بہي پبلک کو سنايا جاتا ہے—يہہ بينڈ باجا جس مين پچاس آدمي سے کم نہين جنوبي ہندوستان مين سب باجون سے بہتر خيال کيا جاتا ہے

بولارم رزيڈنسي اور اسکے قريب کي خانقاہ—سر سالارجنگ اور غالب جنگ کے بنگلے—پادري کا مکان—جنرل کا بنگلہ—يہانکي عمدہ عمارتون مين داخل ہين—رزيڈنسي کے احاطہ مين ميجر اڈلفس بيام کي يادگار مين جو حيدرآباد کے ايک گذشتہ رزيڈنٹ کا سکرٹري تہا—اور جو سنہ ۱۸۳۹ع مين راس خوش اميد مين انتقال کر گيا ايک برج بنا ہوا ہے—

اس کنٹونمنٹ کي کيولري رجمنٹون مين سنہ ۱۸۵۵ع مين ايک بڑا فساد ہوا جس مين کرنل کولن ميکنزي سخت مجروح ہوئے—اس فساد کي مختصر کيفيت يہہ ہے—کہ ايک پٹہان کو جو عيسائي ہوگيا تہا—عاشورہ محرم مين وعظ کرنے کے لئے لائن مين بہيجا گيا — اور اسکے ساتہہ بريگيڈير افسر نے حکم ديا کہ کيولري کا تابوت محرم کي دسوين کو کربلا مين نہ لے جايا جائے کيونکہ وہ اتوار کا روز تہا—اگرچہ يہہ حکم واپس لياگيا ليکن پہر علمون کے متعلق بريگيڈير اور مسلمان سپاہيون مين فساد ہوگيا کيونکہ بريگيڈير نے کہاتہا—کہ وہ اسکے بنگلے پر سے نہ ليجائے جائين اسپر سے مسلمان سپاہي بگڑ گئے اور بريگيڈير کو زخمي کيا—حيدرآباد کنٹنجنٹ کے افسرون کا ميس ہاوس ايک بڑي اور خوشنما عمارت ہے—اور اسکے ميزبان اپني ميزباني مين مشہور و معروف ہين—کيونکہ جنوبي ہندوستان مين بہي ايک افسرونکا ميس ہاوس ہے جس مين غير ملکون کے شہزادونکي ضيافتين بڑي دہوم دہام سے کي جاتي ہين—حيدرآباد کنٹنجنٹ کے يوروپين اور ديسي افسرون نے فنون سپاہگري مين نہايت شہرت حاصل کي ہے—اور وہ اکثر بولارم مين کہيلنے کے لئے آيا کرتے ہين—يہان علاوہ ايک عمدہ کرکٹ فيلڈ اور ايک پولو کي زمين کے ٹينس—ريکٹ—گولف لنک وغيرہ کے اچہے اچہے مقامات ہين جنکي وجہ سے ہندوستان مين اچہي طرحسے زندگي بسر ہوسکتي ہے

غالباً چند سال جبکہ حيدرآباد گوداوري ويلي ريلوے سکندرآباد سے بولارم ہوتے ہوئے گذريگي تو اسوقت يہہ جگہہ بہ نسبت زمانۂ حال کے زيادہ قابل قدر و منزلت ہو جائيگي—اگرچہ اسوقت اسکي ديہاتي ہئيات مين بہت کچہہ فرق آجائيگا

حیدرآباد کنٹنجنٹ
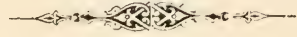
حیدر آباد کنٹنجنٹ کو ظہور میں آئے ایک سو برس کا عرصہ ہوا اور اسکی ابتدا سنہ ١٧٩٩ مین ہوئی حبکہ انگریزون نے ٹیپو سلطان کے ملک پر چڑہائی کی تو نظام نے ایک فوج غیر قواعددان سپاہیون کی انگریزون کی مدد کے لئیے روانہ کی جسکا نام نظام کنٹنجنٹ تہا — پہلے پہل ان لوگون کو لڑائی پر لیجانے مین کسیقدر دقت واقع ہوی — کیونکہ وہ کلچہر بگڑے ہوے تہے — لیکن کپتان مالکم نے (جو بعد مین سرجان مالکم ہوگئے —) بہت جلد انہین فرمانبردار بنادیا — پہر اوسوقت حیدرآباد مین اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے — اور اسی وقت میر عالم کی درخواست سے اس مین شریک ہوے تہے — انکی نافرمانی کا باعث یہ تہا — کہ بعض لوگون نے ان مین بیدلی اور ناراضگی پہیلا دی تہی — غرض اس لڑائی مین انہون نے نہایت عمدہ کارروائی کی — اور اس فتح مندی کا بڑا حصہ انہین سے منسوب ہوا — مالکم نے دوسرے یورپین افسرون کو اپنے ماتحت مقرر کیا تہا — غرض جو فوج کہ اب حیدرآباد کنٹنجنٹ کے نام سے مشہور ہے — اوسکی اصل یہ ہے — یہ فوج سرہنگ پٹن کی لڑائی مین انگریزی ٢٣ وین رجمنٹ کے ساتہہ ارتہر وِلزلی کے (جو بعد مین دیوک آف ولنگٹن ہوگئے —) زیرکمان تہی — اسلئے اس کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے ہمراہ تہی جو اپنے وقت کا ایک بہت بڑا انگریزی نامور جنرل ہوگیا ہے — سرہنگ پٹن کی فتح کے بعد کمانڈرانچیف نے اس کنٹنجنٹ کی خدمتون کی بڑی تعریف کی — اسوقت گورنمنٹ کی طرف سے افسرون کو کوئی کمیشن نہین دیجاتی تہی — صرف خطابات ملا کرتے تہے — نظام کے مدارالمہام نے ان خطابون کو خوشی سے قبول کیا تہا —

سنہ ١٨٠٠ کے عہدنامہ کے مطابق جو نظام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ہوا — نظام نے مددگار فوج کے اخراجات کے لئیے بعوض روپیہ کے ایک بڑا علاقہ کمپنی کو دیدیا جو سیڈڈ دسٹرکٹ کے نام سے مشہور ہے اور نیز اسی عہد نامہ کے مطابق نظام پر واجب ہوا کہ ہنگام وقوع جنگ نو ہزار سوار اور چہہ ہزار پیدل کمپنی کو دیا کرین — یہ کنٹنجنٹ مرتب ہونے کے بعد پہلے پہل سنہ ١٨٠٣ مین مرانٹہا کی لڑائی مین مددگار فوج کے ساتہہ کرنل اسٹیونسن کے زیرکمان شامل ہوی — اس کے بعد سنہ ١٨١٣ مین مسٹر رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے اس مین چند اصلاحات کی تحریک کی اور نظام کو ترغیب دلائی کہ بالفعل ایک پلٹن کی تنخواہ پیشکار کی آمدنی مین سے تقسیم کرنے کی اوس کو اجازت دیجائے اور پہر جب دوسری پلٹن تیار ہو تو اسکی تنخواہ کی نسبت بہی وہی حکم ہو — نظام نے قبول کرلیا — اس لئے اس فوج کا نام رفتہ رفتہ رسل بریگیڈ ہوگیا — ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ مسٹر رسل کی موثر کوششون اور کپتان ہیر کی جان فشانیون اور نیز دوسرے یوروپین افسرون کی محنتون سے اوسکی حالت درست ہوگئی — اس کے بعد تمام کنٹنجنٹ کی فوجون کی وہی حالت رہی —

دوسرے برس (١٨١٤) اس بریگیڈ مین چار یوروپین افسر جن مین دو نان کمیشنڈ تہے — اور ١٢١ دیسی افسر اور ٨٠٠ سپاہی شامل ہوے اور سنہ ١٨١٥ مین اس مین اور اصلاحات بہی کی گئین — اور زاید افسرونکو اسمین داخل کیا گیا جنمین کمیشنڈ اور غیر کمیشنڈ دونون موجود تہے — اسی سال اس بریگیڈ کو حکم ہوا کہ حیدرآباد جاکر نظام کے چہوٹے فرزند مبارزالدولہ کے فتنہ کو فرو کرے لیکن مبارزالدولہ نے اپنے مکان کی ایسی ناکے بندی کرلی تہی اور ان کے ساتہی مفسد اونچے مکانون کی چہتون سے گلی کوچون مین ایسی غضب ناک آگ برسا رہے تہے کہ بریگیڈ کو سخت نقصان کے ساتہہ پسپا ہونا پڑا — اوسکے بہت سے آدمی مارے گئے جن مین ایک افسر بہی شامل تہا —

سنہ ١٨١٦ مین نظام کے برار کیولری کی اصلاح حالت کی پہلے پہل کوشش کی گئی وہان کے گورنر نے جو نظام کی طرف سے ایک راجہ تہا ملک کو پنڈاریون کے حملہ سے بچانے کے لئیے ٥٠٠٠ سوارون کے دینے کا وعدہ کیا — کیونکہ اسوقت پنڈاری لوگ برار اور اسکے اطراف و جوانب مین متواتر حملے کر رہے تہے — جب یہ کیولری مرتب ہوی تو پنڈاریون کی لڑائی مین سرڈی ہانسلاپ کے زیرکمان بہت بڑا کام دیا — سنہ ١٨١٦ مین تین سو جدید سوارون کو اکٹہا کرکے رسل بریگیڈ مین شامل کیا گیا — سنہ ١٨١٧ مین پہر بریگیڈ مہدپور کی لڑائی مین سرجان مالکم کی فوجون مین شامل تہا — جسکی تعریف ان لفظون مین کی گئی ہے — ہندوستان مین کوئی بریگیڈ ایسی عمدہ قواعددان — اور ایسی آراستہ نہین ہے جیسے رسل بریگیڈ ہے — اسی سال برار کی آراستہ فوجون سے جن مین انفنٹری اور کیولری دونون داخل تہے اُن لٹیرون کو سزا دی گئی جو ملک مین چوطرف بہرے ہوے تہے — سنہ ١٨١٨ مین قبل اسکے کہ رسل بریگیڈ مالکم کی فوج سے علاحدہ ہو مالکم نے اس کی عمدہ اور تشفی آمیز کارروائی کی نسبت ایک اعلان نکالا تہا — اوسکے دوسرے سال یعنے سنہ ١٨١٩ مین نوداکے لڑائی مین اس بریگیڈ نے بڑی ناموری حاصل کی تہی —

سنہ ١٨٢٠ مین جب سرچارلس مٹکاف حیدرآباد کے رزیڈنٹ مقرر ہوے تو انہون نے رسل بریگیڈ مین یوروپین افسرون کے مدارج کا ایک عمدہ قانون جاری کرکے اوسکی ملازمت تمام لایق افسرون کے لئے عام کردی اور اعلان دیدیا کہ جب

کوئی افسر لایق ہوگا تو وہ بلا کمیشن بادشاہ یا کمپنی کے اس مین داخل کیا جائیگا۔ سنہ ۱۸۲۱ مین کمپوری کی اس رجمنٹ توڑدی گئی اور اسکے دوسرے سال سفر مینا کی پلٹن کو جو برار کی فوج اور نیز حیدرآباد مین رسال بریگیڈ کے ساتھہ تہی بدل کے انجینیرون کی فوج بنادی گئی۔ چنانچہ یہ فوج اکثر مواقع پر نہایت کار آمد ثابت ہوی۔ اور خاصکر ملک کی آبرسانی اور پبلک عمارتون کی تعمیر مین اس سے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اس فوج کی تعمیرات مین سے ایک مرسلی ندی کا پل ہے جو قابل تعریف ہے۔ یہ فوج سنہ ۱۸۴۶ مین توڑ دیگئی۔

فبروری سنہ ۱۸۲۷ مین بریگیڈ کی ایک پیدل رجمنٹ مین یوروپین وردی کا پہننا وغیرہ وغیرہ داخل کیا گیا۔ چونکہ یہہ قوانین بالکل غیر مروج اور خلاف دستور تہے اسلئے سپاہیون مین ناراضگی پہیل گئی اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک یوروپین افسر نے زبردستی دو آدمیون کی ڈاڑہی منڈوادی یہ سنتے ہی سپاہیون نے کُہلم کُہلا غدر کردیا۔ اور کئی لوگ مسلح ہوکے پریڈ کے میدان مین چلے آئے۔ اور افسرون سے اپنا نام نکال دینے کی درخواست کی۔ اسوقت بریگیڈ کا کمانڈر گہوڑے پرسوار ہوکے انکی فہمایش کی کوشش کر رہا تہا کہ ایسے مین ایک سپاہی نے گولی سے اسکو مارڈالا اور زمین پر گرتے ہی اوسکے تکڑے تکڑے کردئیے ان مفسدون پر اوسیوقت انکے رفیق سپاہیون نے حملہ کیا آپس مین لڑائی شروع ہوی مفسدون مین اکثر مارے گئے۔

سنہ ۱۸۲۸ مین نواب سکندر جاہ کے انتقال کے بعد اونکے جائے نشین نواب ناصرالدولہ نے تمام یوروپین افسرون کو ریاست کی دیوانی خدمات سے معزول کردیا۔ اسوقت رزیڈنٹ نے نظام سے تحریک کی کہ فوج کو موقوف کرکے اسکے عوض بارہ لاکہہ روپیہ دینا منظور کرے لیکن نظام نے اپنی اس فوج کے گہمنڈ پر منظور نہین کیا۔ جب برٹش گورنمنٹ نے نظام کی یہ حالت دیکہی تو اعلان دیدیا کہ اس بارے مین نظام سے کچہہ نہ کہا جائے۔ بلکہ اخراجات مین بعض اصلاحات داخل کرکے تخفیف کردی جائے۔ یہ کنٹنجنٹ اسی حال مین سنہ ۱۸۵۰ تک قایم رہی۔ اور پہر اوسکے بعد اس مین ۸۴ یوروپین افسر اور ۹۳۹۷ دیسی لوگ مختلف مراتب کے اس مین مرتب کئے گئے اور بولارم۔ لنگ سوگر۔ ہینگولی۔ مومن آباد۔ ایلچپور۔ جالنا۔ اور ملاپور مین کنٹونمنٹ مقرر ہوے۔

اس زمانہ مین فوج کی تنخواہین بہت چڑہگئی تہین۔ کیونکہ ریاست کی آمدنی کی حالت بالکل خراب تہی۔ نظام کی گورنمنٹ نہ فوج کی تنخواہ بے باق کرسکتی تہی اور نہ کمپنی کے قرضہ کی اقساط دے سکتی تہی۔ اسلئے آپس مین نامہ و پیام شروع ہوے اور آخر ۲۱ مئی سنہ ۱۸۵۳ کو کرنل لو کے ہاتہہ پر جو برٹش رزیڈنٹ تہا۔ نظام گورنمنٹ اور کمپنی کے درمیان ایک عہد نامہ ہوا۔ جس کے روسے برار اور دوسرے اضلاع جنکی سالانہ آمدنی پچاس لاکہہ روپیہ تہی کمپنی کے حوالہ کئے گئے کہ انکی آمدنی مین سے کنٹنجنٹ کے اخراجات وضع کرلئے جائین۔ اس تاریخ سے اس فوجکا نام حیدرآباد کنٹنجنٹ ہوا اور قرار پایا کہ اوس مین ۵۰۰۰ پیدل ۲۰۰۰ سوار۔ اور ۴ توپخانون سے کم نہو۔

اس کنٹنجنٹ نے ایام غدر مین جو خدمات کین وہ تاریخ مین قابل یادگار ہین۔ یہہ اسوقت عادل آباد مین جمع ہوئے اور سنہ ۱۸۵۷ کے موسم برسات کے بعد انگریزی فوجون کے ساتہہ وسط ہندکو لڑائی پر جانے کے لئے کوچ کیا۔ لیکن اس سے پہلے راگو گڑہہ کے زمینداروں کی گوش مالی کی اور پہر دہار مین سنٹرل انڈیا کے پہلی بریگیڈ کے ساتہہ جا ملا۔ اس بریگیڈ کے پہونچنے سے پیشتر وہان کے باغی گیریسن قلعہ سے فرار کرکے مہدپور کے کنٹنجنٹ کے ساتہہ جاکے شریک ہوگئی۔ حیدرآباد کنٹنجنٹ نے راول مین مہدپور کے پرجوش باغیون کو جا لیا ایسے مین مہدپور کی وہ کنٹنجنٹ بہی وہان آن پہونچی جس نے اپنے کمانڈنگ افسر کی بیوی مسز ٹمنس کو باغیون کے ہاتہہ سے بچایا تہا۔ ان دونون نے باغیون پر جو راول مین متحصن تہے۔ دو پہر کے بعد کوئی چار بجے حملہ کیا۔ حملہ کرنے والون کی تعداد صرف ۳۵۰ کی تہی اور باغیون کی ان سے بہت زیادہ لیکن باوجود اوسکے وہ منہدم ہوگئے اور ۱۷۵ مقتول۔ آٹہہ توپین اور بہت سا ذخیرہ انکے ہاتہہ آیا۔ اس لڑائی مین کرنل ہیسٹنگز فریزر پر جو کتاب "اَورفیتہہ فُل الائی" کے مصنف ہین۔ تین مسلح باغیون نے حملہ کیا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ کرنل موصوف نے تینون کو مار ڈالا۔ کرنل ڈیورنڈ اس کیولری کی جوانمردی اور بہادری سے ایسے خوش ہوے کہ اسیوقت حکم دیا کہ جب تک یہہ کیولری لڑائی پر رہے۔ اوسکے ہر ایک سپاہی کو علاوہ تنخواہ کے ماہانہ پانچ روپیہ کا اضافہ دیا جائے۔ وہان سے کنٹنجنٹ ۲۶ ڈسمبر کو سرہیو روز کے ساتہہ ملنے کو آگے بڑہی۔ اور ساگر سے دو منزل اُدہر اوسکے ساتہہ شریک ہوگئی۔ درۂ مدن پور کی فتح مین اس نے بڑی مدد دی۔ اور پہر تالبیٹ کے قلعہ کا جو جہانسی سے جنوب مین تیس میل پر واقع ہے قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد جہانسی کے محاصرہ اور فتح مین کُنچ کی سخت لڑائی مین اور کالپی کی فتح مین شریک رہی۔ ان ہنگامون سے فارغ ہوکر جب دکہن کو مراجعت کی تو راستے مین بلوائی زمینداروں کو زیر کیا اور پہر تانتیا توپی کی باغیانہ حرکات کی وجہ سے گوالیار پر چڑہائی کی اور اسکے قلعہ پر فتحیاب ہوکے تیرہ مہینہ کے بعد ملک نظام کو واپس آئی۔

فبروری سنہ ۱۸۵۸ مین اس کنٹنجنٹ کے ایک دستہ نے شوراپور کے باغی راجہ کی فوجون کو منتشر کردیا۔ اورنگ آباد مین اسکی پہلی کیولری نے جو کسیقدر بغاوت کی اسکا بیان اورنگ آباد کے باب مین لکہا جا چکا ہے۔

بالفعل حیدرآباد کنٹنجنٹ بولارم۔ اورنگ آباد۔ ایلچپور۔ رایچور۔ ہنگولی۔ مومن آباد۔ اور جالنا مین منقسم ہے۔ اور برٹش انڈیا مین یہہ دیسی رجمنٹ ایک نہایت چالاک اور ہردل عزیز خیال کیجاتی ہے۔

عاشورہ محرم

عاشورہ محرم

خاصکر کے مسلمانون کے یہہ بہت بڑے ایام ہین اور یہہ ایام جناب امام حسین کي - جو جناب رسالت مآب کي بیٹی فاطمہ نور آپکے چاچا زاد بہائی علے ابن ابی طالب کے فرزند تھے - عزاداری کے ہین جن مین وہ شہید ہوئے - علے ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دو فرزند تھے حسن اور حسین - حسن کو انکی بیوی جعدہ نامی نے زہر سے شہید کیا اور حسین معہ اپنے یاور انصار کے محرم کي دسوین کو جو اکتوبر کي ۹ سنہ ٦٨٠ سے مطابقت رکہتی تھی یزید کي فوجون کے ہاتھہ سے کربلا مین شہید کئے گئے - اگرچہ مذہباً ان ایام مین تعزیہداری کا کوئي حکم نہین ھے لیکن تمام مسلمان ان ایام مین عزاداری کرتے ہین اور ہرایک مقام پر عزاداری کے مختلف طریقے ہین —

حیدرآباد مین جب محرم کا ہلال نظر آتا ھے تو فوراً توپین چہوٹنے لگتی ہین اور باجے بجنے شروع ہوتے ہین جنکے ساتھہ یا علے یا حسن یا حسین یا دولہا کي آوازین سنائي دیتی ہین اور زمین مین ایک گڑھا کہود کر اس مین آگ سلگائی جاتی ھے جسکو الاؤ کہتے ہین اور اس آگ مین لوگ ہاتھہ مین تلوارین لئے ہوئے انہین مذکورۃالصدر نامونکو لیتے ہوئے کودنا شروع کرتے ہین - دوسرے مقامات پر ایام تعزیہداری کي مدت بہت کم ھے لیکن حیدرآباد مین بعد عاشورہ کے برابر چالیس روز تک عزاداری جاری رہتی ھے ان ایام مین عاشور خانون اور امام باڑون مین جہان علم اور تعزئے رکہے جاتے ہین بڑی دہوم دہام کي روشنی ہوتی ھے شربت - لیمونیڈ اور دوسری اسی قسم کي چیزین عام طور پر پلائی جاتی ہین اور لوگ مثل جنونیون کے رنگ برنگ کے سوانگ بہرتے ہین مثلاً باگھہ بندر اور ریچہہ وغیرہ وغیرہ - اور شہر کے کوچہ و بازار مین گشت لگاتے ہین - انکا اعتقاد ھے کہ بعد شہادت حسین علیہ السلام کے ان جانورون نے جنگل مین آپکی افتادہ لاش کي نگہبانی کي تھی لوگون کے جھنڈ کے جھنڈ بہیک مانگتے ہوئے نکلتے ہین اور اس بہیک کي آمدنی کو خیرات مین صرف کرتے ہین - ان ایام مین سنی لوگ سبز لباس

محرم — حیدرآباد

محرم-روز عاشورہ

پہنتے ہین اور شیعہ سیاہ لباس - قطب شاہی بادشاہونکے زمانے مین جو شیعی المذہب تہے تمام شہر سیاہ لباس پہنتا تہا - محرم مین چوتہی تاریخ تک زیادہ گڑبڑ نہین رہتی لیکن پانچوین تاریخ سے بڑی دہوم شروع ہوتی ہے کیونکہ اس روز حضور کي لنگر نکلتی ہے - اس لنگر کا بیان آگے چلکر ہوگا - محرم کي نوین تاریخ کو حضور نظام کي باقاعدہ فوجین تعزئے اور تابوت کے ساتہہ نکلکر شاہی محل کو جاتي ہین جہانسے انہین انعام و اکرام ملتا ہے اسکے بعد نعل صاحب کي سواری بہی قابل دید ہوتی ہے جسکی نسبت لوگونکا اعتقاد ہے کہ یہہ اسی گہوڑے کي نعل ہے جسپر حسین علیہ السلام روز شہادت کربلا مین سوار تہے یہہ نعل کسی زائر کے ہاتہہ لگی تہی اور وہ اسکو بیجاپور لایا تہا - لیکن جب بیجاپور تباہ ہوا تو حیدرآباد مین لائی گئی - رات کے وقت بڑی دہوم دہام سے مشعلون کي روشنی مین اسکی سواری نکلتی ہے اور اسکے بعد دولت آباد کے قلعہ کي نعل جو نہایت عمدہ تیار کي جاتی ہے اور علاوہ اسکے دوسرے علمونکا جلوس بہی جسکا بیان ذیل مین مندرج ہے محرم کي دسوین تاریخ کو نکلتا ہے جو عاشورے کا اخیر روز ہے اور اس روز تمام تابوت اور علم پرانے پل کے پاس دریائے موسی مین حسب عادت ڈبوے جاتے ہین - حیدرآباد مین ان تابوتون کو ہاتہیون پر نکالتے ہین جنہین خوب سنوارا جاتا ہے - انکی سونڈہون پر مشرقی وضع کا طرح طرح کا نقش و نگار ہوتا ہے - اور انپر سرخ جہولین پڑی ہوئی ہوتی ہین - ہاتہی بہی اپنی فراست و دانائی سے اس موقع کو مثل انسانون کے پہچانکر نہایت متانت و سنجیدگی سے اپنی خدمت بجالاتے ہین - ندی کے کنارے اس روز بہت بڑا میلا لگتا ہے جس کا حال نقشے سے ظاہر ہوگا حقیقت مین یہہ میلا بہی قابل دید ہوتا ہے —

بی بی کے علم - یہہ ایک نہایت خوبصورت چاندی کے علم ہین جس مین موتی جڑے ہوئے ہین یہہ صبح کے وقت یاقوت پورے سے بڑے جاہ و حشم کے ساتہہ ہاتہی پر اٹہتے ہین اور شہر مین سے ہوتے ہوے اولیفنٹ پل کے پاس چد گہاٹ کے دروازے سے موسی ندی پر پونہچتے ہین جیسا نقشہ سے ظاہر ہو رہا ہے - پانی مین ڈبونے کے بعد پہر ان علمون اور تابوتونکو کپڑونمین لپیٹ کے ان کے مقامات پر لیجایا جاتا ہی - ایام عاشورے مین شیعہ مذہب کے لوگ سینہ زني کرتے ہوئے نکلتے ہین اور اس سینہ زني مین بعض مرتبہ خون بہنے لگتا ہے - ان ایام مین تمام مسلمان روزے رکہتے ہین - آپس مین صلح کرتے ہین - خیرات بانٹتے ہین - اور قرآن کي تلاوت کرتے ہین - انکا اعتقاد ہے کہ انہین ایام محرم مین نوح نبی کي کشتی جودی کے پہاڑ پر بعد طوفان کے ساکن ہوئی تہی - اور انہین ایام مین موسی پیغمبر نے فرعون کے ہاتہہ سے نجات پائی تہی - موسیو تہیونیات نے آج دوسو برس پیشتر جو یہان کے محرم کا بیان لکہا ہے اسکو ہم بعینہ ذیل مین درج کرتے ہین —

جب کرومنڈل کوسٹ کے تمام مقامات سے مین بخوبی واقف ہوچکا تو مچہلی بندر سے نکل کر بہاگ نگر کو آیا

اور وہان تین ہفتے تنگ رہنے کا اتفاق ہوا کیونکہ مین وہان سے بغیر موسیو بیرل کے نکل نہین سکتا تھا اور وہ کچھہ ضروری کام کے لئے وہان رکے ہوئے تھے اس عرصہ مین اتفاق سے ماہ محرم بھی آن پہنچا جو حسین ابن علی کے شہادت کا مہینہ ہے اور اس مہینے مین گولکنڈے کے مسلمان بہ نسبت ایران کے مسلمانون کے زیادہ دھوم دھام کرتے ہین۔ اور دس روز تک خوب تعزیہداری ہوتی ہے چوطرف عاشور خانے بنائے جاتے ہین جس مین تمام قالین کا فرش ہوتا ہے اور قابل دید روشنی۔گلی اور کوچے لوگون سے بھرے ہوئے ہوتے ہین۔سبھون کے چہرے اور جسم خاک آلود ہوتے ہین اور ہاتھہ مین ننگی تلوارین۔اور غریب لوگ جنہین تلوارین میسر نہین چوبی تلوارین لیکے نکلتے ہین اور کمرون مین لوہے کی زنجیرون کو باندھکے بڑی تکلیف کے ساتھہ گلیون مین گھسیٹتے ہوئے پھرتے ہین انکی اس تکلیف پر دیکھنے والونکو رحم آتا ہے انکے ہاتھونکو بوسہ دیکے زنجیرون کو مثل ایک مقدس چیز کے چومتے اور آنکھونسے لگاتے ہین علمون کی سواریان بڑی دھوم دھام سے نکلتی ہے ۔ بعض بڑے کے چھوٹے سے مکانات جنہین تابوت کہتے ہین سرون پر لیکے مرثیہ پڑھتے ہوئے نکلتے ہین اور انکے ساتھہ بہت سے برہنہ سر لوگ ہاتھہ مین ننگی تلوارین لئے اور حسن حسین کہتے انکے اطراف ناچتے کودتے ہین۔ان سواریون مین جوان عورتین بھی اچھے کپڑے پہنے ہوئے برہنہ سر شریک ہوتی ہین یہان کے ہندو لوگ بھی اپنی دل لگی کے لئے تعزیہداری کرتے ہین اور انکی تعزیہداری مسلمانون سے بھی بڑھی ہوئی رہتی ہے لیکن انکے مرثیہ خوانی مین وہ درد نہین ہوتا جو مسلمان کی مرثیہ خوانی مین ہوتا ہے ان ایام مین ہندو اور مسلمان دونون نیاز کرتے ہین اور یہان کا محرم بھی قابل دید ہے غرض ان ایام مین کوئی سال ایسا نہین گذرتا کہ جس مین خونریزیان نہوتی ہون کیونکہ اکثر سنی لوگ شیعون پر ہنستے ہین اور شیعہ اسکی برداشت نہین کرسکتے اسلئیے آپس مین خوب مار دھاڑ ہوتی ہے اور طرفین کے لوگ کام آتے ہین سلطنت کی طرف سے اسکی کوئی پرسش نہین ہوتی کیونکہ مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ اندنون مین جنت کے دروازے ان لوگون کے لئے کشادہ رہتے ہین جو اسلام کے عقیدے پر مرتے ہین۔مین نے بھاگ نگر مین دیکھا کہ ایک تاتاری نے حسین کی نسبت بعض خلاف ادب کلمات زبان سے نکالے اس پر سے شیعہ بگڑے اور چاہا کہ اس سے انتقام لیوے لیکن اس تاتاری نے تین آدمیونکو قتل کرڈالا آپس مین گولی چلنے لگی ایک جنٹلمین کے پیٹ مین جو دونون مین بیچ بچاو کرنا چاہا ایک سخت چوٹ آئی جس سے اسکا جینا دشوار ہوگیا تھا اور علاوہ اسکے دوسرے کوئی سات آدمی مارے گئے جن مین وزیر اعظم کے بعض ملازمین بھی شریک تھے جب وزیر اعظم نے اس جھگڑے کو اپنے بالاخانے پر سے دیکھا تو نیچے اوترآیا تاکہ گھوڑے پر سوار ہو کے وہان جا پہنچے لیکن ایسے مین لوگ تتر بتر ہوگئے۔جو لوگ لڑائیون مین مارے جاتے ہین انکے جنازے دوسرے روز مرثیہ خوانی کے ساتھہ اٹھتے ہین اور مرثیون مین حسین اور انکے انصار کی شہادت کا بیان ہوتا ہے جو کربلا مین یزید کی فوجون کے ہاتھہ مارے گئے۔

دوسری مسلمانون کی عیدین جو حیدرآباد مین ہوتی ہین انکی تفصیل یہہ ہے۔ آخری چہار شنبہ۔بارہوفات۔یازدھم شریف۔شب برات۔عیدالفطر۔اور بکری عید۔

لنگر کا جلوس

یہہ جلوس جو ہر سال محرم مین نہایت دھوم دھام سے حیدرآباد مین نکلتا ہے چوطرف مشہور و معروف ہے لیکن باوجود اسکے دکھن کے باہر بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو اسکی اصلیت سے واقف ہون کیونکہ اسکی اصلیت تاریخی حالات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اسکا بیان اس موقع پر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

لنگر کی سواری جو محرم کی پانچوین تاریخ کو نکلتی ہے حیدرآباد کے اور تماشون مین نہایت تعجب انگیز ہے کیونکہ دنیا کے کسی حصے کے مسلمانون مین اس قسم کے لنگر کا رواج نہین یہہ مخصوص حیدرآباد ہی سے ہے۔اس روز وزیر اعظم بہت سے مقتدر اور معزز یوروپین اور مسلمانونکو اور نیز ملاقاتیونکو دعوت دیتے ہین تاکہ وہ اس پر شکوہ جلوس کو دیکھین جس مین حیدرآباد کی ریاست کی تمام باقاعدہ اور بیقاعدہ فوجین شریک رہتی ہین اور علاوہ اسکے سیکڑون ہاتھی اونٹ اور گھوڑے جنپر زرق برق ساز ویراق پڑا ہوتا ہے اسکے ساتھہ رہتے ہین اور آدمیونکی کثرت کا کچھہ حساب نہین تمام بھاری بھاری کپڑے پہنے ہوئے اسکے ہمراہ ہوتے ہین یہہ جلوس پہلے وزیر اعظم کے مکان پر سے گذرتا ہے جہان خود وزیراعظم اور انگریزی رزیڈنٹ اور انکا اسٹاف معہ دوسرے سول ملٹری یوروپین افسرون اور ملاقاتیون اور دیسی امیرون کے بیٹھے ہوتے ہین۔اس جلوس کو وہان سے گذرتے ہوئے کوئی تین چار گھنٹے کا عرصہ ہوتا ہے اجنبی لوگ جب اسکی شان و شوکت کو دیکھتے ہین تو سخت متعجب ہوتے ہین اس جلوس کی ترکیب حسب ذیل ہوتی ہے پہلے شہر کی اور روہیلون کی پولیس کے سوار اور پیادے اسکے بعد عربون کی پولیس اپنے قومی لباس مین انکے آگے شہر کا کوتوال ہوتا ہے جسکو پولیس کمشنر کہتے ہین اسکے بعد حوالی شہر کی پولیس اور پٹھان جمعداران اور عرب جمعداران معہ اپنے متعلقین کے انکے پیچھے شہر کی بیقاعدہ فوج اور ہمسرام رجمنٹ جسکے ایک ہزار سپاہی زرواوکے لباس مین اور نظام کی افغانی فوج پیشکار کی سکھونکی فوج امپیریل سروس کی فوج گولکنڈہ بریگیڈ اور عرف خاص کی فوج شتر سوار۔بائیسکل سوار خچر سوار اور باقاعدہ فوج شہر کی رجمنٹ غالب جنگ کی فوج جس مین عربونکے سوار اور پیدل ہین نیزہ دارونکا رسالہ توپ خانہ دو پیدل

رجمنٹین وغیرہ وغیرہ اور اخیر مین حضور نظام کے خاص کوتل گھوڑونکی قطار اور اسکے پیچھے مغلی گھوڑونکی قطار جس پر زرین ساز ویراق اور جنکے گلون مین سونے اور چاندی کے مالے پڑے ہوئے ہوتے ہین—بیقاعدہ فوجین بعض ابتک قدیم فراسیسی وردیان پہنے ہوئے ہین عرب اور روہلے اپنا اپنا قومی لباس پہنے ہوئے کودتے اور بندوقین چھوڑتے اپنے اپنے سردارونکی تعریف کے اشعار پڑھتے جاتے ہین باقاعدہ اور امپیریل سروس فوج یوروپین افسرونکے ماتحت ہوتی ہے جنکا منظر قابل دید ہوتا ہے اور سوارونمین تمام باقاعدہ رسالے اور علی الخصوص حبشیونکا رسالہ ایسا شاندار ہے کہ جسکی تعریف نہین ہوسکتی—بڑے بڑے امرا اس جلوس مین شریک نہین ہوتے لیکن وہ اسکے پیچھے اپنے اپنے اسٹاف کے ساتھہ حضور نظام کی سلامی کو موجود رہتے ہین اسوقت حضور نظام زنانہ کے ساتھہ اس جلوس کے تماشے کے لئے پنچ محل مین جو شہر مین ایک خاص شاہی محل ہے تشریف رکھتے ہین تمام افسر اور فوجین کوئی بارہ بجے جمع ہوتے ہین اور اسکے بعد یہہ سواری نکلتی ہے—پہلے وزیر کے مکان پر سے تقریباً دو بجے پھر پیشکار کے مکان پر سے اور پھر حضور نظام کے محل پر سے گذرتی ہے برابر شام تک یہہ دھوم دھام رہتی ہے لیکن رزیڈنٹ اور یوروپین مہمان اس اثنا مین رخصت ہوجاتے ہین—انکی روانگی کے بعد تمام امرا کی باڈی گارڈ کی فوجون کا ریویو ہوتا ہے یہہ کچھہ کم تعجب کا مقام نہین کہ بعض رجمنٹون مین ابتک حکم کے الفاظ فرانسیسی زبان مین ہین

اس جلوس کے متفرق حصون مین تین سے چار منٹ تک کی مہلت ہوتی ہے جس مین تماشائیونکو ہر ایک حصے کی منفصل کیفیت معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ عدم مہلت مین اسکا معلوم کرنا ممکن نہین

چار مینار پر سے جو شہر کے بیچمین ایک قدیم وسیع—اور خوبصورت عمارت ہے اور جس کا بیان اسی کتاب مین کہین آیا ہوا ہے یا علاوہ اسکے دوسرے مکانون پر سے جو چوک مین واقع ہین اس جلوس کا نظارہ عجب خوش آئند ہوتا ہے جو کبھی ذہن سے دور نہین ہوتا علی الخصوص مغربی لوگ جو ہندوستان کے رسم و رواج سے واقف نہین اسکو کبھی بھول نہین سکتے—پیشتر اسکے کہ لنگر کا جلوس چوک مین پہونچے بیحساب آدمی وہان جمع ہوتے ہین انکا رنگ برنگی لباس انکی مختلف وضع اور اونکی متفرق قومین نہایت تعجب انگیز ہوتی ہین—دنیا کے کسی حصے مین شاید ایسا مجمع ہوتا ہو—اگرچہ—حیدرآباد کے کوچہ و بازار کے بیانمین وہان کی مختلف قومونکی کثرت کا ذکر ہوچکا ہے لیکن اس خاص موقع پر یہہ اختلاف بڑا لطف دکھاتا ہے اگرچہ انکا قیافہ جدا شکل جدا چلن جدا لباس جدا زبان جدا رواج جدا مزاج جدا ہوتا ہے لیکن باوجود اسکے کبھی انکے ضابطہ مین فرق نہین آتا اور کبھی سرکشی اختیار نہین کرتے ہین حالانکہ انمین سے بہتونکے پاس ہتیار موجود ہوتے ہین

اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید جس موقع کے لئے وہ جمع ہوتے ہین وہ موقع ہی ایسا ہے کہ انہین بے ضبط نہین ہونے دیتا—یا نہین تو یہہ شہر حیدرآباد کی پولیس کے انتظام کا باعث ہے کہ اُن پر پورا پورا ضبط و نسق رکھتی ہے سچ تو یہہ ہے کہ لنڈن مین بھی اس قسم کے ازدھام کے وقت ایسا انتظام کا رہنا ممکن نہین اس مجمع مین جو سب سے زیادہ دل چسپ ہے—وہ اقسام کے رنگ ہین جیسے لال سفید سیاہ سبز وغیرہ وغیرہ جو ازدحام کی حرکت کے ساتھہ ایک دوسرے سے ٹکر کہاتے رہتے ہین—حالانکہ یہہ لوگ ہر سال اس لنگر کو دیکھتے ہین—لیکن تاہم اس سے انکی دلچسپی کم نہین ہوتی—وہ اسکے جلوس پر اقسام کی مناسب اور غیر مناسب نکتہ چینیان کرتے ہین—لنگر کا جلوس جو مختصراً بیان کیا گیا—وہ صرف باقاعدۂ اور بے قاعدہ فوجون کی سواری تہی—جو معہ ملحقات کے حیدرآباد کے شاہ راہون پر پہرتی تہی—لیکن اگر تفصیلی طور پر دیکھا جائے تو اسکی بناوٹ یا اسکی ضابطگی کی تکمیل مین کوئی چیز مختصر یا خام نہین—بعض اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ کسی دلچسپ جائے یا کسی دلکش رواج کی فہمایش کے لئے سوال کیا جاتاہے تو اسکا جواب باصواب یہی ہوتا ہے—کہ جاؤ اور دیکھو—لیکن ہم اس جگہہ پر جواب نہین دینے کے لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ حیدرآباد کے محرم کے تماشے کی کیفیت کسی بڑے دور اندیش کے وہم و گمان مین بھی نہین آسکتی—کیونکہ اسکے سمجھنے کے لئے اسکا دیکھنا ایک ضروری امر ہے اگر اسمین یہہ کہلم کہلا حقیقت نہوتی کہ یہہ سواری مصنوعی باتون سے مبرا ہے—تو اسکی نسبت یہہ کہنا بیجا نہوتا کہ یہہ گویا الف لیلہ کے کسی باب کا ناٹک ہے جو زمانۂ حال کی آنکہونکے سامنے ہورہا ہے—یہہ واقعی زمانۂ موجودہ کی کوئی نئی بات نہین—جس مین حال کے لوگ شریک ہوتے ہین بلکہ یہہ ایک ایسی چیز ہے— جو پیہم تین سو برس سے اسی تکمیل کے ساتھہ چلی آتی ہے اور جسکی اصل سچے اعتقاد پر مبنی ہے اور یہہ اعتقاد شریک ہونے والون کے دلون مین برا بر جما ہوا ہے—اس مین شک نہین کہ بعض امور چند سال سے اسمین داخل ہوگئے ہین—لیکن یہہ باتین صرف ملک اور لوگونکی تبدیل حالت کا باعث ہین انسے کچھہ اصل واقعات کو عیب نہین لگتا—یعنے یہہ کہ اگر تین سو سال کے پیشتر کی اصل حالت کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جائے تو قواعد دان سوارون کا شمول پیدل فوجونکی شرکت انگریزی بینڈ باجے مین انگریزی اشعار کا گایاجانا وغیرہ وغیرہ یہہ جدید باتین ہین—جو اسمین داخل ہوئی ہین تاہم بے ضابطہ فوجون کا نقارے بجانا تماشائیون کی چیخین ہاتہیونکی زرق برق جہولین امرا کے گھوڑون پر سونے اور چاندی کے زیورات سوارون کے جواہر نگار کپڑے فوجون کی رنگین وردیان نعرہائے جنگ سردارونکی تعریف اور اسیطرح کی دوسری بہت سی باتین قدیم ہین—اور جنکے دیکھنے سے مغلائی حکومت کا سمان آنکہونمین پھر جاتا

سواری لنگر کا نظارہ

ہے—جو لوگ کہ مغرب میں رہتے والے ہیں انکی نظر میں حال کی جدید باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں—بیان مندرجہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ لنگر کی ابتدا کی وجہ یہہ ہوئی کہ سنہ ۱۰۰۳ع سنہ ۱۵۶۴ع میں ذیحجہ کی ۱۵ پندرہویں تاریخ کو سلطان قلی قطب کے فرزند شہزادہ عبداللہ ہاتھی پر سوار ہوکر اپنے امیروں اور ملازموں کے ساتھہ حیدرآباد سے گولکنڈے کو جارہے تھے—جب پرانے پل کے پھاٹک سے آگے بڑھے تو انکا ہاتھی مست ہوگیا اور لگا انکے ہمراہیوں پر حملہ کرنے—لوگوں نے اسکی جب یہہ حالت دیکھی تو اپنی اپنی جانیں بچا کے بھاگ نکلے اور ہاتھی نے جنگل کا راستہ لیا—اور شہزادہ ویساہی ہودج میں اسکی پیٹھہ پر سوار تھا لیکن اسکی حالت نہایت نازک تھی اور بچنے کی امید بالکل منقطع—جب اسکی والدہ حیات بخش بیگم کو یہہ حال معلوم ہوا تو سخت گھبرا اٹھیں اور اسکی جان بچانے کی تدابیر میں مصروف ہوئیں چنانچہ شہزادہ اور ہاتھی کے لئیے چوطرف کھانے رکھوا دئیے اور منت مان لی کہ اگر شہزادہ صحیح و سالم واپس آئیگا تو میں ایک سونے کی زنجیر ویسی ہی موٹی جیسے کہ عام ہاتھیونکے ہوا کرتی ہیں—اور جنھیں لنگر کہتے ہیں بنواکر خیرات کرونگی اس منت کو تھوڑا عرصہ نگذرا تھا کہ شہزادہ اسی مست ہاتی پر سوار صحیح و سالم واپس آگیا—بیگم نے فوراً شہر کے تمام سناروں کو اکٹھا کر کے انہیں سونے کی زنجیر بنانے کا حکم دیا جب وہ بنکے تیار ہوئی تو شہزادہ اسکو لیکے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھہ ایک امام باڑے کو گیا اور وہان اپنے بال بال بچنے کی منت ادا کی اسکے بعد اس زنجیر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے غریبوں اور فقیروں کو تقسیم کردیا اس سال سے حیدرآباد میں لنگر کی رسم جاری ہوئی ہے

——✲✲✲——

علم کی سواری

——:o:——

محرم کی دسوین رات کو یہہ سواری نکلتی ہے اس مین اور لنگر مین یہہ فرق ہوتا ہے کہ علم کی سواری مین تمام لوگ شریک ہوتے ہین اور لنگر مین صرف فوجین اور خاص خاص امرا—علم کی سواری کی ابتدا یون ہوی ہے کہ دکھن کے قطب شاہی بادشاہون کے زمانہ مین جو شیعی المذہب تھے ایک شیعہ آغا علی نامی وہانکے باشندون سے حج زیارت کو گیا ہوا تھا جب وہ مدینہ منورہ پہونچا تو وہان اسکو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ کا ایک پرانا علم ہاتھہ لگا وہ اس علم کو ساتھہ لیکے کربلائے معلی گیا وہان اسکو اتفاق سے اسی قدیم زمانے کا ایک بھالا بھی مل گیا یہہ دونون چیزین لیکے جب وہ حیدرآباد واپس آیا اور وہان کے بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ اسکے استقبال کو شہر کے باہر نکلا—اور نہایت ادب اور کمال عزت و توقیر کے ساتھہ ان تبرکات کو شہر مین لایا—اور ان پر سبز کے دبیز غلاف چڑھا کر ایک علاحدہ محفوظ مقام پر رکھدیا جہان وہ ابتک موجود ہین—اس مقدس علم کی وجہ سے وہ مقام حسینی علم کہلاتا ہے—بادشاہ موصوف نے انکی حفاظت کے لئے بہت سی جاگیر وقف کردی تھی جسکی آمدنی انپر صرف کی جاتی تھی—اس سواری مین پہلے علم ہوتے ہین اور انکے پیچھے ہاتھیون اور اونٹون اور لوگون کا ایک جم غفیر ہوتا ہے—ہزارہا مشعلین روشن رہتی ہین اسوقت تمام راستے ایک آگ کا شعلہ نظر آتے ہین کہا جاتا ہے کہ اس سواری کے ساتھہ جو مجمع ہوتا ہے—وہ لنگر کے ساتھہ بھی نہین ہوتا تمام رات دھوم دھام رہتی ہے شام سے صبح تک راستہ چلنا دشوار ہوجاتا ہے اس سواری مین بہت سے خوانچے اور کشتان اقسام کے میوے اور پھلون سے بھرے ہوئے زرین خوان پوش کے ساتھہ عورتون کے سر پر ہوتے ہین—یہہ علم ایک مربع تخت پر نکلتے ہین جس پر ایک زربفت کا قیمتی شامیانہ ہوتا ہے اور اطراف مشعلین روشن رہتی ہین ان مشعلون سے اسکی رونق دوبالا ہوجاتی ہے اسکے ساتھہ لوبان—صندل اور دوسرے مشموعات کثرت سے جلائے اور چارون طرف پھینکے جاتے ہین—جب یہہ سواری باجے کے ساتھہ حسینی علم کو واپس پہونچتی ہے تو وہان کے باجے بھی بجنے شروع ہوتے ہین جس سے کان پڑی آواز سنائی نہین دیتی اس علم کے عاشور خانے مین داخل ہونے کے بعد تمام لوگون کو شربت اور مٹھائی تقسیم ہوتی ہے یہہ کارروائی صبح کے ہوتے ہوتے ختم ہوتی ہے—شہر کے امرا کے یہان بھی علم نکلتے ہین لیکن وہ اس دہوم دہام سے نہین نکلتے ہین—

سوارئي لنگر کا نظارہ

هندوؤن کی تہوار

مندرجۂ ذیل ہندوؤن کے خاص خاص تہوار ہین-

۱—گُڈی پڑوا یا مندوسی یہہ ہندوؤن کے سال کا پہلا دن چیت کی پہلی تاریخ کو آتا ہے-اس روز حوشی یعنی منجم تقویم یا پنچانگ پڑھکر اسکے معنے سمجہاتا ہے-اوس روز جھنڈے کی پرستش ہوتی ہے جسے دھوج پوجا کہتے ہین-یہہ پوجا انکے دیوتا اندر کی یادگار مین ہوتی ہے-اور اُسروز ہندو اس موسم کا نیا میوہ کہاتے ہین-

۲—رام نومی یا رام کی پیدایش کا دن جو چیت کی ۹ تاریخ کو آتا ہے جسکے پیچھے ہنومان جنیتی جو رام کے مددگار ہنومان کی یادگاری مین منایا جاتا ہے-

۳—سپت سرنگا پوجا جو چیت کی ۱۵ تاریخ کو منایا جاتا ہے-اس دیوی کے نام کے معنے سات سینگون والی ہوتے ہین-یہہ نام شاید ناسک کے بڑے دیول پر سے لیا گیا ہے-جو مغربی گہات کی سات پہاڑیون کے درمیان واقع ہے-

۴—اکہائی یا اکشیہ تیریٹہ بیساکہہ کی تیسری تاریخ کو ہوتا ہے-یہہ برہمنون سے مخصوص ہے اور اکیجو تہوار واسطے یتیم بچون کے ہے-جسے کنبی لوگ پالتے ہین

۵—وٹ یا برساوتری جسے جیشٹ پونم بہی کہتے ہین-وہ ۱۵ جیشٹ کو آتا ہے-اوسروز ہندو عورتین بڑ یا اولا جہاڑ کو پوجتی ہین-اور وہ اس غرض سے کہ اُنکے خاوندونکی عمرین دراز ہون

۶—اشاد کی ۱۵ تاریخ کو بڑے مونی ویسا کی پوجا ہوتی ہے اور چیلے اوسروز اپنے گرو کی اطاعت اور فرمانبرداری کے رسوم بجا لاتے ہین-

۷—شراون کے مہینے مین ہفتہ کا ہرایک دن پوجنے والے کے خیال موجب ایک ایک دیبی کی پوجا کے لئے مخصوص ہے-جیسے سنیچر نرسنگ کی پوجا کے لئے-ایتوار سوریا کی-پیر یا سوم شیوا کی-بُدھ بودھہ کی جمعرات یا برہسپت دتاتریا کی-منگل-منگلا گوری اور جمعہ یا شُکر گیج گوری دیبیون کی پوجا کے لئے-ان دونون آخرالذکر دیبیون کو صرف وہی ہندو عورتین پوجتی ہین جنکے خاوند زندہ ہون-اور وہ بہی شادی کے بعد فقط پانچ سال تک-

۸—ناگ پنچمی پہلی شراون کو ناگ دیبیونکی خاطر سے ہوتی ہے-

۹—رکہی پونم یا سراون کی ۱۵ تاریخ-اوس روز برہمن اپنی زنار یا جنوئی اتار دیتے ہین اور اپنے پیرؤن کی کلائیون پر دہاگے کے ٹکڑے جسے رکہی کہتے ہین-باندھتے ہین-

۱۰—جنم اشٹمی-یہہ تہوار شراون ود یعنے شراون کے پچھلے حصہ کی آٹھوین تاریخ کو کرشناجی کی پیدایش کی یادگار مین منایا جاتا ہے-

۱۱—پولا یا شراون کی پہلی شب-یہہ کنبیون مین بڑے سے بڑا تہوار ہے-اس تہوار کو وہ اپنے بیل پوجتے ہین-اور انہین ایک خیمہ کے نیچے سے گشت کراتے ہوئے لیجاتے ہین-

۱۲—ہرتل کی تیج-بہادون کی تیسری تاریخ کو صرف عورتین یہہ تہوار مناتی ہین-اور مٹی کی بنی ہوئی مہادیو اور پاربتی کی مورتون کو پوجتی ہین-

۱۳—بہادون کی ۴ تاریخ کو گنیش چرتہہ آتی ہے-جو گنپتی کی یادگار مین ہے-اسکی مورت کو فقط ہندو مرد پوجتے ہین-

۱۴—بہادون کی ۵ تاریخ کو ریشی پنچمی آتی ہے جو مخصوص بیواؤن سے ہے اور مغفرت کی غرض سے سات رشیشورن کے پاس توبہ کرتی ہین-اور اسطرح سے پترا پکشا ایک تہوار ہے جو مردون کے لئے ہوا کرتا ہے-

۱۵—مہالکہشمی پوجا-۸ بہادون کو آتی ہے-جس روز ہندو عورتین لکہشمی کی مورت کی پوجا کرتی ہین-

۱۶—آننت چتوردسی یہ تہوار بہادون کی ۱۴ تاریخ کو آتا ہے-اس روز شیش ناگ پوجا جاتا ہے-

۱۷—نوراتری یا نودن جو آسوین کے پہلی تاریخ سے پرتبی پاڑے کے ساتہہ شروع ہوتی ہے-اور نوین تاریخ کو ختم-ان دنون مین ہرروز سخت پرہیز کیا جاتا ہے-اور ہرشخص اپنے اپنے خاص دیوتا کو قربانی دیتا ہے-بعض وشنو کو بعض کرشنا کو اور بعض انکی شکتیون یعنے شکت دیبیون کو جو انکی عورتین ہین-آٹہوان دن ان شکتیون کے پوجاریون کی دہما چوکڑی کے لئے مشہور ہے-

۱۸—دسارا یا وجی دسمی کا دن ہے جو آسوین کے مہینے مین آتا ہے-انکے نزدیک یہہ ایک بہت بڑا دن ہے-کیون کہ اوس روز رام نے راون پر لشکرکشی کی تہی-اور اسی طرح

سے یہہ دن پاربتی کی یادگار کا بھی ہے۔کہ جسنے مہیشاسور دیو کو ہلاک کیا تھا۔تمام ہتیار اور لوھے کے اوزار یا ایسی کوئی چیز جسمیں لوہا ملا ہوتا ہے۔پوجی جاتی ہے۔اس روز گھوڑے اور نیز دوسرے جانور آراستہ کئے جاتے ہیں۔ اپت جھاڑ کی پرستش کی جاتی ہے۔اور کبھی پٹیل ایک بھینسا قربانی دیتا ہے۔

۱۹۔دیوالی آسوین کی اخیر دودن اور کاتک کے شروع دو ن کو ہوا کرتی ہے۔پہلے دن کو نرک چتوردسی کہتے ہیں۔اوسروز وشنونے نرکسور دیو کو ہلاک کیاتھا۔ دوسرا دن لکھشمی کی نذر کا ہے۔اس روز رات کو خوب روشنی کی جاتی ہے۔ اور حساب کے دفتر پوجے جاتے ہیں۔تیسرا دن خاص کرشنا جی کی پوجا کا ہے۔جسنے اسوقت پر گوردھن پہاڑنے کو گوپاؤں اور گوپیوں پر بطور چھاتے کے پکڑ رکھاتھا۔جبکہ اندر نے اس سے اترتے وقت خوب سا پانی برسایا تھا۔اس دن کو یا مادو تیایا بھاؤ بہج بھی کہتے ہیں۔کیونکہ بھائی اپنی بہنوں اور نیز دوسرے نزدیک کے خویشیوں کے ہاں جاکر انکے ہاتھہ کا پکایا ہوا کھاتے ہیں۔

۲۰۔دیون دھان یکادسی کارتک کی ۱۱ کو آتی ہے۔اسروز ہندوؤنکا اعتقاد ہے کہ دیوتا چار مہینوں کی نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اسکے دوسرے ہی دن تلسی کا لگن یعنے تلسی پودے کی شادی ہوتی ہے۔

۲۱۔چنپا شاسہتی ٦ مار گیسور کو ہوتی ہے۔اس روز شمال کی جانب آفتاب کا نزول شروع ہوتا ہے۔کھانے اور تل کی مٹھائی کے تحفے برہمنوں اور دوست آشناؤں کو بھیجے جاتے ہیں۔اور اس روز انکے متوفی بزرگوں کی رسم شرادھہ بھی ادا ہوتی ہے۔اور عورتیں نیا اناج پوجتی ہیں۔

۲۲۔سنکٹ چتورتھی پوش ود چوتھہ یعنے پوس کے اخیر حصہ کی چوتھی تاریخ کو ہوتی ہے اور اس روز گنپتی کی پوجا ہوتی ہے۔

۲۳۔بسنت پنچمی پانچریں ماگھہ کو ہوتی ہے۔یہہ موسم بہار کا تہوار ہے۔اسروز برہمن اپنے مریدوں کو آم کے جھاڑ کی کلیاں دیتے ہیں اور لوگ پیلا لباس پہنتے ہیں جسے بسنتی کہتے ہیں۔

۲۴۔رتھہ سپتمی ۷ ماگھہ کو آتی ہے۔اوسروز رتھہ یا لکڑے کی گاڑی کی پوجا کرتے ہیں جو گویا آفتاب ہے بطور ناراین کے کہ اپنی گاڑی پر سوار ہوکر جاتا ہے۔

۲۵۔مہا شیورا ترتی ماگھہ ود ۱۴ کو شوا کی یادگار میں ہوتی ہے۔انکا اعتقاد ہے کہ وہ اسی رات کو پیدا ہوا تھا۔

۲٦۔ہولی یا سیمگہا پھاگن کے ۱۵ تاریخ کو آتی ہے۔ یہہ ہندوؤنکا ایک بہت بڑا تہوار ہے۔

انکے علاوہ ایسے بھی ایام ہیں کہ جنمیں اُپاس یعنے روزہ رکھا جاتا ہے۔جیسے دو ایکادسی جو ہر مہینے کے شُد اور ود کی ۱۱ تاریخ کو اور دوپرا دوسا جو ہر مہینے کی شُد اور ود کی ۱۳ تاریخ کو آتے ہیں۔ایکادسی کے روز وشنو لوگ روزہ رکھتے ہیں اور پردوس کے دن شیواسی لوگ۔

مرقوم الذیل بیان گنیش کی پوجا کا ہے جو ہرسال ہوا کرتی ہے۔گنیش کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ چانول کی مٹھائی کا بڑا شوقین تھا۔اس لئے اسکی پوجا میں ہر ایک ہندو کے ہاں چانول کی مٹھائی افراط سے تیار ہوتی ہے۔اور دیوتا کی نذر کی جاتی ہے۔اور بعد پوجا تمام ہونے کے گھر کے لوگ اس مٹھائی کو کھاتے ہیں۔اس دیوتا کے جدا جدا ایکسو آٹھہ نام ہیں جو پوجا کے وقت لئے جاتے ہیں۔اور ہر ایک نام پر ایک ایک پھول پھینکا جاتا ہے۔یہہ پوجا اس قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے کہ جسکا تاریخ میں کہیں پتا نہیں ملتا۔یہہ گنیش شیوا اور پاربتی کا یا صرف پاربتی کا سب سے بڑا لڑکا ہے۔جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پاربتی کے بدن کے میل سے پیدا ہوا۔شیوا گھر سے باہر گیا ہوا تھا۔اور پاربتی کملاسا میں تنہا تھی۔اسنے چاہا کہ حمام کرلے۔اور اس وقت کسی آدمی کا وہاں آنا اسکو ناگوار تھا۔اسلئے وہ اپنے بدن کو ملنے لگی اور جو میل کہ اسکے بدن سے نکلا اسکا ایک پتلا بنا کر اسکو زندہ کیا اور اسکا نام گنیش رکھا۔اور اسکے بعد اسکو حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھے اور جبتک میں نہا نہ چکوں ہرگز کسی کو اندر آنے نہ دیوے۔گنیش اس حکم کی تعمیل کر رہا تھا کہ اتنے میں شیوا واپس آیا۔اور چاہا کہ گھر میں داخل ہووے لیکن گنیش نے اسکو اجازت نہیں دی۔پہلے تو اوسنے اسکی فہمائش کی اور ملایمت سے کام لیا۔لیکن جب کچھہ فائدہ نہوا تو اسنے دھمکی دینی شروع کی اسپر بھی کچھہ اثر مترتب نہوا تو آخرش اسکا سر کاٹکے مکان میں داخل ہوا۔ پاربتی نے اپنے خاوند کو اندر آتے ہوے دیکھہ کے معلوم کرلیا کہ گنیش مارا گیا۔وہ خفا ہوکر کہنے لگی کہ جبتک میرا خدمتگار زندہ نہو میں شیوا سے بات نہیں کرنے کی۔یہہ سنکر شیوا نے اپنے بھوتوں کے لشکر کو حکم دیا کہ جو کوئی جاندار اپنا سر شمال کی طرف کرکے سوتا ہوا پایا جائے اُسے قتل کرکے اسکا سر گنیش کے دھڑ پر چسپان کردو۔بھوتوں نے بہت دیر تک تلاش کی لیکن سوائے ایک ہاتھی کے جو شمال کی طرف سر کئے ہوے سورہا تھا انہیں کوئی نہ ملا۔انہوں نے حکم کے مطابق سر کاٹ کے گنیش کے دھڑ پر چسپان کردیا۔ اور وہ فوراً جی اُٹھا۔لیکن دھڑ تو اسکا آدمی کا تھا اور سر ہاتھی کا اسلئے ہندوؤں کے نزدیک شمال کی طرف سر کرکے سونا جایز نہیں۔گنیش کو وہ لوگ عقلمندی کا دیوتا اور دافع مشکلات مانتے ہیں۔اور اسی واسطے کسی کار اہم کو اپنے سر پر لیتے وقت۔اسکی پوجا کرتے اور اس سے مدد مانگتے ہیں۔انکا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص تعلیم شروع کرنے یا شادی کرنے یا جنگ کو جانے۔یا کسی بیوپار میں داخل ہونے یا اوس سے دست بردار ہونے کے وقت اس دیوتا کی پوجا کرلے تو کسی طرح کی مشکل اس کے درپیش نہیں آتی۔کوہ ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک جتنے ہندو رہتے ہیں علے العموم انکا پکا اعتقاد

یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ہندو دیوتاؤں میں گنیش یا پلیار سے ہر شخص واقف ہے۔ہر ایک ندی کے گھاٹ کے قریب اور ہر ایک پیپل کے جھاڑ کے نیچے۔ایک پستہ قد۔موٹی چار ہاتھہ والی مورتی جسکا پیٹ باہر نکلا ہوا سر ہاتھی کا اور جسم آدمی کا ہوتا ہے۔چوہے پر سوار بتلائی جاتی ہے۔یہہ گنیش کی مورتی ہے ہندوستان میں کوئی گاؤں یا شہر ایسا نہیں کہ جہاں کم سے کم ایک درجن ایسی مورتی نہ پائی جاتی ہوں۔اس ہاتھی کے سر میں ایک پورا دانت ہے۔اور دوسرا بیچمیں سے کٹا ہوا۔اس ناقص دانت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ پرسورام کے ساتھہ جنگ کرنے میں کٹ گیا تھا۔اس سبب سے یہہ بڑ پیٹو دیوتا یک دنتا کہلاتا ہے ہندو کہتے ہیں کہ ویا سانے گنیش سے مہابھارت لکھوائی ہے۔اس کا لکھنا ایک نہایت مشکل کام تھا کیونکہ ویاسا اسقدر جلد کہتا چلا جاتا تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ اسے لکھہ سکے۔

کالی پوجا کی رسم اسطرح سے بیان کی جاتی ہے حال کی بڑی بڑی طاقتوں کے وجود میں آنے سے بہت پیشتر جبکہ آسمان اور زمین کے درمیان سلسلۂ آمد و رفت جاری تھا اسوقت ہندوستان میں ایک دیت یعنے شیطان شنبہا نامی حکومت کرتا تھا جسکی طاقت اور جسکا رعب و داب زمین اور آسمان دونوں میں بڑھا ہوا تھا اسنے تمام دیوتاؤں کو اونکے آسمانی مکانوں سے ہانک کر نرکباشی کر رکھا تھا۔مہادیو کی مہربانی سے اسکو یہہ قدرت حاصل ہوئی تھی۔جب دیوتا آسمان سے نکال دئیے گئے تو وہ سب مہادیو کی عورت شکتی یا کالی کے پاس گئے۔اور اس سے التجا کی کہ انہیں اس عذاب سے نجات دلائی جائے کالی نے آنکی یہہ التجا قبول کی اور اسیوقت ایک نہایت خوب صورت لڑکی کی شکل میں شنبہا کے باغ میں جو کوہ وندھیا پر کسی جگہہ بنا ہوا تھا جاکر بیٹھی۔اوس شیطان کے خدمتگاروں نے اوسے دیکھا تو اپنے صاحب کو خبر کی اوسنے حکم دیا کہ اس لڑکی کو اسکے حرم سرا میں داخل کیا جائے۔ایک قاصد اس پیغام کے ساتھہ اسکے پاس بھیجا گیا۔لیکن اس لڑکی نے جواب دیا کہ میں اسی سے شادی کروں گی جو لڑائی میں مجھپر غالب آئے۔شنبہا نے بڑے بڑے جنگ آزمودہ پہلوانوں کو اس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔لیکن اوس سے عہدہ برا نہ ہوسکا۔آخرش رکہتا بیج نامی ایک شیطان شنبہا کے بہائی کے ساتھہ چلا آیا تا کہ اس لڑکی کو پکڑ لیوے۔اور حقیقت میں اوسنے اسکو کسیقدر تکلیف بھی دی۔یہہ رکہتا بیج ایک عجب قسم کی زندگی رکہتا تھا۔یعنے اگر اسکے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرتا تھا تو اوس سے ہزاروں پہلوان زمین سے پیدا ہوکر اسکی مدد کرنے لگتے تھے۔آخر اُسے شکست دینے کے لئے کالی کو اپنی شکل بدلنی پڑی اور وہ شکل نہایت ہیبت ناک تھی جو اب تمام ہندوستان میں بتلائی جاتی ہے۔اسنے رکہتا بیج کا سر اسطرح اڑاکر اسکا تمام خون چوس لیا کہ وہ زمین پر گرکے اسکو زیادہ تکلیف دیوے۔اوس دیت کا چھوٹا بہائی بھی دیبی کے ہاتھہ سے مارا گیا۔شنبہا نے جب یہہ حالت دیکھی تو خود میدان جنگ میں چلا آیا اور دیبی کو پہچان کر کہ مہادیو کی عورت ہے ماں ماں پکارتا ہوا اپنے آپ کو اسکے نیزے پر گرا دیا۔اسکے مرنے کے بعد تمام دیوتا آسمان پر اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے۔یہہ اونکی کتھا یعنے اصلی مذہبی قصہ ہے۔اس دیبی کی مورت سنکھیا فلسفی کی تعلیم کے موافق دیوتا کی شکل کا ایک خاکہ ہے۔وہ اسطرح پر کہ۔اسکے چار ہاتھہ ہیں ایک میں تلوار۔دوسرے میں چکر اور تیسرے میں شیطان کا کٹا ہوا سر۔اور چوتھا رحم کے ساتھہ نیکوں کی محافظت کو آگے بڑھا ہوا۔اوسے اور شکل میں بھی بتلایا جاتا ہے۔وہ یہہ کہ ایک مردے پر وہ ناچ رہی ہے جو مہادیو کا مردہ خیال کیا جاتا ہے۔اسکے گلے میں کہوپریوں کا ایک ہار پڑا ہوا ہے۔اور سوائے لنبے لنبے بالوں کے اور کچھہ بدن پر نہیں۔اسکی شکل ایک سخت ہیبت ناک ہونے کی وجہہ سے اکثر علماے یورپ اسکو غیر آریا دیبی خیال کرتے ہیں۔لیکن دیسی اونسے متفق نہیں ہوتے بلکہ اونکی تکذیب میں سنکھیا فلسفی کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔

غار کے مندر

اجنتا کے غار

بودھ مذہب والون کے دلچسپ اور مشہور غار جنہین اجنتا غار کہتے ہین اندھیادری کے ٹیلون مین شہر اجنتا کے شمال و مغرب مین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہین–ان غارون کو جانے کے راستہ مین علی الخصوص موسم برسات مین اور نیز اسکے قبل ملک دکہن کا ایک نہایت خوشنما اور قابل دید منظر پیش نظر ہوتا ہے–لیکن دوسرے موسمون مین جنگل کے سبزہ زار اور پانی کے پیارے پیارے جھرنے اور ان کے اطراف و جوانب کی چیزین آفتاب کی حرارت سے بالکل خشک اور پژمردہ ہوجاتی ہین–یوروپین لوگون کو ان غارون کا حال تخمینہ کم سو برس سے معلوم ہوا ہے پہلے پہل جو انگریز لوگ انہین دیکھنے کے لئے گئے وہ مدراس کے فوجی افسر تھے سنہ ۱۸۱۹ع مین انکا وہان جانا ہوا تہا انکے بعد جنرل سر جے–الکزانڈر نے سنہ ۱۸۲۴ع مین انہین دیکھا تہا–کپتان گرسلی اور مسٹر رالف نے اوسکے چار برس پیچھے–سر جان مالکہم نے ڈاکٹر جے برڈ کو روانہ کیا تہا کہ وہ ان غارون کی جانچ پرتال کرکے ان کی مفصل کیفیت سے اطلاع دین–اسکے پیشتر کئی صدیون تک انمین وحشی درندے اور بھیل لوگ رہا کرتے تہے اسکی دیوارون پر جو قابل قدر نقش و نگار اور سنگ تراشی ہے اسکو کسیقدر نقصان پہونچا ہوا ہے لیکن نہ اتنا کہ جتنا ایلورا کے غارون کو حال سیاحونکی سنگدلی سے–اسکا سبب شاید یہہ ہو کہ اجنتا کے غارون کو جانا اسقدر آسان نہین کہ جسقدر ایلورا کے غارون کو جانا ہے–

اوسکے نقش و نگار مین سے بعض عمدہ مورتین بیرحم وزیٹر اوڑا لیگئے ہین لیکن آخر حضور نظام کی گورنمنٹ نے ممانعت کردی ہے کہ کوئی وہان لوٹ مار نکرے–اور اب ان غارون پر ایک چھوٹا سا پہرا مقرر ہے اور تماشائیون کے ساتھہ وہ

آجنتا کی پہاڑی – جہانسے غار نظر آتے ہین

اندر جایا کرتا ہے - گورنمنٹ آف انڈیا نے ان غارون کے عمدہ نقشے بنوانے مین بہت کوششین کی ہین - چنانچہ دو مرتبہ کپتان جل نے جو ہندوستان مین ایک نامور مصور تہے سنہ ۱۸۴۴ اور سنہ ۱۸۴۸ع مین ان کے عمدہ نقشے تیار کئے تہے - اور یہ نقشے لنڈن کے کرسٹل پیلیس یعنے بلورین محل مین واسطے نمایش کے رکہے گئے تہے - لیکن افسوس ہے کہ سنہ ۱۸٦٦ع کی بڑی آگ مین تقریباً یہ تمام نقشے برباد ہو گئے - اوسکے بعد بمبئی گورنمنٹ کے آرکولوجکل ڈپارٹمنٹ نے سنہ ۱۸۷۲ع مین وہان کے اسکول آف آرٹس کے ہیڈ ماسٹر گریفتھس کو ایک لایق اسٹاف کے ساتہہ اسکی نقش و نگار کے نمونے تیار کرنے کے لئے روانہ کیا اور وہ نمونے وقتاً فوقتاً انگلنڈ مین انڈیا میوزیم کو بہیجدئے گئے ان نقش و نگار کی تاریخ کی نسبت اختلاف ہے کیونکہ مسٹر جے - برجس - ایم - آر - اے - ایس - ; ایف - آر - جی - ایس - کہ جنکی نوٹون پر سے یہ بیان لیا گیا ہے کہتے ہین کہ اسکی تاریخ کا پورا پورا اندازہ نکالنا مشکل ہے لیکن بعض قدیم نقوش جو نمبر ۹ اور ۱۰ کے غارون مین ہین اون کے نزدیک سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے ہین اور باقی اکثر چہٹی صدی کے لیکن بعضے ساتوین صدین کے بہی ہین اور مسٹر گریفتھس کی راے ہے کہ اٹالیا مین چودہوین صدی درمیان جس قسم کے نقش و نگار تیار ہوے تہے اوسی قسم کے یہ بہی معلوم ہوتے ہین جس سے پایا جاتا ہے کہ انکے اور انکے خیالات مین بہت مشابہت تہی - اسکے بنانے والے خواہ کوئی ہون لیکن انکی نسبت اتنا تو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ضرور دنیادارون سے میل جول رکہتے تہے - اور انکے حالات سے بخوبی واقف تہے کیونکہ وہان کے نقش ونگار مین روزانہ زندگانی کی شکلین نہایت عمدگی سے دکہلائی گئی ہین اور غالباً یہ انہین لوگون کا کام ہے جو رات دن اوسکو دیکہتے ہون - ان کے نہایت باریک بین اور صاحب ذہن وقاد ہونے مین کوئی کلام نہین -

ذیل مین ہر ایک غار کی کیفیت درج کی جاتی ہے

غار ۱ - یہ ایک خانقاہ ہے جو بہ نسبت دوسرے اجنٹا مین بنی ہوی خانقاہون کے نہایت خوبصورت ہے - اوسکی عمدہ کہدی ہوئی دیہوڑہی جو برآمدے کے سامنے ہے اسمین اسکی گذشتہ شان و شوکت کے کسیقدر نشان نظر آرہے ہین - برآمدے کے باہر دونون طرف دو کمرے ہین جن کے دروازون کے سامنے دو دو کہم ہین اور جنکی زمین کسیقدر اونچی ہے تاکہ مکمل کہم اوسکے سامنے کی بلندی کے برابر ہموار ہوسکین - اوسکی مغربی طرف کا کمرا دوسرے کمرے سے ملا ہوا ہے جو ۱۳½ فیٹ مربع اور کسیقدر تاریک ہے اور اسکے داہنی طرف کے کمرے سے دوسرے دو کمرے شامل ہین جو کسیقدر چہوٹے ہین - اسکا برآمدہ ٦۴ فیٹ لمبا ۹½ × چوڑا اور ۱۲½ بلند ہے اسکے کگر نقش و نگار اور سنگ تراشی کا ایک عمدہ نمونہ ہین - سامنے کے دروازے کے چوکہٹے مین بہی نقش و نگار ہے اور کگر کے اوپر کے حصے مین جدا جدا خانے ہین جن مین انسانی

آجنٹا کی پہاڑی - جہانسے غار نظر آتے ہین

غار نمبر ۱ — ۲ کا بر آمدہ — آجنٹا

مورتیں یا پاک ہنس کے جوڑے ہیں کہ جن کے پر نقش و نگار کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہیں تاکہ جگہہ خالی نہ رہے۔ یہ صنعت شنگالیون سے زیادہ خصوصیت رکھتی ہے۔ برآمدے کے بیچ میں ایک وسیع دروازہ ہے جو ایک بڑے دالان سے جو تقریباً ٦۴ مربع فیٹ ہے ملا ہوا ہے اور اسکے اطراف بیس ۲۰ ستون ہیں اور ستون کے درمیان ۱۲/۱ فیٹ کا راستہ۔ اور اس میں ویسی ہی سنگ تراشی ہے کہ جیسے سیلون۔ برما اور چین کے بودھہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ ان کے بیچ میں ایک ستون ہے جسکا نقش و نگار قابل تعریف ہے اسپر چار ہرن ہیں اور انکے سر اس خوبی سے تراشے گئے ہیں کہ ذرہ بھر فرق نہیں۔ انمیں سے کوئی سر چاروں میں سے کسیکے بدن پر رکھہ دیا جاے تو اوسیکا معلوم ہونے لگے ۔ اس غار میں جوگیون کے لئے کمرے بنے ہوے ہیں۔ اور بودھہ کی ایک تصویر ہے جو ۲۰ بیس فیٹ کی وسعت میں ہے۔ اس غار میں بہت سے نقش و نگار ہیں جو علم آثار قدیم کے نہایت دلچسپ نمونے ہیں۔ اور انمیں جو تصویریں شیرین اور خسرو کی خیال کی جاتی ہیں وہ بھی قابل دید ہیں —

غار ۲ – یہ بھی ایک خانقاہ ہے لیکن پہلے خانقاہ سے چھوٹی – اور صناعی میں بھی اس سے کم اس غار میں جو عبادت کی جگہہ ہے وہ کوئی ۱۴ فیٹ لمبی اور ۱۱ فیٹ چوڑی اور ۱۱ فیٹ اور ۵ انچہ اونچی ہے اور تاریک – چونکہ ایک مدت تک چمگادڑ اس میں رہا کرتے تھے اس لئے اوسکی چھت کی نقاشی بالکل خراب ہوگئی ہے لیکن اسکے برآمدے میں ابھی بہت سے نقش و نگار ایسے ہیں کہ جنکا نمونہ برابر لیا جا سکتا ہے۔ برآمدہ دالان۔ اور پوجا کی جگہہ کے نقش و نگار بہت سے ان راجاؤن اور رانیون کے اقسام کے واقعات کو ظاہر کررہے ہیں جو ان میں کندہ ہیں۔ پوجا کی جگہہ کی دیوارون پر بودھہ اور اوسکے خدمتگارون کی تصویریں ہیں اور اسکے مقابلہ میں چھت کے ایک حصہ پر لٹکتی ہوئی مورتیں بنی ہوئی ہیں جو بودھہ کو پھول نذر دے رہی ہیں۔ اس غار میں اڑتیس نقش و نگار ہیں جو برابر سمجھہ میں آتے ہیں —

غار ۳ – یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جو ٹیلے کے اوپر سامنے کہدی ہوئی ہے لیکن تمام نہیں ہوئی اس کا برآمدہ ۲۹ فیٹ لمبا اور ۷ فیٹ چوڑا ہے اور اسکی چھت کے نیچے چھہ ستون ہیں چار گول اور دو مربع لیکن ان پر کچھہ نقش و نگار نہیں۔ دالان میں جانے کا ایک دروازہ ہے۔ لیکن وہ برابر کہدا ہوا نہیں اور علاوہ اسکے اور ایک دوسرے درجہ کی اوسمیں ابتدا ہے —

غار ۴ – یہ بھی ایک خانقاہ ہے اور سبھون سے بڑی اسکا برآمدہ کوئی ۸۷ فیٹ لمبا اور ۱۰ فیٹ چوڑا اور

غار نمبر ۴ کے روبرو کے نقش – آجنٹا

غار نمبر ۹-۱۰ میں جانے کے راستے

غار نمبر ۹ کا اندرونی حصہ - آجنٹا

غار نمبر ۱۰ کے دہنے طرف کے نقش - آجنٹا

۱۶ فیٹ اونچا ہے اور اس مین آٹھہ ستون ہین ہشت پہلو – جن کے کگر بالکل سادے ہین اس برآمدے کے دونون طرف دو کمرے ہین ۱۰ فیٹ لمبے اور ۸½ فیٹ چوڑے – انکے چھوٹے چھوٹے دروازون پر تین تین زینے لگے ہوے ہین – اس غار کے دالان کے تین دروازے ہین بیچکا دروازہ تمام اجنٹا کے غارون کے دروازون سے نہایت مکمل اور خوبصورت ہے – یہان علاوہ بہت سی عمدہ مورتون کے بودھہ کی ایک مورت ہے جسمین وہ دعا مانگ رہا ہے اس مورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بہی اسی زمانہ کے قریب قریب بنی ہوئی ہے کہ جس زمانہ مین ایلورا – دھیڈناڈا – اور اورنگ آباد کا ساتوان غار بنا ہوا ہے اس غار مین کوئی نقش و نگار نہین سوائے برآمدے کی چھت کے کہ جس مین ایک جگہہ نہایت آبدار رنگ کی ہے اس کا دالان ۸۷ مربع فیٹ کا ہے اور اس مین سادے ۲۸ کہم ہین انپر ویسا نقش و نگار نہین جیسا پہلے اور دوسرے غار کے کہمون پر ہے لیکن اسکے کگر خوبصورت ہین

غار ۵ – اس غار کو نمبر ۴ سے ایک ناہموار اور پتھریلا راستہ ہے – یہہ بہی ایک خانقاہ ہے – لیکن نامکمل – اسکا برآمدہ ۴۵ فیٹ لمبا اور ۸ فیٹ ۸ اِنچہ چوڑا ہے – اس مین چار کہم ہین جن مین سے صرف ایک مکمل ہے – اور دوسرے نامکمل – دروازے کی کگر پر مورتین نظر آتی ہین – لیکن اس کے اندر سنگ تراشی کی کوئی صنعت نہین –

غار ۶ – اس غار مین دو درجے ہین لیکن نیچے کے درجہ کا تمام برآمدہ گرا پڑا ہے – اسکا دالان جو ۴۵ مربع فیٹ کا ہے اس مین کوئی ۱۶ کہم تہے لیکن اب فقط ۷ باقی رہگئے ہین – چونکہ اس مین دیسی لوگ رہتے تہے اور ہمیشہ آگ جلایا کرتے تہے اس لئے وہ خراب ہوگیا ہے اور اوسکی شکل ویرانہ کی سی معلوم ہوتی ہے اوسکے اوپر کے درجے کو چڑھنے کے زینے جو دروازے پاس ہین بالکل شکستہ ہوگئے ہین اس لئے اوپر کے برآمدے کو جانا دشوار ہے – اس برآمدے مین چار گول اور دو مربع ستون ہین لیکن مربع ستونون مین سے صرف ایک ہی باقی رہگیا ہے اور واقعی یہ ایک نہایت عمدہ ستون ہے اس غار مین بنسبت اور اجنٹا کے غارون کے بودھہ کی بہت سی مورتین ہین – جن مین اکثر کہڑی ہوئی ہین – غالباً ان غارون مین یہ غار حال ہی کے زمانے کا معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس کا نقش و نگار دہوین کی وجہہ سے بالکل مٹ گیا ہے لیکن شاہی محل کا نقش صاف پہچانا جاتا ہے اور اِندرا کی تصویر پرستش گاہ کے دروازے کے دونون طرف نظر اتی ہے –

غار ۷ – یہ ایک اور خانقاہ ہے لیکن ابتک جتنی خانقاہونکا بیان ہوا انمین اور اس مین بعض باتون کا اختلاف ہے چنانچہ اسکے برآمدے مین دو ڈہوڑیان ہین اور ہر ایک ڈہوڑی مین دودو ہشت پہلو ستون ہین جنکے کگر ایلیفنٹا (گھاراپوڑی) کے دوسرے غار کے کہمون سے کسیقدر مشابہت رکھتے ہین – اس مین علاوہ بودھہ کے بودہی ساترا اور نیز دوسری بہی مورتین ہین جن مین سے بعض بیٹھی ہوی اور بعض کہڑی ہوی – پرستش گاہ کے دروازے کے اوپر مورتین نکالی ہوئی ہین اور نیچے شیر ببر کا سر اور پنجے – برآمدے مین سے ہوکر چھوٹے چھوٹے کمرون اور پرستش گاہ مین جایا جاتا ہے جہان کی چھت اور کالی دیوارون پر کسیقدر نقش و نگار کے آثار باقی رہگئے ہین –

غار ۸ – یہ بہی ایک خانقاہ ہے لیکن اسکے سامنے کا حصہ بالکل منہدم ہوگیا ہے دالان مین جو کچہہ باقی ہے اوس کی لمبائی ۳۲ فیٹ چوڑائی ۱۷ فیٹ اور اونچائی ۱۰ فیٹ ہے – یہ غار ٹیلے کے نشیب مین ہے جو مٹی سے پٹ گیا ہے – پرستش گاہ کے دالان اور پیش دالان کے دونون طرف دودو کوٹہریان ہین – پیش دالان کا دروازہ بہت نیچا ہے اور اوسکے بیچھے ایک پتھر کی چوکی ہے – لیکن اس مین کوئی نقش و نگار نہین –

غار ۹ – یہ غار ایک چھوٹا سا مندر ہے اور نہایت قدیم زمانے کا – غالباً سنہ عیسوی کی پیشتر کی صدی مین بنا ہوا ہے – یہ ۴۵ فیٹ لمبا ۲۲¾ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ اور ۲ اِنچہ اونچا ہے – اس کے وسط مین ستونون کی قطار ہے جسکے دونون طرف دو راستے ہین – ان ستونون کے پیچھے ایک نصف دائرہ ہے جس کے بیچ مین ایک پرستش گاہ ہے اور اسکا قطر ۷ فیٹ اوسکی بنیاد ایک سادے بیلن کی سی ۵ فیٹ اونچی ہے اور اوس کے اوپر ایک گنبد ہے جسکا قطر تقریباً ۶ فیٹ اور ۴ انچہ اور اونچائی ۴ فیٹ اور اس گنبد کے اوپر ایک مربع کگر ہے ۱½ فیٹ بلند اور اوس کے اطراف کٹہرا ہے – اوسکی صورت ایک زمانۂ قدیم کے صندوق کی سی ہے جسکے اوپر ایک ڈہکن ہے یہ گویا ایک قسم کی میز ہے جس مین چہہ خانون کی شکل ہے جن مین کا ہر ایک اپنے نیچے کے خانے سے کسیقدر باہر نکلا ہوا ہے اس کے اوپر مثل کالی کے غارون کے – ایک لکڑی کا چھاتا ہے اس غار کے درمیان مین ۲۱ ستون ہین ہشت پہلو – لیکن انپر کوئی نقش و نگار نہین – اس مین جو کچہہ نقش و نگار باقی رہگیا ہے وہ دو یا دو سے زیادہ زمانون کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے – اوس کی دیوارون کے بعض حصون پر دو تہ جمی ہوئی ہین جو صاف طور پر معلوم ہوتی ہین – ان مین بعض کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے اخیر نصف حصہ کی ہین –

غار ۱۰ – اجنٹا مین یہ سب سے زیادہ قدیم مندر ہے اور اوسکے پہلو لکڑے کے ہین جیسے بھاجا – کارلی وغیرہ مین ہین – یہ بالکل سادا ہے اس مین کسیطرحکا نقش و نگار نہین اوسکے بنیاد کا قطر ۵½ فیٹ ہے اور اسکا گنبد

نصف کرّے سے کچھہ زیادہ ہے اس مین ایک بڑی کمان ہے جسکے داہنی طرف یہ عبارت کندہ ہے (ترجمہ) "گریہا مکھا کی نذر - واسش تھپوترا کی طرف" چونکہ یہ ایک نامربوط عبارت ہے اس لئے یہ کہنا ممکن نہین کہ یہ غار واسش تھپوترا نے کھودا تھا یا صرف دروازہ بنایا تھا لیکن اسکی تعمیر یا تو سنہ عیسوی کے قبل دوسری صدی مین ہوئی ہے یا سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے نصف اول مین - اس غار مین عمدہ نقش و نگار کیا ہوا تھا اور بعض حصے ایک سے زیادہ وقت منقش ہوے ہین لیکن اب کچھہ کچھہ اوس کے آثار باقی رہگئے ہین - دیسیون نے سب مٹادئے - مسٹر برجس کی راے ہے کہ سنہ عیسوی کی دوسری صدی ہی اوسکی تعمیر کا صحیح زمانہ ہے—

غار ۱۱ - یہ ایک خانقاہ ہے - اور ٹیلے کی بہت بلندی پر - اور اوس کی شکل معمولی خانقاہ کی سی ہے - چونکہ اس کے دالان مین بد ڈول اور اعلی وضع کی ہشت پہلو ستون ہین اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ان کھمون کا اسوقت کا نمونہ ہے جبکہ پہلے پہل خانقاہون مین کھمون کا تراشنا ایجاد کیا گیا - اس غار مین چند کمرے ہین اور وہ بھی دیوارون مین بلندی پر - اس لئے مشکل سے دکھلائی دیتے ہین اس کے بائین طرف کو ایک دڑاڑ ہے جو ایک مخفی کمرے کو گئی ہوئی ہے - اور اوسکے سیدھے طرف ایک قسم کی پتھر کی نشست گاہ ہے اور پرستش گاہ مین بودھہ کی مورت اور اس مورت کے مقابلہ مین انسان کی ایک نہایت خوبصورت تصویر ہے - جو زانو پر بندگی کرتا ہوا بیٹھا ہے اسکے منھہ اور ہاتھہ کو عمداً نقصان پہونچایا گیا ہے - ایسا گمان ہے کہ شاید وہ اسکا کھودنے والا سواے برآمدے کے اس غار کا تمام نقش و نگار خراب ہوگیا ہے برآمدے کی چھت اور غار کے اوپر اور ستون کے باہر جو نقش و نگار ہے وہ ابتک کامل ہے اور علم مساحت کا ایک عمدہ نمونہ - اندر کے نقش و نگار سے گو کہ وہ صاف نظر نہین آتا ہے لیکن تاہم پایا جاتا ہے کہ اوسپر بودھہ اور بودھی ساترا کی مورتین تھین—

غار ۱۲ - ۱۳ - یہ دونون قدیم خانقاہین ہین لیکن ان کے دروازے منہدم ہوگئے ہین - ان دونون کے اندر ستون نہین - اور کوٹھریون مین پتھر کے پلنگ نما چبوترے بنے ہوے ہین جو سنہ عیسوی کے دوسری صدی کے غارون سے خصوصیت رکھتے ہین - نمبر ۱۲ کا دالان ۳۶¼ مربع فیٹ کا ہے - اور اسکے اندر تین طرف چار چار کوٹھریان ہین - انمین سے ۱۱ مین پتھر کے پایون پر دو دو پلنگ نما چبوترے ہین اور دیوارون مین کمرون کے دروازون پر سائبان کھدے ہوئے ہین جو مندر کے دریچے کی شباہت رکھتے ہین - اور دوسری جگہہ پر اور بھی دریچہ نما نقش ہین پیچھے کی دیوار مین ایک کمرے کے دروازے کے بائین طرف دو سطرون مین ایک مختصر عبارت کندہ ہے

غار ۱۴ - یہ غار ٹیلے مین برابر نمبر ۱۳ کے اوپر کھدا ہوا ہے - اور اس مین جانے کے لئے نمبر ۱۲ مین ایک ناہموار سیڑھی بنی ہوئی ہے - یہ غار نامکمل ہے اور غالباً بہت پیچھے تیار کیا ہوا—

غار ۱۵ - اسکا برآمدہ بھی مثل ایک خانقاہ کے ہے - جسکا دروازہ منہدم ہوگیا ہے اوسکے دونون طرف دو کمرے ہین اسکے اندر کا دالان تقریباً مربع ہے اور ہر طرف کوئی ۳۴ فیٹ - اور اسکی بلندی ۱۰ فیٹ اور ۲ انچہ کی ہے - اس مین ستون نہین ہین لیکن چارون طرف چار چار کوٹھریان ہین اس کی پرستش گاہ مین ایک پہیہ دار چوکی پر بودھہ کی مورت چار زانون بٹھلائی ہوئی ہے اور اس کو شیرببر جتے ہوئے ہین - دالان مین دو تراش ثابت ہین لیکن پیش دالان کے چھت پر نقش و نگار کا کسیقدر اثر باقی ہے—

غار ۱٦ - یہ ایک نہایت عمدہ اور عالیشان خانقاہ ہے اور تمام غارون مین اس کا نقش و نگار قابل دید ہے - اسکے تین دروازے ہین ایک بیچمین اور دو بازو پر معہ دریچون کے - اوس کے بڑے دروازے کے دونون طرف دو مربع ستون ہین جن پر عورتون کی مورتین کھڑی ہوئی ہین - اس کا دالان ٦٦¼ لمبا ٦٥¼ چوڑا اور ۱۵¼ فیٹ اونچا ہے - اور اسکی چھت مین ۲۰ ہشت پہلو کڑیان ہین - اس کے مندر مین سیدھا دالان مین سے جایا جاتا ہے وہان دونون طرف دو کمرے ہین - مندر اور دالان کے درمیان ایک سنگین دیوار ہے مثل چلمن کے جس مین دو کھم ہین - مندر مین بودھہ کی ایک بہت ہی بڑی مورت ہے جو تعلیم دینے کی وضع مین تراشی ہوئی ہے - اس غار کی تاریخ ۵۰۰ سنہ عیسوی کی ہے - اس مین چوطرف بہت سی عبارتین کھدی ہوئی ہین - اگرچہ بہت سی مورتین یا تو بالکل مٹ گئی ہین یا شکستہ کردی گئی ہین - لیکن جو کچھہ باقی ہین وہ مشرقی صنعت کا ایک عمدہ نمونہ ہین - یہ نمونہ رنگ آمیزی اور صورت کشی کا نہین - بلکہ مورتون کے چہرون پر اصلی حالت کے ظاہر کرنے کا ہے -

غار ۱۷ - یہ بھی ایک خانقاہ ہے اور مذکورۂ اخیر غار سے بالکل مشابہ اور تقریباً اسیوقت کا کھدا ہوا - مسٹر فرگیوسن جو ہندوستان کے ایک مشہور عالم آثار قدیم ہین - ان دونون غارون کو بہ نسبت دوسرے تمام غارون کے نہایت دلچسپ خیال کرتے ہین - اس غار کے دروازے سے ایک زینہ لگا ہے جو غالباً کسی ندی تک نیچے گیا ہوا ہے - اس مین بودھہ کی بہت سی تصویرین ہین - اور اٹھارہ کمرے - اس مین بہ نسبت اور غارون کے عبارت بالکل تھوڑی سی ہے اور نقش و نگار بہت سا - یہ ایک نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس مین بہت سے نقوش ایسے ہین جنکی نقل آسانی سے لیجا سکتی ہے - اس غار کا نام غار منظر ہے - کیونکہ اس کے برآمدے کے بائین

طرف ایک عجیب قسم کا دنیا کا گول نقشہ ہے درمیان سے آٹھہ حصون مین تقسیم کیا ہوا۔ اور ہر ایک حصہ مین انسانون کي مختلف وضع کي شکلین کندہ ہین۔ سنہ ۱۸۲۸ مین اسکے ایک حصہ مین ۷۳ شکلین گني گئین تہین اور ہر ایک شکل پانچ سے سات اِنچہ تک لمبی۔ لیکن اسوقت ان مین سے بہت سي ناپید ہین اس غار مین نہایت عمدہ اور اعلی درجہ کي سنگ تراشی ہے۔ مسٹر برجس نے ایک فہرست لکھي ہے جس مین ٦١ شکلین اور نقوش کي تعداد مندرج ہے۔ انمین بہت کم ایسے ہین جو دوسرے غارون کے نقوش سے اختلاف رکھتے ہون۔ مثلاً سیلون مین وجایا کا مہبط اور تاج پوشی۔ حکایتِ سبہی راجا۔ وغیرہ وغیرہ۔۔

غار ۱۸۔ یہہ ایک صرف پیش دالان ہے ۱۹ فیٹ اور ۴ اِنچہ لمبا اور ۸ فٹ ۱۰ اِنچہ چوڑا۔ اور اس مین دو ستون ہین۔ یہہ اسلئے بنایا گیا ہے کہ ایک پانی کے حوض کو ڈہانپنے اور نیز اس مین سے ہوکر اس کے بازو کے غار مین جایا جائے۔۔

غار ۱۹۔ مندر کے غارون مین یہہ تیسرا غار ہے اسکي اندروني ساخت نمبر ۹-۱۰ سے اختلاف رکہتي ہے۔ کیونکہ وہ دونون بالکل سادے ہین اور یہہ مکمل طور پر منقش ہے۔ اسکي لمبائي ۴٦ فیٹ کي۔ چوڑائي ۲۴ فیٹ کي۔ اور اونچائي ۲۴ فیٹ ۴ اِنچہ کي ہے۔ اسکے بیچمین مندر کے رخ پر دو کہم ہین۔ اور پیچہے پندرہ۔ انمین کا ہر ایک ۱۱ فیٹ اونچا ہے۔ اور اچہا تراشا ہوا۔ اسکے گنبذ کے پہلوؤن مین تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر شیر کے سر بنے ہوئے ہین۔ اور مندر کے درمیان بودھہ کي مورتین ہین جن کے اوپر تین پتہر کي چہتریان ہین ایک کے اوپر ایک۔ اسکي چہت بہي منقش ہے جسمین خوبصورت بہول۔ اور بودھہ کي مورتین اور مندر ہین اور اسکي دیوارون پر بہي بودھہ کي تصویرین ہین۔ اور دروازے اور پیش دالان پر ایسي عمدہ اور مکمل سنگ تراشي ہے کہ جسکا تفصیل کے ساتہہ بیان کرنا ممکن نہین۔ اس غار کي نسبت مسٹر فرگیوسن کہتے ہین کہ اس مین بودھہ لوگون نے اپني عمدہ سے عمدہ صنعت صرف کي ہے۔۔

غار ۲۰۔ ایک چہوٹی سي خانقاہ ہے۔ جس کے برآمدے مین چار ستون ہین۔ اس برآمدے سے چہت مین کڑیان اور شہتیر نکالے ہوئے ہین۔ اس مین ایک مورت ہے جسکو بہیل لوگ میٹ سین درانانہہ کہتے ہین اور علاوہ اسکے اس غار بودھہ کي بہي بہت سي مورتین ہین۔ دیوارون کي تراش تمام منہدم ہوگئي ہے۔ اگرچہ اوسکي چہت اور عام نقاشي مین سے کچہہ کچہہ سمجہہ مین آتا ہے۔۔

غار ۲۱۔ یہہ غار نمبر ۲۰ سے بہت دور ہے۔ اس کا برآمدہ تمام منہدم ہوگیا ہے۔ لیکن اسکے عمدہ تراش کے کہم جو برآمدے کے دونون طرف ہین ویسے ہي ہین جیسے غار نمبر ۱ مین ہین۔ انسے ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً یہہ بہي ویسي ہي عمدہ نقش و نگار کے ساتہہ تیار ہوا تہا جیساکہ وہ غار۔ دالان کي چہت جو ۵۱ مربع فیٹ کي ہے ۱۲ عمدہ تراش کے ستونون پر کہڑي ہوی ہے اور یہہ ستون ویسےہي ہین جیسے نمبر ۲ کے غار مین ہین۔ چہت اور نیز آگے اور پیچہے کے راستون کا نقش ابتک صاف دکہلائي دیتا ہے۔ اوسکي نیلاہٹ ویسي ہي تازہ ہے جیسے ایک ہزار برس پہلے تہي۔ اور باقي کا جو کچہہ تہوڑاسا نقش و نگار تہا وہ سب مٹ گیا ہے۔۔

غار ۲۲۔ دوسري ایک چہوٹي سي خانقاہ ہے۔ فقط ۱٦½ فیٹ مربع اور ۹ فیٹ اونچي۔ اس مین چار

غار نمبر ۲۴ کا برامدہ۔ اجنٹا

غار نمبر ۲۶ کا نظارہ — آجنٹا

نامکمل کوٹھریان ہین — دریچے وریچے کچھہ نہین — لیکن اوس کا دروازہ بہت خوبصورت ہے — اور ایک چھوٹا سا دو سیڑھیون کا برآمدہ ہے جسکے دونون کھم شکستہ ہوگئے ہین — اس مین بھی بودھہ کي مورت ہے جسکے پیر ایک کنول کے پھول پر ہین — یہہ گویا اسکي ایک حلاقي کي علامت ہے — اور مندر کي داہني طرف بودھہ کي سات تصویرین کندہ ہین جنکے نیچے اوس کا نام لکھا ہوا ہے — اور ہر ایک سطر مین یہہ عبارت کندہ ہے — سکھیا بکشو کا فماضانہ ملاقات کا اقرار . . . اس کا معاوضہ . . . مان باپ اور تمام مخلوقات کو ہووے . . . جنہین خوبصورتي اور خوش نصیبي بخشي گئي ہے — اچھے اوصاف اور آلات . . . درخشان . . . محافظ روشني کا . . . اسطرح سے خوش نما ہے —

غار ۲۳ — ایک بارہ ستوني خانقاہ ہے جو تقریباً ۵۰ فیٹ مربع اور ۱۲ فیٹ اونچي ہے — برآمدے مین چار مکمل ستون ہین اور نیز اوسکے دونون کونون پر پرستش گاہین ہین — اس غار مین نقش و نگار کا کہین نام نہین —

غار ۲۴ — یہہ ایک ناتمام خانقاہ ہے — کوئي ۷۵ مربع فیٹ کي — معلوم ہوتا ہے کہ اسکو وسیع کرنے کا ارادہ تھا — لیکن وہ ایسي ہي رہگئی — اگر کبھی یہہ تیار ہوگئی ہوتی تو یہان کے تمام غارون مین غالباً نہایت خوبصورت ہوتي — اس غار سے اسکے کہودنے کا طریقہ ظاہر ہورہا ہے — پہلے اس مین کلہاڑیون سے پتھر کو کہود کے سیدہی گلیان نکالي گئین ہین اور اسکے بعد ان مقامون کو چھوڑکر جہان جہان ستون بنانا منظور تہا درمیاني دیوارین کو توڑ دیا گیا —

غار ۲۵ — یہہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے — ٹیلے کے کسیقدر بلندي پر — اسکے تین دروازے ہین — اس کے دالان مین نہ کوئي کمرا ہے اور نہ کوئي پرستش گاہ — لیکن برآمدے کے کنارے پر ایک کمرا ہے جسکے داہنی اور بائیں حجرے بنے ہوئے ہین — اسکے سامنے ایک محراب ہے جس مین دو کمانین اور ایک دروازہ ہے جو اوسکے بازو لے غار کے کوٹھے پر لیجاتا ہے —

غار ۲۶ — یہہ اس سلسلے مین چوتھا مندر ہے اور نمبر ۱۹ سے بہت مشابہ — اسکي ابتدا چھٹھي صدی کا وسط خیال کي جاتي ہے — اسکے نقوش بہ نسبت تمام اجنتا کے غارون کے بہت زیادہ اور بالکل مکمل ہین — اگرچہ وہ ایک ہی قسم کے ہین لیکن تراش کے خوبی مین انسے کسیقدر کم ہین — اس مین کچھہ عبارت بھی کندہ ہے لیکن بالکل محو ہوگئی ہے — یہان ایک نہایت دل چسپ نقش ہے جو اوسکے تحقیق کرنے والون کو سخت پریشان کرتا ہے — وہ یہہ ہے کہ مارا بودھہ کے مقدمہ کي تحقیقات کرتا ہے — اسکي اصلیت کچھہ ظاہر نہین ہوتي — اس نقش مین اکثر صورتین بہت خوبصورت بنی ہوئی ہین —

غار ۲۷ — یہہ ایک اخیر خانقاہ ہی — جس کا برآمدہ بالکل شکستہ ہوگیا ہے — غار کے سامنے ایک بہت بڑا ٹکڑا پڑا ہوا ہے — جو مکمل نہین کیا گیا — فقط پرستش گاہ کا پیش دالان کہلا ہوا ہے — اسکے بائین طرف تین کمرے ہین — اور پیچھے دو — اور نیز بائین طرف کي باقي جگہہ مین ایک کمرا بنا ہوا ہے —

غار ۲۸ ۲۹ — پہلا غار ایک مندر کي ابتدا ہے — اس مین سوائے ایک بڑی کمان کے بالائي حصہ کے جو دریچہ ہے اور بالکل مکمل — دوسری کوئي چیز تکمیل کو نہین پہونچائی گئی — اور دوسرا غار صرف ایک خانقاہ کا برآمدہ ہے — پہلے غار مین جانا سخت مشکل ہے — اور دوسرے غار مین ناممکن ہے —

نمبر ۱—۲—۶—۹—۱۰—۱۶—۱۷—۱۹— اور ۲۰ کے غارون مین مشہور استرکاری کے نقوش ہین جو چودہ سو برس پیشتر کے خیال کئے جاتے ہین — اور جن سے ہندوستان کے اوسوقت کے لوگون کا مذہب اور انکے سوشیل زندگي کے حالات دریافت ہوتے ہین — جب کے یہان بودھہ مذہب پھیلا ہوا تہا —

ایلورا کے غار

ایلورا کے قصبہ مین کانچہ کانچہ شہر پناہ کی دیوار ہے اور اس مین کسی مسلمان کا مزار ہے جو شفا بخشی مین تمام دکہن مین مشہور و معروف ہے۔ایلورا ناندگانون کے اسٹیشن سے قریب ہے جو جی۔آئی۔پی ریلوے لین پر بمبئی سے ۱۷۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔یہان کا نظارہ برسات کے بعد قابل دید ہوتا ہے۔تمام ٹیلے اور پہاڑیان سبز اور چوطرف پانی کے جہرنے کشادہ ہوتے ہین۔ اورنگ آباد سے ایلورا کی سڑک دولت آباد کے قلعہ کے اطراف سے گہومتی ہوئی پیپل گہاٹ سے روضہ کو جاتی ہے۔جسکے نیچے غار کہدے ہوے ہین۔اسکو پیپل گہاٹ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکے دونون طرف ہندؤن کے مقدس پیپل کے جہاڑ لگے ہوئے ہین۔اس دشوار گذار چڑہائی کے نصف راستے مین دو ستون قایم ہین جن پر اورنگ زیب کے دربار کے امرا کے نام کندہ ہین۔گمان کیا جاتا ہے کہ انہین لوگون نے اِن غارون کا راستہ ڈہونڈہ نکالا ہی۔اِن غارون کا ذکر پہلے مسعودی عرب نے کیا ہے۔جو دسوین صدی مین جغرافیہ دان گذرا ہے۔اوسنے اسکو صرف ایک تیرتہہ کی جگہہ بتلائی ہے۔سنہ ۱۳۰۶ع مین جبکہ گجرات کی ایک ہندو شہزادی یہان آ کر چہپی تہی تو اسکی تلاش مین علاؤالدین یا اوسکے سپہ سالار یہان آن پہونچے تہے۔اور یہان سے اوسکو پکڑ کے دہلی لیگئے جہان شہزادے کے ساتہہ اوسکی شادی کردی گئی۔جس ٹیلے پر یہہ غار واقع ہین اوسکی شکل ہلالی ہے۔مسٹر فرگیوسن اجنٹا اور ایلورا کے غارون کا مقابلہ کرتے ہوے کہتے ہین کہ از روے علم تعمیر ایلورا کے غار اجنٹا کے غارون سے اختلاف رکہتے ہین۔ کیونکہ یہہ ایک ٹیلے کے ڈہالوان طرف بنے ہوئے ہین۔ نہین کہ تقریباً ایک عمودی ٹیلے مین۔زمین کی اسطرح بناوٹ کی وجہ سے تقریباً تمام ایلورا کے غارون کے سامنے صحن ہین اور علاوہ اسکے چٹان کے باہر اکثر غارون کی دیوار بہی ہے اور دروازے بہی۔لیکن باوجود اس کے وہ باہر سے بالکل نظر نہین آتے اور جب تک لوگون کو انکی کیفیت سے آگاہی نہو وہان سے گذرتے ہوے کبہی انکا خیال بہی نہین آتا وہان اندرا کے چوک مین دو خوش آہنگ ستون ہین جو دیکہنے والون کو معلوم نہین ہوتے اور نہ اندر کبہی انکی نظر پڑتی ہے—

حال مین شمس العلما سید علی بلگرامی۔بی۔اے۔بی ایل۔ایف۔جی۔ایس نے جو گورنمنٹ نظام کے محکمہ تعمیرات کے سکرٹری ہین ایک چہوٹی سی گائڈ بک شایع کی ہے جو منتخبات کا ایک مجموعہ ہے۔ہم ان مشہور

ایلورا کی پہاڑی۔جہانسے غار نظر آتے ہین

تاریخی غارون کا مندرجۂ ذیل بیان اسی مجموعہ سے اخذ کرتے ہین —

ایلورا کے غار مشتمل ہین ایک بہت بڑے اقسام کے پہاڑی مندرون پر جو ہندوستان مین واقع ہین — ان مین تین گروہ کے مندر ہین — بودھہ — برہمن — اور جین اور تینون مین نہایت عمدہ اور قابل دید صناعی کے نمونے پائے جاتے ہین —

ایلورا کا قصبہ قلمرو نظام مین اورنگ آباد کے شمال و مغرب مین کوئی چودہ میل پر واقع ہے گریٹ انڈین پننشولا ریلوے کے ناندگانون اسٹیشن سے ان غارون کو نہایت آسانی کے ساتھہ جایا جاتا ہے — کیونکہ وہان سے صرف چھیالیس میل کا فاصلہ ہے وہان سے پمپل گانون تک ناندگانون اورنگ آباد میل ٹانگے کی سڑک بنی ہوئی ہے اور راستے مین تیرہ میل پر تھاروڈا مین مسافرونکا ایک بنگلہ ہے اور دیزگانون بتیس میل فاصلہ پر — پمپل گانون سے ایلورا کی سڑک پر ایک دوسرا راستہ نکلا ہوا ہے جہان سے غار آٹھہ میل کے فاصلہ پر رہجاتے ہین — ایلورا مین کوئی بنگلہ نہین — بلکہ اوسکے نزدیک روضہ مین نظام گورنمنٹ کی ایک سراے ہے جو نہایت آراستہ ہے اگر پہلے سے اورنگ آباد کے تعلقدار کو اطلاع دیدیجائے تو اس مین ٹھہرنے کی اجازت مل سکتی ہے —

ایک بڑے ٹیلے کے ڈھالوان مین یہ غار کھودے ہوے ہین جنکی قطار شمال و جنوب مین کوئی سوا میل تک لمبی ہے — اس ڈھالوان کے دونون کنارون پر مغرب کی طرف ایک ایک شاخ نکلی ہوئی ہے — بودھہ لوگون کے سب قدیم غار اس ڈھالوان کے جنوبی کونے پر جہان وہ مغرب کو مڑتا ہے واقع ہین — دوسرے کونے پر شمالی شاخ کے پاس جین لوگون کے غار ہین — اور برہمنون کے غار ان دونون کے درمیان — کائیلاسا کو اگر مرکز قرار دیا جاے تو اوسکے جنوب مین ١٦ غار ہین جن مین سے ١٤ بودھہ لوگون کے ہین — اور اوسکے شمال مین تقریباً اتنے ہی غار ہین جو برہمن اور جین دہرم کے ہین — ایلورا کے بودھہ لوگون کے غار تمام مہایانہ سلسلہ کے ہین — اور سنہ عیسوی کے ٣٥٠ سے ٥٠٠ تک بنے ہوئے —

غار ١ — ان غارون کے سلسلہ مین جنوبی کونے پر یہہ پہلا غار ہے یہہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جو غالباً بہت قدیم زمانہ کی ہے اس مین جوگیون کے لئے حجرے بنے ہوے ہین — اصل مین غالباً یہہ اوسکے نزدیک کے غار سے ملا ہوا ہے —

غار ٢ — یہہ ایک بہت بڑا غار ہے اور پرستش گاہ — اس کے دالان کے سامنے سیڑھیان ہین اسکے ستون ایلیفنٹا کے ستونون سے بہت مشابہت رکھتے ہین — یہان بودھہ کی ایک بڑی مورت ہے جس مین وہ پانون نیچے کئے ہوئے اور بائین ہاتھہ کی چھوٹی انگلی کو سیدھے ہاتھہ کے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑے ہوئے شیر ببر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے یہہ عام ڈھنگ ہے اسکے تعلیم دینے کا — یہان کے اکثر غارون مین یہہ ڈھنگ پایا جاتا ہے اسکے سر پر چھوٹے چھوٹے گھونگرالے بال ہین اور انپر ایک کُنڈل وہ اکثر اسی شکل مین دکھلایا گیا ہے — اسکے دونون طرف اوسکے خدمتگار گندھروس (فرشتے) ہین اور دائین اور بائین چنور بردار — جن مین سے ایک کے بائین ہاتھہ مین تھی کے ساتھہ کنول کا پھول ہے — یہہ لوگ بودھہ کے ذاتی ملازم خیال کئے جاتے ہین — لیکن جون جون ہم آگے بڑھتے جاتے ہین — یون یون ان لوگون کو بھی رفتہ رفتہ دیوتاون مین شامل ہوتے ہوئے پاتے ہین اور انکے ساتھہ بھی اُن انکے خدمتگار علحدہ ہوتے ہین — لیکن یہہ ہمیشہ بودھہ کے ماتحت ہی دکھلاے گئے ہین مثلاً جس مورت کے ہاتھہ مین کنول کا پھول ہے وہ رفتہ رفتہ دیوتا ہوگئی ہے جو بودھہ کی تاریخ مین پدماپانی کہلاتی ہے یعنے کنول بردار — اور جہان جہان یہہ مورت ہے یہہ پھول اوس کے ہاتھہ مین موجود ہے — اور چنور بھی جو خدمتگاری کی ایک علامت ہے رفتہ رفتہ تسبیح سے مبدل ہوجاتا ہے — اسی طرح سے دوسری مورت بتدریج واجراپانی یعنے بجلی بردار ہوگئی ہے — ان خدمتگارون کے بعد پھر بودھہ کی مورت ہے اس کا سیدھا ہاتھہ لٹک رہا ہے اور بائین ہاتھہ سے اپنی قبا کا دامن پکڑے ہوئے ہے یہہ وضع اس کے بھیک مانگنے کی ہے — پرستش گاہ کے کونے مین بہت سی چھوٹی چھوٹی مورتین ہین جو بودھہ کے پوجاری ہین اور اسکے سامنے دست بستہ — اور اسکے دروازے پر دو بڑی بڑی مورتین بطور پاسبان کے کھڑی کی گئی ہین — داہنی طرف کی مورت کے سیدھے ہاتھہ مین کنول کا پھول ہے اور بائین ہاتھہ مین تسبیح — اور عورتون کی دو چھوٹی مورتین اوس کے دونون طرف ہین اور بائین طرف کے پاسبان کی مورت زیورات سے آراستہ ہے اور اسکے سر پر ڈاگوبا (مندر) ہے اور ان دونون کے نزدیک انکے ملازم گندھروس کی مورتین ہین — یہان کی دیوار کے بالائی نصف حصہ مین بھی چھوٹی چھوٹی تصویرین — بال کی ٹوپی پہنے ہوے اور پھولون کا ہار ہاتھہ مین لئے ہوئے ہین — پرستش گاہ کے دونون طرف دو حجرے ہین — سیدھے طرف کے حجرے مین بودھہ ایک تخت پر جسکو ناگ اٹھائے ہوے ہین بیٹھا ہے — اس پاسبان کے مقابل جسکے ہاتھہ مین کنول کا پھول ہے ایک عورت بائین ہاتھہ مین کنول کا پھول لئے ہوے سیدھی کھڑی ہے اور اسکا سیدھا ہاتھہ جسکی ہتھیلی کھلی ہوئی ہے — بلند ہے — اوسکی خدمت مین بھی دو عورتین ہاتھون مین کنول کا پھول لئے ہوئے ہین — مسٹر برجس کہتے ہین کہ اس بڑی مورت کا پہچاننا مشکل ہے — معلوم نہین ہوتا کہ وہ کسکی ہے شاید یہہ مایا کی ہو جو بودھہ کی مان تھی — یا باسودھارا کی جو

اندر و اندریانی وغیرہ — آجنٹا

اوسکي عورت تهي يا اولوکتسوارا کي يا پدماپاني کي — يا آسماني بودهہ امیتابها کي — اس مورت مین ان سبهون کي شبیہہ ملي ہوئي هے اس غار کے بہلوؤن کے کٹہرون مین بودهہ کي ایک بڑی مورت هے اوسکي وضع وہي هے جو پرستش گاه مین هے—مسٹر برجس کہتے ہین کہ اس غار کي تاریخ مقرر کرنا سخت مشکل هے شاید یہہ تیسری یا چوتهي عیسوي صدی مین شروع کي گئي ہو اور چهٹي یا ساتوین صدي مین بنکر تمام ہوئي ہو —

غار ۳—اسکے اور غار ۲ کے درمیان ایک منہدم پاني کا حوض هے — جیساکہ یہانکے اکثر خانقاہون مین پایا جاتا هے — یہہ غار بهي ایک خانقاه هے لیکن معلوم ہوتا هے کہ تکمیل کو نہین پہونچا — اوس کے سامنے کي دیوار اور برآمدے کا ایک بڑا حصہ ناپید ہوگیا هے — لیکن اسکي چہت کے نیچے باره مربع ستون ہین—اسکي پرستش گاه مین بهي بودهہ کي ایک مورت هے جسکو تخت پر بٹهلایا گیا هے—اور معمولی خدمتگار اوسکے دونون طرف کهڑے ہین—اور اسکے سر پر گندہروس ہین—اوس تخت کو دو ہاتهي اٹهائے ہوئے ہین جنکا نام ساردولا اور مکارا هے اس تخت کے سیدهی طرف مورتون کي ایک قطار هے جو مصروف پرستش ہین —

غار ۴—اسکا ایک بڑا حصہ منہدم ہوگیا هے اور اسکا برآمده بالکل بیٹهہ گیا هے اوس کے اندر جانے کا دروازه بازو مین جنوب کے مقابل هے اور جو کمرا اس سے متصل هے اس مین اوپر سے ایک بڑا پتہر اپنے ساتهہ ایک ہاتهہ اور ایک پانو بودهہ کي مورت کا جو اوپر کے کمرے مین تهی لیکر نیچے گرا ہوا هے— جس سے اس کمرے کا ایک حصہ پٹ گیا هے — اس کي پرستش گاه مین بودهہ کي ایک مورت هے—تعلیم دینے کے ڈہنگ پر بیٹهي ہوئی اور اسکے سر پر ایک ہالہ هے—جسکے پیچهے سے "بو" کا مقدس جہاڑ هے—اوسکے خدمتگار یہان اسکے بازو مین نہین بلکہ تخت کے پیچهے ہین—اس غار کے شمالی کنارے پر پدماپانی کي مورت هے اور وه اسطرحسے بیٹهی ہوئی جیسے بودهہ—اور ایک ہرن کا چمڑا اوس کے بائین کاندهے پر پڑا ہوا هے اور داہنے ہاتهہ مین ایک تسبیح اور بائین ہاتهہ مین ایک کنول کا پهول هے—اسکے سر کي ٹوپی مین سامنے بودهہ کي ایک چهوٹی سی تصویر هے—

غار ۵—یہ ایک بڑا غار هے خانقاه کا—اسکے بیچمین ایک وسیع دالان هے جسکے دونون طرف طاق ہین اور چہت کے نیچے چوبیس ۲۴ مربع ستون ہین—مسٹر فرگیوسن کہتے ہین کہ یہ غار جس مین تین راستہ ہین ایک معمولی خانقاه نہین بلکہ ایک مسطح سقف کا مندر معلوم ہوتا هے اور غالباً یہ اسي لئے بنایا گیا ہو—اس غار مین جوگیون کے لئے بہت سے حجرے ہین اور ستونون کے درمیان دو لمبی قطارین پست نشست گاہون کی ہین—

مسٹر برجس کہتے ہین کہ یہ میزین غالباً ان کے کہانے کي ہونگي یا یہہ ایک قسم کا جوگیون کا مدرسہ ہوگا—یا دونون کے لئے یہ مستعمل ہوگا"—اسکي پرستش گاه مین ایک بودهہ کي تصویر هے تعلیم کي وضع مین اپنے معمولی خدمتگارون کے ساتهہ—لیکن یہان حسب معمول دروازے پر پہرے والے نہین بلکہ وه ایک کماندار گوشہ مین بیٹهے ہوے ہین اور انکے ساتهہ انکے ملازم بهی ہین—

غار ٦—یہ غار متذکره بالا غار سے سیڑہیون کے ذریعہ سے ملا ہوا هے—دالان کے مشرقي طرف چند حجرے ہین—اور مغربي طرف بالکل بیٹهہ گیا هے—پرستش گاه کے پیش دالان مین بہت سي مورتین ہین جن مین سے ایک عورت کي هے اور اوسکے بازو مین ایک مور هے اور اسکے نیچے ایک پنڈت کچهہ پڑهہ رہا هے—اسکي نسبت گمان کیا جاتا هے کہ وه سرسوتی هے جو علم کي دیبی هے—اس پرستش گاه مین بودهہ کي ایک بڑي تصویر هے مع ملازمون کے—

غار ۷—یہ ایک نا مکمل خانقاه هے جس مین آٹهہ حجرے ہین اور چہت کے نیچے چار ستون—اس مین کوئی تراش ایسی نہین هے کہ جسکے متعلق کچهہ بیان ہو—

غار ۸—اس مین ساتوین غار کے اس راستہ سے کہ جس مین پرستش گاه مع منقش ستون کے بنی ہوئی هے جایا جاتا هے— اس غار کي پرستش گاه مین بودهہ کي ایک مورت هے جو اپنے ملازمون کے ساتهہ تعلیمی وضع مین بیٹها ہوا هے—ان ملازمون مین سے ایک یعنے پدما پانی کے چار ہاتهہ ہین — وه ایک کنول کے پهول پر کهڑی ہوئی هے اور دو پوجاری اوسکے پیرون کے پاس کهڑے ہین اور انکے پیچهے ایک عورت هے اگرچہ دوسرے ملازمون کے ساتهہ بهی عورتین ہین—اور دونون پوجاریون کے سر پر گندہروس (فرشتے) ہین—

غار ۹—اس غار مین جانے کے لئے غار نمبر ۷ مین واپس جانا ضرور هے کیونکہ وہان سے ایک راستہ غار نمبر ٦ مین سے ہوتا ہوا گیا هے—اس مین ایک چهوٹا سا سائبان اور ایک دہلیز هے جسکے نیچے ستون ہین—اس مین بودهہ کي ایک بیٹهی ہوئی مورت مع معمولی ملازمون اور گندہروس کے هے—

غار ۱۰—یہ غار وشواکرما کے نام سے مشہور هے جسکے معنے بڑهئي کے غار کے ہوتے ہین—ایلورا مین یہی ایک مندر کا غار هے—مسٹر برجس کے نزدیک اگرچہ یہ مناسبت مین یا نقش و نگار مین ایسا عظیم الشان نہین جیساکہ کارلی کا بڑا غار هے لیکن تاہم اسکی تراش بہت رونق دار هے—اس غار کے سامنے کے چوک کے اطراف برآمدے ہین جسکے ستونون مین بہت سي مورتین تراشی گئی ہین — اسکی اندرونی پرستش گاه مین ایک درمیانی راستہ اور دوسرے بازو کے راستے ہین—اور یہ ہشت پہلو

کیلاسا کا مندر (غار نمبر ۱۶)— ایلورا

ستونون کي قطارون سے جدا کئے گئے ہین اس غار کا اندرونی کنارہ ایک داگوبا سے رُکا ہوا ھے جسکا قطر ۱۵½ فیٹ کا اور بلندی تقریباً ۲۷ فیٹ کي ھے مسٹر فرگیوسن کہتے ہین کہ یہ غار مدوّر نہین ہے جیسے اور قدیم غار ہین اسکے ساتھ ایک سنگین لوح لگی ہوئی ہے اور وہ اس سے زیادہ بڑی ہے جو اجنٹا کے نمبر ۱۹ کے غار مین ھے-اس لوح کي وجہ سے یہ غار صدر کے رخ پر مربع ہوگیا ہے-اس لوح پر بودھہ کي ایک بڑی مورت بٹھلائی ہوئی ہے ۱۱ فیٹ اونچی-اوسکے پاس اوسکے معمولی خدمتگار ہین اور سرپر "بو" کا جھاڑ تراشا ہوا ہے-اس غار کي چھت کماندار ہے اور ایسی کھدی ہوئی کہ اوسکی کڑیان اور شہتیر لکڑی کے سے معلوم ہوتے ہین مسٹر فرگیوسن کے قول کے مطابق جو بات اس غار سے خصوصیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکے صدر کي بلندی جہان پہلے پہل نعل نما کمان نہین نظر آتی جو ایک ضروری چیز ہے اور تمام پیشتر کے غارون مین پائی جاتی ہے-اوسکے صدر کے بر آمدے مین دو حجرے ہین اور اتنی ہی پرستش گاہین - شمالی بر آمدے کے ایک کنارے پر ایک زینہ ہے جو اوسکے اوپر کے کٹھہرے کو جاتا ہے-اس غار مین اکثر بڑھئی بودھہ کو وشوا کرما مانکے اسکي پرستش کو آیا کرتے ہین اسکی دیوارین اور ستون اون صناع ملاقاتیون کے نامون کے ساتھ انپر کندہ ہے بگاڑ دئے گئے ہین-بودھہ کي شکل نیلے زرد اور سبز رنگون سے رنگی ہوئی ہے جو تہوارون مین اوسپر لگائے گئے ہین-اس غار مین ایک ستون پر تاریخ کھدی ہوئی ہے شاکا ۱۲۲۸ جو سنہ عیسوی کے ۱۳۰٦ کے مطابق ہے-

غار ۱۱-یہ دون تھل یعنے دو منزلہ کے نام سے مشہور ھے اور بعض وقت اوسکو دکھیا گھر بھی کہتے ہین-اسکی نسبت برہمنون مین ایک روایت مشہور ھے اور وہ یہ کہ دیوتاؤن مین جو بڑا فن تعمیر کا دیوتا ہے یعنے وشوا کرما-اسنے تین تھل کو پورا کرنے کے بعد جو اسکے بعد کا غار ہے ارادہ کیا کہ ایک ایسا غار کھودے جو اسکے پیشتر کے غارون پر سبقت لیجائے لیکن اسکی انگلیان کھودتے وقت زخمی ہوگئین اس لئے اوس نے اپنا ارادہ فسخ کردیا-اسکے کھودنے کي تاریخ جو عام طور پر مانی گئی ہے وہ سنہ ٦۰۰ع ہے-یہ غار معہ دو مندرون کے جو اسکے بعد آتے ہین مسٹر فرگیوسن کے قول کے مطابق خاص طور پر دلچسپ اور نہایت قدیم ہین کیونکہ یہ اُن متواتر کوششون کو بتلاتے ہین-جن سے بودھہ لوگون کے غار برہمنی غارون مین ملحق ہوگئے-چند سال کے پیشتر ایک تیسرا منزلہ جو نیچے مٹی مین دب گیا تھا صاف کیا گیا اوسکی سطح پر ایک لمبا برآمدہ ہے جس مین دو حجرے ہین اور ایک پرستش گاہ-پرستش گاہ مین بودھہ کي مورت معہ ملازمون کے ہے-دوسرے منزلہ پر بھی ویسا ہی ایک برآمدہ ہے جسکے پیچھے کي طرف پانچ دروازے ہین انمین سے دوسرا دروازہ ایک پرستش گاہ کو جاتا ہے جہان بودھہ کي ایک بڑی مورت ہے تخت پر چار زانو بیٹھی ہوئی-اور اس تخت کے پایہ کے پاس ایک چھوٹی سی عورت ہے جسکے ایک ہاتھہ مین دود یا پانی کا لوٹا ہے-تخت کے داہنے اور بائین واجرا پانی اور پدما پانی کي دو مورتین ہین-واجراپانی گاج اور بجلی کو اپنی بائین ہاتھہ مین لئے ہوے ھے-ان دونون کي پگڑیان مکمل طور پر تراشی ہوئی ہین اور اسیطرحسے تخت کي پشت پر بھی جس پر بودھہ بیٹھا ہوا ہے-عبادت خانہ مین بودھہ کي دوسری مورتین بھی ہین جنکے سرون پر بو کا مقدس درخت کندہ ہے-برآمدے کے دوسرے دروازے سے چھوٹے عبادت خانون کو جایا جاتا ھے جہان بودھہ اور اسکے ملازمون کي مورتین ہین پہلے منزلہ کي دیوار پر بھی بودھہ واجرا پانی اور عورتون اور ملازمون کي بہت سی مورتین ہین لیکن یہ عبادت خانے نا تمام ہین-

غار ۱۲-اسکا نام تین تھل ھے اس مین ایک کشادہ صحن ہے اور اسکے مغرب مین ایک بڑا حوض ہے سب سے نیچے درجہ کو جانے کي لئے صحن مین سے سیڑھیان ہین صدر کے رخ پر جو آٹھہ ستون ہین-انمین سے دو پر ایسا عمدہ نقش و نگار ہے کہ ایلورا مین کسی پر ویسا نہین-دوسری اور دو قطارین ستونون کي ہین-جن مین آٹھہ ستون ہین پرستش گاہ کے بائین طرف ایک طاق ہے اس مین علاوہ بودھہ کے دوسری اور آٹھہ تصویرین ہین-لیکن پدما پانی اور واجرا پانی اوسکے داہنے اور بائین ہین اونکے اوپر اور نیچے چھہ (٦) مورتین ہین جن کے ہاتھون مین اقسام کي علامتین ہین-پرستش گاہ مین بودھہ کي ایک بیٹھی ہوئی مورت ہے ۱۱ فیٹ اونچی اوسکے نیچے اور اوپر اوسیکی چھوٹی چھوٹی مورتین ویسی ہی شکل کي ہین لیکن داہنے اور بائین پدما پانی اور واجرا پانی کي چھوٹی مورتین ہین جن کے ہاتھون مین پھول اور پھل ہین - نیچے کے برآمدے مین جنوبی کنارے پر سے دوسرے منزلہ پر جانے کے لئے ایک زینہ ھے جس کے سامنے ایک الگ حجرہ ھے جس مین بودھہ تخت پر بیٹھا ہوا ھے-اس حجرے کي دیوارون پر چار ہاتھہ کے مرد اور عورتون کي بہت سي تصویرین ہین-پہلے منزلہ کے دالان مین تین راستے ہین-اور سولہ ۱٦ ستون اور اسکے عبادت خانہ مین بودھہ کي مورت ھے - اور وہ ہوبہو ویسی ہی ھے جیسے نیچے کے منزلہ پر ھے - تخت کے دونون طرف پدما پانی اور واجراپانی کي مورتین ہین اور دیوارون پر دوسری تصویرین ہاتھون مین پھریرے پھولونکی تھنیان وغیرہ لئے ہوے ہین-سامنے کي دیوار پر معمولی مردون اور عورتون کي تصویرین ہین جنکي نسبت مسٹر برجس کا خیال ھے کہ وہ اس غار کے سرپرست اور اوسکی عورت کي تصویر ھے-اوپر کے منزلہ مین سادے بیالیس ۴۲ ستون ہین اور تخت پر بیٹھی ہوئی بہت سی بودھہ اور انکے ملازمون کي مورتین ہین انمین سے ایک مجمع مین بودھہ تخت

پر بیٹھا ہوا ہے اور اس تخت کے نیچے دو خوبصورت ہرن ہین جو بالکل بگاڑ دئے گئے ہین — مسٹر برجس خیال کرتے ہین کہ بودھ جو بنارس مین ہرنون رمنے مین جہان وہ اکثر تفریح کے لئے جاتا تھا اور وہین بیٹھکے تعلیم دیتا تھا اسکا یہ اشارہ ہے — اسی منزلہ کے دوسرے حصہ مین بودھ ایک شیر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے لیکن اسکے ساتھ خدمتگار نہین ہین اوسکے نزدیک اوسیکي ایک چھوٹی سي مورت ہے جو غور و فکر کي حالت ظاہر کررہی ہے اور اوسکے اوپر اور ایک بودھ کي مورت ہے جس مین وہ آسمان کیطرف جارہا ہے تاکہ دیوتاؤنکو اپنے قوانین کي تعلیم دیوے اور تیسری مورت بودھ کے مرنے اور نروانا مین داخل ہونے کي ہے جوابدي آرام و آسایش کا مقام ہے —

غار ۱۳ — تین تہل سے کسیقدر فاصلہ پر ہے جہان سے برہمنون کے غار شروع ہوتے ہین یہ پہلا اور ایک بڑا کمرا ہے جو نصف منہدم ہوگیا ہے غالباً یہ کمرا مسافر خانہ کے طور پر برتا جاتا تھا —

غار ۱۴ — اسکا نام راون کي کہانی یعنے راکھہ ہے اس مین ایک دالان اور ایک برآمدہ ہے جس مین سولہ ۱۶ ستون ہین اور کم و بیش سب کے سب منقش — اس دالان کي جنوبی کنارے کي دیوار پر شیوا کي بہت سی مورتین ہین — اُنکي نسبت مسٹر برجس کا خیال حسب ذیل ہے —

ماہی ساسوري یا درگا — بھیسے دیو کو قتل کررہی ہے — شیوا اور پاروتی ایک اونچے چبوترے پر بیٹھے ہوے چوسر کھیل رہے ہین — شیوا دنیا کي بربادي پر ناچ رہا ہے — راون لنکا کا بادشاہ ہے — بھیراوا جو شیوا کي ایک برباد کرنے والی شکل ہے پیچھے گنپتی کو لئے ہوئے ہے — اسکے نزدیک ایک مجموعہ ہے جس مین تین بدنون کي صرف ہڈیان ہین اور کالی اپنے چار ہاتھون کے ساتھہ ہے اور اسکے سر پر ایک بچھو — کالی اور گنپتی اور سات آسمانی مائین ہین — شمالی دیوار پر بھوانی اور لکشمی جو وشنو کي عورت تھی وراہا جو وشنو کا سور کا اوتار ہے کندہ ہے اور وشنو اور لکشمی ایک منقش کمان کے نیچے ایک کونچ پر بیٹھے ہوئے ہین —

غار ۱۵ — اسکا نام داساوتارا ہے اور ٹیلے کے اوپر واقع — جہان چڑھنے کے لئے پتھر مین زینے کھدے ہوے ہین اور اوپر کے صحن کے ساتھہ ملے ہوے جس مین بہت سے پرستش گاہین معہ ایک پانی کے حوض کے ہین — مغربی دیوار پر سنسکرت مین ایک لمبی عبارت کندہ ہے جو بالکل خراب ہوگئی ہے — اس غار مین دو منزلہ ہین — نیچے کے منزلہ مین شیوا — وشنو — پاروتی — بھوانی — اور گنپتی کي بہت سی مورتین ہین اور اوپر کے دالان مین ایک بڑي تعداد شیوا کی مورتون کي ہے انمین جو سب سے زیادہ تعجب کرنے والی ہے وہ دروازے کے قریب مہادیو کي مورت ہے جس مین مہادیو غضب آلود بیٹھا ہوا ہے اسکی نسبت مسٹر برجس کہتے ہین کہ بڑي مورت اپنا ہاتھی کا چمڑا سنبھالے اور اپنی کمر کے نیچے کھوپڑیو کا ہار لپیٹے ہوے ٹہل رہی ہے — اوس سے ایک ناگ لپٹا ہوا ہے — اسکے کھلے ہوے منہہ سے اسکے بڑے بڑے دانت نظر آرہے ہین — اسنے اپنی ترسول سے اپنے ایک جان نثار کو چھید دیا ہے اور دوسرے کو اپنے بائین ہاتھہ سے ایڑی مین دبائے ہوے ڈمرو کو اٹھا رہا ہے تاکہ تفریح کے لئے اوسکو کھڑکھڑائے — اور اسکا خون پکڑتا ہے تاکہ اس سے اپنی پیاس بجھائے — کالی ایک ہیبت ناک شکل مین اپنی ہڈیون کو نیچے بچھارہی ہے تاکہ اُس جان نثار قربانی کے خون مین شریک ہوے — اس منزلہ کے دوسرے معبدون مین شیوا اور پاروتی کي مورتین ہین — اور وہین ایک مقام پر اِن دونون کي شادي کا نقشہ جس مین برہما دونون کي شادي کا رسم ادا کر رہا ہے — معبد کي ڈہوڑي مین گنپتی کي ایک بڑي سی مورت ہے اور علاوہ اسکے لکشمی — شیوا — اور برہما کي بھی مورتین ہین — اور جنوبی دیوار پر وشنو کے اقسام کے اوتار دکھلائے گئے ہین —

غار ۱۶ — اس غار کا نام کائی لاسا یا رنگ محل ہے اور مسٹر برجس کے قول کے مطابق یہ اُن غارون مین سے ایک ہے جو ہندوستان مین مشہور و معروف ہین — یہ ایک بہت بڑا اور ایک ہی پتھر مین تراشا ہوا مندر ہے جو اطراف کے ٹیلون سے بالکل جدا ہے اسکے اندر اور باہر دونون طرف عمدہ نقش و نگار ہے — جس صحن مین یہ بنا ہوا ہے اوسکی لمبائی ۲۷۰ فیٹ اور چوڑائی تقریباً ۱۵۰ فیٹ کي ہے — اسکے درمیاني حصے بعض اوقات پر مکمل طور پر منقش کئے گئے ہین اور اسوقت پر بھی اسمین بعض ایسے مقامات موجود ہین جن پر بہت کچھہ اعلی خوبصورتی باقی رہگئی ہے — مندر کا اونچا پایہ بقول مسٹر برجس کے اپنے آپ ایک نہایت عمدہ تصوّر کا نمونہ ہے — اوس مین بڑے بڑے ہاتھیون — شیرون — سیمرغون کي عمدہ مورتین ہین جن مین کوئی چررہا ہے اور کوئی ایک دوسرے کو پھاڑ رہا ہے — اور پھر اسکے اوپر کا بڑا دالان — اوسکے سترہ مدوّر اور دوسرے مربع ستون جس مین اقسام کے نقش و نگار اور طرح طرح کي سنگ تراشیان ہین — اوسکے جانبین کے سائبانی برآمدے اور اسکا گنبددار خیمہ جو صدر برآمدے کے مقابلہ مین ہے — اسکے مندر کي ڈہوڑی جو دونون طرف منقش ہے اور اسکے پانچ معبد جو بڑے مندر کے باہر چوطرف ایک ہی چبوترے پر ہین اس بات کي شہادت دے رہے ہین کہ اسکو اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ اسکے پیشتر جتنے ایسے غار بنی ہوئے ہین انہین مات کرے اور انپر فوقیت لیجائے — داخلی دروازے کے پرے لکشمی کي ایک بڑی مورت ہے جو کنول کے پتون پر بیٹھی ہوئی ہے اِن پتون پر چند حروف کندہ ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پندرہوین صدی سے تعلق رکھتے ہین —

اوسکے دونون طرف کے ستونون پر آٹھوین صدی کے حرفون مین کچھہ عبارت کندہ ہے جو بالکل ٹوٹ پھوٹ گئي ہے— منڈپ یعنے شامیانہ اور مندر کے درمیان ایک پل ہے جسکے نیچے شبوا کي مورتین ہین—کال—بھیروا—اور مہادیو کي اوتار معہ اونکے ملازمون کے ہین—جنوبی زینے کے شمال و جنوب کي دیوارون پر رامایننا اور مہابھارت کے بیانات ہین— اس کے پیچھے سے مندر کا نیچا درجہ ساتھہ ہاتھیون اور شیرون کے مورتون کے ساتھہ اٹھا ہوا ہے جنوبی برآمدے کے جو ۱۱۸ فیٹ لمبا ہے بارہ حصے ہین اور ہر ایک حصہ پر بڑی بڑی تراشین ہین — اُنمین جو بڑی تصویرین ہے وہ وشنو کے چار ہاتھہ کي—وشنو کے شیر کے اوتار کي—شبوا کي— اور اسکے دل نندی کي—وشنو کے چھہ ہاتھہ والی بونے کے اوتار کي—اور گرودا کي جو انساني عقاب تھا—اور اسکے جنوبی برآمدے مین جو تقریباً ۲۰۰ فیٹ لمبا ہے انمیں طاق ہین جن مین شبوا کے چھہ یا سات قسم کے جدا جدا اوتار برہما اور اوسکے ہنس اور پارتی کي مورت اور شبوا اور پاروتی کي شادی کا نقشہ ہے—شمالی برآمدے مین جو ۱۲۰ فیٹ لمبا ہے بارہ طاق ہین سب مین نقش و نگار ہے — خاصکرکے شبوا پاروتی اور انکے ملازمون کے—اسکی پرستش گاہ مین اخیر برآمدے مین سے داخل ہوا جاتا ہے دروازے پر بڑے بڑے سپاہی ہاتہ مین سونٹے لئے ہوئے کھڑے ہین — دالان مین دو راستے ہین جسکے ہر ایک کونے پر بڑے بڑے مربع ستون ہین جن پر بے حساب مورتین شبوا—لکشمی— برہما—اور انکے ملازمون کي کندہ ہین—دالان کے مشرقی کنارے پر معبد واقع ہے اور اوسکے پیچھے جو چبوترہ ہے اس پر سے مندر کي لاٹ اٹھي ہوتی ہے تقریباً ایک سو فیٹ اونچی— یہ لاٹ نیچے سے اوپر تک تمام منقش ہے صحن کے جنوبی کنارے پر ایک مندر کا چھوٹا سا غار ہے جس مین کال—گنپتی—وایشنادی—سرسوتی اور دوسرے بہت سے دیوتاؤن اور انکے ملازمون کي مورتین ہین صحن کے شمال و مغرب مین اور تین غار ہین جن مین سے ایک لنکا ہے ۱۲۳ فیٹ لمبا اور ۴۰ فیٹ چوڑا اوسکي چھت کے نیچے عمدہ نقش و نگار کے ستون ہین جن مین شبوا—پاروتی اور راون کي تصویرین ہین معبد کے دروازے پر عورتین پاسبان ہین غالباً وہ گنگا اور یمونا ہین اسکے پیچھے کي دیوار پر شبوا کي تین منہہ والي تصویر ہے جس سے اوسکی خلاقی—نگہبانی اور قہاری کي قدرت ظاہر ہورہی ہے کائلاسا کے اوپر چند چھوٹے سے غار اور حجرے اور معبد ہین—

غار ۱۷—یہ غار شبوا کا مندر ہے اس مین بارہ ستون ہین اور ایک پرستش گاہ جسکا دروازہ ڈریویڈی طرز کا ہے مندر کے برآمدے مین منقش طاق ہین جن مین برہما—وشنو اور انکے ملازمون کي مورتین ہین معبد کي دیوار پر صرف مہیسا سوری اور گنپتی کي تصویرین ہین—

غار ۱۸-۱۹-۲۰—یہ تین چھوٹے سے غار ہین لیکن انمین سے کسی مین دلچسپ نقش و نگار نہین ہے-

غار ۲۱—اسکا نام رامیشورا ہے—اسکا دالان بہت لنبا ہے— اور اسکے ہر ایک کنارے پر ایک پرستش گاہ ہے—جسکے اطراف کالی — گنیش — شبوا — اور پاروتی کي معہ انکے خدمتگارون اور قوالون کے مورتین بنی ہوئی ہین—اس مین بہی شبوا اور پاروتی کي شادی کا نقشہ ہے—

غار ۲۲—۲۳—۲۴—۲۵—۲۶—اِنمین سے پہلے غار کو نیلا کانتہا کہتے ہین اس مین برہما—آشتماترا یعنے آٹھہ مائین اور گنیش کي چند تصویرین ہین—اسکے بازو کے دو غار چھوٹے سے ہین جن مین بہت ہی تہوڑا نقش و نگار ہے نمبر ۲۵ کا غار کسیقدر منہدم ہوگیا ہے لیکن اسکی ڈیوڑي کي چھت مین سوریا یعنے سورج دیوتا کي تصویر ہے جو سات گہوڑون کي گاڑی مین بیٹھا ہوا ہے اور اسکے دونون طرف دو عورتین تیر چلا رہی ہین—ان غارون کے اخیر غار مین جو ستون ہین وہ ایلیفنٹا کے ستونون سے بہت مشابہت رکہتے ہین—یہ غار ۱۲۰ فیٹ لمبا ہے اور اسکے دونون کنارون پر معبد ہین—

غار ۲۷ اور ۲۸—اِنمین سے پہلے غار مین وشنو کا مندر ہے اکثر یہان اسکو اہیرنی کا غار کہتے ہین—اس مین وشنو—لکشمی اور برہما کي مورتین ہین اور دوسرے مین صرف دو حجرے اور معبدون کے آثار باقی رہگئے ہین اسکے دروازے کے دونون طرف دو پہرے والے ہین—

غار ۲۹—یہ غار جس مین ایک بڑا دالان کوئی ۱۵۰ فیٹ مربع ہے سیتانانی یا دومرلینا کے نام سے مشہور ہے—اس مین بہت سا نقش و نگار ہے جس مین سے ایک مین شبوا اور پاروتی کي شادی کا نقشہ ہے—اسکے اور اسکے بازو کے غار کے درمیان ایک یا دو دوسرے غار ہین جو بالکل کوڑے کرکٹ سے پٹے ہوئے ہین—چھوٹا کائلاسا جو اس سلسلہ مین دوسرا ہے اسکا کسیقدر حصہ صاف کیا گیا ہے—کہتے ہین کہ اسکی وضع ڈریویڈی کي سی ہے اور یہ بڑے کائلاسا کے دالان کي طرز پر ایک بڑے شامیانہ اور ستونون کے ساتھہ بنایا گیا ہے—مسٹر برجس کہتے ہین کہ یہ غار اگرچہ بہت اخیر مین بنا ہے لیکن جین لوگون کے غارون مین سب سے پہلا ہے—اسکے اور اندرسبھا کے درمیان ایک نا تمام غار ہے جس مین بالکل کچرا بھرا ہوا ہے—

اس سلسلہ کے اخیر مین تین جین کے غار ہین جنہین اندرسبھا کہتے ہین — دو — دو منزلہ غار ہین اور ایک چھوٹا سا معہ اُن کے تعلقات کے—انمین کے پہلے غار مین پرسواناتھہ اور ایک سات سر کے سانپ اور مہاویرا کي اور جین دہرم کے ترتن کہارون یعنے اُن اُن لوگون کي جو اپنی درشتی اور سختی سے آئیندہ اواگون سے آزاد ہوگئے ہین مورتین ہین—اندر ایک جہاڑ کے نیچے ایک ہاتھی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس جہاڑ پر طوطون کے جھنڈ ہین۔ اس

غار کے صحن میں ایک پائے ستون پر ایک بڑا سا ہاتہی ہے چہوٹے دالانون مین جو بڑے دالان سے ملے ہوے ہین – اندرا – اور اندرائنی – اور انمین سے ایک کے پاس دو بڑی سانتہی ناتہا کي مورتین ہین جن مین سے ایک کے نیچے نوین اور دسوین صدی کے حرفون مین کچہہ عبارت کندہ ہے– اوپر کے منزل مین بڑہہ اور آم کے جہاڑون کے نیچے اِندرا اور اِندرائنی کي بڑی بڑی مورتین ہین – اور بہت سے طاق ہین جن مین جین لوگون کي تصویرین ہین– دوسرا مندر جگناتہہ سبہا کے نام سے مشہور ہے – اوس مین کي بہت سی تصویرین برباد ہوگئی ہین– دالان اور معبد مین اِندرا اور اِندرائنی اونکے ملازمون اور مہاویرا اور پرسواناتہا کي مورتین ہین– صحن کے برآمدے مین چند عبارتین کندہ ہین لیکن خط بالکل خراب ہے اور اوسکے حروف کنڈی ہین لیکن پڑہے نہین جاتے– اور مسٹر برجس کے خیال کے مطابق آٹہوین صدی سے تعلق رکہتے ہین– اخیر غار کسیقدر منہدم ہوگیا ہے – مثل دوسرے غارون کے اس مین بہی اِندرا اور اِندرائنی کي اور دوسری بہت سی مورتین ہین اور کمال احتیاط کے ساتہہ رکہی ہوئین– اس غار سے کسیقدر فاصلہ پر ایک مکان ہے جسمین ایک بہت بڑی مورت پرسواناتہا کي ہے– اور اسکے اطراف پرجاری لوگ ہین– جن مین شیوا اور بہوانی پہچانے جاتے ہین– اسکی نشست گاہ پر ایک تحریر کندہ ہے جسکی تاریخ سنہ عیسوی کے سنہ ۱۲۳۵-۳۶ سے مطابقت رکہتی ہے– ٹیلے کے اس حصہ مین دوسرے بہت سے جین لوگون کے غار ہین جو کم و بیش منہدم ہوگئے ہین انمین سے کسی مین کوئی دلچسپ نقش و نگار نہین ہے جو قابل بیان ہو–

کیلاسا مندر کے جنوبی ستونون کي قطار – آجنٹا

اورنگ آباد کے غار

سنہ ۱۸۷۲ع تک ان غارونکی طرف جو اورنگ آباد کے شمالی ٹیلون مین واقع ہین ارباب علم آثار قدیمہ کسی کا خیال رجوع نہین ہوا تھا حالانکہ اس سے کوئی پچیس ۲۵ برس بیشتر سے اُنکے وجود کی خبر تھی ـ مغربی ہندوستان کے عام آثار قدیم کے تیسرے موسمی دورہ کے بعد جو سنہ ۱۸۷۵-۷۶ مین واقع ہوا ـ سنہ ۱۸۷۸ع مین اِن غارون پر مسٹر برجس کی ایک رپورٹ چھپکے شایع ہوئی ہے جس سے ہم ذیل کا بیان اخذ کرتے ہین ـ

ان غارون کے تین سلسلے ہین جو تقریباً ڈیڑھہ میل تک پھیلے ہوئے ہین ـ پہلا اور دوسرا سلسلہ علانیہ طور پر اعلاً بودھہ کا ہے لیکن تیسرے سلسلہ مین چونکہ نقش و نگار نہین ہے اس لئے وثوق کے ساتھہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکہتے ہین اور نہ انمین کوئی ثبوت ایسا ہے کہ جس سے انہین بودھہ لوگون سے منسوب کیا جائے ـ

پہلے سلسلہ مین پانچ غار ہین ـ اور پانچوین غار کے صدر رخ پر اورنگ آباد کے جین لوگون نے سفیدی لگائی ہے جو اکثر پرستش کے لئے وہان جایا کرتے ہین اور اس غار کا سفید حصہ کسیقدر فاصلہ سے ان غارون کے وجود کا نشان بتلاتا ہے ـ

غار ۱ ـ اس سلسلہ کا یہ پہلا غار ہے (نقشہ ۲۶) جو بہ نسبت پانچون کے زیادہ مغرب مین ہی ـ اسکا رخ جو ۷۴ فیٹ لمبا ہے اسمین چار ستون ہین جو برآمدے مین بطور دہلیز کے ہین اور برآمدہ ۷۶ فیٹ اور ۵ انچہ لمبا اور ۹ فیٹ چوڑا ہے اور اسکے رخ پر آٹھہ ستون ہین دہلیز کے چار ستون جو ایک بہت بڑی پتھر کی چٹان کو جو ان کے اوپر واقع ہے تہامے ہوئے ہین ناکافی ہونے کی وجہ سے اس چٹان کا ایک ٹکڑا نیچے گر پڑا ہوا ہے جس سے وہ ستون دب گئے ہین ـ برآمدے کے پیچھے کی دیوار مین تین دروازے اور دو دریچے ہین ـ اُنمین سے ایک دروازے کے بازو مین بہت سا نقش و نگار ہے ـ اور ڈیوڑی کے دونون کنارون پر مردون اور عورتون کی مورتین کہڑی ہوئی ہین ـ دریچون کے اطراف بھی نقش ہین چوکھٹون اور دروازون کے پٹاؤ نمین بہت سے طاق ہین اور انمین سے ہر ایک مین مورتون کا ایک جوڑا ہے جس مین عاشقانہ تعلقات پائے جاتے ہین ـ ایک دریچہ (نقشہ ۲۷ اور شکل ۱) جو بڑے دروازے کی مغربی مین ہے مثل غار کے دوسرے حصون کے بالکل نا مکمل ہے اسکے اور دروازے کے درمیان مغربی کنارے پر ایک نقش ہے جس مین بودھہ اپنی کنول کی چوکی پر بیٹھا ہوا ہے اور اسکی خدمت مین چنور بردار ہین اور کنول کی ٹہنی کو تھامے ہوی دوسری مورتین ہین جنکے سرون پر پانچ گنی سانپ کی اوڑھنیان ہین ـ یہ سب بالکل (نقشہ ۲۷ شکل ۲) کی دوسری مورت سے

غار نمبر ۱ کا رخ ـ اورنگ آباد ـ نقشہ ۲۶

1. WINDOW FROM CAVE I. 2. SPECIMEN OF WALL SCULPTURES FROM CAVE II 3. FRONT OF THE SHRINE—LEFT SIDE, CAVE II

نمونۂ سنگ تراشی (نقشہ ۲۷)

جو اسکے اوپر ہمین مشابہت رکھتے ہین—یہ نقشہ دوسرے بازو کے غار سے لیا گیا ہے برآمدے کے باہر بائین طرف کی دیوار پر سات بودھون کی قطار ہے جس مین وہ بیٹھے ہوئے ہین اور دونون کنارون پر بودہی ساترا کی دو مورتین اِستادہ ہین بودہی ساترا بودھہ دہرم کا ایک پیر ہوگیا ہے جو آئندہ جنم مین بودھہ ہونے والا ہے اس غار کی تعمیر کی تاریخ بہت مدت کے بعد یعنے چھٹی یا ساتوین صدی کے آغاز مین کندہ ہوئی ہے۔

غار ۲—یہ غار خانقاہ کے لئے نہین بلکہ خاص پرستش کے لئے بنایا گیا ہے۔اسکی وضع کانچیہ مندر کے غارون کی سی نہین بلکہ برہمنی مندرون پر سے لی گئی ہے۔اسکا صدر کا رخ بالکل منہدم ہوگیا ہے جہان ایک برآمدہ یا کشادہ دالان تھا جسکی لمبائی ۲۱ فیٹ ٦ اِنچہ کی اور چوڑائی ۱۲ فیٹ ۱۰ انچہ کی تھی۔اوسکے اندر ایک پرستش گاہ ہے جسکے اطراف ایک ۴ فیٹ چوڑا راستہ ہے۔بعض چھوٹے طاقون مین اس کے دروازے کے چوکھٹے کے درمیان بودھہ کی چھوٹی سی بیٹھی ہوئی مورتین ہین اور چنور بردار اوسکے پاس کھڑے ہوے ہین اور پہرے والے ۹ فیٹ اونچے ہین۔انمین سے ایک (شکل ۳ نقشہ ۲۷) نہایت سادا لباس پہنے ہوے ہے۔بجز ٹوپی کے کہ وہ بالکل منقش ہے۔ اوسکے اطراف سر پر ایک جواہر کی پٹی ہے اور اس سے کسیقدر بلندی پر بودھہ کی ایک تصویر ہے وقیری بھیس مین۔اس تصویر کے چوطرف بھی گویا جواہر کی کنار ہے۔پرستش گاہ کے اطراف کی اور نیز اسکے راستے کی دیوارون پر بودھہ کی بہت سی مورتین ہین جن مین وہ معلمون کی وضع مین چار زانو بیٹھا ہوا ہے—اُنمین سے

نقشہ ۲۸

ایک کي تصویر یہان دیگئی ہے (شکل ۲ نقشہ ۲۷)

غار ۳ - یہ غار اس سلسلہ مین بہت اچھا ہے - اس مین جو خاص کمرا ہے وہ ایک بڑا دالان ہے ۴۱½ فیٹ چوڑا اور ۴۲½ فیٹ لمبا اور چہت کے نیچے بارہ ستون ہین - اس غار کا عمق سامنے کے منہدم برآمدے سے پرستش گاہ کے منتہا تک ۸۲½ فیٹ ہے اور اسکی وسعت دالان کے بازو کے حجرون کے ساتھہ ۶۳ فیٹ ہے - اسکے برآمدے مین صدر کے رُخ پر چار (۴) ستون تھے بیچ کے دو گول تھے اور بازو کے دو مربع - جنکے اب فقط نیچے کے حصہ رہ گئے ہین - اور باہر کي طرف برآمدے کي طول کے مطابق دو پیڑہ کي ایک لمبی سیڑہی ہے اور اوپر کي پیڑہ کسیقدر نصف مدوّر ہے - درمیاني دروازے کے سامنے اور نیز اوسکے دونون طرف شیر ببر کے سر ہین (شکل ۳ نقشہ ۲۸) برآمدے کے دروازے کے سامنے جو زینہ ہے اسکی پیڑہ (شکل ۱ نقشہ ۲۸) نصف مدوّر ہے - اور باہر کے کگر پر مکارا کے دستور کے مطابق نہایت عمدہ تراش ہے ویسا ہی ایک پست زینہ کي پیڑہ ۳ انچہ کي پرستش گاہ کے سامنے کے دروازہ پر کُہدی ہوئی ہے (شکل ۲ نقشہ ۲۸) - اِس غار کے ستون کي تصویرین نیچے دیگئی ہین (شکل ۴ نقشہ ۲۸ - شکل ۶-۷-۸ نقشہ ۳۰ - شکل ۹-۱۰-۱۱ نقشہ ۳۰ - شکل ۱۲-۱۳-۱۴ - نقشہ ۳۱) جن سے نہ صرف انکی تعمیر کا فرق بلکہ انکي تراش کي خوبي بهي معلوم هوتي هے - پرستش گاہ کا دروازہ ایک عمدہ تراش کے زینہ کي
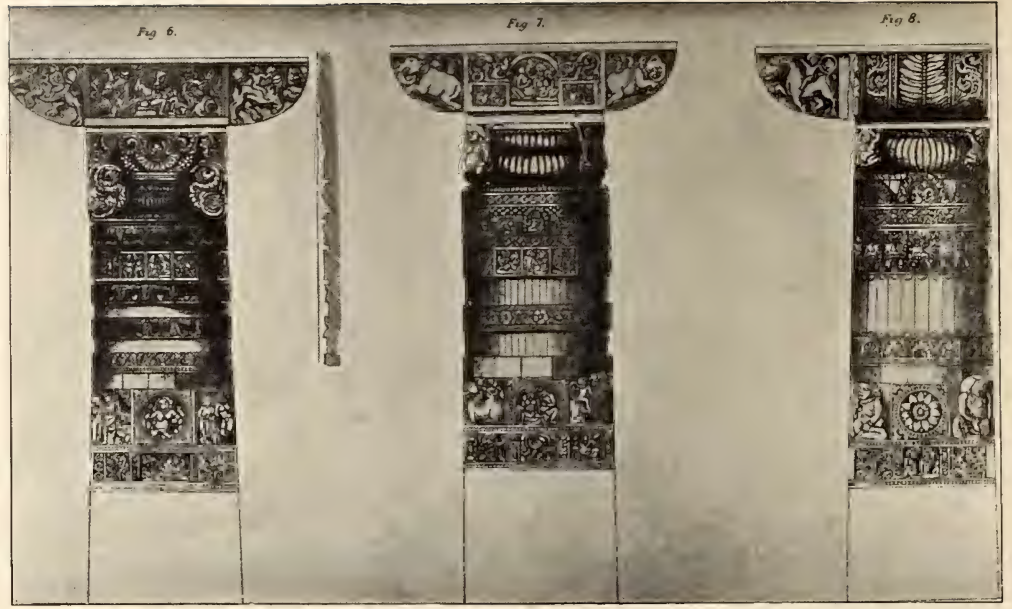
غار نمبر ۳ مین کھمبے (نقشہ ۲۹)
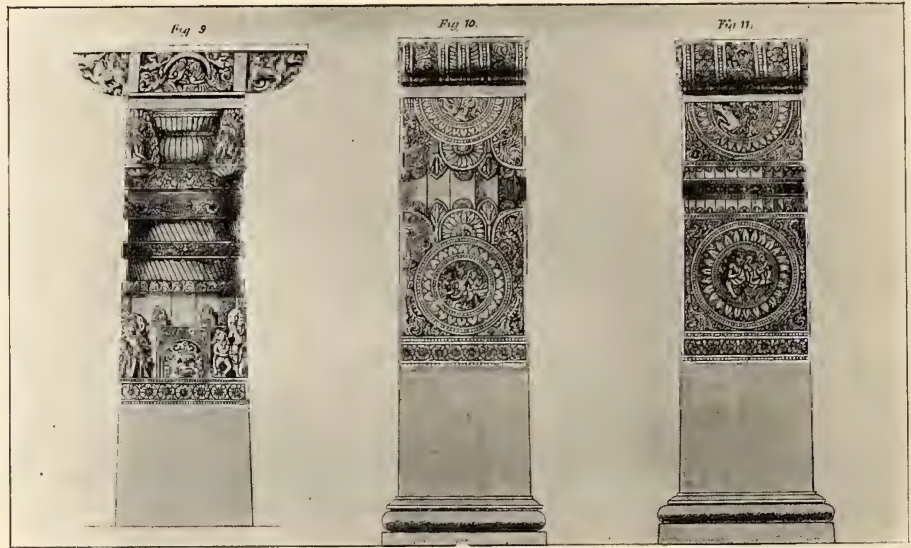
غار نمبر ۳ مین کھمبے (نقشہ ۳۰)

غار نمبر ۳ مین کھمبے (نقشہ ۳۱)

(نقشہ ۳۲)

بڑی پر ہے جو شکل ۲ نقشہ ۲۸ مین دکہلایا گیا ہے ـ چار ستونون کے اوپر جو صدر کے راستہ کے عقب مین ایک طاق ہے کوئی ۱٦ انچہ کا جس مین بہت سے نقوش نصف منبت ہین ـ اس غار مین جو خاص تعجب انگیز کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ وہ بالکل تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور ہندوستان کے بودھہ کے غارون مین معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت اخیر کا ہے کیونکہ اسکے مندر کے صدر کے کونون پر پوجتی ہوئی مورتین کندہ ہین اور یہ مورتین جیسے جیسے آنکہین کم روشنی کو دیکہنے کی عادی ہوتی جاتی ہین ویسے ویسے نظر آنے لگتی ہین ـ سیدہی طرف زانو پر بیٹہی ہوئی چہہ (٦) اور بائین طرف سات قد آدم کی مورتین ہین ـ انمین سے بعض عورتین ہین اور بعض مرد لیکن زیادہ مرد ہین اور سب پرستش کرتے ہوے اس بڑی مورت کو دیکہہ رہے ہین جو دروازے کے داہنے اور بائین طرف واقع ہے (دیکہو نقشہ ۳۲ اور ۳۳ اور شکل ۱ نقشہ ۳۴) یہ مورتین غار کے نقش و نگار مین اپنے خوبصورتی اور اقسام کے قیافہ اور سرونکی پگڑیون مین بے نظیر ہین ـ انکے دکہلانے کے واسطے ـ چار نمونے دئے گئے ہین (شکل ۲ ـ ۳ ـ ۴ ـ ۵ نقشہ ۳۴)

غار ۴ ـ یہ غار نمبر ۳ کی مشرق مین چند گز فاصلہ پر واقع ہے اور یہ ایک مندر ہے جسکا صدر کا رخ تمام منہدم ہوگیا ہے ـ اور اندرونی حصہ کسیقدر افتادہ پتہر کی چٹانون سے پٹا ہوا ہے ـ یہ عقب مین ۲۲ فیٹ اور رخ پر غالباً ۲۲ فیٹ اور ۹ انچہ چوڑا اور ۳۸ فیٹ لمبا ہے ـ اوسکے درمیان کی کمانی چہت کے نیچے ستره ہشت پہلو ستون ہین نہ جنکے سر تراشے ہوے ہین اور نہ پانون ـ یہ درمیانی دالان دروازے سے مندر تک ½۱۲ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ لمبا ہے اور مندر کا قطر ۵ فیٹ اور ۸ انچہ ہے اور بالکل سادہ اور اسکے ستون کا گگر ۲ مربع فیٹ کا ہے ـ اورنگ آباد کے غارون مین مندر کا بہی ایک غار ہے ـ اسکی ابتدائی سادگی سے جو اوسکے اندر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غار بہ نسبت اور غارون کے بہت قدیم ہے ـ اسکے صدر کے رخ کی بلندی بالکل منہدم ہوگئی ہے ـ اسلئے

(نقشہ ۳۳)

WORSHIPPERS ON RIGHT SIDE OF THE SHRINE

(نقشہ ۳۴)

اسکی مدت تعمیر دریافت نہین ہوسکتی ـ لیکن اسکی اندرونی سادگی جو مثل ناسک کے مندر کی سادگی کے ہے ـ اجنٹا کے غار ۱۹ اور ۲٦ کے عمدہ نقش و نگار سے بالکل برعکس ہے اور جو قریب قریب دوسرے غارون کی طرز کے ہین ـ

غار ۵ ـ اس غار کو جین لوگ پرسوا ناتہہ کی پرستش گاہ کے طور پر استعمال کیا کرتے ہین ـ یہ اصل مین غالباً مثل نمبر ۲ کے ایک چہوٹا سا مندر کا غار ہوگا ـ لیکن اسکا صدر کا رخ تمام گیا ہوا ہے اور اسکے ساتہہ جو حجرے ملے ہوے تہے وہ بہی گرگئے ہین اب ـ جو کچہہ باقی ہے وہ صرف ایک مندر ہے اور اوسکے اطراف اسکا ہرا دکشنا ہے (شکل ۴ نقشہ ۱۱)

(غا نمبر ٦ نقشہ ٣٥)

اس مندر کا عرض ٨ سے ٨½ اور طول ٨ فیٹ ھے گویا تقریباً یہ مربع ھے۔ اس مین بودھ کي شیر کے تخت پر بیٹھی ہوئی ایک بڑی تصویر ھے اور اوسکے ہاتھ مین تعلیمی مدرا ھے۔ اس مندر کے اطراف ٤ فیٹ چوڑا راستہ ھے اور پیچھے کي کل طولاني ٢٣½ فیٹ ھے۔ اس غار پر پہلے غارون کا سلسلہ تمام ہوا۔

غارون کا دوسرا سلسلہ پہلے سلسلہ سے مشرقی جانب مین انہین ٹیلون پر کوئی پونے میل پر ھے۔ لیکن یہان نقشہ مین دکہلانے کے لئے اسکو مغرب سے مشرق کي جانب لیا ھے۔ اگرچہ اخیر مغربی غار مین دوسرے غار کے پیش دالان مین سے جانے کے سوا داخل نہین ہوا جاسکتا۔ یہان اس سلسلہ کے غار بھی پہلے سلسلہ کے غارون کے ساتہ مسلسل شمار کئے گئے ہین —

غار ٦۔ یہ غار بہ نسبت دوسرے دو غارون کے چٹان کي بہت بلندی پر واقع ھے اسکا صدر کا رخ بوجہ ایک بڑی چٹان گر پڑنے کے بالکل توٹ پہوٹ گیا ھے۔ اور اسکے برآمدے کے ستون تمام شکستہ ہوگئے ہین۔ یہ برآمدہ ٣٨ فیٹ ١ انچہ لمبا اور ٩ فٹ چوڑا ھے (نقشہ ٣٥) اسکے دونون کنارون پر دو حجرے ہین۔ اسکے معبد کے سامنے ایک چہوٹا سا پیش دالان ھے۔ جس مین صدر کے رخ پر دو مربع ستون ہین۔ معبد کے اندر جو دس ١٠ فیٹ چوڑا اور ٩½ فیٹ لمبا ھے بودھ کا ایک بہت بڑا مجسمہ اور دوسری پرستش کرتی ہوئی مردون اور عورتون کي مورتین ہین جیسے غار نمبر ٣ مین ہین۔ اگرچہ یہہ مورتین قد آدم سے بہت چہوٹی ہین اور نہ ویسی دلچسپی رکہتی ہین جیسے اور غارون کي۔ لیکن اسکے برآمدے کي چہت پر بہت سی چیزین کندہ ہین جو برابر سمجہہ مین آتی ہین اور اسکي تراش کي وضع ویسی ہي ھے جیسے اجنٹا کے غارون کے برآمدون کی۔

غار نمبر ٧ عقب بر آمدہ (شکل ١ نقشہ ٣٦)

غار نمبر ٨ مندر کا صدر کا رخ (شکل ٢ نقشہ ٣٦)

داہنی طرف کے معبد میں شکلیں (نقشہ ۳۸)

معبد کي ڈہونڈنے مین بہي ویسے ہي رنگے ہوئے قطعات ہین لیکن وہ ایسے ناقص کہ کوئی تصویر صاف پہچانی نہین جاتی —

غار ۷—اس غار مین چٹان کے کنارے پر اوتر کے داخل ہوا جاتا ہے اور یہ غار اس سلسلہ مین سب سے نیچا ہے اسکا دالان صدر کے رخ پر ۳۳½ فیٹ چوڑا ہے اور عقب مین ۳۵ فیٹ اور رخ سے عقب تک ۱۴ فیٹ کا فاصلہ—اس غار مین نہایت عمدہ تصویرین ہین اور جو تصویرین دالان یا برآمدے کے پیچہے کي دیوار پر ہین وہ (شکل ۱ نقشہ ۳٦) مین دکہلائی گئی ہین اندر کے دالان مین معبد کا تمام رخ ایسے عمدہ نقوش سے بہرا ہوا ہے جو بودھہ کے غارون مین شاذ و نادر ہي پائے جاتے ہین—اسلئے گمان کیا جاتا ہے کہ یہ غار غالباً جوگئیون کے لئے بطور خانقاہ کے تیار کیا گیا ہے (شکل ۲ نقشہ ۳٦) یہانکي دیوار مین ایک عمیق طاق ہے جس مین دو منبت مورتین ہین ایک مرد اور ایک عورت کي (شکل ۴ نقشہ ۳۷) اس طاق کے مقابلہ مین دوسری طرف دوسرا ایک طاق ہے جس مین نیم برہنہ سات تصویرین ہین بیچ کي تصویر ناچ رہی ہے اور دوسری بیٹہی ہوئی باجا بجا رہی ہین—غالباً یہ عبادت کا عام طریقہ ہے—(شکل ۵ نقشہ ۳۷) اوسکے رخ کے دونون طرف کنارون پر دو حجرے ہین ایک مین جو بائین جانب یا مغرب مین ہے بودھہ کي کہڑی ہوئی مورت ہے اور اسکے بعد چہہ ٦ عورتین ہین جنکے سرون پر اقسام کي اوڑہنیان ہین—اور اخیر مین ایک مرد ہے ایک بڑي پگڑي پہنا ہوا—اور اسکے داہنے ہاتھہ مین ایک

غار نمبر ۷ اور ۹ سے سنگتراشی کے نمونے (نقشہ ۳۷)

تہیلی یا اور کوئی وزنی شئی ہے—دوسرے کنارے کے حجرے مین (شکل ۲ نقشہ ۳۸) ایک لحیم و شحیم مرد کي مورت ہے جو گلے مین ایک موٹا سا جنیو پہنے ہوے ایک گدی پر چار زانون اپني عورت کے پاس بیٹہا ہوا ہے—اور اوس کي عورت اپنی بائین ران پر ایک بچی کو کہلا رہی ہے—اس غار مین عورتون کے بال اور انکي اوڑہنیا نہایت احتیاط سے کندہ کي ہوئی ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ انکے کندہ کرنے مین سخت محنت ہوئی ہے—اس نقش و نگار کے اقسام اور تکمیل کو دکہلانے کے لئے اس غار مین سے شکل-۱-۲-۳ نقشہ ۳۷ اور نیز شکل ٦-۷-۸-۹ عورتون کے سرون کي غار نمبر ۹ مین سے انتخاب کي گئی ہین—ان تمام تصویرون مین کان کي لو مین ایک ہی قسم کي بالی پڑی ہوئی ہے لیکن انمین سے اکثرون کے کان مین اور بہی زیورات ہین —

غار-۸-۹ غار نمبر ۷ کے قریب کي چٹان مین ایک بڑا طاق ہے جس کي سطح پتہر کے کُندون اور مٹی سے جو غالباً کسی اور بڑے غار کے ہون—پٹی ہوئی ہے—اسکے اوپر دوسرے غار کي ابتدائے تعمیر ہے—(غار ۸) اور اسپر کسیقدر تراش ہے—لیکن یہ غار ۲۷ فیٹ چوڑا اور ۲۰ فیٹ گہرا ہے اور نا مکمل اور جو کچہہ اس مین کہدا ہوا ہے اسکو دیکہنے کے لئے ایک زینے کے ذریعہ سے پہنچا جاتا ہے—

غار ۹—یہ غار بہت بلندی پر کسیقدر مغرب مین ہے لیکن صرف اوسکے کہنڈر ہی ہین—کیونکہ اسکا تمام رخ اور چہت کا اکثر حصہ دہسک گیا ہے—معلوم ہوتا ہے کہ اسکے

سامنے ایک بڑا دالان تھا اور اس میں تین چھوٹے دالان-بڑے دالان کے درمیان عورتوں کی مورتیں ہیں جیسے غار نمبر ۷ میں انمیں سے بیچ کی مورت زیادہ بڑی ہے-اس غار کے مغربی دیوار کے کنارے پر بودھ کی ایک بڑی مورت ہے اپنی داہنی پہلو پر لیٹے ہوے-کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت جبکہ وہ نروانا میں داخل ہوا-اسیطرحسے لیٹا ہوا تھا-یہ نروانا آواگون کے پرے ہے-اس غار کے اکثر حصوں میں بودھ کی شکلیں اقسام کی نشست میں دیواروںمیں کھدی ہوئی ہیں-دالان کا مشرقی کنارہ کیچڑ سے بھرا ہوا ہے-اس سے کسیقدر فاصلہ پر ڈھالوان میں اور ایک غار ہے جو بالکل گڑ گیا ہے-

اس سلسلہ کے مشرقی جانب میں ایک میل کے فاصلہ پر غاروں کا تیسرا سلسلہ ہے-جس میں دو یا تین غاروں کی تعمیر شروع ہوئی تھی لیکن تمام نہیں ہوئی اور نہ انمیں کسیطرحکا نقش و نگار ہے-ان غاروں میں جو دیکھے جاسکتے ہیں وہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ کے غار ہیں-اور اخیر غار بہت بڑا ہے اس میں ایک برآمدہ اور ایک مندر ہے لیکن سب نا مکمل-اس باب میں اور نیز دوسرے بابوں میں جن مندروں اور مسجدوں کا حال آیا ہوا ہے اونکے متعلق اخبار ٹائمز آف انڈیا مطبوعہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۹۶ع میں جو کیفیت درج ہوئی ہے اسکا خلاصہ یہاں نا مناسب نہوگا-

مسٹر کوسنس کی اخیر رپورٹ جو مغربی ہندوستان کے آثار قدیم کے معائنہ کی نسبت تیار ہوئی ہے اسمیں تقریباً قلمرو نظام میں نو مہینے کے دورے کا بیان ہے-اس ملک میں آثار قدیم اسقدر زیادہ ہیں کہ جسکی نہ وہاں کے باشندوں کو خبر ہے اور نہ گورنمنٹ نظام کو-بلکہ گورنمنٹ مذکور کو جسقدر انکی زیادتی کا گمان ہے وہ اس سے کہیں بڑھکے ہیں-عالمان آثار قدیم کا تجربہ ہے کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان دونوں اپنے مذہبی معابد کی ویسی حفاظت نہیں کرتے کہ جیسی چاہئے-انکی حفاظت کرنے والے وہ کافر اور ملیچہ ہیں جو مغرب کے رہنے والے ہیں-مسٹر کوسنس کا یہ کہنا بالکل سچ ہے اور وہی شخص اوسکی تصدیق کرسکتا ہے جو ہندوستان کے چوطرف پھیلے ہوے کھنڈروں میں گھومتا رہتا ہے-وہ کہتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب کوئی مندر ناپاک ہوتا ہے تو پھر گاؤں یا شہر میں سے کوئی شخص اسکی قدامت اور صناعی وغیرہ کی بالکل پروا نہیں کرتا اور یہی سبب ہے کہ کسی زمانہ میں جو عمارتیں اپنے بانیوں اور پرستاروں کے فخر کا باعث تھیں-وہ آج دیہاتیوں کی بے پروائی سے خوار و ذلیل ہو رہی ہیں-اور فی الحقیقت اس میں کوئی شک نہیں-چونکہ انگلنڈ میں قدیم مکانوں کی حفاظت کی نسبت زیادہ جد و جہد کیجاتی ہے اسلئے جب ہم یہاں کے لوگوں کو ان معابد و مساجد سے جو کسی زمانہ میں انکی عبادت کے مکانات تھے اور بعد میں غیر مستعمل ہوگئے بالکل بے پروا اور عدیم التوجہ پاتے ہیں تو ہمیں سخت تعجب گذرتا ہے-لیکن ہم گورنمنٹ نظام کی اس کارروائی کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو ایسے مشہور کھنڈروں کی حفاظت کررہی ہے-یہ ایک خوش نصیبی کی بات ہے کہ اکثر قدیم عمارتیں اوسکے ملک میں داخل ہیں مثلاً ایلورا اور اجنٹا کے غار (ان غاروں کے دیکھنے کے جو لوگ آرزومند ہوں انہیں گورنمنٹ مذکور نہایت کشادہ دلی سے مدد دیتی ہے) اور اسیطرحسے گولکنڈے کے شاہی مقبرے-اور علی ہذا دولت آباد-ورنگل-گلبرگہ اور بیدر-اسی ریاست میں داخل ہیں اور خود حیدرآباد جو موجودہ ریاست کا پایہ تخت ہے-وہ بھی اسی میں داخل ہے-دولت آباد کا قلعہ نہایت فخر و مباہات کیساتھ ایک ناہموار ٹیلے پر نہایت دلچسپ اور پر فضا مقام میں واقع ہے-ورنگل کے قلعہ کی کیفیت کا کہ جسپر دولت آباد کے مفتوح کرنے کے بعد دہلی کی فوجوں نے چڑھائی کی تھی مسٹر کوسنس نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے مفصل بیان نہیں کیا-اور گلبرگہ کا بھی سرسری طور پر بیان کردیا ہے-اگرچہ اسمیں بہت سے عظیم الشان اور قدیم آثار صنادید جو آگ گاڑی کے مسافروں کے دلوں پر انکے قریب سے گذرتے وقت بہت کچھ اثر ڈالتے ہیں موجود ہیں-ملک کے آثار قدیم میں جو قابل دید ہیں وہ مسلمانوں کی صناعیاں ہیں جو ہنود کی قایم کی ہوئی بناؤں پر کی گئی ہیں-اور اسطرحسے دکھن کے وسیع خطہ کی پولیٹیکل تاریخ پتھروں پر لکھی ہوئی ہے-لیکن تاہم قدیم ہماڈپنتی مندر ابتک ادہر اودہر پائے جاتے ہیں-کیونکہ ہم دیوگڑہ کے بادشاہوں کے ملک میں ہیں ہماڈپنتھ کہ جسنے ایک شکر گذار بیمار کو تین مندر بنانے کی ترغیب دلائی تھی ایک حکیم حاذق تھا-اور دیوگڑہ کے ایک راجا کا وزیر اعظم-اسکے مندر مضبوط پتھروں کے ہیں اور بعض بعض مقامات پر ان پتھروں کو لوہے کے بندھوں سے باندھا گیا ہے-یہی سبب ہے کہ وہ ابتک ویسے ہی باقی ہیں-لیکن چونے کے مندروںکی یہ حالت نہیں-جہاں وہ غیر مستعمل اور بیکار ہوے کہ انکا اسباب مکانونکی تعمیر میں لیلیا گیا-

مسٹر کوسنس کا خیال ہے کہ قدیم مندر بالکل اینٹوں کے بنے ہوے تھے-اور یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے-کیونکہ اب بہت کم انمیں کے باقی رہگئے ہیں-اسکے بعد جب پتھر تعمیر کے کام میں آنے لگا تو حوصلہ مند معماروں نے دنیاوی کاموں کے لئے قدیم پتھر کے مندروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا-اور مسٹر کوسنس ایک دو سال پیشتر سے ان باتوں پر غور کر کے نظام گورنمنٹ پر زور ڈالتے ہیں کہ مجوزہ ریلوے جب حیدرآباد سے منماڑ تک بنیگی تو گورنمنٹ کو لازم ہے کہ ضرور اس بات کا خیال رکھے اور حکم نافذ کرے کہ اس سڑک پر قدیم مندروں سے تعمیر کا اسباب لینے نہ پائے-اور ہم اعتماد کرتے ہیں کہ نئی ریلوے بنانے والوں کو ایسا موقع نہ دیا جائیگا اور علی الخصوص ایسے ملک میں جو تاریخی دلچسپی اور آثار قدیم کا اعزاز رکھتا ہے-اسمیں اب بھی بعض نہایت مشہور مکانات قابل محافظت ہیں چنانچہ ہنم گنڈے کا بڑا مندر جو ملک حیدرآباد میں ایک نہایت عمدہ یادگار ہے-اسکی دلچسپ تاریخ ہنگام ابتدا سے اوسی پر لکھی ہوئی ہے-جب یہ تعمیرات سے مرمت ہونی شروع ہوتی ہیں تو پھر انہیں منہدم ہوتے دیر نہیں لگتی-چنانچہ ناندی کی خیمہ گاہ سے جو اسی مندر کا ایک حصہ ہے اسکا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے-

پنجابی

جھٹکا گاڑی

بہشتی

بہل کی گاڑیان

مرقومۂ ذیل باب میں امیروں اور دوسرے اکابروں کے مختصر حالات - تصاویر اور سوانح عمری درج ہیں - جنہیں مؤلف نے برضامندی سرکار حضور نظام منتخب کئے ہیں - لیکن انکے مضمون کی صحت کا کسیطرح ذمہ دار نہیں ہے -

مدیر

نواب سر خورشید جاہ بہادر۔ کے۔ سی۔ آئی۔ اِی۔ شمس الامرائے پنجم

خاندان شمس الامرا
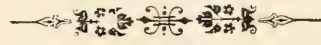
خاندان شمس الامرا کا خاصہ ہمیشہ سے سرکار برطانیہ کے ساتھہ وفاداری کا رہا ہے۔ مراسلت فریزر میں مندرج ہے " حیدرآباد کنٹنجنٹ کی ماہانہ تنخواہ صرف شمس الامرا کے عہد وزارت میں بروقت ملتی رہی۔۔اور جسطرح سے انہون نے نہایت مشکل کے وقت مین کارروائی کی اسپر گورنر جنرل نے اپنا اطمینان ظاہر فرمایا"۔ اسبات کے کہنے کی حاجت نہین ہے کہ جس امیرکا یہان ذکر ہے وہ سر خورشید جاہ کے دادا امیر کبیر اول تھے کہ جنہون نے بدرخواست نواب ناصرالدولہ وزارت کا کام اپنے ذمہ لیا اور پھر اپنی ہی خوشی سے چھہ مہینے کے بعد چھوڑدیا۔

خاندان شمس الامرا امرائے حیدرآباد مین درجہ اول رکھتا ہے۔ انسے بڑھکر جو ہے وہ حضور نظام کا خاندان ہے۔ اور اس خاندان سے شادی ارر بیاہ کے ذریعہ انہین قرابت حاصل ہے۔۔

یہہ خاندان شیخ فرید شکرگنج کی اولاد مین ہے۔ شیخ فرید ایک بہت بڑے ولی ہوگئے ہین جنکی مسلمان باشندگان ہند بہت بڑی عزت کرتے ہین۔ انکا روضہ پنجاب کے پاک پٹن مین موجود ہے جسکی زیارت کو ہرسال بہت سے لوگ جایا کرتے ہین۔ اورنگ زیب بادشاہ کے زمانہمین انکی اولا مین سے ایک صاحب شیخ ابوالخیر خان امام جنگ شمشیر بہادر نے بڑے کارنمایان کئے تھے۔ وہ دھلی سے آصف جاہ کے ہمراہ آئے۔ اسکے پیشتر وہ مالوا اور اورنگ آباد کے نایب صوبہ کا عہدہ بڑی کامیابی کے ساتھہ چلا چکے تھے۔ آصف جاہ نے انہین شمشیر بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا اور ساتھہ ہی اسکے انکے درجہ کے مطابق انہین منصب وظیفہ مقرر کردیا۔ وہ سلطنت مغلیہ کے بھی منصب دار تھے۔ سنہ ۱۷۵۲ ع مین شہر برہان پور مین انکا انتقال ہوا۔

ابوالخیر خان کے فرزند ابوالفتح خان نے اپنی کمسنی ہی مین نواب نظام علے خان کا خیال اپنی طرف رجوع کیا اور پھر وہ انکی نظر عاطفت مین زیادہ زیادہ جائی کرتے چلے۔ انکو نظام کی خانگی فوج کا کماندر بنایا گیا۔ اس فوج مین پیدل و سوار ملکر ۱۴۰۰۰ سپاہ تھی۔ انکا پہلا خطاب تیغ جنگ تھا۔ اور پھر انکو اول درجہ امارت اور خطاب شمس الامرا دیا گیا۔ خانگی فوج کی پرورش اور انکے عہدہ اور درجہ کے لایق شان و شوکت مین رہن اس غرض سے انہین سالانہ ساتھہ لاکھہ روپیہ کی جاگیردوامی مرحمت فرمائی۔ انکے خطابات۔ انکی جاگیرین اور خانگی فوج کی افسری انکے فرزند ابوالفتح محمد فخرالدین خان کو دی گئی۔۔ علاوہ مزید برآن حضور نظام نے انکو خطاب امیر کبیر مرحمت فرماکر اور بھی اس خاندان کی عزت افزائی کی۔ انکی شادی نظام علے خان کی ایک دختر سے ہوئی تھی۔ ابوالفخر محمد فخرالدین خان شمس الامرائے ثانی اور امیر کبیر اول تھے۔ انکے بعد انکے فرزند محمد رفیع الدین خان انکے جانشین ہوے۔ یہہ شمس الامرائے ثالث اور امیر کبیر ثانی تھے۔ یہہ صاحب سالارجنگ اول کے ساتھہ حضور نظام کی صغرسنی مین کوریجنٹ رہے۔ وہ لا ولد تھے۔ اسلئے انکے انتقال کے بعد انکے چھوٹے بھائی محمد رشیدالدین خان انکے جانشین ہوے۔ یہہ شمس الامرائے رابع امیر کبیر ثالث۔ اور کوریجنٹ ثانی تھے۔ محمد رشیدالدین خان کے دو فرزند تھے جو دونون فی الحال زندہ ہین یعنے نواب سر خورشید جاہ بہادر کے۔سی۔آئی۔ای اور نواب سروقارالامرا بہادر۔ کے۔سی۔آئی۔ای۔ موجودہ مدارالمہام۔ اول الذکر صاحب سنہ ۱۸۸۱ ع مین اپنے باپ کے جانشین بطور شمس الامرائے خامس اور امیر کبیر رابع کے ہوے۔

(محمد رشیدالدین خان چہارم شمس الامرا)

محمد معین الدین خان — فرزند مرحوم سر آسمان جاہ

خاندان سر سالار جنگ

نامور خاندان سالار جنگ کے زندہ اراکین معہ وارث صغر سن کے حسب ذیل ہیں۔

۱ عزیز النسا بیگم صاحبہ۔ اہلیہٴ متوفیٴ سالار جنگ اول۔

۲ نور النسا بیگم۔ دختر بزرگ سالار جنگ اول و زوجہٴ نواب مکرم الدولہ بہادر۔

۳ سلطان بخت بیگم۔ دختر دوم سالار جنگ اول و زوجہٴ نواب بہرام الدولہ بہادر۔

۴ زینب بیگم صاحبہ۔ اہلیہٴ سالار جنگ ثانی۔

۵ میر یوسف علی خان عرف قاسم خان۔ فرزند سالار جنگ ثانی جو فی الحال ہشت سالہ ہیں۔

۶ کریم النسا بیگم۔ دختر نواب منیر الملک بہادر جو فی الحال سیزدہ سالہ ہیں۔

جبکہ سر سالار جنگ ثانی کا انتقال ہوا تو صاحبزادہ کی عمر صرف ایک ہی مہینے کی تھی۔ اور کریم النسا کی عمر انکے والد نواب منیر الملک کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی۔ صاحبزادہ اپنی والدہٴ ماجدہ کے ساتھ اور کریم النسا اپنی بڑی اماں نور النسا بیگم دختر اول سر سالار جنگ کے ساتھ محل میں رہتی ہیں۔ مسز لوریلین دایہ لڑکے کی محافظت کرتی ہے اور گاڑی میں جب سیر کو جاتے ہیں تو ہمراہ رہتی ہے۔ ابھی تو کچھ کچھ انگریزی اردو اور عربی میں بات کرسکتے ہیں۔ مگر ابتک کوئی ادیب اور معلم انکے لئے مقرر نہیں کیا گیا۔ حضور نظام اور مدار المہام دونوں صاحبزادہ کے محافظ ہیں۔ انکے لئے خاص آتہہ ماماہیں نوکر ہیں۔ کریم النسا کے لئے دو استانیاں نوکر ہیں۔ مس ایوانس انگریزی کی تعلیم کے لئے۔ اور فاطمہ بی عربی کے لئے۔ انکے لئے بھی کئی ایک ماماہیں نوکر ہیں۔

سالار جنگ کا خاندان آبا و اجداد کے وقت سے مشترک ہے۔ دونوں نوابوں کے انتقال کے بعد کل املاک زینت النسا بیگم صاحبہ والدہٴ ماجدہٴ سر سالار جنگ اول کے قبضہٴ اختیار میں دی گئیں۔ انکا انتقال پانچویں ماہ مئی سنہ ۱۸۹۵ع کے روز ہوا۔ کوئی بالغ رکن خاندان کی عدم موجودگی میں حضور نظام نے بہ نظر الطاف شاہانہ انکے املاک کا انتظام اور بچوں کی محافظت اپنے ذمہ لی۔ اور بفرمان شاہی۔ مرقوم الذیل صاحبوں کی کمیٹی مقرر کی۔ راجہ صاحب رائے بہادر دھرم ونت۔ نواب عماد نواز جنگ بہادر اور کاپٹن ایف برکلمر آر۔ ای۔ آخر الذکر صاحب کمیٹی کے سکریٹری بھی تھے۔ کپتان برکلمر صاحب کو صاحبزادہ اور کریم النسا بیگم کی صحت و حافظت تندرستی اور سلامتی کا بھی ذمہ دار کیا تھا۔ بعد ازآں بفرمان حضور نظام مورخہٴ ساتویں ماہ شوال سنہ ۱۳۰۷ھ نواب بہرام الدولہ بہادر اس کمیٹی کے صدر نشین قرار دئیے گئے۔ علاوہ باردری اور اصطبل کے تمام مکانات اور کارخانجات کا انتظام بدستور سابق عذبہ صاحب خانساماں کی تحویل میں تھا۔

میر یوسف علی خان۔ عرف قاسم خان

حضور نظام نے کمیٹی کے انتظام املاک سے نا امید ہوکر۔ کہ وہ حضور کی مرضی کے موجب کارروائی نہ کرسکی۔ ایک کمیشن بہ شراکت مسٹر اے۔ جے۔ ڈنلاپ نواب اکبر جنگ بہادر و نواب عماد نواز جنگ بہادر مقرر فرمایا اور ایک حکم جاری کیا کہ املاک سالار جنگ کی مالی حالت پر تفتیش کرے۔ جبکہ رپورٹ کیا گیا۔ جو قدرے مفصل و طول و طویل تھا۔ حضور نظام نے کمیٹی منتظم کو موقوف کردیا۔ اور رائے للتا پرشاد کو خدمت نظامت پر منتخب کیا۔

نواب فاخرالملک بہادر

خاندان نواب فخرالملک بہادر

SUFOUR JUNG
MOOSHEEROOD DOWLA
FAHHR OOLMOOLK

نواب صاحب موصوف کے خاندان کا اصل وطن ملک ایران مین شہر طوس تہا۔اس خاندان کے اراکین ایک وقت مین محافظ روضۂ امام رضا علیہ التحیۃ والسلام تہے وہ خود بہی انہین کي اولاد مین تہے۔

جبکہ والئی تاتار محمود سلطان کے بیٹے عبداللہ خان نے طوس پر لشکر کشی کي تو دو بہائی میر نقی اور میر ابوالقاسم دونون کي شکست ہوئی اوروہ ہرات مین بہت سی دولت کے ساتہہ عزلت نشین ہوے۔انمین اول الذکر صاحب خراسان کے حاکم اور روضہ کي کنجیونکے محافظ تہے۔میر نقی کے فرزند سید حسین کنچہہ تو بہ سبب اپنی بے انتہا دولت کے اور کچہہ تو اپنی ہشیاري کے بہت سے دولتمند سوداگرون مین عزیز ہوگئے۔اس اثنا مین انکو اپنے باپ سے کچہہ نااتفاقی واقع ہوئی لہذا وہ خواف کو چلے گئے اور جاکر خواف کے حاکم خواجہ علاؤالدین کے پاس ٹہہرے خواجہ علاؤالدین نے انکو دور اندیش اور عقلمند نوجوان معلوم کرکے اپنی بیٹی سے شادی کردی۔

خواجہ علاؤالدین کے بیٹے خواجہ شمس الدین شاہنشاہ اکبر اعظم کے زمانے مین وزیر اعظم ہوے۔اور اسوقت میر حسین اپنے بیٹے میر کمال الدین حسن اور پوتے میر حسن کو ہمراہ لیکر ہندوستان مین وارد ہوے۔

میر حسین ملک بنگالہ مین بخشی گری کے عہدے پر مامور ہوے۔اور جنگ کاشمیر کے وقت پر انہون نے عمدہ خدمتین ادا کین جنکے لئے پبلک نے انکی بڑی قدر کي۔

میر حسین کے انتقال کے بعد انکے بیٹے میر حسن انکي جائے پر قائم ہوے۔انکے ساتہہ جن جن لوگون کو سابقہ پڑا وہ سب انکی عزت کرتے تہے۔

میر حسن خوافی کے بیٹے میر کمال الدین حسن نے شاہ محمد امین قادری کے ہاتہہ پر جو ایک بڑے ولی گذرے ہین۔تعلیم پائی۔

خواجہ شمس الدین کي خواہش سے وہ ہندوستان آئے جہان انکا بہت عمدگی کے ساتہہ استقبال ہوا۔

انکو افواج بلخ پر سرداری دی گئی۔اور بعد ازآن وہ وزیر تہاتا مقرر ہوے۔

انکے بیٹے میر حسین امانت خان اول نے شاہ محمد امین الدین قادری کے ہاتہہ پر بیعت کي اور سنہ ۱۰۱۴ ہجری مین ہندوستان آئے۔اور جنگ رن مین شہزادہ خرم کے ہمراہ تہے۔اس لڑائی کے بعد انہین فوج کي سپہ سالاری دی گئی اور بعد چندے وزیر اعظم دکہن بنائے گئے۔شاہنشاہ انکی ہمیشہ تعریف فرماتے رہتے تہے اور اخیر تک انکے لئے عمدہ خیال رکہا۔اسوقت پر میر معین الدین امانت خان دوم تولد ہوے۔یہہ میر حسین امانت خان اول کے فرزند تہے کہ جنکے تولد کي پیشین گوئی ولی سید شاہ میر قادری نے کي تہی۔اس بچے کو سید شاہ میر قادری کے قدمون پر ڈالکر نہلایا گیا۔جنہون نے اسکو اپنا متبنیٰ کرلیا۔جب امانت خان دوم حد بلوغ کو پہنچے تو ولئی بزرگ شیخ آدم لاہوري کے ہاتہہ پر بیعت کي۔سنہ ۱۰۵۰ ہجریہ مین وہ اجمیر شریف مین سپہ سالار اور صوبیدار مقرر ہوے۔شہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ وہ قندہار گئے تہے۔

شاہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین وہ وزیر ممالک لاہور وملتان وکابل و کاشمیر ہوے۔جبکہ شہزادہ شاہ عالم حاکم ملتان ہوے تو امانت خان اسی جائے پر انکے نایب مقرر ہوے۔

مسیرالامرا مین جو ایک بڑی کتاب تواریخ ہے۔لکہا ہے کہ امانت خان دوم ہمیشہ اپنے آقا کے سچے اور وفادار ملازم رہے۔اور اپنے فرایض منصبي کو نہایت انصاف اور دیانتداری سے بجا لاتے۔ایک مرتبہ انکو حکم شاہی پہنچا کہ فلانے راجہ کو دربار شاہی مین حاضر کرے۔یہہ حکم جبکہ راجہ کو سنایا گیا تو اسنے امانت خان سے مخاطب ہوکر کہا کہ مین جب چلون کہ تم اسبات کا ذمہ لو کہ میری کسیطرح ہتک عزت نہوگی۔امانت خان نے اس ذمہ داری سے انکار کیا اور کہا کہ مین کیونکر ایسے شہنشاہ کے اطوار کا ذمہ دار ہوسکتا ہون کہ جسنے اپنے باپ اور بہائی سے ایسا سنگ دلی کا سلوک کیا ہو۔جاسوسون نے بادشاہ کو اسبات کي خبر دی جس سے بہت خفا ہوکر بادشاہ نے انکو اپنی خدمت سے معزول کیا اور انکی جاگیرین اور منصب ضبط کرلئے۔لہذا امانت خان دوم تہوڑے زمانے تک بیکار رہے۔چونکہ انکی معطلی راست گوئی کے سبب سے ہوئی تہی اسلئے بادشاہ کا غصہ جب فرو ہوا۔اور انکی راست بازی پر غور کیا تو انکو پہر انکی خدمت عطا کي اور جاگیرین اور منصب وغیرہ جو کچہہ ضبط کیا تہا واپس دیا۔بلکہ اور انکے اعزاز بڑہا دئیے۔مزید برآن انہین وزیر خالصہ مقرر کیا۔

حاصل کلام شاہنشاہ اورنگ زیب اُنکی بڑی عزت کرتے تھے یہانتک کہ اُنکو سپہ سالار اور وزیر دکھن اور ناظم اورنگ آباد مقرر کیا۔ اسي وقت خانِ جہان خان کو کتاش حاکم دکھن مقرر ہوا۔

امانت خان دوم نے سنہ ١٠٩٥ ھجریہ مین انتقال کیا۔ میان شاہ نور حاماوی نے جو ایک ولی تھے۔ اور جنکا روضہ تاحال اورنگ آباد مین موجود ہی۔ اُنکو بہت کچھہ علوم معرفت مین درک پیدا کرا دیا تھا۔ انکے چار فرزند بڑے ارکان سلطنت ہوے۔

انکے بڑے بیٹے میر عبدالقادر دیانت خان اور دوسرے میر حسین امانت خان تھے۔ یک تو وزیر صرف خاص ہوے۔ اور دوسرے وزیر اعظم ہوے۔ میر حسین امانت خان گجرات کے صوبیدار اور قلعہ سورت کے حاکم ہوۓ۔ انکے بعد انکی جگھہ پر انکے بہائی میر عبدالقادر دیانت خان مقرر ہوے۔ جو پہلے وزیر دکھن تھے۔ تیسرے فرزند میر عبدالرحمٰن وزارت خان وزیر مالوا و بیجاپور۔ اور چوتھے میر کاظم خان وزیر ملتان مقرر ہوے۔

میر کاظم خان کے بیٹے کا نام میر حسن علی خان تھا۔ انہون نے بیس سال کي عمر مین انتقال کیا۔ انکے ایک لڑکا میر عبدالرزاق نامي تھا جو بعد مین بخطاب شاہ نواز خان صمصام الدولہ بہادر مشہور ھوا۔ ابہی تک اورنگ آباد مین ایک بہت بڑا چوک ھے جسمین بہت سي شاہانہ عمارتین موجود ہین۔ یہہ شاہ نواز خان کا چوک کہلاتا ھے۔ یہہ چوک اس زمانے مین اس خاندان کي کیا شان و شوکت تھي اسکي شہادت دے رہا ھے۔ میر عبدالقادر دیانت خان کے بعد انکے بیٹے علی نقی خان دکھن کي وزارت کے عہدے پر قائم ہوے۔ انکے بعد انکے پوتے میر محمد تقی وزارت خان اور انکے بعد انکے بہائي اس عہدے پر قایم ہوتے رہے۔ نواب آصف جاہ کے زمانے مین میر محمد حسین خان خطاب امیرالدولہ منصور جنگ سے سرفراز ہوے۔ یہہ صاحب بعد ازآن نواب صمصام الدولہ بہادر کے ہمراہ مارے گئے۔ اورنگ زیب بادشاہ کے عہد سلطنت مین میر محمد کاظم کو بیجاپور مین ملازمت دی گئی۔ مختلف مقامونپر کئي ایک بڑے بڑے عہدے پر مامور ہونیکے بعد۔ جیسے کے وزارت ملتان و لاہور صوبیداری ملتان وغیرہ وغیرہ۔ وہ وزیر کاشمیر مقرر کئے گئے۔ انکا انتقال سنہ ١١٣٥ ھجریہ مین ہوا۔ میر کاظم خان کے بیٹے میر حسن علی خان کا انتقال عین جواني مین ھوا۔ انکے بیٹے میر عبدالرزاق شاہ نواز خان صمصام الدولہ ٢٩ رمضان سنہ ١١١١ ھجریہ کو شہر لاہور مین تولد ہوے تھے۔ اور نہایت کم سني مین اورنگ آباد گئے۔ نواب آصف جاہ نے انکو کئی ایک بڑے بڑے عہدون سے سرفراز فرمایا۔ اور تھوڑے ہي عرصہ مین شاہ دہلی نے انہین وزیر برار مقرر کیا۔ وہ اپنی خدمت مدت تک بجالاتے رہے۔ اور اپنے کارہائے مفوضہ کو اس خوبي اور دیانت داري سے ادا کیا

کہ ایک مرتبہ نواب آصف جاہ نے فرمایا کہ اسکے کامون پر مہر دیانت و امانت لگی ہوی ھے۔ سنہ ١١٥٠ ھجری مین جبکہ نواب آصف جاہ کو حکم ہوا کہ محمد شاہ شاہنشاہ دہلی کي خدمت مین حاضر ہون تو انہون نے اپنے فرزند نواب ناظم الدولہ ناصر جنگ کو انکی زیر حفاظت رکہا۔ نواب ناظم الدولہ ناصر جنگ نواب صمصام الدولہ سے ایسے خوش ہوے کہ انہون نے انکو باوجود دیوان برار ہونیکے اپنا معتمد اور دیوان بنایا۔ نواب صمصام الدولہ نے اِن دونون خدمتون کو نہایت خوبي سے ادا کیا۔ جب نواب آصف جاہ بہادر دہلی سے واپس آئے تو بعض بد بخت لوگون نے نواب ناصر جنگ کو باپ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ اور نواب صمصام الدولہ کي مشورت کے خلاف نواب ناصر جنگ وہ کام کر بیٹھے۔ لیکن عرصۂ قلیل مین انکی شکست ہوۓ۔ نواب آصف جاہ کي فوج نے نواب ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا۔ جسپر نواب صمصام الدولہ بھي بیٹھے ہوی تھے۔ یہہ حرزاللہ خان نبیرۂ سعداللہ خان وزیر دہلی کي صلاح سے ہاتھی پرسے اوتر گئے۔ نواب آصف جاہ اس خیال سے کہ نواب صمصام الدولہ بہی اس غدر مین شامل تھے۔ انسے بد دماغ ہوگئے۔ فلہذا نواب صمصام الدولہ نے کاروبار درباری مین دخل دینا چھوڑ دیا۔ لیکن جب نواب آصف جاہ کو یہہ بات معلوم ہوی اور مقدمے کي حقیقت سے واقف ہوے۔ تو آپسمین صفائي ہوگئی اور صمصام الدولہ کو پہر خدمت دیوانئي برار پر مقرر کیا۔ نواب آصف جاہ نے جبکہ انتقال کیا تو نواب ناصر جنگ انکی جائے پر متمکن ہوے۔ اور فوراً نواب صمصام الدولہ کو برار سے بلوا کر اپنا دیوان بنایا۔ انہون نے دکہن کے چپہ پرگنون کا ایسا عمدہ اور قابل تعریف انتظام کیا کہ جب نواب نظام الدولہ بفرمان احمد شاہ دہلی کو گئے تو نواب صمصام الدولہ کے سپرد عنان مملکت کر گئے۔ اور سونے کي انگوٹھی دینے کے وقت پر فرمایا کے یہہ خاتم سلیمان ھے۔ ابہی نواب ناصر جنگ نردا کے کنارے تک نہ پہنچے تھے کہ دوسرا فرمان ملا کہ وہ حیدرآباد واپس چلے جائین۔

نواب ناصر جنگ آرکٹ کو گئے اور وہان اپنے حریف مظفر جنگ کو میدان جنگ مین شکست دی۔ نواب صمصام الدولہ نے نواب ناصر جنگ کو صلاح دي کہ آرکٹ مین زیادہ نہ ٹہرین کیونکہ انکے لئے مناسب نہ تہا اور انورالدین خان کے بیٹے محمد علي خان کو انگریزون کے ہمراہ چھوڑ دیوین تاکہ فرنچون کو انکی گستاخي کي سزا دے۔ اگرچہ انکو بخوبی معلوم تہا کہ صرف انگریز ھی اسکے لئے کفایت کرتے تے۔ لیکن نواب ناصر جنگ نے انکي باتکو نہ مانا اور وہین ٹھہرے رہے۔ اسکا نتیجہ کیا ہوا۔ اسکے یہان بیان کرنے کي ضرورت نہین۔ نواب ناظم الدولہ کے انتقال کے بعد مظفر جنگ حاکم آرکٹ ہوے۔ لیکن آرکٹ سے سفر کرتے ہوی اثنائے راہ مین کراپا کے قریب انتقال کیا۔ نواب صلابت جنگ۔ امیرالممالک آصف جاہ بہادر

ثاني وارث حقيقي فرمانروا ہوے۔اور کرنول جاتے ہوے کداپاسے گذرے۔نواب صمصام الدولہ لشکر کے ہمراہ کرنول تک آئے۔اور پھر اپنے ہمراہ اپنے وفادار مشیر اور صلاح کار میر غلام علی آزاد کو لیکر اورنگ آباد گئے۔چند روز وہان ٹھہر کر حیدرآباد گئے جہان نواب صلابت جنگ کي خدمت مین باریابي حاصل ہوی جنہون نے انکو حکومت حیدرآباد عنایت فرمائي۔لیکن عرصہ قلیل مین خدمت سے عزلت اختیار کي اور اورنگ آباد واپس آئے۔

جب نواب صلابت جنگ امیرالممالک اورنگ آباد کو تشریف لائے۔تو نواب صمصام الدولہ کو حضور مین بلوایا اور اپنے اور وزیر شاہي کے درمیان شافي مقرر کیا۔اور ماہانہ سات ہزار روپیہ کا وظیفہ موروثي اور سات ہزار سوار اور سات ہزار پیادے پر سرداري عطا فرمائي کہ شان و شوکت برقرار رکھہ سکین۔

۱۴ صفر سنہ ۱۱۶۷ ہجري کے روز نواب صمصام الدولہ کو خطاب اور افسري عطا کي گئي۔چار برس تک نہایت عمدگي اور عقلمندي سے انہون نے آصف جاہ ثاني کے خاص مشیرکا کام کیا۔انہون نے امور سلطنت کو بہتر حالت مین لاکر رکھا اور مالي حالت کو نہایت استحکام دیا۔باوجود اخراجات کثیر کے انہون نے آمد و خرچ کے مد مساوي کئے اور ظاہر کردیا کہ عرصہ قلیل مین بچت کي صورت نکالي جائیگي۔اسي موقع پر نواب امیرالممالک راگھو بھونسلے کو سزا دینے کے لئے برار تشریف لے گئے جسنے صلح کرنیکو پانچ لاکھہ روپیہ پیش کئے۔نواب صمصام الدولہ نے اس جائے پر سریا راو کو گرفتار کرکے اسکا ملک ممالک نظام کے ساتھہ ملحق کردیا۔یہہ سریا راو آصف جاہ اول کے زمانہ سے باغي ہوگیاتھا اور سرکشي اختیار کي تھي۔سنہ ۱۱۶۸ ہجري مین نواب صمصام الدولہ نواب آصف جاہ کے ہمراہ راجۂ میسور کے ہان گئے جسنے پچاس لاکھہ روپیہ پیش کئے۔بعد از آن وہ حیدرآباد واپس آئے۔اسي سال عالمگیر ثاني شاہ دہلي نے نواب صمصام الدولہ بہادر کو ماہي مراتب مرحمت فرمایا۔یہہ رتبہ سوائے شاہي خاندان کے اورون کو نہین دیا جاتا۔اور وہ بھي عزت افزئي کي غرض سے۔سنہ ۱۱۶۹ ہجري مین بالاجي راو کے دکھن اور ہندوستان پر قبضہ کرلینے سے بادشاہ اور پادشاہ کے ملازم بہت ڈرے۔لیکن بالاجي راو نے یکایک خود کو حوالہ نواب صمصام الدولہ کردیا۔سنہ ۱۱۷۰ ہجري مین نواب صمصام الدولہ نے تہیہ کرلیا کہ مراٹہون کے سردار رام چندر کو ہزیمت دین کہ جسنے نہ صرف قلعۂ بھالکي اور دوسرے مقامات دور پر قبضہ کرلیا تہا بلکہ حکومت نظام کے برخلاف علم سرکشي بلند کیا تہا۔

بالاجي راو کے مطیع کرنیکے بعد نواب صمصام الدولہ نواب آصف جاہ ثاني کے ہمراہ اورنگ آباد گئے اور قلعۂ دولت آباد سادات بخارا کے قبضہ تصرف سے لیلیا۔اس اثنا مین سپاہ کو تنخواہ دینے مین تاخیر ہونیکے باعث بعض مفسدون نے انکو بہکا دیا کہ جسکے سبب سے انہون نے فساد کیا۔لہذا سنہ ۱۱۷۰ ہجري مین انہین مفسدون کي ترغیب سے نواب آصف جاہ ثاني نے نواب صمصام الدولہ کي جائے پر بسالت جنگ کو مقرر کیا۔نواب صمصام الدولہ اپني دولت اور اپنے مصاحبون اور خدمت گارون کے ساتھہ قلعۂ دولت آباد مین عزلت نشین ہوے۔

میر غلام علي آزاد جو نواب صمصام الدولہ کے نہایت وفادار مشیر تہے تنہا نواب شجاع الملک بہادر کے پاس گئے۔اور نواب صمصام الدولہ کے بابمین سفارش کي۔انہون نے کئي ایک بار ملاقات کي اور آخرش محاصرۂ قلعہ دولت آباد اٹہوا دیا۔اسوقت پر نواب نظام الدولہ آصف جاہ ثاني ایلچپور اور دوسرے اضلاع کا دورا کرتے ہوے اورنگ آباد گئے۔نواب امیرالممالک نے انکو اپنا ولي عہد مقرر کیا اور خطاب نظام الملک آصف جاہ بہادر سے سرفراز فرمایا۔نواب آصف جاہ ثاني نے میر غلام علي آزاد کو انہین کي خدمت مین چہوڑا کیونکہ درمیان خود کے اور صمصام الدولہ کے ذریعۂ اتحاد و مصالحت وہي ہوے تہے۔نواب صمصام الدولہ نے اپني خدمتون کي ایک فہرست تیار کي اور میر غلام علي آزاد کو دي تاکہ اسپر نواب آصف جاہ کے دستخط کرالین۔جنہون نے بعد غور و تامل کے اسپر اپنا دستخط ثبت کرکے پھیر دیا۔اور نواب صمصام الدولہ کو ترغیب دی گئي کہ نواب آصف جاہ بہادر کے روبرو حاضر ہون۔جب نواب صمصام الدولہ کے آنے کي نواب آصف جاہ نے خبر سني تو اپنے امرا اور ارکان سلطنت کو حکم فرمایا کہ انکا استقبال کرین۔سنہ ۱۱۷۱ ہجریہ مین یہہ واقعہ ہوا۔امرا اعظم نے انکا استقبال کیا۔اور پھر بحضور نواب آصف جاہ ثاني حاضر ہوکر مراسم آداب بجالائے۔اسي روز نواب امیرالممالک سے بھي شرف باریابي حاصل ہوا۔وہ نواب آصف جاہ ثاني کے ہمراہ شہر لاہور کو گئے۔جہان انہون نے اپني جان کو حیدر جنگ کے پہندے مین پہنسکر جوکہم مین ڈالا۔۲۶ رجب سنہ ۱۱۷۱ ہجري کو وہ معہ فرزندون میر عبدالحي خان ۔میر عبدالسلام خان اور میر عبدالنبي خان کے قید کرلئے گئے ۔۳ رمضان سنہ ۱۱۷۱ ہجري کو انہین انکے چہوٹے فرزند کے ساتھہ قتل کرڈالا۔انکے بیٹے میر عبدالحي خان۔صمصام جنگ شمس الدولہ صمصام الملک صلابت جنگ کے عہد حکومت مین برار کے دیوان اور گورنر وسپہ سالار قلعہ دولت آباد مقرر ہوے۔انہین نیز دیوان دکھن بہي بنایا گیا تہا۔جس عہدے پروہ مدت تک رہے۔میر جلال الدین اسحاق خان میر محمد ناظم خان کے دوسرے فرزند کاشمیر کے گورنر مقرر ہوے۔انکے چچا شاہ واز خان نے جمکر انکو بلوا بہیجا تووہ لاہور گئے۔شاہ نواز خان نے میر عسکري خان کي مصاحبت سے انکو قلعہ شورا پور کا کماندر بنایا۔لیکن سنہ ۱۱۹۶ ھ مین انتقال کرگئے۔انکے تین فرزند تہے۔میر قاسم علي خان جو افواج نظام کے سپہ سالار تہے۔میر کمال الدین خان داماد میر عبدالحي خان جنہین سرکار سے منصب و جاگیرین

میر دیانت حسین - فرزند نواب فخرالملک

مرحمت ہوی تہین—اور میر کاظم علے خان جو حضور نظام کے دربار مین امیر تہے—اس امیرکے دو فرزند تہے میر عسکر علی خان اور میر عباس علے خان نظام یار جنگ نظام یارالدولہ—حسام الملک—حسام الامرا خان خانان بہادر—اس جائے پر نواب خان خانان بہادر کي والدۂ ماجدہ جہان سلطان بیگم (بنت محمد میر میران وزیر سلطان محمد قطب شاہ) کا احوال جنکو سلطان محمد قطب شاہ نے متبنٰي کرلیا تہا—بیجا نہ ہوگا—

جب سلطان عبداللہ قطب شاہ تولد ہوی تو سلطان بیگم کا عقد مہر قائمہ سے کردیا—پہر عبداللہ قطب شاہ کے عہد مین وزیر ہوے ہین—سلطان بیگم کي بیٹی صاحب بیگم کے دو بیٹیان ہوئی (۱) شرف النسا بیگم والدۂ خان خانان(۲)پادشاہ بیگم والدۂ میر عالم—جب میر عالم حیدرآباد سے کلکتہ کو سفارت لیکر گئے تو نواب خان خانان انکے ہمراہ رکن اہل سفارت ہوکر گئے—اور جب ٹیپو سلطان اور حضور نظام کے درمیان جنگ شروع ہوئي تو جنگ مین نواب ناظم علي خان بہادر کے ہمراہ رکاب تہے—راجہ مہی پت راو نے جب غدر کیا تو اسکے مقابلہ کے لئے بہی انکو بہیجا گیا تہا—جب انگریزی سپاہ سکندرآباد سے نواب مبارزالدولہ سے جنگ کرنیکو گئی تو نواب خان خانان اسکے ہمراہ تہے—نہایت جوانمردی سے ایک سیڑہي رکہکر محل کي دیوارپر چڑھہ گئے—نواب مبارزالدولہ نواب خان خانان کو مسلح اپنے سامنے آکر سلام کرتے ہوے دیکہکر حیران ہوگئے—اور انکے ہمراہ قلعۂ گولکنڈہ کو چلے آئے—ان عمدہ خدمتون کے معاوضہ مین نواب خان خانان کو حضور نظام سے جاگیرین عطا ہوین جنکی سالانہ آمد بائس لاکہہ کي تہی—نواب خان خانان بہادر جنکو اپنے آقا اور سلطان کي خوشی ہمیشہ مد نظر رہا کرتي تہی—نواب آصف جاہ ثاني کے ہمراہ رکاب کارا کو گئے—

وہ کہڈلا کي جنگ مین بہی شریک تہے—جسمین انہون نے بہت سے کار نمایان کئے—

وہ بالطبع سپاہي تہے اور بہت سے زخم اور تلوار کے گہاؤ نے—جو انکے چہرے پر نمایان تہے—عوام الناس کے دلون پر انکی عظمت اور قدر کو بڑہا دیا تہا—

انکے بیٹے میر غلام حسین خان فخرالملک حسام الدولہ صفدر جنگ نے کئی موقعون پر سرکار کي عمدہ عمدہ خدمتین بجائي تہین—سنہ ۱۸۵۷ء مین جبکہ غدر برپا ہوگیا تو سرسالار جنگ اول کو نواب فخرالملک بہادر اور انکے لشکرپر اتنا اعتبار اور بہروسا تہا کہ انہون نے حضور نواب سے درخواست کي کہ نواب صاحب موصوف کي سپاہ کو برٹش لشکر کے ساتہہ جہان کہین ضرورت ہو جنگ کرنے کي اجازت دین—انہین یعنے نواب فخرالملک کو انگریزون کي حفاظت کے لئے معین کیا—نواب فخرالملک بہادر کے حکم سے انکی سپاہ نے انگریزون کو سلامتی کے ساتہہ برٹش سرحد پر پہنچا دیا—انکے دو فرزند ہین ایک کا نام نواب میراسد علي خان نظام یار جنگ نظام یارالدولہ حسام الملک خان خانان بہادر اور دوسرے کا نام نواب میر سرفراز حسین خان صفدر جنگ مشیرالدولہ فخرالملک بہادر—

اب ہم ثاني الذکر صاحب کے مختصر حالات پر اختتام کرنیگے—نواب میر سرفراز حسین خان صفدر جنگ مشیرالدولہ فخرالملک بہادر تاریخ ۱۵ محرم سنہ ۱۳۷۷ ہجری مین پیدا ہوے تہے—انکی تعلیم عربی فارسی اور انگریزی مین ہوتي ہے—جب تحصیل علم مین تکمیل ھوچکي تو انہون نے قانوني اور مالگذاري صغیون مین مہارت بہم پہنچانا شروع کیا اور عرصۂ قلیل مین کامیابي حاصل کي—اس اثنا مین نواب صاحب چونکہ شکار کے نہایت شایق تہے—کئي ایک برٹش افسرون کے ساتہہ شکار مین شامل ہوتے رہے—اور حقیقت تو یہہ ہے کہ امرائے حیدرآباد مین یہہ پہلے ہي امیر تہے جو انگریزون کے ساتہہ شکار مین آزادانہ شریک ہوے—اور یہہ اس امر مین پہلے ہي امیر تہے کہ جنہون نے اپنے خانگي امور مین بہی انگریزي راہ ورسم اختیار کیا—جسکی پیروی اب اکثر امرا کر رہے ہین—

سنہ ۱۸۷۷ء مین جبکہ حضور ملکۂ معظمہ نے خطاب قیصرۂ ہند اپنے لئے مہنلي کیا تو حضور نظام کے ہمراہ رکاب نواب صاحب موصوف بہی دہلی گئے تہے—سنہ ۱۸۷۰ء مین حضور نظام کے ساتہہ اورنگ آباد اور سنہ ۱۸۸۴ مین انٹرنیاشنل نمایش دیکہنے کے خاطر کلکتہ—سنہ ۱۸۸۶ء مین ناند گاؤن (برٹش سرحد) کو جاکر ہزایکسلنسی مارکویس آف ڈفرن ایںڈ آوا کا استقبال کیا—یہہ صاحب اسوقت مین ہندوستان کے وایسرائے تہے—حضور نظام کي طرفسے وکالتا وہ انکے ہمراہ اورنگ آباد کو گئے جہان بڑی ہوشیاری اور چالاکي سے انکی مدارات اور مہمانداری کا اہتمام کیا—انہون نے حضور وایسرائے کو تمام دلچسپی کے مقامات یعنے مقبرے روضے ایلوراکے غار اور قلعۂ دولت آباد وغیرہ کي سیر کرائي—

حضور نظام حال کے تخت نشین ہونیکے بعد ایک کاؤنسل آف اسٹیٹ یعنے مجلس اکابرین سلطنت مقرر ہوی—جسکے نواب فخرالملک بہادر ایک رکن تہے—یہہ مجلس سنہ ۱۳۰۰ ہجری کے اوایل مین مقرر ہوی تہی—چہہ مہینے کے بعد علاوہ رکنیت مجلس مذکور کے نواب فخرالملک بہادر وزیر صیغۂ پولیس بہی مقرر ہوے—وزیر پولیس کے طور پر جو جو عمدہ خدمتین نواب فخرالملک بہادرنے کین (جس عہدے پر آپ سنہ ۱۳۰۲ فصلی تک رہے) اسکی قدردانی مین حضور نظام نے انہین صیغۂ عدالت کي وزارت سے کہ جسمین بعد ازآن کئی ایک صیغے شامل کردئے گئے—سرفراز فرمایا اور خطاب وزیر مرحمت کیا—انکے آفیشیل القاب وزیر ومعین المہام عدالت وامور عامہ ہین—

جبکہ کیابینٹ کاؤنسل یعنے مجلس خاص مقرر ہوی

تو وہ اسکے ممبر مقرر ہوئے وہ حیدر اباد کی مجلس واضع قوانین کے صدر ثانی بھی ہیں۔

انہوں نے خاص حضور کے ہاتھوں سے سنہ ۱۳۰۲ فصلی میں کورٹ آف وارڈس کا ذمہ لیا۔

نواب فخرالملک بہادر کے چھہ بیٹے تین بیٹیاں اور ایک نواسا ہے۔ جنکی تربیت میں وہ بہت ہی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ انکے فرزندونکے نام حسب ذیل ہیں۔

۱ نواب میر اکرام حسین خان بہادر
۲ نواب میر مکرم حسین خان بہادر
۳ نواب میر صفدر حسین خان بہادر
۴ نواب میر دیانت حسین خان بہادر
۵ نواب میر امانت حسین خان بہادر
۶ نواب میر وزارت حسین خان بہادر

انکے نواسے کا نام نواب افتخار حسین خان بہادر ہے۔

ملک کی موجودہ حالت پر غور کرتے ہوے نواب صاحب موصوف نے یہی مناسب جانا کہ انہیں مشرقی و مغربی دونوں تعلیم دینی چاہئے۔ اس بات کو مد نظر رکھکے انہوں نے اردو اور فارسی کے لئے قابل مولویوں کو رکھا ہے اور مغربی علوم کے لئے یوروپین مرد اور عورتیں ادیب رکھی ہیں۔ ان بچوں کی تعلیم و تربیت بہت کم سنی میں شروع کی گئی ہے۔ اس سبب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو۔ فارسی اور انگریزی تینوں زبانیں گویا انکی مادری زبانیں ہیں۔ زباندانی میں اور مختلف علوم میں انہوں نے جو ترقی کی ہے اور جو مہارت بہم پہنچائی ہے۔ اس سے آئندہ کو ملک حیدرآباد کے لئے بہت کچھ امیدیں کی جاتی ہیں۔ تکمیل علوم کے لئے چار بڑے فرزند انکے ادیب مسٹر نہرسٹن کے ہمراہ انگلینڈ بھیجے گئے ہیں۔ یہہ صاحب کیمبرج کے ایک گراجوایٹ ہیں۔ انکے دو بڑے بیٹے پارک ہل لنڈہرسٹ کے باشندے مسٹر راؤسای کے ماتحت ابتدائی تربیت پاکر ایٹن کالج میں داخل ہوچکے ہیں۔ اور دو چھوٹے بیٹے ابھی وہیں ہیں۔ ان نوجوان امیروں کی تعلیم کا رپورٹ جو السنۂ قدیم۔ فرنچ۔ علم ہندسہ اور علم حکمت کے تحصیل کرنیکے بابمیں آیا ہوا ہے وہ نہایت تشفی آمیز ہے۔ اور نواب فخرالملک بہادر اور خیر خواہان مملکت کے لئے بہت تسکین بخش ہونا چاہئے۔

اپنی اولاد کی تعلیم کس طرز کی ہونی چاہئے اس کے لئے تو نواب فخرالملک بہادر نے ملک بھر کے لئے گویا مثال قایم کی ہے۔

نواب صاحب کی بڑی دختر کی شادی نواب میر شجاعت حسین شاہنواز خان۔ فتح یار جنگ صمصام الدولہ شجاع الملک بہادر سے ہوئی ہے۔ انسے نواب فخرالملک بہادر کے ایک نواسا میر افتخار حسین خان ہوا ہے۔ نواب صاحب نے اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں بڑی بڑی جاگیریں پائی ہیں جہاں انہیں دیوانی و فوجداری دونوں حقوق حاصل ہیں۔

میر افتخار حسین خان — نواسۂ نواب فخرالملک

میر وزارت حسین خان فرزند نواب فخرالملک

راجہ یان راجہ — راجہ چندولال مہاراجہ بہادر

خاندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
پیشکار حضور نظام

مہا راجہ کشن پرشاد دکہن کے ہندو خاندانون مین ایک نہایت معزز و ممتاز خاندان سے تعلق رکہتے ہین۔ مہاراجہ کے قدیم ابا و اجداد کا وطن مالوف شمالی ہندوستان ہے۔ اور انکے اجداد مین نہایت نامور اور ممتاز مشہور راجہ تودرمل ہوگئے ہین۔ جو شاہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت مین وزیر مالگذاری تہے۔

راجہ تودرمل کي اولاد مین پانچوین شخص رائے مولچند پہلے پہل آصف جاہ نظام الملک صوبیدار دکہن کے ہمراہ دکہن کو آئے۔ آصف جاہ نظام الملک نے بعد از چندے اپنی آزادی حاصل کرلی اور ایک خاندان شاہی کي بنا ڈالی جو اب نظامان حیدرآباد کے نام سے مشہور ہین۔

نواب آصف جاہ نظام الملک کے ماتحت رائے مولچند خدمت کرورا پر مقرر تہے۔ انکے بعد انکے فرزند رائے لچہی رام اس عہدے پر قایم کئے گئے۔ لچہی رام کے دو فرزند تہے۔ ایک رائے نانک رام اور دوسرے رائے ناراین داس۔ رای لچہی رام کے انتقال کے بعد انکا بڑا لڑکا رائے نانک رام اپنے باپ کي خدمت پر مقرر ہوا۔ رائے ناراین داس سنہ ۱۷۷٦ع مین انتقال کرگئے اور انکے دو فرزند چندولال اور گووند بخش کو انکے چچا نانک رام نے پرورش کیا۔ دکہن مین اس خاندان کو اس اوج عزت پر لانیکا کام چندولال کے لئے گویا مخصوص کیا گیا تہا۔ جو عزت کہ اسکے جد اعلي راجہ تودرمل نے شمالی ہندوستان مین حاصل کي تہی۔

راجہ چندولال کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

چندولال سنہ ۱۷٦٦ع مین پیدا ہوے تہے۔ محکمۂ جنگی مین پہلے پہل وہ ایک مختصر سے عہدہ پر مقرر ہوے۔ اس وقت اس محکمہ پر حاکم اعلي انکے چچا نانک رام تہے۔ بعد انتقال نانک رام کے تہوڑی مدت کے پیچہے خود چندولال کرورا مقرر ہوے۔ لیکن عرصۂ قلیل مین اس سے استعفا دیا۔ سنہ ۱۸۰۴ع مین بہ عہد وزارت میر عالم چندولال بہت سے اعتبار اور ذمہ داری کے عہدون پر مقرر کئے گئے۔ سنہ ۱۸۰٦ع مین انہین پیشکار کا عہدہ مرحمت ہوا۔ اور سنہ ۱۸۰۸ع مین بعد انتقال میر عالم سرکار نظام کے حقیقی وزیر بہی تہے۔ اگرچہ صرف نام کے واسطے وزیر اعظم کا عہدہ منیرالملک کے حوالہ تہا۔

مہاراجہ چندولال کا خاصہ انکی سخاوت اور دریا دلی تہی کہ جسکی انتہا نہ تہی۔ جبکہ عہدۂ پیشکاری پر تہے تو انہین محکمۂ مالگذاری سے سالانہ تین لاکہہ روپیہ بطور حق السعی کے ملا کرتے تہے۔ علاوہ اسکے۔ لوگون کو مختلف خدمتون پر رکہتے وقت انہین نذرانہ ملا کرتا تہا۔ جو ایک بہت بڑی رقم ہوتی تہی۔ لیکن باوجود اسکے مشہور بات ہی کہ مہاراجہ چندولال کو پیسونکی تنگی رہا کرتی تہی۔ با اینہمہ انکے مزاج مین کسی طرحکا فخر و مباہات نہ تہا۔ اور کسی طرحکی فضول خرچی بہی نہ تہی۔ حقیقت تو یہہ ہے کہ انہون نے خود کو اورون کے لئے وقف کردیا تہا۔ سخاوت کي ایسی شہرت ہوگئی تہی کہ دور و دراز ملک سے لوگ استمداد کے لئے انکے پاس آیا کرتے تہے۔ اور کہتے ہین کہ کوئی مایوس نہین پہرا۔ انہون نے سنہ ۱۸۴۵ کے سپتمبر مہینے مین خدمت کو چہوڑدیا اور ماہانہ تیس ہزار روپیہ کا وظیفہ مقرر ہوا۔ اس وظیفہ کے ذریعہ سے وہ اپنی فیاضی کرتے رہے اگرچہ پیشتر کے موجب نہین۔ وہ سنہ ۱۸۴۵ کے اپریل کي ۱۵ تاریخ کو انتقال کر گئے۔ مہاراجہ چند ولال کا نام نامی سخاوت کے بابمین حیدرآباد کے اندر ضرب المثل ہوگیا ہے۔ اس عجیب و غریب آدمی کي سوانح عمری سرہنری رسل نے لکہی ہے اسمین سے ہم کتنے ایک مضامین ذیل مین درج کرتے ہین۔ یہہ سر ہنری ۱۸۱۱ سے سنہ ۱۸۲۰ تک حیدرآباد مین برٹش رزیڈنٹ تہے۔

صاحب موصوف لکہتے ہین کہ مہاراجہ چندولال نہایت تربیت یافتہ آدمی ہین کیا بہ اعتبار علم و فضل کے اور کیا بہ اعتبار پبلک افسری کے۔ انکی مہارت پختہ۔ انکی فہم و فراست تیز اور انکا حافظہ قابل تعریف ہے۔ محنت مین چست اور سرکاری کامونمین۔ پہر وہ ادنیٰ ہون کہ اعلي انہین بہت بڑا تجربہ حاصل ہی۔ وہ تمام کامونکو بذات خود دیکہتے ہین اور جو زحمت کہ وہ اٹہاتے ہین ماننے مین نہین آتي۔ انکی خاص دلچسپی علم اور موسیقی سے ہی۔ رات کے دارہ بجے کے قریب انکا کام ختم ہوتا ہی۔ اور پہر مجلس گانے بجانے والون سے آراستہ ہوتی ہے۔ اس مجلس مین مشہور علما فضلا۔ شعرا اور دوسرے کمال رکہنے والے لوگ بہی حاضر ہوتے ہین۔ جنکے ساتہہ قریب ایک گہنٹے تک وہ مشغول رہتے ہین اور پہر خواب گاہ مین جاتے ہین۔ انہین یقین ہے کہ نظام کي قوت اپنے آپ سر

راجہ بالا پرشاد راجہ ادھیراج بہادر

بلند نہین رہسکتی اور یہی باعث ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھہ بہت بڑی وفاداري سے پیش آتے ہین—

ہندوستان کے پولٹیکس مین مہاراجہ چندولال نے پینتیس برس تک بہت بڑا حصہ لیا ہے—اس مدت دراز مین ممالک نظام کا نہایت عمدہ اور کامل انتظام بطور وزیراعظم کے انہون نے کیا تہا—لیکن اپنے آپکو پیشکارہي کہلایا اور کبہی اس سے تجاوز کرنیکی خواہش نہین کي—تواریخ ہندوستان مین یہہ نہایت نازک زمانہ تہا—یہہ وہي زمانہ تہا کہ جسمین مرہٹون کي متفقہ قوت پامال کردی گئی—پیشوا کي حکومت تاخت وتاراج کردی گئی اور اسوقت کے دو بڑے جنگجو شخصون کو دولت راو سندھیا اور جسونت راو ہولکر کو نیچا دکہاکر مطیع کردیا گیا اور ملک برار جو راگہوجی بہونسلے کے قبض و تصرف مین تہا—شامل کردیا گیا—یہہ وہی زمانہ تہا کہ پنداریون کے گروہون کو بٹہا دیا گیا—اور انکے سرکش سردار کو گورنمنٹ برٹانیا کا فرمانبردار کردیاگیا—اس سردار امیر خان کي اولاد ابتک ٹونک مین بلقب نواب حکومت کرتی ہے—یہہ وہي زمانہ تہا کہ جسمین گورنمنٹ انگلیشیہ کا جہنڈا ہندوستان کے ایک مشہور قلعہ پر اوڑایا گیا—یہہ بہرت پور کا قلعہ تہا اور ابتک ناممکن الفتح سمجہا جاتا تہا—یہہ وہی زمانہ تہا کہ جسمین انگریزی سپاہ نے نیپال کے کوہی ملک مین اور برہما مین اپنے اسلحہ کي بزرگی ثابت کردی—اور یہہ وہي زمانہ تہا کہ بالعوض مغلونکے انگریزی قوت کو بطور پیرامونٹ پاور کے ہندوستان مین تسلیم کرلیا گیا—جسکی اطلاع لارڈ ایمہرسٹ نے شاہ دہلی کو دی تہی—مہاراجہ چندولال نے ان عجیب وغریب معاملات کو بغور دیکہا تہا—جو یکے بعد دیگرے مسلسل وقوع پذیر ہوتے گئے—اور اپنے دل مین یقین کرلیا کہ اپنے صاحب کي حکومت کي استقامت انگریزون کي دوستی پرہی موقوف ہے—اور اس مطلب سے انہون نے اِن دونون گورنمنٹون مین روابط دوستی واتحاد بڑہانے کي حتی الوسع کوشش کي—اس ہندو پولیٹیشین کي ان عقلمندانہ اور دور اندیشی کي کوششونکو انگریز حکام نے کیا ہندوستان مین اور کیا انگلنڈ مین نہایت قابل قدر سمجہا—

مہاراجہ چندولال کے دو فرزند تہے بالا پرشاد اور نانک بخش—بالا پرشاد سنہ ۱۲۰۳ ھ مین پیدا ہوے تہے—اپنی جواني کے عالم مین وہ اپنے باپکو سرکاری کامون مین مدد دیا کرتے تہے—انہین پیہ کرورا کے عہدہ پر قایم کیا—لیکن عرصہ قلیل مین انہون نے اپنی خدمت سے استعفا دیا—انکے باپ کے انتقال کے بعد انہین خدمت پیشکاری پر قایم کرنا چاہا لیکن انہون نے انکار کیا—انہین راجہ دھیراج بہادر کا خطاب دیاگیا—وہ پنج ہزاری منصب دار تہے اور چار ہزار سوار انکے زیر کمان رہا کرتے تہے—وہ سنہ ۱۲۶۵ ھ کے رجب کي ۲۷ تاریخ کو انتقال کر گئے—

راجہ نانک بخش کیتنی ایک مدت تک کرورا کي خدمت پر رہے—

راجہ رام بخش ابن راجہ گوند بخش جو مہاراجہ چندولال کے بہتیجے تہے بعد از وفات چندولال اولاً پیشکار مقرر ہوے اور پہر دیوان—لیکن انہون نے کل پانچ برس خدمت کي اور بعد اسکے گوشہ نشینی اختیار کي—

مہاراجہ نارایین پرشاد نارایندر بہادر راجہ ادھیراج بالا پرشاد کے بیٹے اور مہاراجہ چندولال کے پوتے ہوتے تہے—انکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ ھ مین ہوئی—عربی و فارسی علم مین بہت عمدہ مہارت رکہتے تہے—انگریزی مین اتنی قدرت حاصل تہی کہ انگریزون کے ساتھہ بہ آساني گفتگو کرسکتے تہے—خانگي امورات مین اپنے اباواجداد کے طریقہ پر چلتے تہے—اگرچہ وہ ایک ہندو تہے لیکن اعتقاد مین صوفی تہے—اور کسی مذہب کي طرف میلان خاطر نہ رکہتے تہے—ہزہائنس نواب ناصرالدولہ نے انکو اسی روز پیشکار مقرر کیا جسروز سالار جنگ اول کو مدارالمہام مقرر کیا—(۱۳ جون سنہ ۱۸۵۳ ع) ایسا کہتے ہین کہ عوام الناس پر اس بات کو ظاہر کرنیکے لیئے کہ وہ دونون مین کسی طرحکا تفاوت نہین رکہتے ہین حضور نظام نے دونون کو معمولي خلعت ایک ہی وقت مین عطا فرمائے—

ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۳ ھ مین نواب افضل الدولہ نظام حال کے والد نے انہین خطاب راجہ راجایان مرحمت فرمایا اور پانچ قیمتی جواہر عطا کئے—بعد ازآن انہین نارایندر بہادر کا خطاب دیا گیا—

سنہ ۱۸۵۷ ع مین غدر کے ہنگام پر جبکہ بغاوت کا سلسلہ دور دور پہیلا ہوا تہا—مہاراجہ نارایین پرشاد پہلے ہي شخص تہے کہ جنہین معتبر ذریعہ سے حیدرآباد رزیڈنسي پر عوام الناس کے حملہ کرنیکے ارادے کي خبر ہوئی—جو باغیون کے خفیہ ایجنٹون کے ساتھہ ملے ہوے تہے—مہاراجہ نے یہہ خبر فوراً سالار جنگ کو پہنچائي اور صلاح دی کہ اچانک حملہ سے بچنے کي تدبیر کرنا لازم ہے—اس خبرکي پوری پوری قدر اس فساد کے ہونے اور فوراً فرو کردئے جانیکے تہوڑے دنون کے بعد کي گئي—امن و امان قایم ہونیکے بعد برٹش گورنمنٹ نے مہاراجہ کي قدر اور عزت افزائي اس طور پر کي کہ انہین عمدہ اور قیمتي تحفے تحایف عطا فرمائے—

سنہ ۱۸۷۷ ع مین انہین دہلی دربار کے موقع پر ایک چاندی کا تمغہ دیا گیا—

سنہ ۱۸۸۳ ع مین بعد اِنتقال سرسالار جنگ اول مہاراجہ نارایندر بہادر بشراکت و ہمرہئي سالار جنگ ثاني منتظم اول سلطنت مقرر ہوے—انکي اس خدمت کے زمانے مین سرکار حیدرآباد نے جس عمدہ سے عمدہ کام کے لئے حکم نافذ فرمایا وہ سکندرآباد سے بیزواڑا تک ریلوے قایم کرنیکا تہا—

مہاراجہ نارایین پرشاد نے ۱۴ رمضان سنہ ۱۳۰۶ ھ کو ۶۲ برس کي عمر مین اِنتقال کیا—

راجہ یان راجہ — راجہ نارائن پرشاد ، مہاراجہ نرندر بہادر

راجہ محبوب پرشاد

راجہ کشن پرشاد—راجایان راجہ
مہاراجہ بہادر پیشکار

راجہ چندا پرشاد راجہ بہادر

خاندان راجا راي رايان بهادر

خاندان راجا راى رايان بهادركے خاندان كے بانى كرشناجي پندت عرف بهالا راو تهےـوه ايک وطن دار تهے اور صوبئہ اورنگ آباد مين سركار دولت آباد كے ماتحت تاكلى تعلقہ مين لانب گانؤن اور ويرم گانؤن كے باشندےـانهين خوش نصيبى سے سنہ ١٠٦٥ هجري مين شهنشاه دهلى شاه جهان كے دربار مين باريابي هوئىـاور نتيجہ يهہ هوا كے دربار كي منصب دارى عنايت كي گئىـاس خدمت پر وه پينتيس سال رهےـانكى وفادارىـايماندارىـاور چالاكي سے شاه جهان ايسے خوش هوے كہ بذات خود انكى بهبودى كا خيال ركهنے لگےـپندت جى اسّى سال كي عمر مين انتقال كرگئےـانكے دو فرزند تهے راى مورو پندت پانزده سالہ اور راى نارو پندت دوازده سالہ يهہ دونون دربار شاهى مين تهےـدربار مين انكى بڑى خبرداري كي جاتى تهىـاور جب وه سن بلوغ كو پهنچے تو انكى وفادار خدمتون كے باعث وه بهى مورد الطاف شاہى رهيـاس سبب سے بهت لوگ انسے حسد كرنے لگےـاور اگر قابو پاتے تو ضرور انهين تكليف پهنچاتےـنواب آصف جاه اِن دونون بهائيون كو ايسا چاهتے تهے كہ دن بهر مين تهوڑا سا وقت بهى ضرور انكى صحبت مين گذارتے تهےـ

جب انهون نے اپنے بيٹے ناظر جنگ كے غدر برپا كرنيكى خبر سنى تو دهلى سے نواب آصف جاه ان دونون بهائيون كو ليكر روانہ هوےـيهہ واقعہ سنہ ١٧٤٠ ع مين هواـبڑے بهائى مورو پندت كو انكى ايماندارى اور نمک حلالى كے باعث سنہ ١١٦٣ ه مين عهدهٔ پيشكارى عطا هواـليكن اس خدمت پر وه دو هى سال رهكر ٧٨ سال كي عمر مين انتقال كرگئےـانكے بعد انكے بهائى نارو پندت كو وه خدمت دى گئىـاور وه اپنے انتقال تک خدمت مذكور پر قايم رهىـانكى وفات ٢ شوال سنہ ١١٦٥ ه مين هوئىـجسوقت انكى عمر ٧٧ سال كي تهىـ انكے دو فرزند تهےـشنكرجى پندت سى و هشت سالہ اور هرباجى پندت سى و سہ سالہـ

رائى شنكرجى پندت كو محافظ اول دفاتر سلطنت كي خدمت سنہ ١١٦٤ ه مين عهد سلطنت نواب امير الممالک آصف الدولہ نواب سيد محمد خان بهادر صلابت جنگ مين دى گئىـپهر خدمت تاحين حيات وه بڑى وفاداري اور ايماندارى سے سنہ ١١٧٣ ه تک بجا لاتے رهےـاس سال مين انكا انتقال هيضے كے اثر سے هواـوه ٤٦ برس كي عمر مين وفات كرگئےـانكے دو فرزند تهےـراے دهونداجى پندت سى سالہ اور راى ناناجى پندت بست وهشت سالہـ هرباجى پندت متوفي كے بهائىـسنہ ١١٩٣ ه مين ٧٠ سال كي عمر مين لانب گاؤن مين انتقال كر گئےـجهان تبديل آب و هوا كے ليے گئے هوئے تهےـكيونكہ شهر حيدرآباد مين انهين فالج كا مادّه گرا هوا تهاـانكے ايک هى ايک لڑكا لكشمن پندت نامى تهاـ

راى دهونداجى عرف گنيش داس اور راى ناناجى پندت بست و نہ سالہ اپنے باپ كے انتقال كے بعد نواب غفران مآب كے عهد مين محافظ دفاتر كے عهدے پر قايم كئے گئےـتهوڑے عرصہ كے بعد راي دهونداجى كو راجہ گيگدر كي جائے پر عهدهٔ پيشكارى بهى ديا گياـانكو خطاب راجہ راى رايان بهادر ديانت رام اور اوسكے تهوڑے هي دنون كے بعد ديانت ونت كے خطاب سے ممتاز فرمايا ـ نواب ركن الدولہ بهادر كے عهد وزارت مين ناناجى پندت نے خطاب راجہ نانک رام امانت ونت ٢٦ ذي القعده سنہ ١١٨٥ ه (٣١ مارچ سنہ ١٧٧٢ ع) كو پاے اور شادى كے موقع پر خلعت سے بهى سرفراز هوےـحاصل كلام دونون نوجوان امرا پادشاه كے اتنے منظور نظر هوے كہ انهين علاوه خلعت كے معاش و لوازمات بهى عطا فرمائىـبلكہ اِن دونون بهائيون كے ذريعہ سے اورون كو بهى خلعت دئيے گئےـ شاهى فرمان پهنچنے پر اور تبديلئى وزارت كے وقت انپر الطاف شاهى بدستور جارى رهےـاور هردم همراه ركاب شاهى رها كرتے تهےـراجہ دهونداجى پندت نے ٢٩ وين محرم سنہ ١١٩٨ ه كو پچيس سال كي عمر مين انتقال كياـاور اپنے بعد اپنے چهوٹے بهائى نانک رام امانت ونت اور تين فرزند راے اميچند راوـراى رام كا داس اور راے آپا راو ـ كو چهوڑاـناناجى پندت دهونداجي پندت كے چهوٹے بهائي اپنے آبا و اجداد كے املاک وخطابات پر ممتاز فرمائے گئےـدهونداجي پنڈت كے آخرى رسوم شهر صفر سنہ ١١٩٨ ه مين ادا كئے گئےـناناجى پنڈت ٢٣ شهر صفر سنہ ١٢٠٠ ه مطابق ٢٦ ڈسمبر ١٧٨٥ ع كو انتقال كر گئےـ اسوقت انكي عمر ٥٥ سال كي تهىـ

رائى اميچند راوـمتوفي دهونداجي پنڈت كے بڑے بيٹے خطاب راجا اور منصب متصدى پر سنہ ١١٩٣ ه كے

راجا راے رایان بہادر

شهر ربیع‌الثاني مین ممتاز ہوے۔(ماه اپریل سنہ ۱۷۷۹ع)
لیکن عرصئہ قلیل مین انکا انتقال ہوگیا۔

رائی رامکا داس ـهونداجي پنڈت کے دوسرے فرزند نے ۱۵
سال کي عمر مین ۱۱۹۳ھ کے شہر شوال کي ۸ تاریخ کو خطاب
رائي اور منصب ہزاری پایا اور ١٦ شوال سنہ ۱۱۹۵ھ وہ
بہادری کے طور پر قائم کئے گئے۔بیس برس کي عمر مین
انہین محافظ دفتر اور سررشتہ دار سررشتۂ جمعیت و منصب
مقرر کیا۔۲۱ صفر سنہ ۱۱۹۸ھ کے روز انہین راجہ رای رایان کا
خطاب مرحمت ہوا۔اور اس اعزاز کے متعلق جتنی چیزین
تہین اونہین دی گئین مثلاً علم نقارہ آفتاب گیری۔مورچھل
اور عمارتہ۔اونکو تمام صوبجات دکہن کي معاش اور وطن
یا سردیش پاندیگیری بہی دی گئی۔اور علاوہ اسکے سردیش
پاندیگیرئی پرگنہ مدک۔گلبرگہ۔ناندر وغیرہ بهي اور سردیش
مکہی اور جاگیرہاے پرتابگڑہ مثلاً جات جاگیر۔اعزاز جاگیر
۔انعام التمغہ۔نگہداشت جمعیت۔تفویض دہات
تنخواہ دئے گئین۔انہین ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۸ھ کو خطاب
دیانت ونت مرحمت ہوا۔اور دو ہزاری منصب اضافہ دیا گیا۔
اور ما سوا اسکے دو ہزار سوار اور جواہرات بہی عنایت کئے گئے۔
ایک منصب چار ہزاری اور علم و نقارہ بہی دیا گیا۔اونکا
خطاب شامراج اور اہلدار پالکی تہا۔پہر منصب پنج ہزاری۔
علم و نقارہ وغیرہ عطا کیا گیا۔اور وہ پیشکار ہوے اور جمکہ
اعظم الامرا پونا تشریف لےگئے تہے تو حضور نظام کے روبرو عہدۂ
وزارت کا کام انجام دیتے تہے۔۲۹ شعبان سنہ ۱۲۳۷ھ
(۲ مئی سنہ ۱۸۲۲ع) انکا انتقال ۵۹ سال کي عمر مین ہوا۔
انکے ایک ہی لڑکا تہا راجہ چمنا راجا رام۔

دہرندرجي پنڈت کے تیسرے فرزند راجہ آپا راو کو ۱۸ سال
کي عمر مین خطاب دیانت رام ملا اور ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۸
کو انہین مہاراجہ ونت بہادر کا خطاب دیا گیا۔نگہداشت
جمعیت و پائگاہ خاص کے لئے انکے قبضہ مین جاگیرین بہی
تہین۔جنکی سالانہ آمد گیارہ لاکہہ روپیہ کي تہی
سنہ ۱۲۰۱ھ۔۱۱ رجب سنہ ۱۲۰۴ھ (۲۸ مارچ سنہ ۱۷۹۰ع)
کو انہین جہالردار پالکی علم نقارہ اور جوہرات ملے۔
سنہ ۱۲۱۳ھ (سنہ ۱۷۹۸ع) مین وہ ۲۳ برس کي عمر مین
انتقال کرگئے۔

راجہ شری کرشنا راو راجہ شام راج بہادر کے بڑے فرزند
۱۵ رمضان سنہ ۱۱۹٦ھ اور بہوانیشنکر باپو راج ۱۲ شوال
سنہ ۱۱۹۷ کو تولد ہوے تہے۔یہہ دونون فرزند انہین انکي
پہلی بیوی سے تہے۔لیکن جب اسکا انتقال ہو گیا تو راجہ
شامراج نے دوسری بیوی کی۔راجہ شامراج کے دونون فرزند
کي برابر پرورش اور برداشت انکے مان باپ سے اس حالت
نہو سکیگی اسلئے بخشی بیگم صاحبہ اہلیہ حضور نظام علی
خان بہادر نے انہین منگواکر اپنے محل مین رکہا اور انکی
بہتری کي وہ بذات خود نگران رہین۔جب وہ اس عمر کو
پہنچے کہ رسم جنیئي یا زنار بندی ادا کي جاتی ہے۔تو
بیگم صاحبہ نے اور حضور نظام نے اسکے بندوبست کا حکم دیا
اور انہون نے بطور والدین کے رسم مزنی ادا کیا۔جو چار دن
تک رہا۔حضور نے نظام تمام دفاتر سلطنت کو بوقت ادائگئی
رسم دیوان خانہ مین رکہنے کا حکم کیا اور اسوقت سے وہ
وہین رکہے جاتے ہین۔جب یہہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچے
تو حضور نظام نے اول الذکر کو راجہ بہادر اور ثاني الذکر کو راجہ
امانت رام کے خطابات دئي۔اور دو ہزاری منصب بہی عطا
فرمایا۔راجہ بہواني شنکر راو کو پیشکار مقرر کیا اور باپو راج بہادر
کے خطاب سے ممتاز فرماکر خلعت جواہر نگار دیا۔بہواني
شنکر باپو راج بہ سبب علالت کے بیدر گئے اور ۲۲ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۲۱ھ (۲۱ فروری سنہ ۱۸۰۷ع) کو ۲۴ برس کي
عمر مین وہین انتقال کیا۔انہین کوئی اولاد نہ تہی۔

راجہ شامراج کے تیسرے فرزند چمنا راجہ رام اور بہواني
شنکر کے سوتیلے بہائی سنہ ۱۲۱۵ھ (سنہ ۱۸۰۰ع) مین
تولد ہوے تہے۔اور ۲۳ شوال سنہ ۱۲۲۷ھ مین نواب سکندر
جاہ بہادر نے انکو انکے سارے موروثی خطابات اور اعزاز عطا
فرمائي۔یعنے سردفتر دیواني و مال صوبجات دکہن۔
سررشتہ دار سررشتۂ جمعیت اور منصب رسوم سردیش
پاندي گری۔تحریر پاو آني و تحریر سررشتہ داری وغیرہ
وغیرہ۔لیکن ۱۳ رمضان سنہ ۱۲۴۹ھ (۲۵ دسمبر سنہ ۱۸۳۳ع)
مین انکا انتقال ہوگیا۔انہین کوئی اولاد نہ تہی۔چمنا راجا کے
بہتیجے راجہ جیرام راو کو راجہ رای رایان بہادر بنایا گیا۔اور
انہین تمام موروثي حقوق و جاگیرات کے وغیرہ۔تاریخ ۵ شہر
رمضان سنہ ۱۲۴۹ھ کو عنایت ہوے۔لیکن ۱۹ شوال سنہ ۱۲۵۹
(۱۲ نومبر سنہ ۱۸۴۳ع) کو ۳۴ برس کي عمر مین انکا
انتقال ہوگیا۔انکے کوئي اولاد نہ تہی۔

راجہ نرہر راو فرزند عم راجہ جیرام راو ۲۱ برس کي عمر
مین راجہ راجہ رایان کے طور پر گدی نشین ہوے۔انہین

بهي تمام موروثی خطابات و جاگیرات عهد سلطنت نواب
ناصرالدولہ بہادر مین عطا ہوے۔۔لیکن وہ بهي ۲۲ سال کي عمر
مین ۱۲ صفر سنہ ۱۲۷٦ھ (۱۰ سپٹمبر سنہ ۱۸۵۹ع) کو انتقال
کر گئے۔۔ انکے ایک فرزند تها راجہ شنکر راو۔۔

راجہ شنکر راو اپنے باپ کے جانشین ہوے۔۔انکا تولد
۲۷ رجب سنہ ۱۲٦۷ ھ (۹ جون سنہ ۱۸۵۰ع) کو
ہوا تها۔۔ ۳ جمادی الثاني سنہ ۱۲٦۷ ھ کو ان کي
مونڈہ کریا ادا کي گئي۔اور
خلعت و جواہرات سے
حضور نظام افضل الدولہ
بہادر نے ۲۵ رجب سنہ
۱۲۷۳ھ کو سرفراز فرمایا
۔وہ راجہ بہادر اور
امانت ونت اپنے باپ
کے حین حیات تهے۔
اور بتاریخ ۱ ربیع الثاني
۱۲۷۳ھ وہ اپنے باپ کي
جائے پر راے رایان ہوے
۔جسکے لئے انہین خلعت
و جواہرات مرحمت
ہوے۔موروثي اعزاز اور
موروثي عہدے معہ کل
جاگیرات کے انہین سپرد
کئے گئے۔ اور سلطنت
مین انسے بهي انکے آبا و
اجداد کے موافق هي برتاؤ
رہا کیا۔شادی کا خلعت
انہین ۲۰ رجب سنہ
۱۲۸۲ ھ کو حضور
افضل الدولہ بہادر کے عہد حکومت مین عطا ہوا۔ انکي
دو رانیان تهین۔وہ نمک حلال اور وفادار خدمتگذار سلطنت
تهے اور جہان تک ممکن ہوتا تها سلطنت کي بہبودی اور
فائدے کے لئے کوشان و ساعي رہا کرتے تهے۔وہ بہت کریم الطبع
تهے اور اپنے عہدے کي خدمت پوری طرحسے بجالاسکتے
تهے۔اور اپني عمر کا بہت حصہ انہون نے ادائیگئي رسوم مذہبي
مین صرف کیا تها۔کل امور مین اپنے صاحب کے فائدے کا
خیال انہین مدنظر رہا کیا جیسے کہ انکے آبا و اجداد کو
تها۔ انہون نے ۳۸ سال کي عمر مین بتاریخ ۴ صفر سنہ
۱۳۰۴ھ (۱ نومبر سنہ ۱۸۸٦ع) انتقال کیا۔

متوفي راجہ شنکر راو کے خویش اور متبنٰي راجہ لچهمن
راو کا جنم ۱٦ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۰ ھ کو ہوا تها ۱۵
فروری سنہ ۱۸۷۴ع۔یہہ صاحب انکے جانشین ہوے۔انکے
تولد کے وقت سے انکو راجہ شنکر راو کي پہلي راني صاحبہ
نے بطور فرزندهي کے
شمار کیا۔ مونج کا
رسم راجہ شنکر راو
اور راني صاحبہ نے روز
پنجشنبہ ۸ شہر
جمادی الثانی سنہ
۱۲۹۹ھ کو ادا کیا۔
جبکہ راجہ شنکر راو
کا انتقال ہوا۔تو راجہ
لچهمن راو ابهي کم سن
تهے۔لہٰذا حضور نظام
نے انکی کل جائداد
و املاک و دفاتر
اپنے قبضہ اور
احتیاط مین رکهے اور
تمام باتون کے حضور
نظام بذات خود نگران
رہے۔بتاریخ ۴ شوال
سنہ ۱۳۰۹ھ حضور نظام
نے انہین سہرا پنهایا اور
بطور والد کے انکي
شادي کا رسم ادا کرنیکا
بندوبست کیا۔ انکي شادی ۷ شوال سنہ ۱۳۱۲ ھ
(۲۸ مارچ سنہ ۱۸۹۵ع) کو شہر رمضان مین جو
معمولي دربار ہوتا هے اسمین ہوئي۔سرکار نظام نے راجہ
لچهمن راو کو تکمیل تعلیم و سن تمیز پر پہنچتے هي انکے
ملک املاک و جاگیرات پر اختیار دیدیا۔

راجہ راے رایان کے والد

راجہ لچھمن راو متبنی راجہ شنکر راو راے رایان امانت ونت بہادر

جبکہ متوفي شنکر راو راے رایان کے چاچا کھنڈے راو کي بیوی کے لڑکا ہوا – تو راجہ شنکر راو اور انکي راني نے جو ایک ضعیف القولي بی بي تھی – ارادہ کیا کہ اس بچے کو مطابق رسم سنستھان اپنا لڑکا بنالین – یہہ لڑکا راجہ لچھمن راو موجودہ مالک املاک سنہ ۱۸۷۴ع مین پیدا ہوا تھا – راني صاحبہ کا انتقال سنہ ۱۸۸۴ع مین ہوا اور راجہ شنکر راو نے پہلی نومبر سنہ ۱۸۸۶ع کو وفات پائی –

راجہ شنکر راو کے انتقال کے بعد اس کم سن راجہ کے موروثي دفاتر اور جاگیرات کا بندوبست اور محافظت حضور نظام کي سرکار کرتی تھي – اور اگرچہ اس عرصہ مین کئی ایک وزرا ہوگئے – لیکن نوجوان راجہ پر بدستور گورنمنٹ کي گویا آبائي نگرانی و محافظت رہا کي اور سنستھان کے حقوق اور اختیارات ہمیشہ محفوظ رہے – نواب لایق علی خان نے ڈسمبر سنہ ۱۸۸۶ع مین راجہ شرتي نواس راو کو ناظر املاک مقرر کیا – اور مارچ سنہ ۱۸۸۷ع مین راجہ مہاراج راجہ نارائندر پرشاد بہادر پیشکار کو انتظام کے لئے مقرر کیا – ستروین مارچ سنہ ۱۸۸۷ع کو انتظام املاک کے لئے ایک کمیٹي بہ سر پرستئي حضور نظام مقرر ہوئي جسمین کرنل مارشل حضور نظام کے پرائوٹ سکریٹری صدر اور نواب محبوب یار جنگ اور مسٹر اے – جے – ڈنلاپ اراکین اور مسٹر داسوندتہ رام کمیٹي کے سکریٹری مقرر ہوے – علاوہ اسکے ایک سب کمیٹي جسمین بابو راو صاحب سر دفتر اور راو صاحب نارایین راو اور کشن راو صاحب تھے – یہہ سب کمیٹي – کمیٹي مذکور کے ماتحت کام کرتی تھي – اسمین مسٹر پیستن جي جیونجي جاگیرون کے تعلقدار کے طورپر کارروائي کرتے تھے –

سر آسمان جاہ بہادر کے عہدہ وزارت مین سنہ ۱۸۸۸ع مین مولوی محمود علي جاگیرون کے تعلقدار مقرر ہوے – اور راجہ لچھمن راو کي تعلیم و تربیت متوفي مسٹر ایچ – پي – ہڈسن ایم – اے کے سپرد کي گئي – یہہ صاحب نظام کالج کے پرنسپال تھے – صاحب موصوف کے ہاتھہ پر راجہ صاحب نے تعلیم و تربیت مین اچھي ترقی کي اور کئي ایک مردانہ کمالات مین مہارت پیداکي – راجہ لچھمن راو چھبیسوین اپریل سنہ ۱۸۸۶ع کو مدرسہ عالیہ مین داخل ہوے – انہون نے تحصیل علم مین ایسی زبردست کوشش کي کہ سنہ ۱۸۸۸ع کے ڈسمبر مین بدست مبارک حضور نظام انہون نے ایک انعام بھی پایا – سنہ ۱۸۸۹ع مین راجہ صاحب مدرسہ کے بورڈنگ ہائوس مین رسیڈنٹ اسٹوڈنٹ کے طور پر رہنے لگے – ڈسمبر ۱۸۸۹ع مین اپنے طبقے کے امتحان مین کامیاب ہونے کے باعث انہون ایک دوسرا انعام پایا – اور سنہ ۱۸۹۰ع مین اور بھي ایک انعام تاریخ و جغرافیہ اور شہسواری کے لئے انہین ملا – سنہ ۱۸۹۱ع مین حضور نظام کے سالگرہ کے موقع پر مردانہ کھیلون مین راجہ صاحب نے جو ہنر اور کمالات اپنے گھوڑے اکلپس کے دکھلاے اونسے رزیڈنٹ صاحب اتنے خوش ہوے کہ انہین ایک نقروی پیالہ ہدیہ کے طور پر دیا اور سر آسمان جاہ نے نیزہ بازی مین کمال دکھلانیسے انہین یونیورس دیدیا –

سنہ ۱۸۹۲ع مین راجہ لچھمن راونے امتحان مڈل اسکول مین کامیابي حاصل کي – یہہ امتحان کو اگلے ہي سال پاس کرلیتے اگر راجہ صاحب کي والدہ کے انتقال کے باعث انہین امتحان مین جانیسے رکنا نہ پڑتا – جبکہ نظام کالج مین داخل ہوے تو راجہ صاحب کي عمر صرف سولہ برس کي تھي اور اردو کے سوا اور کوئی زبان نہ جانتے تھے – اور قوي الجسہ بھی نہ تھے – مگر پھر بھی انہون نے تحصیل علم مین بڑی جانفشاني کي اور امتحانون مین کامیاب ہی ہوتے رہی – وہ میاٹرک کے امتحان بھی کامیاب ہوجاتے – لیکن شادی نے انکي تحصیل کو کئی ایک روز تک روک دیا – جبکہ میاٹرک کے لئے تحصیل کررہے تھے توحضور نظام نے انہین ایک قیمتی کتاب انکی ترقئی تعلیم اور خوش اطواری کے لئے انعام مین دي – في الحال وہ اپنے مکان مین علم انگریزی – علم حساب اور پولیٹکل اکانومی کي تحصیل کررہے ہین – وہ بہت تیز طبع عمدہ شہسوار اور بلحاظ عادات و اطوار کے وہ ہرطرح اپنے ذمہدار فرایض کے ادا کرنیکے لایق اور قابل نظر آتے ہین –

راجہ صاحب اپنی اسکول کي تعلیم کو پورا کرکے ۴ جنوری سنہ ۱۸۹۴ع کو اپنے مکان پر آئے – پھر چند ماہ انہون نے اپنے املاک کے امور کو دیکھا – اور اس عرصہ قلیل مین معلوم ہوگیا کہ کس چالاکی سے کام کرتے تھے اور اپنے جوہر ذاتي سے سبھونکو اطمینان دلایا – جب نواب فتح نواز جنگ ہوم سکریٹری تھے تو انکے املاک کورٹ آف وارڈز کے سپرد کئے گئے تھے – اور مولوی شجاعت علی منتظم مقرر ہوے تھے – سر آسمان جاہ کے عہد وزارت مین اور جبکہ املاک کورٹ آف وارڈز کے تحویل مین تھے راجہ صاحب کي شادی ہوئي (۲ مئي سنہ ۱۸۹۲ع) – حضور نظام نے اپنے دست مبارک سے اس موقع پر انہین سہرا پہنایا – دعوت کے رقعون پر یہہ الفاظ تحریر کئے ہوے تھے – ”برخوردار راجہ لچھمن راو خلف راجہ رای رایان امانت ونت بہادر“ – ان رقعون پر سر وقارالامرا بہادر کے دستخط موجود تھے جو گورنمنٹ کي جانب سے کام کرتے تھے – رسم لگن یعنے نکاح خواني ۵ مئی سنہ ۱۸۹۲ع کے روز بڑی دھوم دھام اور بڑی شان و شوکت سے ادا کي گئی – اس موقع پر حضور نظام بہ نفس نفیس دربار عام مین راجہ صاحب کو جواہرات عطا فرمائی – الحاصل راجہ رائی رایان بہادر کے انتقال کے بعد تمام

راجہ راے رایان بہادر

۲۲۰

املاک و حقوق و اختیارات پرحضور نظام بذات خود والدانہ اشفاق سے محافظ و نگران رہے۔

سنہ ۱۳۱۴ھ میں گورنمنٹ حضور نظام نے راجہ صاحب کو کل اختیارات حوالے کردئے -- کیونکہ اسوقت وہ اپنے فرائض متعلق اپنے آبائی جاگیرات کے ادا کرنیکے قابل سمجھے گئے -- راجہ صاحب کو حضور نظام کا ممنون و مشکور ہونیکا -- موقع بہت سی چیزوں کے لئے ہے -- لیکن علی الخصوص انکی کم سنی میں انکے املاک اور جاگیرات کی محافظت کے لئے -- فی الحقیقت جو کچھہ حالت کہ اسوقت راجہ صاحب کی ہے یا آئندہ ہوگی -- وہ بہت درجہ حضور نظام نے انکی بہتری کے لئے جو بذات خود خیال رکھا ہے اسکا نتیجہ ہے --

شجرۂ راجہ رائے رایان بہادر

کرشناجی پندت

- راے مورو پندت
  - راے شنکرجی پندت
    - راے دھونداجی پندت — گنیش داس راجہ رائے رایان بہادر دیانت رام
      - راجہ اوماکنت راو
      - راے رام کا داس — راجہ شام راج رائے رایان بہادر دیانت ونت
        - راجاشری کرشناراو بہادر
        - راجہ بہوانی شنکر راجہ امانت رام بہادر
        - راجہ چندا راجہ رام راجہ راے رایان امانت رام بہادر
          - راجہ جیرام راو راجہ راے رایان بہادر
            - راجہ نرہر راو راجہ راے رایان بہادر
              - راجہ شنکرراجا راے رایان بہادر امانت ونت
                - راجہ لچھمن راو
      - راے آپا راو — راجہ امانت رام مہاراجہ ونت بہادر
    - راے ناناجی پندت — دانک رام بہادر امانت ونت
- راے نارو پندت
  - راے ہرباجی پندت
    - راے لکشمن پندت
      - راے ہرباجی پندت
      - راے بہوان راو
      - راے گووند راو
        - راے کرشنا راو
        - راے داپو راو
          - راے سندر راو
          - راے کہنڈیراو
            - راے لچھمن راو
          - راے بہوان راو
            - راے کشو راو
        - راے رگھوپت راو
          - راے نرہر راو
          - راے جیرام راو
      - راے کیشو راو
        - راے امبا داس راو

نواب سید عبدالعلي خان بهادر

نواب سید عبدالعلی خان بہادر
اور
نواب علی محمد خان بہادر

یہ دونون امیر نواب شمشیر جنگ مرحوم کے (جو نواب شہریارالملک کے پوتے تھے) فرزند ہین۔ اور سید محمد علی خان مشہور سید رضوی کے پوتے۔ یہ مشہور سید ملک تبریز واقع ایران کے وزیر تھے جہان کی آبادی ۱۷۰۰۰۰ کی ہے۔ نواب مشیرالملک بہادر سے بھی انکی قرابت ہے۔ انکے والد امور ریاست مین بڑے نامور اور ہر دلعزیز تھے اور اپنی ذاتی لیاقت اور بیغرضانہ کوششون سے ریاست حیدرآباد کے پولیس کمشنری پر مامور ہوئے تھے۔ یہ عہدہ موجودۂ وزارت سے مطابقت رکھتا تھا۔ حضور نظام اس عہدے کے صاحبون کو ہمیشہ اپنے وزیر کہا کرتے تھے۔ سرسالار جنگ اعظم نے لنڈن کے شاہی دربار مین ریاست کی خوبی متعلق نواب شمشیر جنگ کا ذکر کیا تھا۔ جسکا تفصیلی بیان مرقع عبرت مین مذکور ہے۔ نواب شہریارالملک کے چھوٹے فرزند نواب میر حسین علیخان بہادر جو ان دونون نوابون کے چچا تھے بڑے ذی لیاقت امیر تھے اور خاصکر کے بعض علوم مین پوری پوری مہارت رکھتے تھے۔ گرچہ وہ بڑے دولتمند تھے لیکن باوجود اوسکے انہین موجودہ طریقۂ زندگانی سے نفرت تھی اور اپنے آبا و اجداد کے قدیم طرز پر چلتے تھے۔ وہ اپنے سے کم درجہ کے لوگونکی صحبت کے کمال شایق تھے اور ہمیشہ فقیرونکے ہم جلیس۔ غریبون کے ساتھہ انکا سلوک قابل تعریف تھا۔ عندالضرورت انہین مدد دیا کرتے تھے۔ وہ اپنے بزرگونکے مانند شاہی دربارون مین اپنے مرتبہ کے مطابق جاہ و حشم اور خاص باڈی گارڈ کے ساتھہ آیا کرتے تھے۔ حضور نظام نے بوجہ انکے اعلیٰ مرتبہ کے انکے مکان پر جو مولاعلی کے پہاڑ پر واقع ہے ایک مرتبہ قدم رنجہ فرمایا تھا۔ اور انکی نذر قبول کرکے اون کی فوج کا معائنہ کیا تھا۔

مرحوم نواب شمشیر جنگ بہادر

نواب علي محمد خان بهادر

مرحوم سید محمد علی خان

نواب شمشیر جنگ بہادر کے انتقال کے بعد ان دونون نوابون نے جنکے نام عنوان مین ذکر کئے گئے ہین اپنے چچا کے زیر ظل حمایت سنہ ۱۳۱۴ ھ مطابق سنہ ۱۸۹۶ع تک پرورش پائي ھے ـ انکی جاگیرون اور انکی مالگذاري کا خاص اپني ذات سے انتظام کیا ہے ـ یہ دونون نوجوان نواب عربي فارسي انگریزی اور علم ریاضي مین خوب مہارت رکہتے ہین ـ اور علاوہ اسکے فنون حربی مین بہی انہین مداخلت ھے حضور نظام نے ان دونون کو اپکے خانداني اعزاز پر مستقل فرمایا ہے

نواب سید عبدالعلی خان کو انکی بیگم سے جو نواب سید فتح علی خان والي بیگم پلي کي دختر ہین ایک بیٹا ھے ـ

نواب سید علی محمد خان نے نواب سید حسن علي خان بہادر کي (جو نواب مظفرالملک کے پوتے اور نواب سید فتح علی خان بہادر بیگم پلي کے بہائي ہین) لڑکي سے شادی کي ہے ـ ان دونون امیرونکو نواب آخرالذکر سے قرابت قریبہ ہونے کي وجہ سے بیگم پلی مین بہت بڑی جاگیر وراثتاً ملي ہے جو ہمیشہ انکے خاندان مین باقی رہیگی ـ یہ جاگیر انگریزی گورنمنٹ کے زیر حفاظت ہے ـ سینکڑون برس ہوئے کہ یہہ جاگیرین نواب بیگم پلی کے قبضہ مین آئی تہین اور جنکی خود مختاری اورنگ زیب نے انہین دی تہی ـ اور پہر از روے عہد نامہ سنہ ۱۸۰۰ جو برٹش گورنمنٹ اور نظام کے درمیان ہوا حضور نظام نے اسکو بحال رکہا ـ اسوقت سے وہ خود مختاری موافق عہد نامہ سنہ ۱۸٦۲ کے علي حالہ باقی ہے

علاوہ سالانہ باون لاکہہ روپیہ کي جاگیر کے جو انہین وراثتاً پہونچی ھے اِن دونون نوجوان نوابون کو بہت سے قصبات کي آمدني ہے جنکی تعداد بہی لاکہون سے کم نہین اور برار مین بہی انکی جاگیرات ہین ـ ان دونون صاحبون کے چال چلن نہایت مہذب ہین اور انہون نے عربستان ایران اور یوروپ کي سیر و سیاحت بہی کی ہے

راجہ شیوراج دھرمونت بہادر

راجه راجمان مہاراج راجه شیوراج دہرمونت بہادر آصف جاہی

راجه شیوراج بہادر دہرمونت آصف جاہی کے سلسلہ آبا و اجداد کے حالات بیان کرنا ایک مشکل کام ہے۔ کیونکہ اس خاندان کے تمام اراکین سوا ایک کے شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت مین ایک مکان کے گرنے سے دبکر مرگئے۔ جو ایک نفر اس حادثہ سے بچگیا اوسکو نواب آصف جاہ بہادر نے پرورش کیا اور دکہن کو اپنے ساتھہ لائے۔ نواب موصوف نے اپنا تمام خانگی کاروبار اس نوجوان راجہ کے حوالہ کیا۔ اور بعد ازآن چہہ اضلاع کی دفتر داری انکے سپرد کی۔ راجہ ساگرمل کے قائم مقام راجہ بہوانی داس دہرمونت ہوے۔ اور انکے جانشین مسلسل راجا خوشحال چند۔ راے چند راے اور راجا کرن ہوے جو لاولد انتقال کرگئے۔ انکے بعد انکے چہوٹے بہائی راجہ اندرجت مسند نشین ہوے جو راجا شیوراج کے باپ تہے۔

راجا شیوراج سنہ ۱۲۶۴ ھ مین تولد ہوے۔ انہون نے پہلے پہل ریونیو ڈپارٹمنٹ مین اپنے باپ کی معاونت مین کام کیا اور ہمیشہ اپنے والد کے ہمراہ سرسالار جنگ اول کے دربار مین جایا کرتے تہے۔ سنہ ۱۲۹۰ ھ مین انہین ریوینو کمشنر کے عہدے پر ترقی دیگئی۔ سنہ ۱۲۹۱ ھ مین انہین خطاب راجا بہادر اور منصب موروثی عطا کیا گیا۔ انکے والد نے سنہ ۱۲۹۴ ھ مین انتقال کیا۔ اور سنہ ۱۲۹۷ ھ مین حضور نظام نے انہین اپنے بزرگون کے موروثی عہدے پر مقرر کرکے سرپیچ اور مروارید کا مالا عطا فرمایا۔ سنہ ۱۳۰۵ مین دہرمونت اور راجہ راجمان کے خطابات مرحمت کئے گئے۔

راجا صاحب معرف امرائے دکہن کی جانب سے بطور وکیل کے لارڈ رپن وایسرائے ہند کی خدمت مین حاضر ہوے تہے۔ اثنائے مسافری مین جب بمبئی۔ الہ آباد وغیرہ اور جایون پر پہنچے تو انکی قوم نے انکی بڑی آوبہگت کی۔ اور واپس آنے پر انہین انکی قوم کی طرفسے ایک اڈریس چاندی کے کاسکیٹ مین دیاگیا۔ سنہ ۱۸۹۸ ع مین وہ الہ آباد اور بنارس جاترا کو بہی گئے ہوئے تہے۔

راجا شیوراج علاوہ ریونیو کمشنر ملک نظام۔ سررشتہ دار منصب و جمعیت اور ناظر رسومات بہی ہین۔

ماسوا انکے بفرمایش مدارالمہام امرا مین جو کچہہ مقدمے ہون انکا بہی فیصلہ آپہی کرتے ہین۔

سرسالار جنگ کی املاک کی کمیٹی ترستی کے آپ ایک رکن بہی تہے۔

راجا صاحبکو جبکہ کوئی راجہ یا نواب حیدرآباد ملاحظہ کرنے آتا ہے تو اسکی مہمانداری کا کام بہی دیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی حسب مراتب مہمانداری بجالاوین حضور نظام سے ملاقات اور تعارف بہی انہین کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔

سنہ ہجری مین راجا صاحب نے کایستہہ پاٹہشالا نام کا ایک مدرسہ قائم کیا جہان طلبا کو بغیر فیس کے میاتریکیولیشن تک انگریزی فارسی اور سنسکرت مین تعلیم دی جاتی ہے۔ دہرم پرچار کشور پاٹہشالا بہی جہان عرف وید۔ علم نجوم اور شاستر سکہلائے جاتے ہین۔ راجا صاحب نے قایم کیا ہے۔ علاوہ اسکے راجا صاحب نے اپنی جاگیرون مین متعدد مدرسہ فارسی اور دیسی زبان سکہلانے کے لئے کشادہ کئے ہین اور انکا خرچ آپ بذات خود اٹہاتے ہین۔

راجا صاحب کایستہہ سبہا کے صدر ہین۔ اور اپنی قوم کی بہبودی اور ترقی کے لئے ایک بڑی رقم سالانہ خرچ کرتے ہین۔ انہون نے سنہ ۱۳۰۴ ہجری مین ایک جوبلی اسکالرشپ قایم کیا۔ اور حضور نظام کی تخت نشینی کے مبارک موقع پر انہون نے اپنے مدرسہ مین سنسکرت کی تعلیم جاری کی۔ سنہ ۱۸۹۷ ع مین دائمنڈ جوبلی کے موقع پر انہون نے اپنے کل مدرسون کا امتحان لیا۔ اور کامیاب شدہ لڑکون کو اس مبارک موقع کی خوشی مین چاندی اور سونے کے تمغہ تقسیم کئے۔ ماسوا اسکے انہون نے ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا جسمین حیدرآباد کے تمام امرا و عمایدین تشریف فرما ہوے تہے۔ راجا صاحب کا عقد چار وقت ہوا ہے۔ آپکی چوتہی بیوی مہرانگر دریاباد کے رائے سورج ونت سنگہہ کی دختر ہے۔

نواب تہور جنگ اشرف الدولہ بہادر

خاندان اشرف الدولہ رکن الملک بہادر

نواب رکن الملک میر موسیٰ خان بہادر احتشام جنگ کا اصل نام میر محمد یار خان تھا۔ انکے دادا جبکہ ہندوستان میں آئے تو نواب آصف جاہ کو پڑھانے پر نوکر رکھے گئے۔ جنہوں نے انکو ترکی خان کے لقب سے معزز فرمایا۔ انکے انتقال کے بعد انکے فرزند میر موسیٰ خان کو وقایع نگار دیوگڑھ مقرر کیا اور محی الدین خان بہادر مظفر جنگ کے زیر نظر سجاپور رسالہ کی سرداری عنایت فرمائی۔ میر موسیٰ خان کے انتقال کے بعد انکے فرزند محمد یار خان انکی جائے پر مقرر ہوے۔ جو موروثی خدمت تھی۔ جب مظفر جنگ مارے گئے تو نواب صلابت جنگ کے پاس محمد یار خان کی باریابی ہوئی۔ تو انہیں لائق منصب اور خطاب میر موسیٰ خان بہادر جو موروثی تھا معہ کمیدانئی توپ خانہ کے مرحمت ہوے۔ بعد ازآں انہیں نواب شمس الملک شاہنواز خان نے نواب آصف جاہ کی خدمت میں پیش کیا اور انکو وزیر صفدر کوتوالی کی خدمت عطا کی گئی۔ چونکہ یہ صاحب الحسب تھے۔ اسلئے انکا منصب چار ہزار روپیہ تک بڑھا دیا گیا اور علم نقارہ خطاب احتشام جنگ اور جھالردار پالکی انہیں عطا کی۔

سنہ ۱۱۷۷ھ میں انکا منصب سات ہزار روپیہ تک پھر بڑھا دیا گیا۔ اور چھ ہزار رسالہ کی افسری اور خطاب رکن الدولہ اور مستقل خدمت دیوانی دی گئی۔ وہ نہایت عقلمند اور دور اندیش تھے امور سلطنت کو انجام دیتے رہے۔ اور ہمیشہ اپنے بادشاہ کے خیر خواہ رہے۔ انکی محبت اپنے بادشاہ سے اس درجہ تھی کہ آخر خدمت نظام میں انہوں نے اپنی جان قربانی۔ انکے انتقال کا سال بحساب ابجد اس مصرع سے معلوم ہوسکتا ہے۔ ع میر جنت نصیب شد بر او۔ دوسری تاریخ حسب ذیل ہے۔ ع داخل آمد از شہیدان حسین۔ انکے خاندان کو انکی خدمتوں کی قدردانی کے عوض میں بڑی بڑی جاگیریں اور ایک معقول مبلغ عنایت کیا گیا۔

مرحوم رکن الملک کی یادگار میں ایک نہر کو رکن الملک نام کہتے ہیں اور مولیٰ علی کے پہاڑ پر جاتے ہوے ایک بارہ دری ہے جسے تات صاحب کی بارہ دری کہتے ہیں۔ یہہ تات صاحب اس خاندان کا ایک نوکر تھا جو اپنی خدمت چھوڑکر گوشہ نشین ہوا تھا۔ اس پہاڑ کے دامن میں انکا روضہ ہے اور ایک مسجد بھی انکی یادگار میں بنائی ہوئی ہے۔ رکن الملک کے مصاحبوں میں ظفرالدولہ نامی ایک صاحب تھے۔ جنہیں انکے ذریعہ سے ایک منصب ملا ہوا تھا۔ وہ اسطرح اپنی ممنونیت ظاہر کرتے ہیں۔ "ظفرالدولہ بندۂ رکن الملک" یہہ فقرہ قلعہ کی توپوں اور دوسرے مقاموں پر نقش کیا ہوا ہے ملکر نظاروں پڑتی ہے۔ یہہ وہی ظفرالدولہ تھے جنہوں نے سدھیوں کے رسالے کی بنا ڈالی جو کئی ایک معرکوں میں ظفریاب ہوچکا ہے۔ اس رسالہ کو سالار جنگ اول عمدہ حالت پر لے آئے۔

نواب تہور جنگ اشرف الدولہ رکن الملک خان دوران بہادر اس نامور خاندان کے رکن اعظم ہیں۔

سنہ ۱۲۵۵ء میں حضور نظام سے انہیں میر علی حسین خان کا خطاب ملا۔ اور سنہ ۱۲۷۴ء میں خطاب تہور جنگ انہیں عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۳۰۵ء میں انہیں انکا آبائی خطاب اشرف الدولہ اور سنہ ۱۳۱۱ء میں رکن الملک خان دوران بہادر دیا گیا۔ اور ولی عہد شاہزادے کی تعلیم و تربیت انکے سپرد کی گئی۔

نواب خان دوران کے دو فرزند ہیں۔ بڑے کا نام نواب میر محمد کاظم خان بہادر شمشیر جنگ جنکی تصویر یہاں دی گئی ہے اور چھوٹے کا نام میر عنایت حسین ہے۔ نواب شمشیر جنگ سنہ ۱۳۰۲ھ میں تولد ہوے اور حسب دستور انہیں انکے باپ کے حین حیات شمشیر جنگ بہادر کا خطاب عنایت ہوا۔ باوجود انکی طفلی کے وہ انگریزی اور دیسی باتوں میں بہت ہشیار ہیں۔ وہ اکثر اپنے ہم سبق طالب علموں میں بڑھکر ہی رہتے ہیں۔

سنہ ۱۲۰۹ھ میں انکی شادی فخرالنسا بیگم صاحبہ نواب فخرالملک بہادر سے کہنداالا میں ہوئی اور سنہ ۱۳۱۴ھ میں نواب عزیزالدولہ بہادر کی لڑکی سے شکر خوری ہوئی ہے۔

میر محمد کاظم خان بہادر بشیر جنگ

نواب صارم جنگ عزیزالدولہ بہادر

نواب صارم جنگ عزیزالدولہ بہادر

نواب معروف کے جد اعلیٰ میر حیدر خان بہادر ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک تھے جنھیں یہہ خطابات ہزہائنس نظام علی خان نے انکی صیغۂ پیشکاری میں اعلیٰ خدمتوں کے صلہ میں مرحمت فرمائے تھے۔ انکے پانچ فرزند تھے (۱) رشیدالدولہ ناظم اول صیغۂ پیشکاری عہد حکومت ہزہائنس نواب سکندر جاہ۔ (۲) وحیدالدولہ (۳) عباس علی خان اعتصام الملک بہادر ثانی عرض بیگی (۴) میر دلاور علی خان بہادر قلعدار بیتاپاہاری (۵) خورشید جنگ اعتصام الدولہ۔ فرزند چہارم میر دلاور علی خان کے دو فرزند ہوے میر محمد صالح خان بہادر جو عالم طفلی میں انتقال کرگئے۔ اور میر لطف علی خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ اول جو ناظم محلات شاہی قلعدار بیتاپاہاری اور جاگیردار گہات ناندورا تھے۔ انکے فرزند نواب میر غلام عسکری خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ ثانی فی الحال اپنے آبا و اجداد کے خطابات اور جاگیرات پر متصرف ہیں۔ فی الحال انکے دو فرزند ہیں سید محمد علی خان بہادر اور میر لطف علی خان بہادر۔

نقشہ شجرہ

میر حیدر خان بہادر ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک

- رشیدالدولہ
- وحیدالدولہ
- عباس علی خان
- میر دلاور علی خان
  - میر محمد صالح خان (طفلی میں انتقال کرگئے)
  - میر لطف علی خان صارم جنگ عزیزالدولہ
    - میر غلام عسکری خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ ثانی
      - نواب سید محمد علی خان
      - نواب میر لطف علی خان
- خورشید جنگ
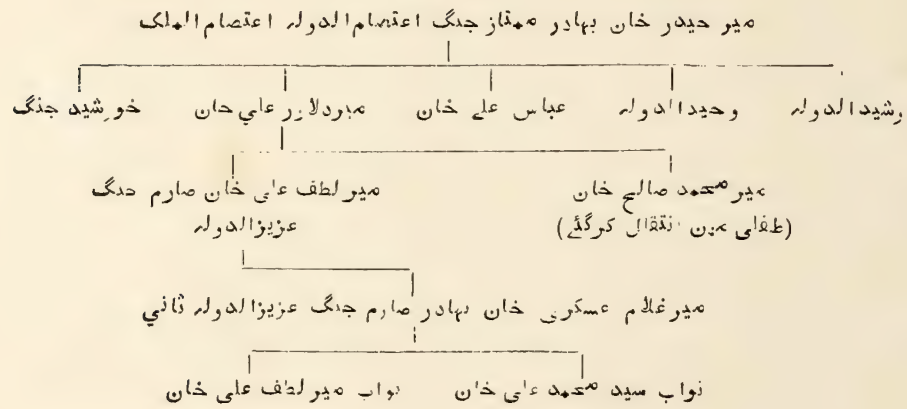
سید محمد علی خان

سید لطف علی خان

نواب بہرام الدولہ بہادر

میر تراب علی خان

میر زین العابدین خان

ذکر نواب بہرام جنگ بہرام الدولہ بہادر

میر داور علیخان بہرام جنگ بہرام الدولہ بہادر ابن میر بہادر علیخان سطوت جنگ ثالث مرحوم ابن سید زین العابدین خان سطوت جنگ ثانی ابن سید عاقل خان ابن نواب میر زین العابدین خان بہرام الملک ابن میر امام علیخان برہان الدولہ ابن سید عاقل خان اب چاک سادات جلیل بارہہ سے ہین۔اصل وطن قصبۂ سرسی ضلع مرادآباد ہے۔سید عاقل خان اب چاک فرخ سیر بادشاہ دہلی کے عہد مین معزز ملازم سلطانی تھے۔ہمراہ نواب نظام الملک آصفجاہ سات سو (۷۰۰) سوارون کے ساتھہ دکن مین آکر مقیم ہوئے۔

نواب میر امام علیخان برہان الدولہ جاگیردار سرس کانرن بڑار منصب پنجہزاری رکھتے تھے۔سہ ہزار سوار پر کمان اور صوبہ داری ایلچپور پر سرفراز تھے۔بعدہ قلعداری نرمل وداروغگی ہر کارہاے سرکاری پر مامور تھے اور سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین انتقال کیا۔

نواب میر زین العابدین خان سطوت جنگ اول بہرام الدولہ بہرام الملک جاگیر و منصب ہفت ہزاری رکھتے تھے سہ ہزار سوار پر افسری اور پالکی جھالردار و علم و نقارہ و نوبت سے سکندر جاہ نظام دکن کے عہد مین سرفراز ہوے۔بزمانہ دیوانئی میر عالم مرحوم ایک لاکھہ روپیہ کی جاگیر ذات کے سواے جاگیر قدیم محال کلپاک بھی رکھتے تھے۔بہہ بڑے زندہ دل پہلوان اور عابد تھے۔سواری انکی شہر مین بڑے ترک و شان سے نکلا کرتی تھی حسینی محل مین (جو شہاب جنگ مرحوم کو جہیز مین دیدیا گیا) عشرہ محرم مین بہت دھوم دہام سے جلسین کرتے تھے سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین بمرض استسقا انتقال کیا۔

نواب سید عاقل خان بہادر بڑے دلاور بہادر عاملمند اور آزمودہ کار تھے۔بہت سے زمیندارن سرکش کو بحکم نظام دکن قتل و قید کرکے شہر مین لائے تھے۔منجملہ آنکے کشنا ریڈی نامی رہزن کو راکھاپور کی لڑائی مین بڑی بہادری سے پکڑکر قتل کیا تھا۔حج کو گئے ہوے تھے جہانسے وقت واپسی مقام آنسر جرکائی مین پہونچکر بعارضہ فالج ولمود انتقال کیا نعش وہانسے لاکر مولا علی کے پہاڑ پر مقبرۂ مستقیم الدولہ مین (جو آنکے داماد تھے) دفن کی گئی۔

سید زین العابدین خان سطوت جنگ ثانی پندرہ برس کے سن مین اپنی جاگیرات قصبہ کلپاک و قصبہ گھات ناندورہ کے انتظام مین مصروف ہوئے صاحب منصب و خطاب تھے۔شیر کے شکار کا بہت شوق تھا ایک بہت بڑے شیر نے ایکدفعہ انپر حملہ سخت کیا تھا با حواس رہکر اسکو مارا یہہ ۱۲ ہاتھہ لمبا تھا۔انکی شادی نواب مختارالملک مرحوم اول کی ہمشیرہ سے ہوی تھی۔بمرض اسہال کبدی اٹھائیس برس کے سن مین انتقال کیا۔

نواب میر بہادر علیخان سطوت جنگ ثالث مرحوم نہایت نیک نفس و منکسر و متین و حلیم و ملنسار تھے انکی شادی نواب فخرالملک مرحوم کی دختر سے ہوئی تھی۔ایکبار شکار مین ہمراہ نواب فخرالملک حال گئے تھے دفعتاً بندوق چل گئی اور اسی صدمہ سے زخمی ہوکر سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین انتقال کیا۔

نواب میر داور علیخان بہرام جنگ بہرام الدولہ۔ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین پیدا ہوئے۔اب سن انکا کہ (سنہ ۱۳۱٦ ہجری ہے) ۳۴ سال کا ہے اپنے بزرگون کے قدم بقدم چلتے ہین شریف پرور و کرم گستر و با مروت ہین خاندانی جاگیرین (قصبہ کلپاک و قصبہ گھات ناندورہ و قصبہ خداوند پورو ونیل) انکے قبضہ مین ہین۔انکو پہلے باضابطہ تعلیم ہمراہ فرزندان نواب مختارالملک اول (جو انکے خالو تھے) مدرسہ عالیہ مین دلوای گئی پھر انگلنڈ مین کئی سال تعلیم حاصل کرتے رہے۔انکی شادی نواب مختارالملک اول کی صاحب المنسب چھوٹی صاحبزادی سے بزمان وزارت نواب مختارالملک ثانی بڑی دھوم سے ہوی۔نوابصاحب انگریزی بہت عمدہ و کار آمد جانتے ہین علم فارسی و عربی سے بھی آگاہ ہین۔کار ملکی و مالی سے بھی واقف ہین۔پولٹکس مین دخل ہے انکے خیالات لبرل ہین۔نواب مختارالملک ثانی کے زمانہ مین معتمد دفتر خانگی و متفرقات و منصرم معین المہام عدالت سرکار عالی رہ چکے ہین۔آخر تھوڑے دنون کی بہاے سالار جنگ اسٹیٹ کی انتظامی کمیٹی کے پریسیڈنٹ کئی سال رہچکے ہین نہایت خوبی سے سب کام کرتے رہے۔ہرسال عشرہ محرم مین مجلسین انکے گھر مین بہت دھوم سے ہوتی ہین جنمین پانچ پانچ چھہ چھہ ہزار آدمی جمع ہوا کرتے ہین۔انکی انتظام جاگیرات خانگی نہایت با قاعدہ طور سے ایک کمیٹی کے ذریعہ ہوتا ہے جسکے وہ خود پریسیڈنٹ ہین انکے دو فرزند اور دو دختر ہین۔پہلے فرزند سید تراب علی جو سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین پیدا ہوئے اور جنکا سن اب ۱۴ سال کا ہے مڈل کورس وانٹمن پڑہ رہے ہین۔دوسرے فرزند سید زین العابدین جو سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین پیدا ہوے تھے اور جنکا اب گیارہ سال ہے۔ابتدای تعلیم انگریزی لے رہے ہین۔نوابصاحب بڑے عالم دوست عملی و فہیم شرفا پرور و مصاحب نوازوذی حوصلہ و سخی امیر ہین اخلاق انکا بہت اچھا ہے قوت و طاقت بھی اچھی ہے۔نظام گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور تاج برطانیہ کے بھی طالب ہین۔

نواب شوکت جنگ حسام الدولہ معین الملک بہادر

نواب محمد ابوالحسن خان شوکت جنگ حسام الدولہ بہادر اور نواب محمد مہدی حسن خان بے نظیر جنگ بہادر جناب محمد قاسم علي خان شوکت جنگ حسام الدولہ کے فرزند ہین جو حضور نظام کے کوتمگل کے چیف جسٹس تہے - انکے پردادا آغا معین خان بہادر جو ایران مین اصفہان کے باشندے تہے - انہین معین التجار کا خطاب اعلیٰحضرت شاہ ایران نے عطا کیا تہا - وہ مبارز خان کے عہد مین معہ ۳۰۰ غلامون کے ایران سے جلاوطن ہوکے حیدرآباد آئے اور یہان انہین خاني اور بہادری کے خطاب دئے گئے - اور سات ہزارکي جاگیر عطا ہوئی - انہون نے تاراماہی پتھر کے سید ہون سے ایک خاندانکی لڑکی سے شادی کي - نواب جعفرعلي خان بہادر شوکت جنگ حسام الدولہ معین الملک اس بی بی کے بطن سے تولد ہوئے اور نواب آصف جاہ کے عہد مین سکاکرل راج کي انہین صوبہداری دیگئي - نواب معزی الیہ کے بعد نواب صلابت جنگ نے انہین اس عہدے پر مستقل کردیا - اورہا وہ ایک لشکر کے ساتھہ مرہٹے اور فرانسیس زمیندار باغیون کو سزا دینے کے لئے باغ نگر اور مچھلي بندر کے سرحد پر بہیجے گئے - اور انپر ہمیشہ فتحیاب ہوئے - اور انہون ریاست کو خراج دینے پر مجبور کرتے رہے - اسوقت انکے پاس سات ہزارکي جاگیر علاوہ انکے خاص اسٹمٹ کے تہی - اور اعلیٰحضرت نظام صلابت جنگ کے خانگی دیوان کے عہدے سے بہی سرفراز تہے - اور چند روز کے بعد وزیر اعظم کا عہدۂ جلیلہ انکے سپرد ہوا اور محمد معین خان شوکت جنگ اور ہفت ہزار کے خطابات سے معزز و ممتاز ہوئے - اور سات ہزار روپیہ تنخواہ منصب کي اضافہ ہوئي - ایک وقت وہ موسیور بوسی کو بہی شکست دینے مین کامیاب ہوئے اور اوسکو ساحل سمندر تک مارکے بہگادیا - اپنی زندگی کے اخیر دنون یعنے ۱۱۷۳ھ مین رکہشاش بہون پر مرہٹون کے مقابل بڑی بہادری سے جنگ کي - اس جنگ مین انکی گردنمین ایک کاری زخم لگا جس سے بعد اختتام لڑائي کے انتقال کرگئے - اور اپنے ایک فرزند نواب ابوالحسن بہادر کو چہوڑ گئے - انکی پوری سوانح عمری توزک آصفیہ مین مندرج ہے - نواب ابوالحسن خان بہادر کو انکے والدنے گورنمنٹ مین ملازمت دي تہي - جس سے وہ بڑھتے بڑھتے اپنے والدکے حین حیات مین ہی نواب صلابت جنگ کے وزیراعظم کے سکریٹری کے عہدے پر پہنچگئے تہے - انکے والدکے انتقال کے بعد حضور سرکار نظام نے انہین ضرغام جنگ حسام الدولہ اور معین الملک کے خطاب سے سرفراز کرکے منصب شش ہزاری عطا فرمایا تہا - انہون نے اپنے ہی خاندان کي ایک لڑکي سے شادی کي جن سے محمد سامی خان پیدا ہوئے - انکے انتقال کے بعد انکے فرزند اونکي تمام جاگیرات اور خطابات کے مالک بنائے گئے - محمد سامی پہلے حیدرآباد مین اعلی کمشنر کروڑ گیری مقرر ہوئے - اور بعد مین میرعلی خان کے زمانہ مین عرض بیگی کي انہین خدمت دیگئی - انہون نے اپنی پہوپہی کي لڑکي سے شادی کي اور انسے نواب ابوالحسن خان بے نظیرجنگ پیدا ہوئے جنہین سنہ ۱۲۰۸ھ مین قلعہ کہمم دیاگیا اور نواب سکندر جاہ بہادر جب نظام حیدرآباد ہوئے تو انہین انکے والد اور دادا کے تمام خطابات و مناصب عطا کئے گئے - سنہ ۱۲۳۵ھ نواب ناصرالدولہ بہادر کے زمانہ مین معین الملک کے خطاب اور چار ہزاری کے منصب سے انکی عزت افزائي کي گئی - میرعالم کے عہد وزارت مین وہ ریزیڈنسی کورٹ مین وکیل مقرر ہوئے - اور انکی گورنمنٹ کے حکم سے انہین وہابیون کا بلوہ فرو کرنے کي درخواست کي گئی - انہون نے رستم علی خان فرزند عزاللہ خان عسکر جنگ شہریارالملک کي لڑکي سے شادی کي اور ان سے قاسم علی پیدا ہوئے جو اپنے باپ اور دادا دونون کي خوبیون کے جامع

محمد مہدي حسن خان بے نظیرجنگ بہادر

رب شرکت جنگ حسام الدولہ بہادر

تھے۔انہین کونسل کے چیف جسٹس کا عہدہ دیا گیا اور ترکستان اور ایران
سے جو شاہی مہمان ریاست مین آتے ہین انکے آوبھگت کے لئے وہ
خاص وکیل مقرر کئے گئے۔ انہون نے جب شادی کی تو دو لڑکے اور
ایک لڑکی پیدا ہوی۔ نواب شوکت جنگ انکے بڑے فرزند ہین جنکا
پورا نام اور خطاب اس مختصر سوانح عمری کے عنوان مین لکھا گیا ہے۔
فارسی اور عربی کے عالم ہین۔والد کے انتقال کے بعد جب انکی عمر بائیس
برس کی تھی تو وہ کونسل کے میر مجلس مقرر ہوئے۔ انہون نے نواب
شمشیر جنگ کی دختر سے شادی کی۔ انہون نے خوب سیر و سیاحت
کی ہے۔اور مختلف لوگونکی عادات و اطوار سے بخوبی واقف و خبردار
ہین۔ انہون نے اپنے والد کے انتقال کے بعد امتحان میٹریکیولیشن پاس
کیا اور پھر قانون کے امتحان کیلئے کوشش شروع کی۔ اور مالگذاری
وعدالتی صیغون کے امتحانون مین بھی بیٹھے۔ نواب صاحب اب بھی
حتی الامکان اپنی معلومات کو وسعت دینے مین ہمیشہ کوشش
کرتے رہتے ہین محمد مہدی حسین خان بہادر بینظیر جنگ صرف
۲۲ سال کی عمر کے تھے کہ انکے والد کا انتقال ہوگیا۔اس سانحہ کے
بعد نوجوان نواب نے آپکو بالکل تحصیل علم مین مشغول کردیا۔انہون
نے میاٹریکیولیشن تک انگریزی مین ترقی کی۔اور بعد ازان اپنا خیال
اپنے ملک اور نیز برٹش انڈیا کی قانون دانی کی طرف رجوع کیا۔جس
مین بڑی کامیابی کے ساتھہ انہون نے رونیو اور جودیشل ڈپارٹمنٹ
کا امتحان پاس کیا۔اوسوقت سے ابتک تحصیل علم ہی مین مشغول
ہین۔اور اس سے نہایت دلچسپی رکھتے ہین۔

سید شاہ عبدالرحیم

مرشد حضور نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

مولانا حضرت حاجی سید شاہ نورالدین قمیصی القادری ملک پنجاب کے سادھورا شہر سے سنہ ۱۲۵۰ھ میں وارد شہر حیدرآباد دکھن ہوے ـ سات برس تک شہر حیدرآباد میں مقیم رہے ـ اس عرصہ میں اونکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ نے انکی شہرت ایسی بڑہادی کہ کیا عوام اور کیا خواص اور کیا زاہد اور کیا عالم سب انکی خدمت با برکت میں آتے اور بیعت سے مشرف ہوکر جاتے تہے ـ حضرت سبہونکو زہد و تقوی کی تعلیم کرتے تہے ـ حضور نظام نواب ناصرالدولہ نے کئی ایک خرق عادات اور کرامات انکے ملاحظہ فرمائے ـ اور بیعت سے مشرف ہوکر صوبۂ اورنگ آباد میں علاقہ ناندیر میں دو گاؤن انہیں دئے ـ حالات کی عدم موجودگی کے سبب ہم انکی خیراتوں اور سخاوتوں کا پورا پورا بیان کر نہیں سکتے ـ سات برس کے بعد وہ حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینۂ منورہ سے مشرف ہوکر ہندوستان کو لوٹے اور سیدہے پنجاب میں سادھورا گئے جو انکے آبا و اجداد کا وطن تہا ـ سات سال تک وہ ہندوستان میں جابجا مقدس و متبرک مقاموں کی زیارت کرنیکے لئے پہرتے رہے ـ اور ہزاروں آدمیوں کو بیعت سے مشرف فرمایا پہر وہ حیدرآباد تشریف لائے جہاں چند روز مقام کیا ـ اسوقت نواب افضل الدولہ بہادر انکی بیعت سے مشرف ہوئے اور صوبۂ مدراس کے سرحد ضلعۂ کرنول میں انہیں ایک گاؤن بطور ہدیہ دیا ـ حضور نظام اکثر شاہ صاحب کی ملاقات کو تشریف لیجاتے تہے اور بسا اوقات انہیں محل میں بلوا لیتے تہے ـ انکے سوا ہزاروں آدمی آتے تہے اور بیعت سے مشرف ہوکر جاتے تہے ـ

سنہ ۱۲۷۷ھ میں حضرت نے پہر عرب کو جانے کا قصد کیا اور حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوکر مدینہ منورہ کربلائے معلی نجف اشرف اور بغداد شریف کی زیارت کی ـ

سنہ ۱۲۷۸ھ میں پہر وہ حیدرآباد آئے ـ اور بعد چند روز کے نواب افضل الدولہ بہادر سے اپنے وطن مالوف کو جانے کی اجازت چاہی ـ حضور نے انسے دوری گوارا نفرماکر درخواست کی کہ شاہ صاحب اپنے بہتیجے اپنی دختر اور متعلقین کو حیدرآباد بلوالیں ـ لہذا سنہ ۱۲۸۰ھ میں حضرت نے اپنے بہتیجے سید شاہ عبدالرحیم صاحب قمیصی القادری کو ہندوستان سے طلب فرمایا انکے حق میں دعائے خیر کی اور اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا ـ

سنہ ۱۲۸۳ھ میں شاہ صاحب کو حج کے لئے عربستان جانے کی اجازت ملی اور حج سے فراغت پانے کے بعد زیارت مدینۂ منورہ سے مشرف ہوئے ـ

سنہ ۱۲۸۴ھ میں وہ حیدرآباد کو لوٹے ـ سنہ ۱۲۸۵ھ میں نواب افضل الدولہ نے انتقال فرمایا ـ اور نواب میر محبوب علی خان حضور نظام حال انکے جانشین ہوئے ـ

سنہ ۱۲۸۷ھ میں حضور کی بسم اللہ خوانی کا رسم ادا کیا گیا ـ اور شاہ صاحب ہی نے انہیں حروف تہجی پہلے پہل سکہلائے ـ اور شاہ صاحب ہی کے ہاتھہ پر حضور نظام نے ختم قرآن شریف کیا ـ

سنہ ۱۲۹۵ھ میں حضرت کا مزاج ناساز ہوا ـ اور سید شاہ عبدالرحیم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا ـ اسی سال ٦ شوال کو حضرت نے وفات پائی ـ اور دوسرے روز دفن ہوئے ـ

سنہ ۱۲۹٦ھ میں نواب سر سالارجنگ اول ـ نواب وقارالامرا اور دوسرے امرائے شہر خانقاہ حضرت پر تشریف لیگئے اور تعزیت ادا کی ـ ہر سال یوم مقررہ کو حضور نظام سر سالارجنگ سر وقارالامرا سر آسمان جاہ بہادر اور دوسرے امرا زیارت کو تشریف لیجاتے تہے اور شاہ عبدالرحیم صاحب سے بڑی دلجوئی سے برتاو کرتے تہے ـ حضرت کا مقبرہ مسجد اور خانقاہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے بنوائے اسموقع پر اسکا بیان بیجا نہوگا کہ حضرت حسنی اور حسینی سید ہیں ـ اور سلطان الاولیا حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہیں ـ اور سید شاہ عبدالرحیم بہی اسی نسل سے ہیں ـ

سید شاہ عبدالرحیم کے تین فرزند ہیں ـ سید شاہ عبدالحی قمیصی القادری ـ سید شاہ غلام نورالدین قمیصی القادری اور سید شاہ عبدالرزاق قمیصی القادری ـ

نواب محبوب یار جنگ ناظم الدولہ بہادر

نواب انتخاب جنگ بہادر

نواب انتخاب جنگ بہادر

نواب صاحب موصوف الصدر نواب صولت جنگ بہادر ثاني کے چھوٹے بھائي ہين-وہ سنہ ۱۲۸۱ھ کے شہر رجب کي ۲۶ وین تاریخ کو (سنہ ۱۸۶۴ع) مین تولد ہوے تھے-لہذا في الحال انکی عمر ۲۴ برس کي ہے- مدرسۂ مبارک مین وہ حضور نظام کے ہم سبق تھے-جسمین وہ سات برس کی عمر مین داخل ہوے اور وہین انہون نے انگریزی -فارسی اور اردو مین تعلیم حاصل کي اور سات برس کے عرصہ تک حضور نظام کي مصاحبت مین سواری بھی سیکھي-چودہ برس کي عمر مین وہ مدرسۂ عالیہ مین داخل ہوے - جہان انہون نے انگریزی تکمیل کو پہنچائی - یہان انکے ہم سبق اور مصاحب سرسالار جنگ ثانی اور راجہ کشن پرشاد موجودہ پیشکار اور وزیرِ افواجِ حضور نظام تھے-جب حضور نظام تخت نشین ہوے تو نواب صاحب نے تحصیل چھوڑدی اور انکے اسٹاف مین شامل ہوے-وہ انگریزی مین اچھی مہارت رکھتے ہین-فارسي اردو انہین خوب معلوم ہی اور عربی مین بھي ٹھیک ٹھیک دخل ہے سیر وشکار مین انکا قدم بہت بڑھا ہوا ہی کیونکہ انہون نے سواری اور نیزہ بازی مین نہایت پختہ تعلیم لي ہوئي ہے-حیدرآباد مین وقتا فوقتا بہت سے معرکون مین انہون نے کئی ایک انعام حاصل کئے ہین-جب ہز رایل ہائنس ڈیوک آف کناٹ حیدرآباد تشریف لائے ہوے تھے-تو نواب انتخاب جنگ بہادر نے فنون سپاہ گری مین ڈیوک موصوف اور حضور نظام کے روبرو وہ وہ تیزی اور کرتب دکھلائے کہ بڑے تجربہ کار بلکہ استادون کو حیرت مین ڈال دیا - حضور نظام نے اس موقع پر انہین ایک نہایت قیمتي تلوار عطا فرمائي-لارڈ ڈفرن اور دوسرے وایسرائے کي تشریف آوری کے موقعون پر بھي انکے کمال نے انکا خیال رجوع کیا تھا

اپنے بڑے بھائي کے موافق پھر صاحب بھي جاگیردار اور منصب دار ہین- لیکن علاوہ اسکے وہ بخشئي صرف خاص عالي غول پیدل اور صرف خاص رسالۂ بیقاعدہ اور سوپرنٹنڈنٹ سلح خانہ وپالکي خانہ بھی ہین- نواب صاحب اِن عہدون پر سنہ ۱۲۹۷ھ سے اپنے باپ میر ناظرعلي خان کے جا نشین کے طورپر مقرر ہین-ماسوائے ان عہدون کے نواب صاحب شوال سنہ ۱۳۰۴ھ سے صیغۂ صرف خاص کے اسسٹنٹ رویندو سکریٹری ہین-اس عہدے پر حضور نظام کے مخصوص فرمان سے وہ مقرر ہوے-یہہ انکي تیزی اور چالاکي کا نتیجہ تہا- وہ شہر کے میونسپال بورڈ کے ایک ممبر ہین- جسکے سنہ ۱۳۰۵ فصلی مین نایب صدر تھے

نواب صاحب بڑے عقلمند اور مہذب اور شایستہ خیالات کے آدمی ہین-وہ قابل اور منصف مزاج ہین-اور اسکے کہنے کي ضرورت نہین کہ بہ سبب ان اوصاف کے وہ شہر مین ہرس عزیز ہین-علي الخصوص انکی ہمدردی اور امداد مستحق اور غریب لوگون پر مبذول رہا کرتي ہي-وہ بڑے جفا کش اور محنتي آدمي ہین اور سستي اور عیاشی سے بڑی نفرت رکھتے ہین - انکا اورون سے برتاو بہت شفقت آمیز ہی - اپنے قول کے پابند اور امور خانگي اور امور عامہ مین بڑے راست باز ہین-

نواب صولت جنگ بهادر ثاني

نواب صولت جنگ بہادر ثانی
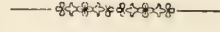
نواب صاحب موصوف نواب انتخاب جنگ بہادر کے بڑے بھائی ہین - انکی ولادت ۱۲ محرم سنہ ۱۲۷۴ ھ کو ہوئی (۱۸۵۷ء) - اب انکی عمر ۴۱ برس کی ہے اور انتخاب جنگ سے ۷ برس بڑے ہین انکے والد میر ناصر علی خان ایک جید عالم تھے - فارسی و عربی کے شاعر بہت بڑے متشرع اور نہایت منکسرالمزاج تھے - حقیقت مین انکی سادگی اور کشادہ دلی نے ان لوگون کے دلون مین جگہہ کرلی تھی - جنہین انسے نیاز حاصل تھا - اور انہین انکا دوست بنالیا تھا - اور یہی وجہ تھی کہ نواب افضل الدولہ بہادر مرحوم نے انہین اپنا خاص مصاحب کیا تھا - نظام مرحوم سرسالار جنگ کے درمیان تمام پوشیدہ اور ضروری معاملات انہین کے ذریعہ سے طے ہوتے تھے اور علاوہ اسکے بہت سی عزتون سے انہین سرفراز فرمایا تھا - ہرچند نظام مرحوم کا ارادہ تھا کہ انہین کوئی منصب عطا کرے لیکن ناصر علی خان نے قبول نہین کیا - چونکہ وہ خالی شہرت و عزت کو حقیر سمجھتے تھے اور بالکل عبادت خداکے لئے گوشہ نشین ہوگئے تھے اسلئے جب نواب صاحب نے بہت اصرار کیا تو انہون نے اپنے چھوٹے بھائی میر احمد علی خان کو جو دنیوی اعزاز کے خواہان تھے - خطاب دینے کی گذارش کی - اسلئے میر احمد علی خان نواب صولت جنگ بہادر کے خطاب سے ممتاز کئے گئے - مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صولت جنگ بہادر مرحوم کو یہ خطاب انکے بڑے بھائی میر ناصر علی خان کی وجہ سے مرحمت ہوا اور جب وہ فوت ہوئے تو انکے بھتیجے نواب صولت جنگ بہادر ثانی انکے جانشین ہوئے اور اکثر بڑے بڑے عہدون پر مامور -

نواب صاحب کا سلسلہ قریشی اور ہاشمی عربون سے ملتا ہے - انکے آبا و اجداد اورنگ زیب کے زمانہ مین ہندستان مین آئے اور یہان کے مختلف حصون مین رہے اور اخیر مین علی عادل شاہ کے زمانہ مین بیجاپور مین جا بسے - نواب صاحب کے دادا جو چوتھی پشت مین تھے اور جنکا نام حاجی عبدالقادر خان تھا بیجاپور کے وزیر اعظم ملا احمد کے بھانجے اور داماد ہوتے تھے - اور معتبر خان کے خطاب سے ممتاز - ریاست بیجاپور مین پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی اعلی افسری انہین دیگئی تھی - جب اورنگ زیب نے بیجاپور کو فتح کیا تو معتبر خان کو اپنے ہمراہ دہلی واپس لیجاکر مذکورۂ بالا خطاب اور شاہزادۂ معظم کی اتالیقی سے معزز فرمایا - جب شہزادہ معظم اورنگ زیب کے انتقال کے بعد انکا جانشین ہوا - تو معتبر خان اسکی اجازت سے مکہ معظمہ کو حج کے لئے روانہ ہوئے اور وہان سات برس تک قیام کیا - جب وہ وہان سے ہندوستان لوٹے تو راستہ مین شاہ عالم کے موت کی خبر سنی - اسلئے وہ دہلی نہین گئے - اور دکہن ہی مین مقام کیا اس بات کا اظہار یہان بیجا اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا - کہ حیدرآباد کے وزیر اعظم سرسالار جنگ اول شیخ محمد علی کے پروتے تھے - جو خاندان عریسی ممبرون مین پہلے پہل اپنے والد عویسی ثانی کے ساتھہ ہندوستان آئے تھے - ریاست بیجاپور کے وزیر اعظم ملا احمد کی لڑکی سے شادی کی تھی - نواب صولت جنگ جاگیردار و منصب دار ہین اور سرکار حضور نظام کے فراش خانہ و چینی خانہ و شاگرد پیشہ کے (جس مین ادنی و اعلی شاہی خدمت گارشامل ہین) مہتمم ہین - اور صرف خاص کی بیقاعدہ فوجون کے بخشی بھی ہین - نواب کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کے طرز سے انکی شریف خاندان کے ایک لایق ممبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے - نواب صاحب بہت بڑے خوش اخلاق - بلند ہمت اور غریب نواز ہین - اور غریبون کے ساتھہ نہایت مہربانی سے پیش آتے ہین اور اپنے دوستون اور رشتہ دارون سے کمال کریمانہ سلوک کرتے ہین - اور انہین اپنی مقدور بہر مدد پہنچانے مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتے -

نواب قادر جنگ ـ قوت یارالدولہ بہادر

نواب قادر جنگ قوت یارالدولہ بہادر

قادر جنگ ابن قوت جنگ بخارا مین یوجان کے سیدونکی اولاد سے ہین۔ اس خاندان مین سے میر حمزہ پہلے پہل ہندوستان مین وارد ہوے۔ خواجہ عبدالرحیم خان اور انکے جد اعلیٰ میر احمد خان دونون مان کی طرف سے انکے جد امجد ہین۔ شاہنشاہ اورنگ زیب نے خواجہ عبدالرحیم خان کو اپنے خانگی توشہ خانے کا داروغہ مقرر کیا تھا۔ اور جب گولکنڈہ مفتوح ہوا تو انہین قلعہ کا خزانچی اور ملک مفتوح کا محتسب مقرر فرمایا۔ اورنگ زیب نے اس امیر کا ذکر اپنی کتاب کلمات طیبات مین کیا ہے۔ جہان وہ صفحہ ۱۲ مین یون فرماتے ہین کہ خواجہ عبدالرحیم انتقال کرگئے۔ "وہ خداترس پابند شریعت اور بڑے دلاور تھے۔"

وقایع گولکنڈہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ خدمت احتساب اس امیر کو عطا کی گئی۔ اور پھر مصنف سیرالمتآخرین اپنی پہلی جلد مین قول مذکور کی تصدیق کرتا ہے۔ انسے پایا جاتا ہے کہ انہین خدمت احتساب شہر حیدرآباد پادشاہ عالمگیر نے عطا کی تھی۔ تاکہ عادات و اطوار و رواج کفار و مشرکین کے جو عوام الناس مین عبدالحسین نے پھیلا دئے تھے نیست و نابود کردین۔ شراب خانے بند کرادین یا توڑ ڈالین اور انکے عوض مسجدین تعمیر کرائین۔

تزک جہانگیر جلد دوم باب ۱۹ صفحہ ۲۰۴ مین حضرت باقی باللہ کا جو اس زمانے کے ایک مشہور ولی اور قادر جنگ کی والدہ کی جانب سے جد تھے۔ ذکر کرتے ہوے مصنف کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ شاہجہان اور شیخ باقی باللہ جانشین شاہ تاج الدین صاحب میدان جنگ مین ساتھہ کھڑے ہوے تھے۔ ان واقعات کا ذکر صاحب سیرالمتآخرین نے بھی اپنی دوسری جلد مین کیا ہے جہان وہ عبدالغنی ابن عبدالرحیم کی وفاداری کا ذکر کرتے ہین کہ انہون نے مشہور وزیر سید عبداللہ خان قطب الملک کے ساتھہ اسکی سازشون کی بابت مقابلہ کیا تھا جو اسنے سنہ ۱۱۲۳ ھ مین شاہنشاہ کی مخالفت مین کی تھین۔

صاحب سیرالمتاخرین بیان کرتا ہے کہ میر احمد خان ثانی کانشہر کے حاکم مقرر کئے گئے۔ اور قران السعدین مین لکھا ہے کہ میر احمد خان حکومت برہان پور مین شاہزادہ بیداربخت کی طرفسے وکیل تھے۔ لہذا جبکہ سلطنت مغلیہ کا قیام تھا تو قادر جنگ کے آبا و اجداد کا شمار سلطنت کے بڑے بڑے امرا اور افسر مین تھا۔ اسکا ثبوت مذکور تصنیفات سے اور دوسری تاریخون سے ہوسکتا ہے۔

قادر جنگ کے خاندان نے عہد آصف جاہ مین دکھن کی طرف مراجعت کی۔ اور انکے ایک جد امجد میر ابو فقیر خان بقول صاحب تزک سنہ ۱۱۶۷ ھجری مین حیدر یار خان شیر جنگ کی مغرولی پر دیوان مقرر کئے گئے تھے۔ صاحب حدیقۃالعالم بھی بیان کرتا ہے کہ ابتدائے سنہ ۱۱۶۷ ھجری مین میر ابو فقیر خان بہادر حیدر یار خان شیر جنگ کے معزول کئے جانے پر دیوان بنائے گئے تھے۔

معاصرالامرا مین لکھا ہے کہ میر عبدالمنان خان جبکہ دکھن مین آئے تو عرصۂ قلیل تک نظام الملک آصف جاہ کے خانگی امورات انکی تحویل مین دئے گئے تھے۔ اور اسکے بعد وہ عزلت نشین ہوے۔ انکے بڑے فرزند معتمدالدولہ سردار جنگ عہد حکومت صلابت جنگ مین وزیر بنائے گئے تھے۔ وہ سنہ ۱۱۸۸ ھ مین وفات کرگئے۔ انکا مقبرہ میر جملہ کے تالاب مین ابتک موجود ہے۔

قادر جنگ میر فیض الدین علی خان کے داماد ہین۔ پھر میر فیض الدین غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ کے پوتے تھے۔ ولی فیض الدین علی خان وزیرالممالک۔ عمادالملک ابن غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ کے پوتے تھے۔

قادر جنگ اپنے چچا میر عبدالسلام خان کے زیر سایہ پرورش پائے۔ پھر عبدالسلام خان میر محمد علی خان حسام جنگ صارم الدولہ ابن میر عبدالسلام خان وزیر اعظم صلابت جنگ کے فرزند تھے۔ میر عبدالسلام خان وزیر اعظم صلابت جنگ عمدۃالملک (موسیو بوسی) کے ہاتھہ سے اس جنگ مین مارے گئے جسمین حیدر جنگ کی بھی جان گئی۔ اس شہید کی قبر اورنگ آباد مین موجود ہے۔

قادر جنگ نے پبلک لائف کے اندر سنہ ۱۲۶۸ مین قدم رکھا۔ پھر زمانہ نواب ناصرالدولہ کا تھا۔ جنہون نے انہین جاگیر و منصب عطا فرمایا۔ ہز ہائنس افضل الدولہ نے سنہ ۱۲۷۸ ھ مین انہین تعلق مدرل اور عمبر پیٹ کا چارج دیا۔

سنہ ۱۲۸۶ مین انہین پولس کے انسپکٹر جنرل کا عہدہ دیا گیا۔ بعد ازآن آڈیٹر جنرل۔ (محاسب اعلیٰ)۔ سکریٹری گورنمنٹ ایریگیشن ڈروپس۔ ناظم مداخل صرف خاص۔ رکن رونیو بورڈ صرف خاص۔ اکاؤنٹنٹ جنرل صرف خاص۔ صدر تعلقدار صرف خاص۔ سکریٹری گورنمنٹ لوکل فنڈ و آب رسانی ہوے۔ وہ فی الحال صوبیدار بیدر ہین۔

ملک کی جو جو عمدہ اور نازک خدمتین انہون نے بجائی ہین انہین سرسالار جنگ اول نے بہت پسند فرمایا تھا۔

انکے آبا و اجداد مین دو فرد میر ابو فقیر خان معتمدالدولہ سردار جنگ اور شاہنواز خان صمصام الدولہ صمصام الملک ایسے ہوے ہین کہ جنہین خدمت وزارت کا اعزاز بھی حاصل ہوچکا ہے۔

تمام مغلیہ سلطنت مین اس خاندان کے آبا و اجداد خدمات اعلیٰ و معتبر پر ممتاز رہے ہوے ہین۔

متزانی راجہ رامیسر راو اول

متوفي راجہ رامیسر راو بھیري بلونت بہادر
رئیس ونپرتي

متوفی راجہ رامیسر راو ۲۹ سپٹمبر سنہ ۱۸۲۱ع مین ونپرتی سے آٹھہ میل کے فاصلہ پر رنگاپور گاؤن مین تولد ہوے تھے۔ بالکل طفلی مین یعنے ابھی اکیسوین دن کي کریا ہونے نہ پائي تھی کہ اسوقت کے راجۂ ونپرتی راجہ رام کرشنا کان نے انہین متبنیٰ کرلیا۔ اور سنہ ۱۸۲۲ع مین سرکار سے خلعت عطا کیا گیا۔ انکے رضائی باپ کے انتقال کے بعد انہین راجۂ متوفي کي رانیون راماما اور نوچراما نے پرورش کیا۔ لیکن انکا بھی سنہ ۱۸۳۳ اور سنہ ۱۸۳۵ع مین یکے بعد دیگرے انتقال ہوگیا۔ زبان تیلوگو اور فارسی مین انکو بہت اچھی تعلیم دی گئی تھی۔ اور سنہ ۱۸۳۵ع مین جبکہ انکی عمر صرف ۱۴ سال کي تھی۔ انہون نے اپنی ریاست کي باگ اپنے ہاتھہ مین لی۔ شروع شروع مین انکے کارپرداز کچھہ کچھہ اندھیر کرنے لگے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہون نے اپنی ذاتی جوہر امور ریاست مین دکھلاے اور پھر سے کام صلح و آشتی اور عمدگی سے چلنے لگا۔

رفتہ رفتہ رامیسر راو نے خانگی طور پر انگریزی کي تعلیم شروع کي اور چند روز مین لکھنے پڑھنے مین لیاقت بہم پہنچائی۔ وہ سات زبانون مین مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ فارسی۔ عربی۔ تیلوگو۔ کناری۔ تامل۔ مراٹھی۔ اور اردو اسطرح سے پھر اسي خاندان کے است بہاشا بہاری گوپالراو کے گویا پیرو تھے۔ وہ بڑی فصیح اور روان گفتگو کرتے تھے۔ انہین یوروپین لباس کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ وہی پہنتے تھے۔ مغربی خیالات و اطوار کي طرف راغب رہتے تھے۔ اور اسی سبب سے انہون نے رزیڈنسی کے کئي ایک یوروپین افسرون سے گہری دوستی پیدا کي تھی۔ اور بڑی آزادی سے یوروپین سوسائٹي مین آمد و رفت رکھتے تھے۔

خطاب بلونت حضور نظام نے انہین سنہ ۱۸۴۳ع مین عطا فرمایا۔ سنہ ۱۸۴۷ع مین وہ ملک میسور مین جاترا کو گئے اور واپس آے تو شری رنگاپور مین قدیم وشنو کے دیول کے بہتر انتظام کے لئے وہین کا طریقہ قایم کیا۔

سنہ ۱۸۴۹ع مین حیدرآباد کے عرب جو ایک بہت شریر گروہ ہے۔ فساد پر آمادہ ہوے اور راجہ سے اپنا موہوم قرض مانگنے لگے۔ اور چونکہ یہہ نہین دیسکتے تھے انہین پکڑ کر قید کرلیا اسوقت گورنمنٹ بھی کچھہ متزلزل سی ہونے کے باعث انکي عرضي پر کہ جو انہون نے مدد کے لئے کي تھي خیال نہین دیا گیا۔ لہٰذا انہون نے زمین کے نیاچے سے ایک سرنگ چالیس راد لمبي کھود کر تیار کي اور اس راہ سے نوین ڈسمبر سنہ ۱۸۴۹ع کو بھاگ نکلے۔

سنہ ۱۸۵۲ع مین انہون نے گوپال پنڈہ پر حملہ کرکے اسے اپنے قبضہ مین لیا اور دو سال تک اپنے تصرف مین رکھا ۔ انہون نے اپنی ریاست مین سنہ ۱۸۵۰ع مین ایک دولت نہایت عمدہ طریقہ پر قایم کي۔ سنہ ۱۸۵۸ع مین انہون نے راجہ وینکٹ آپا نایک بلوائی کو جسنے غدر کے وقت شرارت کي تھي۔ پکڑا جسکے لئے انہین ایک ڈبل بارل بندوق۔ ایک تلوار اور ایک ریوالور انعام مین ملا۔ ان دنون مین یہہ بڑے جوانمرد سپاہي تھے اور بہت سی جنگون مین فتحیاب ہوے تھے۔ اور چونکہ انہون نے بہت سے چھوٹے چھوٹے رئیسون کو شکست دی تھي اسلئے انکو سنہ ۱۸۵۸ع مین ضلعدار بنایا گیا تاکہ باغیون اور بلوائیون کو گرفتار کرین اور اس اختیار کے ملنے سے مرقومۃ الذیل واقعات وقوع مین آے۔ اول مودینا ناگاپا کا محاصرہ کیا جو ایک زبردست رئیس اس جاے کا باغی تھا۔ اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ع مین بھاگ گیا تھا۔ لیکن بعد مین پکڑا گیا۔ اور سنہ ۱۸۶۰ع مین ایک لڑائی کے اندر مارا گیا۔ دوسرا سنہ ۱۸۵۹ع کے جولائی کي دوسری تاریخ کو قلعۂ لوکائی پلی کو سرنگ لگاکر اوڑا دیا۔ تیسرا جنگ الور جسمین کئی ایک باغی قید کئے گئے دوسری سپٹمبر سنہ ۱۸۵۹ع۔ چوتھا قلعۂ راجاپور لیکر مسمار کردیا گیا اور زمیندار کو چوبیسوین اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع کو پکڑا پانچوان ستائیسوین اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع کو جنگ اد کي روہیلون کے مقابلہ مین اور کئی ایک ایسے ہی واقعات ۔ رامیسر راو نے پھر دو رسالے تیار کئے جنہین حبشي رسالہ اور ونپرتی نیزہ باز کہتے ہین۔ یہہ رسالے انہون نے حضور نظام کو دئے جو ابتک موجود ہین۔ اور حضور نظام سے انہین تنخواہ ملتی ہے۔ رسالۂ حبشی حضور کا باڈی گارڈ ہے۔

رامیسر راو پہلے ہی شخص تھے جنہون نے سلطنت حیدرآباد مین رونیو سروے اور سلطنت ہندوستان کے دوسرے حصص کے طریقہ پر جاری کیا۔ سنہ ۱۸۶۱ع مین انکی ریاست کي سروے لی گئی۔ اور دوسرے ہی سال قایم محصول زمینداری مقرر کیا گیا۔

راجہ صاحب نہ صرف جنگی طبیعت رکھتے تھے بلکہ جنگ مین ہمیشہ آگے رہتے تھے-اور اسی خاصہ اور وفاداری کے سبب سے انہون نے برٹش گورنمنٹ سے جنگ کریمیا مین شامل ہونیکی اجازت چاہی تھی-اور نیز جنگ برما مین بھی-بعد ازآن ہندوستان کے غدر کے وقت بھی انگلش گورنمنٹ کی طرف کے نیک نیتی کے آثار دکھلائے اور فساد فرو کرنیکے لئے لشکری مدد دینا چاہا - گورنمنٹ نے بذریعہ اپنے سکریٹری کے ہز ہائنس کے خطاب سے مخاطب کرکے حسب ذیل جواب دیا-"مین نے آپ کا خط جسمین آپنے فساد فرو کرنیکے لئے لشکری مدد دینے کی درخواست کی تھی رائٹ آنریبل گورنر جنرل ان کاؤنسل کے روبرو پیش کیا - اور مجھے ہدایت ہوی ہے کہ آپکو جواباً اطلاع دون کہ گورنر صاحب موصوف کو یقین ہے کہ آپکے سپاہ اگر میدان جنگ مین طلب کئے جاتے تو ضرور عمدہ خدمت دینگے - لیکن چونکہ دہلی واپس لے لی گئی ہے اور ہرطرف باغیون کو سزا دینے کا معقول بندوبست ہوچکا ہے - اسلئے آپکے سپاہ کی مدد لینا فی الحال لاحاصل ہے- مگر تاہم گورنر جنرل ان کاؤنسل مجھے ہدایت کرتے ہین کہ مین آپکو جتلاؤن کے گورنمنٹ آپکی شکر گزار ہے اور آپکے وفاداری اور دوستی کے خیالات پر اپنا اطمینان ظاہر کرتی ہے-سنہ ۱۸٦۲ع مین انہین وایسرائے و گورنر جنرل کی جانب سے ایک تلوار ایک بندوق اور ایک تپنچہ معہ ایک خط توصیف کے روانہ کئے گئے-جب غدر فرو کردیا گیا تو سر سالار جنگ اول کے سخت قواعد اور ضلعدارون کی اور راجہ رامیسر راو سپہ سالار فوج نظام کی کوششہائے بلیغ سے سنہ ۱۸۵۸ع مین صلح و امن قایم ہوا- سنہ ۱۸٦۴ع مین رامیسر راو رسالے کے انسپکٹر مقرر ہوے اور سنہ ۱۸٦٦ع مین حضور نظام کی باقاعدہ فوج کے انسپکٹر جنرل قرار دیے گئے-راجہ رامیسر راو اپنے دوستون مین سر رچرڈ ٹمپل لفٹننٹ گورنر بنگالہ کو بھی شمار کرتے ہین جنہون نے سنہ ۱۸۷۷ع مین بباعث دوستی کے بنڈ تی مین آکر انسے ملاقات کی تھی-

رامیسر راو طبیعت کے سخی اور حق پرست تھے-اور خوش مزاجی اور ملنساری اونکے مزاج مین بڑی ہوی تھی-وہ بہت قابل اور لایق منتظم مالحاصل تھے-لیکن انکی عمر کا بہت بڑا حصہ جنگی معاملات مین بسر ہوا-حق تو یہہ ہے کہ لشکری لباس انکا خاص لباس ہوگیا تھا کیونکہ انہین اپنی خدمت کا بڑا لحاظ تھا-سنہ ۱۸٦٦ع کے اکتوبر کی چوتھی تاریخ کو راجہ صاحب نے پیدا گودم گاؤن مین جو ونپرتی سے چھہ میل کے فاصلہ پر ہے ۴۵ سال کی عمر مین انتقال کیا - مرتے دم تک وہ حضور نظام کے ایک فوجی افسر تھے-

راجہ رامیسر راو ثانی

راجہ ونایک راو بہادر

راجہ وتھل سندر پرتاب ونت راجہ بہادر

راجہ ونایک راو کے جد اعلی

راجہ وتھل سندر پرتاب ونت راجہ بہادر ایک زمانہ مین حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے — نواب نظام الملک والی عہد انکی بڑی قدر کرتے تھے — انہون نے اپنے آپکو نہ صرف اہل شمشیر بلکہ اہل قلم بھی ثابت کردکھایا — راجہ کے پیش خدمتون مین سے ایک شخص جانوجی بھوسلے رگوناتھہ راو سے خفیہ مراسلات رکھتا تھا — اور انہون نے ٹھہرا لیا کہ راجہ کو ترغیب دلاکر حضور نظام سے اورنگ آباد کے لشکر گاہ مین فوجون کو قیام دلانے کی اجازت حاصل کرنیکی کوشش کرین بہ سبب اسکے کہ اورنگ آباد قلمرو نظام کی سرحد پر واقع ہی — فوج کا ایک حصہ راجہ کے زیر کمانڈ چھوڑا اور حضور نظام دریاے گوداوری پار کرکے اورنگ آباد کی طرف بڑھے — جانوجی بھوسلے نے یہہ بات اُڑائی کہ سپاہ اپنی باقی تنخواہ کے لئے چلاتے ہین اور برسر فساد آمادہ ہین — اسنے یہہ حیلہ اسواسطے پیش کیا کہ راجہ کے لشکر کو جدا کردے — اسمین وہ کامیاب ہوا اور چالیس میل کے فاصلہ پر ڈیرا دیا — دشمن کے لشکر نے جو انسے کثیرالتعداد تھا راجہ کے لشکر کو اچانک آگھیرا — ایسے وقت پر راجہ صاحب نے اپنی سرداری کے ہنر کو ثابت کر دکھایا — وہ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور آخرش انکو شکست دیکر فتح نمایان حاصل کی — رگوناتھہ راو بلوائی راجہ کے عتاب سے بمشکل بچ نکلا — وہ ایک ہاتھی پر سوار تھا اور راجہ نے چاہا کہ اسکے ہودے کی رسی کو کاٹکر اسکو قتل کرے لیکن کسی نے کہا کہ رگوناتھہ میدان جنگ مین اور جاے پرھے اور جو شخص کہ ہودے مین ہی وہ ایک برہمن ھے — اس حیلہ سے رگوناتھہ راو کی جان بچی —

مگر راجہ اپنی فتح کے بعد بہت نہ جئیے — مراد خان نامی ایک شخص انکا کٹا دشمن تھا — جسنے ایک چوکیدار کو ورغلایا کہ انپر فیر کرے — اسنے ویسا ہی کیا اور راجہ کو مارڈالا صاحب رشیدالدین خانی کہتا ھے کہ راجہ کے مرنیسے افواج مسلمانان کو بڑا نقصان پہنچا — صاحب حدیقہ عالم اسکا تذکرہ حسب ذیل کرتا ہی — راجہ کے مرتے ہی مسلمانون کی فوج کے پاؤن اُکھڑے — جو فتح حاصل کی گئی تھی وہ شکست شمار کی گئی اور دشمن جو شکست پاکر پسپا ہوگئے تھے اور بھاگنے کا ارادہ کرتے تھے پھر آے اور مسلمان لشکر پر چارون طرفسے حملہ آور ہوے — اور نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت سے سپاہ شہید ہوے — بعض تہ تیغ کئے گئے اور بعض دریاے گوداوری مین ڈبادے گئے — اسطرح سے لشکر ایک سخت آفت مین مبتلا ہوگیا — جب ہز ہائینس نے راجہ کے مرنے کی خبر سنی تو انہون نے بذات خود معمولی رسم تعزیت ادا کئے — انہون نے مراد خان کو قلعہ گولکنڈہ مین راجہ کے قتل کے جرم پر قید کرایا اور بعد تحقیقات وہ گردن مارا گیا —

راجہ کے فرزند چمنا راو پرتاب ونت اپنے باپ کی جاے پر وارث ہوے — اور گورنمنٹ نے انپر اپنی عنایت مبذول فرمائی — انکو ایک پرسنل جاگیر عطا کی گئی جسکا محاصل ۳۵۰۰۰ روپیہ تھا — اور دوسری جاگیر فوج کے اخراجات کے لئے مرحمت کی کہ جسکا محاصل ۱۱۸۷۵۲—۱۴ تھا — انہین خطاب پرتاب ونت بھی عطا کیا گیا — وہ بھی اپنے باپ کی موافق امور سلطنت مین اپنی زندگی بھر حضور نظام کے مشیر و معتمد رھے — انکا انتقال سنہ ۱۲۲۰ ھ مین ہوا —

راجہ وتھلداس فرزند راجہ چمنا راو اپنے باپ کی جاگیرون کے کل محاصل پر متصرف رہے — وہ بھی تاحین حیات گورنمنٹ کے معتمد رہے — انکا انتقال سنہ ۱۲۳۴ھ مین ہوا — انکے بعد راجہ گنیش راو خاندانی املاک پر متصرف ہوئے — انہین پیشکاری کا عہدہ دیاگیا — اور ایک سرپیچ زمرد سے مرصع اور سو اشرفی اور بیس ہزار روپیہ نقد انکو عطا کئے گئے — انکے خاص ذاتی اعزاز کے لئے انہین حسب ذیل فوج کی خدمت سپرد کی گئی کہ وہ ہمیشہ انکے زیر احکام رہین — ایک سو پیدل ۲۰ چوبدار ۲۰ خدمتگار ۱۰ منصب دار ۴ ہاتھی — اور کئی ایک شاگرد پیشہ لوگ — عمیزالملک کی حویلی انکے رہنے کے لئے دی گئی — اور راجہ شمبو پرشاد کو اختیار دیا گیا کہ انہین بیس ہزار روپیہ اخراجات کے لئے دئے جائین — سنہ ۱۲۶۵ ھ مین انکو چھہ گاؤن فوج کی پرورش کے لئے دئے گئے — اور بعد ازان انکو اختیار دیا گیا کہ سپاہ کی بھرتی اور خارجی انکی خوشی پر موقوف رہے — وہ ایک وقت مین حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے — اور نواب سراج الملک کی وزارت کے ایام مین وکیل بھی تھے —

راجہ گنیش راو کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۲۹۲ ھ مین ہوا — راجہ ونایک راو انکے جانشین ہوے اور خاندانی املاک وجاگیرات پر فی الحال متصرف ہین — حسب روبکار مدارالمہام نمبر ۶۱۹ انکا نام بھی مستثنٰی جاگیردارون کی فہرست مین داخل کیا گیا اور انہین اپنی جاگیرون پر دیوانی و فوجداری اختیارات دے گئے — راجہ ۲۵ ذی القعدہ سنہ ۱۲۷۸ ھ (۲۵ مئی سنہ ۱۸۶۲ع) ضلعہ احمد نگر کے کوتول قصبہ مین تولد ہوے تھے — انہون نے حیدرآباد کے مدرسہ عالیہ مین تعلیم پائی ھے — اور انکو انگریزی اور فارسی اور مرہٹی کے پانچوین درجہ تک کی تحصیل ھے — سنہ ۱۸۷۶ع مین انکے باپ کے انتقال کرجانیسے انہین مسند نشین کیا گیا — اور اپنے باپ کے مطابق وہ بھی وہی منصب و جاگیر کے محاصل کا استفادہ لے رہے ہین — انہون نے اپنے دماغ کو سیر و سیاحت سے پختہ کیا ھے — وہ بنارس — گیا — دوارکا — رامیشر اور اور مقامون پر جاترا کو جا چکے ہین — ضلعہ اورنگ آباد مین پیمپری اور جہری اور ضلعہ برہانی مین دوسری اس نام کی انکی جاگیرین ہین جہان وہ بذات خود جاکر تمام دیوانی اور فوجداری مقدمون کی تحقیقات کرتے ہین — راجہ ابھی جوان آدمی ہین — اور تعجب نہین کہ تاریخ حیدرآباد مین یہہ بھی اپنے آبا و اجداد کے موافق آئندہ ناموری اور شہرت حاصل کرین —

اب بی۔اے کی کلاس میں رہکر گریجوایٹ ہونے کے خواہشمند ہیں۔یہ امتحان انکے خاندان میں آج تک کسی نے پاس نہیں کیا تھا۔یہ پہلے ہی صاحب ہونگے۔
ان راجہ نے ہندوستان کے اکثر حصص میں سیر و سیاحت کی ہے۔سنہ ۱۸۹۳ میں یہ تبدیل آب و ہوا کے لئے مہابلیشور گئے ہوئے تھے جہان لارڈ ہارس۔ہز ہائینس آغا خان۔کمانڈر انچیف۔مہاراجہ کولاپور۔اور راجہ جمکھنڈی سے ملاقات کی۔مہابلیشور پر یہ راجہ میراج کے مہمان تھے۔

سنہ ۱۳۱۱ھ میں حضور نظام نے انہیں راجہ بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔اور اسی سال انہیں سرشتہ داری کے منصب سے معزز و ممتاز کیا گیا۔وہ ایک تعلیم یافتہ مہذب مستعد اور انسان دوست جنٹلمین ہیں۔انہون نے کایستھون کے لئے ایک سوسائٹی مسمی "بر کایستھہ ینگ مین امپروومنٹ سوسائٹی" قائم کی ہے جسکے وہ خود پریسیڈنٹ ہیں۔وہ ایک فصیح اللسان مقرر اور عمدہ لکچرار ہیں۔اور کئی پبلک جلسون میں صدارت کا عزو شرف حاصل کرچکے ہیں۔سنہ ۱۸۹۶ع میں انہیں شہر کی میونسپالٹی کا اور نیز لنگرخانہ کی اسکیم سوسائٹی کا ممبر بنایا گیا۔بچپن سے راجہ صاحب بڑے پابند مذہب ہیں اور تیرتھ کے لئے جگنناتھ۔سریرنگم۔تلجاپور اور دوسرے مذہبی مقامات کو جاچکے ہیں۔

راجہ لچھمی چند

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی راجہ راجمان مہاراج آصف نوازونت مرلی منوہر بہادر کے فرزند ہیں۔انکی ولادت سنہ ۱۸۷۴ میں ہوئی۔بچپن ہی سے وہ تحصیل علم کے کمال آرزومند تھے جب وہ بارہ برس کے ہوئے تو مدرسہ اعزہ میں انہیں داخل کیا گیا۔جہان انہون نے اچھی ترقی کی۔چار برس کے بعد مدراس یونیورسٹی کا مٹریکیولیشن امتحان کامیابی کے ساتھہ پاس کیا۔جب سے وہ کالج میں داخل ہوئے وہان کے پروفیسر ہمیشہ انکی ذاتی لیاقت انکی مستعدی اور انکی ذہن رسی کی تعریف کررہے ہین۔

سنہ ۱۸۸۸ میں وہ اپنے والد کے ہمراہ نیلگری گئے ہوئے تھے تو وہان انکے والد کی درخواست سے لارڈ کونیمارا نے جو اسوقت مدراس کے گورنر تھے کئی مضامین میں انکا امتحان کیا۔اور انکے جیامٹری کے جوابات سے ایسے خوش ہوئے کہ انہیں عالم ریاضی کہنے لگے۔مٹریکیولیشن امتحان پاس کرنے کے بعد وہ نظام کالج میں داخل ہوئے۔سنہ ۱۸۹۶ع میں جب انہون نے مدراس یونیورسٹی کا ایف۔اے کا امتحان پاس کیا تو حضور نظام نے انہیں انکی کامیابی کی مبارک باد دی۔یہ نوجوان راجہ

خاندان

نواب حسین دوست خان ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک بہادر
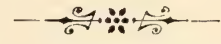
نواب غلام جیلانی خان بہادر اور نواب خلیل اللہ خان بہادر نواب حسین دوست خان ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک کی اولاد میں ہیں - اور نواب حسین دوست نواب محمد اسلم خان بہادر کی اولاد میں ہیں - یہہ صاحب یعنی محمد اسلم خان بہادر ایک شاعر تہے اور شایان تخلص کرتے تہے - یہہ صاحب ایک جانب سے حضرت جعفر طیار اور دوسری جانب سے سادات بنی فاطمہ کے نسل سے تہے - نواب اسلم خان کے بیٹے کا نام نواب حسین دوست خان تہا جو ایک وقت پر سراج الدولہ والا جاہ کے زمانہ میں ملازم گورنمنٹ مدراس تہے - اس وقت انہیں خطاب خان بہادر ملا تہا - نواب حسین دوست خان اس خاندان کے پہلے ہی شخص ہیں جو حیدرآباد کو آئے - یہان راجہ چندولال مدارالمہام نے انکی بڑی تعظیم و تکریم کی - چونکہ صاحب موصوف نہایت تربیت یافتہ آدمی تہے - اسلئے انکو تعلقدار کی جاہ ان اضلاع پردہ گئی کہ جسکا محصول سالانہ پچاس لاکہہ روپیہ وصول ہوتا تہا - جسمین فی سیکڑا ساڑہے بارہ روپیہ خاص انہین حاصل ہوتے تہے - حضور نظام کے روبرو پیش کئے جانیپر انہین ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک کا خطاب - اور پنج ہزاری منصب عطا ہوا - علاوہ اسکے جاگیرین معہ اعزاز لاحمہ دی گئین جنکی سالانہ آمدنی ایک لاکہہ سے زیادہ ہی -

نواب غلام جیلانی خان جنکی تصویر یہان شایع کی

گئی ہے ـ نواب سالارالملک کے پرتے ہین ـ انکے والدا اعتزاد جنگ نے نواب سالارالملک کے انتقال کے بعد اپنے بہائی نواب شیر افگن جنگ سے محاصل تعلقداری مین شمولیت رکھی جسکے کارہائی مفوضہ دونون کیا کرتے تہے ـ نواب حسین دوست خان کے اِن فرزندونکے انتقال کے بعد اجارے کا طریقہ موقوف کردیا گیا ـ لیکن جاگیرین جو دی گئی تہین وہ انکے قبض و تصرف مین رہین ـ نوا غلام جیلانی خان اور نواب خلیل اللہ خان کو ـ جنکے فوٹوگراف ہم یہان شایع کرتے ہین ـ داعیہ ہے کہ وہ حضور نظام کی مملکت کے قدیم جاگیر دارون سے ہین ـ ان نوجوانون کو اس بات کا فخر ہی کہ وہ ایک نہایت معزز خاندان سے ہین ـ مثلاً نواب شیر افگن جنگ کو جو نواب غلام جیلانی کے چچا ہوتے ہین اور نواب خلیل اللہ خان کے دادا ـ حضور نظام سرحد مملکت پر کمانڈر اِن چیف مدراس کے استقبال کے لئے روانہ کیا کرتے تہے ـ جبکہ انکا سالانہ دورا سکندرآباد کو ہوا کرتا تہا ـ اُن دنون مین ریلوے کا وجود دکن مین بالکل نہ تہا ـ جنگ برکور وکولاس مین جو فتحین نصیب ہوئین انسے بہی انکی شہرت بڑھہ گئی ـ نواب شیر افگن خان بہادر کے فرزند نواب اعظم جنگ جو نواب خلیل اللہ خان کے والد ہوتے ہین ـ اُنکی شادی قاضی القضات حیدرآباد کے خاندان مین ہونسے اس خاندان کی شہرت و عزت اور بڑہ گئی ـ اس خاندان کے اراکین خاص سیدون کے ساتہہ شادی بیاہ کا رواج رکہتے ہین اور اور کسی کے ساتہہ نہین ـ نواب غلام جیلانی خان ورزش کے نہایت شوقین ہین ـ اور گولی خوب مارتے ہین ـ ملکۂ معظمہ کی جوبلی کے موقع پر سنہ ۱۸۸۷ ع مین انہون نے سفر یورپ کیا ـ

ماسوا اسکے انہون نے مکۂ معظمہ کا حج اور مدینہ شریف کی زیارت بہی کی ہی ـ نواب خلیل اللہ خان کی طبیعت حصول علم کی طرف راغب ہے ـ ملک کے عمدہ عمدہ مدرسون مین انہون نے تعلیم پائی ہے ـ انہون نے بورڈ آف رونیو مین بطور اتاچی کے کام کیا ہے اور فی الحال گورنمنٹ ملازمتکے لئے خود کو لایق بنارہے ہین اور بالکل یہی ارادہ ہے کہ املاک کی آمدنی پر تکیہ کرنا نہین چاہتے

نواب میر نثار حسین خان بہادر

نواب میر نثار حسین خان بہادر

میر غلام حیدر خان ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک بہادر جو نواب میر نثار حسین خان کے ایک مورث اعلیٰ تھے۔ سنہ ۱۱۲۳ ھجریہ میں تولد ہوے تھے۔ انہوں نے دولت آباد سے ہجرت کرکے اورنگ آباد میں قیام کیا۔ اور اس جائے پر قاضی شیخ الاسلام خان کے ہاتھہ پر تربیت پائی۔ حضور نظام نے انکی لیاقت سے خوش ہوکر انہیں قلمدان مراسلت سپرد کیا۔ اور ساتھہ ہی ایک جاگیر عطا کی اور ماہانہ پانسو روپیہ کا وظیفہ مقرر کردیا۔ سنہ ۱۱۸۹ ھجریہ میں انہیں ہزاری منصب ایک ہزار سوار کی سرداری۔ ایک جھنڈا۔ اور خطاب خان بہادر عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۱۹۶ ھجریہ میں دو ہزاری منصب نقارہ اور خطاب ممتاز جنگ پایا۔ اور سنہ ۱۱۹۷ ھجریہ میں منصب پنجہزاری۔ اور تین ہزار سوارونکی سرداری دی گئی۔ اِسی سال میں خطاب اعتصام الدولہ اور جھالردار پالکی عطا ہوئی۔ انکے ذاتی املاک کی آمدنی اسوقت پچیس ہزار تھی۔

میر محمد علی خان بہادر حیدریار جنگ رشیدالدولہ فرزند میر غلام حیدر خان سنہ ۱۱۸۵ ھجریہ میں تولد ہوے تھے۔ حضرت مغفرت منزل نے بہ سفارش نواب میر غلام حیدر خان بہادر اعتصام الملک انہیں ضلع کندرپور اور بیجاپور کے مراسلہ نگار اور اخبار نویس کا عہدہ عطا فرمایا۔

میر اسماعیل علی خان بہادر حیدر یار جنگ رشیدالدولہ رشیدالملک بہادر فرزند میر محمد علی خان بہادر رشیدالدولہ سنہ ۱۲۱۲ ھ میں پیدا ہوے تھے۔ انہوں نے خطابات حیدریار جنگ و رشیدالدولہ دونوں ایک ہی دن پائے۔ اور سنہ ۱۲۵۶ ھ میں۔ خطاب رشیدالملک ہفت ہزاری منصب اور پانچ ہزار سواروں پر سرداری اور نقارہ انہیں دیا گیا۔ وہ نہایت چالاک طبیعت کے آدمی تھے اور بارہا حضور نظام نے انہیں بخششیں عطا کی ہیں۔ ایک دفعہ جبکہ سراج الملک نے استعفا دیا تو انہوں نے مدارالمہامی کے کام کو بھی نو مہینے تک بخوبی انجام دیا۔ جسمیں نواب سیف جنگ انہیں معاونت دیتے تھے۔ انہوں نے سنہ ۱۲۶۷ ھ میں انتقال کیا۔

نواب میر نثار حسین خان بہادر فرزند میر اسماعیل رشیدالملک ۲۴ ذیقعد سنہ ۱۲۵۶ ھ میں تولد ہوے تھے۔ سنہ ۱۲۸۲ ھ میں انہیں تیسرے درجہ کے تعلقدار کی جائے دی گئی۔ اور عرصہ قلیل کے بعد مستقل تعلقدار درجہ دویم مقرر ہوے۔

اپنے بھائیوں کے انتقال کے سبب جبکہ انہوں نے اپنی خدمت سے علاحدگی اختیار کی۔ تو انہیں ۴۰۰ روپیہ وظیفہ ماہانہ دیا گیا۔ علاوہ اسکے ذاتی اور آبائی املاک کی آمدنی کا بھی حظ اٹھاتے ہیں۔ انکے چار بیٹے میر غلام حیدر۔ میر عسکری۔ میر محمد تقی اور میر عابد علی اور دو بیٹیاں ہیں۔ انکے بڑے بیٹے میر غلام حیدر فی الحال لوکل فنڈ کے مینیجر ہیں۔

نواب سرورالملک بہادر

نواب سرور جنگ بہادر

نواب آغا میرزا بیگ خان سرور جنگ سرورالدولہ سرورالملک اصل مین چغتائی مغول ہین— اور دہلی کے ایک نہایت معزز خاندان کے ممبر—شاہی خاندان سے بوجہ ازدواج و ہمقومی کے انکا رشتہ ہوگیا ہے— نواب کے آبا و اجداد سلاطین دہلی کے زمانہ مین اور نیز اسکے بعد انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت اعلی عہدون پر مامور تھے—ان مین سے ایک اشرف الدولہ میرزا اشرف بیگ خان نامی ہین جنھون نے کوئل کی لڑائی مین لارڈ لیک کو مدد دی تھی—اور انکے دوسرے بزرگ جوادالدولہ میرزا فضل بیگ خان نے راجہ رام موہن رائے کو وکالتاً انگلنڈ کو روانہ کیا تھا تاکہ وہان کی پارلیمینٹ مین شہنشاہ دہلی کی تکالیف کا تذکرہ کرین—

آغا میرزا بیگ سنہ ۱۸۴۹ مین دہلی مین پیدا ہوئے— ہنوز وہ بہت کم سن تھے کہ انکے والد کا انتقال ہوگیا—آنکے چچا میرزا عباس بیگ خان نے جو لاولد تھے مثل اپنے فرزند کے آنکی اور انکے بھائیون کی پرورش کی اور اپنی جاگیرات کا انہین مختار بنادیا—میرزا عباس بیگ خان کے نام سے گورنمنٹ آف انڈیا خوب واقف ہے کیونکہ پنجاب کی لڑائی مین انکی نمایان خدمتون نے انہین سر ہنری لارنس کا خاص دوست بنادیا تھا—اور جب سر ہنری لارنس اودھہ کو منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھہ میرزا کو بھی وہان لیتے گئے سر ہنری لکھنو مین مارے گئے لیکن لارڈ کیننگ نے غدر کے بعد میرزا کی خدمات کے صلہ مین انہین اودھہ کا تعلقدار بناکر بڑا کانون کی ضبط کی ہوئی جاگیر جو سیتاپور کے اضلاع مین واقع ہے انہین ہمیشہ کے لئے مرحمت کردی یہ جاگیر ابتک ان کے خاندان کے قبض و تصرف مین ہے— چونکہ یہ خاندان دہلی سے لکھنو منتقل ہوگیا اس لئے کیننگ کالج مین زیر سر پرستی جنرل باروجو اودھہ کے چیف کمشنر اور انکے خاندان کے بڑے دوست و سرپرست تھے آغا کی تعلیم و تربیت ہوئی—انھون نے قبل از اپنے انتقال کے میرزا عباس بیگ کی درخواست سے سر سالار جنگ سے جو انسے بخوبی واقف تھے آغا کی سفارش کی تھی—

آغا سنہ ۱۸۷۲ مین جب حیدرآباد آئے تو سر سالار جنگ نے موافق انکے خاندانی اعزاز کے انسے ملاقات کی—اور اپنے فرزندون نواب لایق علی خان سر سالار جنگ دوم اور نواب منیرالملک کی تعلیم کے لئے انہین مقرر کردیا—اسوقت ایک کی عمر بارہ برس کی تھی اور دوسرے کی گیارہ برس کی—

اسوقت حضور نظام کی تعلیم شروع نہین ہوئی تھی—اسکے لئے گورنمنٹ آف انڈیا اور انکے محافظون کے درمیان خط و کتابت ہورہی تھی—سر سالار جنگ اول نے حضور نظام کی تعلیم کی نگرانی کے لئے کپتان جان کلارک کو منتخب کیا تھا—لیکن ایک خاندانی تعلیم یافتہ دیسی جنٹلمین کی تلاش تھی تاکہ وہ اس اہم کام مین کپتان کلارک کو مدد دیوے—حضور نظام کے محافظون نے اس نازک کام کے لئے آغا کو منتخب کیا—اور جب کپتان کلارک وارد حیدرآباد ہوئے تو انسے اس بارے مین مشورت کی—انھون نے چند روز تک آغا کا امتحان کیا—اور مطمئین ہوکر انہین اپنا اسسٹنٹ بنا لیا—اسوقت سے آغا کی بہت جلد ترقی شروع ہوئی—وزیر اعظم مرحوم کا انکے انتقال کے وقت تک آغا پر پورا پورا بھروسا تھا—اور دوسرے امرا بھی مثلاً نواب رشیدالدین خان امیر کبیر دوم—نواب خورشید جاہ موجودہ امیر کبیر—اور مہاراجہ پیشکار بھی انکی خدمات کی قدر کرتے تھے—انکی وابستگی اپنے پادشاہ سے اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضور نظام بھی انکے والہ و شیفتہ ہوگئے تھے— جیسے انکے بزرگون نے اپنی حسن خدمات سے برٹش گورنمنٹ کے نزدیک جگہ کرلی تھی—ویسے ہی آغا بھی چپ چاپ بغیر لوگون پر ظاہر کرنے کے اپنی حسن خدمات سے حضور نظام کے مورد عنایات رہے تھے—آنکے بزرگون مین ایک نواب سمیع اللہ خان بہادر ہین کہ جنھون نے لارڈ نارتھہ بروک کو مصر کے پولٹیکل مشکلات کے حل کرنے مین بڑی مدد دی تھی—غرض جب حضور نظام کی مسند نشینی کا موقع آیا تو پہلے ہی دربار مین انکی حسن خدمات کے صلہ مین انہین نواب سرور جنگ کے قدیم خطاب سے معزز فرماکے ماہوار سات سو روپیہ کی دوامی پنشن مقرر کردی—لیکن وہ اس پنشن کے بعد کچھہ خانہ نشین نہین رہے بلکہ حضور نظام کی اعانت کے لئے ہمیشہ انکی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے—

نواب سرور جنگ کی سوانح عمری حضور نظام کی تخت نشینی سے ریاست کی پولٹیکل تواریخ کے ساتھہ متعلق ہے اسلئے ہم یہان اسکا مفصل بیان کرنا نہین چاہتے صرف اسقدر کہنا چاہتے ہین کہ نواب ابتک حضور نظام کے مورد الطاف و عنایات ہین—اگرچہ چند روز کے لئے وہ اپنی مستعدانہ خدمت سے علیحدہ ہوگئے ہین—حال ہی مین حضور نظام نے آنہین دولہ اور ملک کا خطاب مرحمت فرمایا ہے—

نواب شہزور جنگ بہادر

محمد جہانگیر بیگ خان بہادر شہزور جنگ
خلف الصدق احمد بیگ خان بہادر معظم
جنگ لطف الدولہ لطف الملک ابن محمد تراب بیگ
خان بہادر معظم جنگ ابن غالب بیگ خان بہادر
معظم جنگ لطیف الدولہ خلف محمد لطیف بیگ خان
بہادر کے بزرگونکا وطن مالوف پایہ تخت ولایت برلاس ہے۔
قبیلہ چغتائی سے ہین حضرت امیر تیمور گورگان کے زمانہ
مین وارد شہر دہلی و شاہجہان آباد ہوکر بظہور کارہاے
نمایان مورد عنایات و توجہات شاہی ہوے اور معاش
و مناصب عمدہ سے وقتاً فوقتاً سرفراز ہوتے رہے۔ شہر دہلی
مین عمارات رفیعہ متصل فصیل لعل قلعہ تیار کرکے مقیم
رہے اگرچہ الحال تمام مکانات ریلوے سڑک و اسٹیشن
مین شامل ہوگئے لیکن چند منزل دکانین و چند قطعہ
مکانات ہنوز محلہ اشرفی کٹہرہ مین موجود ہین۔ مابقی
تمام انگریزی قبضہ مین ہوگئے۔ جد اعلیٰ محمد لطیف
بیگ خان بہادر معظم جنگ لطیف الدولہ ہمرہی رکاب
سعادت حضرت مغفرتمآب علیہ الرحمہ بلدۂ خجستہ
بنیاد اورنگ آباد مین وارد ہوکر بہ تعمیر مکانات لایقہ
تاقیام بندگان عالی بلدۂ موصوفہ مین مقیم رہے۔ مین بعد
حضرت مغفرت مآب کے عہد مین وارد بلدۂ ہذا یعنے
حیدرآباد ہوئے اور جمعیت سوار و پیادہ سے بدستور بزرگان
سرفراز رہے علاوہ جمعیت کے داخلہ فوج صرف خاص
و اہتمام شکارخانہ سرکار عالی بہی متعلق رہا۔ جد مرحوم
محمد تراب بیگ خان معظم جنگ برمان معرفتی
اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی فیمابین نواب
سرسالار جنگ مختارالملک مرحوم مدارالمہام نواب
اقتدارالملک وقارالامرا بہادر مرحوم کوریجنٹ وکیل
مقرر تہے اور ابواب ریاست کے بارہ مین نواب صاحبین
موصوفین کے فیمابین مشورہ نواب موصوف ہی کے استصواب
سے ہوتا تہا۔ گویا اوسی عہد مین مرجع خواص و عوام تہے۔
والد مرحوم احمد بیگ خان بوفور عنایت خسروانہ
اعلیٰحضرت مدظلہ العالی خطاب معظم جنگ لطف الدولہ
لطف الملک و نوبت و گہڑیال و معاش موروثیہ و خدمت
شکار خانہ سے سرفراز رہے اور اونکے فرزند محمد جہانگیر
بیگ خان صغرسن سے فطانت سعی و متانت خرد مین منظور نظر
خاقانی رہکر خدمت موروثیہ مہتممئی شکار خانہ و خطاب
شہزور جنگ و نوبت و گہڑیال و جاگیرات سے سرفراز ہین
وقت شکار حاضر دربار شاہی رہاکرتے ہین۔ ہرگونہ مراحم
خسروانہ سے سرفراز ہین بہادر ممدوح امیر صاحب
ذی توقیر ذی علم اور ذی اخلاق ہین۔ آدمیت و مروت و
کشادگی ہمت مین بےنظیر ہین مکانات متعددہ و باغات
تخمیناً دولاکہہ روپیہ کے موجود ہین۔

شری راجہ رتنا ساردھی ایارو بہادر

شری راجہ پارتھا ساردھی آپاراو بہادر
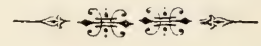
شمال سرکار میں کسی زمیندار کا نام بطور منتظم کے اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ شری راجہ پارتھا ساردھی آپاراو کا۔ یہ پلاونچا اور شری بہدر چلم کے راجہ ہیں۔ زمینداری آسوا راو بہت قدیم ہے۔ اب وہ پلاونچا اور شری بہدر چلم زمینداری کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ دونون زمینداری کے نام اسواسطے دئے گئے کہ راجایان پہلے پلاونچا میں رہتے تھے پھر شری بہدر چلم میں رہنے لگے۔ آسوا راو کا خطاب مسلمانون کے زمانے کے پیشتر پرتاپ رود را مہاراجہ ورنگل نے اس زمینداری کے مالکون کو عطا کیا تھا۔ انکے آبا و اجداد میں ایک صاحب شریر گھوڑون کو درست کرنے میں بڑے چالاک تھے۔ پرتاپ رود را مہاراجہ نے یہہ سنکر انہیں ایک گھوڑا دکھلایا کہ جو بہ سبب شرارت کے مدت سے اصطبل میں بندھا ہی رہا تھا۔ اور پوچھا کہ آیا اسپر سواری کرسکوگے۔ اسنے قبول کیا۔ انہون نے نہ صرف سواری کی بلکہ اسکو اتنا ٹھیک بنادیا کہ خود مہاراجہ اسپر آسانی سے سواری کرنے لگے۔ مہاراجہ اس سے اتنے خوش ہوے کہ انہیں اسوا راو یعنی شہسوار کا خطاب عطا کیا۔ اسوا سنسکرت میں گھوڑے کو کہتے ہیں۔ یہہ انکا خاندانی خطاب ہوگیا ہے اور راجہ صاحب حال بھی اسی خطاب سے مخاطب ہیں۔

اس زمینداری کے حکام پرتاپ رود را مہاراجہ کی شاہ دہلی کے ہاتھہ پر شکست ہونے کے بعد بطور خود حکومت کرنے لگے۔ سنہ ١٣٢٤ع میں جبکہ تیمور لنگ نے ہندوستان پر حملہ کرکے اپنے آپ کو دہلی میں شہنشاہ کہلایا اوس وقت آناپا اسوا راو اس زمینداری پر حکمران تھا۔ سنہ ١٧٩٦ع میں زمینداروں نے فوجی خدمات ادا کرنے سے انکار کیا۔ اس کے تہوڑے ہی عرصہ کے بعد نرسنہہ اسوا راو مارا گیا اور پہر زمینداری سرکار نظام کے تحت انتظام آئی۔ ظفرالدولہ کے انتقال کے بعد نرسمہہ راو کے ایک وارث راجہ رامچندر اسوا راو نے زمینداری کو پھر اپنے قبضہ تصرف میں لیا اور ایک سال حکمرانی کی۔ ونکٹ رام نرسنہہ اسوا راو نے جو راجہ آناپا اسوا راو کی اولاد میں اکیسوان شخص تھا۔ نواب آصف جاہ بہادر کے ہاتھہ سے تازہ سند سنہ ١٧٩٨ع میں پائی۔ بعد اسکے اسکا بیٹا راجہ نرسنہہ اسوا راو حکومت پر آیا۔ اسکا جانشین ونکٹ رام اسوا راو ہوا تین بیٹے اور ایک دختر چہوڑ کر مرگیا۔ تین بیٹونمیں بڑا بیٹا تو شادی کئے بغیر مرگیا۔ دوسرا بیٹا مسند پر بیٹھا لیکن تہوڑے ہی عرصہ میں وہ بہی انتقال کرگیا۔ پہر تیسرا بیٹا راجہ سیتا رام چندر سوائی اسوا راو نے باگ انتظام اپنے ہاتھہ میں لی۔ لیکن اسنے ایک ساہوکار کے پاس اپنی املاک گرو رکہی۔ اُن دنون میں وہ تعلقہ جو دریاے گوداوری کے بائین کنارے پر واقع ہے حضور نظام نے برٹش گورنمنٹ کے حوالے کیا۔ سیتا رام چندر اسوا راو بغیر شادی کئے کے مرگیا۔ اوسکے ورثا میں سواے اسکی ماں رانی لکشمی نرسما راو اور ایک بہن کے کوئی نہ تہا۔ املاک معہ کل شرایط جاگیرداری دوامی کے رانی کے نام پر قدیم القاب و خطابات کے ساتہہ رجسٹر ہوئی۔ گرو رکہنے والے ساہوکار نے بارہ برس تک مزے لوٹ کے مقدمہ دائر کیا۔ اور قرض اور سود اور سود کا سود ملاکر اتنی بڑی رقم انکے ذمہ نکالی کہ اصل رقم سے تین حصہ زیادہ تہی۔ رانی نے مقابلہ کیا لیکن ہار گئی۔ اور ساہوکار نے املاک ضبط کی اور چہہ لاکہہ روپیہ کا حکم نامہ حاصل کیا۔ رانی کے انتقال کے بعد انکی بیٹی کے فرزند راجہ پرتھا ساردھی آپا راو نے جو املاک کے وارث تھے پہر مقدمہ دائر کیا۔ راجۂ حال آپا راو کی اولاد میں اٹھارہوین شخص ہین۔ وزیا آپا راو نے نواب آصف جاہ سے سنہ ١٧٦٣ع میں سند حاصل کی تہی۔ جسمین اسکو زمینداری نزود کہ جسمین اٹھارہ تعلقہ ہین دی گئی تہی۔ انکو دوسری سند نوبت و جہالر دار پالکی کی اور ایک سند راجہ بہادر منصب دار سوائی کے خطاب اور لمب تہور و حلالت دستگاہ کی ملی تہی۔ جب سرکار نظام نے شمال سرکار برٹش گورنمنٹ کو دیا اسوقت راجہ ناراینا آپا راو کے تین فرزند تھے۔ انمین سے بڑے شری راجہ ونکٹ نرسمہا آپا راو نے پہلے پہل اٹھارہ تعلقون پر حکمرانی کی۔ سنہ ١٨٠٢ع میں برٹش گورنمنٹ نے ان تمام زمینداریونکا پرمانٹ سٹلمنٹ کرنیکی کوشش کی۔ اوسی وقت شری راجہ رام چندر آپا راو نے اپنے حصہ کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ فلہٰذا انکی جاگیر کے دو حصہ ہوگئے۔ ایک نزود اور دوسرا نداداول۔ اول الذکر راجہ رام چندر آپا راو بہادر کو ملی اور ثانی الذکر شری راجہ وینکٹ نرسمہا آپا راو بہادر کو۔ تیسرا لڑکا نرسمہا آپا راو بہادر کمسن تہا۔ کوئی اسکے فائدے کا نگران نہ تہا۔ اور گورنمنٹ نے اسکا تعارف بہ سبب اسکا نام نرسمہا ہونیکے نہ کیا۔ (مدراس ریگولیشن نمبر ٤ سنہ ١٨٢٩ع) لیکن نرسمہا آپا راو نے اپنے حصہ کے لئے سوپریم گورنمنٹ کو عرضی کی۔ جبکہ سوپریم گورنمنٹ کو معلوم ہوا کہ کوئی غلطی واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا ریگولیشن مذکور رد کردیا۔ اور اسکو دو گاؤن کی جاگیر اور دو مٹہہ تانگیلا مدی اور بہویندرا نزود اور نداداول جاگیرون سے دلوادئے جنمین چودہ گاؤن ہین۔ اسکے بعد راجہ وینکادری آپا راو بہادر جانشین ہوے جو سنہ ١٨٩١ع میں انتقال کرگئے۔ اور انکے بیٹے راجہ پارتھا ساردھی آپا راو بہادر انکے قائم مقام ہوے۔ راجہ پارتھا ساردھی آپا راو بہادر رانی لکشمی نرسما کے نواسے ہین۔ جو خاندان اسوا راو کی اخیر زمیندارنی تہی۔ برٹش گورنمنٹ نے انکے حقوق وراثت کو بحال رکہا اور جاگیر کا بہدر چلم حصہ بہی انکے حوالے کرکے انکے نام پر سنہ ١٨٦٩ع میں رجسٹر کیا۔

نواب محمد کمال خان بہادر

نواب محمد کمال خان بہادر
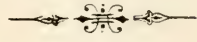
نواب محمد کمال خان بہادر نواب محمد بودن خان بہادر کے پوتے ہیں۔ سنہ ۱۲۴۲ھ میں نواب محمد بودن خان بہادر کو حضور نظام ناصرالدولہ کے عہد سلطنت میں بر سبب انکی جوانمردی اور حسن انتظام کے سو سوار اور تین سو پیادون کی جمعداری ماہانہ ایک ہزار روپیہ کی تنخواہ سے دی گئی تھی۔ پھر خدمت راجہ چندولال بہادر کی سفارش سے انکو ملی تھی۔ جو اس زمانے میں مدارالمہام تھے۔ محمد بودن کرنول کے قریب علی پور نامی گاؤن کے باشندے تھے۔ بعدازآن مورچال میں جو جوانمردی انہون نے دکھلائی اسکے صلہ میں انہیں ایک ہزار روپیہ کا منصب دیا گیا اور خطاب بہادر سے سرفراز ہوئے۔ پھر سراج الدولہ بہادر کے عہد وزارت میں جو کہ سرسالار جنگ اعظم کے دادا تھے۔ انہون نے بہ حیثیت تعلقدار کے کئی ایک ضلعون میں فتنہ و فساد فرو کردیا اور نہایت عمدہ اور لائق تعریف انتظام وضبط ونسق کیا اسکے لئے انہیں نوبت دی گئی۔ نواب کمال خان یک اولی العزم آدمی ہیں۔ انہون نے اپنے دادا سے پائی ہوئی دولت کے ذریعہ بہت سے املاک بمبئی میں خرید لئے ہیں جہان وہ اپنا بہت سا وقت گذارتے ہیں۔

ڈوسا بھائی نوشیروانجی چینائی ایسکوایر

مسٹر ڈوسا بھائی مسٹر نوشیروانجی چینائی کے فرزند ہین جو سکندرآباد کے ایک ہردل عزیز باشندے تھے۔ انکی تعلیم بمبئی مین ہوی تھی۔ وہ فرسٹ گوریجنٹ کی ملازمت مین بطور منصب دار کے سولہ برس کی عمر مین داخل ہوے۔ انہون نے اپنے آپ کو ایسا سر برآوردہ کیا کہ سر آسمان جاہ نے اپنا انگریزی صیغہ انکے حوالے کیا اکیس برس کی عمر مین انہین ایک پائگاہ کے تعلقدارکی جاے دی گئی سنہ ۱۸۷۱ع مین وہ سر آسمان جاہ کے پرائوٹ سکریٹری مقرر کئے گئے۔ اور انکے ہمراہ سفر یورپ کو گئے۔ جبکہ وہ مدارالمہام مقرر ہوے تو مسٹر ڈوسا بھائی انکے اے۔ ڈی۔ سی۔ بھی بنائے گئے سر آسمان جاہ کے عہد وزارت مین انہون نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت بجالائی اور اپنے آپکو ہردل عزیز بنایا تھا۔ جبکہ سر آسمان جاہ وزارت سے دست بردار ہوے تو انہون نے اپنی خدمت اے۔ ڈی۔ سی سے استعفا دیا۔ جسکے لئے انہین سلطنت سے پنشن ملتاھے۔ اور فی الحال وہ اپنی اصل خدمت پر یعنے پرائوٹ سکریٹری مقرر ہین۔

ڈوسا بھائی نوشیروانجی چینائی ایسکوایر

—— ❧ ——

نادر بہبود علی میرزا شہزادۂ نادری

نادر بہبود علی میرزا شاہ ایران نادرشاہ کی نسل مین ساتوین پشت پر ہین۔ انکے دادا اور نانا نظام سکندر جاہ کے عہد سلطنت مین دکہن مین آکر مقیم ہوئے۔ ہز ہائنس نظام ناصرالدولہ کے عہد مین انکے نانا نے نواب نظام علی خان کی ایک پوتی سے شادی کی تھی۔ اور انہین ایک جاگیر و منصب عطا کیا گیا۔ نادر بہبود علی میرزا کے ماں باپ حیدرآباد مین تولد ہوئے تھے۔ اور وہ خود بھی سنہ ۱۲۱۴ھ مین یہین پیدا ہوے۔ لہذا فی الحال انکی عمر ۴۰ برس کی ھے۔ وہ ایک تعلقدار ہین اور درجۂ دوم کے مجسٹریٹ بھی۔ انہین قانون اور منطق مین اچھا دخل ہی۔ اور سلطنت نظام کے باشندون کی بہتری کا خیال ہروقت مد نظر ہی۔ مرحوم نواب بہرام الدولہ بہادر کی بہن سے انکی شادی ہوی ھے اور انسے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہین۔

نادر بہبود علی میرزا شہزادۂ نادری

جیمس ڈاکوسٹا

مسٹر جیمس ڈاکوسٹا نواب سرخورشید جاہ بہادر کے پرائیویٹ سکرٹری ہیں۔ اور اپنی ذاتی لیاقت سے اس درجہ کو پہنچے ہوے۔ انکے استقلال اور انکی اعلی لیاقت نے اس درجہ کے حاصل کرنے میں انہیں بڑی مدد دی ہے۔ بچپن ہی سے انہوں نے مذہب کو اپنا راہنما بنا لیا تھا۔ اور اپنے دوستوں کے نزدیک وہ بڑے باریک بین و دور اندیش ہیں۔ اونہیں فن مصوری میں بہت بڑا دخل ہے۔ انہوں نے سرسالار جنگ اول کے لئے چند تصویریں تیار کی تھیں۔ جب سرخورشید جاہ نے اسی فن میں انکی شہرت سنی تو سنہ ۱۸۷۰ میں انہیں اپنی ملازمت میں رکھ لیا۔

سنہ ۱۸۸۱ میں جب سرخورشید جاہ اپنے والد مرحوم کے جانشین ہوے تو مسٹر ڈاکوسٹا کو اپنا پرائیویٹ سکرٹری اور اپنے خزانے کا افسر اعظم مقرر کیا۔

سنہ ۱۸۹۵ میں جب مسٹر ڈاکوسٹا لنڈن کو گئے تھے تو ایک لیوی کے دربار میں جو حضور ملکئہ معظمہ کی طرف سے منعقد ہوا تھا تو انہوں نے حضور پرنس آف ویلز کی خدمت میں پیش ہونے کی عزت حاصل کی تھی۔

جیمس ڈاکوسٹا

مسٹر راے للتا پرشاد

مسٹر راے للتا پرشاد سالار جنگ کے خاندانی جاگیر کے ناظم ہیں اور راے مختارلال صاحب کے فرزند اور راجہ رام پرشاد لالہ بہادر کے پوتے ہیں۔ جو حیدرآباد کے ایک امیر تھے۔ انکا ننہال اصل میں آصف جاہ نظام الملک اول کے ساتھہ دہلی سے آیا ہوا تھا۔ اب اس خاندان کے افسر راجہ راجہان راجہ شیو راج دہرم ونت بہادر ہیں۔

مسٹر راے للتا پرشاد سرسالار جنگ اول کے حکم سے انجینرنگ کالج میں داخل ہوئے تھے۔ اور کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ وزیر معظم مالگذاری کے اتاچی مقرر ہوئے۔ اسکے بعد شوراپور کے دوم تعلقدار۔ اور پھر صدر تعلقدار کے مددگار ہوئے۔ اوسکے بعد معظم مالگذاری کے آئین و قوانین کی تشریح کے لئے وہ حضور نظام کے محل میں مقرر ہوئے۔ اور پھر انہیں تعلقدار اول کا عہدہ دیا گیا۔ اور اب وہ سالار جنگ کی جاگیر کے منتظم ہیں۔

مسٹر راے للتا پرشاد

ضلع اورنگ آباد

تاریخی بیان

دکہن کے ایک حبشی سردار ملک عنبر یا سیدہی عنبر نے سنہ ۱۶۱۰ع مین شہر اورنگ آباد کي بنا ڈالی اور اس کا نام کرکي رکہا سردار مذکور کسی زمانہ مین ایک حبشی غلام تہا لیکن بوجہ اپنی فراست و دانائی کے رفتہ رفتہ نظام شاہی بادشاہت کا وکیل ہوگیا تہا—اوسکی ریاست و حکومت قابل تعریف تہی—اور وہ فی الحقیقت احمد نگر کي نظام شاہی سلطنت کا مالک و مختار تہا—اور اپنے زمانہ مین اِس استقلال و ثابت قدمی کے ساتہہ مغلون سے لڑتا رہا کہ شہنشاہ جہانگیر نے بیزار ہوکر اپنے تذکرے مین جہان اسکا ذکر کیا ھے اوسکو سب دشتم سے یاد کیا ھے—سنہ ۱۶۱۲ مین ملک عنبر نے اورنگ آباد کے قریب مغلونکی فوج کو ایک لڑائی مین سخت شکست دی—لیکن اسکے تین برس بعد معاملہ بالکل برعکس ہوگیا اور ملک عنبر نے قطب شاہی اور عادل شاہی متحدہ فوجون سے شہر اورنگ آباد کے قریب ایک شکست فاش پائی—اُس دن رات اگر زیادہ تاریک ہوتی تو اوس کي سپاہ مین سے ایک شخص بہی جانبر نہین ہوسکتا—اوسکی دوسری صبح کو شہر اورنگ آباد پر مغلی فوجون نے اپنا قبضہ کرلیا—اور اس کے محافظ تمام فرار کر گئے—سنہ ۱۶۱۵ مین بعض راجپوتون نے ملک عنبر کے قتل کي کوشش کي—چنانچہ انمین سے ایک شخص اسکو کسیقدر زخمی کرنے مین کامیاب بہی ہوا لیکن ملک عنبر کي جان بچگئی اور سازش کرنے والے تمام ملک عنبر کے سپاہیون کے ہاتہہ سے ایک ایک کرکے تکڑے تکڑے کردئیے گئے—سنہ ۱۶۲۱ع مین دوسرے بار مغلی فوجون نے اوسکی سپاہ کو شکست دی—اور اسکو برہان پور سے اورنگ آباد جسپر وہ اس اثنا مین پہر قابض ہوچکا تہا بہگا دیا—اور آپ بہی اسکے تعاقب مین روانہ ہوئین—لیکن پیشتر اسکے کہ وہ وہان آن پہونچین ملک عنبر بادشاہ نظام الملک کو اپنے ہمراہ لیکے دولت آباد چلتا ہوگیا—مغلی فوجین صرف تین دن اورنگ آباد مین رہین لیکن اس عرصہ قلیل مین اُنہون نے اُن سارے مقامون کو جو بیس (۲۰) برس کے عرصہ مین تیار ہوئیے تہے—تباہ و تاراج کردیا—جب وہ وہان سے واپس ہوئین تو ملک عنبر فوراً پہر اورنگ آباد چلا آیا اور سنہ ۱۶۲۲ مین جب شاہ جہان نے اپنے والد شہنشاہ جہانگیر کے برخلاف غدر کرکے برہانپور کا محاصرہ کیا تو ملک عنبر نے اسکی اعانت کے لئے اورنگ آباد سے فوج بہیجی—لیکن شاہ جہان کو اس محاصرہ مین ناکامی ہوئی اور وہ وہان سے بالا گہاٹ کو روانہ ہوگیا—اوس کے چند روز بعد ملک عنبر نے بیجاپور کے عادل شاہ سے جہگڑا مول لیکے چاہا کہ مغلون کے سپہ سالار مہابت خان کي اطاعت قبول کرکے اس سے طالب امداد ہو—لیکن مہابت خان نے پہلے ہی سے عادل شاہ کو مدد دینے کا فیصلہ کرلیا تہا—اس لئے ملک عنبر کو سخت مایوسی ہوئی—اور سواے اس کے کچہہ بن نہ پڑی کہ اورنگ آباد کو غیر محفوظ حالت مین چہوڑ کے اپنے بادشاہ نظام الملک کو ساتہہ لے دولت آباد چلا جائے—وہان جانے کے بعد ملک عنبر نے پہر از سرنو ایک جرار فوج جمع کرکے احمد نگر پر چڑہائی کي اور مغلی اور عادل شاہی متحدہ فوجون کو بیجاپور کے قریب جو عادل شاہی دارالسلطنت تہا بہت بڑے نقصان کے ساتہہ شکست دی—اور اِس جنگ مین جو قیدی اوس کے ہاتہہ آئے انہین دولت آباد بہیجدیا—سنہ ۱۶۲۶ مین اورنگ آباد کے قریب اسی ۸۰ برس کي عمر مین ملک عنبر کا انتقال ہوگیا اور اسکي لاش روضہ مین جو وہان سے چودہ میل پر واقع ھے اسیکے تیار کئے ہوئے مقبرے مین دفن کي گئی—وہ اپنے زمانہ کا بے نظیر سپاہ سالار لاثانی مدبر اور پہلے درجہ کا معاملہ تہا—اوس کا ملک اوس کے زمانۂ حکومت مین بہت سرسبز و آباد تہا اور زراعت بہی خوب ہوتی تہي—دکہن مین اسکي رعایا بہ نسبت اور وہان کي سلطنتون کے نہایت خوشحال و فارغ البال تہي—

ملک عنبر کے بعد اوسکا بیٹا فتح خان اوسکا جانشین ہوا اور اس نے بہی اپنے باپ کي طرح مغلون کے ساتہہ لڑائی جاری رکہي—اسی وجہ سے مغلی سپاہ سالار نے برہانپور سے اورنگ آباد پر چڑہائی کي—اس وقت نظام شاہی بادشاہ دولت آباد مین تہا—جب اوس کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے ایک ایلچی کے ساتہہ سپاہ سالار مذکور کو تین لاکہہ ہن بطور رشوت کے بہیجے—اوس نے اوسکو قبول کرکے اوسکے معاوضہ مین بالاگہاٹ کا ملک احمد نگر تک تمام اُس کو واپس دیدیا—سنہ ۱۶۳۲ مین جب مغلون نے دولت آباد پر فتح پائی تو نظام شاہی ملک تمام دکہن کے صوبہ مین ملحق کردیا گیا—اور شہنشاہ دہلی کیطرف سے مہابت خان اوسکا ویسرائے

مقرر ہوا۔ سنہ ۱۶۳۵ مین شہزادہ اورنگ زیب کو جو
شاہ جہان کا تیسرا بیٹا اور جہانگیر کا پوتا تہا۔ دکہن کي
صوبہ داری دیگئی۔ جہان وہ سنہ ۱۶۴۳ تک حکومت
کرتا رہا۔ اُس کے زمانہ صوبہ داری مین نظام شاہی بادشاہون نے
آخرالامر مغلون کي اطاعت قبول کي۔ اسکے دس (۱۰) برس
بعد پہر اورنگ زیب دوبارہ دکہن کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور
کرکي کو اپنا دارالریاست بنا کے اپنے نام سے اسکا نام
اورنگ آباد رکہا ورنہ اسوقت تک اوسکو کرکي ہی کہا
کرتے تہے۔ اس نے یہین سے گولکنڈے کے قطب شاہی پادشاہ کے
ساتہہ جنگ شروع کي تہی۔ سنہ ۱۶۵۷ مین معظم خان
یا میر جملہ کو جو پہلے قطب شاہی بادشاہ عبداللہ
قطب شاہ کا وزیر تہا۔ شاہ جہان نے دہلی سے دکہن کو
روانہ کیا۔ جب وہ اورنگ آباد پہونچا تو اورنگ زیب نے
اس کو قید کرلیا۔ لیکن چونکہ وہ مخفی طور پر اورنگ زیب کي
شہنشاہی کا طرفدار تہا اس لئے دوسرے سال اس کے ساتہہ
روانہ مالوا و آگرہ ہوا۔ اورنگ زیب اپنے باپ شاہ جہان کو
قید کرکے آپ شہنشاہ ہند ہوگیا۔ اوسکی سلطنت مین دکہن کا
دوسرا ویسرائے راجہ جے سنگہہ تہا۔ لیکن چونکہ اسکو
بیجاپور کے ساتہہ ایک لڑائی مین منہزم ہوکر مجبوری کے
ساتہہ اورنگ آباد آنا پڑا اس لئے اورنگ زیب نے خفا ہوکر
اوسکو دہلی واپس آنے کا حکم بہیجا لیکن وہ راستے ہی مین
انتقال کر گیا۔ سنہ ۱۶۳۴ کے قریب قریب مراٹہے دکہن مین
زور پکڑنے لگے۔ اور باری باری سے اپنے مطلب کے موافق کبہی
خود مختار دکہن کے پادشاہون کے برخلاف مغلون کو اور
کبہی مغلون کے برخلاف اُنہین مدد دینے لگے۔ یا کبہی خاص
اپنے فائدے کے لئے تنہا یا شرکت کے ساتہہ دونون سے لڑنے لگے۔
سنہ ۱۶۶۶ مین شیواجی کو جو مراٹہون کا راجہ تہا جب
دہلی جانے کي ترغیب دلائی گئی تو وہ اورنگ آباد کے
راستہ سے روانہ ہوا۔ اسکاٹ نے اپنی تاریخ دکہن مین
اسکی کیفیت یون لکہی ہے کہ جب شیواجی اورنگ آباد
پہونچا تو اسکے ساتہہ پانسو (۵۰۰) جرار سوارونکا رسالہ اور
انہے ہی جوانمرد سپاہیونکی پیدل فوج عالیشان زرق برق
وردیان پہنے ہوئے تہی تمام شہر کے لوگ متعجب ہوکر
اوسکے دیکہنے کو شہر کے باہر نکلے۔ اسوقت صف شکن خان
جو سہ ہزاری امیر اور وہانکا نائب حاکم تہا شیواجی کو
ایک مراٹہا زمین دار سمجہکے اس سے ملاقات کرنے کے لئے
ایک عام دربار منعقد کرکے اپنے امرأ کے ساتہہ اسکا منتظر
بیٹہا رہا۔ اور اسکے استقبال کے لے اپنے بہتیجے کو شہر کے
باہر روانہ کیا تاکہ اوسکو ہمراہ لیکے دربار مین آوے۔ شیواجی کو
یہ بات سخت ناگوار گذری اور سیدہا میرزا راجا کے محل
کا رخ کیا۔ راستہ مین جب اسکو خبر ہوئی کہ حاکم
اورنگ آباد دربار مین اوسکی ملاقات کا منتظر بیٹہا ہوا ہے
تو غصہ سے کہنے لگا کہ صف شکن خان کون ہے یہان کس
عہدے پر معین ہے۔ اور کیون وہ میری پیشوائی کو نہین آیا
غرض وہ اسکے بہتیجے اور اسکے ملازمون کو رخصت کرکے آپ
میرزا راجہ کے محل مین اُتر پڑا۔ شام کو جب صف شکن خان
اور دوسرے امرا درباری شان و شوکت کے ساتہہ وہان اسکی
ملاقات کو آئے تو اس نے صرف لب فرش تک انکی پیشوائی کی۔
اور دوستانہ طور پر اسکے ساتہہ باتین کرنے لگا۔ دوسرے دن
اس سے بازدید کي ملاقات کي۔ صف شکن خان اور دوسرے
امیرون نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اسکی ضیافتین کین۔
جب تک کہ اسکو خزانہ سے روپیہ ملنے کا حکم نہوا تب تک
وہ وہین ٹہہرا رہا۔ اور پہر دہلی کو روانہ ہوکر وہان صحیح و سالم
پہنچ گیا۔

دہلی مین شہنشاہ اورنگ زیب نے اوس کي ویسی خاطر
و مدارات نہین کي جیسي وہ امید رکہتا تہا اس لئے وہ
ناراض ہوکر اِس خوف سے کہ مبادا اسکی ناراضگی ظاہر ہو
اور وہ قید کرلیا جائے وہان سے نکل بہاگا۔ اور اپنے
وطن مین پہونچکر مغلی سلطنت کے ساتہہ جنگی کارروائی
شروع کردی اوسوقت اورنگ زیب کا فرزند شہزادۂ معظم دکہن کا
صوبہ دار تہا اور دلاور خان سردار فوج بیجاپور کے محاصرہ مین
مصروف اور مہابت خانِ سپہ سالار تہا۔ معظم نے چاہا کہ
اپنے باپ کے برخلاف غدر کرے لیکن اوسکو دلاور خان کا
کہٹکا تہا اسلئے اسکو اپنے راستہ مین سے نکال دینے کے لئے
اسپر نمک حرامی کا الزام رکہکے باپ کو اطلاع دی کہ وہ
سرکش ہوگیا ہے۔ یہ پڑہتے ہی بادشاہ نے دلاور خان کو دہلی
واپس آنے کا حکم بہیجا بادشاہ کے حکم کے مطابق جب وہ
دہلی کو جاتے ہوئے اورنگ آباد پہونچا تو اوس کو وہان
شہزادے کي سازش کي خبر ہوگئی اُسیوقت شہنشاہ کو
اس امر سے مطلع کرنے کے لئے قاصد دوڑا دیئے۔ معظم نے
اورنگ آباد کے باہر ۸۰۰۰۰ فوج جمع کي تہی۔ جب اس کو
اس سازش کے طشت از بام ہونے کي خبر ہوئی تو دلاور خان کو
پکڑنے کے ارادیسے اسکا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتہہ نہ آیا
اورنگ زیب کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فوراً روانۂ
دکہن ہوگیا۔ معظم نے دیکہا کہ اب اوسکا باپ آتا ہے تو اسکی
خدمت مین ایک معذرت نامہ روانہ کیا اور یہ حیلہ
درپیش کیا کہ مین نے آپکے حکم کے مطابق دلاورخان کو
گرفتار کرنے کے لئے اسکا تعاقب کیا تہا۔ ورنہ اس مین میرا
کوئی قصور نہین۔ غرض سنہ ۱۶۷۲ مین شہزادہ معظم اور
مہابت خان دونون دہلی کو واپس بلوا لئے گئے۔ اور خان
جہان بہادر کو دکہن کي صوبہ داری دیگئی۔ سنہ ۱۶۷۵ مین
مراٹہون کي فوجین اورنگ آباد سے کوئی تیس (۳۰) میل کے
فاصلہ پر آن پہونچین۔ لیکن مغلی فوجون نے اُنہین ایسی
شکست دی کہ انہین بغیر وہان سے فرار ہونے کے چارہ نرہا۔
سنہ ۱۶۷۹ مین پہر مراٹہون اور مغلون کے درمیان جنگ
شروع ہوئی۔ لیکن مراٹہون کي عادت تہی کہ وہ میدان مین
جمکر نہین لڑتے تہے۔ اور نہ بڑے بڑے شہرون پر حملہ
کرتے تہے۔ بلکہ دشمن کے چہوٹے چہوٹے شہرون کو
تاخت و تاراج کرکے فرار کرجاتے تہے۔ چنانچہ انکی اس
کارروانی کي نسبت ایک مرتبہ شیواجی کے لڑکے اور اسکے

جانے نشین سنبھاجی نے کہا تھا۔ کہ اگر ہم برہانپور اور اورنگ آباد پر جو دکھن مین مغلی سلطنت کے بڑے بڑے شہر ہین حملہ کرین تو اورنگ زیب بالکل بر افروختہ ہوکے ایک عظیم الشان فوج سے آمادۂ پیکار ہوجائیگا۔ پھر خدا کو خبر کہ لڑائی کا انجام کیا ہو۔ ایک مرتبہ برہان پور پر مرائٹے حملہ کرنے کو تھے کہ دکھن کے صوبہدار خان جہان کو خبر ہوئی۔ وہ براہِ اجنٹا و فردا پور اورنگ آباد سے انکے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن بوجہ اوسکی مماطلت کے مرائٹے وہان سے نکل بھاگئے۔ اورنگ زیب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ایسا خفا ہوا کہ اسیوقت خان جہان کو دہلی واپس بلوا کر اوسکی بیحرمتی کی اور خود آپ بہ نفس نفیس مرائٹون سے لڑنے کے لئے روانہ دکھن ہوا۔ برہان پور مین چار مہینے قیام کرکے اورنگ آباد۔ آیا وہان چند روز توقف کرکے غالباً سنہ ۱٦٨۴ مین بیجاپور کے محاصرہ کے لئے کوچ کیا۔

کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد پھر اوسکو وہان آنے کا اتفاق نہین ہوا شہزادۂ عظیم الشان جو بعد مین اپنے بھائی معظم کے ساتھہ جنگ مین مارا گیا سنہ ۱۷۰۷ مین اپنے باپ کے انتقال کے بعد اورنگ آباد آیا جہان چین قلیچ خان سے جو بعد مین نظام الملک کے خطاب سے معزز ہوا ہے اوسکی ملاقات ہوئی۔ وہ وہین رہتا تھا۔ شہزادہ عظیم الشان اوس کو ساتھہ لیکے برہان پور روانہ ہوا۔ لیکن وہان پہونچکر اس کے ساتھہ ایسا بُرا سلوک کیا کہ جسکی وجہ سے وہ اس سے علاحدہ ہوکر پھر اورنگ آباد واپس چلا آیا۔ اس تاریخ سے سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہونے لگی اور سنہ ۱۷۲۰ مین جب دکھن کی ریاست خود مختار ہوگئی اور حیدرآباد اوسکا پائے تخت مقرر ہوا تو اورنگ آباد کی تاریخی شان و شوکت بالکل ناپید ہوگئی۔

شہر اورنگ آباد

اورنگ آباد جو ضلعہ اورنگ آباد کا خاص شہر ہے ریاست
کے جنوب و مغرب میں ایک کسیقدر اونچی جزئی
وادی میں دریاے قوم کے کنارے پر جو گوداوری کی
ایک شاخ ہے۔ واقع ہے۔ اور گوداوری شہر کے اوپر کی
پہاڑیوں میں سے نکلی ہوئی ہے اورنگ آباد ڈھونڈ اور منماڑ
اسٹیٹ ریلوے لائن پر احمد نگر سے ٦٨ میل۔ اور جی۔
آئی۔ پی ریلوے پر نندگانوں سے ٥٦ میل پر ہے۔ اس ضلع کی
آبادی ٢٩٠٩٥٦١ اور خاص شہر کی آبادی ٣٢٨٨٧ ہے۔
یہ شہر ایک ناہموار زمین پر آباد کیا گیا ہے۔ اُسکے سطح
زمین کو پہاڑیوں کے دامن میں اور ڈھالوانوں کے اطراف کو سنگ
موسیٰ کے پشتے منتشر باندھے ہوئے چلے گئے ہیں۔ جن
میں سے ایک پشتہ شہر پناہ کی دیوار کے شمال و مشرق
کے کونے میں نکلا ہوا ہے۔ جس پر اُس دیوار کا ایک مضبوط
پایہ بنایا گیا ہے۔ اس شہر کی ایک مستطیل شکل ہے۔ اُسکا
سب سے زیادہ طول شمال و مشرق کے کونے سے جنوب
و مغرب کے کونے تک ڈہائی میل ہے۔ اسکا فاصلہ شمال
سے جنوب تک سوا میل۔ اور اسکا گھیراؤ تقریباً چھہ میل
سے کچھہ زیادہ۔ شہر پناہ کی دیوار پتھر کی ہے۔ اور
نہایت مضبوط لیکن زیادہ اونچی نہیں۔ بعض مقامات پر
تو فقط ١٤ ہی فیٹ ہے۔ اور نہ اسکے اطراف کوئی خندق
وغیرہ ہے۔ اس دیوار کے مصارفکی نسبت بیان کیا جاتا ہے
کہ اسپر تین لاکھہ روپیہ صرف ہوا۔ اورنگ زیب نے یہ
دیوار بنوائی تہی۔ اسکی تعمیر کچھہ استحکام شہر کے لئے
نہیں ہوئی تہی۔ بلکہ مرانہوں کے دفعیہ کے لئے۔ اس دیوار
میں چاروں طرف چار بڑے بڑے پہاٹک۔ برابر ایک
دوسرے کے مقابلہ میں ہیں مشرقی دروازہ کا نام خاص
دروازہ ہے اور مغربی دروازہ کا مکہ دروازہ۔ شمال کے
دروازے کو دِلّی دروازہ کہتے ہیں اور جنوب کے دروازہ کو
پائٹن دروازہ۔ اسکی شہر پناہ کی دیوار کے زاویوں پر اور
نیز درمیان میں مناسب مقاموں پر نصف مدور برج بنے
ہوئے ہیں۔ اور اسکے شمالی مشرقی زاویہ کے برج سے تمام
شہر اور اوسکے اطراف و جوانب کا منظر بے روک ٹوک
دکہلائی دیتا ہے۔ شہر کا کسیقدر حصہ پست ہے۔ اور
کسیقدر بلند۔ اسکے مکانات تمام تقریباً جہاڑوں کے پتوں
سے ڈہکے ہوئے ہیں۔ اگر اُس میں اِدہر اودہر مینار اور
گنبد نظر نہیں آتے تو دیکہنے والے کو یہی گمان ہوتا کہ وہ
شہر نہیں بلکہ ایک جہاڑی ہے۔ اور اُس کے اطراف کناروں
پر جو آم اور املی کے درختوں کے جُہنڈ کے جُہنڈ ہیں
انسے اور بہی اس گمان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اورنگ آباد
میں جیسے اقسام کے خوبصورت منظر ہیں ویسے اور مقاموں
پر شاذ و نادر ہی ہونگے۔ شہر میں جو مینار اور تاڑ کے جہاڑ
کثرت سے ہیں وہ خاص مشرقی وضع ظاہر کررہے ہیں۔
اسکے مغربی جانب میں دو یا تین جدا جدا پہاڑیاں
اُفق کو کاٹتی ہوئی دکہلائی دیتی ہیں جن میں سے ایک
کی چوٹی پر دولت آباد کا مشہور قلعہ بنا ہوا ہے۔ اور

مقبرۂ بیگم رابعہ دورانی۔ اورنگ آباد

بیگم رابعہ دورانی کے مقبرہکا محراب

اسکے پیچھے شمالی پہاڑیون کا سلسلہ چلا گیا ہے جو دہندلا ہوتے ہوتے نظرون سے غایب ہوجاتا ہے۔

اورنگ آباد مین جو مشہور عمارت ہے وہ بیگم رابعہ دورانی کا خوشنما روضہ ہے۔جو سنہ ۱٦٦١ مین بیگم پورے کے حوالی مین بنایا گیا۔یہ خوبصورت روضہ شہزادہ عظیم الشان نے اپنی مان رابعہ دورانی کي یادگار مین جو اورنگ زیب کي چاہتا بیوی تھی بنوایا تہا۔کہتے ہین کہ اسپر تقریباً چھہ لاکھہ اڑسٹھہ ہزار روپیہ صرف ہوا لیکن صوبہ دکہن کے قدیم فرد حساب کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اٹھارہ لاکھہ روپیہ صرف ہوا ہے۔ اور غالباً یہی حساب صحیح معلوم ہوتا ہے۔یہ روضہ آگرے کے تاج بی بی کے روضہ کا نمونہ ہے اور مثل اوسکے چوطرف میلون کے فاصلہ پر سے دکہلائی دیتا ہے۔ اس کے اطراف ایک وسیع صحن ہے ۵۰۰ گز لمبا اور ۳۰۰ گز چوڑا۔اور اس مین ایک پرفضا باغ لگا ہوا ہے۔اوسکي جنوبی دیوار کے درمیان جو احاطہ کے گرد ہے ایک خوبصورت دروازہ ہے۔جسکے اوپر باجے کا ایک کٹھرا ہے۔یہ دروازہ دو سو برس کے آگے کي مغلی صناعی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس مین پتھر نہایت عمدگی اور خوبصورتی سے نصب کئے ہوئے ہین اس مین ساگوان کے دو پٹ ہین پندرہ پندرہ فیٹ اونچے۔جن پر نہایت عمدہ بیل بوٹے کے پیتل

بیگم رابعہ دورانی کے مقبرے کا بیرونی حصہ

کے پتر چڑھے ہوے ہین۔اوس مین جو پیتل کي میخین ہین وہ بھی نہایت خوبصورت ہین۔دوسرے تین طرف کي دیوارون مین تین گنبد دار مکان ہین۔جہان سے روضہ تک صحن کے درمیان کہرنجے کي وسیع سڑکین ہین۔ یہ روضہ سنگ سرخ کے ایک اونچے چبوترے پر بنا ہوا ہے جسکے دونون طرف دو اونچے اور پتلے مینار ہین۔اوس چبوترے کي سیڑھیان بہت خوبصورت ہین اور اُن پر ویسا ہی ایک ساگوان کا چھوٹاسا دروازہ ہے جیسا احاطہ کا بڑا دروازہ ہے۔چبوترے کے کنارے پر پتھر کا ایک وسیع حوض ہے اور اس چبوترے پر دوسرا ایک چبوترا ہے اوس سے کسیقدر بلند۔ اسکو بھی سفید سنگ مرمر کي دو سیڑھیان لگی ہوئی ہین۔یہ روضہ مربع ہے۔اور اوسکے اوپر ایک عظیم الشان سنگ مرمر کا گنبد ہے۔جسکے چارون طرف ویسے ہی چھوٹے چھوٹے دوسرے چار گنبد ہین۔اور اسکے ایک زاویہ پر ایک ایک مینار۔دوسرے چبوترے سے روضہ کے دروازے تک سیڑھیان ہین جن پر سے روضہ مین داخل ہوا جاتا ہے۔اس روضہ مین بیگم موصوفہ کي قبر ہے اور اس قبر کے اطراف سنگ مرمر کي ایک ہشت پہلو اور مشبک دیوار ہے جو مثل چلمن کے ہے۔یہ قبر سنگ مرمر کے چبوترے پر ہے۔اس سے کوئی ایک فیٹ اونچی۔اور اسکے بیچمین ایک مربع جگہہ ہے مٹی سے بھری ہوئی۔قبر پر ایک زردوزی غلاف چڑھا ہوا ہے جو موسم برسات مین

دیگم رابعہ دورانی کی مسجد - اورنگ آباد

اٹھالیا جاتا ہے - تاکہ اسلامی قاعدے کے مطابق اسپر بارش ہو - اُسکے لئے گنبد کی چوٹی کے نیچے پانچ چھوٹے سے کھلے دریچے ہین جن مین پرنالے لگے ہوے ہین اور اُن پرنالون مین سے قبر پر پانی گرتا ہے - دوسرے چبوترے سے جسکا ذکر اوپر گذرا - روضہ کے اندر کے کٹہرے پر جانے کے لئے جہان سے دیکھنے والون کو وہ شاہی قبر نظر آتی ہے سیڑھیان ہین - مذکورۂ بالا دریچونکی درازونمین سے ایک ایسی خفیف سی سنجیدہ روشنی قبر پر پڑتی ہے جو اُس مقام سے مناسبت رکھتی ہے - اس روضہ کے تعمیر کے لئے جیپور سے پتھر لایاگیا تھا - اس کے ساتھ جو مسجد ملحق ہے وہ اسکے مغرب مین ایک چبوترے پر ہے جسکے داہنی طرف کو برابر نیچے دوسری ایک قبر ہے جس مین بیگم کی دایہ مدفون ہے - رابعہ دورانی کے روضہ کی عمدگی زاید الوصف ہے - اور یہ روضہ ان پہلے درجہ کی مغلی عمارتون مین داخل ہے جو انکے جاہ و جلال اور انکی صناعی ظاہر کر رہی ہین -

کہتے ہین کہ جب اورنگ آباد کا ستارہ سمت الراس پر تھا تو اوسکی آبادی دو (۲) لاکھ کی تھی - لیکن اب چوطرف مکانات مسجدین اور روضے ویران پڑے ہوے ہین - ہرسول کی سڑک پر اور ایک خوبصورت روضہ ہے - جو اسلام خان کی یادگار مین بنا ہوا ہے - اور وہ بھی بالکل خراب حالت مین ہے - بیگم پورے مین قدیم یوروپین لوگونکا ایک قبرستان ہے - جس مین کوئی بیس قبرین ہین - یہ قبرستان کوئی ٦۵ پینسٹھ برس سے بند پڑا ہے - اور علاوہ اسکے ارمنی لوگون کی بھی بہت سی قبرین ہین جو اورنگ زیب کے زمانہ مین وہان کے متمول رعایا مین داخل تھے - اور سلطنت مذکور کے انقراض کے بعد بالکل معدوم ہوگئے —

بارا کل کے قریب نظام کا ایک قدیم شاہی محل ہے جسکو آصف جاہ نے بنوایا تھا - اور چوک کے پاس سر سالار جنگ کی ایک وسیع عمارت ہے جو چوک کی

سڑک کے ایک طرف اِس ناکے سے اُس ناکے تک چلی گئی ہے۔سرسالار جنگ کے آبا و اجداد گذشتہ نظاموں کے زمانے میں یہاں کے حُکّام تھے۔

قلعہ آرک میں اورنگ زیب کا محل ہے جسکا احاطہ شہر کے مکہ دروازہ سے دلی دروازے تک پھیلا ہوا ہے۔ اس محل کے پانچ پھاٹک ہیں جن میں سے اب صرف تین مستعمل ہیں۔اوسکی دیوار میں بھاگنے کے راستے بنے ہوئے ہیں۔ اور اس پر نصف مدور بروج ہیں۔جہاں کسی زمانہ میں توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔غرض شاہی محلات اور عدالتی محکمے ویران پڑے ہیں۔اور ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس میں اورنگ زیب نماز پڑھا کرتا تھا۔وہ بھی اگرچہ ویران ہوگئی ہے لیکن ابتک اسکا ایک حصہ باقی ہے۔

قطب شاہی سلطنت کے زمانہ میں اورنگ آباد کی تجارت بڑے پایہ پر تھی۔اور اورنگ زیب کے زمانے میں دکھن میں اورنگ آباد ایک مضبوط اور بڑا شہر تھا۔ آصف جاہ نظام اوّل کے زمانہ تک بھی یہ تجارت کا مرکز رہا ہے۔لیکن حیدرآباد میں دارالریاست کے تبدیل ہونے کے بعد اورنگ آباد پر زوال آگیا۔اور اب چند روزوں سے پھر از سرنو اوسکی تجارت شروع ہوئی ہے۔گیہوں۔ روئی۔دیسی ساخت کا اسباب اور برتنوں کی خوب تجارت ہوتی ہے۔

اورنگ آباد کا کنٹونمنٹ شہر کی مغرب میں ایک میل پر دریائے قوم کے دوسرے طرف واقع ہے اور وہاں حیدرآباد کنٹنجنٹ کے تین رجمنٹ بطور گیریسن کے رہتی ہیں۔ اسکے نزدیک گھُڑدوڑ کا میدان ہے۔کنٹونمنٹ میں گورنمنٹ کے باغات۔مسافروں کا بنگلہ۔پوسٹ آفس اور دوسری پبلک عمارتیں ہیں۔اور ایک اچھا بازار ہے اور نیز وہاں ہفتہ وار ہاٹ بھرتا ہے۔

سنہ ۱۸۵۳ع کے اخیر میں اورنگ آباد کنٹونمنٹ کی فوجوں اور عربوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔جسکی کیفیت یہ ہے کہ عربوں کی ایک جماعت دیول گانو کے راجہ مانسنگ راؤ کی ملازم تھی۔راجہ بالکل قرضدار ہوگیا تھا اس لئے انکی تنخواہ دے نہ سکا عربوں نے بگڑکے راجہ کو قید کرلیا۔اور اوسکو دھمکی دی کہ اگر ہماری تنخواہ بے باق نکردی جائیگی تو تجھکو جان سے مار ڈالا جائیگا۔ بریگیڈیر مین کو جو کنٹونمنٹ کا کمانڈر تھا راجہ کی خوفناک حالت کی اطلاع دیگئی۔تو اوس نے اسیوقت، عربوں کو کہلا بھیجا کہ راجہ کو قید سے چھوڑ دیں۔لیکن انہوں نے مانا نہیں۔ بریگیڈیر نے محض فوجوں سے انکو ڈرانے کے لئے ایک پیدل رجمنٹ اور ایک سواروںکا رسالہ معہ ایک توپخانہ کے لیکر اُن کے مقام پر جو جسونت پورے میں روشن دروازے کے باہر ایک مندر کے قریب تھا جا پہونچا۔اور دیکھا کہ عرب ایک نہایت محفوظ اور مضبوط مقام پر لڑنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اُنہیں فوجوں کی دہشت دلانے کے بعد چند افاسر شہر پناہ کے باہر دیوار سے لگے ہوے ایک چبوترے کے پاس بیٹھے ناشتہ کررہے تھے۔کہ یکایک ایک چاؤش عرب قلعہ کی صفیل پر نظر آیا۔اور اسکے اشاریکے ساتھہ ہی افسروں اور سپاہیوں پر گولیوں کی باڑھہ چلنے لگی۔یہ باڑھہ جیسی غیر متوقع تھی ویسی ہی مہلک بھی تھی۔ طرفتہ العین میں ہلّڑ مچگیا۔ احمدنگر کا لفٹننٹ بوزول جو رخصت پر اورنگ آباد آیا ہوا تھا اپنی خوشی سے اس لڑائی میں شریک ہوکر معہ دوسری سپاہ کے مارا گیا۔پھر عام طور پر گولیاں چلنے لگیں۔ کپتان پارکر جو ٦ انفنٹری کا کمانڈر تھا۔مارا گیا۔اور لفٹننٹ واگن کے ایک کاری چوٹ لگی جسکی وجہ سے وہ بعد میں مرگیا۔ غرض ایک سخت مقابلہ کے بعد عربوں کو منہزم اور منتشر کرکے مذکور راجہ کو قید سے چھوڑ دیا گیا۔لیکن کنٹنجنٹ کی فوجیں بغیر نقصان کے واپس نہیں ہوئیں پندرہ سے زیادہ آدمی مارے گئے اور چالیس زخمی ہوے۔

مرقومتہ الذیل قصہ ہز اکسلنسی مدارالمہام حضور نظام کے موجود انیشیل سکرٹری مسٹر فریدون جی جمشید جی نے جو قبل ازیں اورنگ آباد کے تعلقدار تھے یوں لکھا ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ میں اگرچہ اورنگ آباد میں غدر نہیں ہوا لیکن خوف بلکہ سخت خوف سے خالی نہیں تھا۔قریب تھا کہ غدر ہوجائے۔لیکن بال بال بچگیا۔میں جسوقت کا ذکر کر رہاہوں اسوقت کنٹونمنٹ میں انفنٹری کی دوسری رجمنٹ اور ایک توپخانہ کی بیاٹری تھی۔اور تیسرا رسالہ جو یہاں مقیم تھا وہ اسیوقت مالے گانو کو چلا گیا تھا۔اور اوسکی جگھہ پر مومن آباد سے پہلی کیولری آرہی تھی۔چونکہ وہ تعب سفر سے خستہ ہوگئی تھی اس لئے چند گھنٹے استراحت کے لئے ایک چھوٹے سے قریہ میں جسکا نام پیپل گانون ہے اور اورنگ آباد سے کوئی چودہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔اُتر پڑی۔یہاں اسکو پہلے پہل ممالک مغربی و شمالی کے غدر کی خبر گوش زد ہوئی۔تمام سپاہیوں میں ایک سخت جوش پھیل گیا۔کیونکہ ایک تو غیر مناسب وقت پر دور و دراز سفر پر مجبور کرنے کی وجہ سے انکے دلونمیں تشویش پیدا ہوگئی تھی اور اسپر غدر کی ہیبت ناک افوا ہیں طرّہ ہوگئیں انکو یقین ہوگیا انہیں مفسدون کے مقابلہ کے لئے دہلی کو لیجایا جاتا ہے۔اسی اندیشہ میں وہ شاید ۹ جون سنہ ۱۸۵۷ میں اورنگ آباد آن پہونچے۔اور شہر کے باہر کہیں کالے چبوترے اور کیولری کے لائینوں کے درمیان فروکش ہوے۔اونکے ورود کے ساتہ ہی فوجوں کی نارضامندی کی افواہ اڑنے لگی۔اسوقت دو معتمد اور مستقل مزاج سکھہ سادہو سنگھہ اور صاحب سنگھہ نے جنکے نام یاد رکھنے کے قابل ہیں مخفی طور پر آنکر مس ہاوس میں افسروں کو اطلاع دی کہ رجمنٹ میں فتنہ انگیز باتیں ہو رہی ہیں۔ اور اوسکے ساتہ ان لوگوں کے نام ظاہر کرکے جو اسکے بانی تھے انہیں تاکید کی کہ آج شام کے مقررہ پریڈ میں جو گھوڑوں کے

بوردسٹ رہ. سي مسجد

ملاحظہ کے لئے ہونے والا ہے نہ آئین—ورنہ غدر برپا ہونے کا
خوف ہے—لیکن چونکہ انگریزی فوجی افسرون کي گھٹی مین
یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ وہ اپنے فرض منصبی کي ادائیگی کا
بہت بڑا خیال رکھتے ہین اس لئے اس اطلاع کي انہون نے کتچہ
پرواہ نہین کي—اور جان جو کہون پریڈ مین حاضر ہوے—
لیکن خوش قسمتی سے کسی قسم کا بلوہ نہ ہوا مگر صاحب
عقل و اہل فراست کو نا اتفاقی کے آثار نظر آرہے تھے—
لشکری سوار تمام ترش مزاج اور تند خو تھے—اور اگرچہ
وہ ان احکام کو بجا لاتے تھے جو انہین دئے جاتے تھے
لیکن بشاشت و شادمانی سے نہین بلکہ ناخوشی و جبر
سے—لیکن یہ صرف رسالہ ہی نتہا جو باعث خوف و
دہشت ہو بلکہ اودھر کے دور دست ملک سے ۲۵۰ دوسو
پچاس آدمی دوسری انفنٹری مین بھرتی ہونے کے لئے آے
تھے—اس لئے انگریزی افسرون کو نہایت فکر و تشویش
ہوئی کیونکہ دو یا تین سرجنٹون کو ملاکر بھی بارہ آدمی
مشکل سے ہوسکتے تھے—انگریزی افسرون کو یہ خوفناک
اور غلط افواہین گوش زد ہونے لگین کہ انہین قتل کرنے انکے
گھرون کو مع انکے اہل و عیال انکے نظرون کے سامنے جلانے
اور ان کي چھاؤنی پر حملہ کرکے لوٹ مار کرنے کي خفیہ
سازشین اور لگاتار کوششین ہورہی ہین—اور ایسی ہی دوسری
بہت سی خبرین چلی آتی تہین—لیکن باوجود انہین اپنی
سلامتی کے، خوف و خطر کے اور باوجود اپنی بے بس

عورتون اور معصوم بچون کي بدقسمتی کے افکار و اضطرابات
کے وہ اپنے ظاہری چال چلن سے اس بات کو ثابت کرتے
رہے کہ فوج پر انکا پورا پورا بھروسا ہے—اور بدگمانی کو
دور کرنے کے لئے وہ حسب عادت اپنی اپنی رجمنٹون
کے لائنون مین برابر حاضر ہوتے رہے—ایک وقت سر شام
انہین معلوم ہوا کہ انفنٹری کے لائنون مین بعض شریر لوگ
جو سوارون کے لباس مین ہین—اور اس جگہ سے ناواقف—
آنکر کنٹونمنٹ مین انگریزی افسرون کے مکانات دریافت
کررہے ہین—آدہی رات کو تیسری کیولری کا ایک سپاہی
برہان بخش نامی چھیکہ انفنٹری کے کمانڈر کپتان اسپڈ
کے پاس چلاآیا—یہ شخص حسن اتفاق سے اسوقت لائنون
مین موجود تہا—اور کپتان اور اوسکی بیوی سے بہت محبت
رکہتا تہا—انہین اطلاع دی کہ کیولری کے سپاہی غالباً آج
علی الصباح کنٹونمنٹ پر حملہ کرنے کي تیاری کررہے ہین—
یہ بات سنتے ہی کپتان نے اپنے عورت بچے اور دوسری
دو چار لیڈیون کو بیل گاڑی مین سوار کرکے اس معتمد اور
وفادار برہان بخش کے ہمراہ احمد نگر کو روانہ کردیا—اس
گاڑی پر سفید پردہ پڑا ہوا تہا تاکہ اسلامی زنانہ سواری
معلوم ہو—یہ لوگ صحیح و سالم احمد نگر پہونچ گئے—
لیکن اسی اثنا مین آسمان پر ایک کالی گھٹا چھاگئی بادل
کي گرج اور بجلی کي چمک کے ساتہ ایسی موسلا دہار
بارش شروع ہوئی کہ پرنالون سے نہرین جاری ہوگئین—ہوا

اس زور سے چل رہی تھی کہ جہاز اور مکانات ہل رہے تھے- کمبولی والون نے بازار مین ایک سبز جھنڈا گاڑا تھا- وہ ہوا کے زور سے گر پڑا- اس طوفان کے برپا ہونے اور جھنڈے کے گرنے سے وہ لوگ سہم گئے اور اور خیال کیا کہ انپر آسمانی غضب ٹوٹ پڑا ہے اور خدا اُن سے راضی نہین- یہ عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ اس آسمانی طوفان نے بلوہ کو روک دیا- لیکن یہ میرا خیال نہین ہے اور نہ مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اس خیال کی کوئی بنا ہو- غرض بہت جلد یہ نازک وقت آن پہونچا- اور طوفان کے دوسرے روز افسرون کو معلوم ہوا کہ بعض لچے لفنگے سپاہیون کی بدنیتی پر مطلع ہو کے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے کنٹونمنٹ پر حملہ کرکے اس کو لوٹنے کے لئے شہر سے آن پہونچے تھے- لیکن بعد مین یہ خبر غلط نکلی- غرض افسرون نے اس خبر کو سنتے ہی اپنی دور اندیشی سے فوراً اسکا انتظام کردیا- اور دو انفنٹری کی کمپنیون کو جمع کرکے پُل پر قبضہ کرنے کا حکم دیا- یہ پل دریائے قوم پر بنا ہوا ہے اور کنٹونمنٹ کو اس مقام سے جدا کرتا ہے- جہان کمبولی کے سپاہی فروکش تھے- یہان اس بات کا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ہر ہر کمبولی کے یوروپین افسر اپنی لائنون مین نہین رہتے تھے- بلکہ کنٹونمنٹ کے بنگلونمین رہتے تھے- چونکہ کمبولی کے سپاہی اپنے وہم و گمان مین مبتلا تھے- اور جانتے تھے کہ اُنپر انکے افسرون کا اعتماد نہین ہے اس لئے یکایک انہین خیال ہوا کہ انفنٹری کے لوگ انپر حملہ کرنے والے ہین- اور اس خیال سے تمام کمبولی کی لائنون مین سخت گھبراہٹ پھیل گئی- ترہی کی آواز جو رات کو ہوا کمبولی کی لائنون مین اڑا لیجاتی تھی اس سے وہ گھبرا کے چونک اٹھتے تھے اور اس خیال سے کہ انکی لائنون پر حملہ ہوا چاہتا ہے- ہتیار سنبھال گھوڑون پر زین کس اور اونپر سوار ہو کے بغیر کسی انتظام کے کنٹونمنٹ کی طرف یکٹ فوج روانہ کرتے تھے- اگرچہ کمبولی نے شتاب زدہ کارروائی کی لیکن اکثر باتین بری الذمہ ہونے کی تہین- جو اگر فہمایش کیجاتین تو انکی تقصیر بہت کچھ خفیف کردیتین لیکن ظاہراً ہر طرح سے وہ گورنمنٹ کے برخلاف آمادہ تھے اور بلوائی- جب سے بلوے کے آثار کنٹونمنٹ مین ظاہر ہوئے تھے- تب سے ایلغار سے کام لیا جاتا تھا اور حیدرآباد کے حکام کو ان واقعات کی خبر دی گئی- اس پر حکم صادر ہوا کہ جلد فوج کا ایک دستہ پونہ سے اورنگ آباد کو روانہ ہو- اِدہر وہ دستہ ہنوز راستہ طے کرتا ہوا چلا آتا تھا اور اُدہر اورنگ آباد کی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی- توپخانہ مشتبہ تھا- پیادون پر سے بھروسا اٹھگیا تھا اور سوارون کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حملہ کربیٹھین- غرض بلوہ ہونے مین کوئی کسر باقی رہی تھی کہ اتنے مین کمبولی کو خبر پہونچی کہ بمبئی کے رسالے قریب آن پہونچے تو وہ گھبرا گئی اور اپنے جان جوکھون کا خیال کرکے حسب عادت بالکل غریب

اور فرمانبردار ہوگئی- اس اثنا مین پونا کی فوج طول و طویل منازل کو قطع کرتی ہوئی اور راستہ کی سختی اور تکالیف اٹھاتی ہوئی کرنل اوڈبرن کے ماتحت اورنگ آباد آپہونچی- یہ فوج تین حصون مین منقسم تھی- پہلا حصہ چودہوین حصار کا کپتان گال کے ماتحت- اور دوسرا حصہ توپخانہ کا کپتان ولکمب کے ماتحت- یہ دونون یوروپین فوجین تہین- اور تیسرا حصہ بمبئی کی دیسی انفنٹری کا کرنل فولیٹ کے ماتحت- جنرل اوڈبرن سیدہا کمبولی کے لائنون مین چلے آئے- رسالون کی قواعد شروع ہوئی- توپون کو باروت سے بھرنے کا حکم ہوا ۲۵ وین انفنٹری اس پر معین ہوئی اور حصار اسکی اعانت پر آمادہ ہوئے- اور پھر ترہی کی صاف آواز نے حکم سنایا کہ رسالہ کے سپاہی بغیر گھوڑون کے پریڈ پر حاضر ہون- اس حکم کی برضا و رغبت فوراً تعمیل ہوئی- بعدازان انہین حکم ہوا کہ توپ خانہ کے توپون کے سامنے کھڑے ہوجائین- کیا اس حکم کی تعمیل مین ذرا بھی اندیشہ یا توقف ہوا؟ نہین- نہین- بلکہ نہایت استقلال اور نہایت فرمان برداری کے ساتھ جیسے ہمیشہ پریڈ پر ہوا کرتی ہے تمام سپاہی اپنے اپنے مقام معینہ پر حاضر ہوئے- چند لحظہ تک سوائے رُپ رُپ کے اور کوئی آواز سنائی نہین دیتی تھی اور ہر ایک شخص بادب توپ کے منھ پر اسکے چمکتے ہوے پیتل کے اُن سوراخون کو غور سے گھورتے ہوئے کھڑا تھا جو فقط ایک حکم کا اشارہ پاتے ہی اوسکی ہلاکت کیواسطے کافی تھے- یقیناً اس بارے مین کسیقدر غلط فہمی تھی کیونکہ مجرم اور خطاوار کبھی اس اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ تعمیل حکم نہین کرتے- اور مفسدون اور فتنہ انگیزون کی کبھی ایسی حالت نہین ہوتی- جنرل اوڈبرن اور دوسرے افسرون کے دلون مین جو اس قابل یادگار صبح کو وہان جمع ہوے تھے ایسے شبہات گذرے ہون لیکن ظاہراً انکا کچھ ثبوت نہین تھا- سب چپ چاپ کھڑے ہوے تھے- چند لحظون کے بعد جنرل اوڈبرن نے مہر خاموشی توڑی- اور سوارون کے پہلے رسالہ کے رسالدار کو پکار کے کہا کہ جن جن لوگون نے غدر کا ارادہ کیا تھا انکے نام ظاہر کئے جائین رسالدار نے پہلے رسالہ کے اول جمعدار کا نام لیا- اسنے دیکھا کے اب قلعئی کھلگئی اور قریب ہے کہ اسکا کام تمام ہوجائے- مایوس ہوکے اپنے لشکر کو فیر کرنے کا حکم دیا- وہ چاہتے تھے کہ بندوقین چلائین یہ دیکھتے ہی سب کے ہوش وحواس باختہ ہوگئے- لیکن توپون کو بتی نہین دی جاسکتی تھی- کیونکہ جنرل اوڈبرن دوسری انگریزی افسر اور بلوہ انگیز بالکل ملے ہوے تھے- بلوائی اس اضطراب کو غنیمت سمجھکے اپنے اپنے گھوڑون کے طرف بھاگے اور انکے پاؤن کی رسیان کاٹ- اور انپر سوار ہوکر چوطرف بھاگنے لگے- یہ بھاگڑ بالکل وحشت انگیز تھی- گویا وہ گھڑدوڑ تھی جو موت اور زندگی کے درمیان ہو رہی تھی- انکے پیچھے توپون پر بتی پڑی اور دھنا دھن کی آواز سے جنگل و پہاڑ گونجنے لگے- کئی گھوڑے جو بندھے ہوئے تھے ہلاک ہوگئے- اور دوسرے رسیان تڑاکر بد حواسی سے چوطرف

اورنگ زیب کي مسجد کا اندروني حصہ

بھاگنے لگے۔اور قریباً دس (۱۰) مرتبہ گولے چلے۔ایک بہرا ضعیف بوہرا اور ایک بوڑھیا جو اتفاقاً وہان سے جارہے تھے گولون کا نشانہ ہوگئے۔لیکن مفسدون کو کچھ نقصان نہین پہونچا۔ابھی توپون کے اخیر گولون کي صدائے بازگشت پہاڑیون سے کم نہوئی تھی کہ چودہوین ڈراگون نے بھاگے ہوے سوارون کا تعاقب کیا۔لیکن چونکہ وہ بوجہ سفر دور و دراز کے بالکل تھکے ہوئے تھے۔اس لئے انکی گرفتاری مین کامیاب نہوسکے۔ اس خوفناک بلوے مین فوجکے دو حصے وفادار رہے اور اسی وجہ سے بمبئی انفنٹری نے اُنہین کچھ ایذا نہین دی۔ میر فدا علی نامی ایک دفعدار نے اپنے لشکر کے افسر کپتان ایبٹ پر پستول چلائی تھی۔لیکن وہ بال بال بچگیا اسکے لئے میس ہاوس مین اسیوقت کورٹ مارشل قائم ہوا۔بعد تحقیقات و اثبات جرم کے اسکو اسی شام کو پھانسی دیدیگئی۔پھر چند روز تک متواتر کورٹ مارشیل کے اجلاس ہوتے رہے اور کوئی ۲۴ آدمیون پر جرم قائم ہوا۔انمین سے ۲۱ بندوق سے اور ۳ توپ سے اڑا دیئے گئے۔یہاں کیولری پھر بدلاباد کو جو حضور نظام کي سرحد ہے کوچ کرگئي اور وہان دوسری تین کیولریون مین سے اس مین سپاہی بھرتی کئے گئے۔اس سے دوبارہ اسکو اپنی اصلی قوت حاصل ہوگئی۔جس سے وقتاً فوقتاً اُسنے بلوے کے زمانہ مین عمدہ اور وفادار خدمات بجا لاکے اپنے دامن حال سے بدنامی کے داغ کو مٹا دیا۔

محمد پل اور دروازہ

چوک بازار
دروازۂ مقبرۂ اسلام خان
بالا حصار

دریاے گوداوری
محل اورنگ زیب کے کھنڈر
مسجد و قلعہ

دولت آباد

اورنگ آباد کے ضلع مین دولت آباد ایک شہر هے معہ ایک پہاڑی قلعہ کے۔ یہ شہر سنہ ۱۱۸۳ مین چالک یاس کے یادواوا راجاؤن نے تعمیر کر کے اسکا نام دیوگڑہی رکہا تہا۔ اور قدیم تانبے کے پترون کي تحریر سے پایا جاتا ہے کہ سیجاپور کے بدلے یادواوا سلطنت کے راجاؤن نے اسکو آباد کیا تہا۔ انکي سلطنت سنہ ۱۲۹۴ تک قایم رہي اسي سال علاؤالدین سالمرد جو اپنے چچا جلال الدین کي طرف سے جو خاندان خلجی کا پہلا پادشاہ گذرا هے اودھہ اور بدایون کا حاکم تہا۔ یکایک آٹہہ ہزار سوارون کے ساتہ خاندیس پر سے ہوتا ہوا۔ ایلچپور کو مفتوح کر کے جناح استعجال پر دولت آباد آن پہونچا اسوقت یہان کا یادواوا راجہ رام چندر نامی تہا۔ جب اسکو خبر ہوئي تو اپنی فوج کے ساتہ شہر کے باہر ۱۰ اور چار میل کے فاصلہ پر دونون مین ایک سخت لڑائي ہوئی۔ آخر ہندو منہزم ہو کے بہاگے۔ علاؤالدین نے انہین مہلت ندی اور انکا ایسا تعاقب کیا کہ قلعہ کے محافظ اسکے حملہ کو روک نہ سکے اور آسانی سے شہر مفتوح ہوگیا۔ یہ مہم جس مین صرف آٹہہ ہزار سوار تہے ایک بڑی بہاری فوج کا مقدمۃ الجیش سمجہی گئی۔ تمام دکہن مین عموماً اضطراب پہیل گیا۔ اور اکثر راجہ بعوض اسکے کہ اپنی مجتمعہ فوجون سے دشمن کا مقابلہ کرین منفرد طور پر اوس کے حملہ سے اپنی اپنی مقبوضات کو محفوظ کرنے مین مصروف ہوگئے۔ خیال کیا جاتا هے کہ اسی حسد و خود غرضی نے بعد مین مسلمانون کو دکہن اور جنوبی ہند فتح کرنے کي ہمت دلائي۔

راجہ رامچندر نے تجویز کي کہ پچاس من (فی من ۸۰ رتل) سونا۔ بہت سے موتی۔ دوسرے جواہرات۔ اور جنگی ہاتہی جو پہلے ہی سے گرفتار کرلئے گئے تہے پیش کش کرکے صلح کي درخواست کرے۔ علاؤالدین نے بہی منظور کر کے قیدیون کو رہا کردیا۔ اور چاہتا تہا کہ شہر کو خالی کرے لیکن اس اثنا مین راجہ رامچندر کا لڑکا کہ جسکے ساتہہ بہت سی فوج تہی۔ شہر کے باہر آن پہونچا۔ اسکو اپنی فوجی قوت پر اتنا گہمنڈ تہا کہ برخلاف باپ کي رائے کے علاؤالدین کو پیغام بہیجا کہ بہتر هے کہ تم ہمارا مال غنیمت واپس کرکے اپنے وطن کو مراجعت کرجاؤ ورنہ نتیجہ بُرا ہوگا۔ یہ سنتے ہی علاؤالدین کي آتش غضب بہڑک اٹہی وہ اسوقت اپنی فوج کے ایک حصہ کو قلعہ کی محافظت کے لئے چہوڑ کے باقی فوج کے ساتہ شہر کے باہر نکلا اور دونون مین جنگ شروع ہوگئی۔ اس جنگ مین قریب تہا کہ علاؤالدین کي شکست ہو۔ لیکن اثنا مین قلعہ کی محافظ فوج باہر نکل آئی۔ ہندو سمجہے کہ شمال سے نئی فوج کمک کے لئے آئی هے۔ مارے

نظارۂ دولت آباد

خوف کے بھاگنے لگے اور پھر از سرنو صلح کی کوشش ہوئی لیکن اب اس شرط پر کہ رامچندر ۶۰۰ من سونا ۷ من موتی—دو من جواہرات ۱۰۰۰ من چاندی—۵۰۰۰ ریشمی طاقے—اور دوسری بہت سی قیمتی چیزین پیش کش کرے علاوہ اس کے ایلچپور اور اوسکے مضافات سے دست بردار ہو—اور ہر سال خراج ادا کرتا رہے—غرض صلح ہوگئی—مال غنیمت مین بہت سے ایسے جنگی ہاتھی علاؤالدین کے ہاتھ آئے جو تیر اور تلوار چلا سکتے تھے—دولت آباد کی فتح اس لئے قابل یادگار ہے کہ دکھن مین یہ پہلا شہر ہے جسکو مسلمانون نے ابتدا مین مفتوح کیا تھا—

سنہ ۱۳۰۳ مین رامچندر نے ادائگی خراج مین خلاف ورزی کی اسکی تنبیہ کے لئے ملک کافور (جو ایک خواجہ سرا غلام تھا—) ایک فوج کے ساتھ دولت آباد بھیجا گیا اس نے رام چندر اور اسکے لڑکے کو منہزم کرکے قید کرلیا—اور انہین ساتھ لیکے معہ مال و اسباب غنیمت فتحیابی کے ساتھ دہلی روانہ ہوا—معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ نے رامچندر کے ساتھ کچھ بد سلوکی نہین کی—بلکہ اسکو چتر اور راے رایان کا خطاب اور لاکھہ تنکہ دیکے اوسکے وطن کو واپس بھیجدیا—راجہ اس سلوک سے بہت خوش ہوا اور جب تک زندہ رہا موافق عہد و پیمان کے خراج گزار رہا—

سنہ ۱۳۰۹ع مین جبکہ سلطان علاؤالدین (جسنے سنہ ۱۲۱۹ع مین اپنے چچا کو قتل کرکے سلطنت ضبط کرلی تھی) ورنگل کے راجہ کے ساتھ لڑائی مین مصروف تھا اور اسکی فوج ملک کافور کے زیر کمانڈ دولت آباد کے ضلع مین پڑی ہوئی تھی—تو رامچندر نے اپنی وفاداری ظاہر کی اور فوج کو رسد پہونچانے مین ہر قسم کی مدد دی—فوج مذکور چند روز دولت آباد مین قیام کرکے جب وہان سے روانہ ہوئی تو رامچندر نے خلجی جنرل ملک کافور کی کئی منزلون تک مشایعت کی—

دوسرے سال ملک کافور جب دولت آباد کو ورنگل سے مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا تو اسکو معلوم ہوا کہ رام چندر انتقال کرگیا اور اسکی جگہ پر اسکا لڑکا سامکارا تخت نشین ہوا ہے—اس سامکارا کے خیالات مسلمانون کی نسبت اچھے نہین تھے اس لئے جب اس نے سنہ ۱۳۱۲ع مین خراج بھیجنے سے انکار کیا تو پھر ملک کافور کو اسکی تنبیہ کے لئے بھیجا گیا—وہ راجہ کے ملک کو تاخت و تاراج اور راجہ کو قتل کرکے پھر دہلی روانہ ہوگیا—لیکن جاتے وقت دکھن مین انتظام قایم رکھنے کے لئے کچھ فوجین متعین کردین—اوسکے چند روز بعد دہلی مین امرائے دربار اور ملک کافور نے سلطان کے برخلاف سازش کی—دولت آباد مین ہارپولا نامی جو رام چندر کا داماد تھا اس موقع کو غنیمت سمجھکے مسلمانون کی

چاند مینار—دولت آباد

اطاعت سے آزاد ہونے کے لئے بلوہ کر بیٹھا۔ اور اسلامی فوجون کو دولت آباد سے نکال کے اپنے تئین دکھن کا راجہ مشہور کردیا۔

سنہ ۱۳۱۶ء مین سلطان علاؤالدین کو زہر سے مارڈال کے اوس کے تیسرے اڑکے مبارک خان نامی کو قید کرلیا گیا۔ اور اسکے پانچ ہفتہ بعد ملک کافور بہی جو تخت سلطنت غصب کرنے کے لئے سازش کررہا تہا مارڈالا گیا۔ اسکے مرنے کے بعد مبارک خان قید سے نکل کے تخت سلطنت پر سوار ہوا اور اپنا لقب سلطان قطب الدین رکہا۔ سنہ ۱۳۱۸ء مین سلطان نے خاص اپنے کمانڈ مین جدید فوجین ایکر دکہن مین ہارپولا پر چڑہائی کي۔ شاہی فوجون کا قریب پہونچنا ہی تہا کہ ہارپولا اور اوسکے متعلقین فرار کرگئے۔ لیکن سلطان نے اسکا تعاقب کرکے اوسکو گرفتار کرلیا۔ اور پہر زندہ اوسکی کہال کہنچوا کے اس کہال کو دولت آباد کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اس راجہ کے ساتہہ یادوا کي سلطنت منقرض ہوگئی۔

سلطان چند روز تک دولت آباد مین رہکے وہین سے دکہن کو مطیع کرنے کي کارروائی کرتا رہا اور جب دہلی کو واپس جانے لگا تو ملک یحیٰ لکہی کو دکہن کا گورنر مقرر کیا لیکن چند روز بعد اس نے بہی سرکشي کي اس لئے اسکو گرفتار کروا کے اوسکی ناک اور کان کٹوا دئے۔ اور اسکی جگہ پر دوسرا گورنر مقرر ہوا۔ سلطان مبارک اپنی سلطنت کا تمام کاروبار ایک منکردین اور نو مسلم ہندو کو جسکا نام خسروخان تہا سپرد کرکے آپ عیش و عشرت مین مشغول ہوگیا۔ ملک کافور جو خسرو خان کا بڑا دوست اور سرپرست تہا اوسیکی سازش سے قتل ہوگیا تہا۔ اسکے بعد جب پورے اختیارات اسکو حاصل ہوے تو موقع کو غنیمت سمجہکر سلطان کو قتل کرکے تخت سلطنت پر چڑہہ بیٹھا اور اپنا لقب سلطان ناصرالدین رکہا۔ اگرچہ ظاہر وہ پیرو مذہب اسلام تہا لیکن باطناً سخت مخالف۔ ور یہی وجہ تہي کہ اکثر وہ کلام مجید کي توہین کرکے اوسپر بیٹھتا تہا اور مسجدون مین منبرون پر بت رکہوا تا تہا۔ چنانچہ بہت جلد اوسکو اسکی سزا ملی۔ اور سنہ ۱۳۲۰ء مین قتل کردیا گیا۔ اس شخص سے خلجی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

اسکے بعد غازی ملک خان گورنر بنگالہ جو خسرو خان کے قتل مین شریکِ غالب تہا۔ سلطان غیاث الدین کے لقب سے تخت سلطنت ہند پر سوار ہوا۔ اور تغلق سلطنت قایم کي۔ سنہ ۱۳۲۱ء مین اس نے اپنے بڑے فرزند الف خان کے زیرفرمان ورنگل پر ایک مہم روانہ کي۔ الف خان جب دولت آباد پہونچا تو وہان اسکی بڑی آؤبہگت ہوئی۔ ورنگل کے حملہ مین پہلے تو وہ نا کام رہا اور جب تک کمک آن نہ پہونچی اسکو دولت آباد واپس آنا پڑا۔ پہر کمک آنے کے بعد اس نے ورنگل پر چڑہائی کي اور چند روز کے محاصرہ مین اوسکو فتح کرلیا۔

سنہ ۱۳۲۵ مین سلطانِ غازی پر دہلی مین ایک شامیانہ گرپڑا جسکی وجہ سے وہ دبکے مرگیا اور اسکی جگہ پر اسکے اڑکے نے تخت نشین ہوکر سلطان محمد تغلق اپنا لقب رکہا۔

سنہ ۱۳۳۸ مین اس کو خیال پیدا ہوا کہ بعوض دہلی کے دولت آباد کو اپنا پاے تخت بنائے اس لئے عام رعایا کو دہلی خالی کرکے وہان اپنے ساتہہ چلنے کا حکم دیا۔ دولت آباد دہلی سے ۸۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ابن بطوطہ جو ٹانجیر کا رہنے والا تہا اپنے سفرنامہ مین دولت آباد کا حال سلطان محمد تغلق کے زمانہ مین یون بیان کرتا ہے۔ کہ سلطان محمد نے دہلی کو ویران کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اس لئے اس نے وہان کے تمام مکانات اور مسافرخانہ انکے مالکون سے خرید کرکے انہین قیمت ادا کردی اور دولت آباد چلنے کا حکم دیا۔ پہلے تو وہ اوگ اس حکم کي تعمیل مین ناراض تہے۔ لیکن جب شہنشاہی حکم سے تمام شہر مین منادی ہوگئی کہ تین دن کے بعد کوئی شخص دہلی مین رہنے نپائے تو وہ مجبور ہو کے وہان سے نکلنے اگے۔ لیکن بعض اوگ اپنے مکان مین چہپ رہے۔ سلطان نے خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ اوس کے غلامون نے۔ راستے مین دو آدمی دیکہے جنمین ایک مفلوج تہا اور دوسرا اندہا۔ جب انہین سلطان کے حضور مین لایا گیا۔ تو مفلوج کو توپ کے منہہ پر رکہکے اڑا دیا اور اندہے کي نسبت حکم دیا کہ اسکو دہلی سے دولت آباد تک جو چالیس دن کے فاصلہ پر تہا زمین پر کشان کشان لیجایا جاے۔ راستہ مین اوس بیچارے غریب کے پرخچے اڑگئے اور صرف اسکی ایک ٹانگ دولت آباد تک پہونچی۔ غرض تمام باشندگان دہلی اپنا سارا مال و اسباب اور اشیاء تجارتی وہین چہوڑ کے روانہ دولت آباد ہوگئے۔ دہلی بالکل ویران ہوگئی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے جسپر مجہکو کامل اعتماد تہا مجہہ سے کہا کہ سلطان نے ایک روز سر شام اپنے کوٹہے پر چڑہکے۔ دہلی مین چارون طرف نگاہ کي نہ اس کو کہین آگ نظر آئی نہ دہوان اور نہ روشنی۔ خوش ہوکر کہا کہ اب مجہے اطمینان حاصل ہوا اور اب میرا دل ٹہنڈا ہوا۔ اسکے چند روز بعد اس نے مختلف اضلاع کے باشندون کو لکہا کہ دہلی کو پہر از سرنو آباد کرین۔ لیکن باوجود دوسرے شہرون کے ویران ہونے کے دہلی ہرگز آباد نہوسکی۔ واقعی دنیا مین وہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ سیاحِ مذکور کہتا ہے کہ جب ہم اس شہر مین داخل ہوے تو ہم نے اوسکو بالکل خالی اور واگذاشتہ پایا۔ اور آبادی بہت ہی تہوڑی سی تہی ––

دوسرا مورخ ضیاؤالدین نامی جو تاریخ فیروز شاہی کا مصنف ہے یون بیان کرتا ہے کہ دہلی ایسی ویران ہوگئی تہی۔ کہ ایک بلی اور ایک کُتا تک شہر کے کسی مکان

مشرقي دروازہ – قلعۂ دولت آباد

ميں کسي محلہ ميں اور کسي کوچہ و بازار ميں نظر نہيں آتا تہا – وہان کے ديسمون کے گروہ کے گروہ اپني عورتون – بچون – قرابت دارون – ماماوں اور نوکرون کے ساتہہ وہان سے نکلنے پر مجبور ہوگئے تہے – يہہ لوگ پشتہا پشت سے وہين کے باشندے چلے آتے تہے – اس جلا وطني سے سخت شکستہ دل ہوگئے تہے – انہين سے بہت سون نے بوجہ تعب سفر کے راستے ہي ميں سے بعوض دولت آباد کے ملک عدم کا راستہ ليا اور جو لوگ وہان صحيح و سالم آنکر پہونچے – انہين جلا وطني کے رنج و الم نے مايوس کرکے اور کُڑہا کُڑہا کے مارڈالا – دولت آباد کے اطراف و جوانب ميں جو کافرون کي زمين تہي مسلمانون کے قبرستان ہي قبرستان ہوگئے – حالانکہ سلطان ان کے ساتہہ کيا راستہ ميں اور کيا دولت آباد پہونچنے کے بعد نہايت کشادہ دلي اور فراخ حوصلگي سے پيش آيا تہا – ليکن باوجود اس کے وہ جلا وطني کا صدمہ نہيں سہ سکتے تہے – آخر جان بلب ہوکے ہندوٴن کي زمين ميں دفن ہوے – ان لوگون ميں بہت ہي تہوڑے لوگ ايسے زندہ تہے جنہين پہر اپنے وطن کو مراجعت کرنے کا اتفاق ہوا ––

اس وقت سے اسکا نام دولت آباد ہوا – ورنہ پيشتر اس کے وہ ديوگڑہي کے نام سے مشہور تہا – اس کي رونق بڑہانے کے لئے تمام راستون پر درخت لگائے گئے – تمام گلي کوچے درست کئے گئے – قلعہ کي ديوار کے اطراف ايک گہري خندق کہودي گئي – اور بہت سے وسيع اور عظيم الشان محل تعمير کئے گئے ––

اوس کے چند روز بعد شمالي ہندوستان کے ايک گورنر نے سرکشي کي اور سلطان کو اسکي تنبيہ کے لئے بذاتہ وہان جانا پڑا – جب اسکو سزا ديگئي تو اس نے دہلي کو مراجعت کي اور دو سال تک وہين ٹہرا رہا – اور پہر دولت آباد آن کر ملا بار کے ہندو راجاوٴن سے جنگي کارروائي شروع کي – چونکہ ايک مدت تک وہ لڑائيون ميں مصروف رہا اس لئے اس کا خزانہ خالي ہوگيا – جب روپيہ کي ضرورت ہوئي تو اس نے اس بہانہ سے کہ اس کا تانبا اور پيتل دوسرون کے چاندي اور سونے کے برابر ہے – بعوض چاندي اور سونے کے سکون کے جدا جدا قيمت کے تانبے کے سکے جاري کئے – اس سے ملک ميں بربادي شروع ہوگئي اور تجارت ايک لخت موقوف – آخر مجبور ہوکے اس نے تانبے کے سکے واپس لئے – اور انکي قيمت کے مطابق چاندي اور سونے کے سکے دئيے – اس وجہ سے جب خزانہ بالکل خالي ہوگيا – تو اسنے اميرون اور نيز دوسري رعايا سے زبردستي روپيہ وصول کرنے کي کارروائي شروع کي – يہانتک کہ بہتون نے اس ظلم کي وجہ سے خود کُشي کرلي – سلطان جب ورنگل کے محاصرہ ميں مصروف تہا تو اس کے لشکر ميں وبائے ہيضہ شروع ہوئي – اور وہ خود بہي اس ميں مبتلا ہوکر معالجہ کے لئے دولت آباد واپس چلا آيا – اور

سیدھی کھدی ہوی چٹانین اور خندق — دولت آباد

حکم دیا کہ جسکو دہلی جانا ہو وہ چلا جائے — لیکن چونکہ اسوقت لوگ وہان سکونت پذیر ہوچکے تھے — اس لئے بہت تہوڑے لوگ دہلی گئے — شمالی ہندوستان مین پھر فساد شروع ہوا — اور سلطان اس کے فرو کرنے کے لئے پھر دولت آباد سے وہان گیا — اسکی عدم موجودگی مین دکھن کے جدید مفتوحہ اضلاع مین بغاوت شروع ہوگئی اور سوائے ایک دولت آباد کے دکھن کا کُل ملک اوسکے ہاتھہ سے نکل گیا — اور دولت آباد کے لوگ بھی بوجہ اوس کے پیشتر کے ظلم و ستم کے اوس سے ناراض تھے — اس لئے وہان بھی سازشین شروع ہوگئین چند مہینے بعد ایک شخص امیرعلی شاہ نامی نے (جو جاگیر خان بانی سلطنت بہمنی کا بھتیجا تھا — دولت آباد سے محصولات جمع کرنے کے لئے گلبرگہ بھیجا گیا تھا) بغاوت کی لیکن وہ قید کرلیا گیا — اسکے بعد پانچ برس تک کوئی فتنہ وفساد نہین ہوا — لیکن پھر دکھن کے بعض گورنرون نے غدر برپا کرکے بہمنی سلطنت قائم کرلی — اور گلبرگہ اسکا پایہ تخت مقرر ہوا —

ابن بطوطہ اس شہر کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ وسعت و عمدگی مین ویسا ہی ہے جیسا دہلی کا شہر —

دین ابوالعباس احمد ایک دمشق کا باشندہ دولت آباد کی نسبت جبکہ وہ تعمیر ہو رہا تھا یون بیان کرتا ہے — کہ اس شہر کے بہت سے حصہ ہین اور ہر ایک حصہ مین بہت سی مسجدین — بازار — اور کنوئن وغیرہ ہین — اور صناع لوگ وہان رہتے ہین گویا ہر ایک حصہ بجائے خود ایک آزاد اور الگ شہر ہے —

دولت آباد سنہ ۱۵۲۵ع تک بہمنی بادشاہون کے اختیار مین رہا اور پھر انکے زوال کے بعد نظام شاہی بادشاہون کے قبضہ مین آیا — اور انکے پاس سے پھر اکبر کے اختیار مین — احمدنگر چھن جانے کے بعد جو نظام شاہی بادشاہون کا پائے تخت تھا — ملک عنبر نے کرکی (اورنگ آباد) کو جدید نظام شاہی پائے تخت مقرر کیا اور دولت آباد انہین بادشاہون کے قبضہ مین رہا — جب وہ احمدنگر سے نکال دئے جاتے تھے تو وہین آنکر پناہ لیتے تھے — لیکن آخر سنہ ۱٦۳۲ع مین جبکہ ملک عنبر کے لڑکے فتح خان نے نظام شاہ کو مروا ڈالا — تو شاہ جہان کے سپہ سالار نے دولت آباد کا قلعہ فتح کرلیا — خان خانان سپہ سالار فوج ایک گیریسن قلعہ مذکور مین متعین اور فتح خان اور نظام شاہی بادشاہ کو قید کرکے برہان پور روانہ ہوگیا — بیجاپور کے سپہ سالار نے ایک ایلچی کے ساتھہ صلح کی شرطین روانہ کین لیکن وہ منظور نہین ہوئین اس لئے اس نے دولت آباد پر چڑہائی کی — کیونکہ اس کو معلوم ہوگیا تھا — کہ وہان بہت تہوڑی سی مغلی فوج ہے اور رسد بھی بالکل کم — اس نے قلعہ کی مورچہ بندی نہین توڑی بلکہ اسپر قبضہ کرکے محاصرہ شروع کردیا — چونکہ شہنشاہی افسر وہان کے دیہاتیون کے ساتھہ مہربانی سے سلوک کرتے تھے اس لئے وہ قلعہ کی گیریس کو

رسد پہونچاتے رہے – لہذا محاصرہ کرنے والون کو کامیابی نہین ہوئی – جب انہون نے یہ خبر سنی کہ مغلی فوجین واپس آرہی ہین تو محاصرہ اٹھا کے وہان سے چلتے ہوگئے –

مراٹھون راجہ ساہو کے ماتحت نظام شاہی سلطنت کو پہر از سرنو قائم کرنے کی کوشش کی – لیکن مدّعی سلطنت کو معہ اسکے اور دو رشتہ دارون کے گوالیار کے قلعہ مین قید کردیا گیا – اسکے پچاس برس بعد جب گولکنڈہ مفتوح ہوا تو قطب شاہی بادشاہ ابوالحسن کو دولت آباد مین قید کرکے رکہا گیا – اور نیز شیواجی کا فرزند سمبھاجی بہی سنہ ۱۶۹۰ع مین اپنی مان اور بیٹیون کے ساتہ وہین قید ہوا –

سنہ ۱۷۰۷ مین اورنگ‌زیب کے انتقال کے بعد جب آصف جاہ نے حیدرآباد کی خود مختار ریاست قایم کی تو یہ قلعہ اُسکے قبضہ مین آیا جو ابتک اسی کی اولاد مین ہے –

دولت آباد اورنگ آباد کے شمال و مغرب مین نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسکی آبادی تقریباً پندرہ (۱۵۰۰) سو کی ہے – قلعہ ایک مخروطی چٹان پر تعمیر کیا گیا ہے جو دامن سے ایک سو پچاس فیٹ کی بلندی پر کسیقدر ڈہالو ہے – اور وہ پہاڑی جسپر وہ چٹان ہے سطح زمین سے تقریباً عمودی شکل مین کوئی ۶۰۰ فیٹ اونچی ہے اس قلعہ مین خندق کے اوسطرف ایک کٹہرا ہے اور سرنگ برباد کرنے کا پورا انتظام – باہر کی دیوار کا گہیرا ۲¾ میل ہے دیوار کے اور بالائی قلعہ کے دامن مین تین فصیلین ہین – باہر کی دیوار ابتدا مین شہر کو گہیرے ہوئی تہی – جو قلعہ کے نیچے اسکے اطراف آباد تہا – لیکن اب وہان ایک بڑا کہنڈر ہے اور دیوگڑہی کے بڑے شہر کے عوض صرف ایک قصبہ باقی رہگیا ہے – جس مین چند جہونپڑے ہین اور ان مین اکثر حضور نظام کی پولیس جو قلعہ کی محافظت کے لئے معین ہے رہتی ہے – وہ قلعہ اب ایک شاہی قید خانہ کے طور پر مستعمل ہے چٹان کی چوٹی پر ایک جہنڈا اور ایک توپ ہے اسکے اندر کوئی قابل ذکر عمارت نہین – چاند مینار (فتح کا برج) ۲۱۰ فیٹ اونچا ہے – اور دامن مین اسکا گہیرا ستر فیٹ کا ہے – جسکی شکل ایک گاؤدم سنگین چبوترے کی ہے وہ پندرہ فیٹ اونچا ہے اور اس مین چوبیس کمرے ہین یہ مینار علاؤالدین بہمنی نے سنہ ۱۴۳۵ع مین قلعہ کی فتح کی یادگار مین بنایا تہا – مینار نیچے سے اوپر تک گاؤدم ہوتا ہوا چلا گیا ہے – اوسکے درمیان ایک بڑا کٹہرا ہے جس مین پہلے ستونونکی قطار تہی – اس مینار مین نیچے سے اوپر تک ایرانی چمکدار اینٹ لگے ہوے دکہلائی دیتے ہین جو نہایت خوبصورت ہین لیکن نزدیک جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اینٹ نہین بلکہ چونے پر ہیرے کی قطع کا مربع نقش کرکے اسپر ایک قسم کے آبدار رنگ سے استرکاری کی گئی ہے – جنوب مین ایک چہوٹی سی مسجد ہے اور اسکی جنوبی دیوار مین ایک بڑا کتبہ ہے جسپر فارسی مین مینار کی تعمیر کی تاریخ سنہ ۸۴۹ھ (عیسوی سنہ ۱۴۳۵) کندہ ہے لیکن دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مینار مسلمانون کی پہلی فتح کی یادگار مین سنہ ۱۲۹۴ع مین تعمیر ہوا تہا – حقیقت مین یہ انکی صناعی کا جنوبی ہندوستان مین ایک عمدہ نمونہ باقی ہے – اوسکے قریب جین دہرم کے ایک وسیع مندر کے کہنڈر ہین جو بعد مین دیبی کالی کی پرستش گاہ بنادی گئی تہی – اس سے پچاس فیٹ پر ایک بڑا پہاٹک ہے جسکا نام لال دروازہ ہے – اس دروازہ مین مضبوط میخین اور لوہے کی سلاخین ایسی جڑی ہوئی ہین – جو ہاتہی کی قوت کو روک سکین اور وہ اسیواسطے اتنا مضبوط بنایا بہی گیا – باہر کی دیوار مین فقط دو دروازے اب مستعمل ہین ایک مکہ دروازہ اور دوسرا روضہ دروازہ – یہ دیوار ابتک مضبوط ہے اوسکی بلندی بیس فیٹ سے تیس ۳۰ فیٹ تک ہے اور اسکے زاویون پر مدور برج بنے ہوئے ہین – مکہ دروازے اور روضہ دروازیکے تقریباً وسط مین سے ایک پگڈنڈی نکلی ہوئی ہے جو اندرونی دروازے کو جاتی ہے – یہ دروازہ قلعہ کی چار دیوارون مین سے جو اوسکو گہیری ہوئی ہین پہلی دیوار کو جاتا ہے – یہ دروازہ خندق کی دیوارون کے درمیان ایک کہلی ہوئی جگہ ہے جس مین پہاٹک نہین صرف ایک طرف ایک بہاری لوہے کی زنجیر لٹک رہی ہے – یہ زنجیر خوف کے وقت اس دیوار سے دوسری دیوار تک جو اسکے سامنے ہے آڑہی لگائی جاتی ہے تاکہ ہاتہی اندر نہ آنے پائین – باہر کی فصیل اور دوسری فصیل کے درمیان ۶۵ فیٹ کا فاصلہ ہے اور اس سے عبور کرنے کے بعد ایک بڑا مربع پہاٹک ملتا ہے – جسکے پٹ ۷ انچہ موٹے ساگوان کے ہین اور اُن پر لوہی کے پترہ معہ لوہے کی بڑی بڑی میخون کے چڑہے ہوے ہین – تاکہ ہاتہی اسے اندر گرانے نپائین – اِن پہاٹکون کے دونون طرف کوئی چالیس فیٹ اونچے برج ہین اور ساگوان کے مضبوط ڈنڈون سے مسدود – داہنی طرف ایک مسجد کے کہنڈر ہین جو کسی مقدس بزرگ نے بنوائی تہی – آٹہہ فیٹ کے فاصلہ پر دوسرا پہاٹک آتا ہے جو بہ نسبت متذکرہ بالا پہاٹکون کے زیادہ اونچا اور زیادہ بلند ہے – اس مین جو بڑے بڑے حصے ہین – ان سے ہندؤنکی تعمیر کا سراغ لگتا ہے – اس پہاٹک سے تیسرے پہاٹک کو جو سڑک جاتی ہے وہ سیدہی طرف کو مُڑتی ہے اور وہان سے کوئی ستر یا اسی فیٹ پر دوسری فصیل ہے – پہاٹک کی بائین طرف کو ایک اونچا نصف مدور برج ہے – جسمین ایک خوبصورت پتہر کی تراشی ہوئی کہڑکی بالکل ہندؤن کی وضع کی ہے – اس پہاٹک کے آگے ایک دوسرا چہوٹاسا دروازہ ہے جو قلعہ کے نشیبی حصہ کو جاتا ہے – کالا دروازہ جو چاند مینار کے قریب ہے جسکا ذکر آگے ہوچکا – چوتہا پہاٹک ہے – اور اس سے ذرا آگے بڑھکے پانچوان پہاٹک آتا ہے – یہ پہاٹک قلعہ کی ڈہیوڑی سے ملا ہوا

چینی محل دولت آباد

ہے۔ اسکے اندر ایک بارہ سیڑیوں کا زینہ ہے جو چھٹہے دروازے سے ملحق ہے۔ اسکی چھت پر ایک ہندوانی وضع کے وسیع مکان کے کھنڈر ہیں۔ دوسری پچاس یا ساٹھہ سیڑیوں کی چڑہائی کے بعد ساتواں پھاٹک آتا ہے جو غالباً تمام قلعہ میں بہت ہی قدیم ہے۔ اس پھاٹک کے بائیں طرف ہندو راجاؤں کے قدیم محل کو جانے کا راستہ ہے۔ اور یہاں کے کھنڈر بڑے بڑے ہیں۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر آٹھواں پھاٹک ہے لیکن حقیقتا میں یہ ایک ڈیوڑی ہے جس سے چالیس قدم پر داہنی طرف کو چینی محل کے کھنڈر ہیں۔ جہاں قطب شاہی اخیر بادشاہ ابوالحسن معروف بہ تاناشاہ کو سنہ ۱۶۸۷ع میں اورنگ زیب نے قید کیا تھا۔ اور جسکا نامکمل روضہ ابتک گولکنڈے میں باقی ہے۔ صرف محل کے باہر کی دیواریں ایستادہ ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک نہایت خوبصورت محل کی ہیں۔ تاناشاہ نے یہاں سنہ ۱۷۰۱ع میں انتقال کیا۔ اور سید راجُو قتال[?] الرویا کے روضہ میں مدفون ہوا۔ چینی محل کے کھنڈر کے اوپر ایک مدور برج ہے۔ جس پر ۲۰ فیٹ لمبی ایک توپ چڑہی ہوئی ہے۔ اسکے منہہ کا قُطر ۸ انچہ کا ہے۔ اس توپ کے دونوں طرف دو نشان ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ کبھی اس سے کام لیا گیا تھا۔ وہ نشان توپ کے گولے کے ہیں جو غنیم کی طرف سے پھینکا گیا۔ اوسپر فارسی میں بہت سی عبارتیں کندہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ "یہ قلعہ کی منہدم کرنے والی ہے"۔ اس سے چند گز آگے بڑھکے قلعہ کی بلندی پر جانے کے لئے ایک پتھر کا تنگ پل ۳۰ فیٹ چوڑا خندق پر بنا ہوا ہے۔ اس پل کو حال میں مرحوم سرسالارجنگ اول نے بنایا تھا۔ اس کے پیشتر وہاں مرتے سے تین چار تختے لگے ہوئے تھے جس پر سے اوپر کو جایا جاتا تھا۔ پل پر ایک چھوٹی سی ڈیوڑی میں سے اوپر کی چڑہائی ہے۔ اور پھر دوسری چھوٹی سی سیڑھیاں ایک اونچے برج کو گئی ہوئی ہیں۔ یہ برج اورنگ زیب نے بنایا تھا۔ اس کے اطراف ایک راستہ ہے جو ایک چھوٹے سے ساگران کے دروازے تک جاتا ہے۔ یہ دروازہ پہلے کٹہرے کا ہے۔ جو

کتبہ قلعۂ دولت آباد

مسجد اورنگ زیب — روضہ

تقریباً ساٹھ فٹ لمبا ہے — اور اسکے کنارے پر ایک مربع صحن ہے جسکے ایک کونے میں نصف شکستہ سیڑھیاں ہیں جہان سے ایک بلند مقام پر جہان دوسرے شاہی محل کے کھنڈر ہین جایا جاتا ہے — اور نیز مذکورۃ الصدر صحن سے دوسرے کٹھرے کو جانے کا راستہ ہے — یہ کٹھرا تقریباً ساٹھ فٹ لمبا ہے — ایک چھوٹی سی ڈھوڑی اور ایک پہاڑ کے اندر کھدا ہوا راستہ اندر کے کمرے تک گیا ہے — اس راستہ کے کنارے پر دوسری یک سیڑھی ہے جسکے اوپر ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے جہان سے خندق نظر آتی ہے — اور پھر ایک دوسری چالیس سیڑھیوں کی چڑھائی کے بعد ایک چوک آتا ہے جو ۳۰ سے ۲۰ فٹ تک مربع ہے — اس چوک سے پہاڑی کھدا ہوا راستہ تمام ہوتا ہے — یہان لوہے کے ایک بڑے کڑی آدہے انچہ موٹے پتر کے کچھ حصے باقی ہین کہ جو محاصرین کی آمد کو روکنے کے لئے بنایا گیا تہا — یہ پتر دروازے میں لگا دیا جاتا تہا — اور اوسپر بڑی آگ ملگادی جاتی تہی — جب وہ بالکل سرخ ہو جاتا تہا تو کٹھرے سے آنا غیر ممکن ہوتا تہا — اسکے قریب پہاڑ میں ایک بڑا سوراخ ہوا کے لئے کہودا گیا ہے — اس مقام سے دوسری سیڑھی نظیر سلطان کے چلنے کو اور ایک چھوٹا سا راستہ داہنی طرف نشیب میں کوڑی تالاب کو جاتا ہے — یہ تالاب محض چٹان میں ایک شگاف ہے لیکن اس میں مدت مدید تک چٹان کی چوٹی کے ہمیشہ چشمے کا تازہ پانی بھرا ہوا رہتا ہے — برابر اوس کے نیچے دوسرا ایک چٹان میں کہودا ہوا حوض ہے — چالیس فیٹ لمبا اور تیس فٹ چوڑا — اوسکو پانیہی تالاب کہتے ہین — چلہ سے ایک اونچی چڑھائی ہے جو ایک خوبصورت پتھر کے شامیانہ میں چوٹی کے قریب لیجاتی ہے — یہ شامیانہ بالکل ہندوانی طرز کا ہے — قدیم بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوگڑہ کے ہندو راجہ اکثر موسم گرما اسی میں بسر کرتے تہے — شاہ جہان اور اورنگ زیب کا بہی موسم گرما کا یہی مسکن تہا — اس شامیانہ کے پیچھے ایک اور سیڑھی ہے جہان سے پہاڑ کی چوٹی کے برج میں جایا جاتا ہے — اس برج پر حضور نظام کا پھریرا اوڑ رہا ہے — یہ پہاڑی کوئی تین سو (۳۰۰) فیٹ مدور ہے وہان ایک توپ دہری ہوئی ہے — جسپر کہدا ہوا ہے — کہ "طوفان برپا کرنے والی" — اس برج کے داہنی طرف چوٹی پر ایک چھوٹا سا مدور راستہ ہے — جو ایک کونے میں جاتا ہے — یہ کونا کسقدر فاصلہ پر پتھر میں کہدا ہوا ہے — یہان ایک ہندو تپسیا جنارد ہن سوامی نامی پندرہوین صدی میں رہتا تہا —

روضہ

روضہ یا خلدآباد دولت آباد سے شمال میں پانچ میل پر اور اورنگ آباد سے بارہ میل پر واقع ہے — اور اسکے اطراف ایک مضبوط اور پائدار شہر پناہ ہے جسکو اورنگ زیب نے بنوایا تہا — روضہ سطح سمندر سے ۲۰۰۰ فیٹ بلند ہے اور ایک عمدہ جگہ پر واقع — اسکی آب و ہوا بہت معتدل ہے — اکثر موسم گرما میں لوگ وہان جایا کرتے ہین — کسی زمانہ میں یہان بہت بڑی آبادی تہی لیکن اب بالکل تہوڑی سی ہے — شہر پناہ کی دیوار کی بلندی کا اوسط بیس فیٹ ہے — اسکے چار پہاٹک ہین — پہلا نقارخانہ — جب کوئی معزز مہمان آتے تہے تو انکی خیر مقدم کے لئے اس دروازہ پر نقارے بجا کرتے تہے —

مقبرہ و روضۂ زین الدین و ملک عنبر

مقبرہ برہان الدین — روضہ

اس لئے وہ اس نام سے مشہور ہوا—دوسرا پنگورا—اسکے نام کی وجہ یہ ہے کہ اسکے نزدیک اس نام کا ایک تالاب ہے تیسرا لنگرو—یہ پھاٹک مشرق میں ہے اور سب سے بڑا—اور چوتھا منگل پیٹھہ جنوب میں ہے — روضہ کے معنے قبرستان کے ہیں اور وہ دکہن کے شیعیون کی کربلا ہے—اس میں بہت سے نامور مسلمان مدفون ہیں جن میں شہنشاہ اورنگ زیب اور اوسکا دوسرا بیٹا عظیم الشان آصف جاہ بانی ریاست حیدرآباد—ناظر جنگ اسکا دوسرا فرزند—ملک عنبر نظام شاہی اخیر پادشاہ کا مقتدر وزیر اعظم—تاناشاہ گولکنڈے کا اخیر جلاوطن پادشاہ—اور علاوہ انکے دوسرے بہت سے لوگ ہیں جنکے نام یاد نہیں ہیں—روضہ کی اسقدر شہرت کا سبب یہ ہے کہ وہاں دو (۲) ولیون کے مقبرے ہیں—جنمیں سے ایک کا نام برہان الدین ہے اور دوسرے انکے بھائی کا نام زربخش—اور سوائے انکے دوسرے بہت سے بزرگ مدفون ہیں—یہان کوئی پندرہ سے بیس تک گنبددار مقبرے ہیں اور کوئی چودہ سو سادی قبرین—شہر کے شمالی اور جنوبی پھاٹکون کے درمیان اورنگ زیب کا مقبرہ ہے—اسکی ایک گنبددار ڈیوڑھی ہے جسکو سنہ ۱۷۶۰ میں اورنگ آباد کی ایک طوایف نے بنوایا تھا—اس ڈیوڑھی کے اندر ایک بڑا چوک ہے جسکے تین طرف کماندار مکان بنے ہوئے ہیں—چوک کی مغرب میں ایک بڑی مسجد ہے اور اس کے روبرو شمال میں ایک کشادہ دروازہ ہے جو اندر کے دوسرے چوک میں جاتا ہے—اس چوک کے جنوب و مشرق کے زاویہ میں اورنگ زیب کے مقبرے کا دروازہ ہے جسکے داہنی طرف اندر اسکی قبر ہے—اس مقبرے کے سامنے ایک ویسی ہی لمبی سی پست عمارت ہے جیسی باہر کے چوک میں ہے—اورنگ زیب کی قبر بالکل سادی ہے کیونکہ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اسکی قبر موافق حکم کلام مجید کے بالکل سادی غریبون کی سی ہو—حقیقت میں یہ شہنشاہ بڑا متقی و پرہیزگار تھا—لیکن باوجود اسکے اسنے اورنگ آباد میں اپنی بیوی رابعہ دورانی کا مقبرہ نہایت عالیشان بنایا تھا—یہ بات کچھہ کم تعجب انگیز نہیں—بیان کیا جاتا ہے کہ اسکی وصیت کے موافق اسکے دفن و کفن کے اخراجات اُس آمدنی میں سے کئے گئے تھے جو اس نے اپنے ہاتھ سے ٹوپیان سیکر اور انہیں فروخت کرکے جمع کی تھیں—یہ آمدنی پانچ روپیہ سے زیادہ نہیں تھی—اور دوسرے آٹھ سو پانچ روپئے تھے—جو کلام مجید کی نقلیں لکھکے اونکے ہدیہ سے اسنے جمع کئے تھے—یہ روپیہ غریبون اور محتاجون کو تقسیم کیا گیا—سنگ مرمر کی

بیگم کی مسجد — روضہ

مشبک جالی قبر کی مغربی جانب کو کوئی پانچ فیت اونچی ہے—اور اسکا دروازہ منقش ساگوان کا ہے—قبر پتھر کے چبوترے کے بیچ‌میں سطح زمین سے کوئی آدہی فیت اونچی ہے — اُسپر کوئی نقش و نگار نہیں — چبوترے کے اطراف بہت سے پتلے لکڑے کے ستون ایک ڈہانچے کو تہامے ہوئے ہیں جو قبر کے اوپر ہے—اداے رسومات کے مواقع پر اِس ڈہانچے میں زربفت کے پردے لگائے جاتے ہیں—اور دوسرے وقت قبر پر صرف ایک سفید چادر پڑی رہتی ہے اور نہ اسپر کوئی کتبہ ہے—بعد از انتقال کے اورنگ‌زیب کو خلد مکان کا خطاب دیا گیا تہا اس لئے روضہ کا نام خلدآباد رکہا گیا—

اورنگ‌زیب کے مقبرے کی مشرق میں چند قدم کے فاصلہ پر اسکے دوسرے فرزند اور اسکی بیوی کی قبر ہے— اور اسکے قریب ایک تیسری قبر ہے جو کسی بزرگ کی لڑکی کی ہے—یہ قبرین ایک چہوتے سے سنگ مرمر کے مربع احاطہ میں ہیں—جسکے اطراف سفید سنگ مرمر کی جالی— اور جالی کے چارون کونون پر چار چہوتے سے مینار ہیں—شہزادۂ عظیم‌الشان جسکی یہ قبر ہے آگرے کے قریب اپنے بڑے بہائی کے ساتہ تخت نشینی کے لئے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تہا—اورنگ‌زیب کے مقبرے اور ان قبرون کے احاطہ کے درمیان ایک بزرگ سید زین‌الدین نامی کی قبر ہے جو سنہ ۷۷۱ ہ (مطابق سنہ ۱۳۷۰ع) میں فوت ہوے تہے—یہ مقبرہ اونکی وفات کے بہت مدت بعد اونکے مریدون میں سے کسی نے بنوایا تہا— یہ ایک متبرک اور مقدس مقام ہے جو نہایت احتیاط کے ساتہہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے—سال میں صرف ایک مرتبہ ان کے عرس پر اسکو کہولتے ہیں—

آصف جاہ نظام اول حیدرآباد اور انکی بیوی کا مقبرہ اورنگ‌زیب کے مقابل ہے—یہ دونون قبرین سنگ سماق کے چبوترے پر جس میں سنگ‌مرمر کی پچکاری ہے بنی ہوئی ہے—اور انکے اطراف سنگ سماق کی دس (۱۰) فٹ اونچی جالی ہے—آصف جاہ نے برہان‌پور میں سنہ ۱۷۴۸ع میں انتقال کیا تہا—اونکے بائیں طرف چند قدم کے فاصلہ پر ناظر جنگ کی قبر ہے—جس نے صرف دو سال حکومت کی تہی—اور سنہ ۱۷۵۰ع میں دغا سے مارڈالا گیا تہا—آصف جاہ کی قبر کے اسطرف حضرت سید برہان‌الدین کا چلہ ہے—یہ بزرگ روضہ میں سنہ ۷۴۴ ہ (۱۳۴۴ع) میں فوت ہوئے تہے— انکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شمالی ہندوستان سے چودہ سو مریدون کے ساتہ تقریباً سنہ ۱۲۹۹ع میں یہان آئے ہوئے تہے—تاکہ دکہن کے ہندؤن میں مذہب اسلام کو پہیلائیں—جب علاؤالدین نے دیوگڑہی کا محاصرہ کیا تہا تو انکے مریدین نے اسکو مدد دی تہی—مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ اس چلہ میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش کے موئے مبارک ہیں—جن میں خود بخود بڑہنے کی

طاقت ہے—اور اسوجہ سے وہ ہر سال بڑھتے رہتے ہیں— یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہان مرقومۃ الذیل خرق عادت ظہور مین آئي تھی—وہ یہ کہ رات کے وقت چاندی کے چھوٹے چھوٹے جہاز چلے کے جنوب مین کھرنجے مین سے اوگتے تھے—جنھین وہان کے ملازم صبح کو اٹھاکر توڑ دیتے تھے اور پھر انھین بازار مین فروخت کرتے تھے—اِس آمدني سے سید کے مریدونکی پرورش ہوتی تھی—اور زیارت گاہ کي حفاظت کي جاتی تھی—اس چلہ کے دروازے سفید اور زرد منقش فلزات سے منڈھے ہوئے ہین—یہان سے کسیقدر فاصلہ پر مغرب مین کسی زمانہ مین ایک خوبصورت مقبرہ بنی بی بي کا تھا جو اورنگ زیب کي بہو تھی—اور اسکے اطراف و جوانب پُر فضا باغات تھے—لیکن اسوقت وہان صرف ایک جھاڑی رہگئی ہے—اس مقبرے کے اطراف ایک اونچی پتھر کي دیوار ہے—جسکے چارون کونون پر چار گنبد دار برج اور منقش دریچے ہین—شہر سے ایک میل پر ملک عنبر کا مقبرہ ہے جو اخیر نظام شاہی سلطنت کا ایک مشہور و معروف وزیر گذرا ہے—اسی نے اورنگ آباد کي تعمیر کي تھی—سنہ ۱۶۲۶ع مین جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس مقبرہ مین اسکو دفن کیاگیا—یہ مقبرہ بالکل سادے پتھر کا ہے اور اوسکے اوپر ایک گنبد—اس مقبرے سے کسیقدر فاصلہ پر نانا شاہ کي قبر ہے—جو گولکنڈے کا اخیر بادشاہ تھا—اور دولت آباد مین قید کي حالت مین سنہ ۱۷۰۱ع مین مرگیا—

—— ❀❀❀ ——

جالنا

جالنا ایک چھوٹاسا شہر ہے جس مین کوئی ۸۰۰۰ کي آبادی ہے—اور ضلع اورنگ آباد مین شہر اورنگ آباد سے اڑتیس میل پر قادرآباد کے مقابلہ مین دریاے لنڈیکا کے داہنے کنارے پر ایک عمدہ مقام پر واقع ہے—مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنا رام کے زمانہ مین جو سنہ عیسوی کے ایک ہزار سال پہلے گذرا ہے ہوئی تھی—اور اسکی عورت سیتا یہین رہتی تھی—اسکے اطراف کا ملک پہاڑی ہے—

لیکن بڑے بڑے پہاڑ نہین—اور جو پہاڑیان ہین ان مین زیادہ کرکے ٹراپ کي چٹانین ہین—جو اکثر مقامات مین شکستہ ہوگئی ہین اور ان کے اوپر ایک قسم کے لال کنکر ہین جو چونے سے مخلوط ہین—جالنے کي ہوا—ویسی ہی عمدہ اور صحت بخش ہے—جیسے بعض اور جنوبی مقامات کي ہے اور زراعت کے لئے نہایت مفید—چند سال کے آگے بہت سے انگریزی میوے اور انگریزی بقولات کي یہان پیداوار ہوئی تھی جو حیدرآباد اور بمبئی وغیرہ کو بھیجی گئی—مثلاً موسم سرما مین انجیر انگور—آڑو اور اسٹرابری بہت عمدہ ہوئی تھی—اور اسٹرابری مقدار مین ویسی ہی تھي جیسے انگلنڈ مین ہوا کرتی ہے—ہان اسکے ذایقہ مین کسیقدر فرق تھا—

لیکن اگر ذرا خیال اسکی طرف متوجہ کیا جاتا تو یقین تھا کہ یہ نقصان بھی دور ہوجاتا—مٹر—لوبیا—کوبی—گاجر—چقندر—شلجم—اجوان—پیاز—آلو کالی فلاور—اور اسکے علاوہ دوسری اقسام کي دیسی بھاجی ترکاری یہان کثرت سے ہوتی ہے—

جالنے مین قدیم الایام مین ۲۰۰۰۰ بیس ہزار کي آبادی تھی لیکن اب وہ کسیقدر ویران ہے وہ ایک وسیع شہر ہے جسکے چھوٹے سی قلعہ اور نیز دوسرے مکانون کي اعلیٰ درجہ کي تعمیر سے جو تراشیدہ پتھر کے ہین—پایا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانہ مین ایک نہایت متمول اور عمدہ شہر تھا—

اس کا قلعہ سنہ ۱۷۲۵ع مین قابل خان نے شہر کے مشرقی جانب مین ایک ندی کے کنارے پر بنوایا تھا اوسکي شکل مربع ہے اور اسکے ہر زاویہ پر نصف مدور برج ہین—اب اس مین سوارون کا ایک چھوٹاسا دستہ تحصیلدار کے زیر حکم رہتا ہے

قلعہ کي فصیلون کے اندر ایک مشہور باولی ہے جس مین بہت سے کٹہرے اور کمرے ہین قلعہ کے پھاٹک پر ایک کتبہ ہے—جس پر فارسی مین اوسکی بنا کي تاریخ اور اسکے بانی کا نام کندہ ہے—اس شہر کي تاریخ سواے ہندؤن کي قدیم روایتون کے اور کچھہ نہین—اس شہر کا دکھن کي کسی قدیم تاریخ مین ذکر نہین ہے—اکبر کے زمانہ مین اوس کے ایک سپہ سالار کي جاگیر مین تھا—اور اسکے بعد اورنگ زیب پیشتر تخت نشینی کے کبھی کبھی وہان آنکر رہتا تھا—

—— ❀❀❀ ——

قادرآباد

قادرآباد کنٹونمنٹ کے ساتھ مل کے ایک چھوٹاسا شہر ہے—جسکی آبادی ۷۵۰۰ کي ہے اور جالنا کے مقابلہ مین ندی کے دوسرے کنارے پر واقع ہے اسکے اطراف پتھر کي شہر پناہ کي دیوار ہے—کوئی چالیس برس کے پیشتر یہان اور جالنا مین روئی اور ریشم کي اچھی تجارت ہوتی تھی—ریشمی عمدہ اور خوبصورت ساخت کا کپڑا یہان تیار ہوکر ہندوستان مین چوطرف جاتا تھا اور بڑی قدر سے فروخت ہوتا تھا—لیکن اب یہ تجارت یک لخت موقوف ہوگئی ہے—

کنٹونمنٹ جو شہر کے متصل ہے کسیقدر نشیب مین ہے اور جدید جالنا کہلاتا ہے—اوسکے سامنے ایک سے دو میل کے فاصلہ تک پہاڑیون کي ایک قطار ہے اور اسکا درمیانی حصہ ایک بیضاوی شکل کا ہے—یہ کنٹونمنٹ سنہ ۱۸۲۷ع مین حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجکے واسطے تعمیر ہوا تھا—بالفعل اسکی آبادی اتنی ہی ہے جتنی قادرآباد کي ہے—یعنے دونون مین قریب بیس ہزار کے ہے—قادرآباد سے جنوب مین تین سے چار میل تک ایک عیسائی قصبہ ہے—بتھل نامی—جسکو متوفی ڈاکٹر نارائن شیشادری نے آباد کیا تھا—

جالنا کے برہمن قدیم جالنا مین ایک مقام بتلاتے ہین جہان رام کا محل تھا اور سیتا وہان رہتی تھی اسوقت اس شہر کا نام جانکاپور تھا—لیکن رفتہ رفتہ ایک مدت مین ایک مسلمان جولاہے کي خواہش کے مطابق جس نے شہر کے آراستہ کرنے مین بہت کچھہ روپیہ صرف کیا تھا قادرآباد ہوگیا—

رام اور سیتا کا بیان اس مقام پر دلچسپی سے خالی نہوگا اس لئے ہم مختصر ذیل مین درج کرتے ہین—جالنا کے برہمنون کا قول ھے کہ رام اور سیتا دونون اپنے ایام جلا وطنی مین جنوب مین گھومتے گھومتے جالنا تک پہنچے تھے—یہ رام اجودھیا کے راجہ دساسرت نامی کا بڑا لڑکا تھا—اجودھیا قدیم زمانہ مین اس ضلع مین واقع تھا جسکو اب ہندوستان مین اودھہ کہتے ہین—سیتا اسکو ایک شرط مین ملی تھی جسکا بیان یون ھے کہ شہزا نے ایک نہایت سخت کمان رکھدی تھی اور اعلان دیدیا تھا کہ جو شخص اس کمان کو کھینچیے شہزادی سیتا اسکو ملے—یہ سنکے بہت سے سردار اور شہزادے جمع ہوے—کیونکہ سیتا اپنے زمانہ مین ایک نہایت خوبصورت عورت تھی—لیکن سواے رام کے کوئی اس کمانکو کھینچ نہ سکا—اور سیتا اسکو مل گئی—بعد مین وہ اپنے باپ کا ولیعہد مقرر ہوا لیکن دساسرت کي چھوٹی عورت نے جو رام کي سوتیلی مان تھی مکر وفریب سے اپنے خاوند کو بہکا کر اپنے فرزند بھرت نامی کو ولیعہد بنوایا اور رام و سیتا کو چودہ ۱۴ برس تک دیس بدر کرایا—یہ دونون بھٹکتے ہوئے جنوب مین اس مقام پر آئے جسکو اب آلہ آباد کہتے ہین—اور وہان سے دریا کو عبور کرکے والمیکا کے حجرے تک جو باندا کے جنگلون مین واقع تھا آن پہونچے—اس اثنا مین اجودھیا مین دساسرت کا انتقال ہوگیا تو اسکي عورت نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرے لیکن اس نے انکار کیا اور یہ کہکر کہ یہ حق میرے بھائی رام کا ھے اسکي تلاش مین نکلا—جب دونون مین ملاقات ہوئی تو آپس مین خوب بحث و تکرار ہوئی رام نے کہا کہ جبتک میرے باپ کے حکم کے مطابق چودہ برس پورے نہ ہونگے مین اپنے وطن کو واپس نہین آونگا—الغرض بھرت مجبور ہو کے وطن کو واپس چلا گیا اور وہان محض اس غرض سے رام کے نام سے حکومت کرنے لگا—کہ چودہ برس کے بعد جب وہ واپس آئیگا تو سلطنت اسکے حوالہ کردی جائیگي—راون جو ہندوستان کے جنوب مین لنکا کا بادشاہ تھا—سیتا کے حسن کي شہرت سنکر اور غائبانہ اسکا عاشق ہوکر اسکو ڈھونڈھتا ہوا وہان آن پہنچا—چونکہ اسوقت رام شکار کو گیا ہوا تھا اور سیتا اکیلی تھي اس لئے موقع کو غنیمت سمجھہ اوسکو گرفتار کرلیا اور ایک جادو کي گاڑی مین بٹھلاکر ہوا مین اوڑاتا ہوا وہانسے لنکا کو روانہ ہوگیا—جب رام شکار سے واپس آیا اور حقیقت سے مطلع ہوا تو اپنی چاہتا بیوی کو اس موذی کے پنجہ سے چھوڑانے کے لئے ایک مہم تیار کي—جس مین بندرون اور ریچھون کا ایک بڑا لشکر تھا—بندرون کے سپہ سالار کا نام ہنومان تھا جب وہ ہندوستان اور سیلان کے درمیان کي آبنائے پر پہونچے تو ہنومان اسپر سے کود کے لنکا مین داخل ہوا—اور سیتا کو راون کے قید مین گرفتار دیکھکے رام کو آنکر خبر کي پھر بندرون کے لشکر نے اس آبنائے پر ایک پل بنایا جو موجودہ جغرافیہ مین آدم کے پل کے نام سے مشہور ھے رام نے اس پل پر سے عبور کرکے راون سے جنگ کي اور اسکو قتل کرکے سیتا کو چھڑا لایا—سیتا اپنی عصمت کا ثبوت دینے کے لئے قدیم رواج کے مطابق دہکتی ہوئی آگ مین کود پڑی—اور اگنی نے جو عناصر کا دیوتا ہے اوسکو صحیح وسالم رام تک پہونچا دیا—غرض جلا وطنی کے چودہ برس تمام ہونے کے بعد رام سیتا کو لیکے فتحمندی کے ساتھہ اجودھیا واپس گیا اور وہان چند روز تک بڑے جاہ وجلال کے ساتھہ حکمراني کي—اس عرصہ مین جب قحط سالی شروع ہوئی تو رام کو سیتا کي عصمت کے بارے مین جب وہ لنکا مین راون کے قید مین تھی شک گذرا اسوجہ سے اس نے سیتا کو دیس بدر کردیا—وہ پھر دوبارہ گھومتی گھامتی والمیکا کے حجرے تک آن پہونچی اور وہین رہنے لگی—اوسکے بطن سے وہان رام کے دو فرزند پیدا ہوے—سولہ (۱٦) برس کي جلا وطنی کے بعد اوس مین اور اسکے پشیمان خاوند مین صلح ہوگئی—رام سیتا اور انکے دونون بچے مل جل کے باہم رہنے لگے—

بیتھل

بیتھل نامي ایک قصبہ تین سو ایکڑ زمین کي وسعت مین جالنا سے چار میل پر واقع ہے—خود اسکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک عیسائی قصبہ ہے اور اطراف و جوانب کے قصبات مین کوئی چالیس میل تک جتنے عیسائی رہتے ہین انکا ہیڈ کوارٹر ہے—یہ قصبہ سنہ ۱۸٦۷ع مین ڈاکٹر نارائن شیشادری نے جو فری چرچ آف اسکاٹلنڈ کا ایک دیسی پادری تھا آباد کیا تھا—خاص بیتھل مین کوئی دو یا تین سو عیسائی ہین لیکن اسکے متعلق دوسرے قصبات مین

ڈاکٹر شیشادری کا گھر—بیتھل

جنکا اوپر ذکر کیا گیا تقریبا تیرہ سو عیسائیون کي آبادی ہے۔ بیتیال کے بیچون بیچ ایک مضبوط پتھر کا گرجا گھر ہے جسکی تعمیر کے لئے ڈاکٹر نامبرد نے انگلنڈ امریکا بمبئی اور حیدرآباد میں چندہ جمع کیا تھا۔ اوسکے اطراف مربع شکل میں مکانات بنے ہوئے ہین۔ اس گرجا کے اوپر ایک گنبد تھا جو پچیس میل کے فاصلہ سے نظر آتا تھا۔ یہان کے دیہاتی لوگ اس گنبد کو اپنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ لیکن حال میں کسیقدر شکستہ ہوجانے کے باعث موجودہ پادری نے اس کو اُتروادیا۔ یہان کے لوگ اسکے اُتارنے کے سخت مخالف تھے۔ اور وہ باہمی چندے سے اوسکی مرمت کرنے پر راضی۔ غرض ڈاکٹر شیشادری کو اس بات کا فخر تھا کہ تمام ہندوستان میں یہی ایک گرجا ہے جو حقیقت میں عیسائیون کے ہاتھ سے بنایا گیا ہے۔ ڈاکٹر نامبرد نے

مدرسہ — بیتیال

بیشتر اسکے کہ چندہ جمع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ وہان کے لوگون کو سنگ تراش۔ بڑھئی اور راج ہونے کي تعلیم دی تھی۔ اور حقیقت میں یہ تعلیم نہایت عمدہ تھی۔ ڈاکٹر شیشادری نے چونکہ اکثر لٹیرون اور ڈاکوؤنکو جو ہر سال جالنا کے تعلقہ میں لوٹ مار کرتے اور لوگون کو ستاتے تھے۔ اپنی تعلیمات سے حضور نظام کي فرمانبردار رعایا بنادیا تھا۔ اس لئے سرسالارجنگ اعظم نے خوش ہوکر اسکی درخواست کے مطابق رعایتی شرطون پر زراعت و کاشتکاری اور عیسائی قصبہ کي آبادی کے لئے یہ جگہ مرحمت کي تھی۔ پہلے پہل ڈاکٹر نے حسب صلاح اپنے دوستون کے زیادہ جگہ کي درخواست نہ کی صرف ایک ہزار ایکر کي درخواست کي جس میں سے چار سو ایکر مکانون کے لئے چھوڑ دیئے اور باقی کي زمین کے جدا جدا حصہ کرکے خفیف شرایط پر اپنے لوگون میں زراعت کے لئے تقسیم کردئے۔ پھر وہ قصبہ جلدی سے آباد ہوگیا۔ ڈاکٹر نے جب عیسائیون کي کثرت دیکھی تو مذکور بالا دورہ کیا اس دورے میں علاوہ عیسائیون کے بمبئی کے بھائیون اور حیدرآباد کے مسلمانون نے بڑی بڑی رقمین چندے کي مرحمت فرمائین۔ بعض دیسی جنٹلمین اور خاصکر کے نواب مختارالملک مرحوم نے گرجا کے قیام کے لئے سالانہ عطیہ

گرجا گھر — بیتیال

مقرر کردیا۔ جب سنہ ۱۸۷۷ میں وہ بنکے تیار ہوا تو ڈاکٹر نے مدارالمہام سے پھر دوبارہ درخواست کي کہ ۳۰۰ ایکر زمین جس پر وہ قصبہ آباد کیا گیا ہے لوگون کے فائدے اور نیز گرجا کي محافظت کے لئے سرکاری محصول سے بری کردی جائے چنانچہ سرسالارجنگ نے اپنی کشادہ دلی اور بلند حوصلگی سے جیسے ہندو اور مسلمانون کو معاف کیا کرتے تھے، اوسکو بھی معاف کردیا۔ ڈاکٹر شیشادری اُس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو پشت در پشت سے نظام کے ملک میں بسا ہوا تھا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اسکا خاندان بھی ایک مدت سے ہندو خانقاہ کا موروثی مالک چلا آتا تھا۔ جو بیتیال سے ساتھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اوسکے عیسائی ہونے کي وجہ یہ ہوئی کہ اوسکو انگریزی سیکھنے کا بچپن سے شوق تھا۔ ہرچند کہ اسکو انجیل کي تعلیم دیگئی۔ لیکن اس کو اس سے دلچسپي نہین تھی وہ فقط زبان کي خواہشمند تھا۔ اس نے پونا اور بمبئی میں انگریزی تعلیم پائی تھی۔ چند روز تک تو وہ اُن وعظون کو سنتا رہا جو مذہب عیسوی کے خلاف ہوا کرتے تھے۔ اور اپنے تئین ہندو مذہب کا سخت طرفدار سمجھتا تھا۔ لیکن بعد میں رفتہ رفتہ اسکو معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مذہب اوسکے عقاید کے موافق ہے تو وہ مذہب عیسوی ہی ہے اس لئے اسنے فری چرچ آف اسکاٹلنڈ میں سنہ ۱۸۴۳ع میں بپتسما لیکر علم الٰہیات کے کلاس میں داخل ہوا۔ اور سنہ ۱۸۵۱ میں پادری بنگیا۔

—— ❀❀❀ ——

پائیتھن

پائیتھن ضلع اورنگ آباد میں امباجوگائی سے شمال و مغرب میں تقریباً پچاسی میل پر دریائے گوداوری کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔ ہندو پائیتھن کو نہایت متبرک جگہ سمجھتے ہین۔ اسکے متعلق بہت سے تواریخی قصے ہین۔ اسکی صناعی کي شان و شوکت ایک مدت ہوئی کہ مفقود ہوگئی ہے۔ اور موجودہ شہر قدیم شہر کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ قلعہ کي دیوارین جو جنوبی و مغربی زاویہ میں بہت

ونجی اونچی ہین تمام منہدم ہوگئی ہین۔جہان پہلے سالی واہانا کا مندر تہا وہان اورنگ‌زیب نے ایک مسجد بنادی ہے جسکی دیوارین منہدم ہوگئی ہین۔قدیم مکانون کے بہت سے منقش تختے نہایت عمدہ اور قابل دید ہین۔ دروازون پر جو عمدہ نقش و نگار کیا ہوا تہا اوسکے بعض ٹکڑے نقشہ ٢٢ مین بتلائے گئے ہین۔ان مندرون کي ساخت بالکل سادی ہے اور قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ حال کے زمانہ کي ہین لیکن ہندؤنکا کہنا ہے کہ اُنمین سے بعض مندر سالی واہانا کے بنائے ہوئے ہین۔ان مندرون مین تین مندر شموا کے ہین اور دو ایکناتہہ کے۔یہ ایکناتہہ ہندؤن مین یہان ایک شخص مقدس گذرا ہے۔جو دریاے گوداوری مین سنہ ١٥٩٩ع مین عمداً ڈوبگیا اور اسکے علاوہ اسکے دوسرے مندر دوسرے دیوتاؤن کے ہین۔ان سب مین واشمناوا مندر جو وجایا پینڈورنگ کا ہے بہت بڑا ہے۔ اور اسکے ساتہہ بہی ایکناتہہ کا نام ملا ہرا ہے۔اس مندر کے مشرقی دروازے پر گیارہ کتبہ ہین جن مین لکہا ہوا ہے کہ ایکناتہہ دیوتا وِتہل کا اوتار تہا۔اسکی تعلیم مؤرث خوشی تہی۔کرشنا خود آپ اوسکا خدمتگار ہوگیا۔اسنے اپنے پاؤن کي ٹہوکر سے بہت سے استدراج کئے۔اسنے راماینا۔ رکمنی۔سویام‌وارا اور دوسری کتابون کا دیسی زبان مین ترجمہ کیا ہے۔اور جو شخص ہر روز ایکناتہہ کي تعریف پڑھتا ہے جیسا کہ یہان کندہ کیا ہوا ہے ہمیشہ خوش و خرم اور سرسبز وآباد رہیگا اور جذاردہن یا رشنو کا مورد عنایات رہیگا۔ پائٹن کو منگی پائٹن بہی کہتے ہین۔جو کسی زمانہ مین اندہرا راجاؤن کا پائیے تخت تہا جو سنہ عیسوی کے ابتدا مین بڑے مقتدر گذرے ہین۔انکے تیس شہر تہے تمام شہر پناہون سے محصور۔اور وہ جنگ کے میدان مین ایک لاکہہ پیدل دس ہزار سوار اور ایک ہزار ہاتہی لاسکتے تہے۔انکا تخت بعد مین دہاواکاٹاکا ہوا تہا جسکو اب بہجواڑا کہتے ہین۔انکی حکومت تمام تلنگانہ اور شمالی دکہن پر پہیلی ہوئی تہی۔ ہرپلس کا مصنف جو ارتہرین سی کا رہنے والا تہا بیان کرتا ہے۔"کہ دکہن مین پائٹانا جو باروگازا (بہروچ) سے بیس دن کے فاصلہ پر ہے ایک بڑی تجارت گاہ ہے۔اور نیز تگارا جو وہان سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر مشرق مین دوسرا شہر ہے وہ بہی ایک ویسی ہي تجارت گاہ ہے۔ان دونون شہرون سے واگنون کے راستہ بارگوزا اور نیز دوسرے قطعۂ ملک مین پائٹن سے ایک قسم کا پتہر جسکو اونکس کہتے ہین لایا جاتا ہے۔اور تگارا سے اقسام کا سن کا کپڑا۔طرح طرح کي ململ۔پگڑیان۔دوسرے رنگین کپڑے بہت سی تجارتی اشیا سواحل کے اضلاع سے جو وہان آتي ہین انکی زیادہ قدر ہوتی ہے۔اور ہندوستان کے اکثر ملکون کو بہیجی جاتی ہین۔اونکس پتہر ابتک ارسکے اطراف مین گوداوری کے کنارے پر نکلتا ہے۔لیکن وہ عمدہ نہین ہوتا۔تگارا کو لاسن اور یول نے گلبرگہ مین داخل کیا ہے اور ہم نے اورنگ‌آباد مین۔لیکن اوسکی تحقیقات اوسوقت پر ہوسکتی ہے جب کوئی قدیم کتبہ وغیرہ نکلے۔اگر اوپر کے بیان سے جغرافی فاصلہ تقریباً انگریزی چوہتر یا ستاسی میل کا شمال و مشرق مین لیا جائے تو برار کے شہر میکار کو جایا جاتا ہے۔ جہان کوئی قدیم پائے تخت نہین ہے۔روضہ جہان قدیم شہر کے آثار ہین اور جو ایلورا کے غارون کے قریب واقع ہے۔ وہ اس فاصلہ سے کوئی نصف ہے۔ اگر یہہ جگہہ یعنے روضہ چہوڑ دیاجائے تو دوسرا صرف یک جونار ہے جو میکار کے فاصلہ کے ساتہہ مطابقت کرتا ہے۔لیکن وہ مغرب و جنوب مین واقع ہے۔جونار مین یہ خوبی ہے کہ وہ ساحل کے بہت نزدیک ہے۔ کہتے ہین کہ بڑا راجہ سالی واہانا کہ جس کي سلطنت سے "سکا" کا سن شروع ہوا ہے۔ یہین پیدا ہوا اور پہلی صدی مین یہین سلطنت کي۔ اسکی سلطنت سکا کے ٢٩٤ تک (٣٧٢ع) قایم رہی ہے۔ اوسکا جانشین ایک برہمن راجا تہا جسکی سلطنت کا بانی سدرا کا ہے جسکا خاندان ٥٨٨ برس سلطنت پر قایم رہا ہے اوسکے بعد سکا ٨٨٢ مین بالی ورنہ نے ایک راجپوت سلطنت قایم کي جو سکا ٩٣٦ تک رہی پہر ایک گونڈ راجہ کو بادشاہت ملی اس نے دیوگڑہی کو اپنا پاے تخت بنایا وہان اسکی بادشاہت کل بیس برس رہی اوسکے بعد ایک

نقشہ ٢٢ — لکڑے پر نقش کے نمونے پائٹن

بہمن بادشاہ ہوا اور پانچ برس تک حکمرانی کی۔ سالی وہانا کی نسبت بہت سی حکایتین بیان کی جاتی ہین لیکن انمین سے جو زیادہ مشہور ہے اور عام طور پر مانی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک برہمن کی لڑکی تہی نہایت خوبصورت و حسین۔ ایک روز وہ دریاے گوداوری پر پانی بہرنے کے لئے آئی۔ وہان سانپون کا بادشاہ جسکو شیش کہتے ہین اسپر عاشق ہوگیا۔ اگرچہ وہ ہنوز عورتون مین شامل نہین ہوئی تہی لیکن باوجود اسکے شیش کی خدائی طاقت نے اوسکو حاملہ کردیا۔ جب اوس کے اقربا کو اوسکے حمل کی خبر ہوی تو اوسکو مکان سے نکال چہوڑا۔ وہ دوسرے مکانون مین نوکری کرکے اپنی اوقات بسری کرتی تہی۔ جب حمل کی مدت تمام ہوی تو سالی وہانا پیدا ہوا۔ اسیوقت سے معلوم ہوتا تہا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ اسوقت مالوے مین ایک بڑا راجہ بکرماجیت نامی تہا۔ اسکو نجوم کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا تہا کہ وہ ایک دو سالہ لڑکے کے ہاتہہ سے مارا جائیگا۔ اس نے اسکی جستجو شروع کی۔ اور سالی وہانا کا سراغ لگا کے اوس سے جنگ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج کے ساتہہ پائٹن آیا جہان سالی وہانا تہا۔ سالی وہانا کی خدائی طاقت کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہورہے تہے۔ چنانچہ جب بکرماجیت سے لڑائی شروع ہوی تو سالی وہانا کہیل کے طور پر مٹی کے پتلے گہوڑے اور ہاتہیان بنا کے کنوین مین پہینکتا تہا اور اوس مین وہ جاندار ہوکر بکرماجیت کے مقابلہ کے لئے نکلتے تہے۔ غرض بکرماجیت مارا گیا اور اسکی فوج منہدم ہوگئی۔ وہ کنوان جس مین اوس کے پتلے پہینکنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے بالفعل مسلمانون کی ایک مسجد کے صحن مین بتلایا جاتا ہے لیکن بکرماجیت اور سالی وہانا کے جنگ کی داستان مشتبہ نظر آتی ہے۔ کیونکہ مالوے کا عظیم الشان راجہ بکرماجیت کا سن ۱۳۶ برس پیشتر سالی وہانا کے ہے۔ شاید سالی وہانا نے کسی دوسرے اوجین کے راجہ کو شکست دی ہو نہین کہ بکرماجیت کو جو سمت کا موجد ہے۔ جین لوگون کا قول ہے کہ سالی وہانا نے انکا مذہب قبول کرکے بہت سے برہمنون کے مندر برباد کردئے تہے۔ وہ ان عالمون کی جو پائٹن مین اوسکے دربار مین حاضر ہوتے تہے نہایت قدر و منزلت کرتا تہا۔ لیکن اوس کے ساتہہ یہ بہی کہا جاتا ہے کہ وہ برہمنون پر سخت ظلم کرتا تہا اور ان کی لڑکیون کو زبردستی چہینتا تہا۔ چنانچہ انمین سے ایک برہمن کی لڑکی نے جسکو اوس نے جبر سے چہینا تہا۔ خدائی اوتار لے کے اس کو گوداوری مین ایک سانپ کے بانبی مین گہسنے پر مجبور کردیا جہان وہ غرق ہوگیا۔ اور برہمن لوگون کو اس کے ہاتہہ سے نجات ملی

ریاست نظام مین پائٹن سب سے زیادہ قدیم شہر ہے آسو کا راجہ کے ایک کتبہ سے جو سنہ عیسوی کے ۲۲۶ برس پیشتر کا ہے پائٹن کے شہر کی قدامت ظاہر ہوتی ہے لیکن ہندو اوسکو اور زیادہ قدیم بتلاتے ہین اور کہتے ہین کہ برہما جب تمام عالم کو پیدا کرچکا تو مقدس دریاے گوداوری کے کنارے یہ جگہ اپنے رہنے کے لئے پسند کی اور وہان پائٹن کا شہر بنایا۔ غرض برہما کے بعد یہان جو عظیم الشان راجہ ہوا ہے وہ سالی وہانا ہے۔

———

سان کہیڑا

پائٹن سے شمال و مغرب مین گوداوری کے اٹہارہ میل اوپر سان کہیڑا واقع ہے یہ کسی زمانہ مین بہت بڑا شہر تہا لیکن اب بالکل ویران ہوگیا ہے اوسکے اطراف مین قدیم

سان کہیڑا مین قدیم مندر (نقشہ ۲۳)

مندرون کے کچہہ کچہہ آثار پائے جاتے ہین۔ سان کہیڑا مثل ایک پہاڑی جزیرہ کے ہے۔ جس پر ایک چہوٹی سی خانقاہ ہے۔ یہ خانقاہ زمانۂ قدیم مین ایک گوسائین کا مکان تہا۔ اوسکے ساتہہ کنارے پر ایک دہرم شالا ہے اور ندی کے نیچے نرسنہا کا ایک چہوٹا سا مضبوط مندر ہے جس مین اسیوقت پر جایا جاتا ہے جب دریا پایاب ہوتا ہے (نقشہ ۲۳) دریا اور قصبہ کے درمیان دوسرا ایک مندر شیوا کا ہے۔ جسکی اصلی تعمیر مین بہت کچہہ ردو بدل ہوگیا ہے۔ لیکن اوسکے اندر کی عبادتگاہ۔ ستون۔ اور نیز دوسرے بعض مقامات کوئی آٹہہ سو برس پیشتر کے ہین۔ (نقشہ ۲۴) ستونون کی اصلی حالت مین کچہہ فرق نہین آیا۔ انمین سے چار منڈپ کے نیچے ہین اور باقی دوسرے مقامون پر۔ جو ستون منڈپ مین ہین انکا جواب دیوارون مین ہے چنانچہ نقشہ ۲۵ سے ان کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

سان کہیڑے سے شمال مین چہہ میل پر سندرواڑا ہے جو ایک مشہور شہر ہے اور سندرواڑے سے آٹہہ میل پر اورنگ آباد اور احمد نگر کے درمیان والوج ہے جو سان کہیڑے سے تقریباً آٹہہ میل دور ہے۔

مان کھیترا کا مندر ستون اور اسکا جواب (نقشہ ۲۵)

بیڑ

ریاست حیدرآباد کے اکثر اضلاع کے مطابق ضلع بیڑ مین بھی جو قسمت اورنگ‌آباد مین واقع ہے اوسی نام کا ایک بڑا شہر ہے-جسکی آبادی ۱۸۹۹۴ ہے اور اوسکے ضلع کی آبادی ٦۴۲۷۲۲-بیڑ دریاے بنسورا کے بائین کنارے پر اوس بڑی سڑک پر واقع ہے جو بارسی سے اورنگ آباد کو جاتی ہے-دونون یعنے اورنگ آباد و بارسی کے درمیان کوئی پچاس پچاس میل کے فاصلہ سے واقع-اور بارسی روڈ اسٹیشن سے جو جی-آئی-پی-ریلوے لائین پر ہے ۴۸ میل پر اور احمدنگر کے برابر مشرق مین-اگرچہ بیڑ بہت قدیم شہر ہے لیکن اسکی تاریخ کا کہین پتا نہین ملتا-بجز اسکے کہ وہ چالکیان راجاؤن کے جو کلیان مین حکمران تھے ایک خراج گزار کا پائے تخت تھا-اور پھر رفتہ رفتہ وہ دولت‌آباد کے یا داواس راجاؤن کے ماتحت ہوگیا-بیڑ اُن اضلاع مین سے ایک تھا جو محمد تغلق کے زیر حکومت تھے-چنانچہ سنہ ۱۳۴۲ع مین وہ خود یہان آیا ہوا تھا اور اسیکے قریب اوسنے نہایت شان و شوکت کے ساتھہ اپنے ایک دانت کو جو نکلوایا گیا تھا دفن کیا تھا-اس دانت کی قبر ابتک موجود ہے اور نہایت احتیاط سے رکھی گئی ہے-بیڑ بعض قسم کے چرمی سامان کے لئے مشہور ہے—

مومن آباد

قسمت اورنگ‌آباد مین بیڑ کے ضلع مومن‌آباد ایک چھوٹا سا شہر ہے سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ بلند ہے-اور بارسی روڈ اسٹیشن سے شمال و مشرق مین اٹھتھر میل-اور بیدر سے شمال و مغرب مین نوے میل پر-سنہ ۱۸۱۷ع سے وہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے اور اس سے تھوڑے فاصلہ پر شمال و مغرب مین امبا جوگائی کا بہت قدیم شہر ہے-جس کے قدیم قلعہ کے بروج مین بہت عمدہ اور پرانے مندر موجود ہین-امبا جوگائی جائی بالا کا جو کلیان کے راجاؤن کا ایک بڑا باجگزار تھا پائے تخت تھا-لڑائیون مین اور غالباً سنہ ۱٦۲۹ع کی لڑائی مین اسکو بہت بڑا نقصان پہونچا-کیونکہ اس بیقاعدے زمانہ مین اسکے بہت سے مندر برباد ہوگئے-اوسکے ایک برج مین تیرہوین صدی کا ایک مندر ہے جو برج سے پیشتر بنا ہوا ہے اس مندر مین تین برآمدے ہین اور ایک عبادت گاہ اور اوسکے رخ پر ایک چھوٹی سی ڈیوڑھی-اسکے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ۳۷ فیٹ ۳ انچ کا فاصلہ ہے-اوسکے دروازے کے اوپر معمولی طور پر ایک ناگ کا سر ہے-منڈپ کی چھت کے اوپر ہندوانی طرز کا ایک سادہ گنبد ہے اور مغربی برآمدے کے جنوب مین سنگ مرمر کی سل پر ایک کتبہ ہے جسپر سکا کا ۱۱٦۲ سن کندہ ہے-یہ سن سنگھانا یا سمہا کے زمانہ کا ہے جو دیوگری کا (سنہ ۱۲۱۰-۱۲۴۹ تک) تیسرا یا داوا راجہ ہوگیا ہے-شہر کے درمیان یک دالان ہے جسکو چوباری کہتے

ہین- یہ ۱۱ فیٹ اور ۸ اِنچہ مربع ہے-اسکی چہت کے نیچے آٹہہ ستون ہین اور ایک نہایت خوبصورت گنبد-ستونون کي وضع ہیماد پنتی کي ہے-جسکے کگرون پر دو دو اور چار چار ہاتہہ کي چہوٹی چہوٹی تصویرین ہین-گنبد کے دروازے کے پڈاو کے اوپر پانچ قطارین نوکدار نقش و نگار کي ہین جن مین چوبیس مورتین ہین اور ہر ایک کے نیچے ایک ایک تصویر-اور دوسری اتنی ہی دیبیون کي بیٹہی ہوئی مورتین ہین اسکے باہر کي کارنس نیچے سے ملکر جڑگئی ہے-اور دوسرے کنارے پر ''گدائی'' کي قطار ہے-یہ عمارت بالکل اون چہوٹے مندرون کے منڈپ کي سی ہے جو بارہوین یا تیرہوین صدی مین بنی ہین-شہر کے شمال مین بعض منہدم مندرون کے آثار پائے جاتے ہین-سڑک کي طرف پُل کے قریب
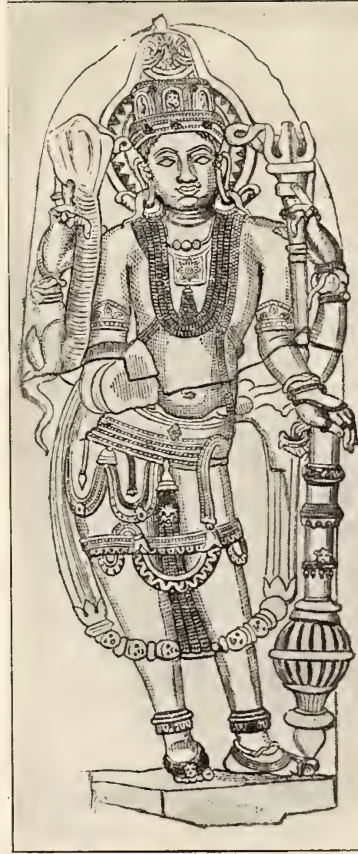
شیوا (نقشہ ۲۰)

مومن آباد سے کسیقدر مغرب مین شیوا کي ایک بڑی مورتی ہے (نقشہ ۲۰) یہان بہت سے برہمنی اور جینی مندرون کے غار تہے-انمین سے اب صرف ایک باقی رہگیا ہے جو بالکل کامل ہے اور جسکو جوگائی سبہا منڈپ کہتے ہین-یہ منڈپ موجودہ شہر کے باہر ہے شمال و مغربی جانب مین (نقشہ ۲۱) اوس

جوگائی سبہا منڈپ (نقشہ ۲۱)

چٹان مین کہدا ہوا ہے-جو شمال و مشرقی کونے سے مشرق مین جہکی ہوئی ہے-اسکی مغرب مین ایک ذرا سے فاصلہ پر چانچاول ہے اور یہ دونون پہلو بہ پہلو ہین-درمیان مین فقط ٦ فیٹ کا فاصلہ ہے-اور گانو کے باہر دوسرے مندر کے کہنڈر ہین-جن سے پایا جاتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ عیسوی کے کسیقدر بعد کے ہین—

داروز

داروڑ ایک قلعہ اور ایک چہوٹا سا شہر ہے جو ضلع بیڑ مین شہر بیڑ سے جنوب و مغرب مین اور امباجوگائی سے مغرب مین بیس بیس میل پر واقع ہے- داروڑ کا قلعہ جسکی شکل مستطیل ہے- شہر سے ایک فرلانگ پر ہے-اور نہایت مضبوط پتہر کا- اور اوسکے اطراف ایک عمیق خندق ہے-یہ قلعہ کسی زمانہ مین بیجاپور کي سلطنت کي سرحدی چوکي تہی—

ناندر

قصبہ اورنگ آباد مین ضلع ناندر کا خاص شہر ہے جسکي آبادی ۱۳۱۰۵ اور اس کے ضلعہ کي آبادی ٦۰۳۲۰۵۲۹ ہے- یہ شہر حیدرآباد سے شمال و مغرب مین تقریباً ۱۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور گوداوری کے شمالی کنارے پر اوس بڑی سڑک پر واقع ہے جو حیدرآباد سے ہنگولی کو جاتی ہے-یہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے جو سرحد برار سے بیس میل پر اور ناندڑ سے پچہتر میل پر ہے ناندڑ کي آبادی کا بڑا حصہ سکہون کا ہے—

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر ایک بادشاہ کا پایہ تخت تہا جو عیسوی چوتہی صدی کے اوسط مین حکمران تہا-لیکن اب وہ سکہہ گرو گوبند کي جو نانک کا ایک پوتا تہا-یادگار مین مشہور ہے-یہ نانک سنہ ۱۷۰۸ع مین مقتول ہوا تہا سنہ ۱٦۰۳ع مین ملک عنبر نے شہنشاہ اکبر کے سپہ سالار سے ناندڑ ہی کے قرب و جوار مین شکست پائي تہی-سنہ ۱٦۳۱ع مین جب معلی سپہ سالار کو حکم ہوا کہ بیجاپور جاکے عادل شاہ سے جبراً خراج وصول کرے تو وہ ناندڑ ہی کے راستہ سے گیا تہا جب وہ یہان پہونچا تو قلعہ قندہار کے دیکہنے کے لئے چند روز یہان ٹہرا یہ قلعہ ناندڑ سے شمال و مغرب مین چبیس میل پر بنا ہوا ہے-گرو گوبند کي نسبت مورخ خفی خان کہتا ہے کہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب بہادر شاہ نے حیدرآباد کو کوچ کیا تو گرو گوبند جو بانئی مذہب سکہہ نانک کا ایک پوتا تہا اوس کے ساتہہ شریک ہونے کے لئے دو یا تین سو نیزہ دار سوارون اور تہوڑے سے پیدلون کے ساتہہ آیا-بہادرشاہ کہتا ہے کہ گرو گوبند کي عادت تہی کہ وہ دنیا دارون مذہبی جنونیون اور نیز اقسام کے

مویشیون کا میلہ — ناندڑ

لوگون کو وعظ سنایا کرتا تھا۔ ایک روز ایک افغان جو اکثر اس کے وعظ مین آیا کرتا تھا مجلس مین بیٹھکے اس کا بیان سن رہا تھا کہ اتنے مین گرو کی زبان سے بعض ایسے الفاظ نکلے جو ایک دیندار مسلمان کو بد معلوم ہون۔ انہین سنتے ہی افغان غضبناک ہوگیا — اور اسیوقت بلالحاظ گرو کے فضل و کمال کے چھری بھونک کے اوسکو مار ڈالا —

جس مقام پر گرو گوبند مارا گیا وہان ایک سکھہ کالج ہے۔ ناندڑ مین گرو کی قبر اور اوسکا مندر دونون دیکھنے کے قابل ہے۔ مسٹر کوسنس حسب ذیل بیان کرتا ہے کہ مین ایک روز مغرب کی نماز کے وقت اس مندر کو دیکھنے گیا۔ جب صحن مین پہونچا تو مجھہ سے جوتے اوتار نے کی درخواست کی گئی۔ مین نے جوتے اوتارتے اوتارتے دیکھا کہ اکثر لوگ جو بندگی کے لئے وہان آتے ہین۔ مندر کے اطراف کی سیڑھیون پر چڑھنے کے پیشتر ایک چھوٹے سے مربع حوض مین ہاتھہ پانو دھوتے ہین اور پھر اوپر جاتے ہین۔ گرو کی قبر اس مندر کے بیچ کے مربع کمرے مین ہے اور اوسکے چارونطرف چار چاندی کے پترون سے

ناندڑ کے نزدیک مقبرے

سکھونکا مندر — گرو دادا — ناندڑ

دریائی گودا ری پر کا نظارہ — ناندیر

منڈھے ہوے دروازے ہین—اور ایک چھجہ دار برآمدہ بڑے بڑے ستونون پر ہے—اوس مین پردے اور چلمنین لٹک رہی ہین—جس مین قبر کے تینون جانب بند دروازون کے مقابلہ مین قالین بچھے ہوئے ہین اور قالینون پر تپائیان ہین جن پر ریشمی غلاف چڑھے ہوے ہین اور انپر گرنتھ کي جو انکی مذہبی کتاب ہے پانچ نقلین دہری ہین — اور چوتھی طرف کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور اسکے سامنے بہي ویسی ہي ایک بڑی کتاب کہلي پڑی ہوی ہے—اور ایک پوجاری تپائی کے نیچے پانو رکہکے بیٹھا ہوا نہایت غور سے اسکا مطالعہ کررہا ہے—ایک طرف دو سپاہی بندوق ہاتھہ مین لئے ہوئے پہرے پر کہڑے ہوے ہین تاکہ غیر شخص کو جسکي نسبت کسی قسم کا شک ہو اندر نہ آنے دین اور دوسری طرف ایک جماعت گویون کي ستار اور جہانجہ بجاتے ہوے بیٹھي ہے—یہ راگ چند مغرب کے لوگون کو پسند نہین لیکن حقیقت مین مثل اور دیسی باجون کے کچھہ بُرا نہین—کبہی کبہی بعض قوال اسکے ساتہہ آہستہ آہستہ کچھہ گاتے بہي جاتے ہین—دو پیتل کے شمعدان جس مین بہت سی بتیان ہین قالین پر گرنتھہ اور ممبرے کے دروازے کے بیچ مین رکہے ہوے ہین—جب یہہ شمعین روشن ہوین تو وہان کا نظارہ نہایت خوش آئند ہوگا — معبد کے دروازے کے ایک طرف بہت سی دو دہاری تلوارین نیامون مین بند کہڑی ہوئی ہین—جو منت مین چڑہائی گئی تہین—اور دوسری طرف فولاد کے بکتر اور دوسرے ہتہیار ہین—لمبی تلوارون کے پہل اچھي طرح سے صیقل کئے ہوئے ہین—دروازے کي چوکہٹ کے اوپر ایک طرف پیتل کے گہنٹے لٹک رہے ہین اور دوسری طرف نرسنگے—یہ نرسنگے ویسے ہی بجائے جاتے ہین کہ جیسے ہندوؤن کے سنکھہ—تیل کي دہندلی روشنی نے اوسکے تمام آویزون قالینون اور ریشمی غلافون وغیرہ کو دہندلا کردیا ہے—

جب اُن بتیون کي روشنی جلادار فولاد اور پیتل کے گہنٹون اور چاندی کے دروازون پر پڑتی ہے تو اونکی اورہی کیفیت ہوتی ہے—لمبي لمبی ڈاڑھیون والے واجب التعظیم سکھہ فقرا گہرے رنگ کے نیلے کپڑے جسم مین پہنے ہوے بڑے بڑے ڈوپٹے سر پر باندھے ہوے—اور فولاد کے حلقے اور مراتب کے نشان لگائے ہوے قبر کو سجدہ دیکے طواف کرنے لگے اسوقت گہنٹون ستارون اور گیتون کي آواز کے ساتھہ ہي سب دروازے کہل گئے اور چنور بردارون نے دونون طرف اپنی اپنی جگہہ پر کہڑے ہوکر اپنے چاندی کے سکہتلون کو زور سے جہولانا شروع کیا—قبر دہندلی روشنی مین برابر دکہلائی نہین دیتی ہے—اوسپر ایک ریشمی غلاف احتیاط سے لپیٹ کے رکہا گیاتہا—پہر ایکبارگی دروازے بند ہوگئے—اور پہر چند منٹ کے بعد کہلے—قبر کے اطراف بخور جلایا گیا—مین نے دیکہا کہ قبر کے اوپر اور اوسکے اطراف کوئی پانسو انواع و اقسام کے ہتیار دہرے ہوے تہے—فقیرون

نے گانا شروع کیا اور پھر دروازے بند ہوگئے—گرنتھ کي کتابین بند کر کے رکھدي گئیں اور مغرب کي عبادت ختم ہوی

نانڈڑ کسی زمانہ مین بہت مستحکم تھا — لیکن اب قریب الانہدام ہے —

—*—

قندہار

قندہار کا قدیم قلعہ نانڈڑ سے جنوب و مغرب مین پچیس میل پر ہے — اور کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ مین وہ سوما دیو نامی راجہ کا پاے تخت تھا— جو چوتھی صدی عیسوی مین حکمران تھا— وہ ایک لڑائی مین منہدم ہوکے مارا گیا— اوسکا جانشین اوس کا ایک لڑکا ہوا جو اس کے انتقال کے بعد پیدا ہوا تھا— اوسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اسی نے ورنگل کے کلیان راجاؤن کا سلسلہ قایم کیا تھا — غرض شاہي افسر نے جو حاکم قلعہ تھا — قندہار کا قلعہ پہلے بہمنی پادشاہ کے حوالہ کردیا اس کے بعد سنہ ١٦٣٠ع مین مغلون نے نذر خان کے زیر کمان اس کا محاصرہ کیا لیکن محاصرے کے پیشتر نظام شاہي سپہ سالار سرفراز خان نے قلعہ اور شہر کے درمیان اس سے ایک سخت جنگ کي لیکن مغلی فوجین غالب آئین اور سرفراز خان کے بہت سے لوگ مارے گئے—اور باقي کے فرار ہوگئے اس کے بعد ہرچند عادل شاہي اور نظام شاہي جدید فوجین قلعہ کي مدد کو آئین—لیکن نذر خان نے انہین پس پا کرکے سرنگ کے ذریعہ سے قلعہ کي فصیلون کو بہت کچھ نقصان پہونچایا— جب گیریسن نے دیکھا کہ اب مقابلہ بیکار ہے تو قلعہ خالی کردیا—یہ محاصرہ کل ساڑھے چار مہینے رہا—

—*—

ہنگولی اور آونڈھا

ہنگولی جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے نانڈڑ سے شمال مین چالیس میل پر ضلعہ پربھنی مین ہے اور اسکي آبادی ١١٩٦٦ کي ہے—یہ ایک روئی کا بڑا بازار ہے اس کے شمال و مغرب مین چودہ میل پر آونڈھا کا قصبہ

سکھون کا مندر — نانڈڑ

نانڈڑ بازار

اؤندہا نہایت عمده موقع پر آیا ہوا ہے اسکي زمین نہایت ہموار اور اچہي مزروعہ ہے اور اسکے اطراف پہاڑیان — لیکن اسکے جنوب و مشرق مین راستے کسیقدر بلند اور نا ہموار ہین — کیونکہ اس طرف کا ملک بہ نسبت اوسکے زیاده نشیب مین ہے — اور معلوم ہوتا ہے کہ وه ایک نہایت قدیم جگہہ ہے — کیونکہ وہان کي زمین مین قدیم آثار کثرت سے پاے جاتے ہین — چنانچہ وہان کي دیوارین بہ نسبت اُن منہدم دیوارون کے جو اطراف شہر کے ہین بہت ہی پراني معلوم ہوتی ہین —

—— :o: ——

اورنگ آباد کی تعمیرات کا بیان

ضلع اورنگ آباد کي تعمیرات کي وضع زیاده تر کے انڈوآرین اور چالوکین ہے لیکن اوسکے ساتہہ جین — دریویڈین — اسلامی پٹہان اور مغلی وضع کي عمارتین بہي موجود ہین —

انڈوآرین طرز — انڈوآرین مندر جو اس ضلع مین ہین — انکي تعمیر مین ڈریویڈی وضع بہی بہت داخل ہو گئي ہے — حقیقت مین یہ دونون طرز گویا آپس مین الٹ پلٹ ہوگئے ہین — چنانچہ جو قدیم اور عمده مندر سہور واقع تعلقہ بائزاپور مین ہے — اوسکي وضع کچہہ تو سکرا کے مندر کي سي ہے — اور کچہہ اوریسا کے مندرون کي سی — سکرا کے مندر مین ہر ایک چیز مکرر سکرر بنائي گئی ہے مثلاً اوسکے برآمدے کي سقف مین برج کو پہونچنے تک کئي درجہ ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہین اور یہ طرز گیارہوین صدی کي ہے — دوسرا ایک مندر کائیگاؤن گوداوری مین انڈوآریا کي وضع کا ہے — جو رامیسور مہادیو کا کہلاتا ہے یہہ مندر سنہ ۱۷۷۲ مین مہاراجہ سیندھیا کے حسب درخواست جب کہ اسکو وہان سے گذرنے کا اتفاق ہوا تعمیر ہوا تہا — اس مندر کے نیچے کا حصہ تراشے ہوئے پتہر کا ہے — لیکن اوپر کا حصہ چونے اور اینٹ کا — حقیقت مین یہ ایک عمده تعمیر ہے — اور اس مین بہي سکرا کي وضع اختیار کي گئي ہے اسکے برآمدے اور منڈپ پر جو صدر کے رخ پر ہین انڈوسارا سینک وضع کے گنبد ہین —

ایلورا کي مشہور پہاڑیون سے مغرب مین کوئي پونے میل پر ایک قصبہ اسی نام کا ہے جس مین عمده مندر انڈوآریا کی وضع کا حال ہی مین تعمیر ہوا ہے —

ہے جہان مہادیو کے ایک بڑے مندر کے کہنڈر ہین — یہ مندر پتہر کا ہے اسکا پایہ اور اسکي دیوارین تمام منقش ہین — کہتے ہین کہ اس کے اوپر کے حصہ کو اورنگ زیب نے برباد کردیا تہا — لیکن دو سو برس کے پیشتر کسی متمول ہندو نے اسکي کسیقدر مرمت کي — اوسکے پایہ پر جو نقش و نگار ہے وه بالکل ایلورا کے کائلاسا کے غارون کا سا ہے — مسٹر کوسنس اس مندر کي نسبت لکہتے ہین کہ آؤندہا مین ناگناتہہ کا مشہور مندر ہے — جسکا کسیقدر حصہ مرمت کیا گیا ہے — باقي کا حصہ جسکي وضع اور تعمیر وغیرہ کلیان جنکشن کے پاس جو قدیم مندر امرناتہہ کا ہے اس سے بالکل مشابہت رکہتا ہے — امرناتہہ کا مندر نوین صدی کا بنا ہوا ہے اسلئے گمان کیا جاتا ہے کہ غالباً یہ بہی اوسی زمانہ کا ہوگا — یہہ مندر شہر کے جنوب مین شہر پناه کے باہر ہے اسکي دیوارین سیاه پتہر کي ہین جن کے حصہ پر نقش و نگار کیا ہوا ہے اور اوپر کا حصہ ساده اور بد نما چونے کا — معبد کي زمین بہ نسبت دالان کے بالکل پست ہے اس لئے مہادیو کا لنگ دروازے پر سے صاف نظر نہین آتا —

مہادیو کے لنگ جو تمام ہندوستان مین پہیلے ہوے ہین انمین سے ملک نظام مین فقط دو لنگ ہین ایک یہان اور دوسرا ایلورا کے غارون مین —

اوسکے نزدیک دوسرا ایک چہوٹاسا مندر ہے فقط اینٹون کا بنا ہوا — یہ مندر زمانۂ قدیم کے فن تعمیر کو ظاہر کرتا ہے — اوسکي شکل ستاره نما ہے اور اوس کے تیز کرکرے ذاب گویا پتہر ہی کے معلوم ہوتے ہین اس قسم کے مندرون کے آثار شمالی گجرات مین بہی پائے جاتے ہین — اس مین شک نہین کہ جس زمانہ مین پتہر تعمیر کے کام مین نہین لیا جاتا تہا — تو عمارتین فقط اینٹ ہی کي بنتي تہین اور اس سے پیشتر لکڑے کي — جسکے نمونے ابتک قدیم غارون مین موجود ہین —

اہلیا بائی کے مندر کا برج (نقشہ ٣٩)

یہ مندر بڑے ملہار راؤ ہولکر کے فرزند کھنڈیراؤ کي بیوی اہلیہ بائی نے بنوایا تہا (نقشہ ٣٩) سنہ ١٧٥٤ع مین کمبھیر کے محاصرے مین ملہار راؤ مارا گیا۔تو اس کا جوان پوتا اوس کا جانشین ہوا۔لیکن وہ بہی مسند نشینی کے بعد نو مہینے سے زیادہ نہین جیا۔اسلئے گورنمنٹ نے اہلیہ بائی کو مسند حکومت پر بٹہلایا۔یہ ایک نہایت لایق عورت تہی۔اور پوری کامیابی کے ساتہہ چالیس برس تک اسنے حکومت کي ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ ہولکر کے خزانہ پر قابض ہوئی تو منت کي کہ اس کا تمام روپیہ خیرات کے کامون مین صرف کرے۔چنانچہ اسکے مطابق اس روپیہ سے اس نے بہت سے دہرم شالے مذہبی مکانات کنوین اور مندر وغیرہ بنوائے۔جس مین سے مذکورۂ بالا ایک مندر ہے۔اہلیہ بائی کا انتقال سنہ ١٧٩٥ع مین ہوا۔

ایلورا کے قصبہ مین ایک مربع چشمہ ہے جسکے اطراف ایک دیوار اندر سے تقریباً ١٠ فیٹ اونچی ہے۔اور اس دیوار کے احاطہ مین چارون طرف ایک وسیع چبوترہ ہے۔اور اس چبوترے سے لگی ہوئی پانی تک سیڑھیان کٹی ہوی ہین اور سیڑھیون پر چار چہوٹے چہوٹے مندر ہین۔ہندو لوگ اس تالاب کو شموا سے منسوب کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ تالاب شموا کا مسکن تہا۔جہان وہ رہتا تہا۔اسلئے انکے نزدیک اس مین اشنان کرنا باعث برکت خیال کیا جاتا ہے۔ اس تالاب کے مشرق مین ایک احاطہ ہے جس مین ایک مندر ہے ٨٤ فیٹ لمبا اور ٦١ فیٹ چوڑا (نقشہ ٣٩) اس کا اندر کا دالان جس مین بہت سے کہمبے ہین ٢٥ فیٹ مربع ہے اور دالان کے تین طرف تین دروازے ہین اور دروازون کے باہر برآمدے جنکی چہت کے نیچے دو دو ستون ہین آٹہہ آٹہہ فیٹ اونچے۔اندر کے دالان کي چہت کے نیچے آٹہہ کہمبے ہین۔اور پیچہے کي دیوار سے ملے ہوئے چار۔یہ دالان مربع ہے اس کي پیمایش باہر سے ١١ فیٹ ٩ انچہ کي ہے اور وہ کسیقدر بلند چبوترے پر واقع ہے جو ہمیشہ ہندو مندرون کے منڈپ کا وسط ہوتا ہے۔

منڈپ کے پیچہے معبد کا پیش دالان ہے ١٠ فیٹ ٣ انچہ لمبا اور ٧ فیٹ ٩ انچہ چوڑا۔اور اس کے سامنے دو پتلے سے ستون ہین اور ایک دروازہ۔یہ معبد بہ نسبت اور مندرون کے معابد کے بہت بڑا ہے یعنے ١٦ فیٹ ٤ انچہ مربع اور اس مین کالے پتہر کا مہادیو کا ایک لنگ ہے نہایت عمدہ اس معبد کي زمین منڈپ کي زمین سے کوئی ڈہائی فیٹ نشیب مین ہے۔یہہ لنگ ایک یا جلاویدی مین کمال احتیاط سے رکہا گیا ہے۔اسکے داہنی طرف ایک نالی ہے جس سے اس لنگ کے دہوون کا پانی باہر کے تالاب مین جاتا ہے۔اس مندر کے باہر ایک تہہخانہ ساڑہے تین فیٹ اونچا اور چارون طرف سے کوئی چار فیٹ آگے نکلا ہوا ہے۔اس کے پیش دالان کے اوپر ایک دوسرا منزلہ ہے جس مین ایک چہوٹا سا معبد ہے اور منڈپ کي چہت پر سے اس مین جایا جاتا ہے بیچ کے دالان کے اوپر ایک بہت بڑی اونچی اور عمدہ تراشی ہوئی کماندار بیٹہک ہے۔اسمین ایک مورتی ہے۔اور مورتی کے دونون طرف دو چہوٹے چہوٹے کلس ہین اور کلسون پر دو چہوٹے سے اسلامی وضع کے گنبد۔اُسکے معبد کے اوپر ایک مربع اور گاودم برج بنا ہوا ہے۔اسکے اوپر جو بڑا گنبد ہے وہ دکہن کے اسلامی گنبدون سے مشابہت رکہتا ہے۔

چالوکي وضع۔اس وضع کے ستارہ نما مندر اس ضلع مین زیادہ نہین ہین۔لیکن جتنے ہین وہ نہایت خوبصورت ہین۔مثلاً سان کہیڑے مین جو دریاے گوداوری پر ایک قصبہ ہے اس وضع کے دو مندر ہین اور بائزاپور مین مہادیو کا ایک مندر۔اس ثانی الذکر مندر کي چہت گاودم ہے۔اور اوسکے سرے پر ایک چہوٹا سا گنبد اور ایک مینار ہے۔اور ایسا ہی ایک مندر بسار مین ہے جو سنہ ٦٩٤ع مین بنا ہے اوسکی پانچ سیڑہیان ہین اور اوپر کو ایک کمرنیچی گنبد اور ایک اونچا مینار ہے۔یہ وضع چالوکی مندرون مین بہت کم

پائی جاتی ہے۔اسکے مینار سادے ہین۔لیکن برج پر اقسام کے نقش و نگار ہین۔اس ضلع مین جو دوسرے مندر ہین وہ چندان قابل دلچسپی نہین۔پائٹن کي کہ جسکا بیان کہین درج ہوچکا ہے۔تعمیری خوبصورتی ایک مدت ہوئی کہ مفقود ہوگئی ہے۔

گوداوری کے پہاڑی کنارون پر جو سیڑھیان بنی ہوئی ہین انمین اکثر مقامون پر چہوٹے سے ترکي وضع کے کمرے ہین جنمین سے بعض کي شکل مندرون کي سي ہے۔دریاے گوداوری پرگنگل واڑی پائٹن اور دوڈالی کے درمیان تیس گہات ہین لیکن پائٹن کا گہات سب سے اچھا ہے۔یہ گہات سنہ ۱۷۲۴ع مین بنایا گیا اس کي سڑھیان بہت لمبی ہین۔ اور سڑہیون کے دونون طرف ہشت پہلو مینار ہین جن پر ایک ایک مندر ہے ان مین سے ایک مین ایک بیراگی رہتا ہے۔اور دوسرے مین گنپتی کي مورت ہے اسکے قریب پہاڑ کے اوپر کوڑی مات نامی ایک عمارت ہے۔

جین کي وضع۔جین کے مندرون مین ابتدا مین وہارا کے مربع کثیرالذاویہ چوک تہے جن کے اطراف چہوٹے چہوٹے کمرے معہ جین کي مورتیون کے تہے اور انمین ایک مربع یا مدور یا جناویدی جو سِکرا کي بناوٹ کي تہی۔جین کے مندرون کي قدیم وضع کي ایک اندرسبہا ہے جو ایک پہاڑ مین ایلورا کے غارون مین ہے۔یہ اندرسبہا سنہ عیسوی کے ۷۵۰ برس آگے کي بنی ہوئی ہے۔کالی کا مندر جو دولت آباد کے قلعہ کے دامن مین ہے جین لوگون کي دوسری عمارت ہے اس کا ایک بڑا حصہ مسجد سے متبدل ہوگیا ہے اور باقی حصہ کے سقف کے نیاچے ایک سو پچاس مربع ستون ہین جن مین نہایت عمدہ اور منقش مورتین کہدی ہوی ہین۔اجنٹا کے نزدیک آنوا مین بہی جین کي وضع کا ایک عمدہ مندر ہے اسکی عبادت گاہ اور مینار منہدم ہوگیا ہے۔لیکن اسکا عالیشان منڈپ باقی ہے۔جسکا دائرہ ۲۱ فیٹ کا ہے۔اور اس گنبد کے نیاچے بارہ ستون ہین اور ایک ایک ستون چہوڑ کے ایک ایک گنبد۔غرض یہہ ایک نہایت عمدہ اور مکمل مندر ہے۔

جین کے مندرون کے اوپر جو حال مین تعمیر ہوے ہین مغلی بڑے بڑے گنبد ہین—

ڈریوڈی وضع۔حضور نظام کے ملک مین یہہ وضع کچہہ خاص طور پر جدا نہین بلکہ ہندو۔آریا۔اور چالو کي وضعون سے ملی ہوی ہے۔اس وضع کے جتنے مکانات ہین انسے تیرہوین صدی کا پتا لگتا ہے لیکن دریوڈی وضع کي تعمیر کا زمانہ سولہوین اور سترہوین صدی تہی۔سان کہیڑے مین جو گوداوری پر واقع ہے شیوا کا ایک قدیم مندر ہے۔جو بعد مین از سرنو دریوڈین وضع کا بنایا گیا تہا۔ اسکے ستون اور اسکے اندر کا زیادہ حصہ معہ معبد کے بتخانہ کے اصلی تعمیر سے تعلق رکہتا ہے۔لیکن اوسکے مربع معبد کے پہلوؤنمین شمالی وضع کي بعض تعمیرین بڑہادی گئي ہین۔اوس مین ایک دہلیز منڈپ سے ملی ہوی ہے۔اور منڈپ کے نیاچے چار ستون اور دونون طرف دو کمرے ہین۔ستونون پر شیوا کے مندرون کا معمولی نقش و نگار ہے جو آٹہوین صدی سے بارہوین صدی تک مروج تہا۔جالنا مین بہائرونانہہ کا ایک مندر ہے جو ایک سو پچاس برس آگے بنا ہوا ہے۔اوسکي شکل مربع ہے اور چارون طرف چار چبوترے اور چبوترون پر چار مینار معہ چہوٹے گنبدون کے ہین۔امبڈ مین ایک خوبصورت مندر کہنڈوبا کا ہے۔جسکے ساتہہ اور دوسرے دو مندر ملے ہوے ہین۔ان سبہون کے اطراف ایک پتہر کي دیوار اور کٹہرا ہے۔اور دروازے کے اوپر نوبت خانہ۔اسکے صحن مین ایک شیر کي مورت ہے جو چار چہوٹے چہوٹے ہاتہیون پر کہڑے ہوے ہے۔اور اوسکے منہہ مین بہی ایک ہاتہی ہے۔اس مندر مین بہت سی خوبصورت مورتین ایدہر اودہر ہین

—⋄—

اسلامی تعمیرات

اس ضلع مین اس قسم کي تعمیرات کثرت سے پائی جاتی ہین مثلاً مقبرے۔مسجدین۔مدرسے اور سرائین وغیرہ وغیرہ۔انمین جو سب سے قدیم تعمیرات ہین وہ چودہوین صدی کي پٹہانی وضع کي ہین۔اگرچہ تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے پیشتر جب محمد تغلق شاہ نے بعوض دہلي کے دولت آباد کو اپنا پاے تخت بنایا تہا تو وہان بہت سے عمدہ مکانات بنواے تہے۔لیکن انمین سے اب بہت تہوڑون کے آثار باقي ہین۔اسکے بعد اقسام کي عمارتین ظہور مین آئین۔جن مین زیادہ کرکے مقبرے ہین۔پٹہانی اور مغلی دونون وضع کے جو نہایت شوق سے بنائے گئے ہین۔انکی وضع بالکل مکمل اور نہایت عالی شان ہے۔اسکے بعد دکہن کي سلطنتون نے اورہی وضعین ایجاد کین۔لیکن انمین سے اکثرون نے پہلے پہل ہندو عمارتون کي تعمیر شروع کي جو تمام ملک مین پہیلی ہوی ہین اور خاصکر کے ورنگل مین جہان ایک بہت بڑے مندر کو توڑ کر اسکے اسباب سے دیوارین اور دروازے بنائے گئے ہین لیکن بعد مین مسلمانون نے ہندوانی وضع کو ترک کرکے اپني خاص کماندار عمارتون کو شروع کیا۔چنانچہ اورنگ آباد کي عمارتین ویسی ہي ہین جیسی گلبرگہ بیدر اور گولکنڈے کي ہین۔لیکن اونمین کسیقدر وضع جین لوگون کي عمارتون کي سی ہے۔مثلاً قدیم مکانات مین اسلامی عظمت کے ساتہہ ہندوانی نقش و نگار بہی شامل ہین۔لیکن سنہ ۱۳۱٦ کے بعد مسلمانون نے یک لخت ہندوانی وضع موقوف کردی اور خاص اپني طرز جاری کی۔ اسلئے مسلمانون کي تعمیرات بہی جداگانہ وضع کي ہوگئین—

پٹھانی وضع

روضہ کے قریب ایک مقبرہ ہے گنبج روان گنبج بخش کا ــ جسکے پٹھانی گنبد کی شکل نعل کی سی ہے ــ یہ بزرگ سب سے پہلے تیرہوین صدی کے آخر مین اس ضلع مین آئے ہوے تہے اور نیز دوسرے اولیا کے مقبرے بہی ہین جو چودہوین صدی مین گذرے ہین ــ لیکن انمین سے بعضون مین اسکے بعد وقتاً فوقتاً کچھہ کچھہ اضافہ کیا گیا ہے ــ ولی زین الدین کے مقبرے کے اطراف ایک بڑا صحن ہے اور اسکے دروازے پر پیتل چاندی اور کانسے کے پتر چڑھے ہوے ہین ــ جسکے اوپر ایک نوبت خانہ بہی ہے ــ اس مقبرے کے مقابلہ مین برہان الدین کا مقبرہ ہے اوسکے دروازے بہی ویسے ہی ہین ــ لیکن اسکے صدر کے رخ پر ایک مسجد ہے ــ جالنا مین تین ولیون کے جدے جدے مقبرے ہین جنمین سے ایک شاہ لطیف قادری کا ہے جو برہان الدین کے ساتھہ دکہن کو آئے ہوے تہے ــ سید سعادت کا بہی یہان چودہوین صدی مین گذر ہوا تہا ــ انکا مقبرہ پائٹن مین ہے جسکا گنبد نکیلا ہے اور اینٹ کا بنا ہوا ــ اس گنبد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد مین بنا ہوا ہے ــ جالنا مین ایک مقبرہ ہے زچہ اور بچہ کا اوسکی وضع ہو بہو اون پٹھان بادشاہون کے مقبرون کی سی ہے جو پرانی دہلی مین مدفون ہین ــ اسکا کمرا مربع ہے اور اوسکے اطراف ایک تنگ برآمدہ ہے جسکے ہر ایک رخ پر تین کمانین مربع ستونون کی ہین ــ بڑے گنبد کے تہ مین اطراف کنول کے پہول ہین ــ اس مقبرے کے ہر ایک کونے پر ایک ہشت پہلو مینار ہے اور مینار پر نعل کی شکل کا چہوٹا سا ایک ایک گنبد ــ اوسکے بازو کی دیوارین مشبک پتہر کی ہین ــ جالنا مین اس مقبرے کی نسبت ایک مشہور قصہ ہے کہ ایک مست ہاتہی نے ایک عورت کا پیچہا کیا تہا ــ جب اوسنے دیکہا کہ پناہ کی کوئی جگہہ نہین ہے تو دعا کی کہ یا اللہ زمین پہٹے اور مین سما جاؤن اوسکی دعا مقبول ہوی وہ زمین مین سماگئی یہ مقبرہ اس مقام پر اسکی یادگار مین بنا ہوا ہے ــ جالنا کی جمعہ مسجد جمشید خان نے سنہ ۱۵۵۷ع مین بنائی تہی ــ اوسکی شکل مستطیل ہے ــ اور تین طرف سے مسدود اور چہت کے کونون پر چہوٹے سے کمرکیبی گنبد ہین ــ بڑے گنبد کی تہ مین کنول کے پہول اور اوپر نقش و نگار ہے اور اوسکے پتلے مینار مغلی وضع کے ہین ــ اوسکا صحن بہت بڑا ہے اور چوطرف دیوار سے گہرا ہوا اور اوس دیوار مین مسافرون کے لئے کماندار کمرے بنے ہوے ہین ــ روضہ مین ملک عنبر اور اوسکی بیوی کی قبر بازو بازو مین ہے ــ یہ شخص سنہ ۱۶۰۴ع مین مرتضی نظام شاہ دویم کا وزیراعظم تہا ــ اور کرکی یعنی اورنگ آباد مین اقامت گزین ــ جہان اسنے بہت سی مسجدین اور مکانات بنوائے ہین ــ شہر کا بہار کل دروازہ اور نانکنڈے کا محل ــ اسی کیطرف منسوب کیا جاتا ہے ــ اس محل مین بعد مین نظام آصف جاہ رہتے تہے اور انکے بعد نظام علی خان لیکن اب یہہ محل حالت انہدام مین ہے ــ کہا جاتا ہے کہ ملک عنبر نے سنہ ۱۶۰۰ع مین سات مسجدین بنوائی تہین جو کالی مسجدون کے نام سے مشہور ہین ــ دولت آباد کی جمعہ مسجد اصل مین جین کا ایک مندر تہا ــ لیکن بعد مین مسجد سے مبدل کردیا گیا ــ اس مین احمد شاہی سلطنت کے جین لوگون کا ایک ستونی دالان ہے جو تبدل پذیر ہوا ہے ــ اس مسجد مین چہیانوے تراشے ہوے ستون ہین اور دولت آباد مین دو یا تین مسجدین اسی قسم کی ہین

مغلی وضع

ابتدائی مغلی تعمیر کی وضع سادی اور خوبصورت تہی ــ اکبر کے زمانہ مین نہایت خوش وضع نقش و نگار فراوانی کے ساتھہ ظہور مین آیا لیکن اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد بہت جلد اس مین زوال آگیا اور اسکے زمانہ کی بہت سی عمارتین اینٹ کی ہین جن مین چونے کا نقش و نگار ہے ــ مغلون نے بڑے بڑے گنبد اور پتلے پتلے مینار اور نکیلی کمانین ایجاد کین جن مین فوراً پٹہانون کے نکیلی وضع کی کمانون سے امتیاز ہوسکتا ہے ــ شہنشاہ اورنگ زیب کی بیوی رابعہ دورانی کا روضہ سنہ ۱۶۶۰ع مین اوسکے لڑکے عظیم الشان نے بنوایا تہا ــ اس کا ارادہ تہا کہ یہ روضہ آگرے کے تاج محل سے ٹکر کہائے ــ لیکن تعمیر مین اسقدر جلد زوال شروع ہوگیا تہا کہ وہ کسی بات مین اسکا مقابلہ نکرسکا ــ لیکن پہر بہی اورنگ آباد مین وہ ایک نہایت خوبصورت عمارت ہے جس کا بیان اورنگ آباد کے فصل مین لکہا گیا ہے ــ بنی بیگم کے مقبرے کی کیفیت بہی جو اورنگ زیب کی بہو تہی روضہ کے باب مین مندرج ہے ــ ایک مقبرہ جو اورنگ آباد کے دلی دروازے کے باہر ایک باغ مین ہے وہ مغلی وضع کا ہے ــ لیکن اس مین بہی پٹہانی وضع ملی ہوی ہے ــ یہہ روضہ پیر اسماعیل کا ہی جو شاہزادہ اورنگ زیب کے اتالیق تہے ــ اس باغ کا دروازہ نہایت عظیم الشان ہے ــ اور اس کی کمان مثل ایک طاق کے لمبی اور نکیلی ہے لیکن اسکی آمد و رفت کا دروازہ ایک چہوٹی سی نکیلی کمان مین سے ہے ــ جو اخیر مین ہے ــ اسکے چبوترے کے ہر ایک کونے پر ایک چہوٹا سا مینار معہ ایک بڑے گنبد اور کنگرے کے ہے ــ یہ مقبرہ مربع ہے ــ اوسکے ہر ایک طرف پانچ نکیلی کمانین ہین اور کونون پر گنبد دار مینار ــ اورنگ آباد کی چوک کی مسجد شایستہ خان نے سنہ ۱۶۶۵ع مین بنوائی ہے ــ اسی سال لال مسجد مفتی زین العابدین نے جو زمانۂ اورنگ زیب مین ناظر تعمیرات تہا ــ بنوائی ہے ــ یہ مسجد سنگ موسی کی ہے اور اسمین لال چونے کا نقش و نگار ہے ــ

اورنگ آباد کے محمود دروازے کے قریب ایک باغیچہ مین شاہ مظفر کا مقبرہ ہے جو اورنگ زیب کے مرشد تھے۔ اور جنھون نے سنہ ۱۶۸۷ع مین انتقال کیا تھا۔ یہ مقبرہ چھوٹا سا سنگ سماق کا ہے اور بالکل سادہ اس کے اطراف پتھر کے ستونون پر کمانین ہین۔ ایک مدرسہ ایک مسجد ایک کچہری۔ ایک مکان اور ایک مسافرخانہ اس مسجد سے ملا ہوا ہے اور اسکے اندر بہت سے پتھر کے حوض ہین۔ انمین سے اکثر مکانات سنہ ۱۶۹۵ع مین ایک امیر نے بنواے ہین جو چین خلیچ خان نظام اول کے مصاحبون مین تھا۔ اور جسکے گولکنڈے پر چڑھائی کے وقت سنہ ۱۶۸۷ع مین ایک کاری زخم لگا تھا۔ اورنگ آباد کے بازار مین ایک بڑی مسجد ہے شاہی گنج نامی جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کي عمدہ مساجد مین سے وہ ایک ہے۔ اوسکی تعمیر سنہ ۱۷۲۰ مین ہوئی تھی اسکی کرسی بہت اونچی ہے اور اسکے صدر کے رخ پر ایک محراب دار دروازہ نہایت عمدہ کمانون کا۔ جو ہندوستاني اور عربی وضع کي ہے اسکے ستون پتھر کے ہین جن مین سے چوبیس اندر ہین اور چھہ پیاچھے کي دیوار مین۔ ان کھمبون سے وہ مسجد مربع ہوگئی ہے۔ اس کے بیچ مین ایک بڑا گنبد ہے۔ اور گنبد کي تہ مین کنول کے پھول اور اوسکے اوپر ایک عالی شان کلس۔ اسکے چارون کونون پر چار مینار ہین۔ اس مسجد کے صحن مین دو بڑے حوض ہین جن کے دروازے پر بھی دو مینار ہین۔

پائٹن مین سندر بیگ کي مسجد تقریباً سنہ ۱۶۲۰ع مین بنائی گئی ہے۔ یہ شخص اپنے وقت کا ایک بڑا سوداگر تھا۔ اور وہان کي جمعہ مسجد سنہ ۱۶۳۰ع مین اس مقام پر بنی ہے جہان سالی وہانا کا محل تھا۔ یہ مسجد تمام پتھر کي ہے اور اسکا دالان ۷۷ فیٹ لمبا اور ۲۴ فیٹ چوڑا ہے۔ اسکے سامنے ایک بڑا صحن ہے۔ ۱۷۵ فیٹ لمبا اور ۱۴۵ فیٹ چوڑا اسکے اطراف ایک دیوار ہے جس پر مینار ہین۔

اورنگ زیب کا مقبرہ۔ اورنگ زیب کا مقبرہ برہان الدین کے روضہ کے احاطہ مین ہے جو بالکل سادہ ہے اور سنگ سماق کے چبوترے پر بنا ہوا جسکی مفصل کیفیت روضہ کے باب مین آچکی ہے۔ اس شہنشاہ عظیم الشان کا انتقال اسکی سلطنت کے پچاسوین سال۔ اور نواسی برس کي عمر مین روز جمعہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۷۰۷ع کو ہوا جب وہ صبح کي نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوچکا تھا۔ اس نے اِن لفظون مین وصیت کي تھی کہ اس خاکي بندے کو کسی نزدیک کے قبرستان مین لیجاؤ اور زمین مین دفن کرو۔ پس اسیکے مطابق وہ سادگی کے ساتھہ ایک ولی کے پہلو مین دفن کیا گیا۔

متذکرۂ بالا بیان کے متعلق مدراس کے ایک اخبار مین مرقومۃ الذیل مضمون حال ہی مین چھپا تھا۔ جو دلچسپی سے خالی نہین۔ اس مین ہندو مندرون کے رسومات سے بحث کي گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسٹر ری جو مدراس گورنمنٹ کے ناظر آثار قدیم ہین اپنی سال گذشتہ کي رپورٹ مین جو گورنمنٹ کے پیش کي گئی۔ بعض دلچسپ پتھرون کي نسبت جو انہین بلھاری مین دستیاب ہوے یون بیان کرتے ہین۔ کہ قدیم زمانہ کے ہندو معمار اور علما۔ دیوتاؤن کو نئے مندرون مین قایم کرتے وقت بعض عمدہ اور عجیب رسومات ادا کرتے تھے۔ ان رسومات سے حسب اعتقاد اونکے مورتیون مین جان آجاتی تھی۔ اور اوسکے بغیر وہ پتھر یا فلزات کے ٹکڑون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے تھے جنوبی ارکاٹ کے کلکٹر نے جانچ پر تال کے لئے ایک بڑا تانبے کا پتر بھیجا جس پر ایک بیٹھی ہوی تصویر کندہ تھی۔ اوسکے جسم کے اکثر حصون پر مربع اور مثلث ترسول کي علامتین تھین۔ اور تلنگی زبان مین اونپر کچھہ عبارت لکھی ہوی۔ یہ پتر جسکو شاسا نام کہتے ہین۔ ”آشٹا بندھا نام“ کي ادائگی مین مندر مین استعمال کیا جاتا تھا۔ جب کوئی ایک نیا مندر تعمیر ہوتا تھا تو شاسا نام کي اخیر تحریر کي جاتی تھی تاکہ اوسکی وجہ سے اس بت مین جان آجاے جسکے واسطے وہ مندر تیار ہوا ہو۔ پھر وہ اس شاسا نام کو معہ اقسام کے جواہر اور نو فلزات کے اوس مقام پر جہان مورتی قایم کي جاتی تھی۔ دفن کیا جاتا تھا۔ پھر گویا اس مورتی کي جان تھي۔ اور بغیر اوسکے وہ بیکار۔ پوجاري لوگ اس امر کي تحقیقات کے لئے کہ کب تک اس مین جان رہیگی اور کب تک انکي دعائین قبول ہوا کرینگي رسومات ادا کرتے ہین۔ اوسوقت وہ مورتي اپني جان کي مدت بیان کرتی ھے اور کس قسم کي پوجا کرنی چاہئے۔ اور کون کونسی دعائین قبولیت کے لئے پوجاریون کو کرنی چاہئے انہین سکھلاتی ھے۔ اس مدت کے دو حصے ہوتے ہین ایک اوسکی جان کي طاقت کے قایم رہنے کا اور دوسرا اوسکے زوال کے شروع ہونے کا۔ غرض جب مدت مقررہ پوري ہوچکتي ھے تو نئی روح اس مین پھونکی جاتي ھے اور اگر ضرورت ہو تو نیا شاسا نام بھی لکھا جاتا ھے۔ اس شاسا نام کو ماہوترا کالی کہتے ہین۔ اس کے سر کے پیچھےمین جو تصویر ھے وہ کالی کي ھے اور گمان کیا جاتا ھے کہ وہي اسکے رہنے کي جگہہ ھے۔ اوسکے سر کے ”اوپر بیجک شارام اوم“ ھے اور اوسکے بدن مین پنچا کا شارام۔ وہ اسوارا کي تصویر ھے جسکے معنے پانچ حرفون کے ہین جو انسان کے حواس خمسہ کو ظاہر کرتے ہین۔

اورنگ آباد کے کسان

مندرجہ ذیل دلچسپ بیان جو اضلاع اورنگ آباد کے کسانون کي نسبت ھے مسٹر فریدون جی جمشید جی کي اجازت سے انہین کي شایع کي ہوي کتاب مین سے لیا گیا ھے۔ جس زمانہ مین انہون نے یہ کتاب لکھی اسوقت وہ شمال و مغربی حصہ کے محکمہ بندوبست و پیمایش کے ناظر تھے۔

ضلع اورنگ آباد کي زراعتي آبادی مین زیادہ کر کے کنبي لوگ ہین۔لیکن انکے ساتھہ مسلمان۔پردیسي۔ بنجارے۔بھیل۔ڈھنگر۔مہار۔کاہور اور تیلي وغیرہ بھي ہین جنکے بلالحاظ مذہب و ملت کے چار حصہ کئے گئے ہین۔پہلے حصے مین وہ اوگ ہین جو کشت کاری کي عوض دوسرا روزگار کرتے ہین۔دوسرے حصہ مین وہ اوگ ہین جنہین بوجہ انکے خانگي امور کے زراعت کي فرصت نہین ملتي اسلئے یہ صرف نگرانی کیا کرتے ہین۔ اور انکے اہل و عیال اور مزدور کھیتون کا کام۔تیسرے حصہ مین حقیقی اور سچے کسان ہین۔جو اپنا تمام وقت کھیتون مین بسر کرتے ہین۔یہ لوگ مزدورون سے کام نہین لیتے بلکہ اپنی ذات سے اور اپنے خاندان کے اوگون کي مدد سے محنت کیا کرتے ہین۔چوتھے حصہ مین مفلوک الحال کسان ہین۔جنکے پاس تھوڑی سی زمین ھے اور ایک یا دو بیلون کي جوڑي۔لیکن کرایہ کے بیلون سے یہ لوگ ہل چلاتے ہین۔

پہلے حصے مین زیادہ کرکے برہمن۔ متمول مراٹھے۔ آسودہ حال پٹیل۔ اور فارغ البال کاریگر ہین۔برہمن کھیتون مین کبھی کام نہین کرتے۔مراٹھون کي عورتین پردہ کرتی ہین۔پٹیل مزدورون کے ذریعہ سے زراعت کرتے ہین۔

دوسرے درجہ مین بڑے بڑے گانؤن کے پٹیل متمول کنبی۔تیلي۔دوسرے تجارت پیشہ اوگ اور مالی ہین۔ پٹیلون کے متعلق علاوہ انکے خانگی امور کے سرکاری خدمات بھی ہین۔اور بڑے بڑے باغون کے مالک ہین۔تیلی اور دوسرے تجارت پیشہ اوگونکا وقت انکے روزگار مین بسر ہوتا ھے۔اور مالي اپنے باغونکی پیداوار فروخت کرنے کے لئے اطراف و جوانب کے قصبات کے ہفتہ وار بازارون مین جایا کرتے ہین۔یہ اوگ اپني ذات سے کھیتون مین کام نہین کرتے بلکہ اپنے خاندان کے لوگ اور مزدورون سے کام لیتے ہین اور آپ نہایت احتیاط سے انکی نگرانی کرتے ہین۔انکے پاس علاوہ زمیندون کے دودہیل بھینسین۔گائین۔ اور گھوڑیان وغیرہ ہین۔اگرچہ اُنی معاش کا ذریعہ کاشتکاری ہي ھے لیکن انہین گویاگرھے کي آمد بھی بہت زیادہ ھے۔

تیسرے درجہ مین خاص کر کے کنبي ہی ہین۔جو اصل کاشتکار ہین۔انمین بعض مالی ہین بعض پردیسی اور بعض ڈھنگر۔یہ لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھہ اپنا تمام وقت کھیتون مین صرف کرتے ہین اور اسي کو اپنی معاش کا ذریعہ سمجھتے ہین۔انکي زمیندون مین بھاجي ترکاری وغیرہ بھی ہوتی ھے لیکن وہ آسودہ حال نہین ہین۔مبادا اگر کبھي ایک فصل اچھی نہو تو وہ بہرحال برداشت کرسکتے ہین لیکن اسکے ساتھہ دوسری فصل بھی ویسي ہي آئے اور ریاست انہین محصول معاف نکرے تو وہ بالکل مفلس ہوجاتے ہین۔

چوتھے حصہ مین جو کنبی۔ڈھنگر۔مالی۔مہار اور مانگ وغیرہ ہین۔انمین سے بہت کم اوگون کے پاس تھوڑی سی زمین ھے۔جنہین وہ اپنے بیلون کے ساتھہ کرایہ کے بیلون سے جوتتے ہین۔انمین سے اکثر لوگون کے پاس ایک یا دو بیلون سے زیادہ نہین۔اور نہ انکی پاس کوئی زمین ھے اس لئے وہ دوسرون کے ساتھہ شرکت کرتے ہین۔اور نہایت تنگی سے قوت بسری۔جب قحط سالي ہوتي ھے تو سب سے پہلے وہی اسکا شکار ہوتے ہین انمین بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ کھیتون مین مزدوری کرتے ہین اور انکے بچے بالے۔مویشیون کو چرانے اور جانورون کو کھیتون سے اوڑانے پر نوکر ہوتے ہین۔انہین ماہانہ بالکل تھوڑی سی آمدني ہوتی ہے۔گرمی کے موسم مین جب انہین کھیتونمین مزدوری نہین ملتی تو ماڑواڑیون برہمنون اور دوسرے لوگون کے پاس نئے یا پرانے مکانونکی تعمیر و مرمت پر نوکر ہوتے ہین۔ جب کوئی کسان خاص اپنی زراعت کرتا ہے تو وہ چوتھے درجہ مین شمار ہوتا ہے۔لیکن جنہین بوجہ افلاس کے نہ اپنی زمین جوتنے کي طاقت اور نہ دوسرون کے ساتھہ جو انسے زیادہ آسودہ حال ہین شراکت مین کامیابی ہوتی ہے۔ تو وہ مجبوراً روز کي محنت مزدوری سے اپنی معاش پیدا کرتے ہین۔

اس نسبت کي تحقیقات نہایت دلچسپ ہوگی کہ ان چار درجون کے ہریک شخص کا بیان گویا انکی کل قوم کا بیان ھے ہر ایک ضلعہ مین دس تعلقونمین سے سات کي پیمایش ہوچکی ہے۔چنانچہ اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس سے تمام اضلاع کے کسانون کي حالت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ان تعلقون کي تعداد اس طرح پر ہے۔

پائٹن

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۷۹۹ تک ...	۳۷۵	۱۲
تیسرا درجہ ..	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۹۳۵	۶۰
چوتھا درجہ ..	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۸۸۵	۲۸
	میزان .	۳۱۹۵	۱۰۰

وایجاپور

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۵۹۹ تک ...	۷۱۷	۲۰
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۱۹۴	۶۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۶۶۴	۱۹
	میزان .	۲۵۷۵	۱۰۰

گنڈاپور

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۱۰۰۰ تک ...	۵۲۰	۱۳
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۲۴۴	۵۸
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۱۲۱	۲۹
	میزان ..	۳۸۸۵	۱۰۰

امبڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۹۰۰ تک ...	۱۰۲۴	۱۴
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۴۵۰۹	٦۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۷۸۱	۲۵
	میزان .	۷۳۲۲	۱۰۰

کنناڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ٦۰۰ تک ...	۳۴۱	۹
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۴۴۷	٦۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۲۲۴	۳۰
	میزان .	۴۰۱۲	۱۰۰

بھوکردھن

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ٦۰۰ تک ..	۳۰۲	۱۱
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۷۴۴	٦۲
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۷٦۴	۲۷
	میزان .	۲۸۱۰	۱۰۰

سلوڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ۸۰۰ تک ...	۲۱۵	۱۱
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۱۹۵	٦۲
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۵۲۱	۲۷
	میزان ...	۱۹۳۱	۱۰۰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا حصہ تیسرے درجہ کے کسانوں کا ہے—اور دوسرے اور چوتھے درجہ کے کسان وایجاپور کے تعلقہ میں قریب قریب ایک حالت میں ہیں لیکن دوسرے تعلقوں میں چوتھے درجہ کے لوگ بہ نسبت دوسرے درجہ کے لوگوں کے بہت زیادہ ہیں—لیکن اوپر کے نقشہ میں پہلے درجہ کے لوگ جو نہایت آسودہ حال ہیں بوجہ انکی زمینیں کم ہونے کے چوتھے درجہ کے لوگوں کے ساتھ شامل کئے گئے ہیں اس ضلعہ کے زمیندار بموجب ذیل تقسیم کئے گئے ہیں—

آسودہ حال بوجہ دوسری آمدنیوں کے		۱۳	فیصدی
صرف آسودہ حال لوگ	... ...	٦۱	,,
غریب و مفلس ...	... ...	۲۰	,,

کنبی لوگون کي زندگی اور اطوار

کنبی لوگ سادہ مزاج—نیک چلن—خلیق—دیانت دار—قناعت پیشہ—اور رحمدل ہیں—نہ انہیں دنیا کے مکر و فریب کي کچھہ خبر ہے اور نہ روپیوں کي کچھہ پروا—اِدہر انکے ہاتھہ میں روپیہ آیا کہ اودہر خرچ ہوگیا—انہیں مطمئن کرنا کچھہ مشکل نہیں—انکي خواہشیں لمبی چوڑي نہیں ہوتیں—نہ انہیں کامیابی کي زیادہ خوشی ہوتی ہے اور نہ ناکامی کا زیادہ رنج—انکے مزاج میں تحمل بہت ہوتا ہے—اور مشکل کے وقت سخت برداشت کرتے ہیں—نئی رسم و رواج سے انہیں سخت نفرت ہے اور اپنے موروثی حقوق کا بہت بڑا خیال—جب کسي سے بکھیڑا ہوتا ہے تو وہ اخیر تک لڑے بغیر نہیں رہتے—بڑی بڑی تکلیفون کي وہ نہایت تحمل و بردباری و توکل سے برداشت کرتے ہیں—لیکن جب انکی ذاتی وطن داری کے حقوق میں دست اندازي کي جاتی ہے تو وہ آپی سے باہر ہوجاتے ہیں—ہرچند کہ اس سے انہیں کچھہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اسکی وجہ سے اور وہ زیربار ہوجاتے ہیں—پولا کے تہوار کي جب سواری نکلتی ہے تو اسمیں حسب دستور اگر انکے بیلونکو جگہہ ندی جاے یا ہولي کے ڈھیر کو آگ دینے میں غلطي سے کوئی دوسرا انپر مقدم ہو تو آگ بگولا ہوجاتے ہیں اور محکموں اور ضلع کے افسرون کے پاس فریاد رسی کے لئے دوڑا دوڑی مچا دیتے ہیں—

کنبیونکی خانگی زندگي بہت خوشی سے گذرتی ہے—وہ شفیق خاوند ہیں اور مہربان باپ شرابخواری کي بری عادت سے وہ بالکل مبرا ہیں اور مہمان نوازی میں لاثانی—فقیر کبھی انکے دروازیسے مایوس نہیں پھرتا—غرض جتنی اچھي عادتیں ہیں اکثر انمیں پائی جاتی ہیں اور بری عادتیں بہت کم—وہ صبح کو سویرے اٹھتے ہیں اور رات کو دیرسے سوتے ہیں—گرمی کي سخت موسم اور آفتاب کي تیز شعاعون میں برشکال کے عین موسلا دہار میں جاڑے کي چمکتی ہوی سردی میں وہ صبح سے شام تک کھیتونمیں محنت مزدوری کرتے رہتے ہیں—سواے ایک سادی اور موٹی کملی کے انکے بدنون میں کچھہ نہیں ہوتا—حقیقت

مین انکي زندگي نہایت سختي سے بسر ہوتی ہے۔ لیکن اس امر کا انکار نہین کیا جاسکتا۔ کہ باوجود ان تمام باتون کے انکے مزاج مین بے پروائی بہت ہے۔ نہ انمین جوش و سرگرمی ہے اور نہ سبقت کي خواہش۔ انکا کام بہت دہیرج کا ہوتا ہے۔ نہ وہ زمینون کو برابر جوتتے ہین اور نہ اچھي تخم پاشی کرتے ہین۔ انکے کہیت اکثر گہانس وغیرہ سے بہرے ہوئے ہین۔ غرض ان امور مین انکے رقیب پردیسی انسے بڑھے ہوے ہین۔ انکی زمینین آراستہ ہوتی ہین تخم پاشی عمدہ ہوتی ہے۔ کہیتونکی حفاظت کیجاتی ہے اور گہانس وغیرہ اوگنے نہین پاتا ہے۔

کنبی عورتین بہ نسبت مردون کے زیادہ محنتی زیادہ سرگرم اور زیادہ چالاک ہین۔ مکانکے کُل امور انہین سے تعلق رکہتے ہین۔ ندی اور کنوین سے پانی بہر کے لانا۔ اناج پیسنا۔ روٹی پکانا۔ جہاڑو دینا۔ مٹی اور گوبر سے مکانونکو لیپنا۔ برتن مانجنا۔ کپڑے دہونا۔ بچے سنبھالنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن باوجود ان تمام باتون کے دنکو وہ مردونکے ساتہ کہیتونمین کام بہی کرتی ہین۔ اِنمین جو زیادہ غریب ہین وہ ان کامون سے فارغ ہوکے جنگل سے ایندہن اور گہانس کے گٹہے باندھکے گانونمین بیچنے کے لئے لیجاتی ہین۔ اور اسکی آمدني سے نمک تیل اور دوسری ضروری چیزین اور خاصکر کے اپنے چہوٹے بچون کو پلانے کے لئے افیم خرید کرلاتي ہین۔ اور فخر کرتی ہین کہ انکی ذاتی آمدنی سے انکے بچون کے لئے افیم خریدی جاتی ہے۔ اگر گہر کي کُل عورتون کے لئے کہیتون مین کافی کام نہین ہوتا ہے تو انمین سے بعض دوسرون کے کہیتونمین مزدوری کرتی ہین۔ انکی آمدنی انکے خاوندون کي آمدنی سے کچہہ کم نہین ہوتی۔ جس کُنبی کے گہر مین اوسکی قرابت دار عورتین زیادہ ہون وہ زیادہ خوش نصیب ہے۔ کیونکہ وہ اسپر بوجہہ نہین ڈالتین بلکہ اسکی آمدنی کو بڑہاتی ہین۔ وہ سر پر لکڑیونکا بہاری بوجہہ لئے ہوئے اور بچہ کو پیٹھہ سے اٹکائے ہوے چہہ (٦) سات (٧) میل کے فاصلہ پر بازار کو جاتی ہین اور وہان لکڑیون کو بیچ اور مکان کے لئے ضروری چیزین خرید۔ پہر روٹی پکانے کے لئے نہایت جلدی سے گہر کو واپس آتی ہین۔ کنبیونکی زبان معمولی مراٹہی ہے جسکو پراکرت کہتے ہین۔ ضلع اورنگ آباد کے جنوبی حصہ مین خالص مراٹہی بولی جاتي ہے لیکن شمال مین کسیقدر خراب۔ کنبیون مین فیصدی ایک شخص لکہنا پڑہنا جانتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جو مراٹہي مین اچہا علم یافتہ ہوتا ہے تو وہ بہت بڑا معزز سمجہا جاتا ہے۔

دکہن مین گانون کي دو قسمین ہین۔ ایک کو قصبہ کہتے ہین اور دوسرے کو موضع۔ بقول گرانٹ ڈف کے جہان بازار ہے وہ قصبہ ہے اور جہان بازار نہین وہ موضع ہے۔ ضلع کے جنوبي حصہ مین قصبات ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہین انکا فاصلہ ایک سے چار یا پانچ میل تک ہے۔ لیکن شمالی پہاڑی زمین مین تین سے دس یا بارہ میل تک اکثر قصبات سایہدار درختون مین واقع ہین۔ اور دور سے اونکا منظر بہت اچہا معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص تہکے ہوئے مسافرونکو جب دور سے وہ درخت نظر پڑتے ہین تو انکا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ انہین یقین ہوتا ہے کہ یہان گانون ضرور ہوگا۔ پہر جیسے جیسے وہ آگے بڑہتے ہین تو ان جہاڑون کے پتون مین سے گڑہیون کے برج۔ خوبصورت مندر۔ اور خاکي رنگ کے کوٹہے دکہلائی دینے لگتے ہین۔ گانونکا راستہ ان خوشبودار جہاڑون کي قطارون مین ہوتا ہے جو سینچے ہوے کہیتون کے اطراف ہوتے ہین اور جن مین بعض دیہاتي گیت گاتے ہوے موٹ کے بیل چلاتے ہین۔ اور بعض کہیتونمین کام کرتے ہین۔ انکي آواز دور سے نہایت خوش آئند ہوتي ہے۔ انکے نزدیک ندیان جاری ہین۔ جن مین کہین مرد اور عورتین نہاتي ہین۔ اور کہین بہینسین پڑي ہوتي ہین۔ اونسے کسیقدر فاصلہ پر بکرون کے گلے ہوتے ہین۔ جنکے ساتہہ چرواہے کا چہوکرا اپنے جہبرے کتے کو لئے ہوے ہوتا ہے۔ کنبیون کي کنواری لڑکیان اور انکي مائین حیا کے ساتہہ صاف ستہری رنگین ساڑہیان باندھے ہوئے ندي کے کنارے پاني کے گہڑے سر پر دہرے ہوئے چلتي پہرتي نظر آتي ہین۔ قصبہ کے باہر دیوار کے قریب کہاد کے ڈہیر لگے ہوئے ہوتے ہین جن سے ایک قسم کي بو آتي رہتي ہے انسے گذرنے کے بعد گانو کا پہاٹک آتا ہے جہان ایک مہار پہرے پر موجود ہوتا ہے۔ وہ مسافرون کو دیکہتے ہي نہایت خلق کے ساتہہ انکي ضروریات کي طرف متوجہ ہوتا ہے۔ گانو مین صفائي نہین ہوتي۔ راستہ اور مہریان کس مپرسي کي حالت مین پڑی ہوی ہوتی ہین۔ مکانات بے ترتیبي کے ساتہ ادہر اودہر منتشر۔ یہ دیکہتے ہوئے مسافر دہرم سالا کو جاتے ہین جو مثل شاہي مکان کے معلوم ہوتا ہے اسکے سامنے گانو کے پٹیل کا عالي شان مکان ہوتا ہے۔ جسکے مقابلہ مین غریب گانو والونکے مکانات کچہہ اصل و حقیقت نہین رکہتے بلکہ ادب سے سر جہکائے ہوئے ہوتے ہین۔ گانو مین کوئي ایسا شخص نہین جو پٹیل سے واقف نہو۔ کیا مرد کیا عورت اور کیا بچے سب اوسکے موٹے جسم اوسکي توند اور اوسکي دگمگاتي ہوی چال کو خوب پہچانتے ہین۔ گانو کے باہر دیوار کے ایک کونے مین چند غریب جہونپڑے ہین جن مین مہار لوگ رہتے ہین جو ہندوؤںکے نزدیک مردود ہین اور انہین گانو کے اندر رہنے کا حکم نہین۔

گانون مین اکثر قصبات کے لوگ عموماً آسودہ حال ہین لیکن موضع کے لوگ اکثر غریب۔ بعض قصبات ایسے بہي ہین جو کسي زمانہ مین خوب آباد تہے لیکن اب خراب ہوگئے ہین۔ اطراف پتہر کي منہدم دیوار ہے جس مین کہین کہین قدیم کمان دار پہاٹک ہین جو اسکي گذشتہ شان و شوکت کو ظاہر کررہے ہین۔

شمالی حصہ کي پہاڑی زمین کے موضع علی العموم ویرانون کے سے ہوتے ہین—اور اونچے اونچے ٹیلون پر واقع—انمین سایہ دار درختون کا نام نہین—اور انکي مٹي کي دیوارین بالکل بانکي اور ٹیڑھي ہین—نہ انمین مسافرونکي خبر گیری ہوتي ہے اور نہ مہمانونکي پرسش—

طلوع آفتاب سے بہت پہلے گانؤنکے لوگ ہوشیار ہوکر اپنے اپنے خانگي کامونمین مصروف ہوتے ہین رات کے سناٹے مین گیتون کے ساتہہ انکي چکي پیسنے کي آواز نہایت خوش آئند ہوتی ہے—جہان تڑکا ہوا کہ گانون والے کاندہونپر ہل لئے ہوئے اور بیلون کو ہانکتے ہوے گہر سے باہر نکلے اور کہیتون کو چلے—اور چرواہے کا لڑکا اپنے مویشیون کو چرانے لیجاتا ہے اور اسکا وفادار کتا آگے پیچہے دوڑتا ہوا مویشیون کو منتشر ہونے نہین دیتا — عورتین کنؤنسے پاني کہینچنے مین یا قریب کي نہرون سے گہڑے بہر بہر کے لانے مین مصروف ہین اور ندیون پر جمع ہوکے آپس مین غپ شپ اوڑا رہي ہین—کنبیونکے بچے گہري نیند سے چونک اوٹہے ہین اور قصبہ کے غبار آلود راستون پر کہیل کود کررہے ہین—اوسکے بعد دو پہر کے کہانے کي تیاریان ہوتي ہین—مکانون سے دہوان نکلنا شروع ہوتا ہے یہ اسوقت تک باقي رہتا ہے کہ جب مکانون کے دروازے بند ہوتے ہین—اور عورتین بچون کے ساتہہ اپنے اپنے خاوندون کے لئے ٹوکرون مین کہانا لیکر کہیتون مین جانے لگتي ہین—جہان دو پہر ہوی اور سورج سمت الراس پر آیا کہ تمام گانو مین سکوت ہوگیا — کوئي آواز نہین نکلتي—یہانتک کہ نہ کتے بہونکتے ہین اور نہ کوے کائین کائین کرتے ہین بلکہ تمام پرندے ڈالیون اور پتون مین بیٹہے بیٹہے اونگنے لگتے ہین—معلوم ہوتا ہے کہ یہان نیاچر خود آرام مین ہے—

اسطرحسے جب تمام دن گذرا اور شام ہوي کہ آفتاب کے مغرب مین ڈوبتے وقت عورتین واپس آنے لگتي ہین گلیون کے راستے مین گرد و غبار بلند ہوتا ہے مندر کے روبرو گانؤکے مانگ نرسنگا بجاتے ہین—مکانون مین دیہمي دیہمي روشني شروع ہوتي ہے اور پہر ایکبارگي گانو مین ہل چل شروع ہوجاتي ہے اور پہر تمام لوگ کاروبار مین مصروف ہوتے ہین—ایک کے بعد ایک مزدور محنت مزدوری کرکے تہکے ماندے واپس آتے ہین اور کہانا کہانے کے بعد گانؤ کي چاوڑي یا دہرم سالا یا ماروتي کے مندر کے پاس استراحت کے لئے جمع ہوکر حقے سلگاتے ہین—آپس مین خیالات کا تبادلہ—خوش طبعی کي باتین—اور سرکاري عہدہ دارون کي لیاقت کي گفتگو وغیرہ ہوتی رہتی ہے—اگر کسی کو راگ کا شوق ہوتا ہے تو وہ اپنا ستار لئے ہوئے بیٹہا ہے—اور کسی نامور شخص کي تعریف مین گیت گاتا ہے—رات کے گیارہ بجے تک یہ چہل پہل رہتی ہے اوسکے بعد جب چراغ گُل ہوئے کہ پہر سکوت ہوگیا سوا ے کتون کے بہونکنے کے اور کوئی آواز سنائی نہین دیتی—

گڑہی یا قلعہ ایک مضبوط عمارت ہوتی ہے اور گانؤ کے مکانون سے بہت اونچي دوسرے مکانات سادے اور مسطح سقف کے ہین یا پہوس کے جہونپڑے—قدیم الایام مین جب اڑائیونکا بازار گرم رہا کرتا تہا اور جان و مال معرض خطر مین رہتا تہا تو گانؤ کا بڑا پٹیل اپنے رہنے کے واسطے گڑہی بناتا تہا—جس مین وہ اور اوسکے بال بچے لٹیرون کي تاخت و تاراج سے محفوظ رہتے تہے اور دوسرے گانؤ والون کو بہی پناہ دیتے تہے—جو شخص اضلاع مین سیاحت کرتا ہے وہ کہین کہین ایسی گڑہیون کے کہنڈر دیکہتا ہے—گڑہی کے اطراف ایک اونچی سی دیوار ہوتی ہے یا تو چونے اور اینٹ کي یا فقط چکنی مٹی کي—یہ چکنی مٹی کي دیوار ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ نہ مواسم اسپر کچہہ اثر کرسکتے ہین اور نہ ایام—چونے اور اینٹ کي دیوار اسکا مقابلہ نہین کرسکتی—وہ بہت جلد خراب ہوجاتی ہے—اس دیوار پر چوطرف برج ہوتے ہین—اوس مین ایک وسیع اور مضبوط پہاٹک اندر جانے کے لئے ہوتا ہے—جسکے پٹون مین لوہے کي میخین جڑی ہوئی ہین تاکہ ہاتہی اوسکو نقصان نہ پہونچا سکین—دروازے کے سامنے ایک پیش دالان ہوتا ہے—جہان کہیتون مین کام کرنے والے بیٹہا کرتے ہین—اس پیش دالان کے اندر دروازے سے ملا ہوا ایک بڑا دالان ہوتا ہے جس مین دو دہمل گائین اور پٹیل کا خاص گہوڑا بندہا ہوا رہتا ہے—اس دالان سے گذرنے کے بعد ایک کہلا ہوا چوک آتا ہے—جسکے چارون طرف برآمدہ ہی یہان لوگ سویا اور بیٹہا کرتے ہین—اس برآمدے مین جدا جدا کمرے ہوتے ہین جن مین سے بعضون مین عورتین رہتی ہین اور بعضون مین باورچیخانے اور حمام وغیرہ ہوتے ہین—بعض بعض گڑہیون مین تہخانے بہی ہوتے ہین جن مین اناج بہرا جاتا ہے—

یہ گڑہیان اب بہت تہوڑی سی رہگئی ہین—کیونکہ اکثر آسودہ حال کسانون نے اینٹ یا پتہر کے مضبوط مکانون مین رہنا شروع کیا ہے—ان مکانون کے اطراف ایک بلند دیوار ہوتی ہے اور اس مین ایک چہوٹاسا دروازہ اندر کے صحن سے ملا ہوا اور اس سے ذرا آگے بڑھکے ایک بڑا دالان آتا ہے جسکی شکل ایک وسیع برآمدے کي سی ہے—اوسکے سقف اور ستون لکڑی کے ہین—اس دالان کے اندر دوسرا ایک صحن ہے اور اسمین چہوٹے چہوٹے کمرے ہین جو سونے اور پکانے کے کام مین آتے ہین ان مکانون کے کوٹہے مسطح اور مضبوط ہین—ہندؤنکے معمولی مکانات مین جو ان اضلاع مین بنائے جاتے ہین روشنی اور ہوا کا چندان لحاظ نہین رکہا جاتا—انمین اکثر پلنگ تانبے اور پیتل کے برتن—کپڑون کي گہڑیان—بچہونے—اناج کے خُم—ایندہن سوکہی ترکاریان چکیان اور دوسرا خانگی اسباب بکہرا ہوا پڑا رہتا ہے—جب آگ سلگتی ہی اور دہوین کو نکلنے کي کافی جگہہ نہین ملتی—تو تمام کمرے مین بہر جاتا ہے ایک تو مویشیون کے طویلے کي بدبو دوسرا دہوئین کا اندہیرا تیسری عورتون کي بک بک اور چوتہی بچون کے رونے کي آواز سے مسافر اگہبرا اٹہتا ہے اور چاہتا ہے کہ حتی الامکان جلد وہان سے نکل بہاگے—

دوسرے حصہ کے اکثر کسان اچھے مکانون مین رہتے ہین۔ جنکے باہر گلی مین ایک دیوار ہوتی ہے جو مکانونکے صحن سے ملی ہوئی رہتی ہے۔اس صحن مین کپڑے دہوے جاتے ہین۔اور برتن مانجہے جاتے ہین صحن سے گذرنے کے بعد ایک چھوتے سے دروازے مین سے ایک دالان مین جایا جاتا ہے انمین سے اکثر مکانات کي شکل ڈہانچے کے سی ہے جنکی سقف کے نیچے لکڑے کے سات یا آٹھہ انچہ مربع کھم ہوتے ہین اور انپر مربع یا مستطیل شہتیر اور تختے جمائے ہوے۔ان ستونون کے درمیان مٹی کي دیوارین ہین جنکی وجہ سے مکان کا اندروني حصہ نظر نہین آتا۔یہ لوگ چہت کے تختونپر سجی کا تیل چھڑکتے ہین جس سے نہ دیمک لگتی ہے اور نہ شگاف آتا ہے۔ انمین سے بعض مکانات ایک مقرری حدتک بن تراشے ہوے پتھرون یا چونے کے بنتے ہین اور پھر مٹی اور اینٹ سے اٹھاے جاتے ہین۔

ان مکانونمین علاوہ ایک بڑے دالان کے تین یا چار چھوٹے چھوٹے کمرے چار سے چودہ فیٹ تک مربع ہوتے ہین جنمین سے ایک مین باورچیخانہ دوسرے مین اناج وغیرہ۔ اور تیسرے مین چار پائیان تانبے اور پیتل کے برتن اور چکیان وغیرہ ادہر اودھر بکھری ہوئی پڑی رہتی ہین۔یہ کمرے صاف ہوتے ہین۔ہر روز انمین جہاڑو دیجاتی ہے اور اکثر مٹی یا گوبر سے لیپا جاتا ہے۔ان مکانون کے احاطہ مین یا بعض وقت کھیتون مین رات کو مویشیون کے باندہنے کے لئے ایک چھپر بناتے ہین جہان نگہباني کے لئے گھروالون مین سے ایک شخص اور کھیت کے مزدورون مین سے ایک شخص سویا کرتا ہے

تیسرے حصہ کے کاشتکارون کے مکانات دوسرے حصہ کے کاشتکارون سے کچھہ زیادہ تفاوت نہین رکھتے بجز اسکے کہ انکا پتھر چونا اینٹ اور لکڑی وغیرہ ہلکی قیمت کي ہوتی ہے اور مقدار مین وہ انسے چھوٹے ہوتے ہین۔اور انمین صحن نہین ہوتا۔

چوتھے درجہ کے کاشتکار بالکل خراب جھونپڑون مین بود و باش کرتے ہین۔یہ جھونپڑے اسقدر چھوٹے ہوتے ہین کہ گھر کے تمام لوگ انمین سما نہین سکتے انمین ایک یا دو ٹوٹی پھوٹی چار پائیان ایک چکی تھوڑے سے پیتل اور مٹی کے برتن۔ایک کے اوپر ایک چڑہاے ہوئے۔ چندیون کے ایک یا دو بنچے۔اور جلانے کا ایندھن ہوتا ہے۔ جو انکے گھر کا کل سامان ہے۔

مکان کے اخراجات ایک عمر رسیدہ عورت کے متعلق ہوتے ہین۔جو حقیقت مین نہایت سلیقہ شعار ہوتی ہے۔ اور نہایت تجویز وکفایت شعاری سے اخراجات چلاتی ہے۔ مثلاً تازہ دودھہ سے مکھن بناکر بازار مین بکواتی ہے اور مٹھا گھر کے کام مین لاتی ہے۔پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون مین گھر کي بہوی ایک سال کا اناج گھر مین بھر کے رکھتی ہے اور بھاجی ترکاری وغیرہ کنبی کے خاص باغ سے منگواتی ہے۔

پہلے درجہ کے کسان دن مین تین وقت کھایا کرتے ہین۔ مثلاً فجر کے نو بجے ناشتا۔جس مین جواری یا باجری کي روٹی دودھہ یا دہی اور چٹنی ہوتی ہے۔دوپہر کا کھانا ایک اور دو بجے کے درمیان ہوتا ہے۔اور اس مین جواری یا باجری کي روٹی دال۔اور مٹھے کي کڑھی۔اور رات کے کھانے مین روٹی اور بھاجی ترکاری۔کنبیون کو اکثر بیگن کا سالن بہت بھاتا ہے اور خاصکر دکھن کے اس حصہ مین۔ انکی عادت ہے کہ پہلے مرد اور بچے کھاتے ہین۔جنکے کھلانے کے لئے عورتین کھڑی ہوتی ہین۔جب وہ کھا چکتے ہین تو وہ انہین کے جھوٹے برتنون مین کھانے کو بیٹھتی ہین۔ مزدورونکا کھانا عورتونکے متعلق ہوتا ہے۔وہ ہر ایک مزدور کو علاوہ دال اور کڑی کے سیر بھر روٹی دیاکرتی ہین اس درجہ کي کیا عورت اور کیا مرد تین یا چار دن سے نہاکر کپڑے بدلتے ہین اور پاک و صاف رہتے ہین۔

دوسرے درجہ کے کسانون مین قاعدہ ہے کہ جو شخص مکان مین سب سے بڑی عمر کا ہوتا ہے وہ گھر مین رہتا ہے۔ اور دوسرے لوگ علی الصباح کھیتونکو رات کي بچی ہوی روٹی ساتھہ لیکے روانہ ہو جاتے ہین۔راستہ مین کسی نہر یا کنوین پر نہا دہوکے کپڑے بدل لیتے ہین۔آٹھہ یا نو بجے ناشتا کرتے ہین۔دوپہر کو انکے کھانے کے لئے عورتین باجری یا جواری کي تازی روٹیان دال اور مٹھے کي کڑی یا بھاجی ترکاری لاتی ہین۔پھر رات کے آٹھہ اور نو بجے کے درمیان مکانون پر کھانا کھایا کرتے ہین۔وہی روٹی دال اور بھاجی ترکاری لیکن اسکے ساتھہ چٹنی ضرور ہوتی ہے کیونکہ کنبی لوگ بغیر چٹنی کي کبھی کھانا نہین کھاتے۔اور چوتھے یا پانچوین روز کپڑے بدلتے ہین

تیسرے درجہ کے کسان بھی دن مین تین وقت کھایا کرتے ہین لیکن ہمیشہ روٹی پیاز یا چٹنی۔

اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون کي حالت بہ نسبت تیسرے درجہ کے کسانون کے بہت اچھی ھے۔

پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون کا معمولی لباس ایک اچھي اور وزن دار پگڑی انگرکھا اور بھاری دہوتی ھے۔اور اکثر چاندی کا زیور انکے جسم مین ہوتا ھے لیکن سونے کا کبھي کبھي۔اور تیسرے کلاس کے کسانون کا بھی ویسا ہي لباس ھے لیکن قیمت مین اس سے ہلکا۔وہ انگرکھے کے عوض کملی۔یا دوپٹہ اوڑھتے ہین۔اور زیور شاذ و نادر ہی پہنتے ہین۔ پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون کي عورتین بھاری ساڑھیان اور چولیان پہنتی ہین۔اور تیسرے درجہ کي ہلکی۔اور دونون چاندی کا زیور پہنتی ہین۔لیکن چوتھے درجہ کے کسانون کا لباس بہت خراب ہوتا ہے اونکی کمر سے ایک میلا کپڑا بندھا ہوا سر پر ایک میلی پگڑی۔اور جسم پر ایک موٹی سی کملی اور انکے پاس ایک پھٹی ہوئی مرزائی ہوتی ہے۔جو تہوارون مین پہنی جاتی ہین۔انکی عورتون کے

پاس دو موٹی سی ساڑھیان اور دو ہلکی چولیان — بس ان لوگونکا لباس ہوچکا — یہ لوگ ایسے غریب اور ایسے قانع ہین کہ اچھی فصلون مین بھی انمین خوش حال لوگ بہت کم نظر آتے ہین —

کنبی لوگون کی عمرین اکثر بڑی ہوا کرتی ہین — کوئی قصبہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوگا جس مین بڑی بڑی عمر کے لوگ موجود نہون — انکی احتیاط انکا خوراک اور انکی ورزش انکی صحت و تندرستی کا باعث ہے — کنبیون کو اکثر طحال — تپ لرزہ — اسہال — ہیضہ اور نارو وغیرہ کی بیماریان ہوا کرتی ہین — جب وہ بیمار ہوتے ہین تو حکیم یا ڈاکٹر کی دوا نہین کرتے — بلکہ چند معمولی جڑی بوٹیون کو جمع کرکے انسے اپنا علاج کرلیتے ہین — لیکن انکے نزدیک عمدہ سے عمدہ علاج گرم لوہے یاسونے کے ٹکڑے یا بھلانوین سے داغ دینا ہے — ان داغون کا ایسا عام رواج ہے کہ کنبیون مین برابر آدھے لوگ ہونگے کہ جنکی پیٹھہ اور گردن پر ایسے داغ ہون —

کنبیون کے پاس آشوب چشم کا بھی ایک نادر علاج ہے وہ ایک قسم کی کالی مرچ کے باریک سفوف کو آنکھون مین چھڑکتے ہین اگرچہ اسوقت انہین تکلیف ہوتی ہے لیکن اس سے فائدہ بہت ہوتا ہے —

کنبی لوگ بڑے ضعیف الاعتقاد ہین — جب وہ بیمار ہوتے ہین تو علاوہ ان معالجونکے وہ جھو منتر سے بھی رجوع لاتے ہین اونکا اعتقاد ہے کہ دس مین سے نو بیماریون کا باعث ارواح خبیثہ ہین وہ جسمون مین داخل ہو کے تکلیف پہونچاتی ہین — اسلئے جن لوگون کو جھو منتر مین دخل ہوتا ہے — انہین بلوا کے انسے علاج کرواتے ہین — بازو اور گلے مین گنڈے اور پاؤنمین کالا ڈورا بندھواتے ہین اور انکا دم کیا ہوا پانی پیتے ہین — ان منترون سے انکا اعتقاد ہے کہ ارواح خبیثہ سے انہین نجات ملتی ہے اور انکا اثر دایمی اور فوری ہوتا ہے —

جب وباے ہیضہ اور چیچک کنبیون مین پہونچتی ہے تو بڑا غضب ڈھاتی ہے سینکڑون آدمی انکا شکار ہوتے ہین — لیکن خوشی کا مقام ہے کہ یہ بیماریان انمین مدت سے ظاہر ہوتی ہین —

خاص کنبیون کے تہوار یہ ہین (۱) ہولی (۲) پولا (۳) دوالی (۴) دسہرا (۵) گڈی پاڑوا (٦) ناگ پنچمی (۷) اکہاتی (۸) سنکرات —

ہولی کا تہوار جو پھاگن مین پورن ماشی سے پندرہ دن آگے شروع ہوتا ہے (مارچ) برابر پانچ روز تک رہتا ہے — اس تہوار مین مکان کی بیوی اچھے اچھے کھانے تیار کرتی ہے جن مین اکثر میٹھی روٹیان ہوتی ہین اور گانو کا پٹیل ہولی کے ڈھیر مین میٹھی روٹی — چانول اور دوسری غذائین اگنی یعنے آگ کی دیبی کو بھینٹ چڑھا کے پہلے آگ دیتا ہے — اوسکے بعد دوسرے کنبی اپنی اپنی نذرین چڑھاتے ہین — اسی تیوہار پر کنبیون مین خواہ کوئی کیسا ہی پرہیزگار کیون نہ ہو لیکن شراب پئے بغیر نہین رہتا —

پولا کا تہوار جو شراون کے اخیر روز آتا ہے (آگست) — بیلون کا تہوار ہے — اس روز ان سے کچھہ کام نہین لیا جاتا — اونکے سینگ رنگے جاتے ہین انہین نہلایا جاتا ہے اور شام کو باجے گاجے کے ساتھہ انکی سواری نکلتی ہے — جو بیل سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکا مالک اسکو اپنی بیوی کا زیور اور ساڑھی اوڑھاتا ہے بڑا پٹیل اس سواری کے آگے ہوتا ہے — اور دوسرے لوگ بیلون کے ساتھہ — اس روز بیلون کو میٹھی روٹیان تیل مین بھگو کے کھلائی جاتی ہین

دیوالی یا روشنی کا تہوار کارتک کے نئے چاند کو ہوتا ہے (نومبر) اور تین روز تک برابر جاری — اس تہوار مین مکانون کو صاف کرکے سفیدی لگائی جاتی ہے — اور خوب روشنی کی جاتی ہے — بڑے قصبون مین میٹھی روٹیان اور دوسرے اچھے اچھے کھانے تیار ہوتے ہین — مہار عورتون مین جو عورت افسر ہوتی ہے اسکو بڑا پٹیل ایک ساڑھی ہدیہ دیتا ہے اور بلوتے دارون کی عورتون کو ایک ایک چولی — کنبیون کی قرابت دار عورتون کو بھی اسکی طرف سے چولیان ہدیہ ملتی ہین —

دسہرا کا تہوار جو آشون سدھہ کی دسوین کو آتا ہے (اکتوبر) ایک ہی روز رہتا ہے اس روز گانو کے بڑے بہاٹک اور دیبی کے مندر کے پاس گانو کا پٹیل دو یا تین بکرے کاٹ کے پوجا پاٹ کرتا ہے — اُس روز بھی اچھے اچھے پکوان پکتے ہین اور آلات زراعت پوجے جاتے ہین —

گڈی پاڑوا چیتر کی سُدھہ پہلی کو آتا ہے (مارچ) یہ ہندوؤن کے نئے سال کا تہوار ہے — اس روز ایک لمبا بانس یا ڈنڈا جسکے سرے پر ایک پیتل کا لوٹا ہوتا ہے — ہر ایک گھر کے سامنے گاڑا جاتا ہے اور مذہبی رسومات ادا کئے جاتے ہین — اس روز بھی مٹھائی اور دوسرے نفیس پکوان پکتے ہین — جھاڑون کو جھولے باندھے جاتے ہین اور تمام کنبی بڑی خوشیان مناتے ہین —

ناگ پنچمی — یعنے سانپ کا تہوار — یہ تہوار سراون کی سُدھہ پانچ کو آتا ہے (جولائی) اور خاص عورتون کا تہوار ہے — اس مین وہ نہا دھو اور کپڑے بدل کر پتھر کے ناگ کی مورت کی پوجا کرتی ہین — اس روز بھی اچھے اچھے کھانے پکتے ہین اور مرد پینگ بڑھاتے ہین —

اکہاتی — یہ تہوار بھی خاصکر کے عورتون کا ہے اور وہ اس روز گاوری دیبی کی مورت کی جو لکڑی یا پیتل کی ہوتی ہے پوجا کرتی ہین —

سنکرات کے تیوہار کے روز جو پاؤش ودھہ پانچ کو آتا ہے (جنوری) — بعض مذہبی رسومات ادا ہوتے ہین اور رشتہ دارون اور دوستون کو تِل تقسیم کیجاتی ہے — کنبیون کا قاعدہ ہے کہ اس تاریخ تک گیہون اور جواری کو جو کھیتون مین پک کے تیار ہوتی ہے چھوتے نہین — اور اس روز پہلے پہل اس کو کام مین لاتے ہین ہولدا کا موسم اس روز سے شروع ہوتا ہے — اس روز بھی مٹھائیان وغیرہ بنتی ہین —

کنبیون کا دوسرا ایک تیوہار ہے جو دیوتا کھنڈوبا کی یادگار مین منایا جاتا ہے جسکو کھنڈوبا کا ست کہتے ہین—اوس روز بہی مٹہائیان وغیرہ تیار ہوتی ہین اور مذہبی رسومات ادا کئے جاتے ہین—رات کو کھنڈوبا کی مورت کے سامنے مشعلین سلگائی جاتی ہین — بارش کے موسم مین کنبی لوگ اپنے ابا و اجداد کی یادگار مین پترا کی رسم ادا کرتے ہین اور پترا بہادرا پد کی ودہہ پہلی کو شروع ہوتا ہے—اور مہینہ بہر رہتا ہے — تیسرے درجہ کے کسان لوگ یہ سارے تہوار مناتے ہین— ایکن فرق اتنا ہے کہ انکے پکوان تہوارون کے روز زیادہ تکلف کے نہین بلکہ غریبانہ ہوتے ہین—چوتہے درجہ کے کسانون کے پکوان مین جو ان تہوارون مین ہوتے ہین جوار یا باجری کی روٹیان ہوتی ہین جن مین گڑ ملا ہوا رہتا ہے—

کنبی لوگون مین جب بچہ نو یا دس برس کا ہوتا ہے تو اوسکی شادی کردیجاتی ہے—پہلی رسم منگنی کی ہوتی ہے اور پہر ایک یا دو برس پیچہے شادی کی—یہ لوگ شادی کے لئے—ویساکہہ جیٹہہ—مرگسور—ماگہہ—اور پہاگن کو مبارک مہینے سمجہتے ہین—اور انہین مہینون مین شادیان کرتے ہین—منگنی کی رسم ایک ہی روز ہوتی ہے — لیکن شادی کو تین چار روز لگتے ہین—ان لوگون مین جو شادی بڑی دہوم دہام سے ہوتی ہے—اسکا صرف ۵۰۰ سے ۸۰۰ روپیہ تک ہوتا ہے اور تیسرے درجہ کے کسانون مین ۲۰۰ سے ۵۰۰ تک اور چوتہے درجہ کے لوگون مین ۷۵ سے ۱۵۰ تک—انمین کا آدہا روپیہ سونے اور چاندی کے زیورات پر صرف ہوتا ہے اور آدہا شادی کے اور اخراجات وخیرات وغیرہ پر—بچون کی ولادت پر کنبی لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ۵ روپیہ سے ۱۵ روپیہ تک صرف کرتے ہین—

انکے ہان جب موت ہوتی ہے تو تجہیز وتکفین کے اخراجات اونکی حیثیت پر موقوف رہتے ہین مثلاً پانچ روپیہ سے ساٹہہ روپیہ تک—کنبیون مین کوئی جلاتے ہین اور کوئی گاڑتے ہین جیسے انکے گہرانے کا رواج—

کنبی علی العموم شُدر قوم مین شمار کئے جاتے ہین—یہ قوم ان چار قومون مین سے اخیر ہے جن مین ہندو مذاہب تقسیم کئے گئے ہین—ڈاکٹر مونیر ولیم کسانون کو وشیا یعنے تیسری قوم مین شمار کرتا ہے—کنبیون کی پوجا کا آئین ویسا ہی ہے جیسا ادنیٰ مذہب کے ہندؤنکا—اور وہ مسلمانون کا محرم بہی مناتے ہین—اور مسلمان پیرون کے میلون مین بہی شریک ہوتے ہین—یہ لوگ جن دیوتاؤنکی پوجا کرتے ہین انکے نام یہ ہین —(۱) کہنڈوبا (۲) ماروتی (۳) گنپتی (۴) مہادیو (۵) دیوی (٦) موسوبا (۷) وٹہوبا—ان دیوتاؤنمین جو انکے محافظ ہین وہ صرف دوہی ہین یعنے کہنڈوبا اور دیوی— لیکن بعض وقت موہونی راج کو بہی شریک کرتے ہین—

اکثر متمول کنبی اپنے اپنے گہرون مین گنپتی کی پیتل یا پتہر کی—مہادیو اور اسکے ملازم نندی کی فقط پتہر کی اور کہنڈوبا کی چاندی یا پیتل کی مورتیان رکہتے ہین—اگر کوی کنبی اونچے درجہ کا ہوتا ہے تو وہ صبح کے اشنان کے بعد انمین سے کسیکی پرستش کرتا ہے اور وہ اسطرحسے کہ اسکو صاف پانی مین دہوکر اوسکے نزدیک ایک تیل کا چراغ سلگاتا ہے اور روٹی دودھہ وغیرہ اسکے پاس رکہتا ہے —

ہر ایک گانؤ مین اس گانؤ کا ایک خاص مندر دیہی ماروتی کا ہے—اور علاوہ اسکے اکثر گاؤنمین گنپتی—کہنڈوبا—وٹہوبا—اور دیہی کے جدا جدا مندر ہین—انمین اکثر مندرون کو گورنمنٹ کی طرف سے انعام مین جاگیرین ملی ہوی ہین— یا نقد روپیہ ملا کرتا ہے—لیکن بعض مندرون کے اخراجات لوگونکی اعانت پر منحصر ہین — کنبیون مین جو شخص پرہیزگار ہوتا ہے وہ جبتک اپنے نگہبان دیوتاؤنکی پوجا نہ کرلے کبہی کہانا نہین کہاتا — کنبیونکا چال چلن بالکل سیدہا سادہا اور انکا مذہبی طریقہ نمایش سے بالکل پاک ہے —

اضلاع گلبرگہ

گذشتہ تاریخی بیان

ابتدا مین گلبرگہ ایک ہندؤنکا شہر تہا اور ورنگل کے راجاؤن کے ماتحت - لیکن سنہ ۱۳۲۳ع مین شہزادہ الغ خان نے جو بعد مین دہلی کا شہنشاہ محمد تغلق ہوا اسکو پرتاپ رودر سے چہین لیا-لیکن اوسکے بیس برس بعد دکہن کے گورنرون نے اسکے برخلاف بغاوت کی-اور علاؤالدین حسن شاہ گنگوئے بہمنی کو اپنا پادشاہ بنالیا-اوسکا نام اصل مین حسن تہا اور وہ سنہ ۱۲۹۰ع مین نہایت غریبی کي حالت مین پیدا ہوا تہا-لیکن رفتہ رفتہ سلطان محمد تغلق شاہ کے ملازمون مین داخل ہوگیا تہا-جب کہ سلطان ناممدوح نے اپنا پایہ تخت بعوض دہلی کے دولت آباد کو مقرر کیا-تو وہ اسکی ملازمت مین تہا-اسکے پیشتر وہ تیس برس تک ہلواہے کا کام کرتا رہا اسکے چال چلن بالکل بے عیب تہے-اوسکے پادشاہ ہونے کي نسبت مرقومہ الذیل نقل یون بیان کي گئی ہے-کہ وہ اپنی نوجوانی مین دہلی کے ایک برہمن گنگو نامی کے پاس جو شاہی منجم تہا نوکر تہا-ایک روز وہ اپنی آقا کي زمین مین ہل چلا رہا تہا کہ اوسکو زمین مین ایک مٹی کا برتن ملا جو اشرفیون اور روپیون سے بہرا ہوا تہا-اس نے وہ برتن ایمانداری کے ساتہہ اپنے صاحب کے حوالہ کردیا-وہ اسکی دیانت سے اسقدر خوش ہوا کہ اسی وقت سلطان غازي الدین کو اس کي ایمانداری کي اطلاع دی-سلطان کو اسکی چال ایسی بہائی کہ فوراً اسکو نوکر رکھکے ایک سو سوارون کا افسر بنا دیا-برہمن گنگو نے جب اوسکی یہ کامیابی دیکہی تو علم نجوم سے اسکا زایچہ کہینچکر معلوم کیا کہ کسی نہ کسی روز وہ ضرور پادشاہت کے رتبہ کو پہونچیگا-برہمن نے حسن کو اوسکی آئندہ عظمت و شان کی خبر دی اور از راہ مکر و فریب اوسکو ترغیب دلاکر اس سے مستحکم وعدہ لیا کہ اگر تو کبہی پادشاہ ہوجاوے تو میرے نام پر سے اپنا نام حسن گنگو رکہے اور نیز مجہکو صیغہ مالگذاری کے وزیر کے عہدے پر مقرر کرے - غرض جب حسن پادشاہ ہوا تو یہ دونون اقرار پورے گئے اور اس وجہ سے اسکے نام کے ساتہ ہندو کا نام شامل ہوگیا-

بڑی مسجد گلبرگہ

قلعہ اور خندق — گلبرگہ

جب محمد تغلق شاہ نے دولت آباد مین اپنا پاے تخت منتقل کیا تو حسن گنگو قتلغ خان کے ماتحت ایک افسر تہا۔جو جدید گورنر ہوا تہا۔اس نے حسن گنگو کو کونچی کا حاکم مقرر کیا۔جو اسوقت قلمرو نظام مین داخل ہے۔وہان اس نے چند سال بسر کئے۔اور اس عرصہ مین وہ ایک فوج کا سردار اور ایک جاگیردار ہوگیا تہا۔

چونکہ محمد تغلق سے لوگ بوجہ تبدیل دارالسلطنت کے اور نیز بوجہ اوسکی حکمت عملی کے کہ جس سے ملک تقریباً دوالیہ ہوگیا تہا۔بالکل ناراض تہے۔اسلئے اس نے چاہا کہ ایک بہاری فوجی مہم تیار کرے لیکن کچہہ فائدہ ندیا اور تمام ملک مین غدر برپا ہوگیا۔اسکا مفصل بیان دولت آباد کے باب مین مذکور ہوچکا ہے۔ اس غدر مین محمد تغلق نے عمادالملک کو حکم دیا کہ بعض باغیون کا جو بہاگ کے گلبرگہ چلے گئے ہین تعاقب کرے۔حسن گنگو بہی ان باغیون مین تہا۔اسکو یہ موقع اچہا ہاتہ آیا جسکا وہ ایک مدت سے منتظر تہا۔ اس نے اسی وقت پندرہ ہزار کی فوج جمع کرکے بیدر کی راہ لی۔لیکن چونکہ عمادالملک کے ساتہہ تیس ہزار کی فوج تہی۔اس لئے حسن گنگو نے ورنگل اور نیز اپنے شریک سلطان اسماعیل کی دولت آباد سے کمک کے آنے تک توقف کیا۔اوسکے بعد عمادالملک کے ساتہہ ایک سخت لڑائی ہوئی۔جس مین عمادالملک مارا گیا۔اور

اسکی فوج کی شکست ہوگئی۔اس لڑائی کے بعد حسن گنگو دولت آباد آیا اور اپنے ساتہی سلطان اسماعیل کے ساتہہ شریک ہوگیا۔حسن کی اس فتحیابی نے سلطان اسماعیل کے ہمراہیون پر ایسا زبردست اثر ڈالا کہ وہ بجائے سلطان اسماعیل کے حسن کو اپنا بادشاہ بنانے پر آمادہ ہوگئے۔اسماعیل مجبور ہوکے کہنے لگا کہ چونکہ حسن مجہسے زیادہ عمر رسیدہ ہے اسلئے بادشاہت کے وہی لایق ہے۔غرض نہایت جوش اور کمال خوشی کے ساتہہ حسن سلطان علاؤالدین حسن گنگوے بہمنی کے خطاب سے مخاطب ہوکے تخت سلطنت پر سوار ہوا۔ یہ جدید سلطنت سنہ ۱۳۴۷ع مین شروع ہوی۔اور اس کا پاے تخت گلبرگہ مقرر ہوا۔اور دولت و آباد و بیدر بہی اس مین شامل ہوگئے۔علاؤالدین نے اپنے قدیم آقا برہمن گنگو کو طلب کرکے حسب اقرار شاہی خزانہ کا وزیر مقرر کردیا۔دوسرا ایک شخص تہا ملک سیف الدین نامی جو تدبیر سلطنت و حکمرانی مین اپنا مثل و نظیر نہین رکہتا تہا۔اسکو وزیر اعظم کا عہدہ دیا گیا۔ بادشاہ نے اور انتظام سلطنت کے استحکام کے لئے مصلحتاً اپنے لڑکے کی اوس کی لڑکی کے ساتہہ شادی کردی۔یہ شادی نہایت دہوم دہام سے ہوی۔بیان کیا جاتا ہے کہ اس شادی مین دوسو مرصع تلوارین خاص امراکو اور دس ہزار بہاری بہاری اقسام کے خلعت امرا اور دوسرے لوگون

گو تقسیم ہوے—تمام رعایا کي راتدن ضیافتین ہوتی رہین— گلبرگہ کے راستون مین بڑے بڑے انجن لگا دئیے گئے تھے اور ان مین طرح طرح کے حلوے اور مٹھائیان اور انواع و اقسام کي نعمتین پک پک کے لوگون کو تقسیم ہوتی تھین اس شادی کا جشن برابر ایک سال تک رہا—اور اخیر روز امیرون نے پادشاہ کو نذرین گذرانین جن مین اقسام کے جواہر—اشرفیان اور تمام ملکون کے عمدہ عمدہ تحایف موجود تھے—یہ پادشاہ اپنی رعایا مین بڑا ہردلعزیز ہواہے اوسکی رعایا مین زیادہ کرکے اجنبی لوگ تھے—اوسکی کل عادتون سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پادشاہت ہي کے لئے پیدا ہوا تھا—اوسکے زمانہ مین کوئی بغاوت نہین ہوی الّا ایک کے کہ اسکا مرتکب معزول سلطان اسمعیل تھا—پادشاہ نے اوس کو امیرالامرا کا عظیم الشان خطاب دیا تھا—لیکن باوجود اسکے وہ اس سے خوش نہین ہوا اور وزیر اعظم کے عہدے سے رشک و حسد کرکے مخفی طور پر سازش کي کہ پادشاہ کو قتل کرکے آپ اسکی جگہ پر پادشاہ بن بیٹھے—لیکن خود اوسکے متعلقین مین سے ایک شخص نے یہ بات ظاہر کر دی—تمام امیرون کے روبرو اسماعیل پر بغاوت و نمک حرامی کا الزام رکہا گیا—اور بعد ثبوت جرم کے اوسکی گردن اوڑادی گئی—اگرچہ یہ کارروائی سخت تھی—لیکن پادشاہ کا عدل و انصاف اسیکا مقتضی تھا—لیکن باوجود اسکے اوس نے اوسکی جاگیرات ضبط نہین کي—بلکہ اسکے عوض اسکے بیٹے کو وہي مرتبہ اور خطاب دیا جو اسمعیل کو دیا گیا تھا—

واقعہ مذکورہ کے چند روز بعد ورنگل کے راجہ نے چاہا کہ سلطان کي اطاعت و فرمانبرداری سے دست بردار ہو— لیکن سلطان کي سفارت اور اوسکی دوستی کا خیال جو ایک مدت سے ان کے آپس مین چلی آتی تھی غالب آگیا اور وہ سلطان کي خواہشون کي تکمیل کرنے اور اس خراج کے دینے پر راضی ہو گیا—جو شہنشاہ دہلی کو دیا کرتا تھا—اسکے بعد سلطان نے ایک فوج کرناٹک کو جو ہندوستان کے جنوب مین ہے روانہ کي—اور واقعی وہ نہایت کامیابی کے ساتہ واپس ہوی اور سلطان کو وہان سے بے حساب اور قیمتی مال غنیمت ہاتہ آیا—سنہ ۱۳۵۷ مین گجرات کے ایک ہندو راجہ نے سلطان سے فوجی اعانت کي درخواست کي اوس نے اوسکی درخواست کو منظور کرکے تیس ہزار کي جمعیت تیار کي جسکے ایک حصہ پر اپنے فرزند محمود کو مقرر کیا اور باقی کي فوج آپ اپنے ساتھہ لیکے روانہ ہوا—لیکن راستہ مین بیمار ہو کے پھر گلبرگہ واپس آگیا—سلطان کو اسوقت خیال ہوا کہ اب اسکے زندگی کے دن تمام ہوے تو اسنے اپنے ملک کو چار حصون مین تقسیم کرکے امیرونکے حوالہ کر دیا—پہلا حصہ گلبرگہ سے مغرب مین ڈابل اور جنوب مین رایچور اور مدگل تک وزیر اعظم کے سپرد ہوا— دوسرا حصہ چول کا جو دولت آباد اور میرپٹن کے درمیان وقع ہے—اپنے بھتیجے کبیر محمد کے حوالہ کیا—تیسرا حصہ ماہر ماہگر کا معہ ایک حصہ برار کے صفدرخان کو مرحمت کیا—چوتھا ضلع بیدر اندور کاولاس اور تلنگانہ کا اپنے فرزند محمود کو بخشا—پادشاہ چھہ مہینے تک بیمار رہا لیکن اس حالت مین بھی امورسلطنت برابر چلاتا رہا— اس مدت مین اس سے بہت سی فیاضیان اور نوازشین ظہور مین آئین چنانچہ اس نے تمام قیدیون کو رہا کردیا— سوائے سات قیدیون کے کہ جنکے جرم نہایت سخت تھے— اور انہین اپنے فرزند محمود کے حوالہ کر کے وصیت کي کہ میرے انتقال کے بعد جیسا مناسب معلوم ہو انکے ساتھہ سلوک کرے اور اپنی وفات کے چند روز پہلے بہت سا روپیہ غریبون کو تقسیم کیا—۱۰ فروری سنہ ۱۳۵۷ع کو سڑسٹھہ برس کي عمر مین بیس سال کي سلطنت کے بعد اوسکا انتقال ہوا—اوسکا مقبرہ قلعہ کي مغرب مین واقع ہے—

سلطان علاؤالدین کے بعد اوسکا بیٹا محمودشاہ تخت نشین ہوا جسکی تخت نشینی نہایت دہوم دہام اور نہایت شان وشوکت سے ہوی—اس جشن پر بے حساب روپیہ اٹہا— اس پادشاہ یعنی محمودشاہ کے دربار کي عظمت و شان کي نسبت فرشتہ یون بیان کرتا ہے—"اس نے اپنے تخت کي چتر پر نصب کرنے کے لئے ایک سونے کا گنبد بنوایا تھا جس پر موتی جڑے ہوئے تھے اور اس گنبد پر ایک مرصع ہُما تھا جسکے سر پر ایک بیش قیمت لعل تھا جو بیجانگر کے راجہ نے نذر گذرانا تھا—اوس نے اپنے نوکرون کي تعداد بڑہادی تھی—امیرون اور افسرون کے چار درجے مقرر کئے تھے—اور ایک کو ایک ایک خدمت سپرد کي اور ہر ایک کے لئے دربار مین حاضری کا جدا جدا وقت مقرر کیا—ہر روز سوائے جمعہ کے عام دربار کیا کرتا تھا—اور دوپہر کو ظہر کي اذان تک کاروبار سلطنت مین مشغول رہتا تھا— تخت پر سوار ہونے سے پیشتر ہمیشہ وہ اپنے باپ کي تعظیم مین اوسکو جھک کے بوسہ دیا کرتا تھا—اوسکے تخت نشیني کے اخراجات معہ اخراجات اسکے مان کے مکہ معظمہ کو امیرون اور سردارون کي ایک جمعیت کے ساتہ حج کو جانے کے اسقدر بڑھگئے کہ اسکا خزانہ تقریباً خالی ہو گیا—جب بیجانگر اور ورنگل کے راجاؤن کو اوسکے خزانہ کي حالت معلوم ہوی تو موقع وقت کو غنیمت سمجھکے اور نیز نوجوان بادشاہ کو سلطنت جدید کے تخت پر متمکن دیکھکے ایلچیون کے معرفت اوسکو پیغام دیا کہ تمہارے باپ نے جو ملک ہمارا چھین لیا ہے مناسب ہے کہ وہ واپس کردیا جائے—چونکہ محمود شاہ اوسوقت جنگ کے لئے آمادہ نہین تھا اسلئے انکے جواب مین اسوقت تک لیت ولعل کرتارہا کہ جب تک پوری تیاري نہوچکے— اسکے بعد انہین ایلچیون کے ساتھہ کہلا بھیجا کہ تم جلدی سے خراج روانہ کردو—انہون نے انکار کیا اور آپس مین جنگ جہڑ گئی—ورنگل کے راجہ نے قلعہ کاولاس کا محاصرہ کیا—لیکن بادشاہ نے اوسکو شکست دیکے ورنگل تک اوسکا

بادشاہونکے مقبرے — گلبرگہ

تمام ملک تاخت و تاراج کردیا—بہمنی سپہ سالار نے اوسکو مجبور کرکے خراج—اخراجات جنگ اور سلطان کی خدمت مین بیش بہا تحائف روانہ کرائے—اسکے بعد کئی سال تک امن و امان رہا—اور پادشاہ اپنے سلطنت کے استحکام اور گلبرگہ کی ترقی اور آراستگی مین مصروف رہا—بعض لوگون کا خیال ہے کہ گلبرگہ کی بڑی مسجد انہین ایام مین تیار ہوئی—لیکن وہان کے لوگون کی زبانی پایا جاتا ہے کہ اصل مین یہہ مسجد نتہی—بلکہ دیوان عام تہا—جہان عظیم الشان تخت رکہا گیا تہا—

سنہ ۱۳۷۱ع مین بعض گہوڑون کے تاجرون کو جو گلبرگہ آرہے تہے—راستہ مین ورنگل کے راجہ نے روک کے جبراً اونسے عمدہ عمدہ گہوڑے خرید کرلئے—اس سے دوسری دفعہ آپس مین جنگ چہڑ گئی—جس مین پہر ہندو منہدم ہوے اور ورنگل کے راجہ کا لڑکا ونایک دیو قید کرلیا گیا—جب وہ سلطان کے حضور مین آیا تو نہایت گستاخانہ اور بےادبانہ جواب دئے—جس کے لئے اسکی زبان قطع کرکے اس کو آگ مین جلا دیا گیا—جب راجہ کو یہ خبر پہونچی تو ایسا غضب ناک ہوا کہ پادشاہ کو ہنگام مراجعت گلبرگہ سخت تکلیف دی اور تمام مال و اسباب چہوڑ کے چلے جانے پر مجبور کردیا اور علاوہ اسکے چار ہزار آدمیون مین سے جو بادشاہ کے ہمراہ تہے پچیس سو مارے گئے—پادشاہ خود بہی زخمی ہوکر کاولاس مین فروکش ہوا—یہان اسکا وزیر اور اوسکی باقی فوجین آنکر اس کے ساتہہ شامل ہوگئین—ورنگل کے راجہ کو اس سے بہی تشفی نہوی تو اس نے بیجانگر کے راجہ کو اپنے ساتہہ شریک کرکے شہنشاہ دہلی کی خدمت مین ایک عرضی روانہ کی کہ اگر آپ ہماری اعانت کرین تو ہم بہمنی سلطنت کو نیست و نابود کرکے بہت بڑا خراج آپکی خدمت مین روانہ کرینگے—لیکن پادشاہ دہلی نے انکار کیا اور محمود شاہ کو اس بات کی خبر ہوی—تو پہر از سر نو لڑائی شروع کردی اور اپنی ذات سے ورنگل پر چڑہائی کی اور دوسری فوج سے گولکنڈے کا محاصرہ کیا—یہ فوجین برابر دو سال تک میدان جنگ مین رہین—اور اخیر مین راجہ نے بالکل عاجز اور مجبور ہوکے صلح کی درخواست کی—اور وہ اس شرط پر منظور ہوی—کہ راجہ ۳۰۰ ہاتہی ۲۰۰ عمدہ گہوڑے ۳۳ لاکہہ روپیہ اور گولکنڈے کا پہاڑی قلعہ معہ اسکے مضافات کے پادشاہ کے پیش کش کرے—راجہ نے قبول کیا اور آپس مین صلح ہوکر امن و امان قایم ہوگیا—پادشاہ نے بیدر مین آنکر اپنی فوجین توڑ دین—

اوسکے بعد گلبرگہ مین دونون کے درمیان ایک عہدنامہ ہوا—جسکے روسے سلطان محمود اور اسکے جانشین راجہ مذکور کی حفاظت کے ضامن و کفیل ہوگئے—راجہ نے اسکے عوض محمد شاہ کو ایک قیمتی مرصع تخت جو دہلی کے شہنشاہ سلطان محمد تغلق کے ہدیہ کے لئے تیار کیاگیا تہا—نذر گزرانا—اس تخت کی نسبت فرشتہ یون بیان کرتا ہے—کہ یہ تخت نو فٹ لمبا اور تین

قیمت چوڑا۔ آبنوس کا بناہوا تہا۔ اور اسپر سونے کے پتر چڑہے ہوے تہے۔ ان پتروں پر نہایت بیش قیمت جواہرات نصب تہے۔ سلطان محمود کے زمانہ مین چند سال بعد جب وہ انکو ایا گیا تو اوسکی قیمت ساڑہے تین کڑوڑ روپیہ کي ٹہہری۔ پادشاہ نے اوس کو توڑکے اوسکے جواہرات تمام گلدانون اور پیالون مین جڑوا دئے" غرض جب یہ تخت گلبرگہ آیا تو دیوان عام مین رکہوا دیا گیا۔

اس عہدنامہ کي خوشی مین گلبرگہ مین ایک بڑی دہوم دہام کا جشن شروع ہوا۔ اور دور دور سے لوگ اسکے دیکہنے کے لئے آئے۔ انمین قوالون کي ایک جماعت بہی تہی۔ اس نے سلطان کو ایسا محظوظ کیا کہ حالت نشہ مین اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ انکے انعام کے لئے بیجانگر کے راجہ پر ایک ہنڈی لکہکے انکے حوالہ کرے۔ وزیر نے اس حکم کو بادشاہ کے نشہ پر محمول کرکے اسوقت ہنڈی روانہ نہین کي۔ لیکن دوسرے دن جب پادشاہ نے اوسکی نسبت دریافت کیا تو وزیر نے عرض کیا کہ مین نے ہنوز لکہا نہین ھے کیونکہ مجکو یہ دریافت کرنا تہا کہ واقعی پادشاہ کا یہی مصمم ارادہ ھے۔ یا حالت نشہ مین یہ الفاظ زبان مبارک سے صادر ہوے۔ پادشاہ نے فرمایا کیا تو یون سمجہتا ھے کہ میری زبان سے کوئی لفظ مہمل اور بے معنے نکلتا ھے۔ نہین نہین بلکہ مین نے جو حکم تجہے دیا ھے۔ وہ درستگئی حواس اور تصمیم ارادہ سے تہا نہین کہ نشہ شراب کي حالت مین۔ وزیر نے اسیوقت ہنڈی لکہکے قاصد کے ساتہہ بہیجدی۔ بیجانگر کے راجہ نے جب اوسکو دیکہا تو آگ بہبوکا ہوگیا اور سلطاني قاصد کو گدھے پر بٹہلا کے تمام شہر مین پہرایا اور اسیوقت تیس ہزار سوار۔ تین ہزار ہاتہی۔ اور ایک لاکہہ پیدل کي فوج جمع کرکے مدگل کے قلعہ پر چڑھہ دوڑا۔ وہان کي تمام گیریسن کو قتل کرکے اسپر قابض ہوگیا۔ اس عرصہ مین محمود شاہ دولت آباد اور گلبرگہ مین فوج جمع کرنے مین مصروف تہا۔ مذکور گیریسن مین سے ایک شخص بچکے وہان بہاگ آیا اور بادشاہ کو اس خونریزی کي خبردی تو اسنے غضب ناک ہوکر اسکے قتل کا حکم دیا۔ اور کہا کہ مین ایسے شخص کي صورت دیکہنا نہین چاہتا۔ کہ جو اپنے جوانمرد رفیقون کو قتل ہوتے ہوے دیکہکے وہان سے بہاگ آیا ہو اور پہر اسیوقت قسم کہائی کہ جب تک مین اسکے انتقام مین ایک لاکہہ ہندؤن کو قتل نکرونگا اپنی تلوار نیام مین نرکہونگا۔ اسکے بعد ایک چہوٹی سی جمعیت کے ساتہہ دریاے کرشنا کو عبور کرکے اوس پار چلاگیا۔ ہندؤنکی فوجین گہبرا کے ادہونی کو مراجعت کرگئین۔ لیکن انپر چہاپا مارکے سخت خونریزی کے ساتہہ انہین شکست دی۔ اور انکے ہاتہین۔ گہوڑون اور توپون کو چہین لیا۔ راجہ خود جان بچاکے اور اپنے تمام خزانہ کو وہین چہوڑکے بہاگ نکلا۔ ستر ہزار ہندو بلا لحاظ عمر و جنس کے مارے گئے وہ خزانہ اور بیحساب لوٹ پادشاہ کے ہاتہہ آئی۔ سلطان مدگل مین فروکش ہوا۔ اور برسات کے موسم کے بعد ایک فوج کے ساتہہ جس مین ایک توپخانہ زیر کمانڈ یوروپین اور ترکي گولندازون کے تہا ادہوني پر چڑہائي کي۔ اسوقت بیجانگر کے راجہ کرشنا راؤ کے پاس ایک مشہور ہندو جنرل تہا۔ اس نے راجہ سے سوال کیا۔ کہ مین مسلمان پادشاہ کو زندہ پکڑ لاؤن یا نیزے پر اسکا سر۔ راجہ نے کہا جیسا ممکن ہو۔ غرض ۲۲ ماہ اگست سنہ ۱۳۶۶ کو ایک سخت جنگ ہوی۔ جس مین ہندو منہدم ہوے اور مذکورہ بالا جنرل مارا گیا۔ اوسکے بعد عام خونریزی شروع ہوی۔ ہندؤنکی فوجین شکستہ ہوگئین۔ راجہ سے بغیر بیجانگر کو بہاگنے کے کچہہ بن نہ پڑی۔ محمود شاہ نے بیجانگر کا محاصرہ کیا۔ لیکن جب دیکہا کہ اوسکو مفتوح کرنا مشکل ہے تو بیماری کا بہانہ کرکے گلبرگہ کو واپس ہونے کے قصد سے نکلا راجہ نے اسکا تعاقب کیا دوسری رات کو جب شہر سے دور ہوگیا تو بادشاہ نے یکایک پلٹ کے اوسکي فوج پر چہاپا مارا۔ ہزارہا ہندو قتل ہوگئے اور پہر ہندؤنکي عام خونریزی شروع ہوي اخیر مین راجہ نے سخت مجبور ہو کے صلح کي درخواست کے لئے بادشاہ کي خدمت مین ایلچي روانہ کئے بادشاہ نے کہا کہ مین نے فقط ایک لاکہہ ہندؤنکے قتل کرنے کي نیت کي تہي نہین کہ ایک لخت تمام ہندؤنکو نیست و نابود کرنے کي لیکن اوسکے ساتہہ یہ بہي کہا کہ اگر دو لاکہہ ہندو بہي قتل ہوجائن تو بہي مین اوسوقت تک صلح کي درخواست کو منظور نکرونگا کہ جب تک راجہ قوالونکو میرے حکم کے مطابق انعام ندے۔ ایلچیون نے منظور کرکے آخر قوالونکو روپیہ دیا۔ محمود شاہ نے اوسوقت کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ جو حکم مین نے کیا تہا اوسکی تعمیل ہوی۔ اور تاریخ مین میرا حکم مہمل داخل نہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ کو اس قتل عام کا سخت رنج ہوا۔ اس لئے اس نے قسم کے ساتہہ یہ عہد کر لیا کہ آئندہ کبہی فتح کے بعد مین اپنے کسی دشمن کو قتل نہین کرونگا۔ اور اپنے جانشینون سے بہی ایسی ہی قسم لونگا۔ فرشتہ بیان کرتا ہے کہ اسوقت سے دکہن مین جنگ کے قیدیون کي حفاظت کا قانون جاری ہوگیا۔ غرض پادشاہ نے جب گلبرگہ کو مراجعت کي۔ و دولت آباد مین فساد شروع ہوا۔ جسکے لئے اسیوقت اسکو وہان جانا لازم ہوا۔ پائینٹن مین اس نے مفسدونکو شکست دی اور وہ دولت آباد بہاگ گئے۔ انکا پیچہا کرکے دولت آباد کا محاصرہ کیا۔ لیکن رات کو مفسد اوسکو خالي کرکے گجرات کو فرار ہوگئے اور فرار کے پیشتر انہون نے اپنے بال بچون کو ایک ولی کے سپرد کردیا۔ جنکا نام شیخ عین الدین تہا۔ جب بادشاہ نے انسے ملاقات کي درخواست کي تو انہون نے اسلئے کہ بادشاہ شراب خوار تہا۔ منظور نہین کیا۔ حکم ہوا کہ شیخ شہر چہوڑ کے چلے جائین یہ سنتے ہی وہ وہان سے نکل کے برہان الدین کے مقبرے مین داخل ہوگئے اور سلطان کو کہلا بہیجا کہ اب کون مجہکو یہان سے نکال سکتا ہے۔ اس پیغام

سے بادشاہ کو رحم آیا اور براہ مہربانی انہیں پیغام دیا کہ میں تمہارا مطیع ہوں اور تم بھی میرے مطیع ہو جاؤ۔ شیخ اس شرط پر راضی ہوئے اور اسکی اطاعت قبول کی کہ وہ شراب خواری سے باز آئے اور لٹیروں کو سزا دے۔ اور اس پیغام کے ساتھ انہوں نے سلطان کو غازی کا لقب بھیجا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور آپس میں ملاقات ہوئی۔ جب فساد کو موقوف کرکے وہ گلبرگہ واپس آیا تو حکم دیا کہ تمام شراب کی بھٹیاں برباد کردی جائیں۔ اور قرانین سلطنت پر پورا پورا عملدرآمد ہو۔ دکھن میں جسقدر لٹیرے تھے سبھوں کو نابود کرکے اور انکے سر کاٹ کے گلبرگہ کے باہر لٹکا دیئے گئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اوسکے بعد اوسکی سلطنت میں امن و امان رہا۔ اور ہمسایہ کے تمام ہندو راجا ہمیشہ برابر خراج بھیجتے رہے۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے ملک کا دورہ کرتا اور اپنی لوگوں کی فریاد خود اپنی ذات سے سنتا۔ آخر ۳۱ مارچ سنہ ۱۳۷۴ کو اس نے انتقال کیا اور اوسکے باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اوسکی قبر پر کہدا ہوا ہے۔ "تمام خام خیالی ہے"۔ جیسے محمدشاہ نے مال و دولت جمع کی تھی بہمنی سلاطینوں میں کسی نے نہیں جمع کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسکے زمانہ سلطنت میں ۵۰۰۰۰۰ ہندو قتل ہوئے۔

محمود شاہ نے اپنے نامور باپ کی قایم کی ہوئی سلطنت کو مستحکم کرنے میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ وہ ایک بہادر جوانمرد آدمی تھا۔ اور اسکی فوجی لیاقت بہت بڑی ہوئی تھی۔ اکثر جنگوں میں اس نے اپنے دشمنوں کی بڑی بڑی فوجوں کا تھوڑے لشکر سے مقابلہ کیا ہے۔ محمود شاہ کے بعد اسکا بیٹا مجاہد شاہ بادشاہ ہوا۔ اوسکی عمر اسوقت انیس برسکی تھی۔ وہ ایک بلند قد اور نہایت زورآور شخص تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی بیجانگر کے راجہ سے کرشنا اور تنگبدرا دریاؤں کے درمیان بعض قلعوں کا مطالبہ کیا۔ راجہ نے جواب دیا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا بلکہ تم میرے رایچور اور مدگل کے قلع واپس کردو۔ اس سے دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ مجاہد شاہ نے ایک لشکر جمع کرکے ادہونی پر پیش قدمی کی۔ اور وہاں اپنی فوج کے ایک حصہ کو اوسکے محاصرہ کے لئے چھوڑ کے آپ نے بیجانگر پر چڑھائی کی۔ راجہ شہر کی جنوب میں چلا گیا۔ لیکن بادشاد نے جب اسکو وہاں پر تنگ کیا تو وہ دوسرے پھاٹک سے شہر میں داخل ہو گیا۔ اور محاصرے کے دوران میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ کہ جنمیں ایک میں تو قریب تھا کہ وہ مارا جائے لیکن بچ گیا شہر کے باہر ایک مشہور مندر پر قبضہ کرکے بادشاد نے جب بُت کے منہہ پر مارا تو ایک پوجاری جو قریب مرگ تھا کہنے لگا۔ اس کام کی پاداش میں تو اپنے ملک میں داخل ہونیکے قبل مرجائیگا۔ یہ اسکی پیشین گوی پوری ہوی۔ بادشاہ کو مجبوری کے ساتھہ محاصرہ اٹھانا پڑا لیکن ۷۰۰۰۰ ستر ہزار ہندؤں کو قید کرکے انکے ہمراہ ادہونی کو وانہ ہوا۔ اور نو مہینہ تک اسکا محاصرہ کیا۔ لیکن رسد تمام ہونے کی وجہ سے وہ وہاں سے مدگل چلا گیا۔ وہاں چند روز آسایش میں گذارے ایک روز جب مچھلی کا شکار کرتے کرتے اسکی بینائی میں فرق آگیا تو لوگ وہاں سے اسکو خیمہ میں اٹھا لائے۔ اسکے چچا داؤد خان نے اسکے قتل کی سازش کی اور ایک رات کو جب وہ سو رہا تھا تو داؤد خان معہ دوسرے تین آدمیوں کے اسکے خیمہ میں چلا آیا۔ پادشاہ کا غلام اسکو دیکھتے ہی چلانے لگا۔ پادشاہ کی آنکھہ کھل گئی لیکن بہ سبب فقدان بصارت کے اس سے کچھہ نہ ہوسکا اور داؤد خان نے اسکی چھاتی میں خنجر بھونک دیا۔ اور اسکے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے غلام کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۳۷۸ کو وقوع میں آیا۔ پادشاہ کی میت گلبرگہ لائی گئی۔ اور داؤد خان پادشاہ ہوگیا کیونکہ مجاہد شاہ کے کوئی اولاد نتھی۔

داؤد خان نے فوج کو مطیع کرلیا اور جب گلبرگہ واپس آیا تو وہاں بڑی دہوم دہام سے اسکی تخت نشینی کی رسم ادا ہوی۔ لیکن پھر جب اس کے استحقاق کے بارے میں امیروں میں جھگڑا اٹھا تو وزیر اعظم ملک سیف الدین غوری نے اپنی کوششوں سے اسکو فرو کردیا۔ لیکن مجاہد شاد کی بہن داؤد خان کی تخت نشینی سے راضی نہیں تھی اسلئے اوسکے قتل کی سازش کرکے ۱۹ مئی سنہ ۱۳۷۸ کو جب وہ مسجد میں نماز پڑھہ رہا تھا تو اسکو قتل کرادیا اوسکے بعد داؤد خان کے لڑکے کو جو نو برس کی عمر کا تھا۔ تخت پر بٹھلانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مجاہد شاد کی بہن نے جو اس لڑکے پر متسلط تھی اس غریب کی آنکھیں نکلوا کے اعلان دیدیا کہ میرے بھائی کے قاتل کا لڑکا کبھی مستحق سلطنت نہیں ہوسکتا۔ امراے دربار نے اوسکو دہیما کرکے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے۔ اوسکو پادشاہ کے انتخاب کی اجازت دی اوس نے پادشاہ علاؤالدین اول کے چھوٹے فرزند محمود شاہ کو پادشاد مقرر کیا۔

محمود شاہ دویم کی سلطنت امن و امان کی تھی۔ لیکن اس نے تخت نشین ہوتے ہی پہلے پہل جو کارروائی کی وہ مجاہد شاہ کے قاتلوں کا قلع و قمع تھا۔ ضعیف وزیر اعظم سیف الدین جو داؤد خان کے بادشاہ ہوتے ہی اپنی عہدے سے مستعفی ہوگیا تھا۔ اوسکا صلاح کار اور گلبرگہ کا گورنر مقرر ہوا محمود شاہ ایک عقلمند اور اچھا پادشاد گذرا ہے۔ وہ بہت سی زبانیں جانتا تھا اور اکثر علوم میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ اوسکی سلطنت میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ بلکہ اسکا دربار دور و نزدیک کے شاعروں اور عقلمندوں کا مجمع تھا۔ اوسکی رائے تھی کہ قلم بہ نسبت تلوار کے زیادہ زورآور و طاقتمند ہے۔ اس لئے اوس نے اپنے قلمرو میں بہت سے مدرسے قایم کئے۔ اور انجیل کے مفسروں کو وظیفے اور غریب اور اندھوں کو تنخواہیں مقرر کردیں۔ اوسکی ایک ہی بیوی تھی جس سے وہ نہایت محبت رکھتا تھا۔ زمانہ قحط سالی میں اسنے دس ہزار بیل گجرات سے اناج لانے کے لئے مقرر کئے تھے اور وہ اناج اسکی رعایا

کو ارزان قیمت پر فروخت کیا جاتا تہا-اسکا انتقال ۲۰ ابریل سنہ ۱۳۹۶ کو ہوا-رعایا اسکو بہت چاہتی تہی اوسکے انتقال کے دوسرے روز وزیر اعظم سیف الدین نے ایک سو سات برس کي عمر مین انتقال کیا-اسکی سلطنت مین صرف ایک ہی فساد ہوا-جسکے مرتکب دولت آباد کا گورنر اور اسکے دونون بیٹے تہے-لیکن وہ سب مار ڈالے گئے-اور بہت جلد فساد فرو ہوگیا اسکے انتقال کے بعد اوسکا بیٹا غیاث الدین سترہ برس کي عمر مین تخت سلطنت پر سوار ہوا-یہ ایک نہایت لایق بادشاہ تہا-لیکن افسوس ہے کہ ایک مقتدر ترکي غلام جسکا نام لال چین تہا اوسکا دشمن ہوگیا اور اسکی وجہ یہ ہوی کہ وہ چاہتا تہا کہ آپ وزیر ہو لیکن جب بادشاہ نے دوسرے شخص کو وزیر بنایا تو اس نے اسکے برخلاف سازش کي-اس غلام کي ایک خوبصورت لڑکي تہی بادشاہ چاہتا تہا کہ اس کو اپنے حرمون مین داخل کرے-غرض ۱۹ جون سنہ ۱۳۹۶ کو لال چین نے ایک بہت بڑا جشن کیا-جس مین بادشاہ معہ اپنے ملازمون کے موجود تہا-لال چین نے اوس کو ورغلاکر اوس کے نوکرون کو وہان سے نکلوادیا-اور جب بادشاہ اکیلا رہگیا تو خنجر سے اوسکی دونون آنکہین نکال کے اوسکو قید کرلیا اور پہر اوس کے تمام ملازمون کو قتل کرکے اوسکے بہائی شمس الدین نامی کو جو پندرہ برس کی عمر کا تہا-بادشاہ بنادیا-

داؤد خان کے تین لڑکے تہے-محمود سنجر-فیروز خان اور احمد خان-ان تینون کی انکے چچا محمود شاہ دوم نے اچہی تربیت کي تہی-اور وہ بڑے ذی علم تہے-لوگون کو گمان تہا کہ محمود شاہ کے بعد فیروز خان اسکا جانشین ہوگا-کیونکہ محمود سنجر کو مجاہد شاہ کي بہن نے اندہا کردیا تہا-محمود شاہ دوم نے اپنی دونون بیٹیان دونون چہوٹے بہائیون کو دی تہین-جب غیاث الدین معزول ہوا تو اُن دونون کي عورتون نے اوسکے انتقام کے لئے اپنے خاوندون کو اشتعالک دی-جب یہ بات لال چین پر ظاہر ہوی تو چاہا کہ انپر غدر کا الزام رکہکے انہین گرفتار کرلیوے لیکن وہ مفرور ہوکے ساگر چلے گئے-ساگر ایک مضبوط قلعہ تہا پاے تخت کے نردیک-وہان سے ان دونون نے پادشاہ سے معافی طلب کي-اور اطلاع دی کہ انکا ارادہ کبہی فساد کا نہین تہا بلکہ وہ صرف لال چین کو خفیف و معذب کرنا چاہتے تہے-

پادشاہ نے انکی عذرخواہی قبول نہین کي ان دونون نے مجبوراً تیس ہزار کي جمعیت کے ساتہہ دریائے بہیما پر پیش قدمي کي-اور وہان دوسرے امرا کي شرکت کے منتظر رہے-کوئي آیا نہین-بلکہ مخفي طور پر انہین خطوط روانہ کئے کہ بادشاہ اور اس کي مان سے معاف طلب کرین-یہ پڑھکے وہ سونچ مین تہے کہ اب کیا کیا جائے کہ اتنے مین فیروز خان کي ایک فقیر سے ملاقات ہوئي اس نے کہا کہ مین بادشاد کي طرف سے تمہارے پاس آیا ہوا ہون-

یہ سنکر وہ دونون روانہ ہوے-جب شہر مین داخل ہوے تو نومبر (سنہ ۱۳۹۶) فیروز خان بارہ مسلح خدمتگارونکو ساتہہ لیکے بادشاہ کے دربار مین حاضر ہوا-لیکن پیشتر اس کے اپنے بہائي احمد خان سے انتظام کرلیا تہا کہ بہر حال اتنے آدمي اپنے ہمراہ لیکے قلعہ مین گہس آئے جو ملازمان دربار پر غالب آسکین-وہ اس انتظام کے مطابق اسوقت تین سو آدمي ہمراہ لیکے قلعہ مین داخل ہوا-جب وہان سے دربار مین پہونچا تو سمجہا کہ شاید اوسکي سازش ظاہر ہوگئي اسلئے اپني جانکے خوف سے پہرےوالون کا قتل کرنا شروع کردیا جب انکا کام تمام ہواتو دربار مین گہس آیا پادشاہ اور لال چین دونون فرار ہوگئے انہین ڈہونڈ ہنے سا وہ دونون محل کے ایک تہ خانہ مین ملے وہین انہین قید کردیا فیروز خان اپني خوش نصیبي کو غنیمت سمجہکے بادشاہ ہوگیا اور شمس الدین کي آنکہون مین جو کمسن تہا سلائي پہرا کے اوسکو بیدر مین قید کردیا-

فیرروز شاہ کي سلطنت نومبر سنہ ۱۳۹۶ کو شروع ہوئي اور ایسي ترقی پذیر ہوئي کہ اسکے جاہ و جلال کا ستارہ عین عروج پر پہونچگیا سنہ ۱۳۹۸ مین بیجانگر کے راجہ نے رایچور دواب پر حملہ کیا-اسپرسے پادشاہ نے دریاے کرشنا پر پیشقدمي کي دونو کنارون پر-دونون کي فوجین پڑی ہوی تہین اور دریا مین بہیاآئی ہوئی تہي-چند روز یونہی گذر گئے جب پاني کم ہوا تو دونون مین مقابلہ ہوا-اور عین لڑائی مین راجہ کا لڑکا مارا گیا راجہ اس کي لاش لیکے بہاگا اور پادشاہ بیجانگر تک اسکا تعاقب کرکے راستے مین جسقدر ملک اسکا آیا تباہ وتاراج کرتا ہوا چلا گیا- اس لڑائی مین فیروز شاہ نے بہت سا مال غنیمت اور روپیہ راجہ سے وصول کیا-اور قدیم شرطون پر آپس مین صلح ہوگئی-اوسي سال فیروزشاہ نے برار مین کہریلا کے راجہ سے جنگ کي-اور اسکو موافق قرارداد بہمنی پادشاہ اول کے خراج دینے پر مجبور کیا-سنہ ۱۴۰۱ مین جب اوسکو خبر پہونچی کہ تیمور کا ارادہ ہندوستان کو فتح کرنے کا ہے-تو فیروزشاہ نے اوسکی اطاعت قبول کرکے اسکو ایک عرضی لکہی تیمور نے خوش ہوکے اپنے ایک فرمان مین مالوا اور گجرات کو اسکی سلطنت مین ملحق کردیا ان ملکون کے پادشاہ اوس کي دوستي کے خواہشمند ہوئے لیکن باطن مین اسکے برخلاف بیجانگر کے راجہ کو مدد دینے کا وعدہ کیا-

سنہ ۱۴۰۶ مین بیجانگر کے راجہ نے اپنی فوج کي ساتہہ مدگل پر چڑہائی کي-اسکی وجہ یہ ہوی کہ وہان ایک سنار کي لڑکي حسن و جمال مین نہایت مشہور معروف تہی اور راجہ چاہتا تہا کہ اس پر قابض ہوجائے جب بادشاہ کو اس حملہ کي خبر ہوئی تو وہ بیجانگر پر چڑہہ دوڑا لیکن بیجانگر ایک ایسا مضبوط شہر تہا کہ اسپر فتح پانا کچہہ آسان نہین تہا اس لئے اسنے جنوب کي طرف حرکت کي اور اپنے بہائی کو اپنے آگے تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا-اس نے

بیحساب مال غنیمت اور ساتھہ ہزار قیدیون کے ساتھ مراجعت کي۔اسکے بعد راجہ نے صلح کي درخواست کي اور وہ اس شرط پر منظور ہوی کہ راجہ اپنی لڑکي کي پادشاہ کے لڑکے کے ساتھہ شادی کردیوے۔اور علاوہ اسکے دس لاکھہ ہن پانچ من موتی۔پچاس ہاتہی۔دو ہزار غلام اور بانکاپور کا قلعہ بادشاہ کے حوالہ کرے۔غرض بیجانگر مین بڑی دہوم دہام سے شادی ہوی۔اور پادشاہ اور راجانے آپس مین نہایت گرمجوشی ظاہر کي۔شادی کے انصرام کے بعد جب وہ دونون آپس مین رخصت ہونے لگے تو اسوقت ایسے کلمات درمیان مین آئے کہ جن سے ظاہر ہوتا تہا کہ باوجود اس رشتہ داری کے ہنوز دونون خاندان کي قدیم بغض و عداوت بالکل مفقود نہین ہوی۔

فیروزشاہ جب گلبرگہ واپس آیا تو اس سنار کي لڑکي کا خیال آیا کہ جسکے لئے یہ جنگ ہوی تہی۔ حکم دیا کہ وہ دربار مین لائی جائے۔جب وہ حاضر ہوی تو کل اہل دربار اُس کے حسن سے دنگ ہوگئے اور کہنے لگے کہ جیسا سنتے تہے اس سے ہزار حصہ بڑھکے پایا۔ چونکہ بادشاہ سن رسیدہ ہوگیا تہا اسلئے اپنے فرزند حسن خان سے اسکی شادی کردی۔ اور اُس کے رشتہ دارون کو جاگیرین اور انعامات مرحمت فرمائے۔اس پادشاہ کے زمانہ یعنے سنہ ۱۴۱۲ مین مشہور ولی خواجہ بندہ نواز گیسودراز دہلی سے گلبرگہ آئے اور پیشین گوئی کي کہ اسکے بعد اسکا فرزند پادشاہ نہین ہونیکا بلکہ اسکا بہائی احمدشاہ مالک تخت و تاج ہوگا۔

سنہ ۱۴۱۷ مین فیروز شاہ گلبرگہ سے قلعہ پنگل کي فتح کے لئے روانہ ہوا۔ایام محاصرہ مین اسکی فوج مین ایک وبا پہوٹی اور ہزارہا آدمی مرگئے۔آپس مین نا اتفاقی پہیلی اور امرا پادشاہ سے جدا ہوگئے۔جب یہ خبر ہندو راجاؤنکو پہونچی تو انہون نے ورنگل کے راجہ کے ساتھہ شریک ہوکے پنگل پر پیش قدمی کي اور ایک سخت لڑائی کے بعد پادشاہ کو شکست دی۔اس لڑائی مین قریب تہا کہ خود پادشاہ گرفتار ہوجاوے لیکن بال بال بچگیا ہندؤن نے مسلمانون کو خوب دل کہولکے قتل کیا اور میدان جنگ مین انکے سر پہینک دئے اور پہر گلبرگہ تک پادشاہ کا پیچہا کر کے اسکے ملک کو تاخت و تاراج کردیا یہ گویا اُن خونریزیون کا انتقام تہا جو مسلمانون نے زمانہ گذشتہ مین کي تہین۔اور ایسا انتقام لیا کہ مسلمانون کے ہوش بگڑ گئے۔فیروز شاہ نے اس مصیبت مین گجرات کے پادشاہ سے استمداد کي۔لیکن وہ بوجہ اپنے خاص بکہیڑون کے اسے مدد نہ دے سکا آخر پادشاہ کے بہائی خان خانان نے کئی لڑائیون کے بعد دشمنون کو شکست دی۔لیکن فیروز شاہ کو ان مصیبتون کا اسقدر صدمہ پہونچا کہ اوسکی صحت و تندرستی اور اسکا دماغ دونون خلل پذیر ہوگئے۔اس پادشاہ کے دو غلام تہے ایک ہشیار اور دوسرا بدر۔یہ دونون پادشاہ کے صلاح کار تہے۔ انہون نے اس سے کہا کہ اگر تمہارا ارادہ اپنے فرزند حسن خان کو جانشین کرنے کا ہے تو بہتر ہے کہ تم اپنے بہائی کا کام تمام کردو۔ و اِلّا تم اپنے ارادہ مین کبہی کامیاب نہوگے۔پادشاہ نے اونکی نصیحت پر عمل کرکے چاہا کہ اپنے بہائی کو قید کراوے لیکن وہ اپنے فرزند کے ساتھہ اپنی جاگیر کو فرار کرگیا۔ چونکہ اسکے پاس کافي جمعیت نتہي اسلئے اسنے دوسرون کو اپنے ساتھہ شریک ہونے کي اشتعالک دی۔اور رفتہ رفتہ ایک ہزار جوان اکٹہا ہوگئے۔ بادشاہ کے دونون صلاح کار آٹہہ ہزار فوجکے ساتھہ آگے بڑھکے چاہتے تہے کہ اسکا مقابلہ کرین لیکن احمدشاہ میدانکی لڑائی کو ٹال رہا تہا۔اس عرصہ مین بنجارونکی ایک جماعت سے اسکی مڈبہیڑ ہوگئی۔انکے پاس دو ہزار بیل اور تین سو گہوڑے تہے۔اس نے وہ سب انسے خرید کرلئے اور انکی ایک چہوٹی فوج بنائی۔تاکہ دشمن کو دہوکا دیوے۔ انکے آگے چند سوارون کو معہ بہالے اور جہنڈیون کے رکہدیا اور مشہور کیا کہ بعض راجاؤن نے مجہے کمک بہیجی ہے اور آپ پادشاہی

دروازۂ روضۂ شاہ بندہ نواز۔گلبرگہ

فوج سے جو ہوشیار اور بدر کے ماتحت تہی مقابلہ کے لئے اپنی حقیقی فوج سے آگے بڑہا اور جہوٹی فوج کو حکم دیا کہ لڑائی کے شروع ہوتے ہی یکایک تیزی کے ساتہہ جنگل سے نکل آئے۔ہوشیار اور بدر کو پہلے سے یہ خوف تہا کہ حقیقت مین کہین اسکو مدد نہ ملی ہو۔جب لڑائی کے وقت یکایک وہ فوج جنگل سے نکل آئي تو اوسکو دیکہتے ہی مارے دہشت کے دونون کے حواس باختہ ہوگئے اور بہاگنا شروع کردیا۔احمدشاہ نے انکا پیچہا کیا اس عرصہ مین اور مقامات سے بہی اوسکو کمک آن پہونچی۔پادشاہ اگرچہ بیمار تہا۔لیکن باوجود اسکے وہ ایک جدید فوج اپنے بہائی کے مقابلہ کے لئے خاص اپنی زیر کمان لیکے روانہ ہوا۔لیکن گلبرگہ کے قریب ہی اوسکی شکست ہوگئی تو وہ شہر مین چلا آیا۔اور جب دیکہا کہ مقابلہ لاحاصل ہے تو مُلک بہائی کے حوالہ کرکے حکم دیا کہ پیشتر اوسکے انتقال کے وہ اسکے سامنے تخت نشین کیا جائے اس حکم کي تعمیل ہوی۔اور اسکے دس دن بعد یعنے ۲۵ سپٹمبر سنہ ۱۴۲۲ کو اسکا انتقال ہوگیا۔احمد شاہ نے نہایت جاہ و جلال کے ساتہہ اسکو مدفون کیا فیروز شاہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے فرزند حسن خان کو احمد شاہ کے سپرد کرکے اسکے لئے سفارش کی تہی

فیروزشاہ تمام بہمنی پادشاہون مین سب سے بڑا ہوگیا ہے وہ اکثر زبانون کو جانتا تہا اور فلسفی اور علم معقولات کا بڑا عالم اور موسیقی کا عاشق و دلدادہ تہا۔ اوس نے با قاعدہ فوجین تیار کي تہین اور ایک شہر دریاے بہیما پر فیروز آباد کے نام سے بنوا کے نہایت آراستہ کیا تہا۔ اکثر تفریح طبع کے لئے وہ وہین رہا کرتا تہا۔اوس مین بہت سے محل بنواے تہے جن مین اوسکی متفرق اقوام کي بیگمین رہا کرتی تہین ۔ مثلاً عرب سرکیشین جارجین ۔ ترکي۔روسي۔چینی۔افغانی۔راجپوت۔بنگالی۔گجراتی ۔ تلنگی۔مراتہی وغیرہ اور وہ اپني ان تمام بیگمات سے ان انکی خاص زبان مین بات چیت کیا کرتا تہا ۔ جدا جدا محل ہونے کي وجہ سے بکہیڑے ہونے نہین پاتے تہے اور وہ سبہون کو ایک نظر سے دیکہتا تہا۔فیروز شاہ نے ملک کي تجارت کو خوب ترقی دی تہی۔تمام ملکون کو جہاز روانہ کئے تہے اور غیر ملکون کے ذی علمون کو اپنے دربار مین جمع کیا تہا۔

احمد شاہ ۱۵ سپٹمبر سنہ ۱۴۲۲ کو تخت سلطنت پر بیٹہا۔اور دل کہول کے انعامات و اکرامات بخشے۔ اپنے بہتیجے یعنے مرحوم پادشاہ کے فرزند کو سکونت کے لئے فیروز آباد دیدیا اور اسکے لئے ایک بڑی رقم وظیفہ کي مقرر کردی۔چونکہ یہ شہزادہ سیر و شکار اور عیش و عشرت مین مصروف رہتا تہا اسنے بادشاہ کو کسی طرحکی تکلیف نہین دی۔لیکن دوسرے سلطنت مین اوسکو اندہا کرکے اوسکے محل مین قید کردیا گیا۔مرحوم پادشاہ کے دونون وزیر مورد الطاف ہوے انمین سے ایک کو امیرالامرا کا خطاب ملا۔اور دوسرا دولت آباد کا گورنر مقرر ہوا۔ غرض احمد شاہ ان امور سے فارغ ہوکے اون شکستون کا انتقام لینے پر مستعد ہوا جو اوسکے بہائی کو دی گئي تہین اور چالیس ہزار کي فوج کے ساتہہ بیجانگر کے راجہ کے ملک پر چڑہائی کي ۔ پہلے پہل دونوکی فوجین دریاے تمگبدرا کے دونون کنارون پر یونہی ایک دوسرے کو دیکہتی ہوئین پڑی رہین۔ اور پہر احمد شاہ ایک رات دریا کو عبور کرکے صبح کے وقت اس پار اتر آیا۔اسکی فوج کا ایک دستہ گنے کے کہیت مین تاخت و تاراج کررہا تہا کہ وہان خود راجہ بہی موجود تہا لیکن انہون نے اس کو پہچانا نہین ۔ سمجہے کہ کوئی دیہاتی ہے اوسکے سرپر گنون کا بوجہہ رکہکے اپنے خیمہ تک لے آئے۔لیکن وہ وہان سے بچکے نکل بہاگا اور پہر اپنے سردارون کو ہمراہ لیکے اپني بد انتظام فوج کے ساتہہ بیجانگر روانہ ہوگیا۔احمد شاہ نے دیکہا کہ بیجانگر کے محاصرے سے کچہہ فائدہ نہوگا تو اسکے ملک کو تاخت وتاراج کرنا شروع کردیا۔بہت سے شہر غارت ہوگئے۔

روضۂ شاہ بندہ نواز۔۔۔گلبرگہ

ایک روز پادشاہ تنہا شکار کھیل رہا تھا کہ یکایک دشمنون کی ایک پارٹی سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ پادشاہ سے کمچہ بن نہ پڑی بھاگنے لگا انہون نے اوسکا پیچھا کیا۔ پادشاہ نے ایک احاطہ مین پناہ لی اسیوقت اوسکے سردار وہان آن پہونچے اور پادشاہ کو بچالیا۔ ان سردارون مین جو شخص پہلے اسکی مدد کو آن پہونچا اسیوقت اسکو خطاب مرحمت کرکے برار کا گورنر مقرر کردیا پھر آپس مین صلح ہوگئی۔ اسکے بعد بادشاہ گلبرگہ آنکر دو برس تک انتظام رفع تکالیف قحط سالی مین مصروف رہا۔

سنہ ۱۴۲۴ مین ورنگل سے لڑائی چھڑ گئی ۔ کیونکہ وہان کے راجہ نے خراج دینے سے انکار کیا پادشاہ نے گولکنڈے پر چڑہائی کی۔ اور اپنے سپہ سالار کے ماتحت دوسری فوج کو راجہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا یہہ جنگ راجہ کے حق مین نہایت مضر ہوئی وہ خود مارا گیا۔ اوسکی فوجون کو نہایت نقصان کے ساتھہ شکست ملی ۔ اور ورنگل تمام تاخت و تاراج ہوگیا۔ سلطان نے پیش قدمی کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ فرشتہ کہتا ہے۔ کہ وہ اسکے مدفون خزانون پر جو ایک مدت سے محفوظ رکھے گئے تھے۔ اور جن مین ہر سال راجاؤن کی کفایت شعاری سے زیادتی ہوتی آتی تھی متصرف ہو گیا۔ سپہ سالار اور فوجون کو انعام و اکرام تقسیم کرنے کے بعد احمد شاہ گلبرگہ کو واپس آیا ۔ اس کے دوسرے سال ایک زمیندار نے بغاوت کی۔ لیکن وہ معہ اوسکے چھہ ہزار ہمراہیون کے مارڈالا گیا اوسی سال کلیانا کے ہیرے کی کھان پادشاہ کے قبضہ مین آگئی۔ بہت سے مندر مسجدون سے مبدل ہوگئے۔ پادشاہ نے ایک سال کے بعد گلبرگہ مراجعت کی۔ سنہ ۱۴۲۶ مین مالوے کے پادشاہ نے کھیرلا کے راجہ کے ملک پر چڑہائی کی۔ راجہ نے احمد شاہ سے کمک مانگی۔ پہلے تو وہ اوسکی کمک کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن بعد مین خیال آیا کہ مسلمان کے مقابلہ مین ہندو کی مدد کرنا مناسب نہین۔ اسلئے فسخ عزیمت کرکے واپس ہوگیا۔ مالوے کے پادشاہ نے اس خیال کو اسکی بزدلی پر محمول کرکے۔ اوسکے ملک پر حملے کرنے شروع کردئیے۔ احمد شاہ اسکی اس حرکت سے خفا ہو کے اوسیکی تنبیہ کے لئے اپنی فوج کے ساتھہ روانہ ہوا۔ جب دونون کی مڈبھیڑ ہوئی تو احمد شاہ نے اس سختی کے ساتھہ اسپر حملہ کیا کہ اسکی فوج بالکل منہزم ہوگئی۔ مالوے کا پادشاہ مفرور ہوگیا۔ احمد شاہ نے اسکا تعاقب کرکے اوسکے دو ہزار سپاہی قتل کردیئے اور اسکا مال و اسباب اور ہاتھی وغیرہ سب چھین لئے۔ اور انکے ساتھہ پادشاہ کے حرم بھی اس کے قبضہ مین آگئے۔ پادشاہ نے ہنگام مراجعت بیدر کے قدیم شہر مین نزول کیا۔ اور وہ اسے ایسا پسند آیا کہ بعوض گلبرگہ کے اسکو پاے تخت بنانے کے ارادے سے از سر نو اسکی تعمیر شروع کردی جو رفتہ رفتہ سنہ ۱۴۳۱ مین تمام ہوئی ۔

سنہ ۱۴۲۹ مین اس نے ایک فوج کوکن کو بھیجی۔ اگرچہ پہلے پہل اوسکو وہان کامیابی ہوئی لیکن پھر گجرات کے پادشاہ نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اوسکی فوجون کو کئی لڑائیون مین متواتر شکستین دین اور اسکے سپہ سالار اور نیز دوسرے افسرون کو قید کرلیا۔ احمد شاہ چاہتا تھا کہ ان شکستون کا انتقام لینے کے لئے چڑہائی کرے لیکن آپس مین صلح ہوگئی۔ پادشاہ نے ۱۹ فبروری سنہ ۱۴۳۵ کو بیدر مین انتقال کیا۔ اور اس وقت سے وہ بہمنی پادشاہونکا پائے تخت مقرر ہوگیا۔ پادشاہ کے انتقال کے چند روز پہلے ایک بہت بڑی رقم کربلائے معلی کو بھیجی گئی تاکہ وہان مقدس لوگون مین تقسیم کیجائے جس مجتہد کے ساتھہ یہ رقم بھیجی گئی وہ پادشاہ سے جب مرخص ہوکے باہر نکلا تو شاہی خاندان کے ایک افسر شیر ملک نامی سے اسکا سامنا ہوگیا۔ مجتہد نے اسکی تعظیم نہین کی اس نے بگڑ کے گھوڑے پر سے اسکو کھینچکے نیچے گرادیا۔ مجتہد نے پادشاہ سے شکایت کی۔ پادشاہ نے اسیوقت اوسکو ہاتھی کے پیر کے نیچے کچلوا ڈالا۔ دوسرے بہمنی بادشاہون کا تاریخی احوال بیدر کے بیان مین لکھا جائیگا۔

سنہ ۱۴۹۵ مین ایک حبشی خواجہ سرا دستور دینار نامی نے جو گلبرگہ کا گورنر تھا چاہا کہ خود مختار ہوجائے لیکن اسوقت کے پادشاہ محمود شاہ نامی نے ایک فوج بھیجکے اسکی سرکوبی کی اور اس کو قید کرلیا۔ لیکن پھر اسکی خطا معاف کی گئی اور وہ اسی عہدے پر مقرر ہوگیا۔ سنہ ۱۴۹۸ مین دستور دینار اور بیجاپور کی فوجونمین لڑائی ہوی جس مین وہ مارا گیا اور اسکی فوج کی شکست ہوی گلبرگہ بیجاپور کے پادشاہ کے قبضہ مین آگیا سنہ ۱۵۱۴ مین امیر برید نے پھر گلبرگہ کو اس سے واپس لیکر دستور دینار کے فرزند جہانگیر خان کو دیدیا۔ لیکن پھر دوبارہ بیجاپور کی فوجون نے اوسکو منہزم کرکے گلبرگہ چھین لیا۔ جہان اوسی سال محمود شاہ کے لڑکے کی اسمعیل عادل شاہ کی لڑکی کے ساتھہ بڑی دہوم دہام سے شادی ہوی۔

اس زمانہ سے گلبرگہ سلاطین مغلیہ کے دکھن کے حملہ تک عادل شاہی پادشاہون کے ماتحت رہا۔ جب سنہ ۱۶۳۱ مین شاہ جہان کے سپہ سالار آصف خان کو بیجاپور کے پادشاہ کے ملک پر حملہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو اس نے گلبرگہ پر چڑہائی کی۔ اور دیکھا کہ وہان کا حاکم اور اس کی تمام رعایا قلعہ مین پناہ گزین ہوی ہے۔ تو شہر کو تاخت و تاراج کرکے واپس چلا گیا کیونکہ اسکو خیال ہوا کہ قلعہ مین باروت گولہ زیادہ ہوگا اسلئے اسکے محاصرے سے کوئی فائدہ مترتب نہوگا۔ اسکے بعد سنہ ۱۶۳۵ مین خان جہان نے پھر نواحی گلبرگہ مین خوب تاخت و تاراج کیا لیکن اس نے بھی قلعہ کو نہین چھوڑا۔ پھر سنہ ۱۶۵۷ مین جب بیدر پر مغلی فوجونکا قبضہ ہوگیا تو معظم خان (میر جملہ) نے اوس پر حملہ کرکے اسکو بھی داخل سلطنت مغلیہ کرلیا۔ اُسوقت سے اسکے گورنر دہلی سے مقرر ہوکر آیا کرتے تھے اور قلعہ مین ایک گیریسن رہتا تھا۔ ان گورنرون مین سے ایک کا نام ارادت خان تھا۔ جس نے اپنے نام سے ایک تاریخ لکھی ہے۔

سنہ ۱۶۸۶ مین بیجاپور کے مفتوح ہونے کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب خواجہ بندہ نواز کی زیارت کے لئے گلبرگہ آیا تھا۔ چند روز کی اقامت کے بعد وہان سے گولکنڈے چلا گیا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷

مین واقع ہوا-گلبرگہ پر نظام اول کا قبضہ ہوا اور وہان کے حاکم نے انکی اطاعت منظور کرلی-

گلبرگہ کے سلاطین بہمنیہ کی فہرست

۱	علاؤالدین	...	۱۳۴۷ سے ۱۲۵۷ تک
۲	محمود شاہ	...	۱۳۵۷ سے ۲۷۴ تک
۳	مجاہد شاہ	...	۱۳۷۴ سے ۱۳۷۸ تک
۴	داؤد خان	...	۱۳۷۸ سے ۱۳۷۸ تک
۵	محمود شاہ دوم		۱۳۷۸ سے ۱۳۹۶ تک
۶	غیاث الدین	...	۱۳۹۶ سے ۱۳۹۶ تک
۷	شمس الدین	...	۱۲۹۶ سے ۱۳۹۶ تک
۸	فیروز شاہ	...	۱۳۹۶ سے ۱۴۲۲ تک
۹	احمد شاہ	...	۱۴۲۲ سے ۱۴۲۴ تک

شہر گلبرگہ

گلبرگہ کا شہر بہت بڑا ہے اور قسمت گلبرگہ کا سرکاری ہیڈ کوارٹر-اس مین ۲۸۲۰۰ کی آبادی ہے-اسکے ضلع کی آبادی ۶۴۹۲۵۸ ہے اور اسکے کل قسمت کی آبادی ۲۴۳۰،۹۹۹-گلبرگہ بمبئی اور رایچور کی-جی-آئی-پی-ریلوے لائن پر بمبئی سے ۳۵۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے-رایچور سے گلبرگہ تک تمام لہراتے ہوئے میدان ہین اور انکے اطراف پہاڑیان-موسم برسات اور نیز اوسکے بعد چند روز تک شہر اور اوسکے اطراف و جوانب سبزہ زار سے بھرے ہوئے رہتے ہین-انکی تعریف ڈکنس کے اس فقرے سے ہوسکتی ہے جو جنوبی انگلنڈ کے نشیبی مقامات کی نسبت لکھا گیا ہے ''اندرونی زمین کا ایک وسیع قطعہ ہے جو اقسام کی چھوٹی پہاڑیون اور سرسبز سطحون سے گھرا ہوا ہے''-موسم گرما مین اس کی شکل بالکل بدل جاتی ہے وہ مثل اور ہندوستان کے شہرون کے ایسا تپا ہوا رہتا ہے کہ جسکو دیکھنے سے ہیبت معلوم ہوتی ہے-

گلبرگہ کے اکثر موجودہ مقامات دلچسپی سے خالی نہین جو نواب یارجنگ بہادر کے بنائے ہوئے ہین-نواب موصوف سنہ ۱۸٦۵ سے ۱۸۸۰ تک قسمت گلبرگہ کے صوبہ دار تھے-انہون نے اپنے زمانہ حکومت مین شہر اور اوس کے نواحی کو خوب آراستہ کیا-شہر ریلوے اسٹیشن سے شمال مین دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے-اور دونون کے درمیان ایک ہی سڑک بنی ہوئی ہے-اس سڑک کے دونون طرف بنگلے اور سرکاری دفاتر ہین-مسافرونکا بنگلہ جو قریب اسٹیشن کے واقع ہے بہت اچھا ہے اور اس مین راحت و آرام کا کل اسباب موجود-اس بنگلے

محل صوبیدار-گلبرگہ

باغ عامہ — گلبرگہ

لے روبرو پرمٹ گھر ہے — اور اسکے قریب انگریزی ڈاکخانہ — وہان سے نصف میل پر صوبہ دار قسمت گلبرگہ کا نہایت خوبصورت بنگلہ جو بالکل انگریزی طرز پر آراستہ ہے ایک وسیع صحن مین واقع ہے — اُس بنگلے کی تعمیر کو بیس برس کا عرصہ ہوا — صوبہ دار کا محکمہ اوس کے قریب ایک میدان مین ہے — ریلوے اسٹیشن اور شہر کے بیچ مین ایک پرفضا پبلک باغ ہے جس مین ایک بینڈ اسٹانڈ ہے — اور بینڈ اسٹانڈ کے اطراف پانی کے چشمے — اور اسکے قریب عجائب خانہ — کلب اور ٹینس کی جگہ ہے — اس عجائب خانہ کے بعض قدیمی اشیا مین سنگ پتھر کی چند سلیان ہین جن پر عبارت کھدی ہوی ہے — یہ سلیان اصل مین گلبرگہ اور رایچور کے قلعہ کی ہین — اس باغ کو بنے ہوئے بیس برس کا عرصہ ہوا — اوس مین نارنگی — نیمبو — آم — سیتاپھل — کیلے — اور ناریل — وغیرہ کے جھاڑ ہین — یہان ناریل کے جھاڑ مدراس سے لاکے لگائے گئے تھے — اب بڑھتے بڑھتے انکی تعداد کچھ اوپر دو سو کے پہونچگئی ہے — اوس کے بیچ مین

مشرقی دروازہ — قلعہ گلبرگہ

محکمۂ تعلقدار - گلبرگہ

جو چمن ہے اس مین گلاب کے پہول - اور حب السلاطین کے جہاڑ کثرت سے ہین اس باغ مین علاوہ میوون اور پہولون کے اقسام کي بہاجی ترکاری بہی ہوتی ہے - اوسکی آمدنی وہان کے اخراجات کو جو ماہوار تقریباً چار ہزار روپیہ کے ہین کفایت کرتی ہے - اس باغ کے سامنے حضور نظام کي انفنٹری فوج کے مکانات ہین - شہر کے داہني طرف ایک بڑا محبوب ساگر نام کا تالاب ہے - یہ تالاب قدیم زمانہ کا ہے لیکن حال مین اسکو مرمت کرکے موجودہ حضور نظام کے نام سے موسوم کیا گیا - آج چوبیس برس ہوئے کہ اوس کے اطراف ایک وسیع پشتہ بنایا گیا ہے اسی تالاب سے شہر اور اسکے اطراف و جوانب کے باشندون کو عمدہ پانی میسر آتا ہے - اس تالاب کے جنوب مین تعلقدار اول کا محکمۂ عدالت ہے - جسکی عمارت تمام پتہر کي اور نہایت مضبوط ہے - اوسکے اوپر دو برج ہین - چونکہ اسکی کرسی بہت اونچی ہے اس لئے اسکی شکل ایک قلعہ کي ہوگئی ہے -

شہر مین داخل ہونے کا پہاٹک بہت خوبصورت ہے جس مین اسلامي طرز کي کمانین ہین اور کمانون پر چاند اور تارے بنے ہوئے ہین - شہر کي خوبصورتی مین کوئی کلام نہین اس مین چار بڑی بڑی سڑکین جو شہر کے چارون طرف سے آنکر جہان بیچ مین ملی ہین - وہان ایک بڑا فوارہ ہے اور فوارے پر شاہی پہریرے کا جہنڈا - اس جہنڈے پر سرکاری جشن کے مواقع پر حضور نظام کا زرد پہریرا چڑہایا جاتا ہے - اس شہر کے چار خوبصورت دروازے ہین جہان سے مذکورہ بالا سڑکین نکلی ہوی ہین - اس مین ایک بازار ایک ہسپتال ایک دواخانہ - ایک ہائی اسکول - اور ایک لیبریری ہے اور یہ تمام صوبہ دار نامبرد کے بنائے ہوئے ہین - اس کے جنوبی دروازے کے قریب

قید خانۂ گلبرگہ

کتبہ درمیان عجائب خانہ - گلبرگہ

غالیچہ بافی - گلبرگہ

حضور نظام کا ڈاکخانہ ہے—اور اوس کے بائین طرف
ضلاع گلبرگہ کا بڑا جیل خانہ—اسکی اطراف پتھر کی
شہر پناہ ہے جسکے کونون پر پہرے والون کے لئے برج بنے
ہوئے ہین—شہر نہایت وسیع اور مصفا ہے—مذکور جیلخانہ
بالکل ہوادار اور صاف ہے—
اس مین جو مکانات ہین انکی
شکل بارکون کی سی ہے—اس مین
جو قیدی ہین انکی حالت بہت
اچھی ہے—انمین کوئی شاکی
نظر نہین آتا—سچ تو یہ ہے کہ
اگر انکے پیرونمین زنجیرین نہوتین تو
کبھی تمیز نہین ہوتی کہ وہ قیدی
ہین—اس جیلخانہ کی تعمیر پر
ایک لاکھہ اور چار ہزار روپیہ
صرف ہوا—اور قیدیون کے ہاتھہ سے
وہ بنوایا گیا—بالفعل اس مین
۷۵۰ قیدی ہین—جنمین چار سو
دایم الحبس ہین—صوبۂ گلبرگہ کے
چارون طرف سے اُن قیدیون کو
یہان روانہ کیا جاتا ہے جنکی قید کی مدت دراز ہو—
ان قیدیون مین بہت سی قومین شامل ہین—مثلاً بھیل—
بیدار—کائیکارس—پردیسی—عرب اور روہیلے وغیرہ—
جیلخانہ ایک ایسا دلچسپ مقام ہے جو
جیلخانہ نہین معلوم ہوتا بلکہ ایک سرسبز اور متمول
صناعون اور دستکارون کی نو آبادی معلوم ہوتی ہے جس
مین تمام لوگ نہایت خوشی سے اپنے اپنے پیشہ مین
مصروف ہین—اسکے اطراف ایک بلند دیوار ہے جس مین
صرف ایک ہی دروازہ ہے اور دروازے پر چوکی پہرہ—اسکے

غالیچہ بافی - گلبرگہ

افسر ایک لایق—زندہ دل اور خوش طبع شخص ہین
جنکا نام نواب علی یاور جنگ ہے—انکی آفس مین ان
تمام دستکاریون کے نمونے موجود ہین جو جیل مین تیار
ہوتی ہین—ریشمی کپڑا جو لباس کے لئے نہایت موزون ہے
اور جسکی قیمت اوسکے پہنہ کے مطابق فی گز دو روپیہ
سے ساڑھے چار روپیہ تک ہے اور ریشم و سوت کا ملا ہوا
کپڑا فی گز ۱۲ آنہ کا یہان تیار ہوتا ہے اور علاوہ اسکے
رنگ برنگ کی سوسیان—ساڑھیان—دھوتیان—چارجامے—
رضائیان—روئی—اور اون کے قالین—ریشمی قالین—ٹیبل کلاتھ

پردے - ریشمی اور سوتی رومال - خیمے - بید کی چٹائیاں - اور چلمنیں نہایت عمدہ یہاں تیار ہوتی ہیں - یہاں کفشدوزی اور جلد بندی بھی امتحاناً داخل کی گئی جس میں بہت کامیابی ہوئی - صنعتوں اور دستکاریوں میں یہ جیل خانہ کانپور کے جیلخانہ سے جو ممالک مغربی و شمالی میں واقع ہے برابر مقابلہ کرسکتا ہے - جن چھپروں میں قالین بنتے ہیں وہ لمبے لمبے اور چوطرف کشادہ ہیں - انکے بیچ میں صرف ایک دیوار ہے قالین کو بننے کے بعد ایک بڑے بیلن پر لپیٹکے ایک کھائی میں لٹکا دیتے ہیں - یہ نہایت پائدار ہوتے ہیں - حال میں اس جیل کے سوپرنٹنڈنٹ کو حکام کیطرف سے اطلاع دی گئی ہے کہ آئندہ تمام فوجی وردیاں اور لشکر اور پولس کے سپاہیوں کے انگریزی جوتے اسی جیل خانہمیں تیار کئے جائینگے —

شہر کے مغربی پھاٹک سے گلبرگہ کا مشہور قدیم قلعہ کوئی پاؤ میل کے فاصلے پر ہے - لیکن چونکہ اب وہ قریب الانہدام ہے اسلئے محکمہ تعمیرات کا خیال اوسکی مرمت کی طرف رجوع ہوا ہے یہ قلعہ دکھن کی قدیم تاریخ کے دلچسپ زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ہے اسکی مرمت تو ہوگی لیکن کبھی یہ امید نہیں ہوسکتی کہ گورنمنٹ اوسکی پوری پوری مرمت پر بے حساب روپیہ صرف کریگی - یہ کام ریاست کے اون دولتمند امیروں کاہی جو آثار قدیم کے حفاظت میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں - ایسے امیروں کی تعداد حیدرآباد میں افراط سے ہے اگر کبھی وہ کشادہ دلی سے پیش آئیں تو یقین ہے کہ یہ آثار قدیم از سرنو جدید ہوجائیں - اس قلعہ میں ایک مکان کی دیواریں معہ غلام گردش کے ابتک کھڑی ہوئی ہیں اور اسکے سنگین دروازے کا ایک حصہ بھی موجود ہے - اسکے وسیع کھنڈروں سے پایا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہاں عمدہ عمدہ شاہی محلات ہونگے —

بڑی مسجد ۔ گلبرگہ

اس سنگین دروازے کے روبرو ایک نصف مدور احاطہ ہی - جس میں کنوئیں اور تالاب ہیں - غالباً وہ قلعہ کی گیرسن کے استعمال کے لئے بنائے گئے ہیں - ابتک انکا پانی استعمال میں آرہا ہے - اور انکی حفاظت کی جاتی ہے - اس محل کے کھنڈر کے شمال میں دو پھاٹک ہیں - اور دونوں میں ایک سو گز کا فاصلہ ہے - جس میں ایک بڑا کھنڈر ہے - یہ کھنڈر ایک مسافر خانہ کا معلوم ہوتا ہے جو غالباً یہانکی عظیم الشان مسجد کے زائروں کے لئے بنایا گیا تھا —

مصلی یا جانماز

کتبہ - قلعۂ گلبرگہ

اس کے ملک میں افراط سے ہیں متوجہ نہیں ہوتی - لیکن اس مرمت کے اختتام کو ایک مدت چاہئے - اس نقشہ سے جو یہاں دیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۷ میں اس مسجد کے گنبد کی مرمت میں کیونکہ معمار مصروف تھے - اب اس مسجد کے گنبد دور سے سفید نظر آرہے ہیں - اس مسجد کی لمبائی دو سو سولہ فیٹ ہے اور چوڑائی ایک سو چہتر فیٹ اور اسکا دائرہ ۳۸۰۱۶ فیٹ ہے پہلے اسکا دروازہ ایک چھوٹے سے صحن میں تھا جس میں بعض قبریں تھیں لیکن اب وہ اور نیز بڑا دروازہ دونوں بند کردئے گئے ہیں - اس مسجد کے بیچ میں دو دروازے ہیں ایک شمال میں اور دوسرا جنوب میں - انکے پیش دالان مسجد کے سقف سے کوئی اٹھارہ فیٹ اونچے ہیں - مسجد کی چھت زمین سے چھتیس فیٹ بلند - اور بازو کی کمانیں بھی ویسی ہی ہیں - شمال و جنوب میں چودہ چودہ کمانیں ہیں لیکن مشرق میں نو - اور مغرب میں دیوار اور قبلہ ہے - چھت کے نیچے پتھر کے ایک سو ستون ہیں - بارہ بارہ قدم اونچے - جن کے سروں پر خوبصورت کمانیں ہیں - مشرق میں جو کمانیں ہیں انمیں سے ممبر تک نو راستے ہیں - اور ہر ایک بارہ فیٹ چوڑا - لیکن دو راستے جو باہر ہیں وہ پچیس قدم چوڑے ہیں - ان دو راستوں کے ستون بر
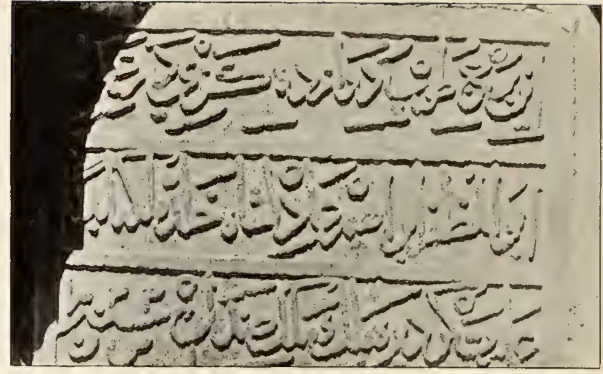
جتنے سیاح اور جتنے عالمان آثار قدیم نے اس مقام کا ملاحظہ کیا ہے وہ اس عظیم الشان مسجد کی بڑی تعریف کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ یہ مسجد تمام ہندوستان میں لاثانی تھی - اس مسجد میں علاوہ اسکی وسعت کے خاص صفت یہ ہے کہ اسکے صحن پر کہ جو حسب دستور پھاٹک اور مسجد کے درمیان ہے - ایک چھت ہے اور چاروں طرف کمانیں اور ان کمانوں میں سے صحن میں روشنی آتی ہی - مسٹر فرگوسن اپنی کتاب (مسمی ایسٹرن آرکٹکچر) کے ۵۴۴ ویں صفحہ پر اس مسجد کی نسبت بیان کرتے ہیں - کہ ''یہ مسجد ہندوستان کی تمام پٹھانی مسجدوں میں نہایت خوبصورت اور نہایت قدیم ہے'' - اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی ویسی ہی منہدم ہوجائے کہ جیسے اسکی اطراف کی عمارتیں ہوگئی ہیں تو سخت افسوس ہوگا - بالفعل اس مسجد کی پوری مرمت ہورہی ہے - نظام گورنمنٹ نے اسکے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی اجازت دی ہے - اس ریاست کے اکثر قدیم آثار کیا یہاں اور کیا دوسرے مقاموں پر گورنمنٹ کی طرف سے مرمت ہو رہے ہیں - پس اس صورت میں یہ کہنا سخت غلطی ہے - کہ نظام گورنمنٹ آثار قدیمہ کی مرمت کی طرف جو

بڑی مسجد - گلبرگہ

قلعہ - گلبرگہ

نسبت دوسرے ستونون کے پست ہین - اصل مسجد مین چونتیس ستون ہین - اوس کے بیچ کي محراب بارہ برس ہوے کہ نئی بنائي گئي ہے - اور اس مین چونے کا نقش ونگار ہے - قبلہ کي داہنی طرف ممبر ہے اور بائین طرف سنگ موسی کي ایک سِلي جس پر فارسی عبارت کندہ ہے - یہ پتھر قلعہ کي دیوار مین سے نکالا گیا ہے - اس مسجد کے سقف کے درمیان اوپر کو ایک بڑا گنبد ہے — اور اس کے اندر تمام نقش و نگار - جب اسکي مرمت ہوگي تو وہ نہایت خوشنما نظر آئیگا - اس بڑے گنبد کے دونون طرف دو چھوٹے گنبد ہین اور انکے اندر بھي ویسا ہی نقش ونگار ہے - اس مسجد مین سوا اسکے اور کوئي نقش و نگار نہین لیکن باوجود اس سادگي کے وہ نہایت شاندار ہے - بیچ کے بڑے گنبد کے نیچے اور چھت کے اوپر کوئی دس فیت کي اونچی کرسي ہے — اس گنبد کي بلندی سطح زمین سے ایک سو ستر فیٹ کي ہے - اس کے دونون طرف دو چھوٹے گنبد ہین - اور مشرقي دروازے کے شمال وجنوب مین دو - اور باقی کي چھت پر بہت سے اور چھوٹے گنبد ہین — یعنے لمبائي مین پچھتر اور گولائی مین ستائیس - اس سنگین عمارت پر کل ایک سو سات گنبد ہین اس مسجد کو غالباً بہمني سلطنت کے دوسرے بادشاہ محمود نے سنہ ۱۳۶۵ مین بنوایا ہے جس نے گلبرگہ کو آراستہ کرنے کے لئے شاہي مکانات کي تعمیر پر بے حساب روپیہ صرف کیا تھا اور اپنے کل عملہ کو نہایت عظیم الشان بنایا تھا -

قلعہ کے بیچ مین بالاحصار ہے جسکو سلطان علاؤالدین نے سنہ ۱۳۵۵ مین تعمیر کیا تھا - یہ ایک قابل دید اور عالیشان عمارت ہے - اور عمودی شکل مین زمین سے اٹھی ہوئي - اوسکي بلندی ۸۵ فیٹ کي ہے اور اس کے سرے پر جو چارون طرف دیوار ہے اوسکي وسعت چودہ فیٹ ہے - اوسکي سیڑہیان مغربي جانب مین بہت وسیع ہین - اور ۶۰ فیٹ بلند - اسکي بلندی پر تین قدیم توپین ہین جن مین سے ایک چودہ فیٹ لمبي ہے - اور اس کے پانچ حلقے ہین جیسا کہ نقشہ مین دکھلایا گیا ہے - یہ توپین وہان سے اتروا کے ایک طرف رکھدي گئی ہین - بالاحصار کے نزدیک ایک چھوٹی سی ویران مسجد ہے جس کے چھوٹے ستونون مین دو ستون ایسے ہین جنسے نقش ونگار کا سراغ ملتا ہے - اسکے پیچھے ایک گلی ہے جو مغربی دروازے کو جاتی ہے اور دونون طرف بڑی سڑکین - ان کھاندار عمارتون کي ہین جنمین شاہي فوجین مقیم تھین - انکے چھتون کي شکل گاؤدم ہے - انکی تعمیر کے اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کسي ہندوؤنکے مندر کا تھا - مذکور گلی کے کنارے پر ہندوؤنکی

مغربي دروازهٔ گلبرگہ

چور گنبد گلبرگہ

وضع کا ایک دروازه ہے جسکی دونون طرف دو چھوٹے سے منقش ستون ہین۔ اس دروازے کے نزدیک بائین طرف کو ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسکی پست کمانون کے نیچے کوئی چار فیٹ ہندوانی طرز کے ستون ہین۔ اس مسجد سے پتا لگتا ہے کہ وه پہلے بہت منقش ہوگي اس مسجد کي حال ہی مین مرمت ہوی ہے اور سفیدی لگائی گئی ہے۔

کاروان سرا۔ متعلقهٔ شاه بنده نواز

اسکی مرمت کے وقت کوشش کي گئی تہی کہ ہندوانی وضع کے ستون کو انکی اصلي سیاه حالت پر چہوڑ دیا جائے ۔ جسکی وجہ سے مسجد نہایت خوشنما ہوگئی ہے۔ اس مسجد کے ورے جنوب مین ایک برج ہے۔ جس پر ۲۸ فیٹ لمبی ایک توپ ہے اوسکے بیس حلقے ہین۔ اسکے

قدیم توپ — قلعہ — گلبرگہ

نزدیک قلعہ کی دیوار میں ایک پتھر کی سل ہے جس پر کندہ ہے کہ ملک سندل نے جو ایک انجنیر تھا — بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ میں اسیکے حکم سے یہ برج تعمیر کرکے اس پر یہ توپ چڑہائی تھی — مغربی دروازے کو پہونچنے کے پیشتر دوسرا ایک دروازہ اسلامی طرز کا ہے — اور مغربی دروازہ میں دو ساگوان کے پٹ ہیں جو اب ہمیشہ بند رہتے ہیں — لیکن بائیں طرف کی دیوار میں ایک کھڑکی ہے — اس دروازے کے اوپر دونوں طرف دو برجیاں ہیں جن سے وہ مشہور ہوگیا ہے — اس کے باہر سے اسکے اطراف کا منظر نہایت خوشنما نظر آتا ہے — اوسکے باہر کی حصار مٹی کی ہے — اور چٹانوں پر آنے کی وجہ سے بہت اونچی ہوگئی ہے اندر کی دیواروں کی شکل "میڈیول" ہے — کنگورے — برجیاں — فصیلیں — اور حصاریں — وغیرہ جو ایک کے اوپر ایک اٹھی ہوی چٹانوں پر واقع ہیں — بالکل ملی ہوی معلوم ہوتی ہیں — اوس کی دو فصیلوں کے درمیان سوکھی کھائی ہے جس میں بھاجی ترکاری وغیرہ افراط سے ہوتی ہے — اور اس میں کہیں کہیں تاڑ کے جھاڑ بھی ہیں — جب اس پر دھوپ پڑتی ہے تو اسکا منظر قابل دید ہوتا ہے — علی الخصوص پل پر سے — جسکو دیکھنے سے مصوروں کو ایک جوش پیدا ہوتا ہے —

قلعہ کے جنوب و مغرب میں چودہ میل کے فاصلہ پر ایک قدیم گنبد دار دھندلی عمارت ہے — جسکو چور گنبد کہتے ہیں — شہر کے لوگ اسکا تاریخی حال یوں بیان کرتے ہیں کہ سنہ ۱۴۲۰ میں ایک متمول صراف نے یہ عمارت تعمیر کرکے چاہا تھا کہ مشہور ولی خواجہ بندہ نواز کی نذر کرے — لیکن انہوں نے اسکو اسوجہ سے قبول نہیں کیا کہ وہ سود خوار تھا اور کہا کہ سود کے روپیہ سے جو مکان تعمیر ہوا ہو وہ انکے کسی مصرف کا نہیں — اسلئے وہ مکان یونہی پڑا رہا — چونکہ وہ شہر سے کسیقدر فاصلہ پر تھا اس لئے ایک مشہور لٹیرے نے مخفی طور پر اسکو اپنا مسکن بنا لیا تھا — اس میں وہ اور اسکے ساتھی رہا کرتے تھے ایک مدت تک یہ لوگ اطراف کے مقامات میں لوٹ مار کر کے یہاں آنکر پناہ گزین ہوتے تھے — ایک مرتبہ اُن چوروں کے سردار نے بھیس بدل کر خواجہ بندہ نواز سے بھی ملاقات کی — اور انہیں بھی لوٹا — گلبرگہ کے باشندوں کو ہرگز اس بات کی خبر نتھی کہ وہ لٹیرا ان سے اتنا نزدیک رہتا ہے — ایک مرتبہ خود اسی نے مارے شیخی کے یہ حال ظاہر کردیا اسکو یقین تھا کہ اگر میرے لئے جستجو ہوگی تو میں اسکے مخفی راستوں میں بچ رہونگا — بہر حال مثل چوہے کے اوسکو اوسکے سوراخ میں سے کھینچکر نکالا گیا — اور بعد ثبوت جرم کے محکمہ عدالت کے حکم سے قتل کردیا گیا — اوسکے قتل کے وقت لوگ نہایت جوش کے ساتھہ اظہار مسرت کررہے تھے — اس عمارت کی چھت زمین سے کوئی پچاس فیٹ اونچی ہے اور اسکے اوپر کا گنبد اور تیس فیٹ بلند ہے — اسکے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں اور انپر چھوٹے چھوٹے سے گنبد — اس کے بیچکا دالان ۷۴ فیٹ لمبا اور ۶۶ فیٹ چوڑا ہے اور اس کا پھاٹک ۱۱ فیٹ لمبا اور ۸ فیٹ چوڑا اور کسیقدر اینٹ سے بنا ہوا — یہ عمارت کچھہ ایسی بڑی نہیں ہے — لیکن اسکے راستے اور سیڑھیاں جو گنبد اور برجیوں کو گئی

ہوئی ہیں ایسی پیچیدہ ہیں کہ دیکھنے والوں کو بڑی دیر تک پریشان کردیتی ہیں۔ بالفعل اس عمارت میں اطراف و جوانب کے کسان رہتے ہیں۔

قلعہ کے مغرب میں گلبرگہ کے پہلے سلطان علاؤالدین حسن گنگو شاہ بہمنی کی قبر ہے جس نے سنہ ۱۳۵۹ میں انتقال کیا تھا۔ اوسکی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ دنیا کے نامور لوگوں کی تاریخ میں یہ شخص قابل مرتبۂ بلند ہے۔

شہر سے مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر سات پادشاہوں کے سات مقبرے ہیں جنہوں نے سنہ ۱۳۵۹ سے سنہ ۱۴۳۵ تک یکی بعد دیگرے سلطنت کی ہے۔

روضۂ [illegible] الدین

روضۂ رکن الدین

ان مذکور سات مقبروں کی مشرق میں کوئی آدہے میل پر مشہور ولی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا روضہ ہے۔ اس روضہ کا ایک بڑا کمانی دروازہ ہے جس میں نوبت خانہ ہے اور دروازے کے اندر ایک صحن ہے۔ اور صحن میں مسجد مدرسہ اور مسافر خانہ ہے ان عمارتوں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۶۸۶ میں جب اورنگ زیب گولکنڈے کو جاتے ہوے انکی زیارت کے لئے یہان آیا تھا تو اسنے بنوائی ہیں۔ لیکن یہ بیان غلط معلوم ہوتا ہے بلکہ غالباً یہ عمارتیں سنہ ۱۴۲۲ میں احمد شاہ نے جو فیروز شاہ کے بعد پادشاہ ہوا تھا بنوائی تہیں کیونکہ اسکو ان سے کمال درجہ کا اعتقاد تھا اور انکے ساتھ نہایت کشادہ دلی سے پیش آتا تھا۔ اس نے انکے لئے ایک دارالعلوم بھی تعمیر کروایا جسکے مصارف کے لئے بہت سے قصبات اور جاگیریں وقف کردی تہیں۔ علاوہ اس کے اس روضہ کے ایک حصہ سے جو صحن میں ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے کسی مندر کا اسباب اسکی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ یہ حقیقت میں اورنگ زیب کے زمانہ سے بہت آگے کا ہے۔ اس روضہ کی نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۶۴۰ میں انکی اولاد میں سے کسی نے بنایا ہے۔ اسکی دیواروں پر سنہری حرفوں میں کلام اللہ کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس روضہ کے اندر سوائے مسلمانوں کے اور کوئی شخص نہیں جاسکتا۔ اور جو لوگ اندر کے صحن میں جاتے ہیں انہیں جوتے نکالنے پڑتے ہیں۔ یہ ولی سنہ ۱۴۱۲ میں فیروز شاہ کے زمانہ سلطنت میں دہلی سے گلبرگہ آئے تھے۔ پادشاہ نے انکی نہایت تعظیم و توقیر کی تھی یہانتک کہ فیروز آباد سے نو میل کا فاصلہ طے کرکے اونکے استقبال اور خیر مقدم کے لئے گلبرگہ آیا تھا۔ فیروز شاہ کے بھائی احمد شاہ کو ان سے کمال محبت تہی۔ اسنے ان کے لئے شاہی محل بنوایا تھا اور ہمیشہ انکے وعظ میں موجود رہتا تھا انکے آنے کے چند روز بعد تقریباً سنہ ۱۴۱۵ میں فیروز شاہ نے ان سے استدعا کی کہ اسکے فرزند حسن کے حق میں جو ایک ضعیف اور عیاش نوجوان ہے دعا کریں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سلطنت کا تاج و تخت اوس کے بھائی کے مقدر میں ہے۔ یہ سنکے پادشاہ سخت غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ وہ شہر چھوڑ کے نکل جائیں۔ اوسکا سبب لوگوں پر ظاہر کیا کہ وہ اور ان کے مرید عام امن و امان کو سخت نقصان پہونچانے والے ہیں۔ خواجہ نے اسکے حکم کی تعمیل کی اور شہر سے باہر نکل کے اس مقام پر چلے گئے جہان بالفعل انکا روضہ ہے۔ اس کے چند سال بعد پادشاہ نے اپنی سلطنت اپنے دو غلاموں کے حوالہ کردی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ پادشاہ کا بھائی احمد لوگوں میں روز بروز ہردل عزیز ہوا چلا جاتا ہے۔ تو انہیں سخت رشک و حسد پیدا ہوا۔ جس کی

نظارۂ گلبرگہ

قلعہ رائچور

وجہ سے انہون نے بادشاہ کو ترغیب دلائی کہ اسکی آنکہین نکلوادی جائین ـ لیکن احمد کو عین وقت پر خبر ہوگئي تو وہان سے نکل بہاگا ـ اور جاتے وقت اپنے فرزند کے ساتہہ اس مقدس سید کي قدمبوسی کو حاضر ہوا اور انسے ہمت چاہي ـ اس ملاقات کي نسبت فرشتہ بیان کرتا ہے کہ سید نے اپنے فرزند کے سر پر سے عمامہ اتار کے اوسکے دو حصہ کئے اور آدہا احمد کے سر پر باندہا اور آدہا اس کے لڑکے کے ـ اور پہر انکے سر پر ہاتہہ رکہکے دونون کے لئے پادشاہي کي دعا کي ـ غرض احمد اپنے ساتہہ چار سو آدمیون کو لیکے مغرور ہوگیا ـ پادشاد نے اس کا تعاقب کرکے اس سے کئي لڑائیان کین لیکن ہر وقت شکست پاتا رہا آخر مجبور ہو کے سلطنت اس کے سپرد کردی ـ غرض اسطرحسے اس مقدس بزرگ کي پیشین گوئی تمام ہوی ـ مسلمان اب تک ان کے روضہ کي نہایت تعظیم و توقیر کرتے ہین ـ اور ہر سال ہزارون آدمي انکي زیارت کو آتے ہین ـ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر گلبرگہ مین یہ مقدس روضہ نہوتا تو کب کے وہ نیست و نابود ہوگیا ہوتا ـ یہان ہر سال خواجہ صاحب کا عرس ہوتا ہے اور چودہ روز تک برابر جاری رہتا ہے ہزارہا آدمي دور و دراز سے آن کے اس مین شریک ہوتے ہین ـ اس عرس مین بہت بڑی تجارت ہوتي ہے اور یہی سبب ہے کہ یہ شہر رفتہ رفتہ بہت آباد ہوگیا ہے ـ اس بزرگ کي اولاد اون کے کئی برس بعد بالکل عیاش ہوگئي تہي اس لئے انہین گلبرگہ سے نکالکر گورنمنٹ کے طرف سے ایک شخص انکی جاگیر وغیرہ کے انتظامات کے لئے مقرر کیا گیا ـ لیکن اس کے قبل وہ اون کے اولاد کے سپرد تہی ـ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتک انکی اولاد باقی ہے اور انکی زیارت کو آیا کرتی ہے ـ

چار گنبد کے قریب ایک پہاڑی پر اور ایک مقدس روضہ ہے جو رکن الدین نامي بزرگوار کا ہے یہ بزرگ سنہ ۱۳۹۵ مین گذرے ہین ـ وہ ابتدا مین شہر کے اندر رہتے تہے اور خواجہ بندہ نواز کئي روز تک انکے مہمان رہے ہین ـ لیکن پہر دونون مین نااتفاقي ہوگئي اور ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ـ رکن الدین نے کہدیا کہ مین کبہي بندہ نواز کي صورت نہین دیکہنے کا ـ اوس کے بعد وہ اس مقام پر چلے گئے جہان بالفعل انکا روضہ ہے ـ قلعہ کے نزدیک اور ایک بزرگ کا روضہ ہے جو سنہ ۱۲۸۰ع مین یہان آئے ہوے تہے ـ انکا نام

خندق ـ رائچور

تعلقدار کا کورٹ رائچور

سراج الدین تہا۔ ان دونوں روضوں کا بہی کچہہ کم ادب نہین کیا جاتا اور ہمیشہ ہزاروں آدمی انکی زیارت کو آیا کرتے ہین۔

سنہ ۱۸۸۳ کے اخیر مین ایک پارچہ بافی کا کارخانہ بنام گلبرگہ محبوب شاہی مل یہان قایم کیا گیا۔ اور خود حضور نظام نے اسکی رسم افتتاح ادا کی۔ حضور نظام نے اس شہر کی بہبودی و ترقی کے لئے گلبرگہ مل کے حصہ خرید نے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۱۴۰۰ مین اپنے لئے گلبرگہ کے قریب دریائے بہیما کے کنارے پر ایک شہر بنام فیروزآباد بسایا تہا۔ لیکن یہ شہر نہین تہا بلکہ ایک نزہت گاہ تہی جو اسکے انتقال کے بعد زوال پذیر ہوگئی ۔

گلبرگہ کی آب وہوا معتدل ہے اور مقیاس الحرارت ۸۲½ درجہ رہتا ہے لیکن بعض وقت موسم گرما مین بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔

—•••—

رائچور

رایچور حضور نظام کے ملک کے قسمت گلبرگہ مین ایک نہایت مشہور شہر ہے کیونکہ وہ جی۔آئی۔پی ریلوے اور مدراس ریلوے کا جنکشن ہے۔ اسکا فاصلہ بمبئی سے ۴۴۳ میل کا اور ضلع رایچور کا خاص شہر۔

قلعہ یا گڑہی رائچور

اس کي آبادی سنہ ۱۸۹۱ کي اخیر مردم شمارت مین ۲۳۱۷۴ تہی لیکن اس کے ضلع کي ۵۱۲۴۵۵ — رایچور کي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ دکہن کے جنوب مین وہ ایک نہایت قدیم شہر ہے — چناچہ اس کے قلعہ مین ایک کتبہ ہے جس پر ۱۲۹۴ کا سنہ کندہ ہے اور اس سے معلوم ہوتاہے کہ گورے گنگا یا رودی وارو نے اسکو بنایا تہا — جو ردرا دیو کا داہنا بازو تہا — گورے گنگا یا راجہ پراتا پارد را دیو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تہا — یہ راجہ سنہ مذکور مین ورنگل کا فرمانروا تہا — لیکن اس کے بعد وہ بیجانگر کے راجہ کے ماتحت ہوگیا — جب دکہن مین بہمنی سلطنت قایم ہوئی تو اوسکے پادشاہون نے راجائے مذکور سے اوسکو چہین کے اپنی سرحد کا ایک عظیم الشان قلعہ بنا لیا تہا — راجہ نے پہر انسے واپس لینے کي بہت سي کوششین کین اور بہت سی خونریز لڑائیان ہوین — چنانچہ انمین سے پہلی لڑائی سنہ ۱۴۳۵ مین واقع ہوئی لیکن اوسکو لے نہ سکا — اور جب بہمنی سلطنت کے منقرض ہونے کے بعد پندرہوین صدی کے اخیر مین رایچور بیجاپور کي عادل شاہی سلطنت مین داخل ہوگیا لیکن سنہ ۱۵۱۹ مین اس قلعہ کو معہ دوسرے قلعون کے پہر بیجانگر کے راجہ نے چہین لیا — اور جب اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈے پر فتح پائی تو رایچور بہی اس کے تصرف مین آگیا — اور اسوقت سے ابتک حیدرآباد کے زیر حکومت ہے — رایچور — دواب — اور بعض دوسرے اضلاع سنہ ۱۸۵۳ کے عہدنامہ کے مطابق نظام نے انگریزون کو دیدئیے تہے — لیکن پہر سنہ ۱۸٦۰ مین برٹش گورنمنٹ نے اسکو نظام کے حوالہ کردیا —

قلعہ کے تین طرف جو پتہر کي فصیلین اور برج ہین وہ نہایت مضبوط ہین ار انکے اطراف کہائی ہے — ار اسکے چوتہی طرف ایک نہایت اونچی پہاڑی تقریباً ۲۹۰ فیٹ کي ہے اور اسکے پرے شہر ہے — اندر اورباہر کي فصیلون کے درمیان کي زمین پر زراعت و کاشتکاری ہوتي ہے — باہر کي فصیل بیجاپور کے پادشاہ نے اسپر قابض ہونے کے بعد بنوائی ہے — اوسکے کتبے سے اسکی تکمیل کي تاریخ ظاہر ہوتي ہے — یعنے سنہ ۱۵٦۳ سے سنہ ۱٦۱۹ تک — اندر کي فصیلین نہایت مضبوط اور پائدار ہین اور کمال احتیاط سے تعمیر کي گئین — جس مین پتہر کي بڑی بڑی چٹانین صرف کي گئی ہین — ان چٹانون مین سب سے بڑی چٹان ۴۱ فیٹ اور چہہ انچہ لمبی اور ۴ فیٹ ٦ انچہ اونچی ہے — مسٹر ایچ گونسنس کہتے ہین کہ رایچور کے قلعہ مین جو چیز سب سے زیادہ دلچسپ ہے وہ اسي

فیل کندہ رایچور

بڑے پتہر پر تحریری نقش — رایچور

باغ — مینار اور فیل دروازہ — رایچور

چٹان کا ایک لمبا اور قدیم خوشنما کتبہ ہے جو تلنگی زبان میں دیوار کے ایک پتھر میں واقع ہے۔یہ پتھر مغربی دروازے سے چند گز کے فاصلہ پر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ گورے گنگا یاردی وارو نے سنہ ۱۲۹۴ع میں بنوایا تھا۔اور نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ورنگل کے قدیم راجاؤن کی یہ دوسری عمارت ہے۔رایچور سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے بیجانگر کے راجاؤن اور بہمنی پادشاہون کے درمیان باعث جنگ و جدل رہا ہے۔غرض جس پتھر پر وہ کتبہ ہے اس سے بڑا پتھر تمام قلعہ مین کوئی نہین اور یہی وجہ تھی کہ اسکے لئے وہی انتخاب کیا گیا۔کیونکہ اسکے اکھڑنے اور برباد ہونے کا کچھ خوف نہین تھا۔وہ ۴۱ فیٹ اور چھ انچہ لمبا ہے اور اس کا کتبہ ۱۳ فیٹ کا اس پتھر کے نزدیک دوسرا ایک پتھر ہے جس پر اس بڑے پتھر کے کہان سے یہان لانے کی کیفیت کندہ ہے۔اس مین پتھر کی ایک بڑی اور وزن دار چار پہیون کی گاڑی تراشی ہوی ہے اور اسپر وہ پتھر رکھا ہوا ہے۔اور وہ پیچھے اسقدر جھکا ہوا ہے۔کہ زمین کو لگنے کے قریب ہے۔اس گاڑی کو بہت سے بھینسون کی جوڑیان جتی ہوئی ہین اور انکی قطار آگے بڑھتے بڑھتے اسقدر چھوٹی ہوگئی ہے کہ بھینسون کی شکل نظر نہین آتی اور نہ انکی گنتی ہوسکتی ہے۔غالباً دوربین سے دیکھنے کے لئے عموماً ایسا کندہ کیا گیا ہے۔اس پتھر کے اوپر بھینسون کو ہانکنے کے لئے ایک شخص ہاتھہ مین کوڑا لئے ہوئے بیٹھا ہے اور دوسرے لوگ ڈھکلیان اوس کے پہیون کے نیچے دے رہے ہین۔علاوہ اوسکے اور بہت سے نقش اسی قسم کے اس مین موجود ہین۔

رایچور کے قلعہ کی چوٹی پر سے شہر اور اوسکے نواحی کا ایک عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔قلعہ مین ایک قدیم توپ ہے۔۲۰ فیٹ چار انچہ لمبی۔بارہ لوہے کی سیخون سے بنی ہوی جس مین تین حلقے ہین۔

ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک قلعہ کو جاتی ہے اس پر کوئی ایک میل کے فاصلہ سے محبوب باغ ہے۔نہایت آراستہ اور اس باغ مین یوروپین اور دیسیون کا کلب ہے جسکے ساتھہ بلیارڈ روم۔ریڈنگ روم۔ٹینس چرک۔وغیرہ ہین۔اسٹیشن سے کوئی ڈیڑھہ میل پر تعلقدار اول کا محکمہ ہے جس کی عمارت ایک چٹان پر نہایت مضبوط بنی ہوی ہے۔اور قلعہ کے اندر

فیل خانہ اور کند۔آنا گندی

راجہ کا محل - راجہ کا محل اور جگنناتھ جی کی گاڑی - ویزیا نگر

شکل ۔۔نقش — ویزا نگر

نظارۂ اناگندي

جیلخانہ — خزانہ — مدرسہ — اور حضور نظام کا دواخانہ ہے جس میں ایک یوروپین ڈاکٹر ملازم ہے — جیل خانہ کے لئے راجہ کا قدیم محل انتخاب کیا گیا ہے — اوس کے نزدیک ایک قدیم ہندؤنکا مندر ہے — جس پر اسلامي طرز کے مینار اضافہ کئے گئے ہیں — دواخانہ کے بازو ہاتھي دروازہ ھے جسکي وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اوسکی قریب ایک پتھرکا تراشا ہوا ہاتھی موجود ہے اس پھاٹک کے باہر سے شہر شروع ہوتا ہے — جو ایک میل لمبا ہے — اورجسکا ایک حصہ قلعہ کے باہرکي فصیل سے گھرا ہوا ہے — شہرسے شمال میں کوئی پانچ میل پر کنٹونمنٹ ہے — جہان حضورنظام کي تیسری انفنٹری کا ایک دستہ رہتاھے — ریلوے اسٹیشن پر رفرشمنٹ روم اور ویٹنگ روم ہیں — اورشہر میں دو مسافرون کے بنگلے — جن میں کا ایک اسٹیشن کے پاس ہے اوردوسرا محکمہ عدالت کے نزدیک اور علاوہ اس کے اسٹیشن کے نزدیک ایک انگریزی ڈاک خانہ اور ایک مدرسہ ملازمان ریلوے کے بچون کي تعلیم کا ہے —

جب سے ریلوے ہوی رایچورکي تجارت بہت بڑھہ گئی یہان بہت سے دیسی متمول تجار ہیں جنکی تجارت زیادہ ترکے غلہ روئی اور دوسرے دیسی اشیا کي ھے جو مدراس اور بمبئی کو بھیجی جاتی ہیں — رایچور مٹي کے مصفا اور چمکدار برتنون اور جوتیون کے لئے مشہور ومعروف ھے اس میں شک نہین کہ آئندہ یہ شہر اور ترقی پذیر ہوگا — کیونکہ وہان کا موجودہ تعلقدار اول ایک نہایت لایق اور مدبر شخص ہے —

دریا کے بیچ قبر — ویزا نگر

اناگنڈی

اناگنڈی ضلعۂ رایچور مین ایک قدیم شہر اور قلعہ ہے جو شہر رایچور سے جنوب و مغرب مین چوراسی میل پر اور ہاسپٹ سے جو سدرن مرہٹا ریلوے کا اسٹیشن ہے نو میل پر واقع ہے—اناگنڈی تنگبھدرا کے شمالی کنارے پر ہے اور اناگنڈی کے راجاؤن کا جو بیجانگر کے راجاؤن کی اولاد مین چلے آتے ہین پائے تخت ہے—یہان سے بیجانگر کے کھنڈر جو اوسکے مقابل پر دریائے مذکور کے اوس پار ہین برابر نظر آتے ہین—اناگنڈی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اسکو سولہوین صدی کے آغاز مین نرسنہا نے تعمیر کیا تھا—یہہ شہر رامائن کے قدیم شہر کشکندا کے جگہ سے قریب ہے—رام کو یہین خبر پہونچی تھی کہ راون سیتا کو لیکر بھاگا ہے—اس سے مطلع ہونے کے بعد کشکندا کے فرمانروا کی اعانت سے وہ سیتا کو چھڑا لایا—اس افسانہ وار زمانہ کے بعد اناگنڈی کا ذکر یاوانا کے متعلق آیا ہوا ہے—جو عیسوی بارھوین صدی کے اوسط مین تھا—جب بیجانگر کی سلطنت ۱۳۳۶ مین قایم ہوئی تو اناگنڈی اسکا ایک علاقہ ہوگیا—اسکی فصیلین جو اب بالکل منہدم ہوگئی ہین دو قطارون مین تھین ایک شمالی مشرق مین اور دوسری جنوبی مغرب مین—شہر کے شمال مین ایک سخت دشوار گذار پہاڑیون کی قطار ہے جس پر بڑی بڑی چٹانین واقع ہین اور چٹانون کی چوٹیون پر اونچی اونچی دیوارین—اور دیوارون پر ہندوانی وضع کے بروج ہین—ان پہاڑیون کی بیچ و پیچ جگہون مین جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو مشرقی جانب کی گھاٹی مین نہایت مضبوط بنا ہوا ہے—بیجانگر کی سلطنت کے بانیون کے پاس ایک مشہور عالم تھا مادھو نامی جو ودیارن کے لقب سے مشہور تھا—جس کے معنے علم کے بیابان کے ہوتے ہین—ڈاکٹر برنل کے قول کے مطابق وہ سنکر اچاریا کا جو سایانا کے نام کے بعد انکا مفسر ہوگیا ہے—گذرا ہوا جانشین تھا—بیجانگر پہلے اسکے نام سے موسوم تھا—

لیکن بعد مین اسکا نام بیجانگر ہوگیا—جسکے معنی فتح کی جگہ کے ہین—اس جدید سلطنت کے وقوع مین آنے کے بعد وہان کے راجاؤن اور بہمنی بادشاہون کے درمیان کبھی صلح و آشتی ہوتی رہی اور کبھی لڑائی جھگڑا—بیجانگر کے راجاؤن کی سلطنت کے عین عروج کے زمانہ مین (سنہ ۱۵۶۰) انکا پائے تخت نہایت وسیع تھا لیکن اسکے بعد سنہ ۱۵۶۵ مین دکھن کے اسلامی بادشاہون نے باہم متفق و متحد ہو کے اس سے سخت جنگ کی تو راجہ منہزم ہو گیا اور متعدد خونریز و مہیب جنگ کے بعد بیجانگر و اناگنڈی دونون تباہ و تاراج ہوگئے—

قیصر فریڈرک نامی کے بیان سے جو ذیل مین درج ہے بیجانگر کی حالت بعد از جنگ کے یون پائی جاتی ہے—

مین نے بہت سے بادشاہون کے محل دیکھے لیکن یہہ بیجانگر راجاؤن کے شاہی محل کا ثانی نظر سے نہین گذرا—اس محل کے نو دروازے ہین—ایک کے بعد ایک پانچ دروازین پر افسرون اور سپاہیون کا پہرا رہتا ہے—اور چار دروازون پر خانسامون کا اور ان سے گذرنے کے بعد اخیر مین راجہ کا محل آتا ہے—اس شہر کا گھیراو چوبیس میل کا ہے جس مین بہت سے تالاب بھی آگئے ہین—عام مکانات کی دیوارین مٹی کی ہین—لیکن تین محل اور تمام مندر بہترین سنگ مرمر کے ہین—

خادم ہنومان جی

کرنل میڈوز ٹیلر جنھون نے سنہ ۱۸۵۹ مین بیجانگر دیکھا تھا اسکی نسبت یون بیان کرتے ہین—

صبح کے ناشتے کے بعد مین مباذہ مین سوار ہو کے شہر کے مغربی حصہ کی سیر کو گیا—وہان مین نے دیکھا کہ جنوب کی پہاڑیون سے اسکی حد بندی ہوگئی ہے—اور وہ شہر کی حفاظت کے لئے گویا مضبوط فصیلین ہوگئی ہین—انکے بیچ مین صرف ایک ہی درہ اور رامائن ملے پہاڑون کی شاخ ہے یہ وہی درہ ہے کہ جس مین سے سنہ ۱۳۷۸ مین بہمنی بادشاہ مجاہد شاہ

ہنومان — وزیا نگر

مندر — آنا گندی

منار شاہی محل

مندر — ہنوماناکچی

مندر — وزیا نگر

کُہس آیا تہا۔اور شہر پر فتح پانے کي بہت سي کوشش کي تہي۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک سپہ سالار کو شہرکي مغرب میں ایک بلندی پرجو فتح کي کنجي تہي قابض ہونے کا حکم دیا تہا۔لیکن اس نے غفلت کي۔اور پادشاہ بجز ایک فصیل کو جہان ہنومان کي ایک بہت بڑی مورتی پتہر کي ایک چٹان میں کہدی ہوئی ہے عبور کرنے کے اور کچہ نکرسکا۔راجہ کي خوابگاہ کے محل کي وضع اسلامي اور گاتہک ہے جسکے اوپر کے کمرے نہایت خوش وضع ہیں۔اگر وہان سے چمگادڑون اور ابابیلون کو نکال دیا جائے تو وہ رہنے کے قابل ہیں اس کے بلند برج سے جو گاتہک خیمہ کے اوپر بنا ہوا ہے شہر کا عمدہ منظر دکہلائی دیتا ہے۔اسکا ہاتہی خانہ اور خزانہ ابتک اچہی حالت میں ہیں۔راجہ کے محل کے کہنڈر اور اس کے وسیع صحن مع بہت سے عمدہ مقامات کے نہایت دلچسپ ہیں چہت کے نیچے چٹانون سے تراشے ہوئے اونچے اونچے پتہر کے ستون ہیں جنمیں سے بعضون کي شکل اوپر کو گہوڑون اور شیرون کي سی ہے اور گہوڑون کي پشت پر عورتون کي تصریرین ہیں اور بعضون کے اطراف دبلی پتلی تصویرون کي نہایت دلکش قطارین ہیں۔محل کے اندر کا ہرایک حصہ خوشنما نقش و نگار سے بہرا ہوا ہے اور بعض نقوش مثل آئینہ کے چمک رہے ہیں۔اوس کے تہ خانہ کے باہر بہی جہان ہاتہیون کي قطار ہے۔بہت سے مختلف نقوش ہیں اور انکے باہر نکلے ہوئے کنگرون کا جہکاؤ نہایت عمدہ ہے۔غرض اس کے کل حصون سے ایک ایسی خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے جو کہیں کسی ہندوانی عمارت میں نہیں دیکہی گئی۔جس زمانہ میں کہ ٹیپو سلطان نے بیجانگر پر چڑہائی کي تہی تو چاہا تہا کہ سرنگ سے اوسکی چہت کو اڑا دیوے لیکن وہ ایسی مضبوط تہی کہ سوائی ایک سوراخ کے اوسکو اور کچہہ نقصان نہ پہونچا۔آخر ٹیپو نے پشیمان ہوکے کہا کہ مجہکو خواب ہوا ہے کہ اس مقدس مندر کو نہ اوڑاؤن۔غرض جس دیوتا کو یہ وقف کیا گیا ہے وہ وتہل ہے یا کرشنا۔راجہ کے آبا و اجداد میں سے ایک نے چاہا تہا کہ پدنا پور سے بڑی مورت کو لاکے یہان رکہے۔کیونکہ اسکے لئے یہہ نہایت مناسب مقام تہا۔لیکن دیوتا نے قبول نہیں کیا۔اس لئے یہ مقام بالکل سنکلاپ کردیا گیا۔مندر کے وسط کے قریب مجہکو ایک بڑی اور خوبصورت گاڑی نظر آئی جیسے تہوارون میں استعمال کي جاتی ہے اور یہ گاڑی بہی پتہر ہی کي ہے اوس کے پہئے ایسے عمدہ تراشے ہوے ہیں کہ ذراسا ڈہکیلنے سے پہرنے لگتی ہیں۔ماتن پروت پر سے جو ایک بڑی چٹان ہے اور جس میں سیڑہیان کہدي ہوئین ہیں۔میں نے اطراف و جوانب کا ایک نہایت عمدہ منظر دیکہا۔وہان سے تمام شہر کي وسعت صاف نظر آتی ہے مثلاً تمام خوشنما مندر۔مکانون کي قطارین۔چوطرف کي پہاڑیان۔دریا کا راستہ جو پہاٹک کے اوپر اور نیچے ہے

اور نیلے رامامُلّے کے پہاڑ جو جنوب میں پہیلے ہوئے ہیں۔وغیرہ وغیرہ راجہ نے مجہے محاہدشاہ کي لڑائی کا میدان۔اور کملاپور کا تالاب دکہلایا یہ منظر۔ایسا خوشنما تہا کہ کبہی فراموش نہیں ہوسکتا۔

اس نامور خاندان کا ایک وارث جیسے اوپر بیان کیا گیا اب تک اناگنڈی میں رہتا ہے اور اسکو بہی راجہ کا خطاب دیا گیا ہے۔

دریاے مذکور سے عبور کرنے کے لئے بڑے بڑے ٹوکرے ہیں جنپر چمڑا منڈہا ہوا ہے۔دریا کے بیچ میں ایک پتہر کي چٹان ہے جسپر کرشنا دیو راجا کي قبر ہے۔جو سنہ ۱۵۳۰ میں مرا تہا۔اور دریا کے نشیب میں کوئی آدہے میل پر ویسےہی دوسرے دو مندرے ہیں اور اناگنڈی کے فرودگاہ کے قریب ایک مندر ہے جس کے دروازے کوئی سترہ برس کے آگے مدراس کے عجائب خانہ کو بہیجدئے گئے اس فرودگاہ سے نصف میل پر موجودہ پادشاہ کا محل ہے۔بالفعل اناگنڈی کا شہر ایک چہوٹاسا ہے جس میں ۱۵۰۰ کي آبادي ہے۔یہان سے دو میل کے فاصلہ پر ایک اونچی پہاڑی پر ہنومان کا مذکورۂ بالا مندر ہے جو ایک فیٹ اونچی چٹان میں کہودا گیا ہے۔اس کا رنگ لال ہے لیکن اس کے کسیقدر حصہ پر روپہلی ورق چڑہے ہوے ہیں۔اس مندر کے اخراجات راجا کے ذمہ ہیں۔

بیجانگر کي وسعت اور اسکی شان و شوکت کي نسبت عبدالرزاق اپنی تاریخ مطلع السعدی میں یون بیان کرتا ہے۔(ایلیٹ اور ڈاوسن کي تاریخ جلد۴ صفحہ ۸۹) بیجانگر کے شہر کا ثاني نہ دنیا میں کسی نے آنکہون سے دیکہا ہے اور نہ کانون سے سنا ہے۔اوسکے اطراف سات فصیلین ہیں جو ایک کے اندر ایک بنی ہوی ہے۔پہلی یعنی باہر کي فصیل کے اطراف میں ایک میدان ہے پچاس گز چوڑا جس میں کوئی چہہ چہہ سات سات فیٹ لمبے پتہر نصب کئے ہوئے ہیں جنکا آدہا حصہ اوپر ہے اور آدہا حصہ زمین میں گڑا ہوا۔ان پتہرون کي وجہ سے نہ کوئی پیدل فوج فصیل میں داخل ہوسکتی ہے اور نہ سوارون کے رسالے۔ساتوین فصیل جو سبہون کے بیچ میں اور شہر کے اطراف ہے اوسکی زمین ہرات کے بازار سے دس حصہ زیادہ ہے۔اور اس میں راجہ کا محل ہے۔باہر کي فصیل کے شمالی دروازے سے جنوبی دروازے تک دو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور اتناہی فاصلہ مشرقی اور مغربی دروازون کے درمیان ہے پہلی دوسری اور تیسری فصیل کے درمیان اناج کے کہیت، باغات اور مکانات وغیرہ ہیں۔اور تیسري سے ساتوین فصیل تک نہایت کثرت سے دوکانین اور بازار ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے ہیں۔راجہ کے محل کے سامنے ایک دوسرے کے مقابلہ میں چار بازار ہیں اور ہرایک بازارکے اوپر ایک اونچا اور چہجہ دار راستہ اور ایک عظیم الشان کٹہرا ہے لیکن

پتھر کی مندر کا رتھ — ہمپی
مستورات کے لئے حمام
چنائی کے بنے ہوئے کشتیاں

شہر کا رتھ — ہامپی
پمپاپتی مندر
نظارۂ دریا

قلعہ - نپال

انکی بلندی راجہ کے محل سے کم ہے-بازار ایسے لمبے اور چوڑے ہین کہ پھولون کے بیچنے والے اگرچہ انکے دوکانون کے سامنے اونچی چوکیان ہین لیکن باوجود اسکے وہ دونون طرف سے فروخت کرسکتے ہین-اس شہر مین تازے اور خوشبودار پھولون کي بہت افراط ہے اور انکا استعمال بھي بہت ہوتا ہے-کیون کہ یہان کے لوگ بغیر اسکے رہ نہین سکتے-ہر ایک جنس کے سوداگرون کي دوکانین پاس پاس ہین-اور جوہری یاقوت موتی-ہیرے اور زمرد آشکارا بازار مین بیچتے ہین-راجہ کے محل کے اطراف بہت سي پتھر کي نہرین اور نالے ہین جن مین نہایت صاف و شفاف پاني جاری ہے اس محل کے داہنی طرف ایک بڑا دیوان خانہ ہے جہان وزیر اعظم کي کچہری ہے-اسکي شکل چہل ستون کي سی ہے اوسکے صدر کے رخ پر ایک اونچا کٹھہرا ہے کوئی سات فیٹ اونچا-جسکی لمبائی ۳۰ گزکي اور چوڑائی چہہ گزکي ہے اس کٹھہرے مین دفتر رکھے جاتے ہین اور متصدي لوگ لکھتے بیٹھتے ہین-ان لوگون کي تحریر دو قسم کي ہے-ایک ناریل کے پتون پر جو دو گز لمبے اور دو انگل چوڑے ہوتے ہین اس پر وہ لوہے کے نوکدار قلم سے لکھتے ہین-جن مین کسی قسم کا رنگ نہین ہوتا-اور یہ تحریر زیادہ پائدار نہین ہوتی-لیکن دوسری قسم کي تحریر دیرپا ہوتی ہے اور اسکی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ایک سفید سطح کو کالا کرتے ہین اور پھر اس پر ایک قسم کے نرم پتھر سے جو مثل قلم کے تراشا ہوا

پرانی دیوار—قلعہ نپال

دروازہ—شہر کُپّال

ہوتا ہے لکھتے ہین اسلئے اسکے حرف سفید ہوتے ہین اور صفحہ سیاہ—اِس تحریر کي وہ زیادہ قدر کرتے ہین—اسکے ستون دار دیوان خانہ کے بیچ مین ایک اونچی نشست گاہ ہے اور اس پر ایک خواجہ سرا جسکو دماہک کہتے ہین بیٹھکر عدل و انصاف اور انتظام سلطنت کرتا ہے—اس نشست گاہ کے نیاچے دونوں طرف چوبدار صف بستہ کہڑے ہوتے ہین جب کوئی فریادي آتا ہے تو وہ چوبدارونکي صفون مین سے آگے بڑھتا ہے—اور زمین خدمت کو بوسہ دیکے پہے نذر گذرانتا ہے اور پہر اپني فریاد پیش کرتا ہے اسکے بعد دماہک اس ملک کے عدل و انصاف کے قوانین کے مطابق احکام جاری کرتا ہے—دوسرے کسیکو اعتراض کي مجال نہین ہوتی—جب دماہک کچہری سے اٹھکر جاتا ہے تو چہہ اقسام کے رنگ کے چہاتے اوسپر کہلتے ہین—اور تُرہیان بجنی شروع ہوتي ہین—راستہ مین لوگ دونوں طرف اوسکے لئے دعاے دولت و اقبال کرتے رہتے ہین—پیشتر راجہ کي خدمت مین حاضر ہونے کے اوسکو سات دروازون مین سے عبور کرنا ہوتا ہے جہان سرکاری

قلعۂ بہادر بندر

کتبہ قریب دروازہ—کپال

شہرپناہ کا دروازہ—کپال
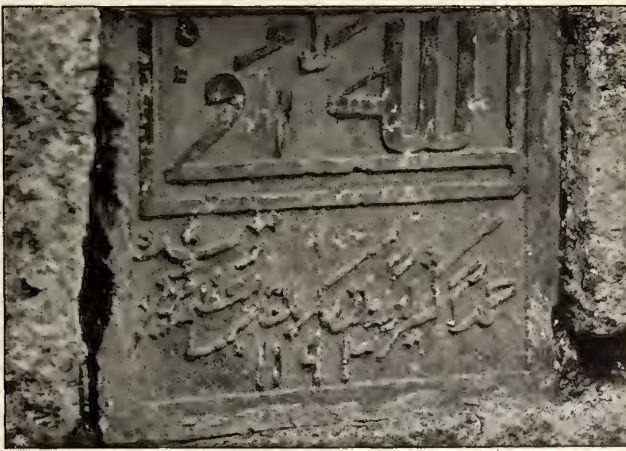
ملازم بیٹھے رہتے ہین-ایک ایک دروازے پر سے ایک ایک چپاتا بند اور جدا ہوتا جاتا ہے-جب وہ ساتوین دروازے مین داخل ہوتا ہے تو کوئی چپاتا اوسکے اوپر نہین ہوتا-محل مین جاکے راجہ کو وہ معاملات کی خبر دیتا ہے اور پھر کسیقدر عرصہ کے بعد اپنے مکان کو جو راجہ کے محل کے پیچھے ہے چلا جاتا ہے-شاہی محل کے بائین طرف کو ٹکسال ہے جس مین تین قسم کے سونے کے سکے ڈھالے جاتے ہین-جس مین دوسری دہات بہی مخلوط ہوتی ہے-ایک سکہ کا نام ویراہا ہے-اوس کا وزن ایک مثقال جو کوپا کے دو دینار کے برابر ہے-دوسرے سکہ کا نام پرتاب ہے جو اوسکی آدہی قیمت کا ہے-تیسرے کا نام فنام ہے-جو پرتاب کا دسوان حصہ ہے-ان تینون مین اخیر کا سکہ زیادہ مروج ہے اور علاوہ انکے ایک چاندی کا سکہ ہوتا ہے-جو فنام کی چھٹہی قیمت کا ہے-اوسکو تار کہتے ہین-اسکا بہی بڑا رواج ہے-تار کا تیسرا حصہ تانبے کا سکہ ہے جسکا نام جیتل ہے-اس ملک کا قاعدہ ہے کہ ہر شخص مقرری وقت پر تمام قلمرو مین زر محصول ٹکسال کو لیجاتا ہے جو اسپر واجب الادا ہوتا ہے-اور جسکا وہ مقروض ہوتا ہے اسکو خزانہ سے ہر چار مہینون کو روپیہ دیا جاتا ہے-یہان کسیکو جاگیرات وغیرہ نہین اس ملک کی آبادی کا بیان آسانی سے نہین ہوسکتا-یہان شاہی خزانہ مین کوٹھریان ہین اور کوٹھریون مین گڑھے-جو سونے اور جواہرات سے مملو ہین-اس ملک کے تمام باشندے کیا اعلی اور کیا ادنی حتی کہ بازاریون تک کانون مین سونے کی بالیان-گلے مین ہار اور بازوون-کلائیون اور انگلیون مین سونے کے زیورات پہنتے ہین-

ایڈورڈ باربروسا جسنے سولہوین صدی کے آغاز مین ہندوستان کی سیاحت کی تہی-بیجانگر کی تجارت و دولت کو دیکھکے متحیر ہوگیا تہا-وہ بیان کرتا ہے کہ یہ ایک نہایت آباد ملک ہے--یعنی الماس-پیگو کے یاقوت-چین اور سکندریہ کا ریشمی کپڑا-کافور-مشک-فلفل سیاہ اور ملابار کے صندل کی یہان بہت بڑی تجارت ہوتی ہے-

---

کپال

کَپاَل ضلع رایچور مین سدہرن مراٹہا ریلوے پر دلاری سے مغرب مین ستاون میل پر ایک قدیم پہاڑی قلعہ اور ایک قصبہ ہے جسکی آبادی ۵۵۰۰ کی ہے ریلوے اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر شہر ہے اوسکے پانچ پہاٹک ہین جن مین سے ایک پہاٹک بڑا اور کمانددار ہے اس مین جدا جدا دو قلعے ہین ایک بلندی پر اور دوسرا نیچے-بلندی کا قلعہ ایک اونچی پہاڑی پر ہے جسکی وسعت کئی مربع میلون کی ہے-یہ قلعہ شہر سے کوئی چار سو فیٹ اونچا ہے کسی زمانہ مین یہ نہایت مضبوط تہا-اوسکے شمال و مشرق مین ایک کہائی ہے اور مغرب مین ایک پہاڑی ہے جسکی شکل عمودی ہے-اوسکے دامن مین ایک بڑا تالاب ہے جس سے تمام لوگ پانی پیتے ہین-اس قلعہ کو صرف ایک ہی سیڑہی ہے جو پہاڑیون مین کہچ و پیچ گئی ہوئی ہے جو سیڑہی سب سے اوپر ہے وہ ایک خطرناک اور کہوکلی چٹان پر ہے جس مین باروت بہری جاتی ہے-یہان پانچ کنڈین ہین دو نیچے کے قلعہ مین اور تین اوپر کے قلعہ مین انمین سے ایک کے نزدیک سپاہیون کے بارکس ہین جو پانی کی حفاظت پر مامور تہے اس قلعہ پر جو توپین چڑہی ہین انکا حساب غیر ممکن ہے ابتک اوپر کی فصیل پر بہت سی قدیم توپین ہین اس قلعہ پر سنہ ۱۷۸٦ مین ٹیپو سلطان نے قبضہ کرلیا تہا-اور سنہ ۱۷۹۰ مین انگریزی اور نظام کی فوجون نے چہہ مہینے تک اسکا محاصرہ کیا تہا-اور آخر کو بہت سی جانین ضایع ہونے کے بعد وہ مفتوح ہوا اور اوسکے دوسرے روز بہادر بندر نامی دوسرا قلعہ جو ایک بلند پہاڑی پر کوئی دو میل شمال مین واقع ہے مفتوح ہوگیا-اوسکے دوسرے سال یہ دونون قلعے نظام حیدرآباد کو دیدئیے گئے-اوپر کا قلعہ نہایت قدیم گمان کیا جاتا ہے لیکن نیچے کا قلعہ حال ہی مین تعمیر ہواہے اور جسکی مرمت ٹیپو سلطان کے فرنچ انجینئرون نے کی ہے-سنہ ۱۸۵۷ مین کُپال پر ایک باغی برہمن بھین راو جسنے شوراپور کے نوجوان راجہ کو غدر مین انگریزونکے مقابلے پر ابہارا تہا-قابض ہوگیا تہا-لیکن جب اس نے دیکہا کہ وہ قلعہ کی حفاظت نہین کرسکتا تو مع ہمراہیون کے نیچے اوترنے لگا اور سب کے سب وہین پر قتل کردئے گئے-اور دوسرے لوگون نے بوجہ فاقہ کشی کے اطاعت قبول کرلی-

کُپال سالار جنگ کے خاندان کی جاگیر ہے-جو سرسالار جنگ اول کو اوس جاگیر کے عوض دیا گیا جو برار کے ملک امانی مین واقع تہی-

---

مدگل

مُدگل لنگ سوگر کے ضلع مین ایک پہاڑی قلعہ ہے-

خاص شہر سے جنوب و مغرب مین دس میل کے فاصلہ پر-اور اناگنڈی سے کوئی پچاس میل پر-یہان کی آبادی ۳۵۰۰ کی ہے یہ عین پہاڑون کے بیچ مین ہے اور شمالی حد پر بہت سی بڑی چٹانون کے اوپر بنا ہوا ہے-اسکی طولانی شمال سے جنوب تک ساڑہے چار فرلانگ اور مشرق سے مغرب تک ساڑہے تین فرلانگ ہے-اوسکا شمالی حصہ میدان مین ہے-لیکن جنوبی حصہ چڑہتے چڑہتے ایک بہت اونچی پہاڑی پر پہونچا ہے-اوس کی پتہر کی فصیلون کی دو قطارین ہین اوس کی خندق دو سو سے تین سو فیٹ تک چوڑی ہے--اگرچہ اسمین حال مین بہت کچہ تبدیلیان ہوگئی ہین-

لیکن باوجود اسکے قدیم قلعے کے اکثر آثار باقی ہیں۔ اسکے برج افراط سے ہیں اور نہایت مضبوط۔ اس قلعے میں جو حصہ حال میں اضافہ کیا گیا وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور پتھر اوسکی فصیلوں کے اوپر چڑہائے گئے ہیں قلعے کا اندرونی حصہ تقریباً منہدم ہوگیا ہے۔ لیکن باہر کا حصہ معتدل حالت میں ہے۔ چٹان کی چوٹی پر ایک خوبصورت تفریح طبع کا مکان ہے دوسری چٹان پر ایک بڑی توپ چڑہائی گئی ہے۔ سنہ ۱۲۴۹ ۵۰ میں مدگل یادادہ راجاؤن کے ایک گورنر کا دارالریاست تہا لیکن بعد میں ورنگل کے راجاؤن کے قبضے میں آگیا اور ان سے چودہوین صدی کے آغاز میں مسلمان بادشاہوں نے چہین لیا۔ جب محمد تغلق کے دکہن کے گورنرون نے بغاوت کی اور گلبرگہ میں بہمنی سلطنت قایم ہوئی تو مدگل اس جدید سلطنت کے سرحدی قلعون میں شامل ہوگیا۔ لیکن سنہ ۱۲۷۳ میں بیجانگر کے راجہ نے وہان کی بہمنی فوج متعینہ کو کاٹ کے اوسپر قبضہ کرلیا تہا۔ پہر محمد شاہ نے اسکو خوب سزا دی۔ اور ایک لشکر مدگل کو بہیجکے راجہ کو وہان سے بہگا کے اوسکی چہاؤنی فوجون کو شکست و نابود کردیا۔ بعد انقراض بہمنی سلطنت کے بیجاپور کے بادشاہ اسپر متصرف ہوے لیکن جب اورنگ زیب نے بیجاپور پر فتح پائی تو وہ اسکے قبضہ میں آگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک برج کے حصہ کرکے اپنے افسرون کے نام سے موسوم کردیا۔ یہان ایک چہوٹی سی رومن کیتہولک کی نوآبادی ہے جسکو اصل میں سینٹ ژیویر کے ایک معتمد پادری نے جو گوا سے آیا ہوا تہا بسایا تہا۔ اوسکے لئے بیجاپور کے اکثر بادشاہون نے اوقاف مقرر کردئے تہے جنکی آمدنی اب تک انکے قبضہ میں ہے۔ تاریخ میں مدگل کا نام ایک سنار کی لڑکی کے ساتہہ مذکور ہے جو وہان رہتی تہی۔ اور جسکے لئے ایک بڑی جنگ ہوی۔ لیکن بعد میں گلبرگہ کے فیروز شاہ کے فرزند حسن خان کے ساتہہ سنہ ۱۴۰۶ میں اسکی شادی ہوگئی۔

شوراپور

شوراپور لنگ سوگر کے ضلع میں ایک شہر ہے رایچور سے شمال و مغرب میں اڑتیس میل پر اور یادگیری سے جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے پر بائیس میل۔ یہ شہر سنہ ۱۸۶۰ تک بیدر کی چہوٹی سی ریاست کا پایہ تخت تہا جہان کا راجہ نظام کا باج گزار تہا۔ یہ ریاست تیرہوین صدی میں بیدر راؤن کے ایک سردار نے قایم کی تہی اس خاندان کی اولاد میسور اور جنوبی مرہٹہ کے ملک میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یہ سردار جو نایکون کے نام سے مشہور ہین اصل میں لٹیرے تہے لیکن بعد میں انہین بہت بڑا اقتدار حاصل ہوگیا۔ اور انکی جماعتین بیجاپور اور گولکنڈے کے بادشاہون کے پاس ملازم ہوگئین۔ انہون نے اورنگ زیب کے ساتہہ جنگ کرنے میں مرہٹون کو مدد دی۔ اور سنہ ۱۷۰۴ میں اورنگ زیب کو ایسا تنگ کیا کہ وہ خود ایک فوج لیکے انکی سرکوبی کے لئے آن پہونچا۔ اور انہین وہان سے نکل کے شوراپور جانے پر مجبور کردیا۔ نائکون کی اولاد نے نظام اول کی اطاعت قبول کرلی لیکن انکی ریاست پر اسقدر

واڑی کے قریب یادگیری قلعہ

روپیہ باقی تھا کہ جسکے عوض انھین سنہ ۱۸۴۱-۴۲ مین دریاے کرشنا کے جنوب مین ایک حصہ نظام کے حوالہ کرنا پڑا۔ اور اسوقت پر ایک انگریزی افسر اس ریاست کی نسبت رپورٹ کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ اوسکے بعد سنہ ۱۸۴۴ مین اوسکی جگہ کپتان میڈوز ٹیلر جو بعد مین کرنل ہوے مقرر کئے گئے جو بوجہ راجہ کی کم سنی کے سنہ ۱۸۵۳ تک حکومت کرتے رہے سنہ مذکور مین جب راجہ عمر کو پہنچکر مسند نشین ہوا تو کپتان میڈوز ٹیلر عہدے سے علیحدہ ہوگئے۔

سنہ ۱۸۵۸ مین مذکور راجہ انگریزون کے برخلاف ایک سازش مین شریک پایا گیا اگرچہ بہت کوشش کی گئی کہ اسکو اس حرکت سے باز رکھے لیکن اس نے مانا نہین چنانچہ اسکی فہمایش کے لئے کپتان کیمبل مامور ہوے۔ جب وہ وہان گئے تو اوسکے ساتھیون نے انھین قتل کی دہمکیان دین اور اسیوقت کنٹنجنٹ فوجکا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے روانہ کیا گیا۔ راجہ کے ہمقرمون نے معہ چند عربون اور روہیلون کے اس دستہ پر حملہ کیا لیکن منہزم ہوگئے اس عرصہ مین راجہ بہاگ کے حیدرآباد چلا آیا اور وہان بعد مین گرفتار ہوگیا اوسکی تحقیقات کے لئے سکندرآباد مین ایک فوجی کمیشن مقرر ہوی اور بعد ثبوت جرم بغاوت کے اوسکو پہانسی کا حکم دیا گیا۔ لیکن پہر اوس حکم کو بدل کے پانچ برس کی سزاے قید دی گئی۔ جب وہ ویلور کے قلعہ واقع مدراس پریسیڈنسی کو لیجایا جاتا تہا تو اسنے راستہ مین خودکشی کرلی۔

سنہ ۱۸۶۰ کے انگریزی عہدنامہ کے مطابق ریاست شوراپور نظام کے حوالہ کردیگئی اور ابتک وہ انہین کے ماتحت ہے۔

کرنل میڈوز ٹیلر دوسرے مرتبہ شوراپور روانہ کئے گئے جب وہ وہان پہونچے تو لوگون نے نہایت گرمجوشی سے انکی آؤ بہگت کی۔ جس زمانہ مین وہ ریاست کے انتظام پر مامور تہے اسکی ترقی نہایت عمدہ اور آمدنی دگنی ہوگئی تہی۔ جب وہ ریاست نظام کے حوالہ ہوی تو وہان کے لوگون کو کرنل موصوف کے چلے جانے سے سخت رنج ہوا انکی رخصت کے وقت تمام سرداران بیدر اپنے ملازمون اور اہل و عیال کے ساتھہ زار زار روتے تہے اور پکارتے تہے کہ ہماری عورتین صبح کو چکی پیستے وقت تمہاری تعریف کے گیت گائینگی اور رات کو تمہارا نام لیکے چراغ روشن کرینگے۔ خدا کرے کہ پہر تم ہمارے پاس واپس چلے آؤ اور ہمپر حکومت کرو غرض کئی سال کے بعد جب وہ انگلنڈ سے واپس آئے تو ان مین سے اکثر لوگ چلتے ہوے شوراپور سے حیدرآباد کو انکی ملاقات کے لئے گئے۔

کرنل میڈوز ٹیلر شوراپور کے مغربی سرحد پر دریاے کرشنا کے گرنے کا حال یون بیان کرتے ہین کہ دریائے کرشنا دکہن کی اونچی زمین کو چہوڑکر ۴۰۸ فٹ کے نشیب مین تقریباً تین میل شوراپور کے نشیبی سطح پر کسمندر مڑکے اس زور سے گرتا ہے کہ اسکی آواز علی الخصوص سیلاب کے وقت کوئی تیس میل تک سنائی دیتی ہے اوسکی پہنگیان جن مین قوس قزح نظر آتی ہین ہوائمین ایسی اونچی اوڑتی رہتی ہین کہ انسان دیکہکے متحیر ہوجاتا ہے۔ جس مقام پر اس کا پانی گرتا ہے وہان ایک عمیق نالا ہے جس مین گرداب پیدا ہوکر اوسکی موجین چوطرف پہیل جاتی ہین اور ایک دوسرے سے ٹکراکر بہت بلندی تک اوچہلتی ہین۔

چتاپور

چیتا پور منگل سے شمال و مغرب مین تیرہ میل پر ایک قصبہ ہے مدور شکل کا۔ جس کے قریب تالیکوٹ مین سنہ ۱۵۶۵ مین دکہن کے چار اسلامی بادشاہون اور ودیانگر کے راجہ راما راے کے درمیان ایک مشہور لڑائی ہوئی تہی۔ ہندوؤن نے کاکشنی اور تنکوڈل مین چیتاپور کے پاس جہان کشنا پایاب ہے بہت مضبوط قلعے بنائے تہے جن کے آثار ابتک باقی ہین جب مسلمانون کی فوجین سلطانپور مین جو چیتاپور کے مقابلہ مین ایک قصبہ ہے نظر آئین تو ہندوؤن نے خیال کیا کہ شاید وہ دریا کو عبور کرکے اس پار چلے آنیکی کوشش کرینگی اسلئے وہ اپنی فوج کا بڑا حصہ اوسکے قریب لیگئے۔ اور دوسرے پایابون پر تہوڑی تہوڑی سی فوجین تعینات کردین۔ لیکن مسلمانون نے ثانی الذکر مقامون سے رات کو عبور کرکے یکایک انپر چہاپا مار کے انہین پسپا کردیا۔ اور پہر دونون مین ایک نہایت سخت اور خونریز جنگ ہوئی جس مین ہندوؤن کا سردار مارا گیا اور ان کی فوجین بالکل منہزم اور نابود ہوگئین۔

نلدرگ

قسمت گلبرگہ کے ضلع نلدرگ مین اسی نام کا ایک چہوٹا سا شہر ہے جس کی آبادی صرف ۴۰۰۰ کی ہے۔ لیکن اس ضلع کی آبادی ۶۵۰۰۰۰ کی ہے۔ نلدرگ کا شہر شولاپور سے مشرق مین جو جی-آئی-پی لائن پر ایک اسٹیشن ہے پچیس میل پر واقع ہے۔ یہ ضلع انہین سے ایک ہے۔ جو نظام نے موافق عہدنامہ سنہ ۱۸۵۳ کے انگریزون کے حوالہ کئے تہے اور پہر سنہ ۱۸۶۰ مین انگریزون نے اس کو معہ رایچور کے نظام کو واپس دیدیا۔

نلدرگ کا پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط ہے اوسکی فصیلین بعض مقامات پر بیس فٹ موٹی ہین۔ اور وہ ایک ایسی زمین پر بنا ہوا ہے جو دریاے بوری مین مثل ایک جزیرہ نما کے ہے۔ اس قلعہ کا حال کرنل میڈوز ٹیلر کی کتاب سے جسکا نام "دہی اسٹوری آف مائی لائف ہے" مختصراً ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔ نلدرگ کا قلعہ ان تمام مقامون مین جو میری نظر سے گذرے نہایت دلچسپ اور ہموار ہے اور سیاہ چٹانون کے اس سطحہ کر جو دریاے بوری مین نکلا ہوا ہے احاطہ کئے ہوے۔ اسکی چوٹی کے اطراف سیاہ پتہر کی گندرے ہین جنکی بلندی ۵۰ سے

۲۰۰ فیت تک هے-اور اس چوتي کا کنارہ دریا سے کم و بیش دو سو فیت اونچا هے-جو قلعہ کے دامن مین دونون طرف بہ رہاهے-پہاڑي کے کنارے پر تین طرف فصیلین هین اور فصیلون پر بروج-اسکا گهیراؤ غالباً کوئي ڈیڑهہ میل کا هوگا-اوسکي تمام فصیلون اور بروج کي اچهي طرح سے مرمت کي گئي هے-باهر سے یہ قلعہ صرف بڑا هی نهین بلکہ نهایت خوبصورت معلوم هوتا هے-اِس سر زمین کي تاریخ مین نلدرگ ایک مشهور جگہ هے-

چودهوین صدي مین مسلمانون کے حملہ کے پیشتر یهان ایک راجہ تها جو چالوکین کي سلطنت کا خراج گذار تها-یہ سلطنت ۲۵۰ سے ۱۲۰۰ عیسوی تک رهي هے اور اسکا پاے تخت کلیانا تها جو یهان سے ۴۹ میل کے فاصلہ پر واقع هے-لیکن مجهکو اوسکا تاریخی حال جو قابل اعتماد هو نهین مل سکا-بهمني سلطنت کے جو سنہ ۱۳۵۱ سے سنہ ۱۵۲٦ تک رهی هے مغربي قلعونمین جو سرحد پر واقع تهے نلدرگ کا قلعہ بهي شامل تها-گمان کیا جاتا هے کہ سلطنت مذکور نے ان قلعونکو جو پهلے متي سے بنے هوے تهے پتهر کے بنوا دیئے-اوسکے بعد سنہ ۱۴۸۹ مین جب بهمني سلطنت کے حصے بکهرے هوگئے تو نلدرگ بیجاپور کے عادل شاهون کے حصہ مین آیا جنهون نے اسکو اور زیادہ مضبوط و مستحکم کردیا-اس قلعہ پر همیشہ عادل شاهي اور نظام شاهي پادشاهون مین جهگڑا هوتا رها کیونکہ یہ قلعہ دونون سلطنتون کي سرحد کے درمیان واقع تها اور باری باری سے دونون اسکا محاصرہ کرتے رهتے تهے چنانچہ اس کي جنوبي دیوار مین توپ کے گولون سے جو دراڑین پڑ گئی هین اس کي پوري پوری تصدیق کرتی هین لیکن انکی مرمت کردیگئی هے سنہ ۱۵۵۸ مین جب علی عادل شاہ کو نلدرگ آنے کا اتفاق هوا تو اسنے اوسکے مغربي رخ کو توڑ کے از سرنو اوسکی تعمیر کي اور اسکے مغربی کنارے پر ایک بهت بڑی لشکر گاہ بنائی جو دوسرے بروج سے ۹۰ فیت اونچی تهی اور علاوہ اسکے دریاے بوري کے آرپار ایک پتهر کا پشتہ بنایا هے-جو افراط سے پاني کو روک کے وهان کي گیریسن کے لئے همیشہ مهیا رکهتا تها-

قلعہ کے اندر ایک مسجد هے اور اسکی فصیل کے باهر دو-اور وهان سے مغرب مین ڈیڑهہ میل پر کهنڈوبا کا ایک مندر هے جهان هرسال جاترا هوا کرتی هے اس مندر مین کوئي بت وُت نهین-لیکن جاترا کے موقع پر اندورا سے هر سال ایک بت یهان لاتے هین اور بڑی دهوم دهام سے چند روزتک وهان اسکو رکهتے هین—

تلجا پور

تلجاپور نلدرگ سے شمال و مغرب مین کوئي اٹهارہ میل پر اور شولاپور سے جو-جی-آئی-پی-لائن پر بمبئی سے ۲۸۳ میل پرهے شمال و مشرق مین کوئی پچیس میل کے فاصلہ پر واقع هے-تلجاپور بالاگهات کے کنارے پر حیدرآباد کي مغربی سرحد پرهے-یہ بالاگهات اس مقام کو کهتے هین جهان سے دکهن کي اونچی زمین مغرب کي طرف جهکتی هے یہ مقام هندو جاتریون مین مشهور و معروف هے اوروہ اسلیئے کہ یهان دیوتا بهواني نے اشورا یادیو مهیساکو مارڈالا تها-جو بهینسے کے شکل مین ظاهر هواتها-چونکہ تلجا اس دیوتا کے جو شیواکا شریک تها بهت سے نامون مین سے ایک نام هے اس لئے یهہ شهر اس نام سے موسوم کیاگیا-یهان ایک مندر هے جس مین ایک چهوٹی سی سیاہ پتهر کي شفاف مورتی هے جوخاص برهمنون کو وادی مین ملی تهی-اسکی نسبت خیال کیا گیا هے کہ خود تلجانے اپنی اس فتح کے یادگار مین جو اسکو وهان نصیب هوی تهی اس مورتی کو اپني مهرباني سے وهان رکهدیا تها اس مندرکا اندرونی حصہ پست هے صرف ٦ فیت کا-اور اسکے بڑے دالان مین سولہ ستون هین اور اسکی پست دیوارمین جو بطور چلمن کے بنی هوئی هے شمال وجنوب کے دروازون کے پاس بهت سے چهوٹے ستون هین-مغرب مین تلجا کا بت رکها هوا هے-اورمشرق مین اسکے خاوند شبوا کا-اس مندرمین دواونچے مربع برج هین-جن مین جاتراؤن مین چراغ سلگائے جاتے هین-اس مندرکے اطراف ایک دیوارهے جس مین مشرقی رخ پر اوسکا دروازہ اور سیڑهیان هین-اوسکے اندر کے مکانات طرح طرح کي وضع کے هین جو متفرق زمانون مین بنے هین-لیکن انمین کوئي ایسا نهین جو سولهوین صدی کے اخیر کا سراغ دیتاهو اور اکثر چیزین اس زمانہ سے زیادہ کي هوی یا نئی بنائي هوی هین—

دهارا سِنوا

دهاراسِنوا تلجاپور سے شمال مین کوئی بارہ میل پر عین بالاگهات کے کنارے پر سطح دریا سے ۲۰۰۰ فیت اونچا هے-شهر سے شمال و مشرق مین دو میل کے فاصلہ پر بهت سے پهاڑی غار هین جو ایک نرم چٹان مین آساني سے گهسی جاتے هین-بالکل ناهمواری کے ساتهہ کهودے هوے هین-چٹان کي بربادی کي وجہ سے غار بهی خراب هوگئے هین-یہ غار کل سات هین جن مین چار ایک نالے مین شمالی جانب مین واقع هین اور تین جنوبی جانب مین-پهلے اول الذکر تین غار جین لوگون کے هین اور ثاني الذکر غالباً وشنو کے-شمال مین پهلا غار جو مغرب کے کنارے پر بنا هوا هے ناتمام اورقابل ذکرنهین هے لیکن دوسرے ایک بڑے غارکا جو مشرق مین چند فاصلہ پرکوئي دس فیت کي بلندی پرواقع هے البتہ بیان ضروری هے-اس غار کا صدر کا تمام رخ بجز ایک چهوٹے سے حصہ کے منهدم هوگیا هے اور دروازہ بالکل پٹا هوا-اسکے سامنے ایک برآمدہ هے ۷۸ فیت لمبا اور ۱۰ فیت چوڑا اور اسکے اندر کا دالان بالکل مربع نهین هے-کیونکہ اسکے پیچهے کا حصہ ۸۵ فیت کا اور سامنے کا حصہ ۷۹ فیت کا اور اوسکا عمق ۸۰

فیٹ کا ہے۔اس دالان مین ۳۲ ستون ہین چارون طرف برابر لگے ہوے۔بازو کی ہرایک دیوار مین آٹھہ آٹھہ کمرے ہین ہرایک کوئی ۹ فیٹ مربع۔اس کے بیچمین پیچھے کی طرف تین تین کمرے ہین اور انمین سے ایک مین جو معبد کے بائین طرف ہے۔ایک مورتی ہری نارائین کی ہے۔جو اب پوجی جاتی ہے۔اور دوسرے کمرے مین جو معبد سے ملا ہوا ہے۔ایک ننگے جینکی مورتی ہے۔یہ مورتی زانو سے چھہ فیٹ اونچی اور اوس کے دونون زانؤن مین چھہ فیٹ کا فاصلہ۔اسکا معبد ۱۹ فیٹ ۳ انچہ چوڑا اور پندرہ فیٹ لمبا ہے۔اور سطح سے ۱۳ فیٹ بلند۔اوس مین ایک کالی مورتی پر سواناتھہ کی جو تیئیسوان ترتنکارا ہے ایک تخت پر چار زانو تکیہ دئے بیٹھی ہوئی ہے۔جو ۴ فیٹ اونچا اور ٦ فیٹ ۱۰ انچہ چوڑا ہے۔اس تخت کے اطراف ۵ فیٹ چوڑا راستہ ہے (نقشہ ۱٦) اسکے ہاتھہ اس کے گود مین۔اور ہتھلیان پھرتی ہوین۔اس تخت کو شیر اٹھاے ہوے ہین۔اور اس کے سامنے دو ہرن ہین اوس کے پیچھے سے بہت سے سر دیو مالا جانورون کے نکلے ہوئے ہین جنکے پیچھے دو چنوربردا ہین سرون پر اور گلے مین بہت سے زیورات پہنے ہوئے اور انکے سرون پر آسمانی قوال ہین۔جو ہوا مین اوڑ رہے ہین اور گلے کے ہار کا ایک ایک کنارا پکڑے ہوئے۔ایک بڑا سانپ جسکے سات پھن ہین۔اوس مورتی پر سایہ کئے ہوئے اور اس کے اطراف کنڈلی مارے ہوئے ہے اس سانپ کے ہرایک پھن پر ایک چھوٹا سا تاج ہے۔اس مورتی کا رنگ کالا ہے۔اور دوسری مورتیون کا مختلف۔دالان مین چار ستون جو معبد کے سامنے ہین گول اور بڑے ہین (تصویر ۱ نقشہ ۱٦) اور باقی کے ان سے چھوٹے۔یہان کا نقش و نگار ایک ہی قسم کا ہے (تصویر ۲-۳ نقشہ ۱۷) مین انکی عمدہ مثالین دیگئی ہین۔ایک چھوٹا سا حصہ اوسکے سامنے کی مشرقی بلندی کے کنارے پر اب تک باقی ہے۔۲ فیٹ ۱۱ انچہ باہر نکلا ہوا جسکے اوپر ایک قطار چھوٹی سی تصویرون کی ہے جس کے نیچے ایک کٹہرا ہے آٹھہ انچہ موٹا اور کٹہرے کے اوپر ساڑھے بارہ انچہ کی دیواری تختہ بندی۔اس تختہ بندی کے اطراف مربع گوشون مین جین لوگون کی بیٹھی ہوئی تصویرون کی قطار معہ انکے بونے ملازمون کے ہے جو بالکل مٹ گئی ہین (نقشہ ۱۸) تیسرا غار چھوٹا سا ہے اور اسکے بازو کے غار مین ایک دالان ہے ۲۸ فیٹ عمیق اور ۲۷ فیٹ وسیع۔اوسکے ستون تمام منہدم ہوگئے ہین۔اسکا معبد کوئی ۹ فیٹ ٦ انچہ عمیق اور ۱۲ فیٹ لمبا ہے اس مین ویسی ہی جین کی تصویرین ہین جیسے دوسرے غارون مین۔لیکن بالکل بگڑی ہوئی۔اسکے بیچ مین ایک دروازہ ہے جسکے اوپر تین سادی پٹیان ہین (نقشہ ۱۹) اور اس کا چوکھٹا گول بڑے دروازے کے اوپر ایک اوتھلی کمانی محراب ہے۔اخیر غار جو شمال مین ہے چھوٹا سا اور بالکل بھدا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس مین

کبھی پرستش وغیرہ نہین ہوئی ہوگی۔جنوبی غار سادے بہت چھوٹے اور قابل ذکر نہین ہین لیکن ان مین صرف ایک ہے جو جین دہرم کا نہین معلوم ہوتا بلکہ وشنو کا معلوم ہوتا ہے۔ایک کمرے مین گایون کے گلے ہین۔اور انکے ساتھہ گولنین انمین سے کوئی دودہ دوھہ رہی ہے۔اور کوئی متھہ رہی ہی اونکے بیچمین کرشن اور بالارام کھڑے ہوئے ہین۔ان غارون کی تعمیر کا زمانہ معلوم کرنا مشکل ہے۔لیکن قیاس کیا جاتا ہے کہ شاید وہ سنہ ۵۰۰ عیسوی مین بنے ہون۔

——◦◦——

پرندا

پرندا ایک قدیم قلعہ ہے بارسی روڈ اسٹیشن سے جی۔آئی۔پی۔لائن پر نو میل دور۔اور ضلع نلدرگ مین واقع۔یہ قلعہ محمود خواجہ گوان نے جو بہمنی دوسرے بادشاہ سلطان محمود نامی کا نامور وزیر تھا بنایا ہے۔اس بادشاہ نے سنہ ۱۴٦۲ سے سنہ ۱۴۸۲ تک سلطنت کی ہے۔اس وزیر نے اپنے عہد وزارت مین بہت سے قلعے بنائے اور بہت سی مہمات سرکین۔اس قلعہ کے اطراف ایک چوڑی سی کھائی ہے۔اور اسکی فصیلین اور بروج وغیرہ نہایت مضبوط وسیع اور پتھر کے بنے ہوئے ہین جن پر بڑی بڑی توپین چڑہائی گئی تھین۔

سنہ ۱٦۰۵ مین دہلی کے مغلی شہنشاہون نے جب احمد نگر کو فتح کرلیا تو نظام شاہی پادشاہ نے پرند کو اپنا دارالریاست بنایا اس کے بعد شاہ جہان کے سپہ سالار اعظم خان نے سنہ ۱٦۳۰ مین اسکا محاصرہ کیا۔لیکن کچھہ فائدہ ندیا اس محاصرے کی کیفیت یہ ہے۔کہ جس زمانہ مین بیجاپور سے لڑائی ہو رہی تھی اعظم خان خاص اسی غرض سے کہ پرندے کے قلعہ کو مفتوح کرے۔اور اسکے ہاتھیون اور خزانہ کو جو اس مین بھیجا گیا تھا چھین لیوے اسکے قرب و جوار مین پڑا ہوا تھا اس نے راجہ جیسنگ کو شہر اور پیٹھہ کی تاراجی کے لئے روانہ کیا تھا۔راجہ نے پہلے پیٹھہ کو لوٹا جو قلعہ سے بائین طرف ایک کوس کے فاصلہ پر تھا۔اسکے بعد شہر پر چڑہائی کی جسکے اطراف مٹی کی شہر پناہ ۵ گز اونچی اور ۳ گز موٹی معہ تین ہاتھہ کی کھائی کے تھی۔اس نے جب اپنے ہاتھیون سے فصیل کو توڑ ڈالا تو وہان کی گیریسن قلعہ کی کھائی مین فرار کر گئی۔شہر کے غارت کے بعد پھر اعظم خان وہان آن پہونچا۔تا کہ دشمن کے ہاتھیون پر قابض ہو۔سات ہاتھی پکڑے گئے اور انکے ساتھہ بہت سی لوٹ مار ہاتھہ آئی۔اعظم خان نے قلعہ کے تین طرف سے محاصرے کو سخت کردیا اور خندق کو پاٹ کر قلعہ کے پھاٹک کے مقابلہ مین خندق سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ سے توپین لگادین اور خوب گولہ باری کی لیکن باوجود اسکے اسکو فتح نہ کرسکا۔اور

ایک مہینہ کے بعد محاصرہ اٹھا کے دارور چلا گیا۔ سنہ ۱۶۰۳ مین جب شہزادہ شجاع ایک بڑی فوج کے ساتھ برہانپور آیا تو مغلی سپہ سالار نے پھر اوس سے فتح پرندا کی درخواست کی۔شہزادہ نے اسکی درخواست کو منظور کرکے اسکا محاصرہ کیا۔لیکن اوسکے لشکرگاہ مین بد انتظامی ہونے کی وجہ سے کامیابی نہین ہوی۔اوسکے بعد اورنگ زیب نے اوسکو فتح کرلیا۔جسوقت سنہ ۱۷۰۷ مین اورنگ زیب کے مرنے کی خبر آئی تو اوسکا بیٹا شہزادہ کام بخش پرندے ہی مین تھا۔

پرندا کا قلعہ ابتک اچھا مضبوط ہے لیکن شہر اکثر جگہ پر منہدم ہوگیا ہے۔

چنگوپاہ اور کالگہی

یہ پائگاہ کی جاگیر ہے جو نواب سرآسمان جاہ بہادر کے علاقہ مین ہے اور حیدرآباد سے مغرب مین ایک سو میل پر گلبرگہ کے قریب واقع۔اس مین دو بڑے ضلع ہین اور بہت سے تعلقے جو گلبرگہ کے اطراف چالیس میل کے فاصلہ تک گئے ہوئے ہین۔چنگوپاہ کا ضلع بیدر کے نزدیک چار تعلقون مین منقسم ہے چنگوپاہ۔گھوروانڑی۔اکیلی اور فرید آباد۔پہلے تین تعلقے بڑے ہین اور انمین گنا کثرت سے ہوتا ہے۔اور ایک قسم کی شکر ہوتی ہے جسکو لیدری کہتے ہین جسکی برآمد کثرت سے ہے اور انمین آم کے جھاڑ بہت ہین۔کالگہی کا ضلع بھی چار تعلقون مین منقسم ہے۔چیتا پور۔افضل پور۔قریب شوراپور کے شمس آباد۔اور اندسگی۔یہ اخیر تعلقہ حیدرآباد سے شمال و مغرب مین ۲۵۰ میل پر واقع ہے۔اورنگ آباد کے قدیم شہر کے پاس۔کالگہی کا ضلع سمندری بھینون کے لئے بہت مشہور ہے۔چیتاپور کے تعلقہ مین پتھر کی کھانین ہین۔جہان سے مشہور شاہ آباد کا پتھر افراط سے باہر جاتا ہے۔یہان السی اور جواری کی پیداوار کثرت سے ہے زمین بہت اچھی ہے اور سال مین دو مرتبہ اناج ہوتا ہے افضل کی قدیم اور دلچسپ عمارت بیجاپور کے افضل خان نے دوسو برس آگے بنوائی تھی۔ان تعلقون کے شمال و مغرب مین دریاے بھیما جاری ہے۔جو قدرتی طور پر اسکی سرحد ہوگئی ہے۔اس ضلع کی آمدنی بوجہ عمدہ انتظامات کے جو زمین کی پیمایش کے بارے مین عمل مین لائے گئے ہین روز افزون ترقی پر ہے۔

قسمت بیدر

تاریخی بیان

گلبرگہ کے بیان میں لکھا گیا کہ احمد شاہ نے سنہ ۱۴۲۹ میں اپنے پاے تاخت کو گلبرگہ سے بیدر کو منتقل کیا تھا۔ اس جدید پاے تاخت کی تکمیل سنہ ۱۴۳۱ میں ہوی۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ھے کہ جب ورنگل کے راجاؤں کی دولت عروج پر تھی تو اسی زمانہ میں اس مقام پر جہاں اب بیدر واقع ہے ایک مندر تھا کہ جسکے دیکھنے کے لئے بہت دور دور سے لوگ آتے تھے۔ ورنگل کے راجاؤں سے بہی ایک راجا اسکے دیکھنے کو آیا تھا۔ اُس نے اس مندر کے لئے آمدنی جائے وقف کی تہی۔ جہاں اسکے اطراف رفتہ رفتہ ایک شہر آباد ہوگیا۔ وہ قدیم ہندؤنکا شہر نل اور دمن کا مسکن تھا۔ کہ جنکا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ قدیم زمانہ میں وہ ہندو ریاست کا نائب تاخت تھا۔ لیکن جب ورنگل کے راجاؤن پر زوال آیا اور دکہن میں بد انتظامی پہیلی تو خلجی خاندان نے بیدر پر قبضہ کر لیا۔ اور بہمنی سلطنت کے ظہور تک وہ اسپر قابض ومتصرف رہی۔ الف خان نے جو غازی الدین تغلق کا بڑا لڑکا تھا۔ سنہ ۱۳۲۲ میں اسکا محاصرہ کرکے اوسکو مفتوح کیا۔ اسوقت بیدر کا ضلع اتنا وسیع تھا کہ سالانہ ایک کڑوڑ روپیہ اس سے وصول ہوتا تھا۔

جب شہنشاہ کے گورنروں نے سنہ ۱۳۴۴ میں غدر کیا تو اس نے اپنے داماد عمادالملک کو انکی سرکوبی کے لئے روانہ کیا وہ آنکر بیدر کے قلعہ میں مقیم ہوا۔ ظفر خان نے جو بعد میں گلبرگہ کا پہلا بادشاہ ہوا پندرہ ہزار سواروں کے ساتھہ بیدر پر چڑہائی کی۔ لیکن فوراً عمادالملک پر حملہ نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ تہی کہ ورنگل کے راجہ سے پندرہ ہزار پیدل اور دولت آباد کے حاکم سے پانچہزار سواروں کی کمک آنے کو تہی۔ جب یہ کمک آن پہونچی تو شہر کے نزدیک ایک سخت لڑائی ہوی جس میں عمادالملک مارا گیا۔ اور

ہندو کا مندر۔ بیچ پلی

اسکی تیس ہزار کي فوج سخت خونریزی کے ساتھہ منہزم ہوی۔اوسکے بعد جب ظفر خان گلبرگہ کا پادشاہ ہوا تو بیدرکو سلطنت بہمنی کا ایک صوبہ بنالیا۔بیدر کا نام تاریخ مین اسوقت تک نظر نہین آتا ھے جب تک کہ احمد شاہ نوین بہمنی سلطنت کے پادشاہ گلبرگہ نے وہان اپنے پائے تخت کو منتقل کرنے کا مصمم ارادہ نہین کرلیا۔یہ پادشاہ سنہ ۱۴۳۴ مین بیدر مین انتقال کرگیا اور اسی مقبرے مین دفن ہوا جسکو اس نے اپنے لئے بنوایا تہا۔اسکے مرنے کے چند روز پیشتر تقریباً سنہ ۱۴۳۰ مین اس نے اپنی سلطنت کے چار حصہ کرکے چار بیٹون کو تقسیم کردئیے۔علاؤالدین جو اسکا بڑا لڑکا اور اوسکا ولیعہد تہا اوسکو بیدر مین رکہکے اوسکے چہوٹے بہائي کو اسکا شریک کردیا۔

علاؤالدین شاہ دوم سنہ ۱۴۳۴ع مین بیدر مین تخت نشین ہونے کے بعد اپنے چہوٹے بہائی۔محمد خان کا بہت ادب کرتا تہا۔اور اسکے ساتھہ بڑی عمدگی سے پیش آتا تہا۔ چنانچہ اوسکو بہت سے قیمتی تحائف دئیے۔محمد خان کو ایک مہم دیکے بیجانگرکے مقابلہ کو بہیجا کیونکہ وہان کے راجہ نے خراج بہیجنے مین خلاف ورزی کي تہی۔ محمد خان نے راجہ پر فتح پائي اور اس کے ملک کو برباد کرکے اسپر سخت جُرمانہ کیا۔

اس نمایان فتح کے بعد محمد خان کو لوگون نے اسکے بہائی کے برخلاف غدر کرنے کي ترغیب دي۔اس لئے دو امیرون کو جو اسکے ساتھہ اوسکے بہائي کے بہیجے ہوئے تہے قتل کرکے محمد خان نے بیجانگرکے راجہ کو اس غدر مین شریک ہونے کي ترغیب دلائي۔وہ راضی ہوگیا۔محمد خان نے اوسکی اعانت سے رایچور دوآبہ کے تمام قلعہ اپنے قبضہ مین کرلئے یہ سنکہ اسکے بہائي نے اسپر لشکر کشی کي اور دونونمین ایک سخت اور لمبی لڑائی ہوئي۔جس مین محمد خان کي شکست ہوئي۔اور وہ جنگل کو فرار کرگیا۔ چند روزکے بعد محمد خان عاجز ہوکے اپنے بہائي علاؤالدین کي خدمت مین حاضرہوا اور اس نے بہي اسکے ساتھہ برادرانہ برتاؤ کرکے اسکی خطا معاف کي اور تلنگانہ کي گورنری پر بہیجدیا۔وہ اخیر عمر تک وہین اپنے عیش و عشرت مین مصروف رہا۔بادشاہ نے جو اپنے بہائي کے ساتھہ ایسا رحیمانہ سلوک کیا۔اسکي وجہ یہی معلوم ہوتي ھے کہ شاید اس کے باپ نے اپنے چہوٹے بیٹے کي حفاظت ومحبت کے لئے اوسکو وصیت کي ہو۔بہر حال بادشاہ اس کے ساتھہ غیر معمولی سخا وکرم سے پیش آیا۔

سنہ ۱۴۳۶ مین بادشاہ نے کوکن کے راجاؤن پر ایک جنگي مہم روانہ کي۔جو کامیابي کے ساتھہ بہت سا مال غنیمت لے کے واپس آئی جس مین وہان کے ایک راجا کي ذي علم وذی لیاقت لڑکي بہي موجود تہی۔بادشاہ نے اسیوقت اس سے شادی کرلی۔اور اسکو اپنا مورد الطاف بنادیا۔

اسکي پہلی بیوی اس حرکت سے سخت خفا ہوین۔اور اپنے باپ ناظر خان کو جو خاندیس کا بادشاہ تہا لکہا کہ میرا خاوند اپنی ہندو عورت کو مجہپر فوقیت و ترجیح دے رہا ھے۔ناظرخان کو اس ہتک عزت سے جو ایک کافرہ عورت کي وجہ سے اوسکی لڑکي اور اسکی نسبت ظہور مین آئی سخت غصہ آیا اور برار پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔اس حملہ کے لئے اس نے گجرات کے بادشاہ سے استمداد کي۔جب وہان سے کمک آئی تو اس نے برار پر لشکر کشی کي اور اکثر بہمنی افسرون کو اپنے ساتھہ شریک ہونے کي ترغیب دلائی۔وہان کا گورنر خان جہان قلعہ مین پناہ گزین ہوگیا۔جب علاؤالدین کو اسکی خبر ہوی۔تو اسیوقت دولت آباد کے حاکم ملک التجار محمود گاوان کو ایک فوج کے ساتھہ برہانپور کو جو خاندیس کا پائے تخت تہا روانہ کردیا۔اس مہم کو کامیابی حاصل ہوئي۔ اور پائے تخت کو تباہ و تاراج کرکے شاہی محل کو جلا کر خاکستر کردیا۔اور پہر وہان کے باشندون کے پاس سے روپیہ وصول کرکے برار پر قابض و متصرف ہوگیا۔پہر فتحیاب سپہ سالار اُس عظیم غنیمت کے ساتھہ جس مین بہت سے ہاتھي اور توپین وغیرہ تہین مراجعت کے لئے نکلا علاؤالدین اس فتح سے اتنا خوش ہوا کہ جب وہ سپہ سالار بیدرکے قریب پہونچا تو اسکے استقبال کو آگے بڑہا۔اور انعام و اکرام سے اوسکو مالامال کردیا۔چونکہ اس فتحیاب لشکر مین زیادہ کرکے مغول تہے اس لئے حکم ہوا کہ آئندہ بعوض دکہنیون اور حبشیون کے مغول ہي فوج مین بہرتی کئے جائین۔

اسوقت بیجانگرکے راجہ راے دیونے اپنی فوج کو ازسرنو آراستہ کرنے کا عزم کیا۔کیونکہ اس کے پیشتر نہ وہ مسلمانون کے برخلاف زیادہ ترقی کرسکتا تہا اور نہ مسلمان اوس کے برخلاف اسلئے اب اس ارادہ کو عمل مین لانے کے لئے اوسنے اپنی خدمت مین مسلمانون کو نوکر رکہنا اور انہین جاگیر بخشنا شروع کردیا۔اونکے لئے ایک مسجد بہی بنوائی اور انہین انکے مذہبی رسومات اداکرنے کي پوري پوری اجازت دی۔اور حکم دیا کہ ادائے رسومات مذہبی مین کوی انکا مانع و مزاحم نہوے۔اس بارہ مین یہان تک اسنے مبالغہ کیا کہ کلام مجید کو ایک بیش بہا مبز پر اپنے تخت کے سامنے رکہوادیا تاکہ دیندار مسلمان اوسکے حضور مین کلام مجید کا ادب و احترام کرین۔اس تدبیر سے بہت کم عرصہ مین اسکے پاس ایک اسلامی فوج جمع ہوگئی۔جو تیر اندازی مین پوری پوری مہارت رکہتي تہی۔انہون نے ہندؤن کو بہی یہہ فن سکہلایا۔اور بہت جلد ساٹہہ ہزار تیر اندازون کي جمعیت موجود ہوگئی۔علاوہ اسکے اس کے پاس دولاکہہ پیدل اور اسی ہزار سوار نیزہ دار تہے۔راجہ دیو نے چند سال اس عظیم الشان لشکر کي تعلیمات مین بسر کئے اور جب انہین خوب مکمل کردیا تو سنہ ۱۴۴۳ مین میدان جنگ مین نکلا۔اور دریاے تنگبدرا کو عبور کرکے مدگل کا قلعہ چہین لیا۔اور رایچور کے محاصرے کے

لئے ایک فوج روانہ کي-بہمنی بادشاہ علاؤالدین نے بہی تلنگانہ - برار اور دولت آباد سے فوجین جمع کرني شروع کي لیکن پہر متفقہ فوجین پچاس ہزار سوار اورساٹہہ ہزار پیدل سے زیادہ نہین تہین-یہ فوج اس فوج کے مقابلہ مین جو بیجانگر کے راجہ کے زیر حکم تہی بہت ھی کم تہی-لیکن علاؤالدین کے پاس بہت بڑا توپ خانہ تہا-اس نے اپنے نامور سپہ سالار ملک التجار محمود گاوان کو رایچور اور نیز دوسرے قلعون کے محاصرے اٹہا دینے کے لئے روانہ کیا-اور آپنے راے دیو راجہ کے مقابلہ کے لئے کوچ کیا-راے دیو مدگل کے قلعہ کے دامن مین خیمہ زن تہا-دونون کے درمیان تین سخت لڑائیان ہوین-پہلی لڑائی مین ہندو فتحیاب ہوے اور مسلمان کو سخت نقصان کے ساتہہ شکست ہوی-اور دوسری دو لڑائیون مین مسلمان فتحمند ہوئے-چنانچہ تیسری لڑائی مین راجہ مارا گیا اس سے اسکی فوج مین سخت اضطراب پہیلا-تمام ہندو قلعہ مین پناہ گزین ہوگئے -انکے تعاقب کے جوش و سر گرمی مین دو بہمنی افسر قلعہ مین گھس گئے-جنہین قید کرلیا گیا-یہ سنکے مسلمان بادشاہ نے راے دیو کو لکہا کہ میرے دو افسرون کي جان میرے نزدیک دو لاکہہ ہندؤن کي جان کے برابر ھے-اگر راے دیو کبہی ان دونون کو قتل کرے تو اسکے انتقام مین دو لاکہہ ہندؤن کي خونریزی کیجائیگی-اسکے پیشتر بہمنی بادشاہ محمود شاہ نے بہی ویسی ہی دہمکی دی تہی-اور اس کو پورا کیا تہا-اسپر سے راجہ نے دونون کا چہوڑ دینا مناسب خیال کیا-اس کے بعد دونون مین عہدنامہ ہوا اور سلطان راجہ کو بہت سے تحفے تحایف دیکر اپنے پائے تخت، کو واپس آیا-اور یہ صلح اس کي زندگی تک قائم رہي-

علاؤالدین بیدرکو واپس آنے کے بعد عیش و عشرت مین ایسا مشغول ہوا کہ امور سلطنت سے بالکل چشم پوشي کرلي -اور چار پانچ مہینون مین ایک مرتبہ دربار مین آتا تہا کیونکہ اسکا وقت ہمیشہ بادہ نوشی اور خوبصورت عورتون کي بوسہ بازی اور راگ و رنگ مین گذرتا تہا-

سنہ ۱۴۵۳ مین ملک التجار محمود گاوان نے کوکن کے ہندو راجاؤن کو مطیع کرنے کے لئے چڑہائي کي-چند عرصہ تک تو وہ فتحیاب رہا اور بعد مین ایک حیلہ سے اوسکی فوج ایک کمینگاہ مین لائي گئی اور تقریباً سات ہزار سپاہي قتل کردئیے گئے-

سنہ ۱۴۵۷ مین بادشاہ نے ایک مدت کي علالت کے بعد بیدر مین انتقال کیا-اسنے اپنی سلطنت کے ابتدا مین بڑی مستعدي لیاقت اور انتظام ظاہر کیا تہا-پاے تخت کو خوب آراستہ کیا تہا-اور لایق اور ایماندار لوگون کو چوطرف اپني قلمرو مین روانہ کئے تہے-وہ بڑا تیز فہم اور ذي علم بادشاہ تہا-اور نہایت فصیح اللسان-اسکے مرنے کے بعد اسکے سب سے چہوٹے لڑکے کو فوراً اسکا جائے نشین کرنے کي کوشش کي گئي کیونکہ اسکا بڑا لڑکا ہمایون نہایت ظالم اور سنگدل تہا-بہرحال جب ہمایون نے اپنے والد کے انتقال کي خبر سني تو یکایک سازش کرنے والون کے سرپر آن پہونچا اور شاہي محل کے گارڈ کي مدد سے اپنے چہوٹے بہائي اور امرا کو گرفتار کرلیا-اپنے بہائي کو تخت سے نیچے کہینچکے معہ اور امرا کے قید کردیا -ہمایون کي سلطنت صرف تین سال رہي یعنے سنہ ۱۴٦۰ ع تک اور پہر اسکا انتقال ہوگیا-لیکن اس قلیل مدت مین اس نے وہ ظلم و ستم کئے کہ جس کا کچہہ حساب نہین- تخت نشیني کے چند روز بعد وہ ایک بہت بڑی فوج کے ساتہہ تلنگانہ کو روانہ ہوا تاکہ وہان کے فساد کو فرو کرے - باغیون کو شکست دی-اور وہان سے تلنگانہ کے زمیندار کي جس نے باغیون کو مدد دی تہي سرکوبي کو گیا-اوریسہ کے راجا نے زمیندار کي کمک کو ایک فوج بہیجی جس نے بادشاہ کو شکست دی-اسیوقت بادشاہ کو خبر ہوی کہ چہوٹے شاہزادے حسن خان کو قید سے نکال کے تخت پر بٹہلانے کي سازش ہو رہی ھے-حسن خان اور اسکے دوست ولي حبیب اللہ کو یوسف نے جو مرحوم بادشاہ کا ایک ترکي غلام تہا قید سے آزاد کردیا-اس غلام نے نہ صرف دونون کو قید سے رہا کیا بلکہ مرحوم بادشاہ کے اور دو فرزندون کو معہ دوسرے بہت سے قیدیون کے چہوڑ دیا-جب ہمایون اپنے پائے تخت کو واپس ہوا تو ایک سخت غمناک ماجرا وقوع مین آیا-پہلے اس نے پہرے والون کو سزادي جنکي تعداد دو ہزار کي تہي-یہ سزا نہایت سخت تہی اور وہ سب کے سب قتل کردئیے گئے-پہر کوتوال شہر کو لوہے کے پنجرے مین بند کرکے ہر روز اوسکے جسم کے الگ الگ ٹکڑے کئے جاتے تہے اور وہ اسکو کہلانے جاتے تہے-اس عذاب مین وہ مرتے رقت تک گرفتار رہا-اور اس عرصہ مین اس نے آٹہہ ہزار کي فوج حسن خان شہزادے کے مقابلہ مین بہیجي-لیکن وہ شکست پاگئي جب بادشاہ کو اسکی خبر ہوی تووہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا اور ایک کمکي فوج روانہ کي-اور اس فوج کے افاسر کے اہل و عیال کو گرفتار کرکے قسم کہائی کہ اگر کبہي یہ فوج منہزم ہوی یا اسکے افسر حسن خان کے طرفدار ہوگئے تو انکے عورت بچے تمام قتل کردئیے جائینگے-اس قسم کا پورا پورا اثر پڑا فوج نے شاہزادے کو شکست دي اور وہ معہ اپنے رفقا کے بہاگ کے بیجانگر کو چلا گیا-تاکہ وہان ہندؤن کے پاس پناہ گزین ہو-جب وہ بیجاپور کے متي کے قلعہ کے پاس پہونچا تو اسکے گورنر نے اوسکو کہلا بہیجا کہ اگر آپ اس قلعہ مین آجائین تو آپ کو پناہ مل سکتي ھے-حسن خان نے فقیر حبیب اللہ اور یوسف ترک کے مشورہ سے اِس دعوت کو قبول کرکے معہ اپنے آٹہہ سو سوارون کے قلعہ مین داخل ہوگیا- لیکن وہ گورنر دغاباز نکلا رات کے وقت سبہون کو گرفتار کرایا -حبیب اللہ شہید کئے گئے-شہزادہ اور اسکے رفقا زنجیرون مین قید کرکے بیدر کو بادشاہ کے پاس بہیجدئیے گئے-ہمایون شاہ نے مارے غصہ کے اپنے ظلم و ستم کو انتہا کو پہنچانے کي غرض سے حکم دیا کہ شاہي چوک اور بازار کے دونون طرف

سولیان تیار کی جائین— اور احاطہ کے درمیان مختلف مقامات پر مست ہاتھی اور وحشی درندے رکھے جائین— اور نیز دیگون مین تیل اور پانی گرم کیا جائے— اسکے بعد بادشاہ اس خوفناک تماشے سے اپنی آنکھین ٹھنڈی کرنے کے لئے بالاخانہ پر چڑہا— پہلے اپنے بھائی حسن خان کو ایک غضب ناک شیر کے سامنے پھنکوا دیا جسنے فوراً اوسکو پھاڑ کے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردئیے— اسکے بعد یوسف ترک اور اسکے ہمراہی سات رفیق قتل کئے گئے اور انکی عورتون کو گھرون سے کھینچ کے اُنچون سے شاہی محل کے صحن مین اس خوفناک طریقہ سے انکی آبرو ریزی کروائی کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا— دوسری بہت سی ایسی ہولناک سزائین اور مردون اور عورتون کو دی گئین جو ظالم ضحاک و حجاج کے خیال مین بھی نگذری ہون— کوی سات ہزار آدمی مثل باورچیون اور خدمتگارون وغیرہ کے قتل کئے گئے— بعضے خنجرون سے اور بعضے کلہاڑیونسے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے— بعضون کی کھال کھینچی گئی اور بعض گرم پانی اور گرم تیل مین جلا دئیے گئے— یہ خوفناک حادثہ ماہ اگست سنہ ۱۴۶۰ مین واقع ہوا— ہمایون شاہ نے اور بھی بہت سے بیگناہ شاہزادون کو قتل کیا— محض اس خوف سے کہ مبادا وہ بھی کہین حسن خان کی تقلید نکرین— اور علاوہ اسکے خاص اسکے دربار کے بہت سے امرا بھی اوسکا شکار ہوئے— اسکے بعد سلطان نے اور اس سے زیادہ حقارت آمیز سختیان اور نفس پرستیان شروع کین— کوئی عورت خواہ وہ کیسی ہی رتبہ کی تھی لیکن اسکے ہاتھہ سے محفوظ نہین رہی— اسکا ظلم و ستم یہان تک خوفناک ہوگیا تھا کہ جب امرا اوسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے تو پہلے اپنے اہل و عیال سے آخری رخصت ہوتے تھے— کیونکہ انہین یقین نہین ہوتا تھا کہ وہ پھر کے واپس آئینگے— یہ شیطان ملعون سنہ ۱۴۶۰ مین اپنے ایک غلام کے ہاتھہ سے مار ڈالا گیا—

ہمایون کے مرتے وقت اسکا بڑا بیٹا نظام شاہ جسکی عمر صرف آٹھہ برس کی تھی تخت نشین ہوا— لیکن اسکی طرف سے اسکی ماں جو ایک بڑی ذی لیاقت عورت تھی قائم مقام ہوئی— دو شخص جو بڑے ایمان دار اور تجربہ کار تھے اسکے مشیر و وزیر ہوئے ایک کا نام خواجۂ جہان تھا اور دوسرے کا ملک التجار محمود گاوان— سلطنت مین بہت جلد امن و امان ہوگیا— لیکن متوفی بادشاہ کی بد انتظامی کی وجہ سے ہمسایہ کے راجاؤن نے بادشاہ کو کم سن دیکھکر اسکی قلمرو پر حملہ کردیا— پہلے اوریسہ کے راجہ اور تلنگانہ کے زمیندار مین اتفاق ہوگیا اور اس اتفاق کے بعد دونون بہمنی ملک پر کولاس تک حملہ کر بیٹھے— انکی متحدہ فوجین پیش قدمی کرتے کرتے بیدر سے دس میل کے فاصلہ پر پہونچ گئین— یہان بادشاہ کی چالیس ہزار کی فوج نے جسکا سپہ سالار خواجہ جہان تھا— انکا مقابلہ کیا اور انہین ایسی شکست فاش دی کہ انسے سوائے بھاگنے کے اور کچھہ بن نہ پڑی— اسکے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ وہ ایک بہت بڑی رقم پیشکش کرین— دوسرا حملہ مالوے سے ہوا— اور غنیم بیدر کی شہر پناہ تک پہونچگیا— بادشاہ اور اوسکی ماں قلعہ مین پناہ گزین ہوکر جوانمردی کے ساتھہ اسکو بچاتے رہے— اسوقت گجرات کے بادشاہ سے استمداد کی گئی اور وہ اپنی فوج کے ساتھہ سرحد پر آن پہونچا اور وہان خواجہ محمود گاوان اپنی بقیہ فوج کے ساتھہ اسکا شریک ہوا— اور دونون نے بالاتفاق بیدر کے محاصرے کو اٹھانے کے لئے کوچ کیا— جب مالوے کے بادشاہ کو ان دونون فوجون کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ وہان سے مالوے کو راہی ہوگیا— اور بہمنی فوج نے نہایت جوش و غضب کے ساتھہ اسکا تعاقب کیا— جب غنیم ملک کے باہر نکال دیا گیا تو نظام شاہ نے گجرات کے بادشاہ کو قیمتی تحفے ارسال کئے— پھر سلطنت مین امن و امان ہوگیا— اور قرار دیا گیا کہ جولائی سنہ ۱۴۶۲ مین نوجوان بادشاہ کی شادی کیجائے— لیکن عین شادی کی تیاریون مین یکایک اسکا انتقال ہوگیا—

اسکے بعد محمود شاہ جو ہمایون شاہ کا دوسرا بیٹا تھا نو برس کی عمر مین بادشاہ ہوا— وہی قائم مقامی بحال رہی— جیسے کہ اسکے بھائی کے زمانہ مین تھی اور وہ دونون شخص یعنے خواجہ جہان اور محمود گاوان مشیر و وزیر رہے— چونکہ خواجہ جہان کے متعلق بادشاہ کی تعلیم وتربیت اور خزانہ کی نگہبانی تھی اسلئے اسکو حرص پیدا ہوئی اور اس ارادہ سے کہ آپ ہی پورا پورا مختار کار ہوجاے اپنے شریک خواجہ محمود گاوان کو سرحد پر روانہ کرکے اپنے خاص دوستون کو بڑی بڑی خدمات پر معین کردیا— اور قدیم امیرون سے جاگیرین چھین کے ان کے حوالہ کردین— اور شاہی خزانہ سے بہت سا روپیہ اوڑا لیا— جب ملکہ نے اسکی یہ کیفیت دیکھی تو اسکو بادشاہ کے حضور مین سر دربار قتل کرکے محمود گاوان کو واپس بلوالیا اور اسکو وزارت کے پورے اختیارات دیدئیے اسکے اور ملکہ کے متفقہ انتظامات سے سلطنت مین وہی امن و امان جاری ہوگیا جو پیشتر تھا—

سنہ ۱۴۶۷ء مین جب بادشاد کو چودہوان برس شروع ہوا تو اسی کے خاندان مین سے ایک لڑکی کے ساتھہ بڑی دہوم دہام سے اسکی شادی ہوی— اور سلطنت اسکے حوالہ کی گئی اوسکی والدہ جس نے نہایت عمدگی سے سلطنت کی تھی عزلت نشین ہوگئی— لیکن محمود گاوان اسیطرحسے وزارت پر باقی رہا— اس کے بعد بادشاہ کو فتوحات کی خواہش پیدا ہوی اور سنہ ۱۴۶۷ مین مالوے کے بادشاہ کے مقابلہ کے لئے ایک مہم روانہ کی کیونکہ اس نے قلعہ کھیرلا پر قبضہ کر لیا تھا— نظام الملک جس نے بادشاہ کے حکم سے خواجہ جہان کو سر دربار قتل کیا تھا— برار کی گورنری پر مامور ہوا— اسکے ساتھہ اسکا ایک نوجوان دوست یوسف عادل خان نامی بھی تھا— نظام الملک نے قلعہ کھیرلا کا محاصرہ کرکے ایک سخت مقابلہ کے بعد اوسکو واپس لے لیا— اور بہت سی لوٹ اسکے ہاتھہ آئی— اس فتح کے ہوتے ہی دو راجپوت

سلام کے بہانہ سے اسکی خدمت مین حاضر ہوئے اور اسکو قتل کردیا لیکن وہ بہی اسیوقت مارڈالے گئے۔یوسف عادل خان اور دوسرے ایک ترکي افسر کو وہان کي حکومت ملی۔یہ دونون قلعہ مین ایک مضبوط گیریسن کو چھوڑ کے معہ بہت سے مال غنیمت کے بیدر کو واپس آئے۔محمود شاہ نے پہر سلطان مالوا کے ساتھہ ایک عہدنامہ کیا جس کے روسے برار دکہن کي سلطنت مین بحال رہا اور کہیرلا کا قلعہ سلطان مالوا کو دیا گیا۔یوسف خان کي پادشاہ نے نہایت قدر کي اور اوسکو دربار مین ایک اعلی خدمت دیگئی۔

سنہ ۱۴۶۹ مین محمود گاوان دریائی ڈاکوؤن کے مقابلہ کے لئے ایک مہم کے ساتھہ مغربی سواحل کو روانہ ہوا۔یہ مہم تین سال تک رہی اور اس عرصہ مین خواجہ گاوان نے بہت سے قلعہ جن مین گووا بہی شامل تھا فتح کئے۔یہ بندر بیجانگر کے راجہ کا تھا۔اسکے بعد محمود گاوان بیدر کو واپس آیا اور بہت سا زر و جواہر اپنے ساتھہ لایا۔پادشاہ نے اسکی بڑی عزت و توقیر کي۔اور اسکو بڑے بڑے خطابات عطا کئے اور اسکے لئے پبلک طور پر جشن منعقد فرمایا۔پادشاہ اور پادشاہ کي مان اسکے محل مین آئین اور ایک ہفتہ تک وہین رہین۔اسوقت ملکہ نے اوسکو "بہائی" کے خطاب سے مخاطب کیا۔فرشتہ لکہتا ھے کہ محمود گاوان انکے مرخص ہونے کے بعد ایک کمرہ مین گیا اور وہان خلعت اوتار کے چلا چلا کے خوب رویا۔اور اسکے بعد فقیری لباس پہن کے باہر نکلا۔اور تمام ذی علم لوگون کو فقیرون کو اور سیدون کو جمع کرکے اپنا تمام روپیہ جواہر اور مال و اسباب انمین تقسیم کردیا۔سوائے ہاتہی گہوڑے اور کتب خانہ کے اور کچہہ باقی نرکہا اور پہر خدا کا شکر کیا کہ نفس امارہ نے جنکی وجہ سے اوسپر غلبہ کرنا چاہا تہا۔وہ اس سے دور ہوگئے۔جب اس حرکت کي نسبت اس سے سوال کیا گیا تو اسنے جواب دیا کہ جب سلطان نے میرے مکان پر قدم رنجہ فرمایا اور ملکہ نے مجہے اپنا بہائی کہا تو مجہکو پادشاہ کے حضور مین اسقدر غرور اور اسقدر نفس امارہ کا غلبہ ہوا کہ اس سے میرے حواس مختل ہوگئے۔جب پادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا مین نے بیماری کا بہانہ کردیا۔پادشاہ کے رخصت ہونے کے بعد مین اپنی دولت سے علیحدہ ہوگیا۔گہوڑے اور ہاتہی اسلئے باقی رکہے کہ وہ پادشاہ کي ملکیت ہین اور کتب خانہ اس لئے کہ طالب علمون کے لئے وقف ھے۔اُسکے بعد وہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتا۔اور بے شان و شوکت زندگی بسر کرتا اور ہمیشہ خیرات کرتا رہا۔

سنہ ۱۴۷۱ مین اوریسا کے راجہ ہمبر نے سلطان سے مدد مانگی۔سلطان نے اسیوقت ملک حسن کے ماتحت ایک فوج روانہ کي جس نے ایک باغی غلام کو جو مالک تخت ہوگیا تہا منہزم کردیا۔راجہ نے اپنے تئین اسوقت پادشاہ کا خراج گذار مشہور کیا۔اور ملک حسن بہت سا مال غنیمت لیے کے واپس آیا۔سلطان نے اس خدمت کے صلہ مین اوسکو تلنگانہ کي صوبہ داری دی۔یوسف عادل خان جو خواجہ گوان کا متبنی ہوا تہا دولت آباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔اس نے اسکے قرب و جوار کے بہت سے قلعے واپس لے لئے جن مین وراگرکا قلعہ بہی شامل تہا۔یہ قلعہ مراتہا راجہ جیے سنگہ کے قبضہ مین تہا۔یہ راجہ اوایل مین سلاطین بہمنی کا خراج گذار تہا لیکن بعد مین خود مختار ہوگیا تہا۔یوسف نے چھہ مہینہ تک اس قلعہ کا محاصرہ کیا اسوقت راجہ نے بتنگ آکر اس سے درخواست کي کہ اگر مجہکو معہ اہل و عیال یہان سے نکلنے کي اجازت دی جائے تو مین قلعہ سے دست بردار ہوتا ہون۔فوراً یہ اجازت دیگئي اور بہت سا زر و جواہر اور بہت سا ملک بغیر قتل و خونریزی کے یوسف کے ہاتہہ آیا۔اور ایسی ہی کامیابی اسکو رنجی کے راجہ کے مقابلہ مین ہوئی۔اسکے بعد وہ بے حساب مال و دولت کے ساتھہ بیدر کو واپس آیا۔اِن فتوحات سے پادشاہ اِن سے ایسا خوش ہوا کہ اور بہي اوسکی عزت افزائي فرمائی۔اسکے بعد محمود گاوان اور یوسف عادل خان پادشاہ کے ایسے مورد الطاف و اعطاف ہوے کہ دوسرے دکہنی امرا کو انسے رشک و حسد پیدا ہوا۔اور دکہنی لوگ مثل ایک زخمی سانپ کے انکے بغض و عداوت پر آمادہ ہوگئے۔

سنہ ۱۴۷۲ مین بیجانگر کے راجہ نے گووا کو واپس لینے کا ارادہ کیا جب سلطان کو اس بات کي خبر ہوئي تو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھہ اپنی والدہ اور محمود گاوان کو ہمراہ لیکے اوسکے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔اس مہم مین ملکہ کا انتقال ہوگیا۔اور اوسکی میت دفن کے لئے بڑی دہوم دہام کے ساتھہ بیدر کو روانہ کي گئی۔خاصکر اس ملکہ کي دور اندیشی چالاکي اور تدبیر سے اس پادشاہ کي سلطنت کا ابتدائی زمانہ نہایت سرسبز و کامیاب تہا۔اوسکے انتقال کے بعد نوجوان پادشاہ عیش و عشرت مین پڑکر خاندان بہمنی کے زوال کا باعث ہوا۔جب اس نے محاصرہ کرکے بلگام کو فتح کیا تو اسکو معہ اسکے مضافات کے محمود گاوان کي جاگیر مین مرحمت کردیا۔اسکے دو برس بعد دکہن مین سخت قحط سالی ہوئی۔اس قحط سالی کي وجہہ سے پادشاہ کي فوج کي تعداد بہت کم ہوگئی۔جب یہ خبر تلنگانہ اور اوریسہ مین پہونچي تو وہان کے راجاؤن نے مسلمانون کي اطاعت سے برت ہونے کا ارادہ کرلیا۔انہون نے لشکر کشي کرکے گوداورت اور کرشنا کے درمیان کے ملک کو تاخت و تاراج کردیا۔لیکن محمود شاہ نے اپنی ذات سے انکا مقابلہ کرکے انہین وہان سے نکالدیا۔اور ستہیلا کا راجہ کنڈاپلی کے قلعہ مین پناہ گزین ہوا اور اوریسہ کے راجہ کا اسکے پائے تخت تک تعاقب کرکے اوسکو خوب لوٹا۔اوسکے بعد سلطان نے کنڈاپلی کا محاصرہ کیا۔اور اسپر فتح پائی۔اس مین ایک مندر تہا اس کو اپنے ہاتہہ سے مسمار کرکے وہان کے بہت سے برہمنون کو قتل کردیا۔اوسکے بعد دوسری ایک مہم نرسنگہہ راے کے مقابلہ پر بہیجی جس کے

ماتحت کرناٹک اور تلنگانہ کے درمیان کا تمام ملک اور نیز ایک حصہ سواحل بحری کا تھا۔جس مین مچھلی بندر بھی شامل تھا۔اور اس حملہ مین وہ کامیاب ہوا اور کنچی کے بڑے مندر کو منہدم کرکے بہت سا مال و جواہر وہان سے لوٹا۔کہا جاتا ہے کہ وہ مندر سارا سونے سے منڈھا ہوا تھا اور اس مین تمام جواہر جڑے ہوئے تھے۔جسقدر سونا چاندی اور جواہر لیجانا ممکن تھا لیکے سلطان نے اپنے ملک کو مراجعت کي۔اس مہم کي کامیابی زیادہ کرکے محمود گاوان کي طرف منسوب تھی جو پادشاہ کے ہمراہ تھا۔خواجہ کا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا اس وجہ سے دکھنی امیرون نے اسکي تباہی کي سازش کي۔اور ظریف الملک کو جو ایک دکھنی تھا۔اور مفتاح کو جو حبشی تھا اس سازش کو عمل مین لانے کے لئے منتخب کیا۔یہ دونون وزیر کے مہر بردار سبدہی غلام کے ساتھہ مل کے اسکے جاني دوست ہوگئے اور اسکے ساتھہ شراب پینے لگے۔ایک روز جب وہ غلام بالکل مخمور تھا انہون نے اس سے کہا کہ اس کاغذ پر تم وزیر کي مہر کردو۔یہ ہمارے ایک دوست کا حساب ہے۔جس پر مختلف صیغون کي علامتین ہوچکی ہین۔اب فقط ایک وزیر کي مہر باقی ہے۔چونکہ وہ غلام شراب سے بدمست تھا۔بغیر اس کاغذ کو پڑھنے کے جہان انہون نے بتلایا مہر کردی۔یہ دونون بدبخت اس کامیابی پر خوش ہوکے اسی رات کو نظام الملک کے پاس گئے۔جس نے اس کاغذ پر محمود گاوان کي طرف سے راے اوریسہ کے نام پر ایک خط لکھا۔جسکا مطلب یہ تھا کہ مین محمود شاہ کي عیاشی اور سنگدلی سے سخت بیزار ہون اور دکھن آساني سے مفتوح ہوسکتا ہے۔اور راج مندری کے سرحد پر کوئي نامور افسر نہین ہے اور تم اسپر برابر حملہ کرسکتے ہو۔چونکہ اکثر فوج کے سپاہی اور افسر میرے ساتھہ ہین اسلئے مین ایک بڑی فوج کے ساتھہ تمھین مدد دے سکتا ہون۔جب ہم دونون ملکے اس سلطنت کو مغلوب کرینگے تو پھر اسکے دوحصہ کرکے دونون آپس مین تقسیم کرلینگے ظریف الملک اور مفتاح حبشي یہ خط بادشاہ کے ہاتھہ مین دینے کے لئے مقرر کئے گئے۔محمود شاہ نے جب وزیر کي مہر دیکھي تو مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا۔اور نظام الملک نے اس موقع کو غنیمت سمجھکے محمود گاوان کے برخلاف جھوٹھہ سچ باتون سے اور اسکے کان بھردئیے۔بادشاہ کو اسوقت کچھہ سمجھہ نہین پڑي۔بغیر غور و تامل کرنے کے محمود گاوان کو بلوا بھیجا۔وزیر کے دوستون نے اوسکو جانے سے منع کیا اور کہا کہ آج کے روز اور کسي حیلہ سے آپ دربار مین حاضر ہونے سے معافی طلب کرین۔اور پادشاہ کا غصہ اترنیکے بعد تشریف لے جائیین۔ممکن ہے کہ اس عرصہ مین اس خط کے بنانے والون کا پتا لگجائے اور وہ سزایاب ہون۔لیکن محمود گاوان نے نہین سنا اور معرض خطر مین واقع ہونے کا عزم کر لیا۔اور جواب مین یہ شعر پڑہا۔

چون شہید عشق در دنیا وعقبي سرخروست
خوش دمی باشد کہ مارا کشتہ زین میدان برند

میری ڈاڑہی اسکے والد کي خدمت مین سفید ہوگئی اور اب اگر اسکے بیٹے کے ہاتھہ سے خون مین رنگی جائے تو میری عزت کا باعث ہے۔بہت سے امیرون نے جو اس کے دوست تھے پیغام بھیجا کہ ہمنے آپکی نسبت نہایت خوفناک کیفیت سنی ہے اور ہمارے پاس ایک ہزار کي جمعیت موجود ہے اگر آپ گجرات کو فرار کرنا چاہین تو ہم سب آپکی خدمت مین حاضر ہوتے ہین اور اپني جانون کو آپ پر سے نثار کرتے ہین۔لیکن اسنے جواب دیا کہ بہت مدت تک مین اپنے آقا کي خدمت مین ایک نہایت معزز وممتاز عہدے پر سرفراز رہ چکا ہون۔جس مین مین نے کبھی کوئی خطا اور جرم نہین کیا۔اور پادشاہ کے عدل وانصاف پر ہمیشہ مطمئین رہا۔اب مجھے یقین ہے کہ دشمنون کي اس ناحق تہمت پر باور کرکے وہ کبھی اپنے وفادار خادم کو سزا نہین دینے کا۔اگر کبھی اسنے سزا بہی دی تو مجھکو لازم ہے کہ مین اس سزا کو اٹھا لون۔آپ لوگون نے جو تجویز میرے لئے پیش کي ہے وہ آپکی محبت ودوستی کے وجہ سے ہے۔مگر میرے لئے نمک حرامی اور فساد کا باعث ہے۔اسکے بعد وہ آمادۂ قتل ہوکے دربار مین حاضر ہوا۔محمود شاہ نے غصہ اور سختی سے اس سے پوچھا کہ جب کوئي شخص اپنے آقا سے نمکحرامي کرے اور وہ ثابت ہووے تو اوسکی سزا کیا ہوني چاہئے۔خواجہ نے جرائت سے جواب دیا کہ ایسا بدبخت جو فتنہ وفساد کرنا چاہے اپنے صاحب کے برخلاف وہ کبھی رحم کا مستحق نہین ہوسکتا۔پادشاہ نے اسوقت وہ خط اوسکو دکھلایا۔اس نے اس کو دیکھکے قران کي یہ آیت پڑھي سبحانک بہتان عظیم۔اور کہا کہ یہ مہر میری ہے لیکن خط میرا نہین ہے اور نہ مجھکو اسکے بارے مین کچھہ خبر ہے اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

باخدا اے کہ جوہر امرش
اہل معنی بخون دل سفتند
کہ چون بہتان یوسف وگرگ است
انچہ از بند دشمنان گفتند

بادشاہ اسوقت شراب سے مخمور تھا۔نشہ مین کچھہ سمجھہ نہ پڑی۔اور چونکہ اس کي سلطنت بہت جلد زوال پذیر ہونے کو تھی اسلئے اس نے اور زیادہ تحقیقات نہین کي۔اور اپنے تخت پر سے اٹھکے اپنے حبشی غلام کو خواجہ کے قتل کا حکم دیا۔محمود گاوان نے اسوقت بادشاہ کو مخاطب کرکے کہا۔کہ مجھسے ضعیف آدمی کي موت کو حقیقت مین کچھہ دیر نہین لگتی۔لیکن اے بادشاہ اس سے آپکی سلطنت جاتی رہیگي اور آپ تمام عالم مین بد نام ہو جائینگے۔پادشاہ بغیر اسکا جواب دئیے کے جھٹ پٹ محل سرا مین چلا گیا۔حبشی غلام تلوار کھینچکے خواجہ کي

طرف بڑھا خواجہ قبلہ رخ ہوکے دو زانو بیٹھ گیا اور کہا کہ لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ۔ جب تلوار اوسکے سر پر پڑی تو الحمد للہ علی نعمتہ الشہادۃ کہا۔ اور شہید ہوگیا اس طرحسے محمود گاوان اٹھہتر برس کے سن میں مارا گیا۔ اوسکے مرنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے قبل اوس نے اپنی آقا محمود شاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھکر تمام کیا تھا۔ آصف خان گیلانی جو ایک عظیم الشان افسر تھا۔ اور خواجہ کا دوست اتفاق سے اسوقت موجود تھا اس حبشی غلام نے بغیر حکم پادشاہ کے اسکو بھی قتل کردیا۔

خواجہ کو تمام لوگ دل سے چاہتے تھے اور اسکے بے رحمانہ قتل سے سبھوں کو سخت رنج و ملال ہوا اسکی فیاضی بہت بڑھی ہوی تھی۔ اسنے اپنے قتل کے دو سال آگے بیدر میں بہت بڑا دارالعلوم بنا یا تھا۔ وہ بڑا علامہ اور بڑا شاعر تھا۔ اکثر امیر اسکے ناحق کی خونریزی سے بر افروختہ ہوگئے تھے۔ اور جب پادشاہ نے انہیں بیدر کو مراجعت کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی فوجیں پادشاہی فوجوں سے علٰحدہ کرلیں اگرچہ وہ بیدر کو واپس آئے۔ لیکن شہر میں داخل ہونے سے انکار کیا اور اپنے اپنے علاقوں کو چلتے ہوگئے۔ سلطان کو جب اسکے بڑے جنرل نے چھوڑ دیا تو وہ فیروز آباد میں گوشہ نشین ہوکر وہاں عیاشی اور شرابخواری میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا۔ اگرچہ وہ ظاہر میں مشغول عیش وعشرت رہتا تھا۔ لیکن باطن میں وہ سخت رنج واندوہ میں مبتلا تھا اور اسکی تندرستی دن بدن خلل پذیر ہوتی جاتی تھی۔ آخر وہ سخت بیمار ہوکے بیدر کو واپس آیا۔ جہاں اسکو کسیقدر صحت ہوی۔ لیکن پھر بھی عیاشی اور شرابخواری کی طرف رجوع ہوکے آخرالامر مرگیا۔ مرنے کے تھوڑی وقت پیشتر وہ چلّا کے رونے اور کہنے لگا کہ خواجہ محمود گاوان ہمرے تکڑے تکڑے کررہا ہے۔ اسکا انتقال ۲۴ مارچ سنہ ۱۴۸۲ کو ہوا۔

محمود شاہ دوم کا بیٹا محمود شاہ سوم بارہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا اور تمام بڑے بڑے صوبہدار اوسکی نذر کے لئے بیدر میں حاضر ہوئے۔ لیکن محمود شاہ دوم کے انتقال سے خاندان بہمنی کی آزادی اور خود مختاری جاتی رہی۔ نیا پادشاہ اپنے وزیر نظام الملک کے ہاتھہ میں مثل ایک پتلے کے تھا۔ تمام سلطنت میں فتنہ و فساد شروع ہوگیا۔ جب پادشاہ ایک مہم پر تلنگانہ گیا تو اسکی غیرحاضری میں وزیر نے چاہا کہ حتی الامکان شاہی خزانہ سے زر و جواہر لیکے فرار کرجائے۔ لیکن وہاں کے حاکم پر یہ سازش کھل گئی۔ نظام الملک کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔ جب سنہ ۱۴۹۰ میں پادشاہ بیدر کو واپس آیا تو دکہنیوں اور حبشیوں نے بالاتفاق سازش کرکے چاہا کہ اوسکو قید کرلیویں لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ پیہم تین دن تک سازش کرنے والوں کو کہیمت کہیمت کے قتل کرتا رہا۔ بہت سے آدمی مارے گئے اسکے بعد پادشاہ نے چالیس روز تک اپنی سلامتی کا جشن منایا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو امور سلطنت کو اپنے خاص ملازموں کے سپرد کرکے آپ عیش و عشرت میں مصروف ہوگیا۔ جب صوبہداروں نے اسکی یہ کیفیت دیکھی کہ امور سلطنت سے بالکل غافل ہوگیا ہے تو وہ خود مختار ہوگئے۔ انمیں پہلے یوسف عادل شاہ تھا۔ وہ اپنے دوست اور رفیق دریاخان کو ہمراہ لیکے سنہ ۱۴۸۹ میں بیجاپور چلتا ہوگیا اور وہاں پہونچکر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کردیا۔ اسکے بعد دولت آباد کے صوبہدار نے اسکی تقلید کی اور نظام شاہی سلطنت قایم کرکے احمد نگر کو اپنا پائے تخت مقرر کیا۔ اور پھر عمادالملک برار کا پادشاہ ہوا۔ اسکے بعد سنہ ۱۵۱۲ میں قطب الملک نے گولکنڈے اور تلنگانہ میں اپنی پادشاہت قایم کی۔ قاسم برید نے جو نظام الملک کے بعد وزیر مقرر ہوا تھا پادشاہ کو یوسف عادل شاہ کے ساتھہ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا اور پادشاہ کو منہزم ہوکے بیدر واپس آنا پڑا۔ سنہ ۱۵۰۴ میں قاسم برید کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیٹا امیر برید وزیر ہوا۔ اور پھر بیجاپور کے ساتھہ جنگ کا اعلان دیا گیا۔ جس میں یوسف عادل شاہ کی شکست ہوئی۔ وہ مجبور ہوکے اپنے پائے تخت سے بھاگا لیکن برار سے کمک پاکے پھر اس نے بیدر کی شاہی فوجوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی۔ سنہ ۱۵۱۰ میں یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوگیا۔ اور سنہ ۱۵۱۴ میں امیر برید کو گولکنڈے سے مدد آئی اور پھر اسنے بیجاپور پر پیشقدمی کی۔ جہاں اسماعیل عادل شاہ نے اُسے شکست دی اور پادشاہ اور اسکے فرزند کو قید کرکے بیدر کو بھیجدیا۔ بیدر کو آتے ہی پادشاہ برار کو مفرور ہوگیا اور پوری حکومت امیر برید کے ہاتھہ آگئی۔ پھر عمادالملک نے پادشاہ کو مدد دی اور اس نے بیدر پر چڑھائی کی۔ بیدر کے قریب پہونچکر یکایک پادشاہ امیر برید کی فوج کے ساتھہ مل گیا اور عمادالملک کو واپس جانا پڑا جب پادشاہ دوسرے مرتبہ امیر برید کے ہاتھہ آیا تو اس نے اسکو قید کرلیا۔ غرض ۲۱ اکٹوبر سنہ ۱۵۱۸ کو محمود شاہ سوم چھتیس برس کی سلطنت کے بعد بیدر میں انتقال کرگیا۔

احمد شاہ دوم اپنے باپ کے بعد اسکا جانشین ہوا لیکن دو برس کے بعد وہ بھی مرگیا۔ امیر برید نے اسکو اسقدر تنگ دست کر رکھا تھا کہ جس سے بیزار ہوکے وہ اپنے شاہی تاج کو توڑ توڑ کے اسکا جواہر فروخت کرتا تھا۔

علاؤالدین شاہ سوم سنہ ۱۵۲۰ میں اپنے باپ کی جگہ پر پادشاہ ہوا لیکن وزیر کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ اسکے عزل کے درپے ہے تو اسکو قید کرلیا اور پھر چند روز کے بعد مروا ڈالا۔

اخیر پادشاہ کا بھائی ولی اللہ تخت پر بٹھلایا گیا لیکن

اسکي سلطنت صرف دوہي برس رہي۔اسکے مرنے کے بعد کلیم اللہ جو احمدشاہ دوم کا بیٹا تھا سنہ ۱۵۲۲ مین پادشاہ بنایا گیا اسکی مان یوسف عادل شاہ کي لڑکي تھي۔ جو بیجاپور مین خود مختار پادشاہ ہوگیا تھا۔کلیم اللہ نے مخفي طور پر شہنشاہ دہلي کے پاس ایک عرضي بھیجي جسکا مضمون یہ تھا کہ میرے نمک حرام اور باغي ملازمون نے مجھکو سلطنت سے محروم کر رکھا ھے اگر اسوقت آپ میری مدد کرین تو مین آپ کو دولت آباد اور برار کے صوبہ حوالہ کردونگا۔لیکن شہنشاہ دہلي اس عرضي کي طرف متوجہ نہین ہوا۔جب وزیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو پادشاہ کے ساتھہ سخت بیرحمانہ سلوک کیا۔سنہ ۱۵۲۶ مین پادشاہ بھاگ کے اپنے مامون کے پاس بیجاپور چلا گیا اور اسکے بعد احمد نگر کے پادشاہ نظام شاہ کے دربار مین رہا کرتا تھا جہان اسکا انتقال ہوگیا۔اس پادشاہ سے سلاطین بہمنیہ کا خاتمہ ہوگیا۔یہ سلطنت ایک سو اناسي برس تک رہي۔

بیدر کے بہمنی پادشاہون کی فہرست

۹ احمدشاہ (جسنے اپنا پاے تخت سنہ ۱۴۲۹ مین گلبرگہ سے بیدر کو منتقل کیا تھا) ۱۴۳۴

۱۰	علاؤالدین دوم	۱۴۲۴ سے ۴۵۷
۱۱	ہمایون شاہ	۱۴۵۷ سے ۱۴۶۰
۱۲	نظام شاہ	۱۴۶۰ سے ۱۴۶۲
۱۳	محمود شاہ دوم	۱۴۶۶ سے ۱۴۸۲
۱۴	محمود شاہ سیوم	۱۴۸۲ سے ۱۵۱۸
۱۵	احمدشاہ دوم	۱۵۱۸ سے ۱۵۲۰
۱۶	علاؤالدین سیوم	۱۵۲۰ سے ۱۵۲۰
۱۷	ولی اللہ شاہ	۱۵۲۰ سے ۱۵۲۲
۱۸	کلیم اللہ شاہ	۱۵۲۲ سے ۱۵۲۶

بیدر کے بریدشاہی سلاطین

قاسم برید جو اس سلسلہ کا باني کہا جا سکتا ھے اصل مین گُرجستان کا ایک غلام تھا۔اور محمود شاہ سیوم کے زمانہ مین وزیر ہوگیا تھا۔اس نے حقیقت مین پادشاہ کو قیدی بنا کے عملی طور پر خود آپ سلطنت کي۔لیکن سنہ ۱۵۰۴ع مین اسکا انتقال ہوگیا۔اوسکے بعد اسکا بیٹا امیر برید اسکا جاے نشین ہوا۔سنہ ۱۵۲۶ع مین کلیم اللہ شاہ کے فرار ہونے کے بعد سلطنت کے پورے اختیارات امیر برید کے ہاتھہ آگئے۔سنہ ۱۵۲۹ع مین بیجاپور کے پادشاہ اسمعیل عادل شاہ نے ایک بڑی فوج کے ساتھہ بیدر پر چڑھائی کي۔امیر برید اور اودگیر کے قلعہ مین پناہ گزین ہوا اور اپنے بڑے بیٹے کو بیدر کے قلعہ کي حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔گولکنڈے کے پادشاہ نے اوسکی مدد کے لئے ایک فوج بھیجی لیکن اوسکو بھی شکست دیگئی۔امیر برید نے برار کے پادشاہ عماد شاہ سے استمداد کي اور اسنے اپنے دوست کي رہائی کے لئے ایک بڑی فوج کے ساتھہ کوچ کیا۔لیکن بیجاپور کے پادشاہ نے ترغیب دیکر اسکو واپس کردیا۔امیر برید نے پھر صلح کي درخواست کي اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ بیدر چھوڑ کے اودگیر کو چلا جائے۔اسمعیل عادل شاہ نے شہر مین داخل اور شاہی محل پر قابض ہوکے برار کے حاکم کو بلوا بھیجا۔اور جب وہ آیا تو اسکے روبرو بہمنی پادشاہون کے خزانہ کو اطراف کي ریاستون اور اپنی فوج مین تقسیم کردیا۔لیکن اس تقسیم کے پیشتر اس نے عماد شاہ کو اجازت دی کہ جو تمہارا جی چاہے سو اس مین سے اٹھا لو۔اس نے اسلئے اپنے واسطے کچھہ نہین رکھا۔تاکہ لوگ یہ نہ سمجھین کہ بہمنی پادشاہ کے زر و جواہر کي لالچ سے اس نے جنگ کي ھے۔اسکے بعد دونون پادشاہ اپنے اپنے پاے تخت کو روانہ ہوگئے۔اوسکے چند روز بعد امیر برید نے بیجاپور کي فوجون کے ساتھہ شامل ہوکے تلنگانہ پر چڑھائی کي۔بیجاپور کا پادشاہ اس لڑائی مین امیر برید سے ایسا خوش ہوا۔کہ اوسکو بیدر واپس دیدیا لیکن اس شرط پر کہ کلیان اور قندہار وہ اسکے حوالہ کرے۔جب امیر برید کو بیدر واپس ملا تو اس نے ایفاے شرط سے چشم پوشی کي اور اُن قلعون کے دینے سے انکار کیا۔بیجاپور کے پادشاہ نے اسیوقت اسپر چڑھائی کي۔امیر کو احمدنگر کے نظام شاہ نے مدد دي۔اور دونون کے درمیان سخت لڑائی ہوی اور اخیر مین بیجاپور کے پادشاہ نے فتح پائی۔صلح ہونے کے بعد عادل شاہ اور امیر برید نے بالاتفاق تلنگانہ پر لشکر کشی کي لیکن بیجاپور کے پادشاہ کا انتقال ہوگیا۔اسکے انتقال کي وجہ سے اسکی سلطنت مین بد انتظامی ہوگئی۔اسوقت امیر برید اور احمدنگر کے پادشاہ نے اس بد انتظامی سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسکے ملک پر حملہ کردیا۔وہان کا پادشاہ منہزم ہوکے بیجاپور سے گلبرگہ چلا گیا۔لیکن بعد مین اسنے دونون کو شکست دیکے اپنا پاے تخت انسے واپس لے لیا۔سنہ ۱۵۴۹ع مین دولت آباد مین امیر برید کا انتقال ہوا اور اسکی لاش دفن کے لئے بیدر کو روانہ کیگئی۔

امیر برید کے بعد سنہ ۱۵۴۹ع مین اسکا بیٹا علی برید اسکا جائے نشین ہوا۔اسنے اپنے لئے شاہ کا لقب رکھا۔ احمد نگر کے پادشاہ مرتضي نظام شاہ نے بیدر کو ایک فوج بھیجي۔لیکن علی برید کو بیجاپور کے پادشاہ نے مدد دی اور محاصرہ اوٹھگیا۔علی برید شاہ نے سنہ ۱۵۶۲ع مین انتقال کیا۔اور اسکا بیٹا ابراہیم تخت نشین ہوا۔ اوسکی سلطنت مین کوئی امر قابل تذکرہ نہین ھے۔ابراہیم برید کا انتقال سنہ ۱۵۶۹ مین ہوا اور اوسکی جگہ پر اسکا بھائی قاسم برید دوم پادشاہ ہوا اسے تخت نشین ہوکے چند روز ہوئے تھے کہ خود اسکے فرزند میرزاعلی نے اسپر لشکرکشی کي اور اسکو منہزم کیا۔وہ بھاگ کے بھاگ نگر (حیدرآباد) کو چلا گیا۔اور مرتے دم تک وہین رہا۔

میرزا علی برید سنہ ۱۵۷۲ع مین تخت نشین ہوا اور سنہ ۱۶۰۹ع مین بیجاپور کے پادشاہ سے شکست پائی۔اس لڑائي

کي وجہ یہ ہوی کہ میرزا علی برید نے اپنی لڑکي کے جہیز مین جسکی شادی بیجاپور کے پادشاہ کے لڑکے سے ہوئی تہي موافق قول و قرار کے بعض اضلاع کے دینے مین کوتا ہی کي تہی۔ پادشاہ نے میرزا علی برید کو قید کرکے بیجاپور بہیجدیا جہان وہ تا دم زندگي مقیم رہا۔ اوسکے بعد بیدر کي سلطنت بیجاپور مین شامل ہوگئی اور علی برید جو میرزا کا جانشین تہا اسکا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔

بریدي پادشاہون کے نام

۱	قاسم برید ...	... ۱۴۹۲	سے	۱۵۰۴	تک
۲	امیر برید ...	... ۱۵۰۴	سے	۱۵۴۹	تک
۳	علی برید (پہلا شاہ)	... ۱۵۴۹	سے	۱۵۶۲	تک
۴	ابراہیم برید ...	... ۱۵۶۲	سے	۱۵۶۹	تک
۵	قاسم برید دوم	... ۱۵۶۹	سے	۱۵۷۲	تک
۶	میرزا علی برید	... ۱۵۷۲	سے	۱۶۰۹	تک
۷	علی برید دوم	(بیجاپور کے ساتہہ ملحق ہوگیا) ۱۶۰۹			

سنہ ۱۶۵۶ع مین شہزادہ اورنگ زیب نے بیدر کا محاصرہ کرکے ستائیس روز کے بعد اوسکو مفتوح کیا۔ اور وہ بہی ایک اتفاقیہ وجہ سے ورنہ ممکن نہین تہا۔ یعنے وہ یہ کہ مرجان نے جو وہان کا گورنر تہا ایک برج کے پیچہے ایک گڑہا کہود کے اس مین بارود بہر دی تہی۔ لڑائی کے وقت وہ اپنے بیٹون اور ملازمون کے ساتہہ اوس برج کے نزدیک کہڑا ہوا تہا۔ اور نہایت جوانمردی اور ہمت کے ساتہہ حملہ کو روکنے کي کوشش کررہا تہا۔ اوسوقت محاصرین کیطرف سے ایک بان آئی اور گڑہے مین گری۔ فوراً ایک دہماکا ہوا جس سے جوانمرد حاکم سخت زخمی ہوا۔ جب اوسکو جینے کي امید نرہی تو اوسوقت قلعہ کي کنجیان شہزادہ اورنگ زیب کو بہیجدین۔ اور وہ دوسرے دن شہر مین داخل ہوا۔ پہلے مسجد مین جاکے حکم دیا کہ شہنشاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑہا جائے اور پہر ایک قلعہ دار کو اس قلعہ کي محافظت کے لئے مقرر کرکے آپ وہان سے چلتا ہوگیا۔

دکہن مین نظام اول کي خود مختاري تک بیدر پر سلاطین مغلیہ کا قبضہ رہا اوسکے بعد وہ مثل دوسرے قلعون کے نظام کی حکومت مین آگیا۔

ہندو کا مندر – بیچ بای
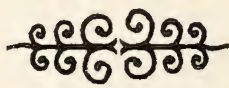
بیدر ایک قدیم شہر ہے اور اوسکا قلعہ بہت کچھہ تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔یہ شہر بیدر کی قسمت کا بڑا شہر ہے جسکی آبادی ۱۱۳۱۵ ہی اور اسکی قسمت کی ۳۱۵۳۸۰۳ اور اسکے اضلاع کی آبادی ۳۸۴۸۰۵۷ کی ہے۔اس قسمت کا رقبہ ۲۲۸۱۹ مربع میل ہے اور اسکے اضلاع کا ۲۸۶۵ – یہ شہر نظام ریلوے کے لنگم پلی اسٹیشن کے شمال و مغرب مین اسی ۸۰ میل پرواقع ہے اور جی–آئی–پی ریلوے لائین کے گلبرگہ اسٹیشن سے جنوب و مشرق مین اٹھاون میل پر–ان دونون اسٹیشنون سے گھوڑے کی گاڑیون مین تین دن مین اور بیل کی گاڑیون مین چہہ دن مین جایا جاتا ہے–لیکن پہلا راستہ بہ نسبت دوسرے راستے کے آمد و رفت کے لئے بہت اچھا ہے–بیدر ایک نہایت عمدہ اور بلند زمین پر واقع ہے–اوسکی بلندی سطح سمندر سے ۲۳۳۰ فیٹ ہے اور حیدرآباد سے ۵۰۰ فیٹ–اسی عمدگی کی وجہ تھی کہ احمد شاہ نے گلبرگہ سے یہان اپنا پایہ تخت منتقل کیا جسکا بیان پیشتر ہوچکا ہے–جب بہمنی سلطنت پر زوال آیا تو علی برید نے جو بریدی سلطنت کا تیسرا بادشاہ تھا اور جسنے اپنے لئے شاہ کا لقب تجویز کیا–بہت سی قدیم عمارتون اور گنبدون کو جو بہمنی پادشاہون نے بنایا تھا–توڑکر مسمار کردیا–لیکن باوجود اسکے پھر بھی بہت سی دلچسپی کی چیزین اس مین موجود ہین–

محمود شاہ دوم کی–سلطنت مین جو سنہ ۱۴۶۲ سے سنہ ۱۴۸۲ تک قائم رہی تھی–اس شہر نے بہت کچھہ ترقی کی ہوگی اور بہت وسیع ہوا ہوگا–کیونکہ ایک مورخ اوسکی نسبت یون بیان کرتا ہے کہ یہ شہر گویا جادو اور طلسمات سے گلبرگہ کے شمال مین اسقدر جلد رونق پذیر ہوگیا–کہ تمام ہندوستان کے بلکہ تمام دنیا کے عمدہ شہرون مین شمار کیا جاتا ہے–احمد آباد بیدر کی بڑی مسجد اپنی سادگی اور عمدگی مین کئی صدیون تک اپنا مثل و نظیر نہین رکھتی تھی–اور موتی مسجد کی خوبصورتی جس مین تمام جواہر جڑے ہوے تھے ایک مدت تک سیاحون کے تعجب کا باعث تھی–جس سے وہ مشرقی دولت کا اندازہ کرسکتے تھے–شہر اور قلعہ کی مضبوطی اب تک ویسی ہی ہے کہ جیسے ابتدا مین تھی–دیکھنے والے متعجب ہوتے ہین–شہر کے اطراف ایک اونچی شہر پناہ کی دیوار ہے اور اسکے ساتھہ ایک سوکھی خندق ملی ہوئی اور فاصلہ فاصلہ سے اسپر برج بنے ہوئے ہین جو کم و بیش منہدم ہوگئے ہین–اور دیوار کے اطراف کی کھائی چٹانون مین کھدی ہوئی ہے–اس دیوار مین تیرہ دروازے ہین جن مین سے آٹھہ بالکل بند ہین اور انپر کتبے کھدے ہوے ہین–شہر پناہ کے اندر کسی زمانہ مین ۶۰۱۰ فصیلین تھین جن مین سے اسوقت بہت سی ٹوٹ پھوٹ گئی ہین اور جو باقی ہین اُن کی دیوارین بنائی گئی–شاہ گنج کے برج کو دو طرف سے سڑھیان ہین ایک کو دس ۱۰ پیڑھی اور دوسری

مدرسۃ العلوم کے کھنڈر–بیدر

مسجد جامع - بیدر

کو سولہ ١٦-اس برج کی دیوار ٥٠ فیٹ چوڑی ہے جو آسانی سے سرکاہ بنائی جاسکتی ہے-شہر پناہ پر بہت سے برج ہیں کوئی آٹھہ آٹھہ فیٹ کے-اور چھہ چھہ سو فیٹ کے فاصلہ سے توپون کے لئے چبوترے بنے ہوئے ہیں-اس دروازے سے مغرب میں ایک بڑا برج نظر آتا ہے جسکو فتح برج کہتے ہیں-یہان ایک بہت بڑی توپ بندگڑ کی رکھی ہوئی ہے جو ایک نیلی دہات ہے اور اس توپ پر سنہری حرفون میں ایک کتبہ ہے-جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توپ ماہ محرم سنہ ٨٨٨ھ میں قاسم برید شاہ کی سلطنت میں بنی تھی-اور اسکے دوسرے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس توپ کا گولہ چھہ من اور آدھے سیر کا تھا اور اس میں بارود ایک من اور دس ١٠ سیر بھری جاتی تھی اگر زیادہ فاصلہ ہوتا تھا تو اور دس ١٠ سیر زیادہ کی جاتی تھی-فتح برج دروازے سے شاہ گنج کا دروازہ ١٣٥٠ قدم پرہے اسکی کمان چوبیس فیٹ اونچی اور بارہ فیٹ اور اٹھہ انچہ چوڑی ہے-کمان کے سرے سے برج کے سرے تک سات فیٹ ہیں-اسکے قریب جو کھائی ہے اس کا عمق سولہ فیٹ ہے-اور اسکے نزدیک کی شہر پناہ سولہ فیٹ اونچی-مغرب میں آگے بڑھکے دوسری تین توپین دہری ہیں جن میں دو پر سنہ ١١٣٥ھ کندہ ہے ان توپون پر محمد قاسم کا نام ہے انکے نزدیک دوسری ایک چھوٹی سی توپ ہے-دوسرے برج میں اور ایک توپ چار گز لمبی ہے-اور اسکے بازو کے برج میں ایک تیسری توپ گیارہ فیٹ لمبی ہے-

بیدر کا شہر چار حصون میں منقسم ہے اور ان چار حصون کے بیچ میں ایک سیاہ برج ہے ٧١ فیٹ اونچا جسکو چوبارہ کہتے ہیں-اس برج کی تعمیر کو کئی صدیان گذر گئیں-ہندؤن کی سلطنت میں اسکو دیپ مالا کہتے تھے-اور جاتراؤن میں اسپر روشنی کی جاتی تھی-اس برج کو قریب جنوب ومشرق میں دو دیوارین ہین جو اصل میں ایک مندر کی تھین لیکن اب اس مندر کا کچھہ اثر باقی نہین رہا-اس برج سے جو سڑک جنوب میں جاتی ہے وہ شہر پاسل تالعلم کی نواح تک پہونچتی ہے-فتح دروازے سے جو راستہ چوبارہ کو جاتا ہے اسکی داہنی طرف کو ایک بڑی مسجد ہے اور بائین طرف کو جمعہ مسجد-یہ مسجد اثار قدیم کا ایک عمدہ نمونہ ہے-اس راستہ پر ایک ہندوؤن کا مندر ہے-جسے گووند مہاراج کا مندر کہتے ہین-جہان ہر روز غریبون کو مفت کھانا کھلایا جاتا ہے-یہان سال میں دو بار جاترا ہوا کرتی ہے-چوبارہ کے شمال میں جو جگہ ہے اسکو مانبر تالعلم کہتے ہین-چوبارہ سے تھوڑے فاصلہ پر دوسری سڑکین ہین جو محبوب گنج-چیتا خانہ اور شاہ گنج کو جاتی ہین-محبوب گنج بیدر کا ایک بڑا

رار ہے — اور چیتے خانہ میں حضور نظام کے شکاری چیتوں کو شکار کی تعلیم دی جاتی ہے — اور اس سے آگے بڑھکے سیدھی طرف ایک کمانی دروازہ ہے جسکو درگاہ رامن کہتے ہیں — اسکے قریب ہی شاہ گنج ہے — جو مسافروں کے بنگلہ کو جاتا ہے — عنایت شاہ کی تعلیم چوبارہ کے مغرب میں ہے — اوسکے قریب ایک مقام بالکل برہنمن سے بھرا ہوا ہے اور وہین پولیس سوپرنٹنڈنٹ کی آفس ہے — پولیس کوارٹر گارڈ اور فوج کی رہین ہے — مسافر خانہ کے بائین طرف کو ایک مدرسہ ہے جو بالکل منہدم ہوگیا ہے اور اسکے قریب بیدر کا سول دوا خانہ ہے — اور اس سے آگے بڑھکے داہنی طرف کو ایک مکان کے کہنڈر ہین جس میں نواب ناصرالدولہ موجودہ حضور نظام کے دادا پیدا ہوے تھے اور حضور سکندر جاہ تین سال تک اس میں رہ چکے ہین — اسکے تھوڑے فاصلہ پر ایک بڑا گنبددار پھاٹک ہے — یہ پھاٹک سید نعمت اللہ ولی کرمانی کی جو کرمان واقع ملک ایران کے ایک بہت بڑے ولی تھے یادگار میں بنا ہوا تھا — ازکے پوتے سید شاہ خلیل اللہ بہمنی سلطنت کے نوین بادشاہ سلطان احمد کے زمانہ میں بیدر کو آئے ہوئے تھے اور بادشاہ موصوف انکا مرید ہوا تھا — ڈسٹرکٹ ڈاکٹر کا مکان تل گہاٹ کے سامنے داہنی طرف کو واقع ہے —

بیدر کی مسجدین — شاہی محلات — حمامات — باغات — اور بہت عمارتین جو بہمنی بادشاہوں کے زمانہ کی بنی ہوئی ہین — بہت وسیع اور شاندار تہین — اگرچہ بہمنی سلطنت کو تین سو برس کا عرصہ گذر گیا — لیکن باوجود اسکے ابتک اس سلطنت کی عظمت و بزرگی کے بہت سے آثار باقی ہین — ان سبہون میں جو سب سے زیادہ مشہور کہنڈر ہین وہ اس عظیم الشان مدرسہ کے ہین جو سنہ ۱۴۴۲ع میں خواجہ محمود گاوان نے بنوایا تہا — اس مدرسہ کا بڑا حصہ سنہ ۱۶۹۵ع میں باروت کے میگزین کے دھما کے سے اوڑ گیا — اسکی کیفیت یہ ہے کہ اورنگ زیب نے جب بیدر کو فتح کیا تو اس مکان میں اوسکی فوج کا ایک حصہ رہتا تہا — اور باروت کا میگزین بھی اسی میں تہا — لیکن اوسکو یکایک آگ لگ گئی اور اس سے اس مکانکی چوتھائی بالکل برباد ہوگئی — اس میں ایک برج اور ایک پھاٹک بھی شامل تہا — اس دھما کے سے اوسکے اطراف میں ایک ہولناک بربادی ہوئی لیکن باوجود وسکے اوس مدرسہ کے بہت سے ایسے آثار باقی ہین جو اوسکی گذشتہ شان و شوکت کو ظاہر کر رہے ہین — سر رچرڈ ٹمپل نے سنہ ۱۸۶۱ میں اسکا معائنہ کیا تہا — وہ اس کی نسبت یون لکھتے ہین — اس شہر میں جو سب سے زیادہ خوبصورت عمارت ہے وہ مدرسہ ہے — اسکا خارجی حصہ کسی زمانہ میں چمکدار نیلگون تہا جس کا بڑا حصہ ابتک باقی ہے — یہ عمارت ہندوستان کی کل قدیم عمارتون میں نہایت خوبصورت ہے — اسکی تعمیر کو دو برس اور نو مہینے لگے تہے — اسکا رقبہ ۲۰۵ فیٹ لمبا اور ۱۸۰ فیٹ چوڑا ہے اور اسکا ایک بڑا پھاٹک مغربی جانب کو تہا — جہان دو برج تہے کوئی ایک سو فیٹ اونچے جن میں کا ایک ابتک باقی ہے — اسپر بہت سا رنگین نقش و نگار ہے اور کلام مجید کی آیتین سفید حرفون میں لکھی ہوئین جسکے حروف تین سے زیادہ فیٹ لمبے ہین — اس برج سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ عمارت نہایت عالی شان تہی — اس برج میں جو کمرے ہین انکے اطراف ایک سو فیٹ مدور جگہ ہے — اس کے تین جانب کے درمیان بڑے بڑے دالان تہے ۲۶ فیٹ چوڑے اور ۵۲ فیٹ لمبے اور انکی بلندی مکانکی بلندی کے برابر تہی جو تین منزلہ کا ہے — ہر ایک دالان پر اوسکے کنارے کی طرف ایک ایک گنبد تہا — باہر کی دیوار کے علی الخصوص سامنے کے حصے رنگدار چونے کے تہے — اور اسکے سرے پر کلام اللہ کی آیتین سبز اور سنہری حرفون میں لکھی ہوئین تہین — خواجہ محمود گاوان نے جو اس کا بانی تہا — قتل ہونے کے قبل کوئی تین ہزار جلدین اس کالج کے کتب خانہ میں جمع کی تہین وہ ایک بڑا ذی علم اور مشہور فیاض آدمی تہا — نہین معلوم وہ کتابین کیا ہوئین انکا کچھہ پتا نہین ملتا —

مقبرۂ امیر علی برید شاہ بیدر

بیدر میں بہت سی چیزین تیار ہوتی ہین — جن میں وہان کے برتن مشہور و معروف ہین وہ ایک خاص دہات سے بنائیے جاتے ہین جنہین بدری برتن کہتے ہین — ان برتنون کا بیان اسی

کتاب مین صنعتون کے باب مین درج ہوچکا ہے—سنہ ۱۸۷۵ مین جب حضور پرنس آف ویلز ہندوستان کو آئے تھے تو ان کے ہدیہ کے لئے بہت سے بدری برتن تیار کئے گئے تھے—اور اب وہ انکے ہندوستانی عجائب خانہ مین نہایت عزت کي نگاہ سے دیکھے جا رہي ہین—

بیدر سے آٹھہ میل کے احاطہ مین مرقومۃ الذیل تالاب ہین—اندورا—کیروار—کارنجا—پاپور—ملکاپور—خواجہ جہان—باؤجی—کماروادي—اور بلورا—ان تالابون مین جا بجا مرغابیان اور دوسرے پرندے کثرت سے پائے جاتے ہین—اور قصبون کے نزدیک جنگلی سور بہی مل آتے ہین—خاص کرکے جہان گنّے کے کہیت ہین—چونکہ اسکے قریب کوئی گنجان جنگل نہین ہے اسلئے وحشي درندے مثل شیر اور چیتے وغیرہ کے وہان نہین پائے جاتے ہین—لیکن صرف خاص کے انکل تعلقہ مین ریچہہ کثرت سے ہین—یہ تعلقہ بیدر کے شمال و مغرب مین چہتیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے—

——✤✤✤——

بیدر کا قلعہ

بیدر کا قلعہ نہایت وسیع اور مستحکم ہے اوسکی تعمیر سنہ ۱۴۲۸ ع مین شروع ہوئي تہی اور تکمیل سنہ ۱۴۳۱ مین ہوئی اور اسکے افتتاح پر بیحد خوشیان منائی گئی تہین—اس قلعہ کا رقبہ تین میل کا ہے اور فصیلین پچاس فیٹ اونچي—اوسکے اطراف تین خندقین ہین ۷۵ فیٹ چوڑی اور ۴۵ فیٹ گہری—یہ قلعہ شہر کے مشرق مین ہي اور بہمنی سلطنت کے آثار مین سب سے بڑا—سب سے مضبوط اور سب سے زیادہ محفوظ ہے—اس کے بروج مین بہت سي بڑی بڑی توپین ہین جن مین سے ایک ۲۳ فیٹ لمبی ہے اور منہ کے پاس ۲۵ انچہ مدور—یہ توپ نہایت مصفا اور نہایت شفاف ہے—ان مین سے بعضون پر بنانے والے کا نام اور بارود وغیرہ کي تعلیم لکہی ہوئی ہے—

اس قلعہ کے تین پیچدار دروازے جنوب و مشرق مین ہین—باہر کے دروازے کا نام شیرزہ دروازہ ہے اوسکی وجہ یہ کہ اسپر شیر کي تصویر کندہ ہے—اس کے اندر دوسرا ایک پہاٹک ہے جسپر ایک چہوٹی سی نقارخانہ کي عمارت ہے—جہان اسوقت پانچون وقت نوبت بجا کرتی ہے—اس نقارخانہ کي دیوارین تمام رنگین اور منقش ہین اور اس سے آگے بڑھکے گنبد دروازہ ہے جو تمام بیدر کے دروازون سے بڑا ہے—دروازے کے اوپر ایک بڑا اور اونچا گنبد ہے جس پر کسي زمانہ مین عمدہ نقش و نگار تہا—اوس گنبد مین جو کرنجا ہي اسکا ہندو بہت ادب کرتے ہین—اس قلعہ کے اندر کے تمام شاہی محلات پتھر کے بنے ہوئے تہے—انمین سے ایک کا نام رنگ محل تہا کیونکہ اوسکے سامنے کي دیوارین رنگین کویلو کي تہین—یہ بیدر کے بادشاہون کا خاص شاہی محل تہا انمین بعض کمرے مین جہان زمانۂ گذشتہ مین قدیم ہندون کے مندر تہے اس محل کا پہلا منزلہ چونے اور اینٹ کے ڈہیرون سے بہرا ہوا ہے اور اسکے نیچے اترنے کے لئے سیڑہیون کی ضرورت ہي—اسکے درمیان کی کمان پر ایک فارسی کتبہ ہے جس سے خوشامد اور چاپلوسی ظاہر ہورہی ہے—اس عمارت کے سامنے کا حصہ جسکے اطراف اونچی دیوار ہے اب بطور جیلخانہ کے استعمال کیا جاتا ہے اور پیچھے کا حصہ ویران پڑا ہی—اسی مین ایک کنوان ہے ۱۵۰ فیٹ گہرا—جس مین سے اوپر کے منزلہ تک پانی کہینچا جاتا ہے—اوپر کو ایک حوض ہے—اس مین نل لگے ہوئے ہین ان نلون کے ذریعہ سے صحن مین پانی پہنچایا جاتا ہے—

رنگ محل سے کسیقدر فاصلہ پر ایک دوسري بہت بڑی توپ ہے پندرہ فیٹ لمبی—اور بندگری کي دہات سے بنی ہوی—لیکن وہ شکستہ ہوگئی ہے—وہ بہی اس زمانہ کي اور توپون کے برابر نہایت شفاف اور کتبون سے بہری ہوی ہے—اس توپ کے پاس جانے کے لئے میگزین کو عبور کرنا پڑتا ہے—جہان بیان کیا جاتا ہے کہ نظام شاہ نے اپنے بہائی مہر محل علی خان قلعدار کو قید کر رکہا تہا—اسکے جنوب مین تاخت محل کے کہنڈر ہین—جن مین بہت سے سانپ ہین—اور ایک محل ہے جسکا نام گگجان محل ہے—یہ محل بادشاہ کا خاص مسکن تہا—اور اسکے قریب ترکش محل مین جو چار منزلہ کا ہے بادشاہ اپنا دربار منعقد کیا کرتا تہا—

اس قلعہ مین ٹکسال—ترکي حمام—سلاح خانہ اور دوسرے بہت سے میگزینون کے کہنڈر ہین—دوسری عمارت جو قابل ذکر ہے وہ ایک منہدم مسجد ہے جو قدیم محلات کے قریب بنی ہوی ہے—اس مسجد کا نام موتي مسجد ہے جو حقیقت مین نہایت خوبصورت ہے—علاوہ اسکے دوسری ایک سولہ ستون کي مسجد ہے جسکی لمبائی ۲۹۵ فیٹ اور چوڑائی ۷۷ فیٹ کي ہے علاوہ اٹہارہ محرابدار ستونون کے جو سامنے ہین—قبلہ کے اطراف کي دیوار مین ساٹہہ گول کہم ہین جسکا قطر ۴ فیٹ اور تین انچہ ہے—یہ کہم اسکی سنگین چہت کو تہامے ہوے ہین—جسپر چوراسی ۸۴ چہوٹے چہوٹے گنبد ہین—یہ مسجد سولہ کہم کي اسلئے کہی جاتي ہے کہ اسکے سامنے سولہ کہم ہین—اس مسجد پر کوی کتبہ نہین—لیکن باوجود اسکے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پندرہوین صدی کے بہمنی پادشاہون کے زمانہ کي ہے—بیدر اس ضلعہ کے تعلقدار اول کا صدر مقام ہے اور ضلعہ کا انجنیر بہی وہین پر رہتا ہے—

فرنچ سیاح تہیونات جو سنہ ۱۶۶۷ ع مین بیدر کو آیا ہوا تہا اوسکی نسبت یون لکہتا ہے کہ یہہ ایک بڑا شہر ہے اوسکے اطراف ایک دیوار ہے اینٹ سے بنی ہوئی—جس پر کنگرے ہین اور تہوڑے تہوڑے فاصلہ سے بروج اور نیز توپین دہری ہوئین جن مین بعضون کا منہہ تین فیٹ چوڑا ہے—اس جگہ علی الدوام تین ہزار کي تعدادي فوج رہتی ہے جس مین آدہے سوار اور آدہے پیادے ہین اور انکے ساتہہ سات سو توپچی ہین—چونکہ یہ ایک عمدہ شہر ہے اسلئے یہان کي فوجکی حالت نہایت اچہی ہے تاکہ دکہن کے برخلاف ہمیشہ آمادہ

رہے—یہان کا گورنر شہر کے باہر قلعہ مین رہتا ہے—یہ ایک معمول گورنمنٹ ہے اور یہانکا گورنر اورنگ زیب کے باپ شاہ جہان کا سالا تہا—اس کي درخواست کے مطابق اسکو برام پور کي حکومت دیگئي—کیونکہ اخیر لڑائی مین اس گورنر نے بیجاپور کے بادشاد کي ایک فوج بنائی تہی—اسکے چند روز بعد مین نے بیدر کے راستہ پر نئے گورنر کو دیکھا وہ ایک عجمی تہا—خوبصورت—اور بہت بڈہا—اسکی سواری جارہی تہی—آگے بہت سے پیدل ہاتھہ مین جہنڈیان لئے ہوئے تہے—اور انکے پیچھے سات ہاتہی—اور ہاتہیون کے پیچھے حاکم پالکی مین بیٹھا ہوا—اور اسکے بعد بہت سی زنانی پالکیان جن پر لال پردے پڑے ہوے تہے—آرہی تہین—ایک پالکی مین جو کہلی تہی دو چہوٹے بچے تہے—ان پالکیون کے ڈنڈے چاندی کے منڈہے ہوئے تہے—انکے بعد بہت سي زنانی گاڑیان تہین—جن مین سے دو کو بڑے بڑے چہہ فیٹ اونچے بیل جتے ہوے تہے اور سب کے اخیر مین سامان کي گاڑیان اور اونٹ تہے جنکی محافظت کے لئے سوارونکا رسالہ تہا—

بیدر مین بادشاہون کے مقبرے

بیدر مین بہمنی بادشاہون کے مقبرے شہر سے شمال مین کوئی پانچ یا چہہ میل پر واقع ہین—انکی تعداد کل دس ہے—وہ تمام بڑے بڑے مستطیل چبوترون پر مربع شکل مین بنے ہوئے ہین اور انپر ویسے ہی گنبد جیسے گلبرگہ مین ہن—ان سبہون مین احمد شاہ کے مقبرے کا گنبد بہت بڑا ہے—یہ مقبرہ اسنے اپنی زندگي مین بنوایا تہا—اوسکے نیچے کا درجہ چارون طرف پچاس پچاس فیٹ کا ہے اور اسکی دیوار بارہ فیٹ موٹی اس مین چار کمانین ہین ۲۷ فیٹ اونچی اور اسکا گنبد ۱۲۰ فیٹ بلند—گنبد اور دیوارین ابتدا مین اوپر سے نیچے تک اقسام کے رنگ برنگ کے پتہر سنہری تختون پر نصب کئے گئے تہے اگرچہ زمانہ نے مشرقي دولت کے آثار مٹا دئیے ہین—اور بہت سے کتبے محو ہوگئے ہین لیکن باوجود اسکے انمین سے ہنوز ایک باقی ہے جس پر یہہ لکہا ہوا ہے کہ "اگر میرا دل دکہے تو اسکا علاج ایک شراب کا پیالہ ہے اور مین چین پاتا ہون"

گنبد کے اوپر جو کتبہ ہے اس مین بادشاہ کے خاندان کا شجرہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے نقش کیا ہوا ہے—امیر برید شاہ کي قبر شہر کے مغربي دروازہ سے کوئی آدہے میل کے فاصلہ پرہے اسکا پہاٹک نہایت عظیم الشان ہے اور اسپر ایک نقارخانہ بنا ہوا ہے—حقیقت مین یہ مقبرہ نہایت خوبصورت اور عمدہ صناعي کا نمونہ ہے اسکي بلندی دیکہنے مین اتني نظر نہین آتي کہ جتني حقیقت مین ہے—وہ ۱۵۴ فیٹ کے مربع چبوترے پر واقع ہے جو خاکستری اور گندمی رنگ کے پتہرون سے بنا ہوا اور ساڑہے چار فیٹ اونچا ہے—اوسکے اوپر اس سے چھوٹا ایک دوسرا چبوترا ہے ۸۲۰ فیٹ مربع—اور قبرین ۹ فیٹ اور آٹہہ انچہ کي ہین—اسکے چار دروازے ہین—ہر ایک ۳۰ فیٹ اور نو انچہ چوڑا—اور دہلیز سے کمان تک ۰ ۱ فیٹ ٦ انچہ کا فاصلہ—اوسکی دیوارین ۵۷ فیٹ بلند ہین اور اونکے اوپر خوب صورت کنگر بنے ہوئے ہین—اوسکا گنبد مقبرے کي مربع سطح سے ۳۷ فیٹ اونچا ہے—اور اوسکی چوٹی زمین سے ۱۰٦ فیٹ بلند—مقبرے کے اندر کي دیوار مین تین قطارین—رنگ برنگ کے چمکدار پتہرون کي ہین اور کمانون کے اوپر سنہری حرفون کے کتبے—ہر ایک دروازے کے دو حلقہ ہین اور انمین عربی عبارت کندہ—ان تمام کتبون مین قرآن مجید کي آیتین لکہی ہوئی ہین سچ تو یہ ہے—کہ روپیہ اور صنعت جسقدر کارروائی کرسکتی ہے وہ سب اس مین موجود ہے اوسکے قریب بہت مقبرے ہین جو امیر کي عورتون کے خیال کئے جاتے ہین—امیر برید کے مقبرے کي داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ قاسم برید کا ہے—اور علاوہ اسکے دوسرے اٹھارہ مقبرے ہین جن مین ۵ بادشاہون کے ہین جو بریدی خاندان مین گذرے ہین—تین مسجدین—ایک درگاہ ایک کنوان اور تین قدیم باغات کي جگہہ—ان مقبرونکی شمال مین موجود ہین—اور جنوب مین زین الدین شاہ کنج نشین ابن مخدوم شاہ قادري کے مقبرے معہ ایک مسجد کے ہین—اور نشیب مین دو اور مقبرے—اور دوسری ایک چہوٹی سی مسجد ہے—ان مقبرون مین سے ایک سید سعادت کا ہے جنہین ہندو اور مسلمان دونون مانتے ہین اور جہان ہر جمعرات کو بہت سے لوگ انکے فاتحہ اور نذر کے لئے جمع ہوتے ہین—اوسکے قریب ایک معدني پاني کا چشمہ ہے جس مین نہانے سے بہت جلد بیماریون سے صحت حاصل ہوتی ہے—اسکے علاوہ ان چشمون کي نسبت یہ بہی مشہور ہے کہ انمین پیہم چالیس روز نہانے سے جو حاجت ہو بر آتی ہے—یہان دوسرے اور بہت سے چشمے ہین انمین سے ایک کے پاس ایک مسجد بہی ہے جسکو اورنگ زیب نے بنوائی تہی—اور اسپر پرجوش کتبے کندہ ہین—تل گہاٹ کے دروازے کے پاس ملتاني شاہ کي قبر ہی—جسکی مسلمان نہایت عزت و توقیر کرتے ہین—اور شاہ عبدالعزیز معین اللہ کي درگاہ جو گلبرگہ کے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے پوتے تہے شہر کے جنوب و مشرق مین واقع ہے—اس مین بغیر جوتے اتارنے کے اندر جانے کي اجازت نہین—اس درگاہ کا جنوبی دروازہ نہایت خوبصورت ہے—

پاتل و نگري دروازے سے کسیقدر فاصلہ پر شاہ کلیم اللہ کا روضہ ہے جو بہمنی بادشاہ احمد شاہ کے مرشد تہے—اِس روضہ کے باہر تین کٹہرے ہین—اور سب سے نیچے کا کٹہرا پندرہ فیٹ چوڑا ہے—اور دوسرا بہت تنگ اور تیسرا بالکل بہت کشادہ—اسی روضہ کے احاطہ مین دو قبرین ہین جن مین ایک نہایت منقش و پرنگار ہے—دوسری قبرون مین جو اسکی قریب ہین—تمام حبشیون کي قبرین ہین جو بیدر مین فوت ہوئے—

ہمناباد

ہمناباد جو بیدر سے جنوبی مغربی سڑک پر تیس میل کے فاصلہ پر ہے ایک بڑا شہر ہے جسکے اطراف شہر پناہ بنی ہوئی ہے لیکن اس میں بہت آثار قدیم پائے جاتے ہیں۔ بدرا کالا کا مندر (نقشہ ۱) فقط ایک ہی ہے جو ایک سو پچاس برس کا پرانا ہے۔ اس مندر کے سامنے ایک دہلیز ہے ۴۴ فیٹ چوڑی اور نیچے تمام ستون ہیں جو کسی قدیم مکان کے معلوم ہوتے ہیں۔ اسکی دیواریں ۳۰ فیٹ اونچی ہیں اور مندر کے اوپر ایک برج ہے ۷۲ فیٹ بلند اور اسپر تمام مورتیں بنی ہوئی ہیں۔ بعض انمیں سے قد آدم کی ہیں اور اقسام کے رنگ کی۔

نقشہ دوسرا

نارایں پور

یہ مقام ہمناباد کی شمال و مغرب میں کوئی دس میل پر واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر قدیم زمانہ میں کلیان کا متبرک مقام تھا۔ لیکن دکہن کی خانہ جنگیوں نے جو عظمت و بزرگی کے حاصل کرنے کے لئے برابر چہہ سو برس تک جاری رہیں اسکو بڑا نقصان پہونچایا۔ اور علی الخصوص سنہ ۱۶۳۵ میں جبکہ خان جہان نے اسکے اطراف کے ملک کو تاخت و تاراج کیا تھا اسکو سخت نقصان پہونچا۔

یہ قصبہ ایک تالاب کے کنارے پر واقع ہے۔ جسکے قریب تراشیدہ سنگ ریزے کوئی ایک میل تک پڑے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ نظام نے انکے نمونے جانچ پرتال کے لئے گورنمنٹ بمبئی کو بہیجے ہیں۔ انمیں سے ایک (پلیٹ ۲ نقشہ ۵) ہندوستان کے عجائب خانہ میں رکہا ہوا ہے۔ اور دوسرا (نقشہ ٦) بمبئی کے ایشیاٹک میوزیم میں ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نمونے ایک عمدہ مندر کے ہیں جو منہدم ہوگیا۔ ان نقشوں میں سے دوسرے کا سر (تصویر ٦ نقشہ ۳) جس میں جواہرات تفصیلی بیان ہے۔ ایک دیوار میں بنا ہوا تھا۔ جو موجودہ طرز کی عمارت ہے قصبہ میں ان دونوں مندروں کے بہت کم آثار باقی ہیں۔ ایک مندر ہماد پنتی وضع کا ہے۔ لیکن اس میں سوائے ایک منڈپ اور ایک دہلیز کے جو معبد کو جاتی ہے اور کوئی چیز باقی نہیں۔ بڑا مندر ایک عظیم الشان ساخت کا تھا اور غالباً نیلنگا کے مندر سے زیادہ قدیم ہے (نقشہ ۳

نقشہ پہلا

نقشہ تیسرا

نقشہ چھٹا

نقشہ پانچوان
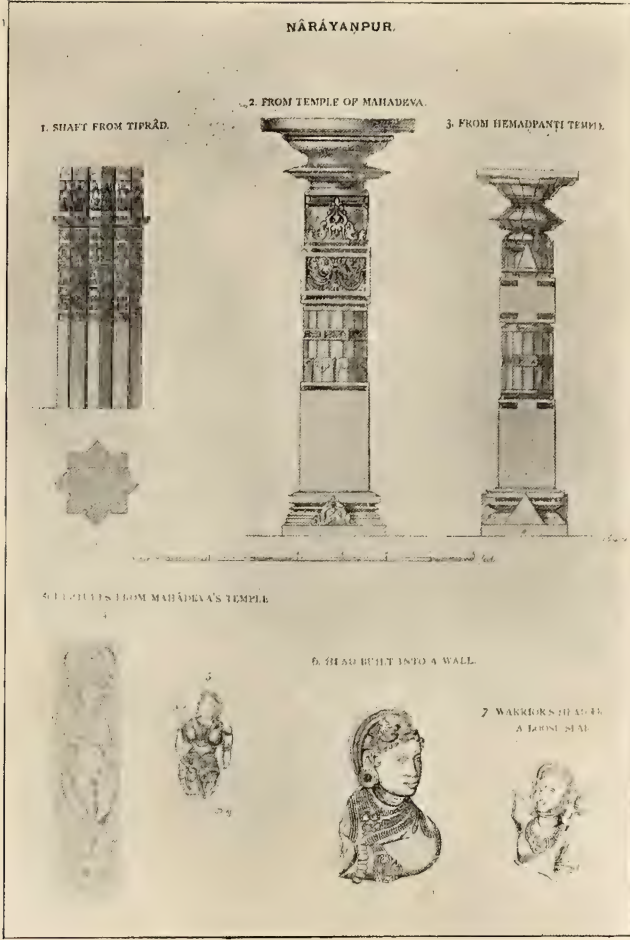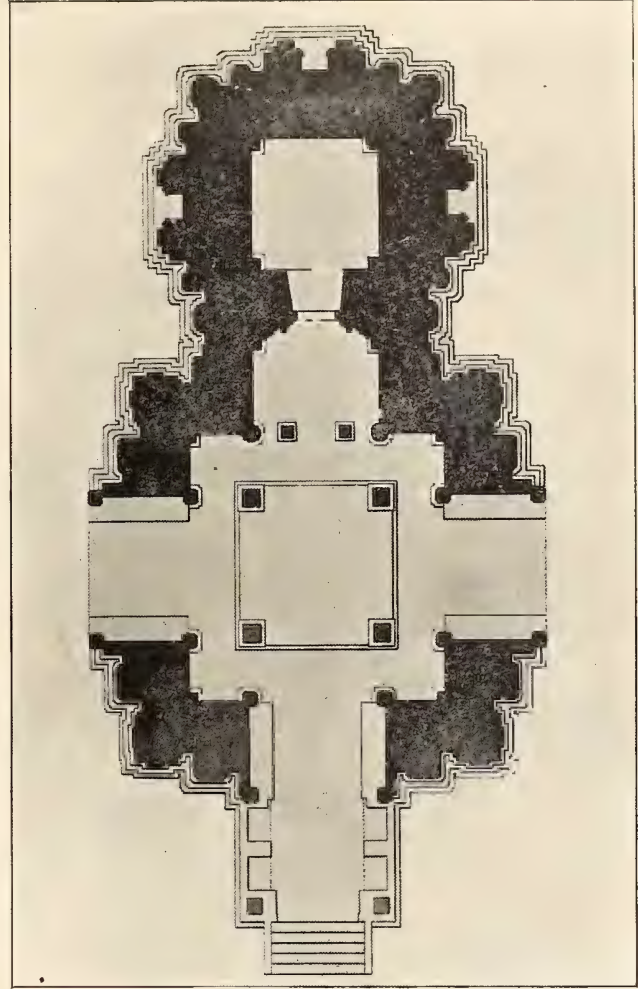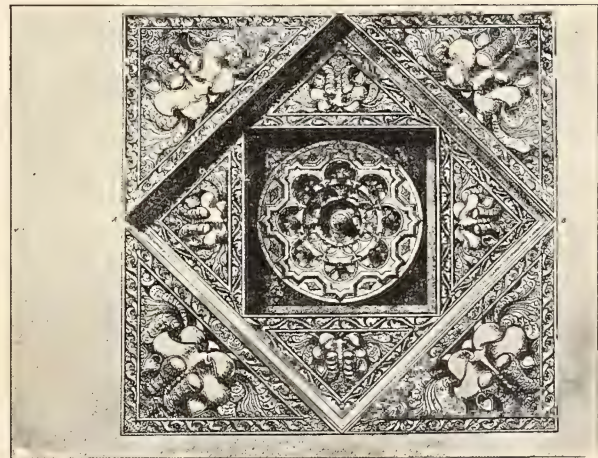
نقشہ ساتوان
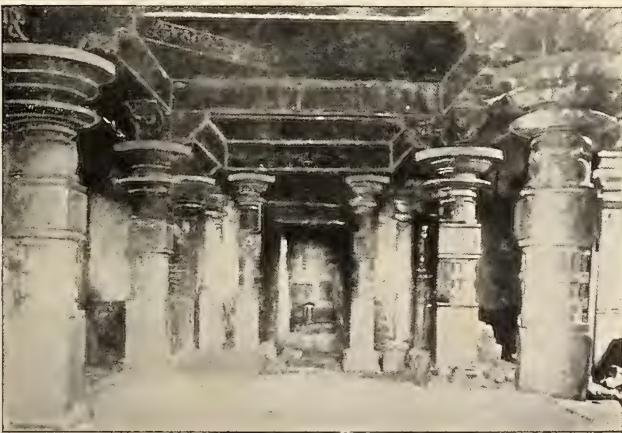
نقشہ چوتھا

سے نقشہ ۷ تک) اوسکے زاوئے تمام مساوی ہین- اوسکے دونون ستونون کے کگر کا اور نیز باہر کے دیوار کا نقش و نگار قریب قریب یکسان ہے- یہہ مندر بڑے بڑے پتھرون سے بنا ہوا ہے- اکثر جگہہ پر دروازے کے بناو سے زیادہ پست نہین ہے- اسکے درمیان ایک بڑا دالان ہے ۲۰ فیٹ ۱۰ انچہ مربع - اوس مین چار ستون ہین ۹ فیٹ ٦ انچہ بلند- اس دالان کو تین کمانین ہین جن مین سے اندر جایا جاتا ہے- اوسکے جانب مین جو مغربی رُخ پر ہی ایک پیش دالان تھا جسکی سقف کے

نیچے دو پتلے سے ستون ہیں۔ اوسکا درمیانی مقام اور بازو کے رقبے معمولی طور پر مسقف ہیں۔ اور نقشہ ۷ میں جیسا دکھلایا گیا ہے ویسے مکمل۔

پتھر کی تراشی ہوئی سلین۔ معبد۔ دالان اور نیز دوسرے مقامات پر پڑے ہوئے ہیں ایک میں دو پہلوان لڑ رہے ہیں اور انمیں سے ایک کی عجیب پگڑی کی تصویر دکھلائی گئی ہے۔ (تصویر ۷ نقشہ ۳) انمیں سے ایک کنبہ اسی نقشہ میں ہی (تصویر۲)۔ بعد میں اسکے اندرونی حصہ میں گنبے پکائے جاتے ہیں جس سے اوسکی چھت کالی ہو گئی ہے۔ (نقشہ ٦) اس عمارت کو شریر لوگوں کے ہاتھ سے اور نیز ان جھاڑوں سے جو دیواروں میں اوگے ہیں سخت نقصان پہونچا ہے۔ اوسکا پایہ ٹوٹ گیا ہے اور دیوارین گرگئی ہیں اور بعض درہم و برہم ہوگئی ہیں (نقشہ ۵) اوس کے معبد میں جہان ایک سادہ لنگا ہے) ایک دروازے سے جو اب بند ہی داخل ہی ہوایا جاتا ہے۔ اسکے کگر پر باہر کی طرف مورتوں کی دو قطارین ہیں۔ جن میں تمام مورتون کی مورتمان اقسام کی شکلون میں ہیں۔ بعض ناچتی ہیں۔ (نقشہ ۲ تصویر ۷ نقشہ ۳ تصویر ۴-۵) بعض ننگی اور انکی رانون سے سانپ لپٹے ہوئے۔ اور بعضے اقسام کے کپڑے پہنے ہوئے۔ انمین کوئی ویسے نہین نظر آتے جسکے کمر پر سوائے زیور کے اور کوئی شی ہو

کلیان

یہ ایک شہر ہے جسکی آبادی ۱۳۰۰۰ کی ہے۔ اور یہہ حیدرآباد سے شمال و مغرب میں چودہ میل پر ہے اور نارائین پور سے چار میل اوس قدیم سڑک پر جو تلجاپور سے حیدرآباد کو جاتی ہے واقع ہے۔ یہہ مقام کسیقدر وسیع ہے اور قدیم زمانہ میں یہہ چالوکین سلطنت کا پائے تخت تھا جسکی حکومت بہت بڑے رقبہ پر جو اوس وقت کنتالا دیس کہا جاتا تھا پھیلی ہوئی تھی۔ یہہ ملک شمال میں دریائے نربدا سے پھیلتا ہوا جنوب میں تنگبدرا تک گیا ہے۔ اسکے مغرب میں بحرالعرب ہے اور گوداوری تک شمال و مشرق میں مشرقی گہاٹون کے سلسلہ تک جنوب و مشرق میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات تحقیقی طور پر معلوم نہیں ہوی کہ کلیان پہلے پہل کب اس سلطنت کا پائے تخت ہوا۔ لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۷۳ ع میں یہ دارالسلطنت ہوا۔ اور سنہ ۱۰۴۰ ع سے سنہ ۱۰۹٦ ع تک اسکو وسیع اور خوبصورت کیا گیا۔ درمیانی زمانہ میں کلیان میں بہت سے بڑے بڑے اور عظیم الشان مندر اور محل بنائی گئے۔ لیکن بعد میں جو چار سو برس تک جنگین ہوتی رہیں ان میں اسکا ستیاناس ہوگیا۔ ہندوؤن کی عمارتین برباد ہوگئیں اور موجودہ شہر فقط مسلمانون ہی کا ہے۔ اوسکے اطراف کی پشتہ بندیون سے پایا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانہ میں بہت وسیع ہوگا۔ اوسکے ایک طرف پہاڑ کی اونچی چوٹی ہے۔ جس میں بہت سے سادی گڑہے کھدے ہوے ہیں۔ وہان ایک ماروتی کا مندر ہے۔ اسکی سیڑھیون پر دو پتھر ہیں جو کسی قدیم مندر کے معلوم ہوتے ہیں (تصویر ۱ نقشہ ۲) دوسری تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ ویسا ہی ایک پتھر اوسکے احاطہ سے اٹھا کے ایک درگاہ کو لیجایا گیا۔ اطراف و جوانب کے ملک میں بہت سے گڑھے چٹانون میں کھدے ہوئے ہیں۔ لیکن انمیں سے کوئی قابل بیان نہیں۔

اکنا گاماگاوی

کلیان کے جنوب میں تیرہ میل کے قریب اکنا گاماگاوی ہے۔ اسکے برآمدے میں بعض نہایت عمدہ تراشے ہوئے ستون ہیں۔ چند چھوٹے کمرون کے مقابلہ میں جنکے نیچے ایک غار معبد چند چھوٹے کمرون کے ہے۔ یہ ستون کسی نہایت قدیم مکان کے معلوم ہوتے ہیں جو وہان سے نکال کے اسی برآمدے میں لگائے گئے۔ (تصویر ۱ نقشہ ۳) سے اسکی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان ستونون پر جو نقش و نگار ہے وہ تیرہوین صدی کا مروج ہے۔

سیتا پور

اس مقام پر جو کلیان اور نارائین پور کے درمیان ہے ایک چھوٹا سا تالاب ہے اور اسکے کنارے پر ایک مندر۔ جسکی تعمیر میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے اور قدیم مندر کا اسباب صرف ہوا ہے۔ کیونکہ اوسکے پتھرون کی تصویرین تمام مٹی ہوئی ہیں۔ سیڑھیون کے دونون طرف جو پتھر باہر لگے ہوئے ہیں۔ اونمیں ہاتھیون کی تصویر کندہ ہے۔ جن میں سے ایک نقشہ ۲ تصویر ۳ میں دکھلائی گئی ہے۔ اور دوسرا ٹوٹا ہوا پتھر تصویر ۴ میں دکھلایا گیا ہے۔

نیلنگا

نیلنگا کلیان سے شمال میں چوبیس میل پر ہے۔ اور ترنا ندی کی ایک شاخ پر واقع ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ایک عمدہ مقام تھا۔ وہان شبوا کا ایک مندر ہے۔ جسکی طرز

نقشہ آٹھوان

نقشہ نوان

نقشہ دسوان
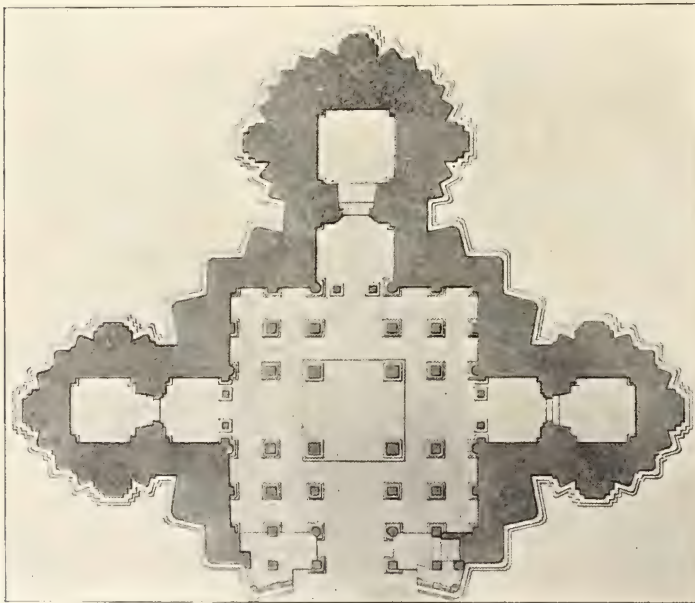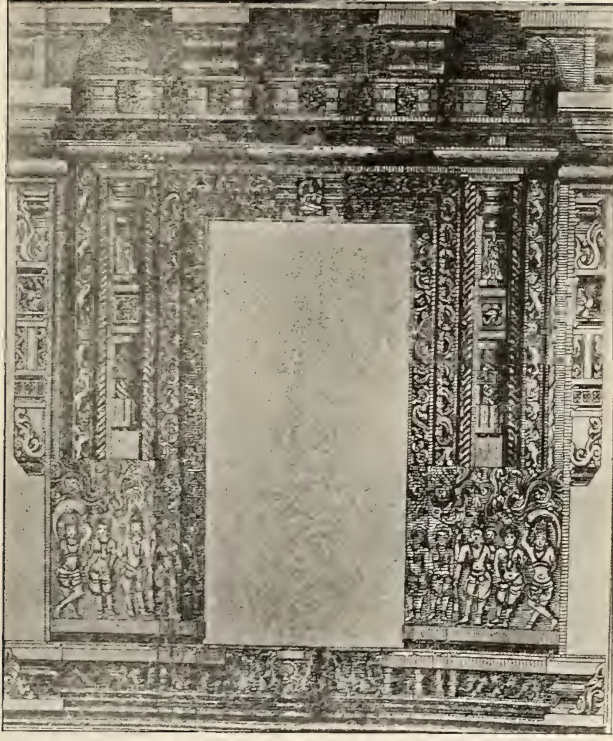
منتی ہے۔نقشہ ۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے زمینی نقشہ کا انتظام کچھہ عجیب ڈہنگ کا ہے۔دہلیز اور بروج جو تین معبدون کے اوپر ہین بالکل منہدم ہوگئے ہین۔اور اب اوسکی چہت مسطح ہے۔اسکا درمیانی دالان مربع ہے ہر ایک طرف ۳۰ فیٹ۔اس مین سولہ ستون ہین۔یعنے چارون طرف چار چار۔اس چوک کے چارون کونون پر چار ستون ہین جو ایک چبوترے پر چند انچہ زمین سے اونچے ہوئے ہین۔یہہ چارون ستون بہ نسبت دوسرے ستونون کے نہایت خوبصورت ہین۔اور انکے چارون طرف اقسام کے نقش و نگار۔اس دالان کے چارون کونون پر اور نیز عقب مین چار چہوٹے سے پیش دالان ہین اور انمین جدا جدا معبد۔اور ہر ایک معبد کو سنگ مرمر کے دروازے لگے ہوئے۔انکی تصویر نقشہ ۹ مین دیگئی ہے۔اور دروازون کے اطراف عمدہ نقش و نگار ہے۔اور انکے بیچمین ایک بیٹھی ہوئی دیبی کی تصویر ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ مندر پاربتی یا بھوانی کی پرستش کے لئے وقف کیا گیا تہا۔جو شیوا کی عورت ہے۔اس مندر کے پائے پر مثل اور دسوین صدی کے مندرون کے سنگین اور کثیرالتعداد بانے ہین۔

کاروسا

کاروسا ایک متاحص قصبہ ہے نیلنگا سے شمال و مغرب مین آٹہہ میل کے فاصلہ پر۔اوسکے قریب بہت سے غار اور چہوٹے چہوٹے مندر ہین۔لیکن پہاڑون کی شکل گول اور ناہموار ہونے کی وجہ سے ان مین عمدہ نقش و نگار نہین ہوسکا۔وہ بالکل بہدا ہے۔کوئی پاو میل کے فاصلہ پر قصبہ کے مشرق

نقشہ گیارہوان

مین۔ایک بلند پہاڑی ہے۔جسکے جنوبی کنارے پر ایک منہدم غار ہے۔جو غالباً بہت اونچا ہے۔اس پہاڑی کے رخ پر کسی قدر فاصلہ تک چوٹی کے قریب کوئی غار نہین۔

نقشہ بارہوان

نقشہ تیرہوان

نقشہ چودہوان

لیکن اوسکے بعد بڑے بڑے غارون کا سلسلہ آتا ہے – انمین سے پہلا غار ناہموار شکل کا ہے ١١ سے ١٢ فیٹ چوڑا اور ١٣ سے ١٤ فیٹ گہرا – اسکی دیوارین بالکل بانکی ٹیڑہی ہین – اسکے وسط مین ایک نہایت بہدی جین کی یا ترتنکار کی مورتی ہے – معمولی طور پر چار زانو بیٹہی ہوئی – جائے نشست سے اوسکے سر تک ٦ فیٹ ١٠ انچہ اونچی اور ایک زانو سے دوسرے زانو تک ٦ فیٹ ١ انچہ – اس سے کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر سب سے بڑا غار ہے – یہ غار ڈبل ہے اور دو منزلہ (نقشہ – ١٠ – ١١ – ١٢) اور بالکل ناہموار – ٥٠ فیٹ گہرا اور ٧٠ فیٹ چوڑا – شمالی جانب ستہ مربع ستون تہے – لیکن وہ تقریباً منہدم ہو گئے ہین – اس لیے عقب مین ایک برستشگاہ مستطیل شکل کی ہے اور درمیانی مورت کے اطراف کی مورتین شیوا سے مشابہت رکہتی ہین – جو وشنو کے سیدہے ہاتہہ کی طرف اور برہما کی بائین ہاتہہ کی طرف ہے – اوسکی جنوبی زمین جو نصف غار کی ہے – دوسری نصف زمین سے ٦ فیٹ ٥ انچہ نشیب مین ہی اور اس مین مورتین ایسی مٹ گئی ہین کہ پہچانی نہین جاتین – لیکن غالباً وہ ویسی ہی ہونگی – جیسی دوسرے نصف مین ہین – شمالی ہال کے بائین طرف کی دیوار مین اوپر کو جانے کی سیڑہیان ہین اور شمالی سیڑہیان نشیب کو لیجاتی ہین – اوسکے تین طرف تین ستون ہین اور بیچمین ایک کماندار چہت اوسکے بازو کے راستے تنگ اور پست ہین – اوسکے پیچہے ایک معبد ہے – جسکے دونون طرف دو مربع ستون ہین – ان ستونون کے رُخ پر دوارپالا کے نقش ہین (نقشہ ١٢) اوسکی دیوار مین ایک دروازہ ہے جو جنوبی دالان کو جاتا ہے – یہ دالان ٣٠ فیٹ چوڑا اور ٥٤ فیٹ لمبا ہے – اوس مین چار ستون ہین – اوسکے معبد مین تین مورتین ہین – کوئی ٥ فیٹ ٦ انچہ اونچی جنکی مورتین بالکل بگڑ گئی ہین – غالباً یہہ برہما اور شیوا اور وشنو کی ہین – دوسرا غار اس اخیر غار سے شمال مین ملا ہوا ہے اور اوس مین بہت سے چہوٹے کمرے ہین – انمین بہدی مورتین اور چہوٹے معبد ہین – اور گنیش کی اور دوسرونکی مورتین ہین جو غالباً ہری اور وشنو کی ہونگی – بڑے غار سے شمال مین پچاس قدم پر دوسرا ایک غار ہے جسکو مہادیو کا غار کہتے ہین اوسکی وسعت ٦٠ فیٹ کی اور عمق ٦٩ فیٹ کا ہے اس مین
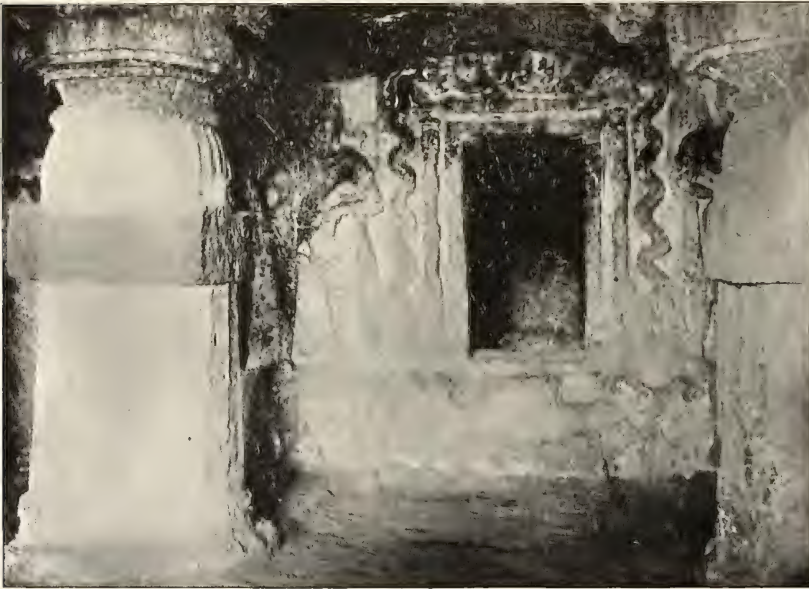
نندی پر (جو شیوا کا بیل ہے) ایک ٹوٹی ہوئی چہتری ہے (نقشہ ١٣) اس کا ہال ٦٠ فیٹ چوڑا – اور ٣٨ فیٹ اندر سے معبد کے سامنے کے کہم تک ہے – اوسکی چہت کے نیچے چہہ قطارین تین تین کہمبون کی – سامنے سے پیچہے کو گئی ہوئین ہین – سامنے کے کہمبون کو ملا کے کُل کہمبے چہبیس ہین – تمام تقریباً مربع – بجز ان چار کے جو برابر معبد کے سامنے ہین – وہ ہشت پہلو ہین اور انکے اوپر کگر – اونکے نیچے کا حصہ مخروطی شکل کا ہے – (نقشہ ١٤) معبد ١٦ فیٹ لمبا – ١١ فیٹ چوڑا اور ٨ فیٹ اونچا ہے – اوسکے سامنے کے رُخ پر دوارا پالاکی بہدی مورتین اپنے اپنے عا پر تکیہ دی ہوین ہین اسکے دروازے پر ایک تنگ کگر ہے اور دونون طرف دو پتلے سے ستون – اور باہر دو بڑے بڑے سانپ اوسکے نیچے – اور دوار پالا کے تخت مین ایک

نقشہ پانزدہون

ہاتھی ہے- جنوبی دروازے کی دونون طرف دو دو مورتین ہین ایک مرد کی اور ایک عورت کی- اور مرد لاٹھیون پر زور دیکر کہڑے ہین- اور عورتون کی خدمت مین ایک ایک بونا ہے شمالی دروازے پر ایسی ہی پاسبانون کی مورتین ہین لیکن وہان بونے نہین ہین- اور مغربی کونے مین ایک بکری کی مورت ہے (تصویر ۵ نقشہ ۱۵) اس غار کے چوطرف بڑے بڑے نقش و نگار ہین وہ ایسے خراب ہوگئے ہین کہ پہچانے نہین جاتے- جنوبی جانب بہت سے آدمیون کی تصویرین ہین- جو لاٹھیان اور تلوارین لئے ہوئے مصروف جنگ ہین اور نیچے دو ہاتھی اور بہت سے آدمی ہین- اس سے آگے بڑھکے جہان سے دیوار مڑتی ہے- دو پہلوان کشتی لڑرہے ہین- اور انکے اوپر بھی ویسی ہی دوسری تصویرین ہین جیسی نیچے ہین (تصویر ۲ نقشہ ۱۵) اونمین ایک آدمی بھاگ رہا ہے- اور دوسرا ہاتھہ مین کوڑا لئے ہوئے کہڑا ہے جیسے ایک ناگ سانپ کو جو اپنی زبان باہر نکالے ہوئے ہے- مارنا چاہتا ہو- جسکی زبان کو اس نے اپنے بائین ہاتھہ سے پکڑا ہے- اس ناگ کا سر اور سینہ انسان کا سا ہے- اوسکے دونون ہاتھہ عذر خواہی کو اٹھے ہوئے ہین- اوسکے سر پر پانچ پھن ہین اور اوسکی دم نیچے کنڈلی کئے ہوئے ہے- اوسکے بائین طرف ویسا ہی ایک دوسرا سانپ ہے- جسکے اوپر اور نیچے چھوٹی سی مورتین ہین- دوسرا مجسمہ (تصویر ۱ نقشہ ۱۵)- واراہا یا وشنو کا جنگلی سور کے سر کا- علاوہ اسکے بہت سی دوسری مورتین ان دیوارون پر ہین- مثلاً وشنو کرشنا کے اوتار مین جسکے دو بازو ہین اور گووردہن کی پہاڑی کو ورج کے گلہ پر پکڑا ہوا- جب اوسکے جنوبی دروازے مین داخل ہوتے ہین تو وہان کی دیوار پر ایک منظر ۱۳ فیٹ لمبا ہے (تصویر ۳ نقشہ ۱۵)- یہ منظر پانڈوؤنکی لڑائی کا ہے یا رام کی داستان کا یہہ صاف نہین معلوم ہوتا- پیچھے کی دیوار پر دوسرا ایک- بہت بڑا منظر ہے- (تصویر ۴)- اوسکے نیچے سات مورتین ہین انمین کی چار بہت وزن دار معلوم ہوتی ہین خواہ وہ کہم بنا رہی ہین- یا قربانی دے رہی ہے اور دوسری اونکی پاس کے نزدیک بیٹھی ہوی- کہم کے اوپر دو مورتین ہین جو آرام سے بیٹھی ہوی دیکھہ رہی ہین- اور انمین سے ایک کے پیچھے دو مرد ہین جن مین سے ایک کے ہاتھہ مین لاٹھی ہے اور ان دونون کے بیچمین ایک عورت ناچ رہی ہے- اسکے اوپر ایک آدمی سوتا ہے اوسکے پاس تین عورتین بیٹھی ہین- اور اوسکے بائنتی تین آدمی گویا کودنے کے لئے آمادہ کہڑے ہین- اسکی داہنی طرف ایک شخص ایک لمبی کمان ہاتھہ مین لئے ہوئے کہڑا ہے اور ایک عورت اپنے ہاتھہ اٹھائے ہوئے بیٹھی ہے- شمالی دیوار پر اونچے مرد اور عورتون کا مجسمہ ہے انکی صورتین بگڑی ہوی ہین- اوسکے مغربی طرف ایک چھوٹے اور ناہموار کمرے کا دروازہ ہے اور اسکی داہنی طرف ایک بڑا نقش ہے جس مین دودھ کے دریا کا مسکا بنایا جارہا ہے- یہ تصویرین ایک قصہ سے متعلق ہین جو اکثر مقامون مین مشہور ہے- اور اسکی اصل یہ ہے کہ ست جُگ مین دیوتا تمام فانی تہے اور وہ اپنے اعدا دیئتون کے ساتھہ امرت کے آرزومند تہے- جسکی وجہ سے وہ غیر فانی ہوجائین- اسلئے دونون نے آپس مین اتفاق کیا-

اور اقسام کي جڑی بوٹی اور پہل جمع کرکے انہین دودھہ کے دریا مین ڈالدیا۔اس دریا کا پاني بالکل پتلا اور نہایت چمکدار تہا اوسکے بعد نہایت مشکل سے مندرا کے پہاڑ کو ہٹا کے اوس سے اسکو گہونٹنے لگے۔اور واسوکي نامی سانپ کي رسی بنائی۔اور تمام دیوتاؤن نے جمع ہوکے اسکی دم پکڑی اور دئیتون اور داناواسون نے اسکا سر اور گردن۔اور پہر سمندر مین اوسکو متہنے لگے۔تاکہ اس سے امرت تیار ہو۔سانپ کے پہن سے جو شعلے نکل رہے تہے اُن سے داناواس جہلس گئے۔ اور اُنکی کرتی جاتی رہی۔اسکے پہنکار سے جو ابراٹہکے اسکی دم کے پاس جاتا تہا۔اوسکی ترشح سے دیوتاؤن کو تازگی ملتی تہي۔دریا کے بیچ مین۔ہری۔خود اپنی ذات سے ایک کہچہوا (کُرما) ہوکے پہاڑ کے لئے چول کا کام دے رہا تہا۔ اور وہ اسکے اطراف پہرتا تہا۔اور اسکے ساتہہ وہ دوسرے دیوتاؤن کے ہمراہ بہی دوسرے اشکال مین موجود تہا۔اور سانپون کہ بادشاہ کو چکر دینے مین مدد دیتا تہا۔اور دوسری ایک بڑی اور مہیب شکل مین پہاڑ پر بہی بیٹہا تہا۔وہ اپنی مستعدی سے سانپ کو تہامتا تہا اور دیوتاؤن کو قوت بخشتا تہا۔ایک ہزار برس تک متہنے کے بعد جب دودھہ کا دریا جم گیا اور اس سے ان دیوتاؤنکا ظہور ہوا (۱) سورابہی یعنے گائی جو دودھہ اور دہی کا پہاڑ تہی۔(۲) ورونی یا سورا یعنے شراب کي دیبی اوسکی آنکہین مخمور تہین۔جب دیوتا اوسکو لیکر گئے تو دیوتاؤن نے اوسکو چہوڑ دیا۔پہلی کو انہون نے سورا نام رکہا اور دوسری کو اسورا (۳) پاریجاتا کا جہاڑ یعنے اپنے پہولون سے دنیا کو خوشبودار کرنے والا۔(۴) آسماني اندر کی باني کي دیبیون کي فوج (۵) چاند جسکو مہادیو نے پکڑ کے اپنی ٹوپی مین رکہہ لیا تہا۔(٦) ہالا ہالا یا ہالاکوٹا۔ایک قسم کا زہر جس پر ناگون نے قبضہ کرلیا۔اور جسکو شیوانگل گیا۔(۷) دہن ونتری۔آسماني حکیم سفید لباس پہنا ہوا اور اپنے ہاتہہ مین کمنڈالو یعنے امرت کا برتن لیا ہوا۔(۸) سری خوبصورتی کي دیبی ایک کنول کے پہول پر بیٹہی ہوی۔جو ہری کي عورت ہوی (۹) اوچہے ہسراواس نامي گہوڑا جو اندر نے لیا (۱۰) کوستہوبا یعنے وہ زیور جسکو وشنو نے پہنا۔(۱۱) اروت یعنے اندر کا ہاتہی۔یہان کے نقش مین ایک تنہا دائتیا ہے۔جو واسوکي کا سر پکڑا ہوا ہے اور اوسکے پیچہے تین دوسرے ہین اور تین نزدیک کہڑے ہوئے۔ برہما اور دوسرا دیوتا۔چار ہاتہہ والا اوپر ہین اور مندارا کے پہاڑ پر جو بطور گہونٹنے کے استعمال کیا گیا تہا۔وشنو اوسکو پہرا رہا ھے۔مہادیو کے غار کے کسیقدر شمال مین ایک نامکمل کمرا ہے۔اور اس سے بارہ گز کے فاصلہ پر ایک غار ہے جسکو وہان کے لوگ لاکولا کہتے ہین۔شمالی مین اور زیادہ بلندی پر بہت سے چہوٹے غار اور مندر ہین۔لیکن وہ سب کے سب بالکل منہدم۔شمالی کنارے کے قریب بلندی پر کوئی چالیس سے زیادہ مندر ہین۔بعضے لنگا کي اور بعض وشنو کے۔کاروسا سے نو میل پر ایک علیحدہ پہاڑی ہے جس مین برہمنون کے پہاڑی مندرون کے آثار پائے جاتے ہین۔

اودگیر

اودگیر ایک قلعہ اور متحصن شہر۔بیدر کے شمال و مغرب مین چہتیس میل پرھے دہلی اور بیجاپور کے جنگونمین پہر بیجاپور کي سلطنت کا ایک نہایت مضبوط قلعہ تہا سنہ ۱٦۳۵ع مین ایک مدت کے محاصرے کے بعد وہ شاہ جہان کے سپہ سالار کے حوالہ کیا گیا۔اوسکے بعد سنہ ۱۷٦۰ع مین نظام اور مراٹہا کي فوجون مین یہان ایک سخت لڑائی ہوئی۔

کاولاس

بیدر کے شمال مین کوئی پچیس میل پر کاولاس کا قلعہ ھے۔جس ۱۵۰۰ کي آبادي ہے۔وہ ایک پہاڑی کي چوٹی پر بنا ہوا ہي۔جسکے اطراف ایک ندی جاری ہے۔یہہ ایک ناہموار مستطیل قلعہ صرف پتہر سے بنا ہوا ھے۔اس کے اطراف بروج اور فصیلین وغیرہ نہایت مضبوط ہین۔ورنگل کے راجاؤن نے بارہوین صدی مین اسکا استحکام کیا تہا۔الف خان جو بعد مین دہلی کا بادشاہ محمد تغلق ہوا سنہ ۱۳۲۳ مین اس پر قابض ہوا تہا۔جسکا ذکر کہین آگیا ہے۔اس نے دو وقت چڑہائی کي۔اور دوسرے مرتبہ بیدر اور کاولاس پر اور پہر ورنگل پر قابض ہوا۔سنہ ۱۳٦۴ع مین ورنگل کے راجہ نے کاولاس کا مطالبہ کیا۔جو اسوقت بہمنی پادشاہ محمد شاہ کے تصرف مین تہا اس نے اپنے بیٹے کے زیر حکم ایک مہم روانہ کي لیکن لڑائی مین اوسکي شکست ہوگئی۔سنہ ۱۵۴۵ مین گولکنڈے کے بادشاہ جمشید قطب شاہ نے اور اسکو مضبوط کیا۔اور پہر جب بیجاپور کے مقابلہ مین وہ احمد نگر کے پادشاہ کي مدد کو آیا ہوا تہا تو عادل شاہ نے اوسکو منہزم کرکے بہگا دیا اور وہ اسی قلعہ مین پناہ گزین ہوا

بہوج راجہ سروری

بیدر کي شمال و مشرق مین تیرہ میل پر بہوج راجہ کي سروری ہے جہان کم سے کم چار مندر ہین۔ایک کا نام اننذ نیلنگا ہے۔اوسکے رخ پر ایک دیوار ہي۔اس پر نقش ونگار ہے جس مین ناچ وغیرہ ہورہا ہے۔دروازے کي دونون طرف تین تین چہوٹے ستون ہین۔اسکا منڈپ ۲۱ فیٹ چوڑا اور ۲۲ فیٹ عمیق ہي۔اور بازو کي پرستش گاہون مین جانے کے لئے ایک چہوٹی سی دہلیز ھي۔اور اسکے پیچہے ایک پیش دالان ھي۔اس مندر کے سامنے نندی کے اوپر ایک

ہندوؤنکا مندر — میدک

شامیانہ ہي—دوسرے کا نام نارائن دیو کا مندر ہے—وہ بھی ویسا ہي ہے—اوسکے منڈپ کے نیچے چار ستون ہین اور وہ منڈپ ۱۸ فیٹ مربع ہي لیکن اوسکے اندر کي پرستش گاہون کو دہلیز نہین ہي—ان پرستش گاہون مین شنکرا اور پاربتی اور انکے بیل کي مورتین ہین اور بڑی پرستش گاہ مین ایک لنگ ہے—اوسکے اندر کي دیوار مین گو کہلے ہین مگر گنپتی اور مہی شاسوری کي مورتون کے جو انکے اوپر کندہ ہین—

اوسکي چھت وغیرہ بالکل ٹوٹ گئی ہے—یہہ دونون مندر بارہوین صدی کے دوسرے نصف حصہ کے ہین—غالباً لنگائیت کے عروج سے پہلے کے—تیسرے مندر کا نام مالیکار جوناس ہے—اسکا منڈپ ۱۸ فیٹ لمبا اور ۱۵ فیٹ چوڑا ہي اس مین ایک چھوٹا سا معبد ہي—جس پر ایک مینار کے آثار باقی ہین جو بالکل منہدم ہوگیا ہي—چوتھا مندر تو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا ہے

—⁂—

ایپل گانون

ایپل گانو مین جو سروری سے شمال و مغرب مین سات میل پرہي—ایک منہدم مندر ہے اور وہ ہوبہو ویسا ہي ہی جیسا سروری مین انندپال کا مندر ہے—اوسکو سیڑھیان لگي ہوی ہین—اونکے بازو کے پتھرون مین بھی ویسي ہی مورتین ہین جیسے نقشہ ۱۱—اور تصویر ۱—۲ مین دکھلائی گئي ہین—اس مندر کے سامنے ایک شامیانہ ہے—لیکن وہ اب منہدم ہوگیا ہے—اوسکے نزدیک جو گنیش باری ہے اس مین بھی ویسا ہی ایک مندر ہی

—⁂—

مالیگانون

مالیگانون جو ضلع بیدر مین شہر بیدر سے کوئی ساٹھ میل پر شمال و مغرب مین واقع ہے اپنے سالانہ گھوڑونکے میلہ کے لئے مشہور ہے جو حسب معمول نومبر یا ڈسمبر مین ہوتا ہي—اس میلہ مین کوئی چار ہزار گھوڑے اور ٹٹو معرض فروخت مین آتے ہین جنکی قیمت پچاس روپیہ لگا کے ایک ہزار روپیہ تک ہوتی ہے یہہ میلا اخیر صدی کي ابتدا مین شروع ہوا—لیکن پچاس برس کے پیشتر وہ بالکل موقوف ہوگیا تھا اوسکی وجہ یہہ تھی کہ جانورون کي درآمد و برآمد پر ایک بھاری محصول لگایا گیا تھا—سرسالار جنگ اول نے بعد مین یہہ محصول اٹھا دیا اور اس وقت سے اتک یہہ میلا ترقی پر ہے—اور ہر جانورونکي تعداد بڑھتی جاتی ہے جو فروخت کے لئے لائے جاتے ہین

—⁂—

میدک

میدک ضلع میدک کا بڑا شہر ہے اور بیدر سے شمال و مشرق مین کوئی پچاس میل پر واقع—یہ شہر ایک مستحکم متحصن پہاڑی کي شمالی اور جنوبی جوانب مین بنا ہوا ہے—یہان کے قلعون کي جو اب بالکل خراب ہوگئے ہین دو فصیلین ہین—ایک اوسکی بنیاد کے

ہندوؤنکا مندر- میدک

اطراف ہے اور دوسري پہاڑکي چوٹي کو گھیرے ہوئے-کہا جاتا ہے کہ ابتدا مین ورنگل کے راجاؤن نے یہان قلعے بنائے تہے-لیکن بعد مین بہمنی بادشاہون نے اوسکو چھین لیا-

---

اندور

بیدر سے شمال و مغرب مین ستر میل پر اور ورنگل سے شمال و مغرب مین ایک سو بارہ میل پر اندور کا شہر ہے-جو ضلع اندور کا بڑا شہر ہے-اسکے جنوب و مغرب مین ایک نہایت دلچسپ پہاڑی ہے جسپر ایک مضبوط مندر کے جو رام لکشمن اور شیوا کے نام پر وقف کیا گیا تہا ابتک آثار باقی ہین-اس مندر کو اور نیز اس تالاب کو جو پہاڑی کے جنوب مین واقع ہے رگوناتھ داس نے بنایا تہا-اس مندر مین جو مورتین تہین وہ سرنابلی کو اور پہر وہان سے اندل وائے کو جو اسکے قریب ہے منتقل کي گئین-اور اس مکان مین اب پیمایش کے سوپرنٹنڈنٹ کا دفتر ہے-اندور سے دس میل پر ایک اچہا اور بڑا تالاب ہے-جسکو منجیپا کا تالاب کہتے ہین اور جنوب و مشرق مین اسقدر فاصلہ پر دیچ پلی کا قصبہ ہے-جہان ڈریوڈین طرز کا ایک قدیم اور منہدم شوالا ہے-جو فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے-اس مین ایک پرستش گاہ ایک دالان اور ایک دہلیز ہے اور پرستش گاہ کے اطراف ایک کشادہ پردکشنا ہے-جس مین چھوٹے چھوٹے ستون ہین-اور انپر شبر کي تصویرین بنی ہوئی ہین-جیسی کہ اکثر اس قسم کي عمارتون مین ہوا کرتی ہین-یہ شوالا وشنو کا ہے-

بالکنڈا

اندور کے شمال و مشرق مین چالیس میل کے فاصلہ پر بالکنڈے کا چھوٹاسا شہر ہے-پہاڑیون کي چوٹیون پر حفاظت و نگہباني کے بروج بنے ہوے ہین اور شہر سے کسیقدر فاصلہ پر ایک منہدم قلعہ ہے جسکے بڑے اور قدیم پہاٹک ابتک رانکو بند ہوتے ہین-اور وہان عربون کا پہرا رہتا ہے-

---

نرمل

یہ ایک مضبوط شہر-گوداوری کي شمال مین پالکنڈے سے اٹہارہ میل پر ہے-اور قابل تصویر مقامون مین شمار کیا جاتا ہے-نرمل سکندرآباد اور ناگپور کي قدیم سڑک پر حیدرآباد سے ۱۲۷ میل اور ناگپور سے ۱۵٦ میل پر واقع ہے اوسکے اطراف کے ملک مین پہاڑیون پر بہت سے قلعے ہین-یہ شہر اصل مین ایک چھوٹے سے لیکن با اقتدار راجہ کا حصن حصین تہا-جو گولکنڈے کے بادشاہون کا باجگذار تہا-اور اوسکے بعد نظام کے ماتحت ہوا-سنہ ۱۷۵۲ع مین اس نے سرکشی کرکے نظام صلابت جنگ پر اسوقت حملہ کیا جبکہ وہ موسیو بوسی کے ساتہہ اورنگ آباد سے گولکنڈے جارہے تہے-اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لڑائی مین جو نرمل کے قریب ہوی مارا گیا-شہر کے بیچمین ایک اونچی اور بڑی پہاڑی کي چوٹی نکلی ہوئی ہے جو اسکے ہمسایہ مین واقع ہے-اس مین جو قابل دید چیز ہے وہ یہ کہ اسکے اطراف کے قلعے یوروپین وضع کے ہین جو فرنچ افسرون نے بنائے تہے-یہ قلعے مضبوط پتہر اور اینٹ کے ہین اور اچھي طرحسے محفوظ-

مندر یمول وڑہ - الگندل

دروازۂ قلعہ جگتیال

الگندل

الگندل

ضلع الگندل کا بڑا شہر ہے بیدر سے شمال مشرق میں ایک سو چالیس میل پر اور ورنگل سے شمال و مغرب میں بیالیس میل پر واقع ہے - یہان ایک قلعہ ہے جسکے برج ۲۰۰ فٹ اونچے ہین - اور انکے اطراف فصیلین اور گڑھیان فاصلہ فاصلہ سے بنی ہوئی ہین - پہاڑ کے درمیان ایک عمودی چٹان ہے - جسکی چوٹی پر ایک خوبصورت مسجد ویسی ہی ہے جیسے حیدر آباد مین قطب شاہی مسجدیں ہین - لیکن وہ کہین کہین خراب ہو گئی ہے - پہاڑ کی نصف بلندی پر نرسنہا سوامی کا ایک قدیم کہدا ہوا مندر ہے اور قلعہ کے نزدیک ایک عیدگاہ ہے جس مین دو بلند منار ہین - اسکے قریب بہت مقبرے ہین - اس شہر مین ۲۵۰۰ کی آبادی ہے - جنرل کننگہم کی راے ہے - (قدیم جغرافیہ ہندوستان - صفحہ ۵۲۸) کہ الگندل کسی زمانہ مین تلنگانہ کا پائیے تخت تھا -

مندر رانگنور - الگندل

قلعۂ جگتیال ـ الگنڈل

یمرل وارد مندر

قلعہ ـ الگنڈل

نظارہ قلعۂ جگتیال ـ الگنڈل

عید گاہ ـ الگنڈل

الگنل
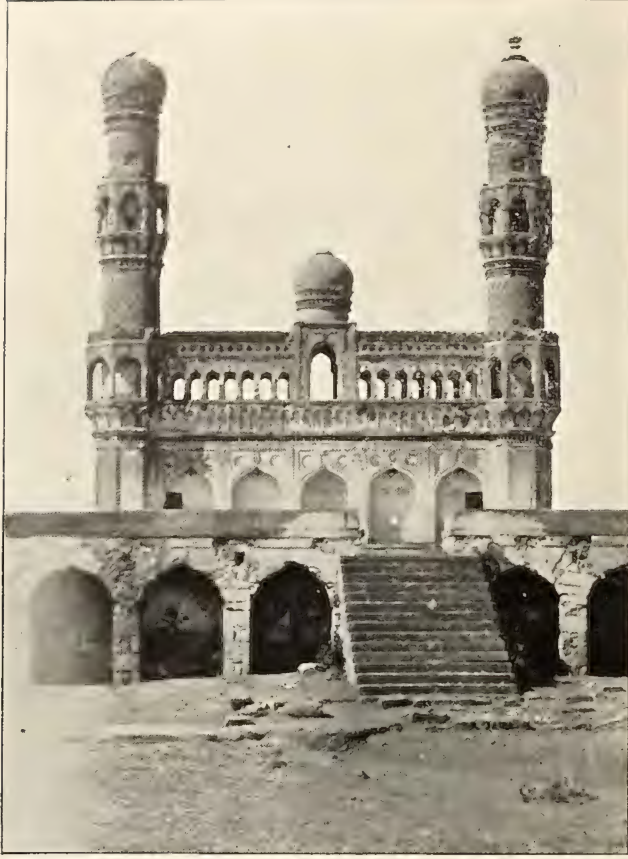
یہ ایک مضبوط پہاڑی کا نام ہے جو الگنڈل سے بارہ میل پر واقع ہے ـ اس کا قلعہ جو اطراف کی سطح زمین سے ٦٩٠ فٹ اور سطح سمندر سے ١٧٠١ فیٹ اونچا ہے ورنگل کے راجاؤن مین سے ایک نے جس کا نام مولونگ تھا اور جسکی نسل ایک مدت سے قطع ہوگئی بنایا ہوا ہے ـ پہلے پہل گولکنڈے کے قطب شاہی بادشاہون مین سے پہلے بادشاہ نے سنہ ١٥٠٧ع مین ہندوؤن سے اوسکو چھین لیا تھا ـ لیکن اس سے بہت آگے سنہ ١٣٠٩ع مین بادشاہ دہلی علاؤالدین کے جنرل ملک کافور نے ورنگل کے راجہ ردرا دیو کو جب اسکے پائیے تخت مین محصور کردیا تھا ـ تو اسوقت یہ قلعہ مسلمانون کے قبض و تصرف مین آگیا تھا ـ وہ ورنگل سے صرف ایکیس میل پر واقع ہے ـ اوسکے جنوب مین اور ایک پہاڑی اور مغرب مین بہت سے ٹیلے ہین جو اوسکی چوتھائی سے زیادہ بلند نہین ـ اوسکی گھاٹیان تمام پتھر مین کھدی ہوئی ہین ـ اسکا مغربی رخ دوسو فیٹ اونچی چٹان سے محدود ہے جسکے کنارے پر ایک متصل سلسلہ کنگرون کے ہے اور اوس کے قریب میٹھے پانی کے بہت سے چشمے ہین ـ اوسکے نیچے اور یک خندق ہے جو مشرق و شمال تک آئی ہوئی ہے ـ اور یہین پر قلعہ کا دروازہ ہے ـ مشرقی جانب مین ایک ہی راستہ ہے جہان سے قلعہ پر حملہ ہوسکتا ہے اس لئے اس راستہ کو نہایت مضبوط کیا گیا ہے ـ یہ قلعہ اب پیشکار کی جاگیر مین ہے ـ
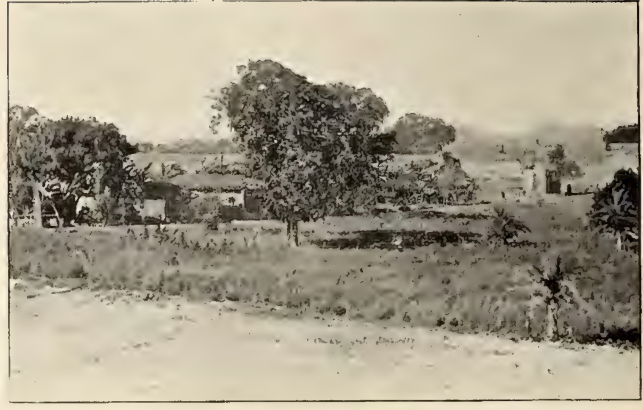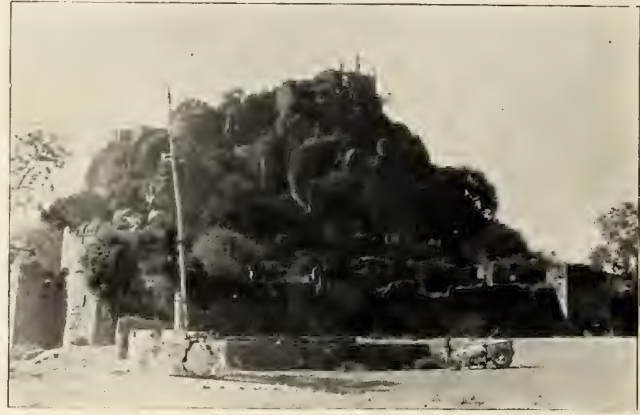
ضلعہ ورنگل

شہر ورنگل

ورنگل کا قدیم شہر جو شہر حیدرآباد کی شمال و مشرق میں ۸۷ میل کے فاصلہ پر ہز ہائینس نظام کی ضمانتی ریلوے پر واقع ہے — وہ ضلعۂ ورنگل کا پائے تخت اور اس کا خاص شہر ہے — اس ضلع کی آبادی سنہ ۱۸۹۱ع کی مردم شماری کے مطابق حسب ذیل تھی — ورنگل ۸۵۳،۱۲۹ نلگنڈا ۶۱۷ ۶۲۴ اور محبوب نگر ۶۴۹ ۶۷۴ جملہ ۲۹۵ ۲،۱۵۲ شہر ورنگل سطح سمندر سے ۱۰۵۰ فیٹ کی بلندی اور اس جھرنے پر واقع ہے جو دریائے گوداوری اور کرشنا کے کند کو بہاو کے نیچے کے حصہ میں جدا کرتا ہے — طرف کا ملک نہایت خوش منظر ہے اس میں چڑہاو اوتار کے میدان میں جن میں جہاں تہاں نوکدار چٹانیں کہیں کہیں سنگین ٹیلے اور کہیں کہیں سیہوں سے جدا پڑی ہوی ٹیکریاں ہیں — جنکی طرح یہ ہے کہ پہر کہیں کہیں ہندؤں کے مندر گویا ان کو ٹوپی پہنائے ہوئے ہیں — کسی زمانہ میں کریم آباد جو ایک میل پر مغرب میں اور مٹوارا جو ایک میل پر ورنگل کے شمال و مغرب میں واقع ہے — اس کے دو مخصوص نواح تھے — از روے صنعت و حرفت یہ شہر بہ نسبت غالیچوں کے — جو روئی اور ان کی آمیزش سے بُنے جاتے ہیں — مشہور و معروف ہے — یہ غالیچہ بافی کا کام ایک مسلمانوں کی آبادی ہے کہ کیا کرتی ہے — جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ ان مغلوں کی اولاد میں ہیں جو مسلمانوں کے حملہ آور لشکر کے ساتھہ ورنگل آئے ہوئے تھے — ان بُننے والوں میں سے اکثر لوگ اب مٹوارا میں رہتے ہیں — پٹکاریوں یا ریشم بُننے والوں کی بھی ایک آبادی ہے کہ وہ بھی مٹوارا میں ہی — اور یہ لوگ خالص ریشم اور تسر کے کپڑے بُنتے ہیں — کچا ریشم بکمال تعلقہ کے جنگلوں میں کرم پیلا کے خول سے حاصل کیا جاتا ہے — جب سے ریلوے جاری ہوی ہے مٹوارا بھی ایک تجارت گاہ ہوگئی ہے جس میں عمدہ چوڑے راستے اور گاتہک وضع کی عمدہ عمدہ عمارتیں اور دکانیں ہیں — نیا بازار جو ریلوے اسٹیشن سے مٹوارا کے قلعہ تک گیا ہوا ہے اسے جتیسرجنگ کہتے ہیں — اس کا یہ نام نواب جتیسرجنگ بہادر کے نام پر سے رکھا گیا ہے

حیدرآباد دروازہ — ورنگل

فتح دروازہ — ورنگل

جو اس ضلع کے صوبیدار تھے۔اس دس سال کے عرصہ مین متوارا کي آبادی بھی قریب قریب دُگنی ہوگئی ہے۔

ورنگل ہندو سلطنت تلنگانہ کا قدیم پائے تخت ہے۔یہ سلطنت نارابتی اندھارا نے سنہ ۱۰۶۷ع مین قایم کي تھی۔ اور یہ اندھارا کا قدیم پائے تخت مانا جاتا ہے جو قبل ۱۸ سال سنہ عیسویہ کے قایم کیا گیا تھا۔مگر اس سلطنت کا حال سنہ ۱۳۰۳ کے پیشتر کا کچھہ معلوم نہین۔لیکن اس سال دہلی کے پادشاہ سلطان علاؤالدین نے کہ جسکی سلطنت سنہ ۱۲۹۵ سئی سنہ ۱۳۱۵ تک رہي اپنے خواجہ سرا غلام ملک کافور کو ایک لشکر جرار کے ساتھہ بنگالے کے درمیان سے ورنگل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔لیکن وہ فتح دایمی کرنے مین کامیاب نہوا۔اس کے لشکر کو نہایت تکلیف کے ساتھہ واپس ہٹنا پڑا۔اس جاے کو شاہی فوج نے ماتحت ملک کافور کے پھر محاصرہ کرکے لے لیا۔ اور راجہ کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ سنہ ۱۳۲۱ع مین اس پر پھر لشکر کشی کي گئی اور مدتۂ قلیل کے محاصرہ کے بعد راجہ اور اس کے خاندان اور کئی ایک درباری ملازمون اور نوکرون چاکرون کو جو مجبوراً مطیع ہوگئے تھے قیدی بناکر دہلی بھیجدیا گیا۔

پرتاب رُدرا۔یا بقول مسلمان مورخون کے لادر دیو کو بعد مین سلطنت واپس دیگئی لیکن وہ سنہ ۱۳۴۱ع مین مرگیا۔اس کے چند سال بعد اس سلطنت کا مشرقی حصہ گجپتیون یا صاحبان فیلان کے ہاتھہ لگا (جو آریسہ کے راجاؤن کا نام ہے) ورنگل کے راجا نرپتیون کے نام سے مشہور تھے۔یعنے صاحبان مردمان۔ہندو راجاؤن نے

سنہ ۱۳۴۷ع مین مسلمانون کے ساتھہ ملکر سلطان محمد تغلق کا مقابلہ کیا آخر انہون نے دہلی کے بادشاہون کو خراج دینے کے عوض مین جیسا کہ پیشتر دیا کرتے تھے بہمنی بادشاہون کو خراج دینا منظور کرلیا۔سنہ ۱۳۷۱ع مین گلبرگہ کے دوسرے بہمنی پادشاہ نے ورنگل کے لشکر کو شکست دی اور اس کے باعث گولکنڈہ ان کے ہاتھہ سے گیا اس لڑائی کا احوال ضلعہ گلبرگہ کے باب مین مرقوم ہے۔ سنہ ۱۵۲۸ مین راجاے ورنگل نے اپنا ملک جو اس سے چھین لیا گیا تھا پھر دینے کا مطالبہ کیا۔اس پر سے جنگ ہوی راجانے شکست پائی اور اس کا لڑکا مارا گیا۔ یہ فتح کامل تھی۔اور بہت سا غنیمت کا مال بہمنی بادشاہ کے ہاتھہ آیا۔سنہ ۱۵۴۳ مین شہر ہندو سلطنت کو سلطان قلي قطب شاہ نے جو خاندان قطب شاہي کے بانی تھے اپنے ممالک مفتوحہ مین داخل کرکے گولکنڈہ کو اپنا پاے تخت قرار دیا۔

شہر ورنگل کے دونون کنارون پر دو مضبوط کمانین نواب فرامرز جنگ بہادر کي بنوائی ہوی ہین۔ جو پیشتر وہان کے تعلقدار تھے۔نزدیک مین جو باغ واقع ہے وہ بھی انہین کا ترتیب دیا ہوا ہے۔شہر کے بیچ مین عبدالغنی شاہ کي قبر ہے۔

اندرونی مغربی دروازہ قلعۂ ورنگل

قلعۂ ورنگل

قدیم قلعۂ ورنگل شہر سے قریب چہہ میل کے فاصلہ پر جنوب مین واقع ہے۔اور ہنم کونڈے سے جنوب و مشرق مین قریب چار میل کے۔وہ قدیم پای تخت کي جگہہ پر آباد ہوا ہے۔اطراف اس کے دو دیوارین ہین۔اندرونی

دیوار پتھر کی ہے اور بیرونی دیوار مٹی کی۔ علاوہ اس کے تیسری دیوار کے بھی کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہین۔ درونی دیوار کے باب مین مسٹر کاوزنس اپنے سنہ ۹۵-۱۸۹۴ کے مغربی ہندوستان کی تعمیرات کے رپورٹ مین لکھتے ہین ”لیکن باہر کی دیوار کے باب مین جن کی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اس وقت اور انہین چاتھون (چٹانون) سے بنائی گئی ہے۔ مجھے بہت شک ہے کیون کہ اس کا دروازہ یقیناً اسلامی طرز کا ہے بلکہ مین تمام دیوار کو بھی اسلامی طرز ہی کی دیوار کہونگا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک قدیم مندر جس کو ”لانجا گودی“ کہتے ہین اس دیوار کے نیچے ایک مقام پر بالکل دباہوا ہے۔ تیسری دیوار کے کہ جسکا گھیرا قریب ۳۰ میل کے تھا۔ وجود کا ثبوت بھی بلاشک موجود ہے۔ اس کے دروازون کے نشان کئی مقامون پر دکھلائی دیتے ہین۔ تھاپور اور نرسی مالی گودم۔ گاؤن کے درمیان جو ہنم کنڈے سے جنوب مین چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہین ایک دروازے کا کھنڈر موجود ہے جسکی دہلیز کا پتھر انیس ۱۹ فیٹ لمبا ہے۔

قلعہ کی اندرونی پتھر کی دیوار کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ تیرھوین صدی مین شروع کی گئی تھی اور وہ بلاشک ہندو الاصل ہے اگرچہ اسکے اوپر کا حصہ مسلمانون نے زیادہ کیا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکو راجہ گنپتی رودرا دیو نے جسکی سلطنت سنہ ۱۱۹۰ سے سنہ ۱۲۵۸ تک رہی اور جس نے متعدد مندر۔ تالاب اور گاؤن تعمیر کرکے ان کا نام اپنے نام پر سے گنپور نام رکھا تھا شروع کیا تھا لیکن اسکی تکمیل اسکی بیوہ عورت رودرا ما دیوی نے کی۔ جنسے اس کے بعد اسکی جانشین ہو کر نہایت مستعدی سے ۳۸ سال تک سلطنت کی۔ اس دیوار کو پیدا کوٹ کہتے ہین۔ اور اسکو باہر کی مٹی کی دیوار سے جس کا نام بھومی کوٹ ہے اور جو ۷۰ فیٹ بلند ہے محصور کرلیا۔ اسکے دروازے ہین ایک بندر دروازہ مشرق کی طرف اور دوسرا حیدرآباد دروازہ مغرب کی طرف اور ایک گہری خندق سے پھر قلعہ گھرا ہوا ہے۔ اس پتھر کی دیوار نے قلعہ کو یک سیلہ ناگارام کا نام دیا جسکے معنے تیملی زبان مین اور وکل ہوتے ہین اور عام خیال یہی ہے کہ ورنگل اسی پر سے مشتق ہے۔ یہ دیوار بڑے بڑے پتھرون سے بنی ہوی ہے اور اس کے چار دروازے ہین۔ لیکن شمالی اور جنوبی دروازے اب بند کردئے گئے ہین۔ دوسرے دو دروازون پر قدیم سنسکرت اور تیلوگو زبان مین کتبے کندہ ہین۔ اس پتھر کی دیوار مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہت سے برج بنے ہوے ہین۔ جن کا اوپر کا سرا بہت چوڑا ہے۔ رودرا ما دیوی سنہ ۱۲۹۶ع مین مرگئی اور اسکی جانے پر اسکا پوتا پرتاپ رودرا دیو کم سنی مین تخت نشین ہوا۔ جو کاکتیہ خاندان کا اخیر راجا تھا پتھر کے متعدد کھمبے ۳ سے ۳۵ فیٹ بلندی کے کہ جنپر سنسکرت کتبے کندہ ہین اکثر مقامات مین پائے جاتے ہین۔ علاوہ اس کے مہادیو کے مندر کے مقابلہ مین جو نصف زمین مین گڑا ہوا ہے۔ تین نہایت خوبصورت پتھر کے سانڈھ بھی ہین۔ قلعہ کی وسط مین چار کیرتی ستنبھہ یعنے فتح کے دروازے ہین جو مرکز کے چارون کونون پر واقع ہین۔ اور جن کے بیچ مین کسی وقت پر ایک بہت بڑا مندر کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اب اسکی کوئی علامت باقی نہین رہی۔ یہ دروازے سخت ہرے پتھر کے تراشے ہوئے ہین۔ اور عمدہ طور پر اب تک محفوظ ہین۔ پتھر مین جو تصویرین کندہ ہین انکا خاکہ

آدھا گڑا ہوا نندہ — ورنگل

اب تک بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہنگام کندگی تھا حالانکہ آج وہ قریب دو ہزار برس سے وہان موجود ہین — یہ ممالک متوسطہ کے بڑے ٹوپ یا مقبرے کے پشتے کے چار دروازون کي وضع پر ہے — جو سنہ ۲۰—۱۰ ع کے درمیان ستکرنی خاندان کے راجانے جو پائٹن مین سلطنت کرتا تھا۔ بنائے تھے — صرف اس مندر کا جنوب و مغربی کونا باقی رہگیا ہے — اور یہان اونچے کھمبن اور دروازے کے پٹاو کا مجموعہ کھڑا ہوا ہے — ان مین سے ایک نہایت ہی عمدہ دستکاری کا نمونہ ہے اور دروازے اس بات کي شہادت دیتے ہین کہ خود مندر نہایت عمدہ عمارت ہوگی — بلکہ شاید ان مندرون سے بھی بہتر کہ جو حال کے زمانے والون کے پاس باقی رہگئے ہین — لیکن اس رودرا مال کے مندر سے جو گجرات کے شمال مین سیدپور مین ہے نمبر دوم مین ہے — قلعہ کي دیوارون اور مکانون پر بہت سے بڑے تراشیدہ پتھر کے ہاتھین اور کتبون وغیرہ کے پائے جاتے ہین — جو غالباً اسی مندر سے لئے گئے ہین — جنوبی دروازے کے نزدیک کئی ایک عمارتون کے کھنڈر بڑے بڑے ہین جو لشکری محکمہ کا ذخیرہ رکھنے کے کام مین آتی تھین — اور وہان ایک اور بھی عمارت مغربی دروازے کے قریب ہے جو ورنگل کے فاتح اول شتاب خان نے بنوائی تھی — شمالی دروازے کے قریب ایک اور عمارت ہے جس کے نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ اصل مین وہ باروت کا مخزن تھا —
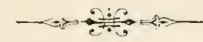
ذکر ہنمکونڈا کا اور اس مندر کا جس کے ہزار ستون ہین

ہنمکونڈا یا جیسا کہ اسے اپرپالی کے کتبون مین انمکونڈا لکھا گیا ہے کہتے ہین کہ زمان سابق مین ریاست ورنگل کا پائے تخت تھا — حیدرآباد کے مشرق و شمال و مشرق مین یہ مندر بیاسي (۸۲) میل کے اور ورنگل کے جنوب و مغرب مین چار میل کے فاصلہ پر واقع — اسکی بلندی سطح دریا سے کوئی ۱۰۵۰ فیٹ ہے اور اسکی آبادی کوئی دس ہزار (۱۰۰۰۰) کي — ضلع ورنگل کے صوبہ دار تعلق دار درجۂ اول قسمت اور ضلع کے انجنیرون اور خاص افسرونکا صدر مقام ہے — جب سے ریلوے کي آمد و رفت شروع ہوی ہے اس قریہ کي وقعت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے — وہان ایک پوسٹ کا محکمہ ایک میونسپالٹی اور عمدہ چھوٹاسا کلیسا ھے ایک ملکی دواخانہ ایک دارالشفا اور ایک قیدخانہ (جہان شطرنجیان اور تولیہ وغیرہ بُنے جاتے ہین —) عمارات خاص وعام ہرطرف بنتی جاتی ہین — ایک باغ عام بنایا گیا ہے جسکی دیوارین تمام منقش ہین — بہت برسون کے آگے ایک بڑا حصہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا وہان رہتا تھا — اس کے افسرون کے بنگلے ابتک موجود ہین مگر وہان اندنون کل بیس انگریز ہین —

ہنمکونڈا بڑا مرکز تجارت ہے — اور حیدرآباد کے ساتھہ اور مشرقی ساحل پر اسکی تجارت بہت جاری ہے — خاص اشیاء تجارت جو وہان سے اور مقامون کو جاتي ہین یہ ہین — قالین — کپڑا — اناج — تل — روئي — سن — چمڑے — ساگوان وغیرہ وغیرہ — یہان مسلمانون کے چند قبائل رہتے ہین جن کے آباو اجداد کي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایران سے آئے تھے — یہ لوگ فولادی ہتیار مثلاً کٹار تلوار بھالون کے پھل اور ہاتھی دانت کے مضبوط دستہ دار چاقو تیار کرتے ہین — موپاورم کے پہاڑ مین جو تقریباً یہان سے پندرہ میل دور ہے لوہےکی کان ملی ہے جہان ابتک نشان ان بھٹیون کا پایا جاتا ہے جو مدتون تک دمشقی مشہور فولادی پھلون کے بنانے مین کام آتے تھے — ہنمکنڈی مین بہت سے مفید آثار قدیم پائے جاتے ہین جن مین قابل دید ہزار ستون کا بڑا مندر ہے — یہ مندر جو قریہ کے وسط مین واقع ہے — ریاست حیدرآباد کے عمدہ ترین قدیم عمارتون مین ہے — اسکی دلچسپی اور بھی اس لئے زیادہ ہوگئی ہے کہ اسکی تاریخ و سنہ بھی اسپر کندہ ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ اسکا تعلق خاندان ہنمکونڈا سی ہے جس مین رودر دیو سنہ ۱۱۶۲ ع مین فرمانروا تھا — یہ مندر چالوکین وضع کا بنا ہوا ہے لیکن بد قسمتی سے ہرگز اختتام کو نہ پہنچا — اس کے تین حصے ہین اور وہ کل ایک سطح پر زمین سے کوئی تین فیٹ اونچا بنا ہوا ہے — حصہ اول مین خاص مندر اور تین عبادت گاہین ہین — اس کے بعد گنبد نندی کا نمبر آتا ہے اور اس کے بعد وہ بڑا وسیع ستونی دالان — اس مندر کے دیوستھان مین تین الگ الگ بڑے وسیع مکانات ہین اور ان کے روبرو ایک ایوان کوئی تین سو ستونکا قائم ہے — اس ایوان پر چڑھنے کے لئے ایک زینہ چہہ سنگین پڑیونکا ہے جسکی نیچے کي پیڑھی کامل سولہ فیٹ لمبي پتھر کي سلی کي ھے — نیچے کي پیڑھي کے بائین طرف پتھر کا ایک چھوٹا ہاتھی تراشا ہوا ھے — دروازون کے پٹاؤ اور جانبین پر جن مین سے جدا جدا کمرونکو جایا جاتا ھے نہایت خوبصورت تصویرین ابھرے نقش و نگار کي کندہ ہین لیکن بازوؤن کي تصویرین زنانی ہین — دالان اس مندر کا عمدہ منقش ستونونپر کھڑا ھے جن مین سے ایک پر قدیم تیلوگو زبان مین ایک مختصر عبارت کندہ ھے اور دیوارونپر ایک اور کندہ قدیم تیلوگو زبان مین ھے — ایک چکنا کالا پتھر اس مندر کے دروازہ کے قریب نصب ھے جسپر اسیطرح کے حروف کندہ ہین جنکا ترجمہ آگے مرقوم ھے — نندی کا شامیانہ گرگیا ھے مگر وہ خوبصورت بیل جو سنگ موسلي کا بنا ھے بے نقصان ھے — وہ بڑا وسیع دالان

نظارہ ہزار ستونی مندر - ہنمکنڈہ

جو اس مندر کے مقابل میں ہے ستارہ نما وضع کا ہے جسکے چار دروازے ہیں جو قریباً دو سو ستونونپر قائم ہیں — لیکن یہ ستون اتنے بڑے نہیں ہیں جتنے کہ اندر کے ہیں — بہر حال یہ مندر نہایت عظیم الشان ہے اور فن معماریکا ایک عمدہ نمونہ —

مسٹر کوزنس اس مندر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ظاہراً یہ عمارت دو زمانوں میں بنی ہوی معلوم ہوتی ہے — بڑا حصہ جس میں تین دیوستھان اور ایک دالان ہے وہ اسوقت کا بنا ہے جبکہ یہ کتبے لگائے گئے — لیکن اس کی بہتر نقدی کا شامیانہ اور وہ جدا ستونی دالان قریب کے بنے ہوئے ہیں — غالباً — لنگا لوگوں کے عروج کے بعد کے معلوم ہوتے ہیں — ہمارے نزدیک یہ بات یقینی ہے کہ یہ مندر پہلے شیوا وشنو اور برہما کے نام پر وقف کیا گیا تھا کیونکہ اسکے بہت سے شواہد وہاں موجود ہیں — اب صرف شیوا کی علامت یعنی لنگا کی مورت باقی رہگئی ہے — یہ مورت مغرب کے جانب میں اون دیوستھانون میں ہے جو ندی کے منہدم شامیانہ کے مقابل میں ہے — وہ دیوستھان جو شامیانہ کے مقابل ہے بڑا اور خاص معبد ہے — اس میں ایک چھوٹا سا بے نود و باش سا لنگا ہے جو کچھ مٹی کی گری ہوی ڈھیر کے سہارے کھڑا ہے — مجھے یقین ہے کہ اس دیوستھان میں وشنو کی مورت تھی — اسکے برآمدے کے دروازہ پر کئی مورتون کا مجمع ہے جو وشنو کے اوتار نرسنہہ را کے معلوم ہوتے ہیں — اور مغربی دیوستھان پر شیوا کے تانڈو کی مورت ہے — مجھے ان مورتون پر جو مشرقی دیوستھان کے باہر کے کمرے میں اندرا اور اس کے ہاتھی کی ہیں شک گذرتا ہے — اس دیوستھان میں پچھلی دیوار کے مقابل ایک سا لنگا ہے جسکے سر پر دو نقش یا ایک اوپر کی مورتی کے تھامنے کے لئے بنے ہوئے ہیں جنکا سایا بت کی بیٹھک پر پڑتا ہے اور وہان دیوار سے ایک چھتری باہر نکلی ہوی ہے — یہ بڑے درمیانی دیوستھان میں موجود ہے جس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی ایک مورت دیوار کے مقابل میں تھی لیکن لنگا کی نہیں جسے ہمیشہ مندر کے وسط میں نصب کرتے ہیں — مشرقی دیوستھان میں یہ چھتری نہیں کیونکہ اس میں ایک بڑا لنگا ہے جو اصلی ہے اس صورت میں اس بیل کے لئے مناسب جگہ دیوستھان کے سامنے تھی — اور اس لئے اسے دالان کے بیچ میں رکھا ہے جو بڑے بیل کی جائے سے زاویہ قائمہ پر مندر کے باہر اس سایبان کے قریب رکھا گیا ہے جو بیچ کے دیوستھان کے مقابلہ میں واقع ہے جہان تعمیرات کی زیادتی کے وقت ایک لنگا تھا — اس سے چھوٹا جو مندر کے اندر مغربی دیوستھان کے لنگا کے سامنے تھا وہ اب منہدم شامیانہ کے ایک طرف ٹوٹا ہوا پڑا ہے — مندر میں ایک کتبہ ہے جو سنہ ۱۱٦۲ میں سری رود را کے عہد سلطنت میں لکھا گیا تھا — یہ عمارت ہے —

ستون مع نقش — ہزار ستونی مندر

"شاعر" — اس بانی کے کام پر خدا کی رحمت ہو! شہر ہنمکنڈا لمبائی میں ۲۲۰۰۰۰ بل ہے اسکا حساب یون ہے — یعنی یوجن یا ۸۰۰ مائل کی مساوت ایک

دیش کے برابر هے اور ۸۰۰۰۰ میل ایک منڈل کے برابر ہین جو ۳۲۰۰۰۰ میل کا هے۔خاندان ہنمکونڈا کي یہ ریاست هے جو مہادیو کي پرستش کرتا هے اور اس کو اپنی زندگي کي زیب و زینت جانتا هے۔کاتیا کے خاندان کے راجا رڈرا دیو کي حکومت کو روز افزون ترقي ہو اور تا قیام دنیا اسکي سلطنت باقي رهے۔اسکي عہد سلطنت کا یہ حال هے جب اس نے سنہ ۱۰۸۴ وکرماشاک مین جو راجا بکرماجیت کا سنہ هے جسکو سمبت کہتے ہین (یعنی ۸٦٦ برس قبل) ہزار ستونی مندرکي تعمیر شروع کي اور اس کو روڈرا شیوا یا مہادیو واسودیو دیو شوریا وشنو۔ سوریا دیو یا آفتابکی دیوتا کو وقف کیا۔اس نے اس مندرکو تین دیوتاؤن کي عبادت کے لئے بنایا۔وشنو یا سُکر آتہر کے تیسرے اوتار کا شکر ادا کرنے اور چہڑہاوے چڑہانے کے لئے جس نے ایک دانت کی ہتہنی کا اوتار لیا تہا جسکو ساختیونکی دورکرنیوالی بتلایا جاتا ہے اس لئے وہ عقل کا دیوتا ہے ہرکام کے شروع کرنے مین اس سے مدد طلب کي جاتی ہے۔تیسری استمداد سرسوتی یا علم کي دیبی سے کي جاتی ہے۔ وہ اپنے پیر شری رامیشور سے مدد مانگنے کے بعد خاندان راجا روڈرا راجا تری بہونمل اور خاندانِ کا کاتیا کے ایک بہادر و مشہور سپاہی کي تاریخ بیان کرتا ہے۔ اس کے گہر مال دیو پیدا ہوا اسکے دشمن اس کے نام سے ڈرتے تہے جنہین وہ بیباکانہ گرفتار کرلیا کرتا تہا۔فاضل پنڈتون اور اُن لوگونپر جو اسکي خوبیون کي داد دیتے تہے بہت مہربان اور فیاض تہا۔اپنی بیوی کو ہمیشہ خوش رکہتا تہا۔فاحشہ عورتین اس کے نام سے تہراتی تہین۔ہمیشہ وہ شیوا کي پوجا کرتا۔اسکا لڑکا پرالی راجہ ایک دیندار شخص تہا۔وہ اپنے دشمنون اور قرب و جوار کے راجاؤن کو تباہ کرنے کے بعد انکی عورتونکو بیوہ کردیا کرتا تہا۔وہ ایسا مشہور لڑنیوالا تہا کہ اپنے معرکونمین لکہنؤ یا سراندیب کے دساسر راون کا نظیر تہا۔وہ ہمیشہ ہاتہی پر سوار ہوکے لڑائی مین سب سے آگے رہتا تہا۔وہ لڑنے کو جانیکے لئے ہمیشہ

آمادہ رہتا تہا لیکن اپنی تدبیرون کو کسی سے نہ کہتا۔اپنے ان معرکون مین اس نے ایک بار راجہ گووند راج کو ایسا مغلوب کیا کہ اس نے اپنی جان اور ریاست کي پناہ مانگی اور اس نے اسکی جان بخشی کي اور اسکی ریاست اسے دیدی اس قسم کي قابل فخر مہمات راجہ پرالی سے ہوئے ہین۔ اسکی بیوی کا نام مپڑمادیوی تہا۔یہ عورت مجسم نیکی تہی اور دنیا بہر مین اس کا شہرہ تہا وہ حسن مین بے مثال تہی اور سوائے رامچندر کي مان کو مِسالیا کے جو وشنو کا ساتوان اوتا رہتا یا اوسکی بیوی سیتا کے۔ یا دہلی کے سابق راجہ دہرم راج کي مان کے یا لچہمی کے جو دیبی اور وشنو کي عورت ہے یا راجہ اندر کي عورت سچو کے یا مہادیو کي عورت پاربتی کے کوئی اسکا ثانی نہ تہا۔مپڑمادیوی کو ایک لڑکا ہوا جسکو رودرادیو کہتے تہے جو ہزار ستونی مندر کا بانی ہے۔وہ اپنے زمانہ کے نہایت حسین آدمیون مین مشہور تہا۔ کیا خوبصورتی مین نل کو یہ پسر راجہ اندر کو یا مہادیو کي سوامی کے بیٹے کو یا خود اندر کو جسکے ہاتہہ مین الماس کي جڑاو تلوار ہے یا وشنو کو اسکا نظیر بتلا سکتے ہین؟ روڈرا کا چہرا ایسا خوبصورت اور براق تہا۔ سواریکے فن مین اسکا کوئی جواب نتہا اور اس کے بدن اور عضلات مین کچہ ایسی قوت تہی کہ اگر اپنے حریف کو سرسری دہکّا دیتا تو وہ زمین پر آجاتا وہ تیر کا ایسا قادر انداز تہا کہ جب لڑائی مین اسکے دشمن دیکہتے کہ وہ کمان کا چلہ کہینچ رہا ہے تو فوراً میدان جنگ سے بہاگ جاتے۔اس نے اس طرح اپنے دشمنون کے دلمین رعب ڈال کے شہرون کر فتح کیا۔ اسکے جاگیردار افسر ہمیشہ اسکی تحسین و آفرین کرتے۔ میدان جنگ دیکہتے ہي وہ اپنی لڑائی کي تدبیرین سونچ لیتا اور اسی کے مطابق اپنے سپاہ کو تعمیل کا حکم دیتا۔وہ برہمنونکو تمام تکلیفون سے بچاتا تہا۔اطراف و نواحی مین اسکا ایسا خوف پہیلا ہوا تہا کہ موضع چہوڑ کا

گرا ہوا چہت - ہزار ستونی مندر

راجہ راتدن رودرا کے خوف کے مارے چوکنا رہتا تھا۔(یہ چھوڑ اُن چھپن مواضع میں سے ایک ہے جو اسی زمانہ میں تھے) کیونکہ وہ اس کے حملہ سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روڈرا کے خوف سے مر گیا۔راجہ بھیم نے جیلاپ کی مرت کی خبر سنکے اسکی ریاست پر حملہ کیا اور اسپر قابض ہونے کے بعد رودرا کے ریاست پر حملہ آور ہوا اور ایک حصہ اسکے ریاست کا بھی لے لیا۔ روڈرا نے جب یہ خبر سنی تو اس نے اس کے مقابلہ میں جانیکی تیاری کی تاکہ اسے اپنی ریاست کے علاقہ سے بالکل خارج کردے“

ہنمکونڈا کے قریب قاضی پیٹ اور ورنگل کے درمیان مشرقی قسمت کے صوبہ دار یا کمشنر کی وسیع اور محل نما عمارت اور تحصیل کی کچہری قائم ہے۔ان عمارتوں کو نواب و قارالملک سابق سکرٹری صیغہ مالگذاری نے کوئی دس سال کے قبل جب وہ اس قسمت کے صوبہ دار تھے بنوایا تھا۔اس کے قریب ایک عمدہ مسجد ہے اسکے اونچے مینار بخلاف حیدرآباد کی مسجدون کے منارون کے گاؤدم ہین جنکی رونق برآمدون اور گچی کے نقش و نگار سے دونی ہوگئی ہے فی الواقع ان نقوش کو اپنی سادگی مین دہلی کی جامع مسجد کی نقوش سے مشابہت ہے۔

ورنگل کا قدیم طرز تحصیل

اگلے زمانہ مین جب محمد برھان علی ڈنکر سنگھ نادراالدولہ وغیرہ کا دورہ تھا وھان کا نظم و نسق حسب ذیل تھا۔ہر ایک پٹی یعنے دس یا اس سے زیادہ گاؤن کے ایک مجموعہ پر ایک انجن واریا تخمینۂ کار معین تھا۔ اور اس کا یہ کام تھا کہ فصل کاٹنے کے وقت سے کچھ پیشتر اپنی پٹی مین ہر ایک آبی تابی خریف اور ربیع کی فصلون مین دورہ کرے اور ہر کھیت کے موجودہ خوشون سے اندازہ اسکی تحصیل کا کرے۔اور اس اندازۂ تحصیل کے بعد اپنی فرد پر وہان کے زمیندار یا کسان کے دستخط لیوے تا یہ معلوم ہو کہ تحصیل کا تخمینہ اور کسان کی دلجمعی کی گئی ھی۔تمام دورہ کے ہر ایک کھیت کی تحصیل کا تخمینہ اسطرح تیار کرنیکے بعد وہ تخمینہ کو اپنے افسر یعنے نائب پرگنہ کے پیش کرتا تھا اور نائب مذکور اپنے پرگنہ کی تمام پٹیو کو جمع کرکے ضلع ورنگل کے صدر مقام مین نائب صدر کو روانہ کرتا تھا۔یہان ان تخمینون کو معمولی طور سے دیکھ کے اور انپر دستخط کرکے حیدرآباد کو روانہ کرتے تھے جہان ان کی کامل تصحیح کے بعد انکا انفصال ھوتا تھا کہ تمام تحصیل سے ”سیباندر“ یا جنگی اخراجات اور تمام قریہ کے (کواغذات) مصارف وضع کرکے جو باقی رہتا تھا وہ ان زمیندار یا کسانون کو دیا جاتا تھا۔اور قبل اس کے عہدہ داران محکمہ ان سے ایسے اقرار نامے لکھوا لیتے تھے جن مین وہ برضامندی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم بالذات اسکے ذمہ دار ھین۔جو ریاست سے قطعات زراعت ہم کو تقسیم کئے گئے ھین انکی ہم بخوبی نگرانی اور انتظام رکھینگے اس قسم کے مچلکے کو سربستہ کہتے تھے۔

تھوڑے عرصہ تک ہدایت علی رسالدار اپنے ماتحت کی فوجکے اخراجات کے لئے سرکار ورنگل کے جاگیردار ھے مگر اسوقت پر بھی فردونکا انفصال حیدرآباد ھی مین بدستور سابق ھوتا رہا اسکے بعد یہ جاگیر قرضخواھون کے ادائے قرض کے لئے علحدہ کی گئی اور مسٹر رالف ضلعدار مقرر ھوے مگر امور تحصیل مین بلا اطلاع دخل و تصرف کرنیکی وجہ سے وہ اس عہدہ سے معزول ہوگئے۔ان کے بعد مسٹر ڈانٹن کو انکی جگہ پر مقرر کیا گیا جو اس عہدہ پر سنہ ۱۲۳۶ فصلی تک رہے اور اخیر مین وہ بھی امور تحصیل مین غیر واجبی مداخلت کرنے کی وجہ سے برطرف کئے گئے

کتبہ ہزار ستونی مندر

معزولی کے ساتھہ یہ عہدہ بھی موقوف کردیا گیا اور اسی سال تعلقدار کا عہدہ مقرر ہوا جو پہلے پہل محمد نواز خان کو دیا گیا۔ اسی سال وہ برطرف ہوئے اور پھر سال کے اخیر مین میر عاشق علی انکی جائے پر مقرر کئے گئے۔ دوسرے سال مسٹر ڈائٹن نے بشراکت هری داس کشنداس کے جو حیدرآباد کا مہاجن تھا ورنگل۔ کھمم۔ ایلگندل۔ اور آرام گیرکي سرکارون کو دو آنہ کے حصہ مین لیا اس شرط پر کہ شراکت مذکور اس دوآنے مین سے ان اخراجات کو ادا کرے جو محصول کے جمع کرنے مین اور نیز دوسرے محکمون پر ہوا کرین یہ معاملہ سنہ ۱۲۴۱ فصلی تک رہا۔ اس جماعت شرکانے ان سرکارون کا انتظام اپنے ذمہ نہین رکھا بلکہ پٹے پر زمینداروں کے حوالہ کیا۔ لیکن اس سے پیشتر انہون نے اس بات کي تحقیقات کرلی کہ ہر قریہ کي تحصیل سے گذشتہ دہائی کے لئے حاصل کیا گیا ہے اس کے بعد انہون نے مطالبہ مقرر کیا جس سے انکو خوب نفعے ہوا اور اجارہ لینے والونکو بھی کچھہ نفع باقی رہا اور جہان زمینداروں سے بات نہین ٹھہری تو پھر انہون نے انکا ذاتی انتظام کرایا۔ مسٹر ڈائٹن نے زمین کي پیمائش اسطرح جاری کي کہ ایک بیگہ کو ۵۰۰۰ وار ٹھہرائے ۱۷۰۶۷ چورس وار کے برابر ہے اس پیمائش کے لئے ایک رسی ۷۶۷ چورس وار کي استعمال کیجاتی تھی اور جس زمین پر چرونجی کے جھاڑ جسکی چھال سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اس پر فی بیگہہ دو روپئے آٹھہ آنہ کے حساب محصول مقرر کیا زراعت وہانپر فی بیگھہ آبی فصل مین پندرہ ۱۵ روپئے اور تابی فصل مین سترہ روپئے مقرر کئے۔ محتعدارون مین سے جو بعوض نقد فصلی چیز دینا چاہتے تھے ان سے وہی چیز لی جاتی تھی۔ اسطرح فصل خریف اور ربیع کے لئے ان کو دس من غلہ دیا جاتا اور ہر کھنڈی مین سے مطابق پیدائش جو دس نو یا آٹھہ من باقی رہتے وہ لئے جاتے (ایک کھنڈی بیس من کي ہوتی ہی اور ہر من ایک ہنڈرویٹ کا یا ۲۲۴۰ پاونڈ کا یا ۱۱۲۰ سیر کا ہوتا ہی) اس محکمہ سے زراعت وہان کے لئے آبی اور تابی فصلونمین کسانون کو بارہ من غلہ دیا جاتا اور خوشباشون کو (یعني ان لوگونکو جو اصل مین کسان نہ تھے مگر کچھہ عرصہ کے لئے اپنا بیپار دھندا چھوڑ کے زراعت کو دفعیہ وقت ٹھہرایا تھا) نو سے دس من تک اور دوسرے کرایہ دارون کو آٹھہ من دیا جاتا تھا اس مشارکت کو پانچ سال کا عرصہ کامل نہین ہوا تھا کہ مسٹر ڈائٹن اور ان کے شریک کے درمیان ایسي ناچاقي ہوئي کہ اس محکمہ کا خاتمہ ہوگیا۔ سنہ ۱۲۴۲ فصلي مین مسٹر ڈائٹن نے خاص ذاتي طور پر قبالہ کیا اور وہ سنہ ۱۲۴۶ تک جاري رہا۔ جیسے زمین اول مقطعے سے دیجا تي تھي ویسے اب بھي دیجاتي تھي مگر فرق اتنا تھا کہ اگر زمینداروں سے سربستہ کے شرائط قبول کرانے مین کامیابي ہوتي تو وہ بعوض نگراني کے اس انتظام کو راول رکھانا کو سونپتے۔ جب یہ قبالہ بھي سنہ ۱۲۴٦ فصلي مین پورا ہوا تو انہون نے پھر نیا قبالہ کیا جو سنہ ۱۲۵٦ تک جاري رہا اس قبالہ مین بھي اول ہي کي سي شرطین تھین۔ جب سنہ ۱۲۳۷ مین اول قبالہ کیا گیا تب راجہ چندولال دیوان تھے اور وہ اس عہدہ پر سنہ ۱۲۵۳ تک مامور رہے۔ اس کے بعد وزارت مین انقلاب ہونیکي وجہ سے مسٹر ڈائٹن کو حضور نظام نے بلوایا تاکہ وہ اپني سربستہ دارئ واپس دیدین۔ پھر حکم نامہ انہین دورہ پر ملا۔ ان کے گماشتہ اور وکیل اعظم علیخان نے جو ہمیشہ دربار نظام حیدرآباد مین رہتے تھے اس حکم سے مطلع ہوکر دفتر حساب کو جانچا تو مسٹر ڈائٹن کے چودہ لاکھہ روپئے حضور نظام کي گورنمنٹ پر نکلے جو مسٹر ڈائٹن حساب کے بےباق کردینے کے بعد وقتاً فوقتاً خزانۂ سرکاى مین امانت رکھا کرتے تھے خزانہ سے چودہ لاکھہ روپئے مسٹر ڈائٹن کو مل گئے اور انہون نے اپنا سربستہ دیدیا۔ بعد ازآن راجہ بشن چند نے ان تینون سرکارون کو لیا لیکن جب سنہ ۱۲۵۷ مین نواب سراج الدولہ دیوان ہوئے تو چھوڑ دیا۔ اعظم علیخان نے جو سابق مسٹر ڈائٹن کے وکیل تھے اسي سال مین ان سرکارون کو لیا مگر تھوڑے ہي عرصہ کے بعد بحکم حضور نظام راجہ شمبو پرشاد کے حوالہ کردیا اور اس کے بعد وہ سالار جنگ کے قبضہ مین آئے۔ اگرچہ مسٹر ڈائٹن کا بري الذمہ ہونا اور ان سرکارون کا سالارجنگ کے قبضہ مین آنا ایک ہي سال مین ہوا یعني سنہ ۱۲۵۷ مین لیکن سربستہ دارون مین سے کسیکو ان سرکارون کے انتظام کا اتفاق نہوا۔ سنہ ۱۲۵۷ مین جب مسٹر ڈائٹن بري الذمہ ہوے تو حضور نظام کیطرف سے محمد عثمان خان ورنگل کو ان سرکارون کے ذمہ لینے کے لئے بھیجے گئے۔ سنہ ۱۲۵۸ مین نواب جمال الدولہ انکي جای پر آئے اور سنہ ۱۲۵۹ مین لطف الله ان کے قائم مقام ہوئے جن کے قبضہ مین وہ سرکارین دس مہینے تک رہین۔ جمال الدولہ نے پھر ذمہ لیا مگر محمد عثمان خان جلد انکي جاے پر آگئے۔ انکے جاے پر غلام تقی آئے جو سنہ ۱۲٦۲ فصلی مین ان تعلقات کے منتظم رہے جن کو تعلقات مین دو آنیکي شرکت تھی۔ سال کے اخیرمین نواب سراج الدولہ کو دربارہ عہدہ دیوانی ملنے کو تھا کہ انکا انتقال ہوگیا۔ اس عرصہ مین نواب سر سالار جنگ مرحوم وزیراعظم ریاست ہوے۔ سنہ ۱۲٦۳ مین سید محی الدین پانسے کي تنخواہ پر تعلقدار مقرر ہوئے اور سنہ ۱۲٦۹ تک اسی عہدہ پر رہے انکے بعد نواب قاسم زرجنگ ان کے قائم مقام ہوے اور سنہ ۱۲۷۴ تک وہ کار پرداز رہے۔ ایک صدر نائب اور کئی پرگنہ نائب تھے۔ صدر نائب کي تنخواہ دو سو روپئے اور دوسرون کي بیس سے پچیس روپئے تک تھی۔ مسٹر ڈائٹن کے وقت مین صدر نائب کو تین سو ۳۰۰ روپئے ملتے تھے اور پرگنہ نائب کو چالیس ۴۰ روپئے دو درجون کے سپاہیون کو ایک کو دس اور دوسرے کو آٹھہ روپئے اور محصول جمع

کرنیوالیکو تین روپئے تنخواہ تہی۔جب مسٹر دائٹن
ہرداس کشن داس کے شریک تہے۔ان دونونمین انہین
سالانہ مبلغ تین لاکہہ بارہ ہزار روپئے تحصیل سے آتے تہے
اور بعدزان دو مرتبہ یکے بعد دیگرے جب انہون نے
بالذات سربستہ لیا تو انکی آمد تین لاکہہ پچیس ہزار روپئے
کی تہی اور بعدزان جب انہون نے دس برس تک کا قبالہ
کروالیا تہا تب بنسبت سابق انکی سالانہ آمدنی پچیس
ہزار روپئے بڑھگئی تہی۔مسٹر ڈائٹن کے جانشینون مین
سے کوئی اسقدر مبلغ تحصیل سے جمع نکرسکا سوائے
سید محی الدین کے۔کہ وہ مسٹر ڈائٹن کے برابر فراہمئی
مبلغ تحصیل مین کامیاب ہوئے۔نواب قاسم زرجنگ
فراہمئی مبلغ مین اورون سے سبقت لے گئے مگر بات یہ
تہی کہ اول کے پرگنون مین نریگونڈا زیادہ کیا گیا تہا۔
ماہ ابان سنہ ۱۲۷۵ فصلی مین ضلع بندی کا کام شروع ہوا
اس صورت مین کہمم سرکار کہمم اور ورنگل ایک
ساتہہ کردئے گئے۔سنہ ۱۲۷۶ مین نواب ناظم جنگ کی
عہدۂ تعلقداری پر ترقی ہوئی۔اور انکے جائے پر سوائی
راو آئے۔انہون نے ہمیشہ کے لئے طریقہ بٹائی یا پیداواری
زراعت سے محصول ادا کرنیکا طریقہ اٹہا دیا اور ادائے
زر نقد کا طریقہ جاری کیا۔اس طریقہ سے عموماً کسان
لوگ خوش ہوئے۔اصول یہ رکہا گیا تہا کہ طمار فصل کی
آمدنی کا تخمینہ کیا جاتا اور جب پیمائش کی ضرورت
ہوتی تو مسٹر ڈائٹن کے مقیاس کے مطابق یعنی ۵۰۰۰
چورس گز کا ایک بیگہ ٹہرا کے عمل کیا جاتا۔اسکے
بعد جب جماعت نظم تحصیل مقرر ہوی تو انہون نے
یہ قرار دیا کہ ایک بیگہ کی مقدار معین فقط ۳۶۰۰ چورس
گز ہین۔اسکے بعد اسبات کی کسانونمین شکایت ہونے لگی
اور وہ یہ کہنے لگے کہ جتنی بیگہ کی مقدار کم ہوی
ہے اسقدر محصول بڑہا دیا گیا ہے اور رفتہ رفتہ اسکا یہہ
تدارک کیا گیا کہ محصول حالات اور وقت پر نگاہ رکہکے کم
کرتے گئے۔اس وجہ سے بنجر زمینین جوتی گئین اس
اثنا مین یعنی سنہ ۱۲۷۹ مین سوامی راو کی بدلی ہوی
اور اسی سال انکی جای پر محمد حنیف مقرر ہوئے۔
محمد حنیف سنہ ۱۲۸۲ مین اس باروت کے سلگنے سے
گذر گئے جو ورنگل کے سرکاری مخزن مین سلگی تہی۔یہ
اسوقت اسکی جانچ پرتال کررہے تہے۔بعد ازان اس
ضلع کا اختیار موسلی رضی خان کو ملا وہ وہان سنہ ۱۲۸۶
تک رہے اور جب انکی بدلی ہوی تو انکی جای پر
گووندراؤ آئے جو وہان سنہ ۱۲۹۳ تک مختار رہے۔انکے
وقت مین محصول مبلغ ۱۷۵۸۶۸۶ تک بڑھگیا۔انکی جای
پر محمد عبدالباقی آئے۔اور انکی جای پر سنہ ۱۲۹۳ مین
نواب فرامرز جنگ آئے۔انکو ماہ فروری سنہ ۱۲۹۶
مین برای نام اول تعلقداری ملی۔مرقومہ ذیل کی
فہرست سے احوال سنہ ۱۲۹۱ سے سنہ ۱۳۰۰ تک کی
محصولات کا واضح ہوتا ہے۔نصف اخیر فہرست سے یعنے

سنہ ۱۲۹۶ سے سنہ ۱۳۰۰ محصول کی عموماً زیادتی
مبلغ ۴۶۳۶۴۲ روپئے کی معلوم ہوتی ہے۔ترقی مذکور
جسکی چندان دیکہنے کی کوی ضرورت نہین نواب
فرامرز جنگ کے زمانہ تعلقداری کی یادداشت ہے—

روپئے	سنہ	روپئے	سنہ
۱۳۱۹۴۶۲	... سنہ ۱۲۹۱	۲۱۷۰۶۳۴	... سنہ ۱۲۹۶
۱۴۰۸۰۶۴	... سنہ ۱۲۹۲	۱۹۵۳۶۲۹	... سنہ ۱۲۹۷
۱۷۵۸۶۸۶	... سنہ ۱۲۹۳	۱۹۳۳۱۲۲	... سنہ ۱۲۹۸
۱۸۷۵۹۸۴	... سنہ ۱۲۹۴	۲۱۷۱۱۸۸	... سنہ ۱۲۹۹
۱۷۲۴۷۶۴	... سنہ ۱۲۹۵	۲۱۷۶۵۹۶	... سنہ ۱۳۰۰

گئے پانچ سال کے عرصے مین زیادتی تحصیل ۲۳۱۸۲۱۰
روپئے یا ۲۳ لاکہہ سے زیادہ روپئے کی ہوئی—

قاضی پیت

قاضی پیت نظام ریلوے پر ایک اسٹیشن حیدرآباد سے
ستاسی ۸۷ میل کے فاصلے پر ہے جسے ایک جنکشن
کہتے ہین مگر چونکہ چانڈا کی لائین ابہی نہین بنی ہے
(باب نظامیہ ریلوے دیکہو) اسلئے ابتک وہ نام اوسکو
نہین دیا گیا ہے۔گہاناپور سے یہ ملک لہراتا چلا گیا ہے
اور اکثر حصہ اسکا محض جنگل ہے اور آگ گاڑی کا
راستہ نشیب مین ہوتا ہوا گیا ہے—

حیدرآباد سے ہنمکونڈا تک ریلوے کے کنارے کنارے
قریباً قاضی پیت کو جاتے ہوے تمام راہ مین جہاڑونکی
قطار ہے۔ریلوے کی بائین طرف ایک قطار بارہ فٹ
زمین سے اونچے ستونون کی نصب کی گئی ہے۔پچاس
سال کے آگے ہنمکونڈا کو جانیوالی تار برقی انہین ستونونپر
قائم تہی۔قاضی پیٹ کے قرب مین ایک بڑا سیاہ ٹیلہ
نظر آتا ہے جسکی سینگ کے مانند دو چوٹیان ہین یہ
اس ٹیلہ پر چہوٹی چٹانونکے ایک پر ایک جمنے اور
کوئی ایک سو بیس فیٹ اونچے ہو جانیسے ایسی بن
گئی ہین کہ اطراف سے میلون کے فاصلہ سے نظر آتی ہین۔
اس پہاڑی کو الادیکیڈا کہتے ہین۔یہ اس قریہ کے
نامسے مسمیٰ ہے جو اس کے قریب ہے۔اس پہاڑی پر
تین مندر ہین۔مشہور ہے کہ یہ مدتون آگے کی بنی ہوئی
ہین۔بہونگر اور جیدیکٹ کے مانند وہان بہت سے قدرتی گڑھے
پانی کے ہین جن سے ایک خوبصورت جہیل بن گئی ہے۔اس کی
سطح پرگل سوسن اور دوسرے جنگلی گُلِ آبی اُگا کرتے ہین۔
اسٹیشن سے بہت ہی قریب ایک دوسری پہاڑی ہے کہ
وہ بہی اسی مذکور پہاڑی کے مانند ہے اور اسکے سبب سے
اس جاے کو ایک خاص نمود ہے۔جن دنون ریلوے
بنتی تہی یہ پہاڑیان ریچہہ اور چیتونکا ملجا و ماوا
تہین جن سے قرب و جوار کے گانو والے ڈرتے تہے مگر
اسوقت سے انکی بیخ کنی ہوگئی یا وہ وہان سے ہانکدئے
گئے۔ریلوے اسٹیشن پر ایک کمرہ ٹہرنے کا ہے جس کے

مسجد — ہنمکنڈہ

شکل منقش — ہزار ستونی مندر

ہزار ستونی مندر — ہنمکنڈہ

گرد ایک نفیس باغیچہ لگا ہوا ہے—قاضی پیٹ کے تمام راستوں میں بہت سے تالاب ہین—جہان موسم میں بہت سے بطون اور پن لوبے کا شکار ہاتھہ آتا ہے—قریۂ قاضی پیٹ اسٹیشن سے کوئی ایک میل مشرق کي جانب واقع ہے جس مین قریباً سو گھر اور جھونپڑے ہین—وہان سے قریب مین ایک گنبد دار مقبرہ ہے جس سے اس گانؤن کا نام قاضی پیٹھہ ہوا ہے—یہ مقبرہ سید شاہ افضل بیابانی کے جنکا انتقال قریباً چالیس سال آگے ہوا ہے بنایا تھا—یہ ایک بڑے زاہد درویش تھے اور اُس موضع کے جوان قاضی ہین انہین کے فرزند ہین—حضور نظام جب اس اطراف مین دورہ پر آتے ہین تو ضرور ہر زیارت گاہ مین تشریف لے جاتے ہین—

ھنمکونڈا کے منادر

ھنمکونڈا مین دو مندر ہین ایک بنام شیوا اور دوسرا بنام وشنو وقف ہے—دونون گاؤن سے کوئی آدھے میل مشرق کیجانب اور ایک میل قاضی پیٹ کے اسٹیشن سے جنوب مین سدسان پہاڑي پر واقع ہین—اس پہاڑیکی وضع ایک مسطح مقبرے کي سي ہے اور اسپر کسی قسم کي ہریاول نہین—اس پہاڑي کے دامن کا دورہ تقریباً ہزار گز کا ہے اور اسکی بلندی اطراف کے مقامون سے کوئی دو سو فیٹ کي—ان مندرون مین جانے کے لئے فقط ایک ہی راستہ اس پہاڑی کے شمال و مشرقی جانب مین ہے جسکا نشیب بتدریج ۶۰۰ فیٹ لمبا ہے—اس پہاڑي کے مغرب و جنوب مین دو عجیب ڈھنگ کے پیچدار مینار ہین پہلو بہ پہلو ایستادہ ایک چار پتھرونکا انبار ہے اور دوسرا پانچ پتھرون کا جو ضرور زمانہ قدیم مین ایک ہی ہونگے—ایک پچاس فیٹ اونچا ہے اور دوسرا ساٹھہ فیٹ—ہنمکونڈا شمال کیجانب مین پانچ میل سے زیادہ فاصلہ پر سے بلا مدد دوربین بالکل صاف نظر آتا ہے اور دوسرے جوانب سے بہی بڑي دور سے صاف دیکھائی دیتا ہے—

شیوا کے مندر کو نٹوراما پا کہتے ہین اور دوسرے کا نام رام چندر سوامی ہے—اور دونون مین ابتک پوجا ہوتی ہے—اس عمارت کي وضع ڈرویڈیونکی سي ہے—وہان کا پجاری یا مولی ایک ایاور بنام رامنجا ہے جسکے مورث اعلي کو قریہ ایوتہجہاپور بطور مقطع کے یا خفیف محصول پر دیا گیا تہا جو نسلاً بعد نسل مقطعدار موجود کو پہنچا ہے—وہ قریہ جو اس پہاڑي سے قریباً آدھے میل پر واقع ہے اس مین کوئي ۲۵ پچیس یا ۳۰ تیس چھپر کے جھونپڑے ہین—محصول موروثی پچاس روپیہ سالانہ سرکار کو دیا جاتا ہے اور اسکی پیداوار کي آمدني موافق فصل کے ۱۷۵ روپیہ سے ۲۵۰ روپئے تک ہے—وہ مندر جو بنام شیوا وقف ہے مسدس وضع کا ہے مگر اسکی کوئی نیو نہین—وہ بیرونی عمارت جو جنوب کے مقابل ہے آٹھہ ستونونپر قائم ہے چار آگے اور چار پیچھے—گلے ستون سادہ کندہ کئے ہوے ہین اور پچھلے ستون یونہی سرسری طور پر مربع بنائے ہوئے—اسکی لمبائی بیس فیٹ کي ہے اور اتفاقي لمبا ایک راستہ چھہ فیٹ چوڑا گیا ہوا ہے اور اس کے دونون جانب دو چبوترے دو فیٹ اونچے بنے ہوے ہین—دیوار کے قریب اس بیرونی عمارت کے ہر ایک طرف چبوترے کے سہارے دیوار سے الگ ایک خادم کي تصویر چار ہاتھہ کي ہے جس کے ایک ہاتھہ مین ترسول ہے دوسرے مین گُرز تیسرے مین ایک لٹھہ چوتھے ہاتھہ کي کہني اسکے ایک جانب سے دبی ہوئي ہے اور ہتھیلی باہر کو بتلا رہی ہے اور انگوٹھا اور انگشتِ شہادت اس سے بر تقاطع مڑی ہوي ہین—وہ دروازہ جس مین سے ہوکے سبہا منڈپ یا مجلسی دالان مین جایا جاتا ہے ۲۰ بیس فیٹ مربع ہے اسکے بیچ مین ایک نندي (بیل) ہے جو گھٹنونکے بل ایک پاے ستون سے لگا کہڑا ہے—یہ بیل سنگ موسی کا نہایت صاف تراشا ہوا ہے اور تمام منقش—اسکے گلے مین گھنٹیان اور منکے بڑے ہوے بدن پر جھول رہے ہین—اس بیل کے اوپر ایک بہاری سقف ہے جو چار سادہ تراشے ہوئے ستونون کے اوپر قائم ہے—اسکے شہتیر پتھر کي موٹی سلیون کے ہین—اسکے چھت کي سطح مربع در مربع ہے اور ایک مربع دوسرے مربع پر اسطرح واقع ہوا ہے کہ اس سے ہر زاویہ پر مثلث کي مساوی الاضلاع شکلین بنی ہین جسکی مرکزی صورت الماس نما ہے—دروازہ اس مندر کا مغرب کي طرف ہے اور وہ بیل مشرق کي طرف دیکھہ رہا ہے—مجلسی دالان کے شمالی کنارے پر ایک خاص حجرہ ہے جسمین جانے کا ایک دروازہ چار فیٹ اونچا ڈہائی فیٹ چوڑا ہے—لنگا کي مورتی ستہان یا پاے ستون پر اسلئے نظر نہین آتی وہ اُس سوراخ کے نیچے ہے جو اس کے رکہنے کے لئے بنا ہوا ہے اور اسمین سے پُجاری لوگ اس مورتی کو تیل لگاتے ہین—اسکے بارے مین یون نقل کرتے ہین کہ یہ لنگا برخلاف اس کے اصل نمونون کے خاص دیوتا ہے بناوٹی نہین اور بوجہ استدراج کے وہ متبرک سمجہا جاتا ہے—اس منڈپ کي چھت کے ہر ایک کونے پر چار بیلون کي مورتین ہین—

مندر کے قریب کوئی دو سے قدم کے فاصلہ پر ایک کُنڈ یا مجوف حوض ہے جس کا قطر ایکسو بیس فیٹ ہے اور جس کي وضع گول ہے—اس مین پاني ہمیشہ سبز رنگ رہتا ہے کبھی خرچنے سے کم نہین ہوتا—اور کہتے ہین کہ اسکی تہا نہین ہے—اس حوض کو بہی قدرتی بتلاتے ہین—اسی کے قرب مین دو اور چھوٹے سے حوض ہین—مندر کے مشرقی جانب مین ایک گاودم مینار ایک بھورے پتھر مین تراشا ہوا ہے—جو ایک دو فٹ مربع

اور چار فیٹ اونچے چبوترے پر نصب کیا گیا ہے—یہ مینار نصف سے زیادہ ہشت پہلو ہے اور باقی گول ہے اسکی چوٹی تک کی اونچائی بیس ۲۰ فیٹ کی ہے اور اس چوٹی پر ایک چھوٹی سی چھت پتھر کی بنی ہوی ہے جو بلاشک طرز جدید کے موافق ہے— یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھت اس کے عوض میں بنی ہے جو پہلے فقط پتھر کی ہوگی—جیسے اور اسی قسم کے مندروں کے پاس دوسرے جگہوں پر گاؤدم میناروں پر ہیں—ان مندروں میں جو دراویڈی وضع کے ہیں ابتک پوجا ہوتی ہے—اس گاؤں میں اور تین چھوٹے سے مندر ہیں دو تو انمیں سے ملے ہوئے ہیں مگر تیسرا شمال کیجانب کچھ فاصلے پر واقع ہے—ان باہم ملے ہوئے مندروں میں سے صرف ایک قابل بیان ہے اور دوسرا اتنا شکستہ ہوگیا ہے اور اس کے نقش و نگار ایسے ماند ہوگئے ہیں کہ ان سے کوئی صحیح خبر نہیں مل سکتی—وہ مندر جو بیان کے قابل ہے اس میں ابتک گاؤں کے شیوایٹ لوگ پوجا کو جاتے ہیں—اس کا صحن جو کسی زمانہ میں دونوں مندروں کو گھیرے ہوئے تھا اب اس کا نشان ایک شکستہ دروازے کے راستہ سے ملتا ہے اور جہاں اس بات کے صاف نشان پائے جاتے ہیں—نئی مرمت کے ذریعہ سے اسکو بچا رکھا ہے کہ بالکل کہیں دیوار کے مانند نابود نہوجاوے—اس مندر کا دروازہ اس سے ملے ہوے مندر کے دروازیکے مانند شمال و مشرق میں ہے—اسکی دہلیز میں چار کونوں پر چار ستون ہیں ہر یک نو فیٹ بلند جس کے دونوں طرف ساڑھے تین فیٹ سے چار فیٹ تک چوڑی دیوار بنی ہوئی ہے—اور اس کا راستہ پانچ فیٹ چوڑا ہے—اس مندر کا اندرونی حصہ بائیس فیٹ مربع ہے—سبہا منڈپ کے اندر ایک نندی (بیل) سیاہ پتھر کا چار فیٹ لمبا اور تین فیٹ اونچا نہایت مصفا بنا ہوا ہے جس کے گلے میں ہار گھنٹیاں اور دوسرے زیورات پشت سے دم تک پڑے ہوے ہیں—مشورہ کی دالان میں بہت سے ستون ہیں اور سلیوں کے شہتیر جو ان ستونوںپر قائم ہیں بہت موٹے ہیں اور اسکی چھت پر ایک مسطح گنبد ہے کوئی دس ۱۰ فیٹ نو ۹ انچ اونچا—اسکے جنوب کے کنارے پر ایک خاص کمرہ ہے اور نیز شمال کی کنارے پر ویساہی ایک اور خاص کمرہ دیرستھان کے متصل ہے اور اس کمرے میں ایک چھوٹی لنگا کی مورت اٹھارہ انچ اور چار فیٹ کے ایک چبوترے پر قائم ہے—یہ دونوں سنگ موسلی کے بہت مصفا بنے ہوئے ہیں—گنیش یا گنپتی اور اسکی عورت لکشمی کی مورتیں اس مندر کی دیوار کے شمال کیطرف سیدھی نصب کی ہوئی ہیں—اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مورتوں کو وہاں رکھے ہوے تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے—ایک مینار جو دروازہ کے روبرو ہے کوئی دس قدم اس سے دور ہے—یہ مینار تخمیناً پچیس فیٹ اونچا ہے اور آٹھہ فیٹ مربع اور تین فیٹ اونچی سطح پر بنا ہوا ہے—اسکے پہل پاے بھراو سنگ سیاہ کے ہیں جو بڑی استادی اور صفائی سے بنائے ہوئے ہیں—سطح سے چھہ فیٹ تک وہ پہل پاے مربع ہیں اور باقی کے ہشت پہلو گاودم ہوتے ہوئے اوپر تک چلے گئے ہیں—اوس کے اوپر کا کگر بیضوی ہے جسپر ایک چھوٹا سا منڈپ ہے اور اس کے درمیان نندی کی مورت ہے—اسی کا سا ایک دوسرا مینار ہے جو اس سے کئی قدم کے فاصلے پر ہے—لیکن دونوں میں فرق اتنا ہی ہے کہ اسکے اوپر کا حصہ سنگ موسلی کا نہایت منقش و مصفا ہے اور اسمیں عمدہ بیل بوٹے اور دوائر بنے ہوئے ہیں—تیسرا مندر جو گاؤں کی شمال کی جانب ہے وہ بہ نسبت دوسروں کے جدید تر معلوم ہوتا ہے—اور اسمیں کوئی صنعت اور کاریگری کی چیز قابل بیان کرنیکے نہیں ہے—

—◆—

پکہال جھیل

اسوقت ہنمکونڈا اور پکہال جھیل کے درمیان ایک قدرتی خط زمین کا ہے جو اچھے موسموں میں ممکن العبور ہے مگر گاڑی کے لئے اوس تیس میل کے کُل طُول پر ایک عمدہ شاہ راہ کی ضرورت ہے—اس راستے کے لئے حکم ہوچکا ہے—یہ راستہ ۱۸ فیٹ چوڑا ہوگا اور اس کے دونوں طرف چھہ فیٹ چوڑی بدرروین بنینگی—لاکھنا پلی سے گذرنے کے بعد یہ راستہ گنجان جنگلوںمیں ہوکے نکلا ہے اور غروب آفتاب کے بعد وہاں سے گذرنا خطرناک خیال کیا جاتا ہے—کیونکہ اسکے جوار میں وحشی جانوروں کی کثرت بتلائی جاتی ہے—پانی کے بہت سے راستے ہیں جنپر پُل نہونیکی وجہ سے لوگ پیدل ہی عبور کرتے ہیں—اور ایک بڑی آب پاشی کی نہر ہے جسے نرسمپیٹ کی ندی کہتے ہیں اور جس کا منبع منڈ ناپیٹ کا تالاب ہے—یہ نہر شمال سے جنوب میں بہتی ہے اور کئی میل نشیب میں دوسرے ایک نالہ سے جو پکہال جھیل سے کھودا گیا ہے اس کا سنگم ہونے کے بعد وہ کارلہ ندی بنتی ہے جو کرشنا ندی کی شاخوں میں شمار کی جاتی ہے—نرسمپیٹ کی ندی بارش کی موسم میں کبھی کبھی کوئی چودہ روز تک دشوار گذار ہوجاتی ہے—اس ویران موجودہ سر زمین پر جہاں سینکڑوں برس پیشتر کسانوں اور صناعوں کی محنت و مشقت سے سنبھلے ہوے قریے اور شہر آباد تھے—پھر لہلہاتے ہوے سرسبز اور تازگی بخش زراعتوں سے بدل دینا ایک کار اہم ہے—نرسم پیٹھہ میں ایک سراے اور دوسرے امور ترقی کے بتدریج ہونے کو ہیں جن سے یہ گاؤں بھی مثل اور گاؤں کے جو تحصیل کے ہیڈ کوارٹر ہیں مضبوط سرکاری عمارتوں کی نسبت ہمسری کرنے لگیگا—اُسوقت پر اسکو ایسی ایک وقعت حاصل ہوگی

جواب نہین ہے۔اس قریہ کے شمال مین کوئی چار سو گز کے فاصلہ پر ایک قسم کا قبرستان ہے جو سید جمال اللہ صاحب قادری شہید کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قبرستان کے اطراف دیوارین نہین اس مین کوئی چونتیس قبرین ہین جو ساٹھہ گز مربع زمین پر واقع ہین۔یہ زمین اوس قبرستان کی اصل پیمایش کی ہوئی زمین تہی جسے خود وہان کے تحصیلدار نے بہی بتلایا تہا۔درخواست کی گئی ہے کہ درگاہ مذکور کو سرکاری خرچ سے از سر نو بنایا جائے اور بعض پرانی قبرون کی جو قریب الانہدام ہین مرمت کیجائے۔

اس درگاہ کا وجود کیسے ہوا ہے اسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سو برس سے پیشتر نرسمپیٹ اور دوسرے قریے اور شہر ونکٹ لچھمی نرسا جگناتہہ دہرماراج کو جس کا لقب زمیندار پکہال تہا اور جو ہز ہائنیس حضور نظام کا ملازم تہا سونپا گیا تہا۔اس زمیندار کی بد انتظامی کے سبب سے جو حضور نظام سے بہی باغی ہوگیا تہا نظام نے ایک فوج پیدل اور سوارونکی بہ سرداری سید جمال اللہ مذکور روانہ کی تاکہ اس نمکحرام اور مفسد سردار ونکٹ لچھمی کو جو نرسمپیٹ مین رہتا تہا گوشمالی دین۔حضور نظام کی طرف سے کچھہ فوج اسکے سپرد تہی جسکو وہ سید جمال اللہ کے مقابلہ پر لایا دونون مین موجودہ درگاہ کے اطراف لڑائی ہوئی۔ونکٹ لچھمی نے جو گاؤن کے باہر بیر کی ٹہنڈی چہانون مین بیٹھکر دور سے لڑائی کا تماشا دیکھہ رہا تہا۔اپنے ملازمون سے کہا کہ اگر اس لڑائی مین میرا کام تمام ہوجائے تو مجھے اسی جاے پر دفن کرنا۔اس خواہش کے ظاہر کرنے کے بعد اوسکے اٹھنے کی دیر تہی کہ یکایک اُسکی پیشانی پر ایک گولی آنکے لگی۔اور وہین وہ سرد ہوگیا۔اسکے بعد اسکے گہوڑے کو بہی جو اسکے قریب کہڑا ہوا تہا دوسری گولی نے ڈہیر کردیا۔اسوقت راکب و مرکوب دونون پہلو بہ پہلو دفن کئے گئے۔اسکی اس اتفاقیہ موت نے اس کے اسوقت کے ہم مذہبونکو ایک درگاہ بنانے پر آمادہ کیا جسکا ایک عرصے کے بعد کچھہ اثر تک باقی نرہا آدہا بیگہ زمین بطور انعام کے دی گئی ہے اس زمین مین جو اس فرضی احاطہ یا اس درگاہ کے اطراف مین ہے حسب الضرورت زراعت کی جاتی ہے اور اسکی آمدنی عرس مین لگائی جاتی ہے یہہ عرس اسی جائے سے تعلق رکہتا ہے اور عام نہین ہے۔اس سردار کی قبر یہان سب سے بڑی نظر آتی ہے۔یہہ پتھر اور چونہ سے بنی ہوئی ہے۔اسکی بلندی آٹھہ فیٹ کی ہے۔سنہ ١٢٩٦ فصلی مین سید فصیح اللہ تحصیلدار نے اس کی مرمت کی تہی۔نرسمپیٹ سے آگے بڑھکے پکہال کے جنگل کو ایک راستہ جاتاہے جسکے اطراف مین میلون تک دشوار گذار جہاڑی ہے اور اس جہاڑی کے بعد وہ راستہ جہیل کو جاتاہے جو اس ضلع مین سب سے بڑی ہے۔یہ نرسمپیٹ کی مشرق مین واقع ہے جو پکہال تعلقہ کا صدر مقام اور وہان سے چھہ میل کے فاصلے پر ہے۔

قدیم ہندون کی ایک روایت کے مطابق یہ جہیل راجہ پرتاب رودرا کے زمانہ مین ایک جادوگر نے سحر سازی سے بنائی تہی۔جس مین کہاجاتا ہے کہ خود راجہ نے بہی مدد دی تہی۔اس سحرسازی کے وقت یہ راجہ شہر پکہال کے اندر جو جہیل سے کوئی تین میل مغرب مین واقع ہے اپنے محل مین تہا۔اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب راجہ کو جہیل بنانیکا خیال آیا تو اس نے اپنے تمام درباریون اور عہدہ دارونکو طلب کرکے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کرنیکے بعد حکم دیا کہ کسی ایک یا زیادہ آدمیونکو ایسے تلاش کرین جو اس بڑے کام کو انجام دیسکین۔ان عہدہ دارون نے ہرچند ایسے شخص کی تلاش مین سعئی بلیغ کی لیکن کوئی نہ ملا۔کچھہ عرصے کے بعد ایک خانہ بدوش جادوگر راجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین اس شرط پر اس کام کا ذمہ لیتا ہون کہ راجہ مجھے ایک ایسا شخص معاون دیوے جو بڑا دلاور اور بڑا زورآور ہو باوجود سعی و کوشش کے ایسا شخص نہ مل سکا تو راجہ اپنا لباس بدلکے دہقانی بہیس مین نصف شب کو اس جادوگرکے مکانپر گیا اور کہا کہ مین راجہ کے حکم سے تمہارے کام مین مدد دینے کے لئے آیاہون۔یہ سنکے اس جادوگر نے اسکو ایک کُدال دی اور آپ ایک ٹوکری لیکے اسکے ساتھہ نکلا اور دونون شہر سے باہر مشرق کیطرف چلے وہ دہقان آگے آگے اور وہ جادوگر پیچھے پیچھے۔نکلتے وقت اس جادوگرنے دہقان سے کہدیا تہا۔کہ خبردار کام کرتے وقت ہرگز پیچھے پہر کے ندیکہنا ورنہ مارا جائیگا۔کچھہ دور جاکے جادوگرنے اپنے معاونسے کہا کہ تو اس کُدال سے زمین کہودتا ہوا سیدہا آگے بڑھتا چلاجا۔جب وہ کہودنے لگا تو جادوگر اس کہدی ہوئی مٹی کو اٹہا کے اس کہدی ہوی زمین کے کنارے کنارے ڈالتا چلا اسکام کے ہوتے ہی فوراً اطراف کی پہاڑیان بڑی دہلکے کی آوازین کرتی ہوی اپنی اصلی جگہ سے ایسی چلین کہ گویا اس جادوگرکے بالکل حکم مین تہین۔ان پہاڑیونمین سے ایک بڑی پہاڑی نے جیسے چلنا شروع کیا کہتے ہین ایک ایسی مہیب آواز کی کہ راجہ جو بہیس بدلے ہوے تہا مارے دہشت کے فوراً اسطرف پہرکے دیکہنے لگا جدہر سے وہ آواز آئی تہی۔راجہ کے اسطرف دیکہتے ہی اسیوقت اس پہاری کی حرکت بند ہوگئی چونکہ یہ بات جادوگرکے حکم کے برخلاف تہی اسلیے اسنے اس سے خفا ہوکے کہا کہ تیری بزدلی نے اس جہیل کو زیادہ بڑہنے سے رک دیا۔تیری پہلی محنتین تیری اس نافرمانی کی حایل ہوین ورنہ ضرور تیری جان جاتی۔نہین معلوم راجہ نے کیون بعوض آپ آنیکے تجہکو روانہ کیا۔اس عظیم الشان عالیشان کام کو اس طرح خراب کرنے کا خود وہ ملزم ہے۔جادوگر کی۔اس دہمکی سے راجہ

پرتاب رودرا نے خوف زدہ ہو کے ظاہر کردیا کہ "ای جادوگر مین خود راجا ہون اور تیرے رحم کا امیدوار" اسکے ساتھہ اپنے تبدیل لباس کا حال بہی کہہ سنایا۔ جادوگر نے اس کو معاف کیا مگر وہ جہیل وہین تک بنی جہانتک زمین کہودی گئی تہی یا اسپر نشان کیا گیا تہا۔

اس تالاب کا مصنوعی پُشتہ کوئی دو ہزار گز لمبا ہے اور بلندی اور چوڑائی کي اوسط ۲۵ اور پچاس گز ہے۔ پاني کا زیادہ سے زیادہ عمق مغربی کنارہ کے قریب ۳۰ سے ۴۰ فیٹ تک ہے اور وسط جہیل مین کوئی ۲۰ یا ۳۰ فیٹ اور اس سے زیادہ اس جہیل کا رقبہ قریباً ۲۵ مربع میل ہے لیکن گرمی کے موسم مین فقط ۱۳ مربع میل رہجاتا ہے جہیل کے اندر کے کنارے پر اور نیز تمام قریب کے ڈہالوان مین اکثر املی کے جہاڑ اوگے ہوئے ہین جنمین سے بعض بہت ہی بڑے ہین۔

اسکے باہر کے کنارے پر جنگلی میوے کے جہاڑ ہین۔ جن کے تنونپر اسطرح بیلین دوڑی ہوی ہین کہ ایک دوسریسے ملکے اسکو ایک نا ممکن العبور جنگل بنا دیا ہے جہان سال کے اکثر حصہ مین شیر اور نیز دوسرے وحشی درندے رہا کرتے ہین۔ اس جہیل کے شمال اور جنوبی کنارے بہی سایہ دار درختون سے معمور ہین۔ شمالی کنارے سے اسکی پہاڑیان مشرق کي طرف اور جنوبی کنارے سے چہوٹے ٹیلون کا سلسلہ جنکی بلندی قریباً ۲۵۰ فیٹ ہے چلا گیا ہے۔ وہ بڑا ٹیلا جو جنوبی کنارہ سے اس جہیل مین گہسا ہوا ہے مثل "راس" کے نظر آتاہے اور اسپر بہی گنجان درخت اوگے ہوے ہین۔ مغربی کنارہ پر بہی ایک بلند چوٹی پہاڑ کي ہے جسکی اونچائی پانی کي سطح سے کوئی ۴۰۰ سے ۵۰۰ فیٹ تک ہے۔

اس چوٹی پر اتنی گنجائش ہے کہ اگر جنٹلمین اور انکے اہل و عیال تبدیل آب و ہوا کے لئے وہان جائین تو ان کے اور نیز شکاریون کے لئے وہان عاریتی مکانات تیار ہوسکتے ہین لیکن اس قسم کي تجویز سے پہلے اس جنگل کو صاف کرنا ضرور ہوگا۔ اس جہیل کے اطراف گہانس کثرت سے اوگتی ہے اور بارش کے دنون مین کوئی ٦ سے ٨ فیٹ تک اونچي ہوجاتی ہے۔ لیکن ابتدائے موسم سرما مین اسکو جلا دیا جاتاہے کیونکہ اس مین جو مضر ابخرے اسمین پوشیدہ رہتی ہین اگر نہ جلا دئے جائین تو صحت کو سخت نقصان پہونچائین۔

برسات کے موسم مین یہان ایک قسم کي مکہی کثرت سے ہوتی ہے جسے یہان کے لوگ گاودویرگے کہتے ہین یہ مکہي افریقہ اور جنوبی امیریکہ سیٹس مکہي کي قسم سے ہے۔ جب برشکال شروع ہوتاہے تو وہ اندے جو اگلے سال دئی ہوے ہوتے ہین سیئے جاتے ہین۔ یہ مکہی آدمیون اور جانورونکو ایسی تکلیف دیتی ہے کہ جب تک وہان کي گہاس اور روئیدگی یک لخت نہ جلا دیجائے کوئی شخص ان جنگلون مین جانے کي جرأت نہین کرسکتا۔ یہ مکہی قریب پون انچ لمبی اور پاؤ انچ موٹی ہوتی ہے۔

سنگ سیاہ کي ایک سلّی ٦ فیٹ لمبی ایک فیٹ چوڑی شتاب خان کے گندی کے کنارے ہے جسپر قدیم تلنگی حروف مین کچہہ سنسکرت عبارت کندہ ہے یہ عبارت بوجہ سلّی کے کسیقدر ٹوٹ جانے اور کسیقدر الفاظ کے محو ہوجانیکے صاف پڑہی نہین جاتی۔ یہ سلّی نواب مرزا طفیل علی بیگ بہادر کو جب وہ اس جہیل کے دیکہنے کے لئے آئے تہے تو وہان ملی تہی۔

لوگ بیان کرتے ہین کہ شتاب خان نے جب سنا کہ اس جہیل کے تہ مین ایک خزانہ مدفون ہے تو حکم دیا کہ اسکے پشتہ کو توڑ کے اس جہیل کا پاني خالی کردیا جائے۔ جب اس جہیل کا پانی خالی ہو رہا تہا تو کہتے ہین کہ راجہ پرتاب رودرا نے شتاب خان کے خواب مین آن کر اِس دفینہ کي برابر جگہہ بتلادی۔ اس خواب کے مطابق عمل کرکے شتاب خان نے دوسرے روز اس جای کو کُہدوا کے وہان سے خزانہ نکلوایا۔ اور پہر اس روپئہ سے اس پشتہ کي شکستگی کو جو اس کے حکم سے ہوی تہی۔ پتہرون کي سلون کو سیسے سے جما کے درست کردیا۔ لیکن اب سیسے کے جمانے کا کچہہ اثر معلوم نہین ہوتا۔

چلکا گٹا کي راس جسکا ذکر اوپر ہوچکاہے برسات کے موسم مین ہرطرف پاني سے گہرجاتی ہے اور سوای کشتیون کے اسپر جایا نہین جاتا۔ لیکن گرمی کے موسم مین جب اس جہیل کا پاني کسیقدر اوتر جاتا ہے۔ تو فقط ایک طرف سے اس پہاڑی کو جایا جاتا ہے۔ اس جہیل مین مگر عود بلا و کچہوے اور ہر قسم کي چہوٹی اور بڑی مچہلیان کثرت سے پائی جاتی ہین۔

اس جہیل کے شمال و مشرق مین چار میل کے فاصلے پر ہندؤنکا ایک قدیم مندر ٹوٹا ہوا پڑا ہے جہان اس اطراف مین رہنے والے کسان شبوراتری کے تہوار مین پوجا کو جایا کرتے ہین مندر کے حوض مین نہانیکے بعد پجاری لوگ اس کے دیوستہان پر میوے اور پہول نذر چڑہا کے بکریونکا بہینٹ دیتے ہین۔ اس مندر کو جانیکا راستہ تمام نا ہموار پتہرون کا بنا ہوا ہے جس کي وجہ سے گاڑیان اور گہوڑے جا نہین سکتے یہ مسافت پیدل کرني ہوتی ہے۔ لیکن مشکل کے ساتہہ۔ اس مندر کا "گندم" حدود سمپت کروا کے درمیان ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ خود مندر اس احاطہ مین ہے جو کبہی پکہال کے قدیم شہر کا تہا۔

پکہال کے شمال و مشرقی جنگلونمین جو حدود سمپت کروا مین واقع ہین۔ گاوِ وحشی کثرت سے ہوتے ہین اور دس دس بارہ بارہ کي چہوٹی جماعتین پہرتی ہوی نظر آتی ہین۔ لیکن کئی سال سے کوئی گرفتار نہین ہوا شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ جنگل مین گذر نہین ہوسکتا۔ سردیونمین

پکھال کے بعض جنگلون مین مور تمتر بٹبر مرغ خاردار اور
جنگلی پرندے ہوتے ہین اور علاوہ اسکے سانبھر جنگلی
ریچھ نیل گاے بھی کبھی کبھی ہاتھہ لگتے ہین — پانی اس
جھیل کا ہلکا اور خوشگوار ہے جیسے ان کنوؤنکا جن مین
جھرنے ہوتے ہین — اس جھیل کے چار بدر رو ہین اس کی
حالت کیا بالفعل اور کیا پیشتر ایسی نہین جو گورنمنٹ
کے فائدے کا باعث ہو — ہان اگر کوئی بیالیس ہزار روپیہ
خرچ کرکے اسکی مرمت اور اوسکی دیوارون کی شگافون
کو زیادہ اونچا کیا جائے اور نئی آبادی کے لئے قدیم
شہر پکھال کے جاے پر گھر وغیرہ بنائے جائین تو غالباً
گورنمنٹ کو بہت بڑا فائدہ ہوگا — کیونکہ اوس کی تمام
زمین جو ابتک بنجر پڑی ہوی ہے قابل زراعت
ہوجائیگی —

اس جھیل مین مشرق کی جانب سے تین چھوٹی سی
نہرین آنکر گرتی ہین جو پہاڑون مین نکلی ہوی ہین — جب
برسات — ۱۴ یا ۱۵ انچ ہوتی ہے تو یہ جھیل باوجود اس
کے شگافون کے نقصان کے لبریز ہوجاتی ھے اس جھیل کے ذریعہ
۲۰۰۰۰ بیگہ سے زیادہ زمین شاداب ہوتی ہے جسکی
سالانہ آمدنی ۱۲۰۰۰۰ روپئے بحساب فی بیگہ ٦ سے لیکے
۸ روپئے تک ھے — لیکن خیال کیاجاتا ھے کہ اگر ان گاؤن
کی جو کبھی آباد تھے ویران زمینین جو اس جھیل کے
اطراف مین ہین پھر آباد کی جائین اور جنگلون کو صاف
کرکے اُنمین زراعت کیجائے تو فی بیگہ بارہ ۱۲ روپئے
وصول ہوسکتے ہین —

راماپا جھیل کے مندر

ورنگل سے تیس میل شمال و مشرق مین راماپا کی
بڑی جھیل ہے — اس کے اُس پار کئی مندر ایک
جائے پر ہین جنکی وضع ہنمکونڈا کے بڑے مندر کی سی
ہے — اس سے معلوم ہوتاہے کہ یہ بھی اسی زمانہ کے ہین
اور غالباً انہین معمارون کے ہاتھہ کے بنائے ہوئے — خاص
مندر مین ایک دیوستھان ہے جس کے مقابل مین ایک
دالان ہے — ستونونکی ترتیب معمولی ترتیب سے — کاچھہ
الگ ہے اور یہہ بات قابل دید ہے کہ مورتیان انہین
کھمبون مین سے ابھری ہوی ہین — اور اوپر کی کارنسین انہین
کے سہارے ہین —

ستونون دروازون اور قناتون کا نقش و نگار نہایت نفیس
ہے — اس کا مینار کامل اور اینٹونکا بناہوا ہے اور موافق
ضرورت کے وہ اینٹ ڈھالے گئے ہین — اس مندر کے شمال
مین ایک اور چھوٹا سا مینار ہے اور اسکا شیکھر یعنے
چوٹی بھی اینٹون ہی کی ھے — دو مندرون کے درمیان ایک
مربع منقش پیل پایہ ہے اور اس پر بھی وہی نقش و نگار
ہین جو ہنمکونڈا اور اپار پالی کے پیل پایونپر ہین — اس کے
جنوب مین ایک ستونی دالان ہے —

تالاب لاکراوارم

ریاست نظام مین یہ سب سے بڑا پانیکا خزانہ ہے —
جو ورنگل سے چالیس میل شمال و مشرق مین — اور
سالبوائی سے چھہ ٦ میل جنوب مین مُلّر منڈا پٹھہ کے راستہ
پر واقع ہے — اس مین بہت سی پہاڑی نہرین آنکر ملی ہوی
ہین اور ایک سو مربع میل سے زیادہ زمین تک کا اسمین
پانی گذرتا ھے — اس جھیل مین ایک بڑا شگاف ہے سو فیٹ
گہرا اور دو سو فیٹ چوڑا جسکی مرمت کو لاکھہ روپئے
سے زیادہ صرف ہوگا — اس شگاف کی نسبت یہ نقل مشہور
ھے کہ یہہ مسلمانون کے فتح کے آگے کا ہے باوجود اس
شگاف کے اس کا پانی چھہ مربع میل تک پھیلتا ہے جب
پانی زیادہ ہوتاہے تو شمال و مشرق کی راہ سے نگرم مین
کوئی تیس ۳۰ میل زمین کو ویران کرتا ہوا گوداوری کو
جاتا ہے — راستے مین بہت سی چھوٹی چھوٹی نہرین اس
مین آنکر ملتی ہین — اگر اس کا شگاف درست کیا جاوے
تو کامل تیس ۳۰ مائل تک پانی پھیلے اور وہ نالے جواب
بے مرمت پڑے ہوے ہین — کلاسور تک پانی کے لیجانے
مین بکار آمد ہون جو تیس ۳۰ میل سے زیادہ فاصلہ پر
گوداوری کے کنارے واقع ہے اس صورت سے اس کے کنارہ
کی تمام زمین سرسبز و شاداب ہوجائے — کل خرچ اس کا
تخمیناً دو لاکھہ روپیہ ہوگا اور ایسا خیال کیاجاتا ہے کہ
اس صورت مین یہ چشمہ کوئی ۸۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو
شاداب کرسکیگا — اس شگاف کے سامنے ایک پشتہ بنایا
گیا ہے لیکن باوجود اس کے اسکی تہاہ مین سے پانی باہر
نکلتا ہے — بالفعل فقط کوئی تین ایکڑ زمین مین زراعت
ہوتی ہے —

قلعہ ظفرگڑھہ

یہہ قلعہ جو نہایت شان و شوکت کے ساتھہ کھڑا ہوا ہے
ہز ہائینس حضور نظام کی خانگی جائداد مین داخل
ہے — یہ ہنمکونڈا سے کوئی بیس میل کونور سے آٹھہ میل
اور گھاناپور نظام ریلوے اسٹیشن سے سولہ میل کے فاصلے پر
واقع ہے — اس قلعہ کو جو راستے جاتے ہین وہ بہت ٹھیک
ہین اور سواری اور تانگونکے لئے بھی محفوظ ہین — سواے سخت
موسم گرما کے ہمیشہ یہانکا منظر دلکش رہتا ہے خصوصاً
جواری اور ارنڈی کی کھیت کا منظر نہایت خوش نما
معلوم ہوتاہے — ان کھیتون مین کھجور اور ناریل کے جھاڑ
کثرت سے ہوتے ہین اور کہین ایسے بھی درخت نظر آتے
ہین کہ وہ ایک اور قسم کے ہین اور انمین شاخین اور
قسم کے درختون کی لگی ہوئی چنانچہ تاڑ کا جھاڑ بڑھہ
کے پیڑ سے اُگا ہوا ہے اگرچہ یہہ نوادرات سے ہے لیکن
دیکھنے مین بڑا نہین معلوم ہوتا — لہلہاتے خوشونکی خوبی

ترور کے پیلے پھولونسے اور دودالا نظر آتی ہے یہ پھول تمام علاقہ مین کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور اب رفتہ رفتہ وہان کے دیسی لوگ اس پھول کو چمڑا رنگنے مین استعمال کرتے ہین- یہان اومڑیان کثرت سے ہوتی ہین مگر درندون کی ایذا کا کوئی کھٹکا نہین ہے کیونکہ جو شیر اطراف کی پہاڑیون اور جنگلون مین رہتے ہین ان میدانون مین آنیکی جرأت نہین کرتے - اس قلعہ کو جانے کے راستہ مین بالکل ویرانہ اور سناٹا ہے- جس ٹیلہ پر وہ قلعہ قائم ہے وہ بہت دور سے نظر آتا ہے کیونکہ اسکی بلندی قریباً پچاس فیٹ کی ہے-اس ٹیلہ سے دو اور چھوٹے ٹیلے ملے ہوئے ہین- جن سے اسکی شکل ہلالی ہوگئی ہے- قلعۂ ابراہیم انہین چھوٹی ٹیکریونمین سے ایک ٹیکری پر بنا ہوا ہے اور ظفر گڑھہ کے داہنے طرف واقع- ان دونون گڑھیون سے معلوم ہوتا ہے کہ دونون پہلے ایک ہی شخص کے تھے جنہین ایک ہی خندق کے ذریعہ سے جو گاؤن کے اطراف بنی ہوی ہے ملا دیا گیا ہے- یہ خندق کوئی بیس فیٹ عمیق ہے قدیم زمانہ مین اسپر سے عبور کرنا مشکل ہوتا ہوگا- اس خندق کی حفاظت کے لئے تین بروج ہین اور انپر ۷ سے ۱۷ فیٹ تک لمبی توپین چڑھی ہوین- جنکے دہانیکا قطر ساڑہے چار سے چھہ انچ کا ہے- پہلے یہان بہت سی توپین رہا کرتی تھین لیکن اب اوتار کے انہین دوسرے قلعونمین بھیجدیا گیا ہے مگر اب بھی اتنی ہین کہ جن سے اس قلعہ کی گذشتہ عظمت و شوکت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے- ایک توپ جو اس پہاڑیکے چوٹی پر ہے اور جو تمام میدان زیر حکم رکہتی ہے وہ فلزات سے نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے- دوسری تمام توپون پر محمد قاسم کا نام اور سنہ ۱۱۹۳ھ کندہ ہے مگر اس توپ پر سنہ ۱۱۸۵ھ اور ظفرالدولہ کا نام جو رکن الدولہ کے رفیق تھے کندہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قلعہ ایک سو بیس برس پہلے بنا ہوا ہے- غالباً محمد قاسم نے یہ توپین ڈہلوائی ہین جو توپخانہ کا ناظر تھا- ابتک ایک یا دو توپون کی زمبورکین باقی ہین جو گلاب کی لکڑی کی ہین اور دوسری توپونکی کرم خوردہ ہوگئی ہین—

قلعہ ظفر گڑھہ کو ظفرالدولہ نے بنوا کے اپنے نام پر سے اسکا نام رکھا تھا- وہ ایک تعلقدار تھے اور وزیر رکن الدولہ کے رفیق- مذکور توپ کے نقش کندہ سے معلوم ہوتا ہے- کہ یہ شخص بڑا معزز و ذی اختیار تھا اور ملک کے ایک بڑے حصہ پر اسکا حکم چلتا تھا چنانچہ اسکی دلیل یہ ہے کہ اس نے فقط یہی ایک قلعہ نہین بنوایا بلکہ اور بھی قلعے بنوائے ہین چنانچہ دوسرے چار قلعے ہین جو ایسے ہی مضبوط و مستحکم اسیکے بنوائے ہوئے ہین- پس طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک تعلقدار کے پاس اتنی دولت کہان سے ہوسکتی ہے جو ایسے قلعے بناسکے- اسکا جواب یہ ہے کہ اُسوقت کے تعلقدار کو بہت بڑے اختیارات ہوتے تھے جو اِسوقت کے تعلقدارون کو نہین- اُسوقت کے تعلقدار اپنے اضلاع کے مختار کُل ہوتے تھے انہین جنگ و صلح کے اختیارات حاصل تھے- انکے ماتحت صرف چھوٹے چھوٹے علاقے ہی نہین بلکہ بڑے بڑے شہر ہوتے تھے اور حقیقت مین بادشاہ انکے ہاتھہ مین کھلونا ہوا کرتا تھا جسکو اپنے حرم سے بہ نسبت امور مملکت کے زیادہ کام رہتا تھا- چنانچہ ظفرالدولہ نے یہ پانچ قلعے بنوا کے تیار کئے- غالباً انکے طیار ہونے مین ایک عرصہ دراز ہوا ہوگا لیکن باوجود اسکے بادشاہ کو ان قلعون کی خبر تک نہوئی- ظفر گڑہ مین داخل ہونے کے چار دروازے ہین بڑا دروازہ جو شمال کیجانب مین ہے اس کو دروازہ ہنمکونڈا کہتے ہین کیونکہ جو لوگ ہنمکونڈے سے آتے ہین اس دروازیسے قلعہ مین داخل ہوتے ہین- اس دروازیکے سامنے جو راستہ ہے وہ بالکل ویران ہے- باہر کے پھاٹک کو بالفعل کوئی پٹ نہین اور اگر ہون تو بھی ان سے اسکی شان و شوکت بڑھہ نہین سکتی- پہلے اسکی چھت بنوائی گئی تھی لیکن وہ توڑ دیگئی- اندر کا پھاٹک ایسا خراب نہین ہوگیا ہے اور وہ بغیر کسی عظمت و شان بلکہ کسی نقش و نگار کی خوبصورتی کے- یونہی دیکھنے مین بہت سنگین اور پائدار معلوم ہوتا ہے- اس کے پٹ مضبوط ساگوان کے چھہ انچ دلدار ہین اور انمین لوہکی لمبی میخین لگائی گئی ہین جنکا لوہا باوجود سوا سو برس گذرنیکے ابتک چمک رہا ہے- یہ میخین اسوقت پر جبکہ قلعہ شکنی کے آلات وجود مین نہین آئے تھے ہاتھیون کو دروازہ ڈھکیلکے توڑ دینے سے روکدیتی تھین اس قلعہ کی بلندی قطع نظر پشتہ کی دیوار کی بلندی کے ۲۵ فیٹ کی ہے- اور اس کا چوکھٹا نہایت پائدار ہے- یہ موٹے کالے پتھر کے ستونونکا بنا ہوا ہے جو دروازے کے دونون طرف قائم ہین اور جن مین ان کے پائیزے نصب ہین- ایک دروازیکی حفاظت دو برجون سے کی گئی ہے جن پر توپین چڑھی ہوی ہین ان برجونپر چڑھنے کے لئے کھلے ہوئے زینے تھے جن پر اب جنگلی گھاس پات اوگی ہوی ہے- پہلے منزلہ پر پہنچنے سے جہان ایکوقت مین سوا ایک آدمی کے دوسرا نہین جاسکتا وہ جنگلی جھاڑ جو پتھر مین سے اوگے ہوئے ہین نظر آتے ہین اور انکے دیکھنے سے اس قلعہ کی ویرانی کا دلپر قوی اثر ہوتا ہے- اس کے شگافون کے قریب جن مین سے جڑین نکلی ہوی ہین کھڑے ہونا خطرناک خیال کیا جاتا ہے- بائین برج سے فصیل شروع ہوتی ہے جو دوسرے برج تک چلی گئی ہے اس دیوار کی اندر کی طرف ایک راستہ ہے جو پہلے ایک برج سے دوسرے برج کو جانے آنے کے لئے مفید تھا اسکے بعد حیدرآباد کا پھاٹک آتا ہے جو نہ بہت بڑا ہے اور نہ دلکش- بجز

اسکے کہ اسکا برج کہ ایک ڈھلاؤ ٹیکری پر بنا ہوا ہے۔ اس دروازہ کا فاصلہ ہتھکونڈے کے دروازیسے آدہا میل ہے اسطرف کي خندق سیاہ پتھر اور گچ کي بنی ہوئی ہے۔ ظاہراً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان کي زمین کو جو بالکل نرم ہے خندق میں گرکے اسکو پاٹ دینے سے باز رکھے۔یہ دروازہ مغرب کیطرف ہے اور مشرق کیطرف کہمم پھاٹک ہے۔اس میں اور ہتھکونڈے کے پھاٹک میں کوئی فرق نہین سوائے اسکے کہ یہان برج پر چڑھنے کي سیڑھیان بند ہین اور وہان کھلی ہوئی۔ایک جائے پھاٹک اور خاص دروازہ کے درمیان چھوڑ دیگئی ہے۔یہان نگہبانون کے لئے حجرے ہین جو بڑے دروازے پر نہین ہین۔ جنوب کي طرف ایک چوتھا پھاٹک ہے جسکا نام بھي ہتھکونڈا پھاٹک ہے۔مگر اسمین جانیکا راستہ اتنا کھڑا اور خوفناک ہے کہ زمین سے وہان تک پہنچنا نہین جا سکتا۔اس دروازہ کا کوئي نام تک نہین لمتا یہ دروازہ فقط سرے پر پہنچنے کے بعد نظرآتا ہے لیکن اب وہ گچ سے بند کردیا گیا ہے شاید اسلئے کہ اسکا راستہ خوف سے خالی نہین۔یہ پھاٹک بالکل شکستہ ہوگیا ہے۔

تین راستون سے لوگ اس ٹیلے کي چوٹی پر جاتے ہین جہان نرسنگ کا مندر اور قلعہ کے تعلق ایک مکان ہے۔ایک راستہ تو گاؤن کے طرف سے ہے جو صاف سیاہ پتھرون کا ہے اور تین سو فیٹ بلندی کے بعد وہ اتنا سیدہا اور کھڑا ہوگیا ہے کہ ضعیف القلب آدمی چکرانے لگتا ہے۔دوسرا راستہ پہاڑ کے باہر کیطرف سے ہے جو چندان دشوار گذار نہین۔پتھر کي سلیان جو اِدھر اُدھر پڑی ہوي ہین وہ بمنزلہ اسکی سیڑھیون کے ہین۔اس راستہ سے اسکی چوٹی پر پہنچنے کو پون گھنٹا لگتا ہے۔یہ راستہ کچھ کچھ ماتھیران کے اس خوبصورت راستے سے مشابہت رکھتا ہے جسکو ڈینچہ پاتھہ کہتے ہین اگرچہ یہانکا منظر اتنا سہانا نہین جیسا ماتھیران کا ہے لیکن پھربھی بہت خوش آئند ہے۔جون جون آدمی اوپر چڑہتا ہے نیچے کے میدانون کے مختلف منظر جنکا سلسلہ میلون تک چلا گیا ہے نظر سے قریب ہوجاتے ہین اور وہ اس قابل ہین کہ شاعر اُن پر طبع آزمائی کرے یا مصور انکی تصویر کھینچے۔آدہی مسافت تک تو وہ راستہ زمین اور جھاڑون سے پٹا ہوا ہے مگر ایک پتھر کے دروازیسے نکل کے جو جگہہ ٹہرنے کي آتی ہے اس کے بعد وہ پہاڑي صرف ایک پتھر کي چٹان کي سی نظر آتی ہے۔یہان سے جوتے نکال دینے پڑتے ہین تا سلامتی کے ساتھہ جلدی چلا جاوے چند گز کي مسافت تک طے کرنے کے بعد ملاقاتي ایک قید خانہ کے سامنے آتا ہے جو ویران ہوگیا ہے جسکو کرشنا دیو ریلو نے بنوایا تھا یہ شخص اسوقت پر کہ ظفرالدولہ نے قلعہ بنوانا شروع کیا تھا ایک مقتدر راجہ تھا اور اسی کے قبضہ سے اس مسلمان فسر نے بزور اسے چھین لیا تھا اس کے قرب و جوار مین ایک

کنوان نظرون سے چھپا ہوا ہے جو سیکڑون فیٹ گہرا ہے لیکن ظاہراً فقط ایک پانی کا چقرسا معلوم ہوتا ہے۔اس کنوئین کا دہانہ بہت ہی چھوٹا ہے شاید کوئی چار سے پانچ گز تک مگر اسکا قطر اس کے عمق کیطرف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔قلعہ کے دھیڑ اس کنوئین کو کام مین لیتے ہین اس کے بعد جب آدمی اور زیادہ اوپر چڑھتا ہے تو پنچ بہا توپ جو ساڑھے نو فیٹ لمبی ہے اور جس کا دہانہ ساڑھے چار فیٹ کا ہے نظرآتی ہے اور وہان سے چند قدم نرسنگ کا تالاب ہے جس کا ایک کنارہ نہایت صنعت کے ساتھہ پتھر کا بنا ہوا ہے یہ چشمہ اتنا عمیق ہے کہ عام طور پر گمان کیا جاتا ہے کہ اسکی تھاہ ہی نہین۔پانی اسکا قدرتی طور پر صاف ٹھنڈا اور تازگي بخش ہے مگر یہ زیادہ طہارت کے کامون مین استعمال کیا جاتا ہے۔کہتے ہین کہ اس پہاڑیکے تمام تالابونکا پانی کبھی نہین سوکھتا۔

اس تالاب کے سرے پر نرسنگ کا ایک مندر ہے جو پہاڑ مین کھدا ہوا ہے ہرسال ماہ شراون مین یہان ایک بڑی جاترا ہوا کرتي ہے جس مین بہت سے پجاری جمع ہوتے ہین۔اگرچہ نرسنگ کے تالاب کو کوئی باڑھہ داڑھہ نہین اور نہ اسکا راستہ کشادہ اور خوف و خطر سے خالی ہے۔تاہم بڑی تعجب کي بات ہے کہ آجتک وہان کوئي حادثہ نہین ہوا۔وہان کے رہنے والے اسکو اس مندر کي کرامات بتلاتے ہین یہ مندر نسبتاً بالکل بے حیثیت ہے اور ایک بڑے پتھر مین کھدا ہوا۔اس مندر کے سر پر ایک مورت رکھی گئی ہے جو اندر کے اندھیرے کے سبب سے برابر نظر نہین آتی۔دروازہ اس غار کا اتنا نیچا ہے اور وہ مورت اتنی اونچی کہ بغیر اکڑو بیٹھے کے وہ نظر نہین آتی۔نرسنگ کے تالاب اور مندر کے مغربی جانب ایک اور تالاب ہے جسے مانگ اور چمار لوگ استعمال کرتے ہین اور اس اونچی پہاڑ پر بھی اہل ہند کے قومي تفاوت اور مذہبي اوہام کي نہایت پابندی ہوتی ہے۔اس تالاب سے آدمی قلعہ کي چوٹي کے بالا حصار پر جاسکتا ہے جہان شاہانہ اجڑي عمارتین نظرآتي ہین۔یہ بالاحصار پہاڑ کي سب سے اونچی جگہ پر بنا ہوا ہے جہان سے تمام اطراف کي بستی ہتیلی پر نظرآتی ہے۔ چنانچہ۔قاضی پیٹھہ کے صوبہ دار کا بنگلہ اسٹیشن اور دوسری عمارتین بلا مدد دوربین کے صاف نظرآتي ہین۔ اس عمارت کے دو حصے ہین مردانہ اور زنانہ۔اور یہ بالکل سادی ہے۔اس مین نقش و نگار بنا نے کي کوشش نہین کي گئی لیکن اینٹ وغیرہ کا کام نہایت عمدہ ہے خصوصاً چونہ کا کام کہ باوجود ایک مدت دراز گذرنے کے ابتک ویساہی ہے۔مردانہ حصے کے بیچ مین ایک مستطیل حوض ہے جسمین اشنان کیا جاتا ہے۔پہلے اس حوض مین ایک باہر کے حوض سے پاني آتا تھا۔ زنانخانہ

مین ایک حصہ زمین کا بطور باغ کے الگ کردیا گیا ہے جسمین جنگلی پودے اور شریفہ کے جھاڑ نہایت کثرت سے ہوتے ہین اگر اس عمارت کو اسی موجودہ حال مین چھوڑ دیا جائے تو خوف ہے کہ ایک یا دو سال مین وہ منہدم ہوجائیگی باہر کي دیوار سے کوئی پاؤ میل کے فاصلے پر ایک بارود خانہ ہے اس کے چار حصہ ہین- جنمین سے تین خالی ہین اور ایک کوئی ۵۰۰۰ ہزار روپئے کي بارود سے بھرا ہے-بارود کو مصری وضع کے مرتبانونمین رکھا ہے جنکی شکل مخروطی ہے بارود خانہ اور بالاحصار کے درمیان موتی تالاب ہے جسکا پانی نہایت شیرین ہے یہ تین تالاب یعنے نرسنگ تال اور ایک اس کے قریب کا تال اور موتی تال ایسے ہین کہ جنہین پہاڑ مین کھود کے بنایا گیا ہے-اور جس کے کنارے ڈھلاؤ ہین ہر ایک بہت عمیق ہے لیکن انمین نرسنگ تال سب سے گھرا ہے—

سلح خانہ سے ایک راستہ ہنومان پھاٹک کو جاتا ہے جسکی اتار بہت عمیق اور خوفناک ہے اور بدون کسی رہبر کے اس راستہ سے اترنیکی کوشش کرنا سخت بیوقوفی ہے-اور دو راستے بہت سہل گذار ہین وہان کے دیسي کہار اکثر پانچ روپئے کي اجرت پر لوگونکو میانہ پر سوار کرا کے لیجاتے ہین-ان کہارون کو میانہ لیجاتے ہوئے دیکھنے سے سخت حیرت ہوتی ہے کہ کیونکر وہ بدون کسی خارجي سہاریکے فقط آہستہ دوسرے آدمیونکے کاندہے پر جو ساتھہ ساتھہ چلتے ہین ہاتھہ رکھے ہوئے ایسی کھڑی چڑہائی پر چلے جاتے ہین-کہ فقط جہان سے گرنیکا خیال ہی مضبوط سے مضبوط آدمی کا دل ہلا دینے کو کافی ہے- مگر وہ کہار بھاری بوجھہ کے ساتھہ قدم جمائے ہوئے خوش بخرش چڑہتے اور اپنی سامعہ خراش آواز سے اپنے کام کي گراني کو ہلکا کرتے ہوئے چلے جاتے ہین- غرض یہان کا تمام منظر دلچسپ و دلکش ہے-ہنومان پھاٹک سے کئي گز کے فاصلے پر ایک بڑا مندر شیوا کا ہے جسکے مقابلہ مین ایک برج پتھر کا کوئی پچاس فیٹ اونچا کھڑا ہے جو اس مندر کے نشان کا جھنڈا ہے-اس مندر سے وہ پہاڑی صرف ایک پتھر کي چٹان معلوم ہوتی ہے-اس مین شک نہین کہ قلعے پر اسطرف سے چڑہنا بالکل محال ہے-اس کے نیچے املی کے درختونکا ایک نہایت خوبصورت جھُنڈ نظرآتا ہے جہان ٹھیک دو پہر کے وقت بہت ہی گھنا سایہ رہتا ہے-سچ تو یہ ہے کہ یہ تمام گاؤن املی ہی کا جنگل ہے-املی کے جھاڑونپر بندر بکثرت رہتے ہین-چھہ (٦) آدمی شیوا کے مندر کي نگھباني اور حفاظت کے لئے مقرر ہین-ان مین سے بعض اسی برس کے عمر کے ہین-ان کي زبان سے گذشتہ حالات اور خوبیان سن کے جن کے نہونے پر انہین افسوس ہوتا ہے سامعین کو افسردگی ہوتی ہے-مگر یہ بات البتہ قابل اطمینان ہے کہ ابتک یہان خونخواری نے راستہ نہین پایا ہے اور زمانہ کے ہاتھہ کو ویراني کے کام کي تعجیل مین جو اس نے شروع کیا ہے آدمیونکے ہاتھہ نے کوئی مدد نہین دی ہے-اس صلح کے زمانہ مین یہ جائے بسبب بلندي اور آب کثیر کے گرمیون مین ایک عمدہ آرام گاہ ہوسکتی ہے-یہ ایک تعجب کي بات ہے کہ جب تک نیچے کے میدان مین پاني نہین رہتا تب تک ان چارون تالابون کا پاني خشک نہین ہوتا—

ابراہیم گڑھہ کي آبادی اخیر مردم شماری کے مطابق ۲۰۵۹ تہی اور اس کي سالانہ آمدني سرسبز سالون مین قریباً مبلغ ۱۰۰۰۰ روپئے کي ہے—

—✽✽✽—

قلعہ شاپور

قلعہ شاپور نظام ریلوے کے اسٹیشن - ڈاڑ نسے دس میل مشرق مین واقع ہے اور قریباً تین سو فیٹ مربع -اس کے ہر کونے پر ایک مربع برج ہے-یہ برج بارہ فیٹ بلند ان دیوارون پر بنے ہین جو خود زمین سے ایک سو بیس فیٹ اونچی اور بارہ فیٹ چوڑی ہین-ایک اندرونی دیوار اٹھارہ فیٹ اونچی بیرونی دیوار سے کچھہ فاصلے پر بني ہے اور انکی درمیانی زمین سوداگری کے کام مین مستعمل ہے-محرابی راستہ جو بطور دروازے کے ہے زمین سے درمیانی پتھر تک چھتیس ۳٦ فیٹ ہے-اس کماني دروازہ کي چوڑائی آٹھہ فیٹ کي ہے-قلعہ کے بیچ مین جو ایک پہاڑی پر بنا ہے ایک برجِ نگھباني ہے-اس قلعہ کي نسبت کہا جاتا ہے کہ اسے تقریباً چارسو برس آگے دو مشہور ڈاکون نے جنکا نام سروائی اور پاپرد تہا بنوایا تہا-ایک توپ آٹھہ فیٹ لمبی ہے جس کا دہانہ چھہ انچ کا اور بتی دینے کے سوراخ کے پاس اٹھارہ انچ چوڑا ہے-یہہ توپ شمال و مغربی برج پر چڑہی ہوئی ہے اور اس کا رخ مغرب کي طرف ہے-اس حجرے مین جنوب کي طرف رخ کئے ہوے ایک دروازہ ہے اور ایک کھڑکي ہے جسکا رخ شمال کي طرف ہے-مذکور شمال و مغربی برج سے ایک ریت کي دیوار جو اب کچھہ گرگئی ہے نصف دائرے کي شکل مین ٹٹئی کوٹ کي وسطی دیوار تک جو مغرب مین ہے چلی گئی ہے-یہ راستہ اب پٹ گیا ہے اور تہخانہ کے کٹھرے کي حجابی دیوار جس سے کوئین مین جاسکتے تہے گرگئی ہے-وہ کنوان بہت بڑا ہے اسیکے پاني سے زمینین سینچی جاتی ہین-حقیقت مین یہی ایک کنوان ہے جو اس نواح مین ضروری چیزون کے بہم پنہچانیکا ذریعہ رہگیا ہے-قلعہ کے مورچے قریب الانہدام ہین-قلعہ کي آبادی اخیر مردمشماری کے مطابق پندرہ سو ۱۵۰۰ کي تہی جس مین اکثر ہندو ہین—

قلعہ بہوناگر

بہونا گر کا مشہور قدیم قلعہ حیدرآباد سے تیس میل مشرق میں ریلوے لائن پر پتھر کی اونچی ویران پہاڑی پر واقع ہے جو اطراف کی بستی سے چہہ سو فٹ اونچی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ایک قلعہ بالا اور دوسرا قلعہ پائین۔ نیچے کے قلعہ میں ہیں بتلاتے ہیں کہ کم سے کم بہوناگر میں ایک مندر تھا پھر قلعہ مسلمانوں نے پھر سے بنایا تھا مگر اصلی قلعہ ورنگل کے راجاؤں کا بنایا ہوا تھا جو ورنگل کے بیرونی استحکامات میں داخل تھا۔ پرانی ہندوانی دیواریں اور دروازے ابتک باقی ہیں جن کی وضع مسلمانی تعمیرات سے بالکل الگ ہے۔ ان کی صنعت سائکلوپیا کی

بہوناگر کے تالابونکا سلسلہ

پہلا پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور دوسرا مغرب کی طرف اس کگر کے برابر چلاگیا ہے جو گاؤں تک گیا ہوا ہے اوپر اور نیچے کے قلعہ کے درمیان اس پہاڑی میں ایک شگاف پڑگیا ہے اور اسپر پانی روکنے کے لئے نو آڑی دیواریں ایسی بنائی گئی ہیں کہ نو تالاب ہو گئے ہیں۔ پہاڑی کی سطح بدررو کا کام دیتی ہے۔ جن میں سے پانی ہوکے ان نالیوںمیں جاتا ہے جو ٹیلہ کے اس پار بنائے گئے ہیں۔ اوپر کے قلعہ پر مسلمانوں کے ایک قدیم محل کی شکستہ دیواریں ہیں اور یہاں سے اطراف کی بستی کا منظر صاف نظرآتا ہے اور ہوا صاف ہوتی ہے تو صبح کیوقت گولکنڈا کا قلعہ بہی دکہائی دیتا ہے۔ اس محل کے نزدیک ایک چہوٹا علاحدہ بُرج ہے جسپر دو توپیں چڑہی ہوئی ہیں ایک پیتل کی اور دوسری لوہےکی۔ اس محل کے مغرب میں ایک کنواں ہے جس میں ہمیشہ صاف پانی رہتا ہے۔ اس برج کے قریب شمال کیطرف ایک شکستہ نندی (بیل) ہے پہر بیل اور نیز ہندوانی وضع کے ستون جو سی ہے اور مسلمانوں کی گچ کی۔ دیوارونکا سامنے کا رخ بڑے پتھروں کا ہے جو سیدہا جمائے گئے ہیں اور ایک ایک پتھر کے بعد ایک ایک چہوٹا سا چو گوشہ۔ تمام عمارتی پتھروں کا بنایا گیا ہے اور دیواریں مجوف یا کہوکلی ہیں۔ بڑے اور زیادہ بہاری سلسلوںمیں بڑے پتھر کنارے پر رکہے گئے ہیں جس سے انکی سب سے چوڑی اور لمبی سطح سامنے سے نظرآتی ہے۔ دیوار میں دو متوازی قطاریں بڑے پتھروں کی ہیں ایک باہر کیطرف اور دوسری کنارے کیطرف۔ یہ قطاریں دو یا تین فیٹ فاصلے سے ہیں اور اندر لمبے پتھر قریب قریب متقاطع واقع ہوئے ہیں جنسے ایک دوسرا سلسلہ بنگیا ہے اور اندر ایک اور سلسلہ بڑے پتھروں کا کنارے پر قایم کیا گیا ہے اور ان پر ایک سطح ترچہی پتھروں کی جمائی گئی ہے۔ جس سے دیوار حسب ضرورت چوڑی ہوگئی ہے اور جسکو مٹی کے پشتوں سے اور زیادہ مضبوط کردیا گیا ہے جو ان

شاہی محل کے کھنڈر – بیدر ناگر
شہر پناہ کی دیواریں – بیدر ناگر
محل کے کھنڈر – بیدر ناگر چٹان

کدوان – بیدر ناگر چٹان کی چوٹی
مسلمان دروازہ – بیدر ناگر

کے عقب مین ہین-قدیم ہندؤن کے بُرج مربع بنا کرتے تہے لیکن بعد مین انکی وضع کثیرالاضلاع ہوگئی-اس قلعہ کے تین پہاٹک ہین اور پہلے پہاٹک پر جسے فولادی دروازہ کہتے ہین ایک نوبت خانہ ہے جس مین ہر صبح کو بالخرچ حضور نظام چار آدمی نوبت بجاتے ہین-تیسرے دروازے کے اس طرف ایک پرانی مسجد ہے-اس قلعہ مین قریباً چودہ توپین ہین-بہونگر کی آبادی جسمین ایک محکمۂ میونسپالٹی بہی ہے ۵۰۰۰ کی ہے-یہ شہر اس پہاڑی کے دامن مین ہے جو جنوب و مغرب مین واقع ہے-قلعہ کی فصیل بڑہتی بڑہتی یہانتک چلی گئی ہے-کہ اس سے شہر کی اندرونی دیوار بہی بن گئی ہے جو اسوقت تعلقدار کے محکمون مکانون-اور پولیس اور دوسرے سرکاری افسرون کے مکانون کو گہیرے ہوے ہے ایک دروازہ شمال و مشرقی جانب کا ٹوٹا پڑا ہے ایک مٹی کی دیوار باہر سے تمام قصبہ کو محیط ہے جس مین پہلے تین دروازہ تہے مگر اب انکا نام و نشان تک باقی نہین-شہر کی مشرقی جانب ایک مسجد ہے جو ایک بزرگ سید شاہ جمال بہار نامی قدس سرہ کے ایام زندگی مین بنی تہی-ان کے انتقال کو سات سو برس گذرے ہین-مسجد کے مقابلہ مین ایک کماندار دروازہ ہے جو بڑے صحن کو جانے کے راستہ پر قایم ہے-اس کے صحن کے درمیان اس بزرگ کا مقبرہ ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ دفن ہوے تہے-اس صحن سے لگا ہوا ایک بڑا دو منزلہ دروازہ ہے-اوپر کے منزلہ مین نوبت خانہ ہے جہان حضور نظام کے خرچ سے دنمین تین بار نوبت بجاکرتی ہے-ماہ نومبر مین ہر سال یہان ایک میلا ایک چڑواہے بہومادو نامی کا ہوتا ہے جسکے نام سے یہ گاؤن نامزد کیا گیا ہے-اس میلے کے لئے حضور نظام سے چارسو ۴۰۰ روپئے مرحمت ہوتے ہین-اس درگاہ کا تمام صحن اور اسکا راستہ میلے مین خوب آراستہ اور روشن کیا جاتا ہے-اس میلے مین ہزارون لوگ اطراف و جوانب کے گاؤن اور شہرون سے آتے ہین-چنانچہ حیدرآباد سے بہی امرا اس مین شریک ہوتے ہین-اس میلہ کی دہوم دہام قابل دید ہوتی ہے-بہوناگر کے اطراف مین بہت غلہ پیدا ہوتا ہے جو حیدرآباد کو بہیجا جاتا ہے اور کسیقدر تمباکو بہی وہان بویا جاتا ہے-سنہ ۱۷۰۹ع مین یہان ایک لوٹیرے پاپ رائی نامی نے نمودار ہوکر بڑا فساد پہیلایا تہا جس سے عموماً اس علاقہ کے تمام لوگ خوفناک تہے-اس نے ایک جماعت کثیر کے ساتھہ ورنگل پر حملہ کرکے اسے لوٹا اور اس کے بعد قلعہ اور شہر بہوناگر پر حملہ کیا-مگر بعد مین وہ گرفتار ہوکے مارا گیا اسکا سر نظام کے دربار مین بہیجا گیا اور اس کے اعضا حیدرآباد کے دہلی دروازہ مین رکہے گئے—

کہماميت کا شہر اور قلعہ

شہر کہمامیت حیدرآباد سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر حضور نظام کی ریلوے پر ایک "دڑوگ" کے دامن مین معہ ایک قلعہ کے واقع ہے جو اس کے مغرب اور شمال مغرب مین بنا ہوا ہے-یہ شہر اس وجہ سے کہ بالکل قلعہ کے اطراف مین بنا ہی کہلا ہوا ہے-خود دروگ پر مکانات نہین ہین-قلعہ کی فصیل کوئی پندرہ فیٹ چوڑی ہے جس کا رخ بڑے بڑے پتہرون کا ہے اس کا جنوبی پشتہ کئی سال کے پیشتر فرنچ لوگون کے زیر نگرانی تیار ہوا تہا-اس کے بُرج اینٹ اور چونہ کے ہین-اور اس کے فرو کے سوراخ برابر فاصلہ سے اور باقاعدہ بنے ہین-لیکن باقی کی دیوارین اونچی ہین اور بد ڈول-یہ قلعہ دو توپون کے چڑہانے کے قابل ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر غنیم کا ایک ہی گولہ اچہی طرحسے آنکر لگے تو اس فصیل کا بڑا حصہ جو اکثر جائے سے شکستہ ہورہا ہے گرجائیگا یا نہین-فی الحال نواب شوکت جنگ اس کے قلعدار ہین-خواہ یہ قلعہ کیساہی کس مپرسی کے حالت مین پڑا ہوا ہو لیکن اس مین کئی فولادی برنجی توپین ایسی ہین جو ضرورت کے وقت کام دے سکتی ہین-سنہ ۱۵۲۶ع مین اس قلعہ پر سلطان قلی قطب شاہ نے حملہ کیا تہا جس سے راجہ سبتاپتی اور اس کے ہمراہی اُریسا بہاگ گئے تہے-سنہ ۱۷۶۷ع مین انگریزی فوجکو جو ماتحت کرنل ہارت کے تہی قلعدار جعفر بیگ نے یہ قلعہ سپرد کردیا تہا جسکے عوض اسکو ضلع کونڈا پلی مین دو گاؤن جاگیر مین ملے تہے-سنہ ۱۷۷۰ مین یہ معلوم ہوا کہ جعفر بیگ فرنچ کے ایجنٹ کے ساتہہ جو مچہلی بندر مین ہے سازش کررہا ہے تو اس کو گرفتار کرکے قید کردیا گیا-اور اسکی جاگیر ضبط ہوگئی—

سنگرینی کی کوئلہ کی کہانین

سنگرینی جو کبہی شیرون اور جنگلی جانورون کا مسکن و ماویٰ تہا چند سال سے ایک عمدہ کانی ضلع ہوگیا ہے-یہ حیدرآباد سے ایک سو بیس ۱۲۰ میل مشرق مین نظام ریلوے لائن پر واقع ہے اس سے چہہ میل جنوب مین یلانڈو ہے-یلانڈو مین دکہن مائننگ کمپنی کی کوئلہ کی کہانین ہین-اگرچہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ یہ کہانین سنگارینی مین ہین کیون کہ وہان کی پیداوار سنگارینی کول کہلاتی ہے-یہ نام بہر حال شہر سنگارینی سے لیا گیا ہے کیونکہ یلانڈو کے قریب یہ جای بڑی اور عمدہ ہے-یہ کوئلے کی کہانین جب سنہ ۱۸۷۲ع مین مسٹر ڈبلیو کنگ نے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے

عالم طبقات ارضی تھے—دھونڈھہ نکالیں تو فوراً اس کی ریورٹ کی اور ساتھہ اس کے بڑے زور کے ساتھہ یہ بھی لکھا کہ اگر اس زمین کی سوراخوں سے جانچ کیجائے تو بہت سی کانیں کوئلہ کی برآمد ہونگی—اسی برس ماہ اکتوبر میں حضور نظام نے مسٹر ہیٹن کو حکم دیا کہ سنگرینی کو جاکر اس تمام زمین کی جانچ پرتال کریں جو مسٹر کنگ کی ریورٹ میں مذکور ہے اور حتی الامکان کوئلہ کی کانوں کا پورا تخمینہ کریں—نومبر کے اخیر میں مسٹر ہیٹن اپنی پارٹی کے ساتھہ وہان گئے—اور اس کام کو شروع کیا—

یہ کھان جس میں خاص کوئلے کیطرح جلنے والے ریتلے پتھروں کے غیر متصل ڈھیر ہیں کوئی تیرہ میل تک لمبی ہے اور ایک سے دو میل تک چوڑی ہے مگر وہ ٹکڑا جس میں خاص کوئلہ کی کھان ہے آٹھہ میل سے زیادہ طول کا نہیں خیال کیا گیا—اور آدھے میل سے ڈیڑھہ میل تک چوڑا ہے—اطراف کی زمین گنجان جنگل اور چھوٹے چھوٹے پودوں سے بھری ہوئی ہے مگر کوئلے کی کھان کے کوئی آٹھہ یا دس میل مغرب میں بہت حصہ زمین کا کھلا ہوا ہے جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے بڑے بڑے تالاب ہیں جنکی مدد سے وہان زراعت ہوتی ہے—لیکن وہان جو غلہ پیدا ہوتا تھا وہ سنہ ۱۸۷۳ اور سنہ ۱۸۷۴ میں کان کھودنے والوں کو کافی نہیں ہوتا تھا اور اس لئے قرب و جوار کے شہروں سے منگوایا جاتا تھا—وہ قطعہ زمین جس میں کوئلے کی کان ہے ہر طرف سے ناہموار چھوٹی پہاڑیوں کے غیر متصل سلسلہ سے محدود ہے—جو پہاڑیاں مغرب اور جنوب و مغرب میں واقع ہیں انمیں اکثر چونہ کے پتھر اور وندیانا قسم کے پتھروں کے ہیں جن میں کہیں کہیں لوہیکی ریتی بھی پائی جاتی ہے—آج ایک مدت سے اطراف کے قریوں کے لوگ اسی میں سے نکالتے ہیں—چونکہ یہ لوہیکا پتھر نہایت عمدہ قسم کا ہے اس لئے اگر زیادہ کام میں لیا جائے تو ضرور اس سے بڑا فائدہ حاصل ہو—کئی سلسلوں میں جو اس کھان کے مشرق میں ہیں وندیانا اور بلورین پتھر ہیں مگر انمیں بھی کبھی کبھی لوہا نکل آتا ہے اگرچہ لوہے کی کھان کا سلسلہ اتنا لمبا نہیں جتنا مغرب اور جنوب و مغرب کا سلسلہ ہے—

اس کوئلے کی کھان کی سطح پر کوئلے کی ابھری ہوی ڈھیر جو نظر میں اونچی معلوم ہوتی ہے اس چشمہکے تہل پر ہے جس کو یلانڈوپاڈ واگو کہتے ہیں جو چھوٹے کولاپور نامی قریہ کے قریب ہے—جہان کوئلا نظر آتا ہے وہان ندی کے مغربی اور مشرقی جانب سے دو بند دلدار ریتلے پتھر کے نکلے ہوے ہیں اور کوئی پانچ درجہ جنوب و مغرب کی جانب پانی میں ڈوبے ہوئے—شمالی بند سے ندی نے اپنا ناہموار راستہ کوئی پندرہ فیٹ گہرا کرلیا ہے—ریتلے پتھروں کے نیچے کنارے سے کوئلا نظر آتا ہے اور اس سے اس چشمہ کی تہاہ بنی ہوئی ہے جو گرمیون میں بہت جائے سے خشک ہوجاتا ہے اور اس سبب سے اس کا اوپر کا حصہ نظر آتا ہے—

اس کوئلے کے کھان میں چار درز بہت دور تک چلے گئے ہیں اور کئی چورس مائل کے احاطہ میں پھیلے ہوئے ہیں—وہ کوئلے کی کان جو یلانڈولاپاڈ ندی کی شمال میں ہے اس کو حصۂ شمال کہتے ہیں اور چونکہ اسکی جانچ اول ایسے نقبون سے کی گئی تھی جو پچاس سے دو سو پچاس فیٹ تک عمق میں تھین اس لئے مختلف درزونکا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے—سب سے بلند یا شاہی درز کہیں کہیں دس فیٹ عمدہ کوئلیکا ہے—اوپر کا آدھا حصہ سخت اور دلدار ہے اور اس کے بیچمیں کہیں کہیں شگاف ہے—نیچے کا کسیقدر نرم ہے اور زیادہ دلدار اور بہت نفت آمیز نہیں یہ درز کوئی ڈیڑھہ مربع میل تک گئی ہوی ہے—اور عموماً اس کی کلفتگی ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھہ فیٹ کی ہے اس لئے ستونون کے لئے تہائی چھوڑ کر ۵۵۰۰۰۰۰ ٹن کارآمد کوئلیکا تخمینہ کیا گیا ہی—

دوسرا اور تیسرا درز بھی اتنا ہی وسیع ہے لیکن اوس کے کلفتگی کا اوسط تین فیٹ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انمیں سے بھی ۸۵۰۰۰۰۰ ٹن کوئلہ نکلنا چاہئے—نیچے کے درز میں جو سطح زمین سے کوئی ایک سو پچاس فیٹ نیچے ہے کئی نقبون کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اسکی عمق میں چونتیس فیٹ دلدار کوئلہ ہے جب اس کوئلہ کو نکال کے جانچ پرتال کیگئی تو عمدہ قسم کا کوئلہ نکلا—یہ درز مربع ڈیڑھہ میل سے زیادہ ہے جسکی کلفتگی کا اوسط بارہ فیٹ ہے اور جس میں سے ۸۵۰۰۰۰۰ ٹن اچھا کوئلہ نکل سکتا ہے—اس طور سے تمام کوئلہ کا تخمینہ جو چارون درزون میں شمالی حصہ سے محدود ہے ۱۹۵۰۰۰۰۰ ٹن ہے جو نہایت عمدہ قسم کا ہے—

جنوبی حصہ کی کانیں بنسبت شمالی حصہ کے بہت زیادہ ہیں—لیکن وہ ہر جگہ ایکسان نہیں—نقب کے ذریعہ سے جو سو سے دو سو فیٹ گہری لگائی گئی تھی معلوم ہوا ہے کہ اوپر اور وسط کی درزین و قریب قریب ایک ہی حصہ کی ہیں مگر نیچے کی درز مٹائی میں ترپن فیٹ ہے اور دوسرے پر سے کوئی آٹھہ فیٹ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی شکستگی ہے جو چکنی سیاہ مٹی سے بنی ہوی ہے—نیچے کی درز سے جو کوئلہ آلات کے ذریعہ سے لایا گیا اسکی جانچ سے معلوم ہوا کہ ان میں ذیل کی چیزین اس حساب سے ہیں—

جما ہوا کاربن	۶۶۶۰۰
متلازن مادہ	۲۲۶۰۰
راکھہ	۱۱۶۰۰
	۱۰۰۶۰۰

نیاچے کا درز جون جون جنوب و مشرق مین بڑھتا جاتا ھے یون یون پتلا ہوتا جاتا ھے اور راجہ بگودیم کے سامنے اسکی شکل ایک گہری کہاچڑ کی سی نظرآتی ھے لیکن درز کی مُتّائی پیمائش کی جگہ تک جو کچھہ واصلہ پر ھے ویسی ہی ھے جیسے شمالی حصے کی ھے۔ مگر وہان اس مین فرق آگیا ھے۔اس حصہ مین نقب کے ذریعہ سے جو مختلف قطعات بتلائے گئے ہین انکی جانچ پڑتال سے تقریباً دو مربع میل سے زیادہ کوئلہ کی کہانون کا تخمینہ کیا گیا ھے اور جسکے عمق کا اوسط چوطرف پچیس فیٹ اور اس مین سے ۴۰۵۰۰۰۰۰ ٹن کوئلا نکل سکتا ھے اس مین اگر نقصان کی تہائی وضع کردی جائے تو ستائیس ۲۷ ملین ٹن عمدہ کوئلہ ملیگا۔

اس کے ساتھہ شمالی حصہ کا ساڑھے انیس ملین ٹن کوئلا ملایا جائے تو ۴۶۵۰۰۰۰۰ ٹن ہوتا ھے۔یہ کوئلہ اس باہر سے منگوائے ہوئے کوئلہ سے جو ہندوستان کی ریلون مین استعمال ہوتا ھے کچھہ کم نہین۔

اوپر کے کوئلےکی درز کی نکلی ہوی چوٹی سے دو سو فیٹ جنوب و مغرب مین ایک سوراخ پچاس فیٹ عمیق ھے جو پہلے درز کی تہہ تک گیا ہوا ھے اور جس مین سے قریباً تین سو ٹن کوئلا آزمائش کے لئے نکالا گیا تھا۔ اسمین سے بہت سا حیدرآباد کو بھیجا گیا جہان حضور نظام کے انجینرون نے کارخانون مین اسکی آزمائش کی تو معلوم ہوا کہ بہت اچھی طرح جلتا ھے اور نہایت گرمی پہنچانیکی طاقت رکھتا ھے۔ بمبئی کے لوہیکے کارخانہ کے ایک ایجنٹ نے بھی اسکی جانچ کی اور اسکی رای بھی اس کے نسبت قابل اطمینان تھی۔اس کا جو نمونہ انگلستان روانہ کیا گیا تھا وہان بھی پسند ہوا لیکن اکثر کوئلون سے جو انگریزی بازار مین تھے درجہ مین کسیقدر کم تھا۔ حیدرآباد دکن کمپنی کی طرف سے جنہون نے اس کے حقوق حاصل کئے تھے۔افسران ریلوے نے سنہ ۱۸۸٦ مین اس کوئلے کے کان مین کام شروع کیا مگر جب تک مسٹر ٹی ہیوس جو گورنمنٹ آف انڈیا کے عالم علم طبقات ارضی ہین سنہ ۱۸۸٦ مین۔انگریزی کہان کہودنے والون کے ساتھہ نہ آئے تب تک اس کارروائی مین کوئی ترقی نہین ہوئی اور اب اسکا انتظام مثل انگریزی کوئلیکے کارخانون کے جاری ھے۔

کوئلہ کی سطحہ تک ایک ہموار راستہ سے جو زمین مین کہودا گیا ھے جایا جاتا ھے اور کوئلہ کھمبون اور تختون کے طریقہ کے مطابق جنہین انگریزی مین پلرایند اسٹال کہتے ہین نکالا جاتا ھے۔اندر کے برآمدے ایک دوسرے سے زاویہ قائمہ پر متقاطع ہوئے ہین اور چہت کی حفاظت کے لئے کوئلے کے ستون رکھدئے جاتے ہین جو بعد مین بتفاریق یا ایک ساتھہ نکال لئے جاتے ہین۔وہان بہت عمدہ عمدہ کارخانے ہین جنمین تمام ضروری چیزین موجود ہین اور جن مین انگریزی افسرون کے زیر نگرانی دیسی لوگ عمدہ دست کاریان کرتے ہین۔یہان ایک کوئلہ کا میانیجر ایک اس کا مددگار ایک مقدم ایک انجینر اور ایک ڈاکٹر ھے پہلے پہلے کمپنی کو اس کارروائی کے لئے۔وارورا ماریا اور دوسرے معدنی مقامات سے بصرف کثیر مزدور لانے پڑے لیکن تہوڑا عرصہ ہوا کہ یہین کے باشندون کو تعلیم دینے سے کفایت و آسانی کے ساتھہ یہ کہانین کہودی جاتی ہین۔

یلنڈو مین چارکہانین کہودی جارہی ہین اور ہرروز تخمیناً ۱۴۰۰ چودہ سو ٹن کوئلہ نکلتا ھے۔مگر اتنک جتنی مانگ ھے اتنا بہم نہین پہنچتا مثلاً بمبئی مین اسکی بہت کہپت ھے۔اور مدراس مین بڑا صرف سوتھہ انڈین ریلوے مدراس ریلوے اور ایسٹ کوسٹ ریلوے مین ھے۔علاوہ اسکے قریباً اکثر کارخانون اور ملونمین یہی کوئلا استعمال کیا جاتا ھے جو بکنگھام کنال سے کشتیون کے ذریعہ مدراس کو بھیجا جاتا ھے۔اسکی قیمت فی ٹن ساڑھے تیرہ سے چودہ روپئے تک ھے۔ریاست نظام کی ضمانتی ریلوے نے جو فقط یہی کوئلا استعمال کرتی ھے ابتداہی سے دکن مائننگ کمپنی کے لئے اسکی اجرت مین تخفیف کردی ھے اور جی-آئی-پی ریلوے نے بھی جو ہر سال پچاس ہزار ٹن کوئلا لیتی ھے یہی معاملہ کیا ھے۔ اس صورت مین سنگرینی کوئلہ باہرسے آنے والے کوئلون کے ساتھہ قیمت مین رفتہ رفتہ مقابلہ کررہا ھے۔سنگرینی کوئلیکی سرکاری فرد کیفیت سنہ ۹٦-۱۸۹۵ کا حساب اسطرح دکہلایا گیا ھے۔

۵۰۰۰۰	...	... جی-آئی-پی ریلوے
۲۱۴۷۰	...	... ایسٹ کوسٹ ریلوے
۱۰۱۰۳	...	... مدراس پریسیڈنسی
۳۸۲۸۰	...	... ایس-ایم-ریلوے
۲۳۰۰۳	...	... ایس-آئی-ریلوے
۱۸۰۵۸	...	... بمبئی بروده و سنٹرل انڈیا ریلوے
۲۵۲٦٦	...	... این-جی-سٹیٹ ریلوے
۹۱۴۹۵	...	... اور متفرق خریدار
۲۷۷٦۷۵		

کمپنی کے افسرون کے لئے اس کوئلے کی کان کے قریب پائدار بنگلے اور مزدورون کے لئے مضبوط مکانات بنا دئے

گئے ہین اور تاجرون نے اپنے خرچ سے وہان ایک اچھا بازار خانگی چیزون کے بہم پہنچانیکي ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ افسر صحت، کے ماتحت، ایک کافی دواخانہ اور ایک ہسپتال ہے اور ایک جماعت صفائی کي نگرانی کے لئے مامور ہے۔جو متفرق مکانون کو صاف کیا کرتي ہے۔ یہان ان چشمون سے جو تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہین۔نلون کے ذریعہ سے پاني لایا گیا ہے۔اور ایک دخاني بمبے کے ذریعہ سے کہان کے اندر چشمون مین پاني بھیجا جاتا ہے۔

یلانڈون سے چند میل کے فاصلے پر بہت شکار دستیاب ہوتا ہے۔ایک ٹراویلرز بنگلہ وہان جانے والون کے لئے کھلا ہوا ہے لیکن اس مین کچھ اسباب نہین اور نہ اس کا کرایہ دینا پڑتا ہے اس لئے نہ تو شکاریون کو اور نہ دیکھنے والون کو وہان رہنے کے لئے کوئی پروانے وغیرہ کي دقت واقع ہوتی ہے۔یلانڈون علاوہ کوئلہکے کان کے دوسری پیداوارون کے لئے بھي مشہور ہے مثلاً آبنوس سیسہ اطلسی لکڑا وغیرہ یہ لکڑا اطراف کے جنگلون سے کاٹا جاتا ہے تہوڑے عرصہ سے اسٹیشن سے پانچ میل کے فاصلے پر سنگ مرمر اور چکنے پتھر کي کان ملي ہے اس لئے یلانڈون کو تجارت و سوداگری کا مقام سمجھنا چاہئے۔

ضلعۂ برار

عام بیان - عرض و طول اور ضابطگی وغیرہ

اضلاع برار یا حیدرآباد کے مفوضہ پرگنے جیساکہ اسکے خطاب سے اور از روے حکومت و جغرافیہ پایا جاتا ہے—وہ ضلعات ہین جنھین ہز ہائینس نظام نے از روے عہدنامہ سنہ ۱۸۵۳ و سنہ ۱۸۶۱ع کے برٹش گورنمنٹ کے سپرد کیا تھا—

برار سلطنت حیدرآباد کا عین شمالی حصہ ہے—جسکا عرض جنوب سے روان ہوتے ہوتے دریائے تاپتی کے قریب بالکل تنگ اور نوکدار ہوگیا ہے اسکے مشرق شمال اور شمال و مغرب مین وہ نصف ممالک متوسطہ سے گھرا ہوا ہے—اور اسکی مغربی سرحد پر کوئی چالیس ۴۰ میل تک احاطۂ بمبئی کا ملک خاندیس واقع ہے—گاول گڑھ کی پہاڑیان جو کوہ سات پورا کے سلسلہ مین داخل ہین از روے جغرافیہ اس کی شمالی سرحد ہین جسمین میل گھاٹ کے ضلع کا ایک گہرا قطعہ آیا ہوا ہے—مشرق مین اسکی سرحد دریاے وردھا پر وہان تک ہے کہ جہان سے پائین گنگا اور وہ دونون ملکر بہتے ہین—اور جنوب مین سرحد کے دو ثلث حصہ پائین گنگا سے محدود ہین—مغرب مین برار کی سرحد صرف ایک خیالی خط ہے جو سات پورہ پہاڑ سے ایک وسیع وادی کو کاٹتا ہوا ان ٹیلون تک چلاگیا ہے کہ جنپر اجنٹا واقع ہے—اور وہان سے جنوب کی طرف اِن پہاڑیون پر سے گذرتا ہوا مشرق تک پہونچکر ایک زاویہ کی شکل مین جالنا کے نزدیک پھر جاتا ہے—

یہ آجنٹا کا سلسلہ تمام ضلع بھر کو مغرب سے مشرق تک کاٹتا ہوا چلا گیا ہے اور اسکی بلند چوٹیان اندرونی جغرافیہ کو دو حصون مین تقسیم کرتی ہین—میل گھاٹ کے پہاڑی ضلع کو علاحدہ کرکے برار کے دو حصے ہین—ایک پایان گھاٹ—یعنے پہاڑ کے نیچے کا ملک—یہ ملک شمال مین گاول گڑھ کی پہاڑیون سے اور جنوب مین سلسلۂ کوہ آجنٹا کی خندقون سے محدود ہے—اور دوسرا بالا گھاٹ یعنے اونچی زمین کا ملک جو سلسلۂ کوہ آجنٹا کے اوپر واقع ہے—اور گھاٹ کے اُس طرف یعنے جدھر سے اوپر کو جایا جاتا ہے جنوب مین ڈھلاؤ ہے—لہذا پایان گھاٹ ایک وسیع وادی ہے جو اس چوٹی کے اور گاول گڑھ پہاڑیون کے درمیان مشرق کو مثل ایک گہری خلیج کے گئی ہوئی ہے—جس کا عرض بعض بعض مقام پر چالیس ۴۰ اور پچاس ۵۰ میل کا ہے اور یہ عرض بہ نسبت دہانے کے اسکے اخیر مین بہت زیادہ ہے اس وادی کی سطح نہ بالکل مسطح ہے اور نہ ہموار—کہین تو وہ اونچی ہے اور کہین نیچی اور زیادہ کرکے اسکا دباو شمال اور جنوب ہی کی طرف ہے—یہ ناہمواری مشرق کی طرف صرف امراوتی ہی کے پرے ہے—جہان پھر اس سلسلہ کو کئی ایک نیچی پہاڑیون نے توڑ دیا ہے جو شمال و مغرب کی طرف میدان مین گئی ہوئی ہین—ان ٹیلون سے ملک کے پانی کے روانی مین فرق آگیا ہے—ان کی مغرب مین وادی کا بڑا ڈھلاؤ مغرب کی جانب ہے جہان سے دریائے پُرنا یکایک مُڑ جاتی ہے لیکن امراوتی کی مشرق مین نہرون کا بالکل اولتاہی راستہ ہے اور انکا میلان دریاے وردھا یا اسکے قرب و جوار کی جانب ہے—

وادی پایان گھاٹ مین ملک برار کی عمدہ سے عمدہ زمین واقع ہے—اسکی تمام کالی بھیگی مٹی کی زمین جسے ریگر کہتے ہین بہ انتہا زرخیز اور اوس مین اتنا ہے نشیب ہے کہ جتنا قدرتی طور پر پانی مین تر ہوسکتا ہے اور زمین کو پیداوار کی تقویت دے سکتا ہے—

ادہر اودہر کچھہ کچھہ فاصلہ پر پہاڑیون کے وسیع دامنون مین بنجر زمین بھی پڑی ہوئی ہے اس زمین مین لال پتھر اور جھاڑیان ہین اور بعض مسطح ٹیلے بھی ہین جو مثل بڑے بڑے پتھر کے ڈھیرون کے ہین اور اپنے سلسلہ سے کسیقدر پرے—اس وسیع بھیگی مٹی کی زمین مین سواے ایک دائمی نہر کے جو ٹیلون کے دامن مین پورنا کے نیچے بہتی ہے اور کوئی شئی قابل تصویر نہین—کیونکہ وہ بالکل جھاڑون سے خالی ہے—ابتداے خریف مین یہ زمین ایک کاشتکاری کا تختہ نظر آتی ہے—لیکن موسم گرما کے ابتدا مین جب کھیت کٹ چکتے ہین تو اس میدان مین نہ کہین سبزی نظر آتی ہے اور نہ کہین پانی دکھائی دیتا ہے بلکہ یہ ایک بالکل ویران اور بنجر زمین معلوم ہوتی ہے—

بالاگھاٹ کے درّن کے اوپر ملک کا منظر بالکل جداگانہ ہے اور یہان دکھن کی بلند سطح زمین کی اخیر شمالی حدود ہین—باہر کے ٹیلون کی چوٹیان اور انکے اطراف جنگلون سے بھری ہوی ہین—یہ چوٹیان جنوب کی طرف ڈھالوان ہین—اس زمین مین سنگ موسلی کے بڑے بڑے میدان ایک کے بعد ایک ملے ہوے ہین جو اُتھلے نالون کے طرف ڈھلاؤ ہین—ان مین سے پانی ویساہی گرتا ہے کہ جیسے چھت کی نالیون مین سے—یہان بہ نسبت نیچے کی وادی کے کنجڑ جھاڑون کی کثرت زیادہ ہے اور علاوہ اس کے سطح کے نزدیک پانی کی بھی افراط ہے—اور برار کے مغرب مین اکثر بالاگھاٹ کی اونچی زمین کے پانی کی بھی یہی کیفیت ہے جہان وہ جنوب مین آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوے میڑون کے سلسلہ کے ساتھہ

دوسرے اضلاع مین گرتا ہے۔لیکن تمام بالاگہاٹ کي زمین یہ وہ یکسان نہین بہتا بلکہ جہان کشادہ میدان اور وادی ہین وہان پہیل جاتا ہے اور جہان مسطح پہاڑیان اور ڈاہلوان ہین وہان آنکر ٹوٹ جاتا ہے اور ملک کے مغربی حصہ مین جہان بڑے بڑے پہاڑون کا سلسلہ ہے اسکی روانی مین بہت فرق آجاتا ہے۔

سرسری طور پر جب اس کے طول بلد کے ۷۷ درجہ کے خط سے جسکے برے بالاگہاٹ کے جہڑنے تمام مشرق کي طرف گرتے ہین عبور کرنے کے بعد وسیع میدان بالکل غائب ہوجاتے ہین اور ایک ایسے خطہ پر گذر ہوتاہے کہ جہان سے چارون طرف لمبے لمبے ٹیلے ایسی وادیون کو کہ جنکی زمین مثل دریا کے لہراتی ہوئی نظر آتی ہے احاطہ کئے ہوئے ہین۔ ماہور کي پہاڑی قلعہ سے جو ریاست حیدرآباد مین سب سے زیادہ تقریباً ایک ہزار فیٹ کي بلندی پر واقع اور برار کے جنوبی مشرق کي طرف نکلا ہوا ہے۔ملک کا نقشہ مثل ایک چہرترے یا میز کے نظر آتا ہے کہ جسپر اقسام کے نا پائدار مٹی کے بلند ڈہیر۔مخروطی پشتے۔لمبی اور مسطح چوٹي دار پہاڑیان مثل بڑی بڑی قبرون کے اور بڑے بڑے ندی کے کنارے۔میدانون مین سیدہی بہتی ہوئی نہرین واقع ہین۔ اور یہ سب بڑے بڑے ٹیلون سے گہرے ہوے ہین۔ان بلندیون کے نیاچے خوب زراعت ہوتي ہے لیکن سیاہ چٹانین اور بڑی بڑی جہاڑیان بالکل بہیانک معلوم ہوتی ہین۔

برار کي آبادی سرسری طور پر ۳۰۰۰۰۰۰ تیس لاکہہ کي ہے اور اسکا عرض و طول ۴۶۳۵۱۳۸ مربع میل ہے۔وہان کي حکمراني کے لئے دوکمشنر مقرر ہین۔ایک جوڈیشیل اور دوسرا رویینیو۔اور یہ دونون حیدرآباد کے انگریزی رزیڈنٹ کے ماتحت۔ان دونون کا ہیڈکوارٹر امراوتی ہے رویینیو کمشنر کے متعلق وہان کے اندروني انتظامات ہین۔اور جوڈیشیل کمشنر کے متعلق ہائیکورٹ کے اختیارات اور اوسکے تمام صیغون کي نگراني ہے اور یہ دونون رزیڈنٹ کے زیر حکم ہین۔کہ جسکا محکمہ ضلع کا ہائی کورٹ کہلاتا ہے اور جیلخانہ کي عام نگراني بہی جوڈیشیل کمشنر ہی سے تعلق رکہتی ہے۔ ضلع کے انتظامات کے لئے جو جنرل اسٹاف مقرر ہے وہ معمولی طور پر دیواني فوجداری۔اور مال گذاری کا انتظام کرتا ہے۔یہ انتظام اس قاعدے کے مطابق ہے جو غیر منضبط اضلاع مین جاری ہے اوسکی تفصیل یہ ہے۔چہہ ڈیپوٹی کمشنر۔دو اسپیشل اسسٹنٹ کمشنر۔بارہ اسسٹنٹ کمشنر۔ اور نو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔اسسٹنٹ کمشنرون کے اسٹاف کو تقویت دینے کے لئے حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے تین یا زیادہ اتاچی بہی معمولی طور پر وکالتاً یہان کا انتظام کرتے ہین فوجداری کے خفیف کامون مین آنریری میجسٹریٹون سے بہی مدد لیجاتی ہے۔انکی تعداد ۱۹ ہے۔اور جدا جدا صیغون کي دیکہہ بہال کے لئے جدا جدا اسپیشل افسر مقرر ہین۔

پولیس انسپکٹر جنرل کے متعلق جیلخانہ رجسٹری اور اسٹامپ ہے۔پولیس ڈپارٹمنٹ مین چہہ ڈسٹرکٹ پولیس سوپرنٹنڈنٹ ہین۔اور ہر ایک ڈسٹرکٹ پر ایک سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہے اور اسکے ماتحت تین اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ۔ ہر ایک ضلع کے ہیڈکوارٹر مین وہان کا جیلخانہ سول سرجن کے متعلق ہے۔کمشنر محکمہ حفظان صحت علاوہ اپنی خاص خدمت کے تمام میڈیکل ڈپارٹمنٹون پر حکومت رکہتا ہے اور ٹیکا لگانیکا انسپکٹر جنرل ہے۔صیغئے تعلیمات پر ایک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مقرر ہے جسکے ماتحت ایک ایجوکیشنل انسپکٹر اور چہہ ڈیپوٹی انسپکٹر ہین۔محکمہ جنگلات مین ایک کنزرویٹر اور تین اوسکے اسسٹنٹ اور تین ماتحتی اسسٹنٹ ہین۔محکمہ تعمیرات مین۔تین اکزیکیوٹیو انجنیر ہین اور ہر ایک قسمت پر ایک ایک مقرر۔مثلاً مشرقی برار پر ایک مغربي برار پر ایک اور جنوبی برار پر ایک اور چار اسسٹنٹ انجنیر ہین۔بڑا انجنیر جو سب کي نگراني کرتا رہتا ہے وہ بولارم مین رہتا ہے اور وہی رزیڈنٹ کا پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ سکرٹری ہے اور اسکے ماتحت ایک اسسٹنٹ سکرٹری ہے۔

مالگذاری کے متعلق جتنے ماتحتي حصے ہین انپر ایک ایک تحصیلدار ہے اور اوسکے ماتحت ایک نائب اور دوسرے اسسٹنٹ ہین جنہین کارکن کہتے ہین۔اس انتظام کے سلسلہ مین جو سب سے اخیر ہین وہ گانو کے افسر ہین مثلاً گانو کا بڑا پٹیل اسکی یہ خدمت موروثی ہوتی ہے۔اور اسکا مددگار ایک پٹواری ہوتا ہے اور پٹواری بہی علی العموم موروثی ہوا کرتے ہین۔ لیکن چہوٹے گانؤنمین رویینو اور پولیس دونون کي خدمتین پٹیل ہي کے متعلق ہین۔ جیسے وہ ریاست کي آمدنی کے وصولات کا ذمہ دار ہے ویساہي گانو کي پولیس کا سوپرنٹنڈنٹ بہي ہے۔ اگرچہ پولیس ڈپارٹمنٹ مین وہ شامل نہین ہے لیکن اسکے متعلق بہت سي چہوٹی چہوٹی اقسام کي خدمتین اسکو ادا کرني پڑتی ہین۔مثلاً گانو کي قاعدہ۔نگہباني۔اور سرحدي نشانون کي محافظت وغیرہ وغیرہ۔

یہ خدمتین علاوہ پولیس کي خدمتون کے ہین۔
پٹیل کو لازم ہے کہ تمام جرایم کي اطلاع دیوے اور عندالضرورت مجرمون کو گرفتار کرے۔بعض بعض بڑے بڑے گانؤنمین دو پٹیل مقرر ہین۔ایک پولیس پٹیل اور دوسرا رویینیو پٹیل۔اس صورت مین وہان کا کانجي ہاوس پولیس پٹیل کے اختیار مین ہوتا ہے اور اسکي آمدني مین سے اسکو کسیقدر اجرت بہي ملتي ہے۔پٹواریون کي خدمت یہ ہے کہ وہ سالانہ جمعبندی کي رپورٹ تیار کرتے ہین جس مین زمینداروں کے نام۔زمین کي پیمایش کي کیفیت۔اوسکي آمدنی اور اسکے متعلق ہر ایک کہیت کي فصل کا حال ہوتا ہے۔اور علاوہ اوس کے وہ گانو کے کاغذات۔ حسابات۔زمین کے متعلق درخواستون کی رجسٹری۔اسکو چہوڑنے کے راضي نامے۔اور اوسکو منتقل کرنے کے کاغذات

جنکا حال سالانہ جمعبندي مین درج رہتا ہے بطور دستاویزات کے پیش کرتا ہے اور نیز آمدنی کے وصولات کو صحت کے ساتھہ درج دفتر کرنے کا بہي وہي ذمہ دار ہے جو زمینداروں کے پاس رہتے ہین—

برار کي آمدنی مین سے وہان کي حکومت اور نیز حیدرآباد کنٹنجنٹ کے متعلق کل اخراجات وضع کر کے جو کچھہ بچت ہوتی ہے وہ نظام گورنمنٹ کے حوالہ کردي جاتي ہے انتظامات کي سہولیت کے لئے برار کو دو حصون مین تقسیم کیا گیا ہے—یعنے مشرقي برار اور مغربي برار—اور انمین ہر ایک تین تین ضلعون پر مشتمل ہے مثلاً مشرقي برار مین جو تین ضلع ہین ان کے نام امراؤتی ایلچپور اوروُن ہین اور مغربی برار مین جو تین ضلعے ہین انکے نام آکولا—بلدانہ اور باسِم ہین—انمین سے ہر ایک ضلع کے بائیس تعلقے ہین—اور پہر ہر ایک تعلقے کے رویینیو اور جوڈیشیل حصے جدا جدا—

—•••—

امراؤتی

امراؤتی کے ضلع مین شہر اور قصبے کل ۱۰۱۵ ہین اور مالی ماتحتی حصے چار—اس ضلع کي زمین سطح سمندر سے کوئی ۸۰۰ فیٹ بلند ہے اور کسیقدر شمال سے جنوب کو مایل ہہ زمین نہایت سرسبز اور تمام کالی چکنی مٹی کي ہے—اس ضلع کے ایک حصہ مین سے پورنا کي ندي مغرب کو بہتی ہے—اور باقی کي دوسري ندیان مشرق کو—یہان کے جنگلون مین ابتک بہت سے شکار موجود ہین—یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے—اور اسکي دو قسمین ہین—ایک بانی اور دوسري جاري—اسیطرحسے یہان دال بہي اقسام کي ہوتی ہے—ترکاریون مین آلو کي پیداوار بہت ہے اور اناج بہي بہت عمدہ ہوتا ہے مثلاً جوار—باجري—چانول—گیہون—تور کي دال وغیرہ اور علاوہ اس کے السي—تمباکو—تل—سن—گنا وغیرہ وغیرہ اور کاشتکاري کے متعلق گائے—بیل—بہینسے—ٹٹو—گہوڑے—گدھے اور ہل وغیرہ ہین اور علاوہ ان کے—بکرے—بہیڑ—سور—اونٹ وغیرہ ہین—سنہ ۱۸۳۹ع کي بڑي قحط سالی مین ضلع امراؤتي کے ہزارہا لوگ اپنے اپنے گاؤن سے مثل چیونٹیون کے ساگر کنٹونمنٹ پر سے ہوتے ہوے آگرے چلے جاتے تہے اور راستہ مین جو کچھہ انکے ہاتھہ آتا تہا کہاتے تہے اور فاقہ کشی کي نوبت یہان تک پہونچگئی تہي کے بے حساب لاشے راستے مین پڑے ہوئے تہے—

اس ضلع مین اولون سے زراعت کو اکثر نقصان پہونچتا رہتا ہے—یہان سوائے روئی کے کپڑے اور بعض خانگي استعمال کے لکڑے کي چیزون کے اور کوئی چیز تیار نہین ہوتي—ہان کولاپور مین قدیم سے ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ہے—یہان کے باشندون کي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہہ وہارتي لوگ ہین اور رُکمنی کي شادي پر تماشا دیکھنے کے لئے امراؤتی آئے ہوئے تہے—اور یہین آباد ہوگئے—اور اپنے نام پر سے اسکا نام برار رکھا—یہہ پیہم کئي صدیون تک راجپوتون کے قبضہ مین تہا—اسکے بعد سنہ ۱۲۹۴ع مین شہنشاہ دہلی فیروز غلزئی کے بہتیجے علاؤالدین نے معہ برار کے اسکو فتح کرلیا تہا—بہمنی سلطنت کے زمانہ مین کہ (۱۳۴۷ سے ۱۵۲۵) تک قایم رہي—برار عماد شاہی پادشاہون کے ماتحت نوے سال تک خود مختار رہا اور پہر سنہ ۱۵۹٦ع مین شہنشاہ اکبر کے سپرد ہوگیا—یہہ تاریخ خاص امراؤتی کي نہین بلکہ تمام ضلع برار کي ہے اورنگ زیب کے انتقال کے بعد دکہن کے ویسرائے چین خلیج خان نے کہ جسکا خطاب نظام الملک آصف جاہ تہا—سنہ ۱۷۲۴ع مین اپنی تہن فتحمندیون کے بعد کچھہ ملک آپ لیا اور کچھہ مراٹہون کو دیا—اس تاریخ سے برار برائے نام ریاست حیدرآباد کے ماتحت رہا ہے—پہر اس عہد نامہ کے روسے کہ جس کا بیان پیشتر ہوچکا—نظام گورنمنٹ نے اسکو برٹش گورنمنٹ کے سپرد کردیا—امراؤتی کا شہر ضلع کي حکومت کا اور نیز مشرقی برار کے کمشنري کا ہیڈکوارٹر ہے—بدنیرا جنکشن سے ساڑھے پانچ میل پر بذریعہ اسٹیٹ ریلوے کے—جی—آئی—پی—ریلوے کے ساتھہ ملا ہوا ہے یہہ شہر سطح سمندر سے ۱۲۲۲ فیٹ اونچا ہے—اسکے اطراف ۲۰ سے ۲۴ فیٹ اونچی ایک دیوار بنی ہوئی ہے جسکا گہیرا سوا دو میل کا ہے اس دیوار مین پانچ دروازے اور چار کہڑکیان ہین نظام گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۰۷ع مین اس غرض سے اسکي تعمیر شروع کي تہي—کہ وہان کے دولتمند تاجرون کو پنڈاریون کي لوٹ مار سے بچائیے—اس دیوار مین ایک کہڑکي ہے جسکو خونی کہڑکي کہتے ہین—کیونکہ سنہ ۱۸۱۸ع مین اسکے نزدیک ایک لڑائی مین سات سو آدمی مارے گئے تہے—اس شہر کے دو حصے ہین—ایک قصبہ اور دوسرا پیٹھہ—دیسی عمارتون مین بہوانی کا مندر جسکو امبا مندر بہي کہتے ہین بہت مشہور ہے—کہتے ہین کہ اسکي تعمیر کو کوئی ایک ہزار سال کا عرصہ ہوا—گمان کیا جاتا ہے کہ اسی پر سے امراؤتی کا نام مشتق ہوا ہے علاوہ اسکے دوسرے سات مندر ہین جو ایک سو سال پیشتر بنائے گئے ہین وہان کي پبلک عمارتون مین—کورٹ—کمشنر اور ڈیپوٹی کمشنر کے دفاتر—جیلخانہ—پولیس—انفنٹري کے مکانات—ہسپتال—دواخانے لیبریري—ریڈنگ روم—گرجاگہر—قبرستان—ہائے اسکول—پوسٹ اور ٹیلگراف آفس اور یورپین اور دیسی لوگون کے لئے دو مسافرخانے ہین—

—•••—

ایلچپور

ایلچپور کے ضلع کا نصف شمالی حصہ تمام ٹیلے اور وادیون سے بہرا ہوا ہے جسکو میل گہاٹ یا گاول گڈھہ

کے ٹیلے کہتے ہین—اور یہ ٹیلے سات پورا پہاڑون کا ایک
حصہ ہین اوسکا جنوبی حصہ مسطح ہے اور اسمین بہت
سی چھوٹی چھوٹی نہرین ہین اس ضلع مین آم کے جہاڑ
کثرت سے ہین—اور یہان کے راستے سال مین آٹھہ مہینے
قابل آمد و رفت رہتے ہین—یہان ہندؤن کي آبادتب زیادہ
ہے جو مہادیو کو مانتے ہین اور وشنو کو نہین مانتے—یہان
کي خاص پیداوار—جواري—چانول—اور عمدہ گیہون اقسام
کي دال—اونی سوت تیل کے بیج—گہی اور جنگلی لکڑا
ہے—اور روئی وادیون مین پیدا ہوتی ہے اور علاوہ اسکے
آم—املی—امرود—انگور—نارنگی—انار بہی کثرت سے ہوتے
ہین—لیکن تمباکو کم ہوتا ہے—اب میل گہاٹ مین چاے
بہی ہونے لگی ہے—یہان جن چیزون کي خاص درآمد
ہے وہ انگریزي اور دیسی کپڑا—لوہے اور تانبے کے برتن—
تمباکو—نمک—اور شکر وغیرہ ہے—اس ضلع کي تاریخ
کچھہ الگ نہین بلکہ ایلچپور کے شہر سے تعلق رکہتي
ہے جو وہان کي حکومت کا ہیڈ کوارٹر ہے—یہان کے لوگون کا
بیان ہے کہ یہ شہر راجہ اِہل نے آباد کیا تہا جو جین
دہرم کا پیرو تہا اور سنہ ۱۰۵۸ع مین کہنجا مانگر سے جو
قریب واڈ گانؤن کے واقع ہے یہان آیا ہوا تہا—یہ شہر
ہندوستان کے قدیم شہرون مین کچھہ کم رتبہ نہین رکہتا
کسیقدر عرصہ تک یہ ایک مشہور دارالریاست رہ چکا ہے
لیکن جسوقت نظام الملک دکہن کے خود مختار حاکم ہوے
تہے—اسوقت اسکی بہت سي خوبیان جاچکی تہین—
انہون نے اسپر ایک گورنر مقرر کیا تہا—اس زمانہ سے
ایلچپور کي تاریخ شادي خان اور نصیب خان کے خاندان
سے جو دو پٹہان تہے اور گہوڑون کي تجارت کے لئے
جیپور سے حیدرآباد آئے ہوئے تہے بہت کچھہ تعلق
رکہتي ہے ان دونون پٹہانون کو نواب ناظرجنگ نے اپنا
مورد عنایت کرکے ارکان ریاست مین داخل کرلیا تہا
اسکے بعد ایلچپور کي حکومت کے لئے انہین کے خاندان
مین سے لوگ منتخب کئے جاتے تہے—چنانچہ انمین
سے ایک نامدار خان ہوگئے ہین جو نوابي کے خطاب سے
معزز و ممتاز ہوئے تہے—

لوگون کي زبانی ہے کہ کسي زمانہ مین ایلچپور کے
شہر مین کوئي چالیس ہزار گہر تہے لیکن اب آبادي بہت
کم ہے یہان ظلّ الرحمان نامی کا ایک روضہ ہے—جسکو
چار سو برس پیشتر بہمنی بادشاہون نے بیچاندی کے کنارے
پر بنوایا تہا—اس روضہ مین ایک اونچا چبوترا ہے اور
اوپر گیارہ برج—اسکے چار دروازے ہین اور ریاست سے اس
درگاہ کے لئے آمدنی وقف کي گئی ہے—یہان ایک بڑا محل
ہے صلابت خان کا بنوایا ہوا—جس مین پتہر کي اچہی صنعت
کاري ہے لیکن اب وہ دن بدن منہدم ہوتا جاتا ہے—یہان
نوابون کي بعض قبرین کہ جنکا سلسلہ پیشتر ستر سال
کے صلابت خان سے شروع ہوا ہے نہایت خوبصورت اور
قابل دید ہین—یہان ایک قلعہ ہے جسکو سلطان گڑہ کہتے ہین
اسکی تعمیر کو کوئی سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا—اور پتہر کا
ایک کنوان ہے جو تقریباً پانسو برس کے پیشتر کا بنا ہوا ہے
یہہ دونون چیزین دیکہنے کے قابل ہین—یہان ایک انگریزی
مراٹہی اسکول—ایک لڑکیون کا اسکول—پولیس اسٹیشن—
دواخانے اور دوسری پبلک عمارتین بہت اچہی ہین—شہر سے
دو میل پر ایک فوجی کنٹونمنٹ اور پرتواڑا سِوِل اسٹیشن
ہے—جہان حیدرآباد کنٹنجنٹ کي رجمنٹون مین سے
تہوڑے تہوڑے سپاہیون کي ایک فوج رہتی ہے—اس
کنٹونمنٹ مین دو مدرسے—ایک پولیس کي چوکي دو آفس
ایک ڈپوٹی کمشنر کي اور دوسری اسسٹنٹ کمشنر کي اور
ایک خزانہ ہے—جو یہان کي پبلک عمارتون مین سے ہین—
یہان کي آبادی فوج متعینہ کي تعداد پر موقوف ہے—

—**—

ون

اس ضلع کا بہت بڑا حصہ مشتمل ہے اوپر جنگلی
اور پہاڑی ملک کے جو اجنٹا کے پہاڑون کے سلسلہ سے نکلے ہوئے
ہین—لیکن وادیون کے درمیان کي زمین سرسبز ہے اس
ضلع کا عام منظر کچھہ خوشنما نہین بلکہ دہندلاسا اور
ویران ہے—یہان شیر اور چیتے کثرت سے ہوتے ہین اور آدمیون
کو سخت نقصان پہونچاتے ہین—مشرقی حصہ کے ٹیلے اور
نالون مین جنگلی بہینسے—سانبہر اور ہرن—پائے جاتے ہین
اور ریچہون کي بہی بہت کثرت ہے—لکڑہارون اور چرواہون
کو ان سے بہت مضرت پہونچتی ہے—نیل گائی اور جنگلی
سور کہیتون کا ستیاناس کرتے ہین—لکڑباغے—بہیڑئیے—گیدڑ—
خارپشت اور لومڑیون کي بہی افراط ہے اور علاوہ انکے
چہوٹے چہوٹے شکار بہی کثرت سے ہین—حقیقت مین یہ ضلع
بہ نسبت چرواہون کے شکاریون کے لئے گویا ایک جنت ہے—

ون کا ضلع کبہي خود مختار ریاست کا پائے تخت نہین رہا
جیسے برار کے اور ضلع رہ چکے ہین یہ قدیم زمانہ مین
یا تو ورنگل کے ہندو راجاؤن کے ماتحت رہا ہے یا ایلچپور کے
نیم خود مختار شہزادون کے زیر فرمان—یہ ضلع تیرہوین صدی
کے اخیر مین معہ اور اضلاع برار کے بہمنی بادشاہون کے
تصرف مین آیا تہا اور اسکے بعد سترہوین صدی کے آغاز مین
مغلون کي سلطنت مین شامل ہوگیا لیکن اسی صدی کے
اخیر مین مراٹہون کي یہان کثرت سے آمد شروع ہوئی—
اور اسپر انکا قبضہ ہوتا گیا—جب نظام دکہن کے خود مختار
حاکم ہوے تو سنہ ۱۷۲۴ مین انکے اور مراٹہون کے درمیان
ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین نظام کو پوری فتحمندی
حاصل ہوئی اور یہ ضلع تمام انکے قبضہ مین آگیا—
سنہ ۱۸۵۷ع کے غدر مین یہان کسی طرح کي ہل چل نہین
ہوی—

یہان کے ہندو دیہاتی لوگ بالکل غریب اور وطن پرست
ہین—انکا چال چلن ایک عجیب ڈہنگ کا ہے لیکن
محنت کرنے مین وہ بڑے مضبوط ہین اس ضلع کي زبان

مراٹھی ہے لیکن اسکی جنوب مین تلنگی زبان بولی جاتی ہے اور پہاڑی فرقون کي جدا جدا زبانین ہین—ون اس ضلع کا ہیڈکوارٹر ہے اور نہایت خوبصورت اور چھوٹا سا شہر

———+———

آکولا

تین اضلاع مین سے جو مغربی برار مین شامل ہین آکولا بالکل شمال مین واقع ہے اور اسکی مشرق مین ایلچپور اور امراوتی کے اضلاع ہین—اس مین کوئی بارہ سو گانؤن ہین—یہ ضلع بالکل مسطح ہے—اور اسکی زمین بہت کرکے کالي بھیگی مٹی کي ہے—یہان کي جھاڑیون مین جو ٹیلون کو محدود کرتی ہین—چیتے—بھیڑیے—کالے ریچھ اور جنگلی سور پائے جاتے ہین—لیکن شیرون کي بہت قلت ہے—کیون کہ جب سے یہان انگریزی عملداری مین کاشتکاری شروع ہوی ہے وہ وہان سے نکلگئے ہین—اور علاوہ انکے—ہرن—سانبھر—بطخ—تیتر—اور بٹیرون کي بھی کثرت ہے—اور ندیون مین مچھلیان بھی بہت ہوتی ہین—اس ضلع مین قدیم چیزین بہت کم پائی جاتی ہین—یہان کے نمک کے کنوین ایک نہایت عجیب و غریب معدني قسم کے ہین—جن کي نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے—زمین کے اندروني تالاب سے ملے ہوئے ہین کہ جس کي لمبائی کوئی پچاس میل اور چوڑائي کوئي دس میل سے زیادہ ھے—اور وہ پورنا ندی کے دونون طرف واقع ہے—اس تالاب کي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بہت عمیق ہے اس تالاب کے پاني سے جسکو نکال کے کڑاھون رکھتے ہین قدرتي طور پر بخار اوٹھتا ہے اور نمک بنتا ہے—لیکن اوس مین بعوض شوریت کے زیادہ تلخی ہے—اور اسلئے وہ باہر نہین بھیجا جاتا—اسکي پیدایش نہایت کثرت سے ہوتی ہے—لیکن اب اُن کنوؤن مین سے نمک نکالنے کي منائی ہوگئی ہے—

یہہ ضلع اوس سر زمین مین داخل تھا کہ جسکو علاوالدین نے سنہ ۱۲۹۴ع مین اپنے پہلے حملہ مین فتح کیا تھا—اسکے مرنے کے بعد یہان پھر ہنود خود مختار ہوگئے—لیکن سنہ ۱۳۱۹ع مین جب کے اُن کے دیوگڑہ کے اخیر راجہ کي کھال کھینچي گئي تو وہ تمام پائمال ہوگئے—اور اُس تاریخ سے برار مسلمانون کے زیر حکومت ہوگیا—بہمنی سلطنت اور احمدنگر کے بادشاہون نے سنہ ۱۵۹۴-۹۶ع تک ایک کے بعد ایک اسپر قبضہ رکھا—اور اسکے بعد شہنشاہ اکبر نے اوسکو اپنے ملک مین داخل کرلیا—لیکن اکبر کے انتقال کے بعد ملک عنبر جو دکھن کا ایک حبشی سردارتھا—اوس ضلع کے ایک حصہ پر پھر قابض ہوگیا—لیکن اوس کا قبضہ بالکل عارضی تھا—کیونکہ اوسی سال یعنے سنہ ۱۵۹۶ع مین آکولا سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ ہوگیا—جب سلطنت مذکور مین ضعف آتا گیا اور مراٹھے دکھن مین زور پکڑتے گئے تو اوس ضلع پر انہون نے سنہ ۱۶۷۱ع مین اور پھر سنہ ۱۷۱۷ع مین اپنا قبضہ کرلیا—لیکن سنہ ۱۷۲۴ع مین جب چین خلیج خان نے آنپر فتحمندي حاصل کي تو اوسکو انسے چھین کے نظامت حیدرآباد مین شامل کرلیا—اٹھارویں صدي مین بھر حال اس ضلع مین نظام اور مراٹھون مین اکثر لڑائیان ہوتی رہین—لیکن اخیر مین یہ ضلع بطور ایک حصہ برار کے سنہ ۱۸۰۴ع مین نظام کے سپرد کیا گیا—کیونکہ جنرل ولسلي نے مراٹھا کي طاقت بالکل توڑدي تھي—یہان وقتاً فوقتاً اکثر فسادات ہوتے رہے—اور اخیر مین سنہ ۱۸۵۳ع اور سنہ ۱۸۶۱ع کے عہد نامہ کے مطابق اس ضلع کو نظام نے انگریزون کے سپرد کردیا—

اس ضلع کي خریف کي خاص پیداوار روئی—باجرہ—دال اور تل ھے—اور ربیع کي گیہون—السی—مٹر—رائی—تمباکو—اور علاوہ اسکے گنا—پیاز—پان—آلو—کیلے—انگور وغیرہ بھي ہوتے ہین—گرندہ اور رنگ بھي یہان کي خاص پیداوار مین داخل ھے—اور بالاپور کے نزدیک سن بھي بہت ہوتا ھے—یہان گھوڑے بہت کم ہین—لیکن ٹٹوؤن کي افراط ھے اور وہ بہت اچھے ہوتے ہین—یہان کے زراعتی کام مین گائے—بیل—بھینسے—گھوڑے—ٹٹو—گدھے—بھیڑ—بکرے—اونٹ—گاڑیان—اور ہل وغیرہ شامل ہین—اس ضلع کو بوجہ پانی کي کمی کے ایام قحط سالی مین سخت تکلیف ہوتی ھے—اور وبائے ہیضہ بھي اکثر یہان پھوٹتي رہتي ھے—یہان کے تقریباً ہر ایک گانؤن مین روئی کا موٹا کپڑا تیار ہوتا ھے—لیکن بعض بعض قصبون مین روئی کے قالین بھي بہت اچھے اور پگڑیان بھي بہت عمدہ تیار ہوتی ہین—یہان کے ہرایک شہر اور قصبہ مین چاھے وہ کیساہي چھوٹا ہو—ہفتہ وار ہاٹ بھرا کرتا ھے—یہان باہر سے اکثر شکر—نمک—لوھے کے برتن—کپڑے—گیہون—تیل—افیم—ناریل—اور چانول آتے ہین—اور یہانسے روئی—گیہون—السی—گھی—کسیقدر نیل—زعفران اور مویشی باہر جاتے ہین—

کھام گانو—جو اس ضلع کا ایک خاص تعلقہ ھے اور برار مین روئی کا سب سے بڑا بازار—ایک آٹھہ میل کي شاخ کے ذریعہ سے جی—آئی—پی ریلوے سے ملا ہوا ھے—اور اسکي تجارت بہت وسیع ھے—یعنے سالانہ کوئی سات آٹھہ کڑور روپیہ کي ہوتي ھے—اس ضلع مین روئی کے دوسرے بازار بھي ہین مثلاً شیگانؤن—آکوٹ اور آکولا انکي تجارت بھي بہت بڑھي ہوئی ھے—

شہر آکولا—دریائے مورنا پر ضلع کے حکومت کا اور نیز برار کے جوڈیشیل کمشنر کا ہیڈکوارٹر ھے—اور جی—آئی—پی ریلوے کے ناگپور لائن پر واقع—ریل کے راستہ سے بمبئی سے ۳۶۳ میل کے فاصلہ پر ھے اور ناگپور سے ۱۵۷ میل کے فاصلہ پر—اسکي بلندي سطح دریا سے ۹۲۰ فیٹ ہے—آکولا گورنمنٹ نظام کے زیر حکومت بہت مدت تک ایک ماتحتي ضلع کا ہیڈکوارٹر تھا—اوسکا قدیم قلعہ اور اسکي سنگین شہر پناہ جسپر برج بنے ہوئے ہین ابتک اوس کي عمدگي کي شہادت دے رہے ہین—مورنا ندی جو اسکے بیچ مین

سے گھري ہوئی ہے۔اسکے دو حصہ کرتی ہے۔ایک مغربی اور دوسرا مشرقي۔مغربي حصہ کو خاص آکولا کہتے ہین۔ اور مشرقي حصہ کو تاجنا پیٹھہ۔گورنمنٹ کے دفاتر اور یوروپین لوگون کے مکانات تاجنا پیٹھہ مین ہین۔یہان ہفتہ مین دوبار ہاٹ بھرتا ہے۔بڑا ہاٹ ایتوار کے روز تاجنا پیٹھہ مین۔اور چھوٹا ہاٹ بدھہ کے روز آکولا مین۔ یہان کي پبلک عمارتون مین کمشنر اور ڈیپوٹی کمشنر کي آفس۔عدالت کے محکمے۔جیلخانہ۔براکس ٹاؤن ہال۔گرجا گھر۔پوسٹ آفس۔ہسپتال۔فیاضی دواخانے۔ یوروپین اور دیسی مسافرخانے ہین۔اور عیسائی مشن کي جگہہ بھي آکولے ہی مین ہے—

———٭٭٭———

بلدانہ

ضلع بلدانہ برار کي مشرق مین واقع ہے اس مین ایک ہزار گانو ہین۔اور شہرون مین دیول گانو۔راجا۔ملکاپور۔ ناندورا۔چکھلی۔ڈہون گانو۔بلدانہ۔دیول گھاٹ۔مہکر اور فتح کہیلڈا ہے اس ضلع کا جنوبی حصہ۔برار مین شامل ہے۔بالاگہاٹ۔اور نیز یہان کي دوسری سر زمین گویا ایک سلسلہ ہے پہاڑی مسطح زمینون کا جو انتہاے جنوب مین نشیب کو اترتا چلا جاتا ہے اس ضلع کي مغربی جانب کي زمینین اونچی ہین اور نہایت سرسبز و قابل زراعت۔اوس کے شمال کي اونچي چوٹہون پر سے ایک سلسلہ پہاڑی مسطح زمینون کا جنوب مین اترتا ہے جس مین چہوٹی چہوٹی سرسبز وادیان اور بہت سی ندیان اور نالے ہین اور علاوہ اسکے خاص میٹھے پاني کے کنوؤن کي بھی بہت افراط ہے۔یہہ وادیان گانؤ سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہین۔اسکی مشرقی سرسبز زمینون مین جو گیہون ہوتا ہے وہ ہندوستان کے اور مقامات کے گیہون سے کچھہ کم نہین۔ساگوان کے جھاڑ بھی یہان کثرت سے ہوتے ہین لیکن بہت چھوٹے چھوٹے۔بڑے جھاڑونکا کہین نام بھی نہین اور علاوہ اسکے یہان کے نالون مین انجان جھاڑ کي بہت کثرت ہے۔ببول کے جھاڑ بھی چوطرف پھیلے ہوئے ہین۔اقسام کے میؤنکی بھی یہان کچھہ کمی نہین۔ اور جنگلي درخت کہ جن مین لاک گوندھہ اور رنگ وغیرہ ہوتا ہے۔اس ضلع مین افراط سے ہین۔یہان کے ٹیلون مین۔ ریچھہ۔شیر۔چیتے۔سانبھر۔نیل گائے۔اور جنگلی سور ہوتے ہین۔اور پورنا کي وادی مین ہرن بھی موجود ہین اور علاوہ ان کے سیاہ اور خاکستری رنگ کے تیترون بٹیرون اور مرغابیون کا شکار بھی خوب ہوتا ہے۔اس ضلع مین قدیم ہیمادپنتی کے گرجے اکثر مقامات پر ہین۔یہان کے لوگون کا بیان ہے کہ جب تک وادی پورنا مسلمانون کے قبضہ مین نہین آیا تھا یہان کے فرمانروا جین دھرم کے لوگ تھے۔ جب تک نظام نے یہ ضلع انگریزون کے حوالہ نکیا اسمین بھی مثل اور اضلاع برار کے بہت سی تبدیلیان واقع ہوتي رہین۔ اس ضلع کو زراعت مین بھی بہت کچھہ فروغ حاصل ہے چنانچہ روئی۔غلہ۔گنا۔میوہ۔السی۔تمباکو۔سن۔چانول۔ افیم وغیرہ یہان خاص پیداوار ہین۔اور یہان ہر موسم مین جدا جدا چیزین بوئي جاتی ہین۔روئی کا موٹا کپڑا عام طور پر بنا جاتا ہے۔ریشم۔اون۔لکڑے۔لوہے۔اور تانبے پیتل وغیرہ کا کام اچھا ہوتا ہے۔دیول گھاٹ مین نہایت عمدہ فولاد بنتا ہے یہان کے اکثر شہرون مین ہفتہ وار ہاٹ بھرتے ہین جن مین بعض بہت بڑے ہوتے ہین۔یہان سے کپڑا۔لوہے کے برتن۔فلزات۔گرم مصالح اور نمک باہر جاتا ہے۔اور روئی۔ روغنی بیج اور مویشی وغیرہ یہان آتے ہین۔یہان گیہون کي بہت افراط ہے اور اوسکی تجارت خاص کرکے ناندورا مین۔ جو جی۔آئی۔پی ریلوے کا اسٹیشن ہے ہوتی ہے۔اس ضلع مین ایک ڈیپوٹی کمشنر ہے جسکے اسسٹنٹ یوروپین اور دیسی دونون ہین اور اسسٹنٹ کمشنر کا محکمۂ عدالت ملکاپور مین ہے یہان کي دیسی زبانین اردو اور مراٹھی ہین۔

———

باسم

یہہ ضلع آکولا اور امراؤتی کے جنوب مین ون کے مغرب مین۔اور بلدانہ کے مشرق مین واقع ہے۔اس مین کوئی ۹۵۰ گانو ہین محصولات کي آمدني کے لئے اسکے تین تعلقے کئے گئے ہین۔باسم۔منگرول۔اور پوساد۔باسم جو بہ نسبت دونون کے زیادہ شمال مین ہے ایک سرسبز اور اونچی زمین پر جو سطح سمندر سے کوئی ایک ہزار فیٹ بلند واقع ہے۔ منگرول۔شمالی مشرق مین اور پوساد جنوبی مشرق مین ایک چھوٹے ٹیلون کا سلسلہ ہے جسکی زمین تمام سبزہ زار ہے ٹیلون کے درمیاني نشیب نہایت عمدہ ہین۔یہان اکثر ٹیلون کي چوٹیان کوئی دو ہزار فیٹ سے کم بلند نہین۔درندون مین یہان شیر۔ریچھہ۔اور جنگلی سور وغیرہ ہین اور علاوہ انکے اقسام کے ہرن اور دوسرے چھوٹے شکار بھی کثرت سے پاے جاتے ہین۔ اس ضلع مین علاؤالدین کے حملہ کے پیشتر جو سنہ ۱۲۹۴ مین واقع ہوا جین دھرم کے لوگ آباد تھے اگرچہ یہانکی حکومت مین بھی مثل اور اضلاع برار کے بہت سی تبدیلیان ہوئی ہین لیکن یہ نظر نہین آتا کہ کسی مشہور واقعہ سے اسکے قابضون کي حالت مین فرق آگیا ہو۔

باسم کي خاص پیداوار روئی۔باجری۔موٹے چانول۔ السی چنے کي دال۔گیہون۔تل۔سن۔ارنڈی کا تیل۔ گنا۔تمباکو۔اور لاک وغیرہ ہین چونکہ یہان پاني نکالنے کا اور اگر کبھی نکلا بھی تو اسکے اچھا ہونے کا پورا یقین نہین ہے اس لئے یہان کنؤنکا کہدوانا نقصان سے خالی نہین اور قطع نظر اسکے۔اسکے اخراجات بھی بہت زیادہ ہین اس ضلع مین کوئی چار ہزار کنوین ہین لیکن انمین تقریباً نصف بی مرمت پڑے ہوے ہین۔یہان روئی کا موٹا کپڑا۔کمل۔ اور کسیقدر کاغذ تیار ہوتا ہے۔یہان سے بمبئی کو روئی اور گیہون کي۔اور ہنگولی کو گوندھہ۔رنگ۔اور جنگلی پیداوار کي بر آمد ہے لیکن بہ نسبت بر آمد کے اسکی درآمد دگنی ہے۔باسم کا قدیم شہر ضلع کي حکومت کا ہیڈکوارٹر ہے اور وہ سطح سمندر سے ۱۷۵۸ فیٹ اونچا ہے۔شہر مین جو عمدہ عمارتین ہین انمین بالاجی کا مندر اور چشمہ ہے جو ایک سو سال پیشتر تعمیر ہوا تہا۔اور سوائے اس کے ایک پوسٹ آفس۔ایک پولیس کي چوکي اور دو گورنمنٹ اسکول ہین۔

متفرقات

دیسی حیوانات

سوای ریاست مسرر اقسام کے وحشی جانور تمام ہندوستان مین حیدر آباد سے بڑھکے کہین نہین-بڑے بڑے اور سخت خونخوار درندے جنکے شکاری بدل خواہان ہین مثلاً شیر اور چیتے وغیرہ تمام ریاست مین پائے جاتے ہین-اور پکھال کے تالاب کے پاس جنگلون مین ہاتھیون اور جنگلی بھینسون کا خوب شکار ہوتا ہے-شمال ومغربی قسمت کے میدانون مین بے حساب ہرنون کے گلے ہین اور تمام قلمرو مین دغدار ہرن-نیل گائی-سانبھر-بارہ سنگے-اور دوسرے اقسام کے چرندے کثرت سے پائے جاتے ہین-ریاچھہ بھی کہین کہین موجود ہے-لیکن جنگلی سور-لکڑ باغ-بھیرئے-باگھہ بلیان-جنگلی کتے اور خرگرش ہر جگھہ پر بہت کثرت سے ہین-

اس ملک مین اقسام کے شکار کے پرندے ہین-جنمین خاکستری اور دوسرے رنگونکے تیتر-نیلے اور سبز کبوتر-پہاڑی کبوتر-جنگلی مرغ-بٹیر-چاھے-شتر مرغ-مور-جنگلی بطخ-اور مرغابیان وغیرہ وغیرہ ہین-

جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے کہ سرورنگر اور گولکنڈے مین حضور نظام کے بڑے بڑے ہرنون کے رمنے ہین جہان کوئی بِلا سرکاري اجازت کے شکار نہین کھیل سکتا-بعضے سدھائے ہوئے چیتون سے ہرنون کا شکار کھیلا جاتا ہے-اور حقیقت مین یہ شکار بھی قابل دید ہوتا ہے-

حیدرآباد کے قریب عمدہ شکارگاہین ہین-مدارالمہام اور دوسرے امرا اپنے معزز مہمانون کو اکثر شہر کے قرب و جوار مین شکار کي پارٹی دیا کرتے ہین جس مین خاطر خواہ کامیابی ہوتی ہے-لیکن ان شکاری مہمات مین بعض وقت مہلک نقصانات بھی پہونچتے ہین-

اکثر شکاریون کو معلوم ہے کہ شیر کے شکار مین علی الخصوص جب وہ حملہ کرتا ہے تو پیشتر اس کے کہ آدمي اپني حفاظت کرے اس کا کام تمام ہو جاتا ہے-چنانچہ حال ہی مین حیدرآباد کے قریب ایک ایسا حادثہ ہوا کہ جس مین ہندوستانکے شکاریون مین سے ایک عمدہ شکاری مارا گیا-پہر اسکا مارا جانا اتفاقي تہا اس مین اسکی کاچھہ خطا نتھي-یعنے نواب میجر افسرالدولہ بہادر کے-جو ایک مشہور سپاہي اور شکاری ہین-فرزند نواب عثمان یار جنگ ایک پارٹي کے ساتھہ شکار کو گئے ہوے تھے-یہ نواب زادے کم سن ہین اور یہ انکا پہلا ہي شکار تہا-پارٹی نے چیتے کے شکار کا انتظام کیا تہا لیکن شکارگاہ مین جب شیر کي علامتین پائي گئین تو تجویز بدل گئی اور شیر کو ہنکایا گیا-چار بندوقین ایک مچان مین رکھی ہوئي تھین-جس مین سے دو ریز رو تھین-یہ مچان جس جہاڑ پرتھی وہ ایک نہایت عمدہ موقع پرتہا-اوسکے سامنے ایک کھلی ہوئی پہاڑی تھی-پہاڑی اور جہاڑ کے درمیان ایک گنجان جہاڑی-اس جہاڑی سے ایک نالا نکل کے داہنی طرف کو گیاہوا تہا اور اسکی سیدھی طرف کو ایک کہائی تھي-اس جہاڑ کے پیچھے سے دوسرے جہاڑون کي قطار نصف دائرے کي شکل مین ہوتی ہوئی سامنے پہاڑی تک گئی ہوئی تھی-دن کے تین بجے شیر کو شکاریون کے قریب لانے کے لئے ہنکا دیا گیا-لیکن بہت دیر سے وہ پہاڑی سے باہر نکلا اور دوڑتا ہوا سیدھا جہاڑ کے پاس چلا-اسوقت جہاڑی اسکے سیدھی طرف تھی اور کہائی جس پر سے وہ پہادا بائین طرف-جب وہ برابر شکاریون کے سامنے آیا تو عثمان یار جنگ نے گولی سے اوسکو گرا دیا-چند دقیقون کے بعد وہ جست کرکے جہاڑی مین چلا گیا-اور نظرون سے غائب-شکاریون کو تشویش ہوئی کہ اب کیا کیا جاوے اور کیونکہ بغیر جان جوکہن کے اوسکو جہاڑی مین سے باہر نکالا جاوے-آخر یہ رائے قرار پائی کہ جہاڑی مین باڑھہ ماری جائے اور پٹاخے پھینکے جائین-لیکن اس مین یہ قباحت معلوم ہوئی کہ اس سے شیر پیاچھا ہانکنے والون پر جا پڑیگا-اسلئے شیخ منّو شکاری جو اونکے ساتھہ تھا نکلا اور پیچھے سے چکر کہاتا ہوا گیا تاکہ شیر کے عقب مین جائے اور اسکو ہانک کے مچان کے سامنے لائے کیونکہ اسوقت ہر شخص کو یہی گمان تہا کہ وہ ہنوز جہاڑی ہی مین ہے-جب تک اسپر جبر نہ کیا جائیگا وہ کبھی جہاڑی مین سے باہر نہ نکلیگا اور باہر نکلنے کے بعد سوائے نالے کے اور کسی طرف اسکو مفر نہین-لیکن کسی کو یہ امید نہ تھی کہ وہ وہان سے نکل سکیگا-غرض جب شکاری جہاڑی مین سے چھپا ہوا جارہا تھا تو شیر بھی کہائی مین سے آہستہ آہستہ دبا ہوا اسیطرف چلا جاتا تہا-جب کہائی تمام اور جنگل شروع ہوا تو یکایک دونون مین مدبھیڑ ہوگئی اور شیر نے ایک نعرہ مارکے شکاري پر جست کي-شیخ منو نے اسیوقت اپني بندوق کا منہہ اوسکے منہہ مین گھسیڑ کے گولي چلادی-

لیکن بندوق کا منہہ پھر گیا اور گولي اوسکو بغیر کسیطرح کا نقصان پہونچانے کے دوسري طرف سے نکل گئي–اسیوقت شیر نے پنجہ مارکے بندوق کو گرادیا اور شکاری کا سیدھا کولا پکڑکے ایسا ہلایا کہ جیسے کتا چوہے کو پکڑکے ہلاتا ہے–لیکن باوجود اسکے شیخ منو کے حواس درست تھے–اور اسنے عمداً مرنے کا بہانہ کرلیا–جب شیر اوسکو چھوڑکے آگے بڑھا تو سبھون نے خیال کیا کہ شیخ منو کو اب چھوڑ دیا–لیکن شیر چند قدم آگے جاکے پھر پلٹ آیا اور اسکو دوسرے دو زخم لگائے–ایک سینے کے داہنی طرف اور دوسرا بازو پر–اوسکے بعد وہ وہان سے چلتا ہوگیا اور نظرون سے غائب–اگرچہ وہ زخم کاری تھے لیکن شیخ منو نے اونکی پروا نہین کي–اور درستگي حوش وحواس کے ساتھہ حیدرآباد کے صدر مقام کے ہسپتال بھیجدیا گیا–جہان چودہ دن کے بعد اوسکا انتقال ہوگیا–حقیقت مین وہ نہایت جوانمرد شخص تھا–باوجود اسقدر زخمون کے اسکے تحمل و استقلال مین ذرا بھی فرق نہ آنے پایا–جسوقت عثمان یارجنگ نے اس غمناک حادثہ کي حضور نظام کو جو خود بھی ایک تجربہ کار شکاری ہین خبر دی تو حضور نے فرمایا کہ کیا تم شیر کو جانے دیتے ہو–عثمان نے عرض کي–کہ نہین اگر حضور ایک ہاتھی عنایت کرین تو مین ابھی اسکا کام تمام کئے دیتا ہون حضور نے اسیوقت ہاتھی کا حکم دیا–عثمان یار جنگ نے پھر اس شیر کا سراغ لگاکے اوسکو مارڈالا پھر معلوم ہوا کہ وہ شیر نہین تھا بلکہ شیرني تھی اور اوسکے دو بچے تھے–

سابق مین یہان فوجون اور دوسری پرائوٹ سواریون کے لئے گھوڑے پالے جاتے تھے لیکن چند روز سے اسٹریلیا اور خلیج فارس کے گھوڑون کي درآمد کي وجہ سے یہان کے گھوڑون کي کھپت بہت کم ہوگئی–دکھنی ٹٹو بہ نسبت ہندوستان کے اور ٹٹوؤن کے مضبوطی اور تحمل مین نہایت عمدہ خیال کئے جاتے ہین–مالیگاؤن مین قریب بیدر کے ہرسال گھوڑون کا ایک بڑا میلا ہوتا ھے جس مین ہزارون سے گھوڑے اور ٹٹو فروخت کے لئے لائے جاتے ہین–اس میلے کي ابتدا اخیر صدی سے شروع ہوئی–پچاس برس کے آگے قریب تھا کہ یہ موقوف ہوجائے کیونکہ انکا سرکاری محصول بہت بڑھگیا تھا–لیکن سرسالارجنگ اول نے اوسکو موقوف کرکے پھر میلے کو رونق دی–ہر ایک ضلعے اور تعلقہ مین ہفتہ وار اور تہوار گھوڑون اور نیز دوسرے مویشیون کا میلا لگتا ھے–اس ریاست کے ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ مین گائے–بیل–بھینسین–بکرے–بھیڑین اور گدھے پائے جاتے ہین–ضلع تلنگانہ کے مویشی بہ نسبت اس ریاست کے اور اضلاع کے مویشی کے قدوقامت مین بہت چھوٹے ہوتے ہین–اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انپر آب و ہوا کا بھی بہت کچھہ اثر ھے–مشرقی اضلاع مین آب و ہوا کي تاثیر بیلون کي پرورش کے بہت کچھہ مخالف ھے–وہ چھوٹے مضبوط اور سفید رنگ کے ہوتے ہین–اور انکي چراگاہین انہین اضلاع کي بنجر زمینون مین ہین کہ جن مین وہ پرورش پاتے ہین–وہ جنگلون مین گھومتے رہتے ہین انکے چرواہے بجز ایک کمل کے اور کوی چیز اپنے ساتھہ نہین رکھتے–ہر ایک موسم مین وہ اسی پر بسر کرتے ہین–یہ مویشی بڑے بڑے گلون مین ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ مین نقل وحرکت کرتے رہتے ہین–اور رات کے وقت ایک قسم کے احاطہ مین محفوظ رکھے جاتے ہین تاکہ وحشی درندون سے انکو کچھہ نقصان نہ پہونچے–

ہر ایک ملک مین اقسام کے جانورون کي نسبت پراني پراني نقلین بیان کي جاتي ہین لیکن تربیت یافتہ لوگ ان باتون کو نہین مانتے–ان مین سے بعض نقلین ذیل مین درج کي جاتی ہین–انہین اس بات کا نہایت تعجب ہے کہ جنگلي فرقے بھی حالانکہ بوجہ اپنے ذاتی تجربہ کے انہین غلط سمجھتے ہین لیکن باوجود اس کے انپر اعتقاد رکھتے ہین اور انہین ماننے سے باز نہین آتے مثلاً–کوی دیسي اس بات کو قبول نہین کریگا–کہ ریت سانپ ناگ، نہین ھے–یا میٹھے پاني کا سانپ زہر نہین ھے یا کھارے پاني، کا سانپ زہریلا ھے–اور علاوہ اسکے اکثر مقامون مین مور کو پاک جانور سمجھتے ہین اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ مورنی صرف ایک ہي پرندہ ھے جو بغیر مواصلت مور کے حاملہ ہوتي ھے–ازراسکي صورت یون بیان کي جاتي ھے کہ مور جب اوقات مقررہ پر روتا ھے تو مورنی اسیوقت دوڑکے اسکے پاس جاتی ہے اور اسکے آنسوؤن کو پیکے انسے حاملہ ہوتي ہے–اور اسیطرحسے سیڈڈ دسٹرکٹ کے جنگلی لوگ جنہین ینادي کہتے ہین اور جو اکثر وحشي درندون اور انکي عادتون سے خوب واقف ہین ابتک یہی کہتے ہین کہ ریچھہ کے بچے کے حمل و ولادت کو ساڑھے تین گھنٹے سے زیادہ مدت نہین ہوتی–ضلع کشنا مین پالواد لوگون کا عقیدہ ہے–کہ مادۂ خارپشت اپنے پرکے قلمون مین جو اسکے جسم پر ہوتے ہین اپنے بچون کے لئے پاني بھر کے لیجاتی ہے حالانکہ وہ بیان نہین کرسکتے کہ یہ کیونکر ممکن ہوتا ہے–مادۂ بچھو کي نسبت انکا بیان ہے کہ وہ ڈنک سے نر بچھو کو مارڈالتی ہے اور اسکے بچے اسکے عوض اوسکو کھاجاتے ہین–بعض دیسي نقلین پرندون اور درندون کي بہت اچھی ہین اور انگریزی جانورون کي کتاب مین داخل ہونے کے قابل–غرض شاذ و نادر ہی کوئی ایسا جانور ہوگا کہ جسکے نسبت کوی کہاني گھڑی ہوئی نہو–اور ان کہانیون مین اکثر دیوتا بھی شامل رہتے ہین–چنانچہ اسکا بیان ذیل مین مندرج ہے–

جب راما نے جزیرہ لنکا کے برخلاف جنگ کرنا چاہا تو تمام جانورون سے اسنے مدد طلب کي سب سے پہلے خاکستری رنگ کي چھوٹی سے گلہری اسکے پاس آئی–اسوقت اسکا رنگ بالکل سادہ تھا–اور اسکو اپنی تکلیف و تصدیع کا کچھہ خیال نتھا بلکہ اوسکی تمام عمر کھیل کود مین بسر ہوتي تھي–رام نے اس سے پوچھا کہ تو کس قسم کي مدد مجھکو دے سکتی ہے–اسنے جواب دیا کہ مین جھاڑون

پر سے کودتی ہوئی پیغام لیجاسکتی ہون رام نے خوش ہوکے اوسکی پیٹھہ پر ہاتھہ پھیرا اسوقت سے پانچ لکیرین اوسکی پیٹھہ پر نمودار ہوگئین۔کسی زمانہ مین ایک چروا ہا اپنے وفادار کتے کو ساتھہ لئے ہوئے کسی دور و دراز جنگل مین نکل گیا تہا۔وہان کے وحشی درندون نے اسکے کتے کو پہاڑ ڈالا اور وہ اسکے غم مین کوکا کوکا چلاتا ہوا پریشان پہر رہا تہا۔اور تسلی نہین پاتا تہا۔اسی حالت کے اندر چند ہی روز مین وہ مرگیا۔ابتک وہ رات کے وقت اپنے کتے کو پکارتا ہوا جنگلون مین پہر رہا ہے۔یناد ی لوگ موت پرندے کی نسبت ایک عجیب کہانی بیان کرتے ہین۔اور وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ مین ایک مالی تہا وہ اپنی عورت کو بہت چاہتا تہا اور اوسکو دوسری مالنون کی طرح کہیتون مین کام کرنے نہین دیتا تہا۔بلکہ خود اپنی ذات سے سخت محنت و مشقت کرکے اوسکو زیورات مین لدتا تہا۔اخیر مین اوسکو معلوم ہوا کہ وہ بیوفا ہے لیکن اوسکو کچہہ کہا نہین بلکہ انجان ہوکر انتقام طلب رہا۔ایک روز اس مالن نے اس سے تہوڑا سا شہد لانے کی درخواست کی۔مالی نے کہا کہ اگر تو بہی میرے ساتھہ چلے تو ہم دونون ملکے شہد لائینگے وہ راضی ہوئی۔مالی اسکو ساتھہ لیکے ایک اونچے تاڑ کے جہاڑ کے نیچے آیا اور سیڑہی رکہکے دونون اوپر چڑہے۔اور خوب شہد پیا اوسکے بعد اسنے اس سے کہا کہ تو یہین ٹہہر۔مین جا کے تیرے لئے میٹہا پانی لاتا ہون اور پانی پینے کے بعد پہر دونون ملکے اور بہی شہد کہائینگے۔یہ کہکے نیچے اوترا اور سیڑہی لیکے چلتا ہوگیا۔عورت نے بہت دیر تک انتظار کیا وہ نہین آیا۔غرض وہ مدد کے لئے اوپر سے چلاتی رہی۔آخر جنگل کے شیطان نے اوسکے چلانے سے بیزار ہوکے اوسکو موت کا پرندہ بنادیا جو اب جنگل مین چلاتا ہوا پہرتا ہے اور کوئی ینادی اوسکو آتے ہوئے دیکہکے مارے خوف کے بولنے کی جرأت نہین کرتا۔تا کہ وہ کہین اوسکے سر پر سے نہ اوڑے۔اور اسکے جلد مرنے کا باعث نہو۔

قدیم زمانہ مین بہیڑون کے کان بہی مثل بارہ سنگون کے سیدہے اور کہڑے تہے جب لوگ اسکا گوشت کہانے لگے تو وہ غصہ ہوکے برہما کے پاس آیا۔برہما نے اوسکی شکایت سنی اور کہا کہ تیری شکل ایسی ہے کہ تجہکو دیکہتے ہی خواہ مخواہ تجہے کہانے کا دل چاہتا ہے۔یہ سنتے ہی بہیڑ گہبرا گیا۔اور اپنے کانون کو دبا کے وہانسے مفرور ہوگیا۔اسوقت سے اسکے کان گرے ہوئے ہین۔ہندؤن کا شیرببر ویسا نہین ہے جیسا کہ مغربی لوگ سمجہتے ہین بلکہ وہ کسیقدر گینڈے سے مشابہت رکہتا ہے۔اور ہندو لوگ اقسام کی عادتین اس سے منسوب کرتے ہین۔اور خاص کرکے ہاتہیون سے لڑنے اور انکا بہیجا کہانے کی۔نلور کے لوگ جنکا شہر پہلے شیر کا شہر کہلاتا تہا۔ابتک کہتے ہین کہ کوئی ہاتہی اونکے شہر کے نزدیک آنے کی جرأت نہین کرسکتا۔اور اس بات سے وہ انجان ہو جاتے ہین کہ راجہ کے ہاتہی شہر مین اکثر آمد و رفت کرتے رہتے ہین۔ہر شخص کا اعتقاد ہے کہ مرے ہوئے شیر کے پنجون اور کانون مین بہت سے فوائد ہین اور شیر کی موچہہ یا مرے ہوے ناگ کو جلانے سے بہت سے آسیب دور ہوجاتے ہین۔اور شاید بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہونگے کہ بچہو کی ڈنک کا عمدہ سے عمدہ علاج اوسکے جسم کو کچل کے مقام ماؤف پر لگا دینا ہے۔جس سے فوراً زہر اوترجاتا ہے۔

ڈائمنڈ جوبیلی

چونکہ ریاست حیدرآباد انگریزی گورنمنٹ اور حضور ملکہ معظمہ کے ساتھہ کمال درجہ کی وفاداری رکہتی ہے اسلئے ملکہ کی جوبیلی کی یادگار مین حضور نظام نے اپنی گورنمنٹ اور رعایا کو حکم دیا کہ حیدرآباد کی تمام ریاست مین اس موقع پر تہنیت کی خوشی منانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا جائے۔ ۲۲ جون سنہ ۱۸۹۷ع کے بہت پیشتر سے تمام ریاست مین اوسکے انتظامات ہو رہے تہے۔اس موقع پر سب سے اول غریبون کو خیرات اور بچون کو ضیافت دیگئی اوسکے بعد عام طور پر جشن شروع ہوا۔جسکا پروگرام پیشتر ہی سے تیار کیا گیا تہا۔

۲۲ جون کے دربار مین رزیڈنٹ نے حضور نظام کو ویسرائے اور گورنر جنرل کا خریطہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضور ملکۂ معظمہ کا ارادہ تہا کہ اس عمدہ موقع پر ہندوستان کے تمام وکلا انکی خدمت مین حاضر ہون لیکن طاعون وقحط سالی کی وجہ سے جو ہندوستان مین پہیلی ہوئی ہے ملکہ معظمہ نے اپنی راے بدل دی۔

جبکہ حضور نظام نے شہر مین جوبلی کے لئے جشن کی نیکی خواہش دکہلائی اور مطابق اسکے فرمان بہیجے تو ملکۂ معظمہ کے غریبون اور بیکسون کی ہمدردی کے بابمین جو خیالات تہے انہین گویا حضور نظام نے پہلے ہی سے سونچ رکہا تہا۔

حضور نظام کو اس جوبلی کے منانے مین نواب مدارالمہام اور دوسرے امراے ریاست نے بڑی مدد دی اور یہان کے جشن اور یہان کے لوگون کی خوشوقتی سے جو اس موقع پر ظاہر ہوی۔یہی پایا جاتا تہا کہ تمام ہندوستان مین حیدرآباد کی ریاست سے بڑھکے کوئی وفادار نہین۔

ڈائمنڈ جوبلی کے متعلق جو کارروائی سب سے پہلے ہوی وہ یہ تہی کہ روز جشن سے ایک ہفتہ پہلے رزیڈنسی سرجن۔ڈاکٹر لاری کے زیر صدارت چدر گہاٹ مین ایک جلسہ ہوا اور اس مین تجویز ہوی کہ اس موقع پر کیا کارروائی کرنی چاہئے جو ہمیشہ کے لئے یادگار رہے صدر مجلس نے ایک پُرجوش اسپیچ مین پبلک کی وفاداری و اطاعت پر اس امر کو موقوف رکہا اور مسٹر ایس۔ایم مٹر کی تحریک سے قرار پایا کہ تمام اقوام کے لئے ایک دہرم شالا

هز اکسلنسي مدارالمهام قواعد ملاحظه فرما رهے هین

جسکی ایک مدت سے ضرورت هے اس جوبلی کي یادگار مین بدني جائے۔چنانچہ اسیوقت اوسکے لئے چهہ هزار روپیہ سے زیادہ جمع هوگئے۔اور اسکے ساتہ یہ بهي قرار دیا گیا کہ رزیڈنسی کے بازارون مین روشنی کي جائے۔ مسٹر میڈر اور نواب فیض علی خان نے اپنی کشادہ دلي سے اسکے اخراجات کا ذمہ لے لیا۔

سرکاری افسرون۔سوداگرون اور عوام الناس جیوبلی کے بہت دن پیشتر سے اپنے اپنے مکانون کو روشنی کے لئے آراستہ کرنے لگے۔غریبون کو اطلاع دیگئی کہ انہین کہانا اور خیرات دی جایگي۔اسکول کے لڑکون اور نیز چہوٹے بچون سے اقسام کي ضیافتون کے میعاد کئے گئے۔اور اس جشن کے لئے جن جن مکانون کي ضرورت تہی انکی آراستگی شروع ہوی اور لوگ خوشی سے انمین شریک ہوئے۔اور اپنی وفاداری ظاہر کي۔

اتوار ۲۰ جون کو جو حقیقت مین ملکۂ معظمہ لے تخت نشینی سے پورے ساتہہ سال کا اختتام کا روز تہا چدر گہاٹ۔سکندر آباد۔بولارم۔ترملگہیڑي اور نیز حضور نظام کے کُل عیسوی عبادتگاہون مین خاص نمازین مقرر ہوین۔برٹش رزیڈنٹ اور انکا اسٹاف سنٹ جان کے گرجاگہر واقع سکندرآباد مین سفارتي لباس پہنا ہوا صبح کے وقت موجود تہا اور دوسرے مقامون کے گرجون مین تمام اہل قلم اور اہل شمشیر کثرت سے جمع ہوئے تہے۔حیدر آباد والنٹیر رائفل میجر اے۔جی فیلوز کے ماتحت سنٹ جان گرجا مین ایک خاص قواعد کر رهے تہے۔

پیر کے روز ۲۱ جون کي شام کو حضور نظام نے چار محل مین ایک عظیم الشان ضیافت دی۔ڈیڑهہ سو مہمان شریک تہے جن مین رزیڈنٹ۔نواب مدارالمہام دوسرے افسر اور امراے حیدرآباد اور انگریزی فوجون کا کمانڈر اور حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجون کے کمانڈر اور بہت سی لیڈیان شریک تہین۔محل کے اندر اور باہر خوب روشني کي گئی تہی۔حضور نظام نے ملکۂ معظمہ کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک نہایت عمدہ اسپیچ کہی جس سے وفاداري۔ صداقت اور ہمدردي پائی جاتی تہی۔رزیڈنٹ نے اوسکے جواب مین حضور نظام کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے اونکا شکریہ ادا کیا۔ان دونون ٹوسٹ پر نہایت گرم جوشي کے ساتہہ اظہار مسرت کیا گیا۔ملکۂ معظمہ کا جام صحت نوش کرنے کے بعد۔بینڈ باجے نے ملکہ کي سلامتی کا گیت گایا اسکے بعد نہایت عمدہ آتش بازی شروع ہوی۔

نظام کلب کے ممبرون نے جوبلی کي یادگار مین ۲۰ جون کي شام کو جشن کیا۔کہانے کا کمرا اور ملاقاتی کمرا خوب آراستہ تہا اور پہولون وغیرہ سے سبز کي خوبصورتي قابل دید تہي۔روشنی کا انتظام بہی نہایت عمدہ تہا گولکنڈہ بریگیڈ کا بینڈ باجا بج رہا تہا۔نواب عمادالملک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صدر ہوئے تہے۔انہون نے ملکۂ معظمہ کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک عمدہ اسپیچ دی اور ملکہ کے لئے صدق دل سے دعا کي۔تمام حاضرین باواز بلند آمین

کہنے لگے۔انہوں نے کہا۔کہ آجکی جماعت میں بعض لوگ
خاص انگریزی رعایا ہیں جو حضور نظام کي زیر حمایت
پرورش پا رہے ہیں۔اور بعض لوگ خاص حضور نظام کي
رعایا ہیں جو ملکۂ معظمہ کي گورنمنٹ کے وفادار دوست
ہیں۔حضور نظام اس دوستی کي وجہ سے بے بہا فوائد حاصل
کررہے ہیں۔آج آپ لوگ ملکۂ معظمہ کي درازی عمر اور
جشن اختتام شصت سالہ تخت نشینی منانے کے لئے یہاں
آئے ہوئے ہیں۔ملکۂ معظمہ کي مدت سلطنت فقط
درازہی نہیں بلکہ ہرطرحسے بےنظیر ولاثاني ہے۔کیونکہ اگر
آپ دنیا کے گذشتہ حالات کو ساٹھہ ساٹھہ برس میں تقسیم
کرینگے تو معلوم ہوگا کہ کسی ساٹھہ برس میں ایسی دنیوی
ترقی نہیں ہوئی جو ملکۂ معظمہ کي تخت نشیني کے ساٹھہ
برس میں ہوئی۔پہلے پہل حضور ملکۂ معظمہ اور انکے شوہر
متوفي کا خیال لنڈن کے ان یتیم بچوں اور ان لوگوں کي
طرف متوجہ ہوا جو کس مپرسي کي حالت میں راستوں
میں پڑے پائے جاتے تھے۔اور اخیر میں ہندوستان میں
زنانہ ہسپتالوں کا وقوع میں آنا اسکی انتہا ہے۔اگرچہ اس
کام کے کرنے والے دوسرے لوگ تھے لیکن ابتدا انہیں سے
ہوئی۔اسکے ساتھہ میں یہہ بھي ظاہر کرتا ہوں کہ کاچھہ ملکۂ
معظمہ نے کاچھہ کم دکھہ نہیں اٹھائے۔وہ نہایت رقیق القلب
ہیں۔یہي وجہ ھے کہ انکي رعایا میں جب کوئي حادثہ ہوتا
ھے تو اسکے ساتھہ وہ کمال ہمدردي اوردل سوزی ظاہر کرتي
ہیں۔انہوں نے ساٹھہ برس میں جسقدر تعزیت کے پیغامات
مختلف لوگوں کو بھیجے ہیں۔اگر انہیں جمع کیا جائے
تو ایک دفتر کا دفتر ہوجائے اور انکي سخاوت جو غریبوں
کي نسبت ظہور میں آئي ھے اگر وہ اکٹھي کي جائے تو بہت
بڑی دولت ہوگي۔انہوں نے تمام عالم پرظاہر کردیا ھے کہ
ایک ایسي اعلیٰ درجہ کي عورت کیونکہ عصمت کے ساتھہ
اپني زندگي بسر کرسکتي ھے اور وہ زندگی بھي ایسي جو
پبلک کاموں پر وقف کي گئي ہو اور جس میں باوجود ان
باتوں کے کوئي خانگي خدمت خواہ وہ کیسي ہي محقر ہو
کبھي بھولی نہیں گئی۔آپ لوگ خیال نہ کریں کہ ایک ایسی
سلطنت کا فرمانروا جو تقریباً جمہوری سلطنت کے برابر ہے
جیسے کہ انگلنڈ ہے کاچھہ کام نہیں کرتا۔نہیں نہیں بلکہ
ملکۂ معظمہ نے کسی روز آرام نہیں لیا۔اور ہرروز ایسے
ملکي مہمات میں مصروف رہیں جو ہم لوگوں کے خیال
میں بھی نہیں آسکتے کیونکہ نہ ہمارا وہ رتبہ ہے اور نہ
ہماری ویسی زندگي۔خانگی معاملات میں نہ کوئی ہندو
عورت ویسی ایماندار ہوسکتی ہے اور نہ کوي مسلمان
بیوی جیسے کہ ملکۂ معظمہ ہیں۔آج انہیں بیوہ ہوئے
تیس برس کا عرصہ ہوا اوریہ عرصۂ دراز ہمیشہ انہوں نے
اپنے متوفی خاوند کي یاد میں بسر کیا ھے۔اچھے کاموں
میں اور اپنے اوپر محنت گوارا کرنے میں اور عصمت سے
زندگی بسر کرنے میں۔انہوں نے ہندوؤں کے ستی کے رواج کو
مکمل کردیا ہے۔ستی تو اپنے خاوند کے لاشہ پر گرکے فوراً

تمام ہوجاتی ہے۔لیکن انہوں نے اپنی تمام زندگی تکلیف
میں بسر کي جو اس سے کہیں بڑھکے ہے۔شاہی سرشتہ
خدمات ادا کرنے میں وہ بالکل بے نظیر و بیمثال ہیں۔
انکی عصمت اور انکي فوق العادہ تیزئی طبع نے جو ساٹھہ
سالہ حکومت میں اُنسے ظاہرہوی ہے انہیں نہ صرف انگلنڈ
میں بلکہ تمام یوروپ میں ہردلعزیز بنادیا ہے۔اس زمانہ
میں کہ چوطرف جمہوری اور بدانتظامی کي سلطنتیں
پھیلی ہوئی ہیں ملکۂ معظمہ کے خیالات بالکل شاہی
ہیں۔اور انہوں نے صلح۔انتظام اور آزادی کي نسبت ایسی
ایسی کارروائي کي ہے کہ یوروپ کے موجودہ بادشاہوں میں
سے کسی نے نہیں کي۔ہماری وفاداری اور ہماری محبت پر
جوحق ہمارے بادشاہ کا ہے اسکو ہمیں لازم ہے کہ کبھی
فراموش نکریں۔کیونکہ زمانۂ قدیم میں ہمیں کبھی ایسا
امن و چین نصیب نہ تھا نہ ہمیں ایسی آزادی حاصل تھی
اور نہ ہمنے اسقدر ترقي کي تھي۔عہدہ بے عہدہ گذشتہ
زمانہ میں بھي تمام ہندوستان میں ایسا امن نہیں تھا۔
کیونکہ اگر ایک ضلع میں امن ہوتا تھا تودوسرے ضلع میں
بد امني رہتي تھي۔اور لوگ خوف کي حالت میں اپني
زندگي بسر کرتے تھے اور انہیں کل پر بھروسا نہیں ہوتا تھا۔
اب یہ باتیں رفع ہوگئیں۔ایک سال کي انتہا سے دوسرے
سال کي انتہا تک بھي ہمیں کسیطرح کے خوف کا گمان نہیں
گذرتا۔اگر ہم اس زمانۂ قانون کي متابعت کرکے اپنے چال
چلن کو درست رکھیں۔تو ہمیں کوی دھڑکا نہیں۔علاوہ اسکے
زمانۂ قدیم میں تعلیم ایسي عام نہیں تھی جیسے کہ اب
ہے۔پیشتر ہندوستانی کب اپني دستکاریوں کے ایسے مالک
تھے جیسے کہ اب ہیں اور کب انہیں اپنی محنت کا ایسا
خاطرخواہ پھل مل سکتا تھا۔جیسے کہ اب مل رہا ہے۔
اُسوقت پر ملکی آزادی کہاں تھی۔اس زمانہ میں جو لوگ
آزادی کي نسبت چلاتے ہوئے اور رعایا کي فہمائش کرتے
ہوئے پھرتے ہیں۔انکي نسبت میري یہ راے ہے کہ جو
کاچھہ وہ کہتے ہیں خود اوسکے معنے نہیں سمجھتے اگر
ہمیں پوری ملکی آزادی مل جائے تو ہنوز اوسکے استعمال
کي ہمیں خبر نہیں۔میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں
کوی قوم ایسي نہیں جو اسکے لئے آمادہ ہو۔اے میرے
دوستو پہلے ہمیں ضرور ہے کہ اپنے دلوں کو اس زنگ
سے پاک کریں جو صدیوں سے انپر جمع ہوا ھے اور پھر
ایسی تعلیم پاویں کہ جس سے ہمیں عام فائدہ رسانی اور
محنت کشی کي عادت ہو۔جب کہیں جاکے ہم ملکي
آزادی کے شایان ہوسکتے ہیں اور وہ ہمیں ملیگي بھی اسیوقت۔
نہ کہ اسوقت پر جبکہ ہم میں اسکا مادہ ہي موجود نہیں۔
ہمارا مذہب ہمیں قانون کي متابعت کي تعلیم دے رہا
ھے اور ہمیں حکم ہے کہ خدا کي اور اسکے رسول کي اور
اولی الامر کي اطاعت کریں۔اور اپنے بادشاہ کے ساتھہ محبت
رکھیں خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔بشرطیکہ وہ ہمیں
امن دیتا ہو۔اور ہمارے مذہبي رسوم کي ادائگی میں مخل

روز جوبلی جو قیدي کہ رہا کئے گئے

نہین ہوتا ہو—پس اس صورت مین ہم اپنے موجودہ پادشاہ کي کیونکہ اطاعت نکرین جس سے نہ فقط ہمین یہ فوائد پہونچ رہے ہین بلکہ اور دوسرے ایسے بے بہا اور کثیر فوائد حاصل ہوئے ہین کہ ایشیا مین کسي قوم کو حاصل نہین ہوے—علاوہ اسکے ہماری کتابون مین بادشاہ کو ظل اللہ کہا گیا ہے—اور ہماري مہربان پادشاہ حضور ملکۂ معظمہ حقیقت مین مجسم سایۂ خدا ہین—کیونکہ اُن پر خدا کا سایہ ہے اور ہمپر انکا سایہ وہ ہماری محافظ و نگہبان ہین اور خاصکر کے ہم ہندوستانیون پر انکی کمال مہربانی ہے—انہون نے نہ صرف ہماری بہبودی اور خیرخواہی مین دلچسپی ظاہر کي ہے بلکہ ہمین خوش کرنے کے لئے ہماری زبان بہی سیکہی ہے—اور اپنے اسٹاف مین ہندوستانیون کو ملازم رکہا ہے—یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ایسے بادشاہ کي رعایا مین ہم داخل ہین—اس خوش نصیبی کي وجہ کاچہ وہی لوگ بخوبی بیان کرسکینگے جنہون نے دنیا کا سفر کیا ہے—اسلئے مین آپ لوگون سے درخواست کرتا ہون کہ آج آپ ملکۂ معظمہ کي صحت وسلامتی اور درازی عمر کي خدا تعالی سے دعا کرین—اگرچہ ملکہ ضعیف ہوگئی ہین لیکن بہت سے لوگ کیا مرد اور کیا عورتین انسے بہی زیادہ عمر کے ہوے ہین—اور پہر مین آپسے ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند کا جام صحت نوش کرنے کي درخواست کرتا ہون—"

جون کي ۲۱ سنہ ۱۸۹۷ع کي صبح کو حیدرآباد مین ایسي فوجي قواعد ہوی کہ پیشتر اسکے کبہی نہین ہوئی تہی—اس قواعد مین حضور نظام کي کُل با قواعد فوج اور امپیریل سروس فوج گولکنڈے کے وسیع میدان مین جمع تہي—

لوگونکا ایک جم غفیر صبح سے زرق برق لباس مین جمع ہونا شروع ہوا—اس وقت میدان کي عجیب کیفیت تہی—امرا افاسر اور مہمانون کے لئے داہنے بائین اور پیچہے ایک بڑا احاطہ محدود کردیا گیا تہا—پولیس کا انتظام قابل تعریف تہا—نواب میجر افسرالدولہ بہادر نے قواعدلی—جو حال ہي مین حضور نظام کي کل فوجون کے سپہ سالار مقرر ہوئے ہین—حضور نظام کے فوجي سکرٹری راجہ کشن پرشاد بہادر اپنی سرکاری وردی مین رونق افروز تہے اور بہت سے امرا سِوِل اور ملٹری حیدرآباد—اور سکندرآباد اطراف و جوانب کے موجود تہے—ایک عظیم الشان شامیانہ کے سامنے جو افسرون اور دوسرون کي نشست کے لئے کہڑا کیا گیا تہا ملکۂ معظمہ کا ایک فوٹوگراف رکہا ہوا تہا—

نواب مدارالمہام سروقارالامرا بہادر برابر وقت معینہ پر تشریف فرما ہوے—انکے ساتہہ گاڑی مین جنرل ٹکر بھي تہے جو سکندرآباد دسٹرکٹ کے کمانڈر ہین—

جب مدارالمہام اپنی جگہ پر جہان حضور نظام کا زرد باوٹا اوڑ رہا تہا بیٹھے تو ساتہہ توپون کي سلک ہوی—اس

شاہی سلامی کے بعد بینڈ باجے میں ملکہ کی سلامتی کا گیت گایا گیا- پھر انکے لئے تین زور زور کے چیرز ہوئے- اسکے بعد قواعد شروع ہوی- آرٹیلری بریگیڈ (دو توپخانہ) پہلا کیولری بریگیڈ جس میں آفریکا کا کیولری گارڈ- لینسرز- باقاعدہ فوجین اور گولکنڈہ لانسرز شریک تھے- دوسرا کیولری بریگیڈ جس میں حیدرآباد امپریل سروس کا پہلا لانسرز اور دوسرا لانسرز تھا- پہلا انفنٹری بریگیڈ جس میں میسرام ، جمنٹ اور باقاعدہ فوجکی چیٹھی انفنٹری- چوتھی انفنٹری- اور گولکنڈہ انفنٹری شامل تھی- مارچ پاسٹ کے بعد آرٹیلری اور کیولری دلکی چلنے لگی- دوسرا کیولری بریگیڈ اور پہلا کیولری بریگیڈ نیزہ بازی کرتا ہوا رجمنٹون کے سامنے سے سرپٹ دوڑنے لگا- اسکے بعد حیدرآباد امپریل سروس فوج صف زدہ ہوی- اور آگے بڑھکے نشان سے دس گز کے فاصلہ پر آئی غرض یہہ قواعد پروگرام کے موافق ختم ہوی- اس میں علی الخصوص حبشیون کے رسالہ کی نیلی وردی جسپر سرخ و سفید چیرین لگی ہوی تھین نہایت خوبصورت نظر آتي تھي-

اس قواعد کے بعد میجر نواب افسرالدولہ بہادر نے اپنے محل مسمی راحت منزل مین جو سیف آباد مین واقع ہے ایک عظیم الشان ضیافت دی-

حضور نظام نے اس موقع پر مثل اور حصص برٹش گورنمنٹ کے رحمدلی کو کام فرما کے بعض قیدیون کو جنکے جرائم سخت نہین تھے رہا کرنے کا حکم دیا- اور نیز اُن قیدیون کو جنکا چال چلن جیلخانہ مین اچھا تھا باقي ایام قید مین فی سال ایک مہینہ کي تخفیف کردی- حیدرآباد کے صدر جیلخانہ میں سے جہان سینکڑون قیدی تھے وہان کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر گارڈن نے اٹھانوے قیدیون کو رہا کیا- جن مین پینسٹھہ مرد اور پندرہ عورتین خفیف جرائم کي اور اٹھارہ قیدي اچھے چال چلن کے تھے-

جو لوگ قید سے رہا ہوئے انکی تصویرین یہان دی گئے ہین- سوپرنٹنڈنٹ جیلخانہ نے اپنی مہرباني سے اس کتاب مین داخل کرنے کے لئے ان تصویرون کو کھنچنے کي اجازت دی ہے- علی الصباح ان قیدیون کے اقارب جیلخانہ کے دروازے پر جمع ہوئے اور قیدی جیلخانہ سے باہر آتے ہی اس عجلت کے ساتھہ وہان سے روانہ ہوئے کہ بیان سے باہر- اس جیلخانہ کي صفائی اور انتظام دیکھنے والون کو متحیر کرتا ہے- اور حضور نظام کي ریاست کے دوسرے جیلخانون مین بھي ایسی ہي رحمدلی ظاہر کي گئی-

حضور نظام کي گورنمنٹ کي طرف سے غریبون کي ضیافت کا جو انتظام کیا گیا تھا وہ وبائے ہیضہ کے پہونچنے کي وجہہ سے وقوع مین نہ آسکا- ہرچند نواب مدارالمہام نے اعلان نکالا تھا کہ غریب مسلمانون کے کہانے کا اہتمام ایک معزز مسلمان جنٹلمین کے سپرد ہوگا- اور ہندؤن کا ایک راجہ کے اور پارسیون کا ایک معزز پارسی کے اور عیسائیون کا مسٹر ڈنلاپ کے جو ریونیو بورڈ کے سنیر ممبر ہین لیکن بعد شہر مین منادی ہوی کہ کہانے کے عوض غریبون کو پیسے دئیے جائینگے- اسکي وجہ یہہ ہوی کہ ازدحام کي وجہ سے کہین وبائے ہیضہ زیادہ نہ پھیلنے پائے- غریب پارسیون کو مسٹر ایڈل جی چینائی نے شاہپور واڑی مین کہانا کہلایا اور غریب عیسائي اوسي روز ایک بڑے مکان مین جہان اب محکمہ تعمیرات ہے- عمدہ کہانے کے میز پر بیٹھے- چدر گہاٹ کے معزز لوگ اس ضیافت مین کہڑے ہوکے غریبون کو کہانا کہلا رہے تھے- اور کہانے کے بعد بڑے جوش مسرت کے ساتھہ ملکہ معظمہ کي سلامتی کا گیت گاکے مجمع منتشر ہوا- درمیانی میز کے کنارے پر حضور ملکہ معظمہ کا فوٹوگراف تاڑکے پتون مین آراستہ کرکے رکہا تھا اور اوپر کو سنہری حرفون مین " ملکہ معظمہ کي عمر دراز ہو " اور نیچے- " خدا انہین برکت دے " لکہا ہوا تہا- کہانے کے وقت سنٹ جارج گرجا کے پادری مسٹر گولڈ اسمتھ نے ملکۂ معظمہ او حضور نظام کا جام صحت تجویز کیا- حاضرین نے دونون ٹوسٹ پر نہایت جوش مسرت ظاہر کیا- مغرب کے بعد اس مکان مین خوب روشني کي گئی اور بڑی رات تک خوب چہل پہل رہی- جو لوگ بہت غریب تھے اور کہانے کو آنہین سکتے تھے انہین پیسے تقسیم کئے گئے- اس ضیافت کا مسٹر ڈنلاپ نے نہایت عمدگی سے انتظام کیا تہا-

جون کی ۱۹ وین تاریخ سنیچر کے روز نواب سر آسمان جاہ بہادر نے دائمنڈ جوبیلي کی یادگار مین سکندرآباد کی یوروپین گیریسن کے بچون کو بڑی دہوم دہام کي ضیافت دی- بشیر باغ کے خوبصورت اور وسیع صحن مین تین سو بچے معہ اپنے ماںباپ کے جمع ہوئے تھے ایکے لئے اقسام کے کہیل موجود تھے- اور روشنی اور آتش بازی قابل دید تھي- رخصت کے وقت نواب محتشم الملک نے ہر ایک بچہ کو انگریزی مٹھائي کا ایک ایک شمشہ اور چاندی کا ایک ایک جوبیلی مڈل تقسیم فریا- مٹھائی خاص اپنے ہاتھہ سے دی اور مڈل مسز چیٹر کے ہاتھہ سے جو نارتھام شیر رجمنٹ کے کمانڈر کي بیوی ہین دلوائے- اسوقت یہہ میڈم سکندرآباد مین موجود تہین اسکے بعد حضور ملکۂ معظمہ- حضور نظام اور نواب موصوف کے لئے تین چیرز دئیے گئے- نواب سر آسمان جاہ بہادر نے مہرباني کے ساتھہ مسکرا کے ہر ایک سے بات چیت کی- اس موقع پر بہت سی لیڈیان موجود تہین اور تین پہر کو برٹش رزیڈنٹ مسٹر پلوڈن بہی وہان گئے تھے-

دوسرے ایک امیر نے چدر گہاٹ مین نواب معزالملک کے محل مین مدارس کے لڑکون کو ضیافت دینے کي تجویز کی تہی لیکن بوجہہ ظہور وبائے ہیضہ کے وہ وقوع مین نہ آسکی-

سنٹ جارج گرجا کے عقب مین لڑکیون کے مدرسہ مین وہان کے لوگون نے بڑی دہوم دہام سے مینا بازار لگایا تہا- وہ مکان نہایت عمدگی کے ساتھہ آراستہ کیا گیا تہا- کیا

ڈایمنڈ جوبلي کے روز قواعد

ڈہے اور کیا جوان دونون اس مین شریک تہے۔اکثر لڑکے جیوبلی کا لباس پہنے ہوے تہے۔لڑکے اور لڑکیون کی دوڑ اور کہیلونکا انتظام کیا گیا تہا۔اور اسکے ساتہہ ہاتہیون کي سواري اور اقسام کي بازیان بہی شامل تہین۔باجے بج رہے تہے۔

وزلین کمسونٹی نے اپنے گرجا مین خاص نماز ادا کي اوسکے بعد ملکۂ معظمہ کي سوانحِ عمری پر ایک لکچر دیا گیا اور ایک سوشیل جشن ہوا۔جس مین برٹش گورنمنٹ کي تعریف مین گیت گائے گئے۔

چدر گہاٹ کي روشنی قابل دید تہی ہر ایک محل ہر ایک مکان اور ہرایک دکان مین روشنی تہی۔بنگال بنک پر بے حساب چراغ روشن تہے۔ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کے فانوسون اور دوسرے چہوٹے چراغون کي خوب روشنی تہي اور چہت پر اور سامنے آتش بازی ہو رہي تہی۔مسٹرس عابد اینڈ کمپنی کي دکان مین بجلی کي اسقدر روشنی تہی کہ آنکہین چکاچوند کرتي تہین اس مین لال فانوس بڑا مزہ دیتے تہے۔اوسکی پہاٹک پر حضور نظام کا نشان تہا۔کاسما پولیٹن ہوٹل جو گورنمنٹ کا مہمان خانہ ہے خوب آراستہ کیا گیا تہا اور روشنی کا انتظام زائدالوصف تہا۔غرض تمام باشندے۔امرا اور افسرنے جو چدرگہاٹ اور سیف آباد مین رہتے ہین اپنے اپنے مکانون پر چراغان کیا تہا انمین نواب فخرالملک بہادر کا جدید محل دیکہنے کے قابل تہا۔علی الخصوص حسین ساگر کے تالاب پرسے اسکا بڑا لطف آتا تہا۔

رزیڈنسی کي حد مین مرقومتہ الذیل جشن ہوئے۔کوئي پانسو آدمی ہر مذہب وملت کے گہڑی کے برج کے پاس جمع ہوئے۔انمین سے ہر ایک کو آدہا سیر چانول اور دال اور کاچہہ پیسے گہی کے لئے تقسیم کئے گئے اور مذکور برج کے چارون طرف لکہا ہوا تہا کہ خدا ملکۂ معظمہ کو برکت دیوے۔اور رات کو خوب روشنی کي گئی تہی۔باوجودیکہ اسوقت زور کي ہوا چل رہي تہي جو چراغون اور آرایش کو ٹہرنے نہین دیتی تہی۔مسجدون اور مندرون مین دعائین اور بہجن گائے جارہے تہے۔بازار مین مدارس کے تمام طلبات کو جو تقریباً ایک ہزار تہے ضیافت دیگئی اسکا انتظام راو بہادر کے ایم جوشی کے سپرد تہا جو لوکل فنڈ کمیٹی کے صدر اور میجسٹریٹ ہین۔اسکول کے دالان مین ایک طرف ملکۂ معظمہ کي ایک بڑی تصویر رکہی گئي تہی اور دوسری طرف لڑکون کو مٹہائي اور انعامات تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا تہا اور بچون کي دل لگي کے لئے اقسام کے کہیل اور تماشے موجود تہے چہوٹي چہوٹي لڑکیان بڑی خوشی سے ملکہ کي سلامتی کے گیت گا رہی تہین۔

رزیڈنسی کے تمام مکانات اور دُکانین چراغون سے پرنور کئے گئے تہے۔جس پر بہت سا روپیہ صرف ہوا تہا۔پولیس کے بڑے اسٹیشن کي روشنی بہی بہت ہي اچہی تہی اور وہان بینڈ باجے مین انگریزی اور ہندوستاني گیت گائے جارہے تہے۔رزیڈنسی اور ریلوے پولس کے سوپرنٹنڈنٹ مسٹر ایف۔سی۔کرافرڈ کو ایک تہنیت نامہ دیا گیا اور مجسٹریٹ راؤ بہادر کي ان لفظون مین تعریف کي گئی۔ ہم لوگ جو رزیڈنسی پولیس کے ملازم ہین اس موقع پر نہایت خوشی سے آپکو ایک اڈرس دیتے ہین۔یہ اڈرس اُن برکتون کي یادگار مین ہے جو برٹش کے زیر حکومت ہمکو حاصل ہوی ہین علی الخصوص اُس زمانہ سے جبکہ ملکۂ معظمہ اس عظیم الشان سلطنت پر بلحظ راست فرمان روا ہوی ہین۔ہم ملکۂ معظمہ کي سلطنت کي خدمت پر قانع ہین اور دعا کرتے ہین کہ ملکۂ معظمہ کي عمر دراز ہو اور جو امن و امان کہ اب ہمین حاصل ہے وہ ہمیشہ کے لئے رہے۔ہم اُے حضرت آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہین کہ آپ ہماری شکر گذاری قبول کرین جو اس موقع پر آپکی تشریف آوری کي نسبت ادا کي جاتی ہے۔آج ہم ملکۂ معظمہ کي جوبلی کا جشن منانے مین انکی تمام رعایا کے ساتہہ جو دنیا مین پہیلی ہوی ہے شریک ہین۔دنیا کي کسی تاریخ مین کہین یہ پتا نہین ملتا کہ ایک بادشاہ کے زیر حکومت اسقدر وسیع سلطنت ہو۔اور اسقدر کڑوڑہا رعایا کو ایسا امن و امان نصیب ہوا ہو۔

جون سنہ ۱۸۹۷ کي بائیسوین تاریخ کو سکندرآباد مین علی الصباح ساتہہ توپون کي شلک ہوی اور اس روز کورٹ کے محل مین جشن کیا گیا اور اسکے اطراف کے وسیع صحن مین غریبون کو کہانا کہلایا گیا اور ہر ایک کو پیسے تقسیم کئے گئے جو حضور نظام کي گورنمنٹ اور پرائیویٹ چندے سے جمع ہوئے تہے۔

پیپلس ہال خوب آراستہ کیا گیا تہا۔اور مختلف مدرسون سے وہان لڑکیون کو بلوایا گیا تہا۔جب وہ گانے سے فارغ ہوچکین تو انہین مٹہائي تقسیم کي گئی۔البرٹ ریڈنگ روم مین بہی کہانے پینے کا انتظام تہا۔سکندر آباد ترملگہیڑی اور بولارم کے کنٹونمنٹون مین شاہانہ جشن وفاداری کے ساتہہ منائے گئے۔

سکندرآباد کي روشنی بہت ہی بڑہی ہوی تہی۔جنرل بازار جیمس کي گلی گویا آگ کا شعلہ تہي دونون طرف رنگ برنگ کے ہزارہا فانوس روشن تہے۔مارواڑي اور دوسرے تجار ایک دوسرے پر سبقت لیگئے تہے۔تمام پولیس کي چوکیان۔کورٹ کي عمارت۔گہڑی کا برج اور دوسرے مکانات میونسپالٹی کے خرچ سے روشن کئے گئے تہے۔سکندرآباد کي سیرگاہ کي سڑک قابل دید تہی۔سکندرآباد کا ریلوے اسٹیشن اور اسکے سامنے کا باغ ایسا پرنور اور ایسا آراستہ تہا کہ بیان نہین ہوسکتا۔پبلک گارڈن مین بہي چراغان تہا اور چہہ رجمنٹون کے بینڈ باجے بج رہے تہے۔اکثر سکندرآباد کي مسجدون مین اسلامی وضع کي آراستگي اور روشنی تہی ہندؤن نے بہي اپنے مندرون کو خوب سنوارا تہا۔غرض تمام سکندرآباد نور کا بکہ نظر آتا تہا۔

گورنمنٹ مہمان خانہ – چدرگہاٹ

میسرس – آبد اینڈ کمپنی کی کوٹھی – چدرگہاٹ

حضور نظام کی ریاست کے اکثر شہرون مین بھی جوبلی کا جشن منایا گیا۔ خاصکر کے ورنگل۔ بیدر۔ گلبرگہ اورنگ آباد اور برار مین۔ اورنگ آباد مین ہندو دولتمندون اور ملازمون نے وہان کے قحط زدہ لوگون کو کھانا کھلایا۔ دور و دراز مقامات سے کوئی تین ہزار مہمان یہان آئے اور ان سبھون کو بازار مین قطارون مین بٹھلایا گیا۔ بڈہا عورتین برابر اٹھارہ گھنٹون تک چپاتیان اور دال بھات پکانے مین مصروف تہین۔ ہر ایک شخص کو ایک چپاتی اور ایک دال کا پیالہ دیا گیا۔ یہ منظر بہی دیکھنے کے قابل تہا۔ انمین اکثر لوگ ایسے نحیف و لاغر تہے کہ سوائے پوست و استخوان کے ان کے جسم پر گوشت کا نام تک نہین تہا۔ انمین جو بالکل محتاج تہے انہین کپڑے بہی دئے گئے۔ لیکن اسبات سے نہایت افسوس ہوا کہ بہت سے بڈہے لنگڑے لولے اپاہج اور بچے یہان آتے آتے بوجہ فاقہ کشی کے راستہ ہی مین تمام ہوگئے۔

اورنگ آباد مین وہان گیریسن فوج نے اس روز قواعد بہی کی۔ اس قواعد مین بعوض نیزون کے روشن مشعلین سپاہیون کے ہاتھہ مین تہین۔ اور انکے گھوڑے ایسے باقاعدہ اور سدہے ہوئے تہے کہ باجے کی آواز کے ساتھہ قدم اُٹھاتے تہے اور مشعلون کی آگ اور چنگاریون کی کچھہ پروا نہین کرتے تہے۔

حضور نظام کے پرائیویٹ سکرٹری سید حسین بلگرامی نے اس موقع پر انگریزی مین ایک نہایت عمدہ قصیدہ لکھا۔ جسکا نام دیانا وکٹوریا ہے۔ یہہ قصیدہ لندن مین جشن مذکور پر باجے کے ساتھہ گایا گیا۔

سنہ ۱۸۹۷ع کی وبائے طاعون

سنہ ۱۸۹۷ع کی ابتدا مین بمبئی مین جو وبائے طاعون ظاہر ہوئی تہی اوسکو روکنے کے لئے جس تیزی اور مستعدی سے حیدرآباد مین انتظام کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام کی ریاست کی کارروائی کس عمدگی سے چل رہی ہے۔ بمبئی مین جو ریاست نظام کی ہمسایہ پریسیڈنسی ہے وبائے طاعون کے شروع ہوتے ہی۔ نظام گورنمنٹ نے واڑی جنکشن مین ایک پلیگ کیمپ قائم کردیا جو نظام ریلوے کا سرحدی اسٹیشن ہے۔ اس کیمپ کو ڈاکٹر بروس کے چارج مین دیا اور انکے ماتحت تین ہسپتال اسسٹنٹ اور ایک کنڈکٹر مقرر کیا جو چند رگیات کی میونسپلٹی سے متعلق ہے۔ اس کیمپ کے قائم کرنے سے غرض یہ تہی کہ جو لوگ تیسرے درجہ کی گاڑی مین پلیگ زدہ مقامات سے آئین۔ انکا ڈاکٹری معائنہ ہو اور عندالضرورت انہین وہان روک کر معالجہ کیا جائے تاکہ انکے ذریعہ سے ریاست نظام مین اس بیماری کا شیوع نہو۔ تمام بیمار مسافر اوسوقت تک وہان روک دئے جاتے تہے جب تک کہ ڈاکٹر کو اونکے تندرست ہونے کا یقین ہو۔ اور دوسرے لوگون کو آٹھہ روز قرنطینہ مین رکھا جاتا تہا۔ اور آنے والون اور جانے والون کا واڑی مین واجبی طور سے ڈاکٹری معائنہ ہوتا تہا۔ اور بخار والے اشخاص کو اسیوقت لوکل ہسپتال مین بہیجدیا جاتا تہا۔ وہان جب یہہ ثابت ہوتا تہا کہ طاعون نہین ہے تو جانے کی اجازت دی جاتی تہی۔ اگر انہین طاعون ہوتی تہی تو وہ ایک علیحدہ چہپر مین رکھدئے جاتے تہے۔ جو چہپر بعد مین جلائے جاتے تہے۔ ریلوے پولیس اور نظام پولیس اضافہ کی گئی۔ اور علاوہ واڑی کے گلبرگہ۔ شاہ آباد اور رائچور مین بہی کیمپ بنائے گئے۔ اور میڈیکل اسٹاف اور پولیس قائم کی گئی۔ اس تمام کارروائی کی نگرانی میجر۔ اے۔ جی۔ فیلرس کے سپرد کی گئی اور لفٹننٹ لافرت نیس کے ماتحت ایک سو انفنٹری اور پچاس کیولری کے سپاہی شولاپور اور گلبرگہ کے درمیان سرحد پر معین کئے گئے۔ سرجنٹ لفٹننٹ کرنل لاری۔ ایم۔ بی۔ کو جو رزیڈنسی سرجن ہین ان کیمپون کا میڈیکل ڈاکٹر مقرر کیا گیا۔ اس قسم کے عمدہ انتظامات سے اگر بمبئی کے طاعون کا حیدرآباد مین گذر نہو تو کوئی تعجب نہین۔

مارواڑی عورت
ناچنے والی رنڈی

شریف برہمن عورت
بھیل عورت
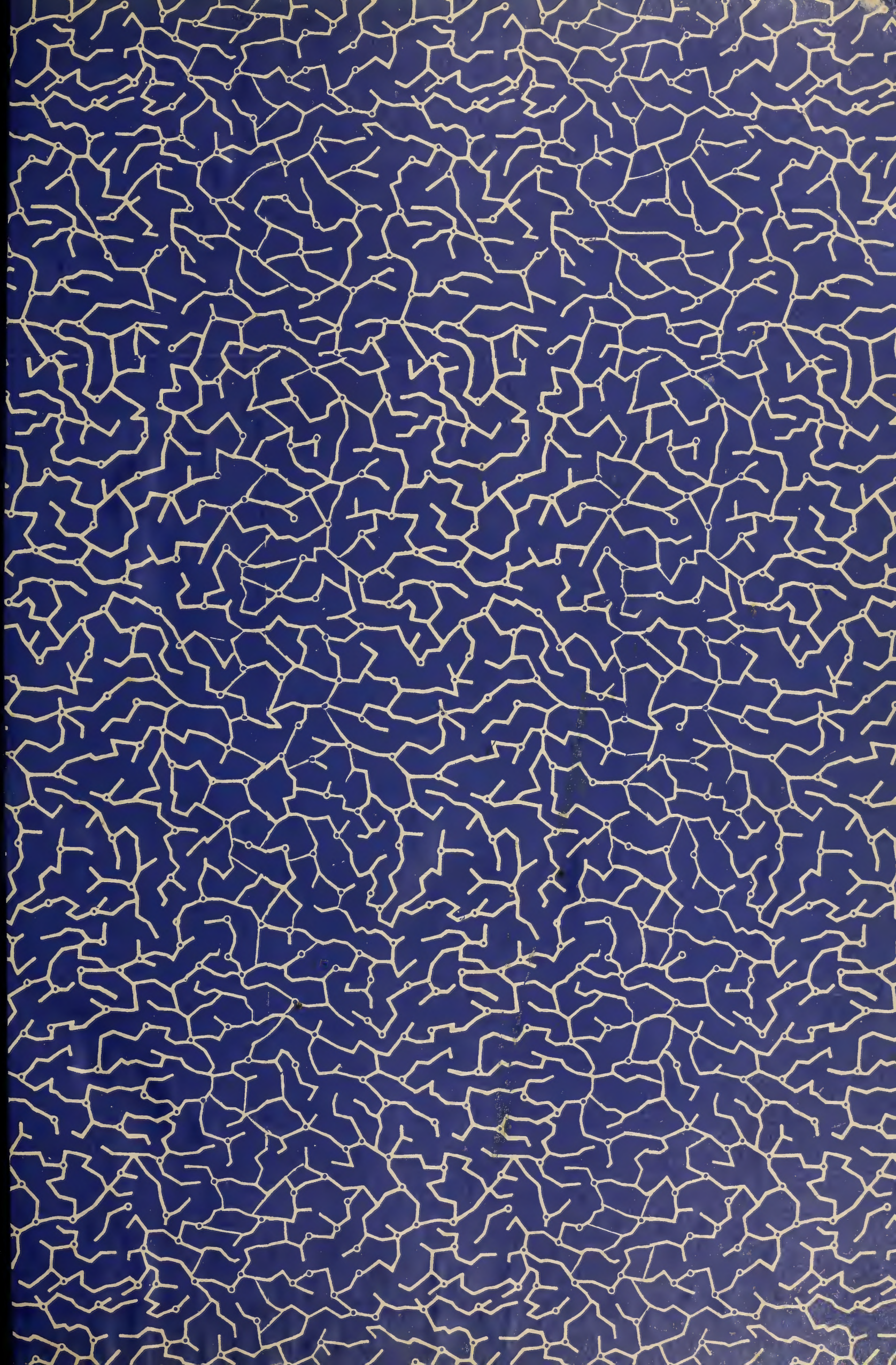
This Urdu copy of this history of Hyderabad belonged originally to Sir Vicar ul Umra, a Paigah noble, who was Dewan of Hyderabad from 1893 to 1901. He died in 1902. The book passed to his son and then his grandson, Nawab Rashid Jung, who gave it to me in 1975. Rashid Jung preferred to give his personal copy to someone who he thought would appreciate it. Mahbub Ali Pasha's library had several copies of it, in both Urdu and English.

H. Ronken Lynton

H. Ronken Lynton

1976